آفتابِ نسبت مع اللہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

فغانِ اختر سلسلۂ ارشادات اسفار نمبر ۷

آفتابِ نسبت مع اللہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
یہ میں جو نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نامِ کتاب	: آفتابِ نسبت مع اللہ (جنوبی افریقہ کا آٹھواں سفر نامہ)
ارشادات	: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جامع و مرتب	: حضرت سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اشاعتِ اوّل	: ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ مطابق جنوری ۲۰۱۳ء
اشاعتِ ثانی	: ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعۃ المبارک
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051 ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تا کہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

فہرست

عرضِ مرتب

جنوبی افریقہ کے احباب کی دعوت پر ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۴ء تک تقریباً ہر سال اور بعض دفعہ سال میں دو مرتبہ مرشدی و مولائی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلھم علینا جنوبی افریقہ کا سفر فرماتے رہے اور وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے جو دین کا عظیم الشان کام لیا ہے خواص و عوام سب اس کے رطب اللسان ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں حضرت والا دامت برکاتہم کے دردِ دل اور طریقِ اصلاح کا ڈنکا پٹا ہوا ہے۔ جہاں تشریف لے گئے خود اپنے اس شعر کی شرح ہو گئے ؂

اک قلبِ شکستہ کے اور آہ و فغاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں مشعلِ سنت لیے ہوئے

روز و شب کے مشاہدے ہیں کہ کیسے کیسے گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ آئے اور حضرت اقدس کی صحبت بابرکت اور نگاہِ پُر تاثیر کی برکت سے اللہ والے ہو گئے، روح و قلب کا تزکیہ ہو گیا۔ حضرت والا کا شعر ہے ؂

ایسے ویسے بھی ہو گئے کیسے
فیض کیسے ہیں شیخ کامل کے

یہاں تک کہ بہت سے صرف ولی نہیں ولی گر بن گئے۔ جو مقتدی بننے کو تیار نہیں تھے وہ مقتدا ہو گئے۔ تائبؔ صاحب نے بھی حضرت والا کی شان میں کیا خوب فرمایا ہے ؂

آپ تو زہر کو تریاق بنا دیتے ہیں
یعنی بے زار کو مشتاق بنا دیتے ہیں

پیشِ نظر کتاب ۱۹۹۸ء میں ہونے والے حضرت والا دامت برکاتہم کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ سفر نامۂ جنوبی افریقہ اور دوسرے سفر نامے ملکوں اور شہروں وغیرہ کے حالات اور جغرافیائی معلومات وغیرہ پر مشتمل نہیں ہوتے، بلکہ یہ حضرت والا دامت برکاتہم کے دورانِ سفر مختلف مقامات پر ہونے والے نصائح، ملفوظات اور بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں جو دلوں میں عشقِ حقیقی کی آگ لگا دیتے ہیں۔

احقر نے جب حضرت اقدس کا پہلا سفر نامہ لکھنا شروع کیا اسی وقت حضرت والا نے فرمادیا تھا کہ

میرے سفر نامہ میں دنیا کے حالات اور جغرافیائی معلومات وغیرہ نہ لکھنا بلکہ مجھ سے جو اللہ کی محبت کی باتیں سنتے ہو وہی تحریر کرنا۔ لہٰذا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی احقر دورانِ سفر مختلف مقامات پر ہونے والے حضرت والا دامت برکاتہم کے ارشادات کو حضرت والا کی برکت سے محفوظ کرتا رہا، پھر سفر سے واپسی پر ان کی اشاعت کے لیے ان پر کام شروع کر دیا۔ اب الحمدللہ! یہ کام تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس سفر نامہ کو افادۂ عام کے لیے شایع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے حضرت والا دامت برکاتہم کے لیے بلند درجات کا ذریعہ اور احقر اور جملہ معاونین کے لیے سببِ مغفرت و صدقۂ جاریہ بنائے اور حضرت والا کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تاحیات قائم رکھے، آمین۔

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ

خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم

۱۳/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ، ۲۸/ نومبر ۲۰۱۲ء

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتابِ نسبت مع اللہ

دبئی کے لیے روانگی

حضرت مولانا مفتی حسین بھیات صاحب جو حضرت والا کے خاص احباب میں سے ہیں، حضرت والا کے خلیفہ مجازِ بیعت بھی ہیں اور جنوبی افریقہ میں حضرت والا کے سفر کے سب سے پہلے داعی بھی وہی ہیں اور وہی ہمیشہ حضرت والا کے میزبان بھی ہوتے ہیں، وہ تقریباً دس دن پہلے سفر کی ہمراہی کے لیے کراچی تشریف لائے۔

۵/ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز دوشنبہ سوا دو بجے دوپہر امارات ایئر لائن سے دبئی کے لیے روانگی ہوئی۔ پاکستانی وقت کے مطابق دوپہر تقریباً پونے چار بجے اور دبئی کے وقت کے مطابق پونے تین بجے جہاز دبئی پہنچا۔ جوہانسبرگ کے لیے فلائٹ اگلے دن صبح چار بجے تھی اس لیے دبئی میں آرام کے لیے کافی وقت مل گیا جس سے سفر کی تکان جاتی رہی۔ اس بار بہت آرام رہا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آئندہ بھی ان شاء اللہ اسی راستے سے سفر کیا جائے گا۔

جوہانسبرگ کے لیے روانگی

۶/ اکتوبر صبح پونے چار بجے امارات ایئر لائن سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی ہوئی اور مقررہ وقت سے تقریباً پون گھنٹہ پہلے جہاز جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر مقامی وقت کے مطابق پونے نو بجے صبح پہنچ گیا، جس کی وجہ سے بعض احباب استقبال کے لیے جب ایئرپورٹ پہنچے تو حضرت والا سے ملاقات نہ ہو سکی، کیوں کہ حضرت والا ایئرپورٹ سے مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان واقع لینیشیا (Lenasia) کے لیے روانہ ہو چکے تھے، بعد

میں وہ حضرات قیام گاہ پر تشریف لائے۔ مفتی رضاء الحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا بھی ان حضرات میں تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کا جہاز وقت سے پہلے پہنچنے پر میں نے چند اشعار کہے ہیں ؎

آج طیارے کی سرعت دیکھیے
شاہِ اختر کی کرامت دیکھیے
دیدہ و دل فرش کردہ ہر بشر
اس فضا کی بھی تو نصرت دیکھیے

فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً کا ایک تفسیری نکتہ

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کے دل میں میری محبت ڈال دی۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً ...الخ[1] کی تفسیر میں ثَنَاءُ الْخَلْقِ[2] کو حَسَنَۃً فِی الدُّنْیَا میں شامل فرمایا ہے۔ (حضرت والا نے تفسیر کو تفصیل سے بیان فرمایا، لیکن یہاں صرف اسی تفسیر کو نقل کرتا ہوں جو اس وقت کے موضوع سے متعلق ہے۔ جامع) آدمی خود کو تو اچھا اور تعریف کے قابل نہ سمجھے، لیکن اگر مخلوق تعریف کرے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نے میرے عیوب کو چھپا لیا اور نیکیوں کو ظاہر فرمادیا جس کی وجہ سے مخلوق تعریف کر رہی ہے۔ شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حَسَنَۃً فِی الدُّنْیَا عطا فرمائی ہے۔ اپنی نگاہ میں چھوٹا ہونا مطلوب ہے، لیکن دوسروں کی نگاہ میں صغارت اور حقارت مطلوب نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ أَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا[3]

اے اللہ! مجھے میری نگاہوں میں چھوٹا اور حقیر کر دیجیے، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں مجھے بڑا دِکھا دیجیے۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کی نگاہوں میں حقیر ہونا مطلوب نہیں، کیوں کہ دوسروں کی نگاہوں میں اگر اس کی عظمت نہیں ہوگی تو کون اس سے دین کی بات سنے گا اور کون اس سے دین سیکھے گا؟ سبحان اللہ! کیا علومِ نبوت ہیں۔ آپ کے علومِ نبوت خود دلیلِ نبوت ہیں۔

---

[1] البقرۃ:۲۰۱
[2] روح المعانی:۹۱/۲، البقرۃ (۲۰۱)، دار احیاء التراث، بیروت
[3] مسند البزار:۳۱۵/۱۰ (۴۴۳۹)، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ

۱۴/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۶/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز منگل، بعد عشاء، نو بجے شب
مجلس بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

جنوبی افریقہ کے مختلف مقامات سے آئے ہوئے اکابر علمائے کرام اور دیگر سالکین حضرتِ والا سے ملاقات کے لیے مفتی صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرتِ والا نے مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے:

کیفیتِ احسانیہ کی قوت وضعف کا راز

ارشاد فرمایا کہ شیخ جتنا قوی النسبت اور جتنی قوی کیفیتِ احسانیہ کا حامل ہوتا ہے اتنی ہی قوی نسبت اور کیفیتِ احسانیہ اس کے مریدین میں منتقل ہوتی ہے۔ صحابہ کو ایمان اور اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ملا اور احسانی کیفیت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ نبوت سے ملی۔ اس کے بعد اب قیامت تک کسی کو پیغمبر کا قلب نہیں مل سکتا، اس لیے اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا، صحابی جیسا ایمان و احسان اب کسی کا نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کیفیتِ احسانیہ اُمتی سے اُمتی کے قلب میں منتقل ہورہی ہے، تو کہاں نبی اور کہاں اُمتی۔ نبی کے قلبِ مبارک سے جو ایمان و احسان اُمتی کے قلب میں منتقل ہوا وہ ایمان و احسان اُمتی سے اُمتی کے قلب میں کیسے منتقل ہوسکتا ہے؟ اس لیے دنیا کا بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ لیکن کیفیتِ احسانیہ ایک کُلّی مشکک ہے، نبی کے قلب کی احسانی کیفیت تو اب کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی، کیوں کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، لہٰذا اب یہ کیفیتِ احسانیہ اُمتی سے اُمتی کے قلب میں منتقل ہوگی۔ کسی صاحبِ نسبت اُمتی کے قلب میں جس درجے کی کیفیتِ احسانی ہوگی اسی درجے کی دوسرے اُمتی میں منتقل ہوگی، اس لیے شیخ جتنا قوی النسبت اور حاملِ کیفیتِ احسانیہ قویہ ہوگا اتنی ہی قوی کیفیتِ احسانی دوسرے کے قلب میں منتقل ہوگی۔

حفاظتِ نظر کے مضمون پر ایک نادان کا اعتراض اور حضرتِ والا کا جواب

حضرت اقدس دامت برکاتہم کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب دامت برکاتہم نے جو ڈربن سے حضرت والا کے استقبال کے لیے تشریف لائے تھے، حضرت والا سے عرض کیا کہ میں نے اپنی مجلس میں حفاظتِ نظر کے متعلق مضمون بیان کیا۔ ایک صاحب نے جو مجلس میں موجود تھے، اگلے دن ایک اجتماع

میں تقریر کی اور کہا کہ اُمت میں تو کفر اور اِرتداد کا کالرا پھیلا ہوا ہے اور یہ صوفیا خانقاہوں میں بیٹھے ہوئے بد نظری کے زُکام کا علاج کر رہے ہیں، ان کے یہاں بس یہی رٹ ہے کہ نگاہ بچاؤ، نگاہ بچاؤ۔ اُمت کی فکر نہیں جو کفر و اِرتداد میں مبتلا ہو رہی ہے، لہٰذا یہ خانقاہوں میں چھپ کر بیٹھنے کا وقت نہیں ہے، صوفیوں کو چاہیے کہ باہر نکلیں، حفاظتِ نظر کے زُکام کے علاج کو چھوڑیں اور اُمت کو کفر و اِرتداد کے کالرے سے بچائیں۔

یہ سن کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو چاروں طرف کفر ہی کفر تھا، کفر کا ''کالرا'' جیسا اُس وقت پھیلا ہوا تھا اِس زمانے میں نہیں ہے۔ اب تو مسلمانوں کی کثرت ہے، اُس وقت تو مسلمان بہت تھوڑے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرمارہے تھے: زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ[۴] بد نظری آنکھوں کا زِنا ہے، اور لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۵] بد نظری کرنے والا اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے یعنی ناظر و منظور پر اللہ کی لعنت ہو، اور لَا تُسْبِلْ؛ فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ[۶] ٹخنے مت چھپاؤ، کیوں کہ ٹخنہ چھپانے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتے، اور نماز میں کہنیوں کو كَافْتِرَاشِ الْكَلْبِ کتے کی طرح نہ پھیلاؤ۔[۷] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں فرمایا کہ اے صحابہ! کیا نگاہوں کی حفاظت کے چکر میں پڑے ہوئے ہو اور کیا ٹخنے چھپانے کی فکر میں پڑے ہو اور کیا ایک مشت داڑھی کو اہمیت دیتے ہو؟ دیکھتے نہیں ہو اُمت کفر میں مبتلا ہے، بد نظری اور ٹخنے چھپانے وغیرہ جیسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑو، اُمت کو کفر سے بچاؤ۔ ان مقرر صاحب سے یہ پوچھو کہ اگر یہ احکام دین کا اہم جز نہیں تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس زمانے میں جب کہ کفر کا غلبہ تھا، ان کا حکم کیوں دیا؟

جو شخص نگاہ کی حفاظت نہیں کرتا اس کی تبلیغ، اس کی تدریس، اس کی تصنیف سب عدم قبول کے خطرے میں ہے۔ اس کا مبلغ ہونا خطرے میں ہے، اس کا مدرّس ہونا خطرے میں ہے، اس کا مصنف ہونا خطرے میں ہے، کیوں کہ بالفرض اگر اس کی تبلیغ و تصنیف سے سب اللہ والے ہو بھی گئے، لیکن یہ خود تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ سے نہیں نکل سکتا۔ اس کی دعوت سے اگرچہ سب رحمت میں آگئے، لیکن یہ خود تو لعنت ہی میں رہے گا جب تک توبہ نہیں کرے گا۔ اگر ایک ڈاکٹر کے گردے میں پتھری ہے، لیکن آپریشن کرکے دوسروں کے گردوں سے پتھری نکال رہا ہے تو دوسرے تو شفا

---

[۴] سنن ابن ماجة:۳۹۰، باب موضع الازار این هو، المکتبة الرحمانية / فتح الباری:۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبه من الخيلاء، بيروت

[۵] كنز العمال:۷/۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰة الخارجة، مؤسسة الرسالة

[۶] سنن ابن ماجة:۳۹۰، باب موضع الازار این هو، المکتبة الرحمانية / فتح الباری:۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبه من الخيلاء، بيروت

[۷] سنن ابن ماجة:۱۶۸ (۸۹۱)، باب الاعتدال فی السجود، المکتبة الرحمانية

پاجائیں گے، لیکن اس کے گردے کی پتھری نہیں نکل سکتی جب تک کسی ڈاکٹر سے علاج نہیں کرائے گا، یہ اسی مرض میں مبتلا رہے گا اور اسی میں مرے گا۔

مجلس ۱۴؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۷؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز بدھ
بوقت پونے چھ بجے صبح، بعد فجر، مسجد حمزہ (لینیشیا)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ... الخ کی عجیب وغریب شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ[۸]

اس حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّلاً زوالِ نعمت سے پناہ مانگی ہے کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں نعمت کے زائل ہوجانے سے۔ اور زوالِ نعمت کیا ہے؟ مثلاً: رات کو خیریت سے سوئے، صبح اُٹھے تو معلوم ہوا کہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ یا مال دار تھا، اچانک تجارت میں گھاٹا آگیا اور فقیر اور مقروض ہوگیا۔ یا کوئی بیماری آگئی اور صحت کی نعمت زائل ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ آپ نے ایسی دعا سکھادی تاکہ میری اُمت کے لوگوں کی نعمتیں زائل ہی نہ ہوں۔ یہ تو ظاہری نعمتیں ہیں۔ اسی طرح باطنی نعمتوں کے زوال سے پناہ بھی اس میں شامل ہے، جیسے نعمتِ تقویٰ ہے کہ ابھی تک محفوظ تھے، لیکن ہوائی جہاز میں بیٹھے اور ایئرہوسٹسوں کو دیکھنا شروع کردیا اور آنکھوں کی نعمتِ تقویٰ زائل ہوگئی، یا کانوں سے گانا سننے لگے اور کانوں کا تقویٰ زائل ہوگیا، یا غصہ چڑھ گیا تو ماں باپ سے لڑنے لگے یا بے کس سمجھ کر بیوی کو پیٹنے لگے۔ تو زوالِ نعمت کے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ اخلاقی طور پر ہمارا اعتدال اور استقامت ختم ہوجائے اور کوئی رذیلہ غالب ہوجائے، لہٰذا اخلاقی زوال ہو یا ایمانی زوال ہو یا کیفیتِ احسانیہ کا زوال ہو سب اس میں شامل ہے۔

عیب کی نسبت اللہ کی طرف کرنا سخت بے ادبی ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوالِ نعمت فرمایا، ازالۂ نعمت نہیں فرمایا، یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِزَالَۃِ نِعْمَتِکَ کیوں کہ اِزالہ یعنی نعمت سے محرومی کی نسبت اللہ کی طرف

---

۸ صحیح مسلم: ۳۵۲/۲، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء، ایچ ایم سعید

ہو جاتی۔ عیب سے اللہ پاک کی تنزیہہ اور عظمتِ الٰہیہ کی رعایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کا لفظ استعمال فرمایا کہ ہماری نالائقیوں کی وجہ سے ہم سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں، اے اللہ! آپ زائل نہیں فرماتے۔ اس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے، جیسے قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ[۹] جب میں مریض ہوتا ہوں تو اللہ شفا دیتا ہے، حالاں کہ جو شفا دیتا ہے وہی تو بیماری بھی دیتا ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھیے کہ بیماری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔

اسی طرح کشتی کو عیب دار کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا، لیکن حضرت خضر علیہ السلام کا ادب دیکھیے کہ فرمایا: فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے عیب دار کر دوں، لیکن یہ نہیں کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں کشتی توڑ دوں، حالاں کہ خدا ہی کا حکم تھا، لیکن توڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی، اپنی طرف کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہاں کا مالک ظالم تھا، وہ غریبوں کی کشتی چھین لیتا تھا، عیب دار کشتی اس کے ظلم سے بچ گئی، ورنہ وہ ظالم چھین لیتا۔

دوسرا حکم ایک لڑکے کے بارے میں ہوا کہ اس کو قتل کر دو، چوں کہ علمِ الٰہی میں یہ لڑکا سرکش تھا جو آگے چل کر اپنے والدین کو ستاتا، اس لیے اس کو قتل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، لیکن چوں کہ قتل بظاہر اچھی چیز نہیں تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی نسبت بھی اپنی طرف کی: فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا[۱۰] فَاَرَدۡنَا فرمایا فَاَرَادَ اللّٰهُ نہیں فرمایا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک نے یہ ادب سکھایا کہ جو فعل حقیقتاً اگرچہ عیب نہیں، لیکن صورتاً عیب ہے اس کی نسبت بھی اللہ کی طرف نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عیب سے پاک ہے، اس لیے صورتِ عیب کی نسبت بھی ان کی طرف کرنا خلافِ ادب ہے۔ لیکن جب دیوار سیدھی کرنے کا تیسرا حکم آیا کہ یہ بچے یتیم ہیں یہاں ان کا خزانہ دفن ہے، لہٰذا دیوار سیدھی کر دو ورنہ خاندان والے ان بچوں کا خزانہ چھین لیں گے، کیوں کہ وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ان کا باپ نیک تھا۔

مفسرین لکھتے ہیں كَانَ الۡاَبَ السَّابِعَ ،وَفِيۡ رِوَايَةٍ: كَانَ الۡاَبَ الۡعَاشِرَ[۱۱] وہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دسواں باپ تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ کیسا کریم مالک ہے کہ جو ان کا بن جائے تو اس کی

---

[۹] الشعرآء:۸۰

[۱۰] الکھف:۸۱

[۱۱] روح المعانی:۱۶/۱۳، الکھف (۸۲)، دار احیاء التراث، بیروت

سات پشت تک بلکہ دس پشت تک وہ کریم مالک رحمت نازل کرتا ہے۔ پھر ہمیں اولاد کی کیا فکر؟ بس ہم ان کے بن جائیں ہماری دس پشت تک وہ رحمت نازل فرمائیں گے۔ چوں کہ یہ کام ظاہراً بھی اچھا تھا، اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب نے ارادہ کیا۔ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ[۱۲] تو دیکھیے قرآن پاک نے یہ ادب سکھایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حق میں کیا ڈر، بے دھڑک کہہ دو، استاد ہو، ماں باپ ہو، لیکن قرآن پاک نے سکھایا کہ حق پیش کرو مگر ادب کے ساتھ پیش کرو۔ حق کا پوڈر ادب کے کیپسول میں پیش کرو۔ قرآنِ پاک سے بڑھ کر کون ہمیں ادب کی تعلیم دے سکتا ہے؟

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ اے اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں کہ عافیت مصیبت سے تبدیل ہو جائے۔ زوالِ نعمت اور تحوّلِ عافیت میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرق لکھا ہے کہ نعمت کا زوال یہ ہے کہ وہ نعمت جاتی رہے، مثلاً مال جاتا رہا، تو یہ نعمت کا زوال ہے، لیکن اگر مال بھی جاتا رہا اور کوئی دوسری بلا و مصیبت بھی لگ گئی تو یہ تحوّلِ عافیت ہے کہ عافیت کسی مصیبت میں منتقل ہو گئی، مثلاً: ایک ہزار رین لیے ہوئے بس میں جارہے ہیں اور کسی جیب کترے نے جیب کاٹ لی تو یہ زوالِ نعمت ہے اور تحوّلِ عافیت یہ ہے کہ ایک ہزار بھی چھین لیا اور پٹائی بھی کی، جیسے بنگلہ دیش میں سنا کہ وہاں جہاز پر رات کو ڈاکو ڈاکہ مارتے ہیں، مال بھی چھین لیتے ہیں اور پٹائی بھی کرتے ہیں، تو میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ جب مال چھین لیتے ہیں تو مارتے کیوں ہیں؟ تو اس عالم نے کہا کہ بغیر پٹائی کے کوئی پیسہ نہیں دیتا، جب مار پڑتی ہے تو بے چارے جلدی جلدی نکال کر ظالموں کو دے دیتے ہیں۔ یہ تحوّلِ عافیت ہے کہ نعمت بھی زائل ہو گئی اور تکلیف میں بھی مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد ہے فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ اچانک مصیبت کے پکڑ لینے سے بھی پناہ مانگی جارہی ہے کہ رات کو آرام سے سوئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا، اور جَمِيْعِ سَخَطِكَ اور اے اللہ! آپ کی ہر قسم کی ناراضگی سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بہت سی اقسام و انواع ہیں، لہٰذا ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو سکھا رہے ہیں۔ بڑی ناراضگی ہو، چھوٹی ناراضگی ہو، بڑا گناہ ہو، چھوٹا گناہ ہو، سب سے پناہ مانگی جارہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مختلف انواع نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جَمِيْعِ سَخَطِكَ نہ فرماتے۔

---

[۱۲] الکھف: ۸۲

اب سوال یہ ہے کہ زَوَالِ نِعْمَتِكَ اور تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ اور فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ کا جَمِيْعِ سَخَطِكَ سے کیا ربط ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ جملہ آفات وبلیّات کا نزول اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نافرمانی ہے۔ زوالِ نعمت، تحوّلِ عافیت اور فجاءۃِ نقمت تو صرف تین بلائیں ہیں لیکن بلائیں تو اور بھی بہت ہیں، لہٰذا جَمِيْعِ سَخَطِكَ فرما کر آپ نے تمام بلاؤں کے سبب سے پناہ مانگی اور ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگ کر تمام بلاؤں سے نجات کی اُمت کو راہ دِکھادی۔ مذکورہ تین بلائیں تو خاص تھیں، لیکن جَمِيْعِ سَخَطِكَ میں تمام بلاؤں سے پناہ آگئی۔ اس کو بلاغت میں تَعْمِيْمٌ بَعْدَ التَّخْصِيْصِ کہتے ہیں، یعنی اے اللہ! آپ کی ناراضگی کی تمام قسموں سے، چھوٹی ہوں یا بڑی، ہم پناہ چاہتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر ناراضگی کے بعد مختلف بلائیں نازل ہوئی ہیں، کہیں تیز آندھی آئی، کہیں پتھر برسائے گئے، کہیں زمین میں دھنسادیا گیا۔ جس نوع اور جس درجے کی ناراضگی تھی اُسی درجے کا عذاب وغضب نازل ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے معنیٰ تفسیر روح المعانی میں یہ لکھے ہیں اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ وَاِنْزَالُ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ[۱۳] کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے انتقام کا ارادہ فرمالیں اور ان پر سزاو عقوبت نازل کردیں۔ پس جس درجے کا غضب ہوگا اسی درجے کا انزالِ عقوبات و ظہورِ آفات وبلیّات ہوگا، جیسے قومِ لوط پر جو عذاب نازل ہوا ایسا عذاب کسی قوم پر نہیں آیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس خبیث فعل کو اس سے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا: مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ[۱۴] اس زمین کو فرشتہ آسمان تک اٹھا کر لے گیا اور وہاں سے اُلٹ دی گئی، جس کے بعد ہلاکت یقینی تھی، لیکن اس کے ساتھ پتھروں کی بارش بھی کی گئی جو انتہائی غضب کی علامت تھی۔ العیاذ باللہ۔ لہٰذا جس درجے کی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے اسی نوع کا عذاب نازل ہوتا ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جَمِيْعِ سَخَطِكَ سے پناہ مانگ کر اُمّت کو ہر نوعِ عذاب سے اور جملہ بلیّات سے تحفظ عطا فرمایا اور جب ہر نوعِ عذاب سے تحفظ ہوگا تو زوالِ نعمت، تحوّلِ عافیت اور فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ سے تحفظ بھی یقینی ہے۔

(مجلس میں موجود بعض علماء نے عرض کیا کہ یہ بالکل انوکھی شرح ہے جو ہم نے صرف حضرت والا کی زبان مبارک سے سنی۔ حضرت والا نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ جامع)

---

[۱۳] روح المعانی: ۹۵/۱، الفاتحۃ (۷)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۴] الاعراف: ۸۰

اپنی بیوی پر قناعت اور اس کا طریقۂ عاشقانہ

ارشاد فرمایا کہ اپنی بیویوں کے بارے میں یہی سوچو کہ یہی میری لیلیٰ ہے، دوسروں کی لیلیٰ کو مت دیکھو، کیوں کہ وہ ہماری نہیں ہے۔ جو ہمارے مولیٰ نے ہم کو دی وہی ہماری لیلیٰ ہے۔ ساری دنیا کی عورتیں اگر مجنوں کو بریانی بھیجتیں اور اس کی لیلیٰ اس کو سوکھی روٹی بھیجتی، تو بتاؤ مجنوں کیا کھاتا؟ چٹنی روٹی کھاتا، دوسری عورتوں کی بریانی کو دیکھتا بھی نہیں۔ کہتا کہ واہ! یہ میری لیلیٰ نے مجھے دی ہے۔ لہٰذا میرے مولیٰ نے جو بیوی مجھے دی ہے وہی میری لیلیٰ ہے، میں دوسری لیلاؤں کو کیوں دیکھوں؟ کیوں کہ شادی قسمت سے ہوتی ہے، پہلے سے اللہ نے لکھا ہوا ہے، لہٰذا جو میرے مولیٰ نے مجھ کو دی ہے وہ ساری لیلاؤں سے افضل ہے۔ اس پر میرا تازہ شعر اسی سفر میں ہوا ؎

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
زانکہ داد او را مرا مولائے من

یہ فارسی شعر میں نے بنایا تا کہ ہم لوگ اپنی بیویوں پر قانع رہیں، حرام سے بچیں اور دوسری کالی گوری عورتوں کو نہ دیکھیں۔ ترجمہ شعر کا یہ ہے کہ میری بیوی میرے لیے لیلیٰ ہے، کیوں کہ اس کو مجھے میرے مولیٰ نے دیا ہے۔ اگر یہ استحضار رہے تو اپنی کالی کلوٹی بھی دوسری گوریوں سے اچھی لگے گی۔

بتایئے! اپنا بچہ اگر کالا ہو اور کوئی کہے کہ میرا بیٹا گورا ہے اس سے تبدیل کر لو، تو بتایئے آپ تبدیل کریں گے؟ انکار کر دیں گے۔ اگر وہ کہے کہ بھائی! میں وہائٹ کلر کا دے رہا ہوں تم اپنا بلیک مجھے دے دو، تو آپ کہیں گے کہ اچھا! یہ بلیک مارکیٹ مت کرو۔ (حضرت والا کے اس مزاح پر سامعین ہنس پڑے۔ جامع)

حضرتِ والا کا تقویٰ

بعض نوجوان جو مجھ سے بیعت ہوتے ہیں میں ان کو نہیں دیکھتا۔ ان میں بعض شاید یہ سمجھتے ہوں کہ شیخ شاید ہم سے پیار نہیں کرتا اس لیے ہمیں نہیں دیکھتا۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ میرے دل میں محبت ہے، لیکن میں اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے ان کو نہیں دیکھتا اور جب میں اللہ کے لیے نہیں دیکھتا تو اس سے مجھے بھی اللہ کا قرب ملے گا اور ان کو بھی اللہ کا زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ جب اللہ کے خوف سے شیخ نظر نہیں ڈالتا تو اس سے اس کا قرب بڑھے گا اور اس کے تقویٰ کی برکت سے طالب کو زیادہ فیض حاصل ہوگا۔ اور جو شیخ

نگاہوں کی حفاظت نہ کرے اور اپنے حسین مریدوں کو خوب دیکھتا رہے تو یہ خود اللہ کی لعنت میں ہے، تو جو خود ملعون ہو اس سے دوسروں کو کیا فیض ہوگا؟ اس کی لعنت اس کے مرید تک پہنچے گی۔ یہ نظر نہ ڈالنا ناراضگی سے نہیں ہے، اللہ کے خوف سے ہے۔ اس پر میرے دو شعر ہیں؎

تحمل حسن کا مجھ کو نہیں ہے
بہت مجبور ہوں میں اپنے دل سے
بچاتا ہوں نظر کو اپنی ان سے
کہ دھوکا کھا نہ جاؤں آب و گل سے

انسان کیا ہے؟ مٹی اور پانی ہے، قبر میں جب حسین جائیں گے سب مٹی ہو جائیں گے۔ کتنا ہی حسن ہو، ہے تو مٹی ہی، بس رنگین مٹی ہے۔ کسی مٹی کو کباب بنادیا، کسی کو شکر بنادیا، کسی کو لیلیٰ بنادیا، لیکن قبر میں گاڑ دو تو معلوم ہو جائے گا کہ سب مٹی تھی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں؎

ایں شراب و ایں کباب و ایں شکر
خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر

یہ شراب اور کباب اور یہ شکر اور حسینوں کے اجسام سب مٹی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مٹی کو رنگین کردیا اور نقش و نگار بنادیے ہیں؎

ہندی و قیچاقی ترکی و حبش
جملہ یک رنگ اند اندر گورِ خش

ہندوستانی و ترکی اور قیچاقی جو ترکوں کی ایک قوم ہے اور حبشی ان سب کے رنگ مختلف ہیں، لیکن قبر میں جا کر سب کا ایک ہی رنگ ہو جاتا ہے، نقش و نگار ختم ہو جاتے ہیں اور صرف مٹی رہ جاتی ہے۔ میرا شعر ہے؎

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی

قبر کھود کر دیکھا تو پہچاننا مشکل ہو گیا کہ کہاں لیلیٰ ہے اور کہاں مجنوں، سب مٹی ہو گئی۔ اب لاکھ خاک چھانو سوائے خاک کے کچھ نہیں پاؤ گے۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی محبت کے قابل کیوں ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ محبوب ایسا ہونا چاہیے جس سے کبھی فصل اور فراق نہ ہو، لہٰذا اگر کسی مہ رُو کو اپنا محبوب بنایا اور سمجھا کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہیں گے تو یہ ناممکن ہے، کیوں کہ جب وہ مہ رُو جاجرو (گجراتی میں بیت الخلاء کو کہتے ہیں) میں جائے گا، تو کیا اس ماہ رو کے ساتھ جاجرو میں بھی جاؤ گے اور اگر جاؤ گے تو وہاں کیا پاؤ گے؟ اور جب تمہیں پیٹ کی خاطر اپنے کاروبار کے لیے دفتر اور بازار جانا پڑے گا تو فراق ہو گا یا نہیں؟ اور اگر وہ مر گیا تو دائمی فراق ہو جائے گا، لہٰذا دنیاوی محبوبوں سے دوامِ وصل محال ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ایسی ہے جہاں ہر وقت دوامِ وصال، دوامِ قرب، دوامِ معیت ہے، کیوں کہ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ[۱۵] جملہ اسمیہ ہے یعنی جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے، ہم ہر وقت اللہ کے قرب سے مشرف رہ سکتے ہیں، اس لیے اللہ کے عشق میں بے چینی نہیں ہوتی، کیوں کہ ہر وقت وہ محبوبِ حقیقی ہمارے پاس ہے۔ برعکس دنیاوی محبوبوں کا عشق ہے کہ عاشق صاحب کہیں پڑے ہوئے رو رہے ہیں اور معشوق صاحب کہیں پڑے ہوئے سو رہے ہیں، اس کو خبر بھی نہیں کہ کوئی اس کی یاد میں رو رہا ہے، اور ایک ہمارا اللہ ہے کہ اگر رات کی تنہائی میں ایک قطرہ آنسو اس کی محبت میں گر گیا، تو اللہ تعالیٰ اس آنسو سے باخبر ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر اس کو وزن کرتے ہیں۔ دنیا کے معشوقوں میں جدائی کا غم ہے، اس لیے ان کے عاشقین پاگل ہو گئے اور اللہ کا عاشق کبھی پاگل نہیں ہوتا کیوں کہ اس کو ہر وقت قرب حاصل ہے، ہر وقت وہ محبوبِ حقیقی ہمارے پاس ہے۔ کیا دنیا میں کہیں کوئی ایسا محبوب ملے گا جو ہر وقت ہمارے پاس ہو، جو ہمیں سنبھال بھی سکے اور ہماری دیکھ بھال بھی کر سکے اور ہماری مصیبت میں ہمارے کام آ سکے، بیماری کو شفا دے سکے؟ اس لیے عقلاً بھی محبت کے قابل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ دنیاوی محبوب اس قابل نہیں کہ ان سے محبت کی جائے کیوں کہ مذکورہ بالا شرائطِ محبوبیت سے یہ محروم ہیں۔ ہمارے میرؔ صاحب کا شعر ہے ؎

ایسا محبوب کوئی دِکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

۱۵؎ الحدید: ۴

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ[١٦] ہم انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

۱۴؍جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۷؍اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز بدھ دس بجے صبح

مجلس بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

خدمتِ دین کا شرف

ارشاد فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب نہ دیتے اور صحابہ اپنا مال نہ دیتے تو یہ کہنا کہ پھر دین کا کام کیسے چلتا؟ سخت بے ادبی کا عنوان ہے، کیوں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ دین افرادِ اُمت کا محتاج ہے، لہٰذا ادب کا عنوان یہ ہے اور یہی حقیقت ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب نہ دیتے تو صحابہ کو دین کی خدمت کا اور دین پر جان ومال نثار کرنے کا شرف کیسے حاصل ہوتا؟ اور صدیق اکبر اپنا سارا مال لے کر کیسے حاضر ہوتے؟ اور ان کی تاریخ تاریخِ وفاداری وجاں نثاری کیسے بنتی؟ اور یہ شرف ان کو کیسے ملتا کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس اللہ کا سلام لے کر نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا ہے کہ سارا مال خرچ کرکے صدیق کو کچھ غم تو نہیں ہے، تو صدیق اکبر خوشی سے جھوم گئے اور وجد میں فرمایا اَنَا عَنۡ رَّبِّیۡ رَاضٍ، اَنَا عَنۡ رَّبِّیۡ رَاضٍ۔[١٧] اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ شرف کیسے حاصل ہوتا کہ ان کے دنانیر ودراہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں لے کر بجاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! تیرا نبی عثمان سے خوش ہوگیا تو بھی عثمان سے خوش ہوجا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے دین پر مال فدا کرانا صحابہ کو دین کی خدمت کا شرف عطا فرمانا تھا، ورنہ دین کسی کا محتاج نہیں۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ اگر صحابہ مال نہ دیتے تو دین کا کام کیسے ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو اللہ تخلیقِ زر پر قادر ہے وہ عطائے زر پر قادر نہیں؟ جو سونے کی کانوں میں کروڑوں کروڑوں ٹن سونا

---

[١٦] قٓ:١٦

[١٧] کنزالعمال:۵۰۹/۱۲(۳۵۶۵۸)،فضل الصدیق رضی اللہ عنہ،مؤسسۃ الرسالۃ

پیدا کر سکتا ہے کیا وہ سونا عطا نہیں کر سکتا؟ اللہ اپنے نبی پر سونا برسا دیتا اور اپنے فرشتوں کے لشکر سے مدد فرماتا جو کافروں کو ہلاک کر دیتے، لیکن ایسا نہیں کیا، کیوں کہ صحابہ کو پھر یہ فضیلت کیسے حاصل ہوتی اور صحابہ کی وفاداری و جاں نثاری کی تاریخ کیسے بنتی۔

لہٰذا اگر کوئی شیخ یا خادمِ دین اپنے خاص احباب کو اپنے دینی ادارہ، مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے تو یہ سنت سے ثابت ہے۔ ہاں کوئی ایسا کام کرنا جو عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے خلاف ہو مثلاً دوکان دوکان جاکر چندہ مانگنا تو کوئی صاحبِ نسبت ایسا نہیں کر سکتا، لیکن اپنے خاص احباب کو بھی متوجہ نہ کرنا سنت کے خلاف ہے اور یہ دلیل ہے کہ یہ شخص دین کا کام کرنا ہی نہیں چاہتا، اور مریدین کو یہ ترغیب دینا شیخ کا ان پر احسان ہے کیوں کہ وہ چاہتا ہے کہ اس اِنفاق سے ان کا کام بن جائے، ان کی آخرت بن جائے اور قیامت کے دن اس کا اجر دیکھ کر وہ خوش ہو جائیں۔

۱۵؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۷؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ،
بعد مغرب ۷ بجے شام، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

حضرت والا کی ملاقات کے لیے جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں سے حضرت والا سے تعلق رکھنے والے اکابر علمائے کرام تشریف لا رہے ہیں اور یہ سلسلہ حضرت والا کے سفر کے دوران مستقل جاری رہتا ہے۔ آج بھی ڈربن، جوہانسبرگ، پیٹر میر ٹزبرگ، پریٹوریا اور دیگر چھ سات شہروں سے علماء تشریف لائے۔ حضرت والا نے اس مجلس میں مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے:

تزکیہ کے معنیٰ اور اہمیت

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مدارس سے اور تبلیغ سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے ببرکتِ اخلاص اعمال کا قبول ملتا ہے۔ تینوں ضروری ہیں۔ مدارس بھی ضروری، تبلیغ بھی ضروری اور تزکیہ بھی ضروری۔ تزکیۂ نفس شعبۂ نبوت ہے۔ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ تزکیہ ولیوں والا کام ہے۔ میں نے کہا یُزَكِّيهِمْ ولیوں والا کام ہے؟ مقاصدِ نبوت میں سے ایک اہم مقصد تزکیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُزَكِّيهِمْ ہمارا نبی تزکیہ کرتا ہے اور تزکیہ سے مراد طہارتِ قلب، طہارتِ نفس اور طہارتِ بدن ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں یُزَکِّیۡہِمۡ کی تفسیر کی ہے اَیۡ یُطَہِّرُ قُلُوۡبَہُمۡ وَنُفُوۡسَہُمۡ وَاَبۡدَانَہُمۡ۔قُلُوۡبَہُمۡ مِّنَ الۡاِشۡتِغَالِ بِغَیۡرِ اللّٰہِ وَ نُفُوۡسَہُمۡ مِّنَ الۡاَخۡلَاقِ الرَّذِیۡلَۃِ وَاَبۡدَانَہُمۡ مِّنَ الۡاَنۡجَاسِ وَ الۡاَعۡمَالِ الۡقَبِیۡحَۃِ[۱۸] یعنی نبی پاک کرتا ہے صحابہ کے قلوب کو اور ان کے نفوس کو اور ان کے ابدان کو۔ قلوب کو پاک کرتا ہے غیر اللہ کے اشتغال سے اور نفوس کو پاک کرتا ہے اخلاقِ رذیلہ سے اور اجسام کو پاک کرتا ہے نجاستوں سے اور بُرے اعمال سے۔ یہ تزکیہ کا حاصل ہے۔ اور جب قلب مزکّٰی ہوتا ہے اور جب نفس مزکّٰی ہوتا ہے اور جب بدن مزکّٰی ہوتا ہے تو پھر اللہ کے قرب کی خوشبو زیادہ محسوس ہوتی ہے جیسے نہا دھو کر خالص عود لگایا جائے تو عود کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور پسینہ کی بدبو اور غلاظت اور نجاست پر عود لگاؤ تو خوشبو کہاں محسوس ہوگی۔ ایسے ہی جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے، نفس کا تزکیہ نہیں کراتے ان کو اللہ کے قرب کی لذت کا صحیح اِدراک نہیں ہوتا، اور تزکیہ کے بغیر اعمال کا قبول ہی خطرہ میں ہے۔ جیسا کہ حدیثِ ریاء میں ہے کہ ایک قاری کو، ایک مجاہد کو اور ایک غنی کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، کیوں کہ بغیر تزکیہ کے اخلاص نہیں مل سکتا، اسی لیے تزکیہ فرض ہے۔ اور تزکیہ فعل متعدی ہے۔ پس مزکّٰی ہونے کے لیے ایک مزکّی کی ضرورت ہے، لہٰذا تزکیہ کے لیے کسی شیخِ کامل سے تعلق ضروری ہے۔

قبضِ باطنی کا علاج

ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب عبادت میں دل نہ لگے، دل پر قبض طاری ہو، دل میں سختی محسوس ہو، رونا تو درکنار رونے والوں کی شکل بنانے کو بھی دل نہ چاہے، اِبۡکُوۡا تو درکنار تَبَاکَوۡا کی بھی توفیق نہ ہو، تو علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت و الجواھر میں لکھا ہے کہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ یا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ تین سو ساٹھ مرتبہ اگر کوئی تین دن بھی پڑھ لے، تو کیسا ہی سخت قبض باطنی ہو، جاتا رہے گا، دل نرم ہو جائے گا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ میں اسمِ اعظم ہے۔ پوری کائنات اسمِ اعظم یَا حَیُّ کی تجلی سے حیات یافتہ ہے اور پوری کائنات یَا قَیُّوۡمُ سے قائم ہے۔ یَا حَیُّ کے معنٰی ہیں: اَیۡ اَزَلًا اَبَدًا وَ حَیَاۃُ کُلِّ شَیۡءٍ بِہٖ مُؤَبَّدًا یعنی وہ ازل سے ابد تک زندہ ہے اور ہر شئے کی حیات اسی سے قائم ہے، اور یَا قَیُّوۡمُ کے معنٰی ہیں: اَیۡ قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیۡرَہٗ بِقُدۡرَتِہِ الۡقَاھِرَۃِ یعنی جو اپنی

[۱۸] التفسیر المظھری: ۲/۱۶۶، بلوجستان بك دبو

ذات سے قائم ہے اور دوسروں کو اپنی قدرتِ قاہرہ سے سنبھالے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان ہمارے حکم سے قائم ہیں۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ[۱۹] چوبیس ہزار میل کا یہ زمین کا گولا اور سورج اور چاند اور بے شمار سیارے اور نجوم بغیر ستون اور بغیر کسی سہارے کے اللہ کے حکم سے قائم ہیں۔ پس ان دو اسمائے اعظم کے صدقہ میں ہمارے قلوب کو سنبھالنا اللہ کو کیا مشکل ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ...الخ کا عاشقانہ ترجمہ

اور لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ کا عاشقانہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ آپ کے سوا ہمارا کون ہے؟ آپ کے سوا نہ ہمارا کوئی معبود ہے نہ مقصود ہے، نہ مطلوب ہے۔ اور سُبْحٰنَکَ یعنی آپ پاک ہیں ہر عیب سے، لیکن ہم اتنے ظالم ہیں کہ آپ جیسے پاک اور بے عیب مولیٰ کو چھوڑ کر عیب داروں پر مر رہے ہیں، اس لیے ہم اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بھی ہیں۔ یہاں سُبْحٰنَکَ میں اور اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے اعتراف میں یہ ربط ہے۔ صاحبِ قونیہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور شاہِ خوارزم کا سگا نواسہ اور شمس الدین تبریزی کا بے مثل مرید مولانا جلال الدین رومی اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کی وجہ مثنوی میں بیان کرتے ہیں کہ ہم ظالم کیوں ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

پیشِ نورِ آفتابِ خوش مساغ
رہنمائی جستن از شمع و چراغ

وہ آفتاب جو بارہ بجے دن کے شمسِ بازغہ ہو کر خوش رفتاری کے ساتھ آسمان پر چل رہا ہو، اس نورِ عالم تاب کے ہوتے ہوئے موم بتی اور چراغ سے رہنمائی حاصل کرنا ظلم ہے یا نہیں؟ تو اے اللہ! ہم ظالم ہیں کہ آپ جیسے مولیٰ کے ہوتے ہوئے جو وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ اور لَا مِثْلَ لَہٗ ہے ہم لوگ غیر مولیٰ سے، عیب داروں سے دل لگاتے ہیں، ان کا سہارا لیتے ہیں، ان سے رابطہ رکھتے ہیں، ان پر فریفتہ ہوتے ہیں، دل بستہ ہوتے ہیں، وابستہ ہوتے ہیں لہٰذا اختر برجستہ اور بے ساختہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمانی کرتا ہے کہ حسنِ فانی پر مرنا ظلم ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

بے گماں ترکِ ادب باشد زما
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہویٰ

---

[۱۹] الروم: ۲۵

یقیناً یہ ہماری طرف سے ترکِ ادب اور گستاخی ہے کہ اللہ کے ہوتے ہوئے ہم کن عیب دار جسموں پر مر رہے ہیں۔ یہ نفسانی خواہش ہے اور نعمت کی ناشکری ہے کہ آپ جیسے آفتاب کے سامنے ہم غیر اللہ کے چراغ اور موم بتی سے دل لگاتے ہیں جبکہ آپ پاک ہیں اور غیر اللہ فانی ہے، آپ بے عیب ہیں اور محبوبانِ مجازی عیب دار ہیں جن کا حسن بھی علیٰ معرض الزوال ہے، اس کی پیش قدمی ہر وقت زوال کی طرف ہے اور آپ کا جمال ہر وقت قائم و دائم ہے، آپ کی ہر وقت ایک نئی شان ہے۔ کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[20] صاحبِ تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہاں یوم معنیٰ میں وقت کے ہے اَیۡ فِیۡ کُلِّ وَقۡتٍ مِّنَ الۡاَوۡقَاتِ وَ فِیۡ کُلِّ لَمۡحَۃٍ مِّنَ اللَّمۡحَاتِ وَ فِیۡ کُلِّ لَحۡظَۃٍ مِّنَ اللَّحۡظَاتِ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[21] یعنی ہر وقت ہر لمحہ اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے۔

قلبِ شکستہ اور نزولِ تجلیات

ارشاد فرمایا کہ جب تک حسن پر عالمِ شباب تھا اس وقت تک اللہ کے قانون کو توڑ کر اس حسن پر فدا ہوتے رہے، لیکن جب اس حسین کے دانت ٹوٹ گئے، گال پچک گئے، بال سفید ہوگئے، اب اگر حسن کے ڈیزائن کو ریزائن دیا تو یہ شخص اللہ کے یہاں ولی نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اجر پائے گا، کیوں کہ یہ طبیعت کا غلام ہے۔ جب تک اس میں کشش تھی یہ اس پر پاگل تھا اور جب حسن زائل ہو گیا تو وہاں سے بھاگا۔ طبیعت سے عاشق ہوا اور طبیعت سے بھاگا، یہ فرار اللہ کے لیے کہاں ہے؟ لہٰذا طبیعت کا غلام اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا، اور اولیاء اللہ کا یہ مقام ہوتا ہے کہ عین عالمِ شبابِ حسن میں وہ حسن پر نظر نہیں ڈالتے جبکہ طبیعت ان کی بھی چاہتی ہے کہ ہم بھی دیکھ لیں، مگر اولیاء اللہ اپنا دل توڑتے ہیں، اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے، کسی حسین کو نہیں دیکھتے، اللہ کے قانون کا احترام کرتے ہیں، نظر بچا بچا کر غم پر غم اُٹھاتے ہیں، تو ایسے قلبِ شکستہ اور حسرت زدہ پر اللہ تعالیٰ کے قرب کی تجلیاتِ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ نازل ہوتی ہیں۔ اس کے دردِ دل اور اس کے دل کے جلے بھنے کباب کی خوشبو سے وہ خود بھی مست ہو گا اور اس کے پاس بیٹھنے والے بھی مست ہوں گے اور ان کو احساس ہو گا کہ واقعی اس شخص نے اللہ کے راستے میں بہت غم اُٹھائے ہیں۔

داغِ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے اُن کو پائے ہیں

---

[20] الرحمٰن:۲۹

[21] روح المعانی:۱۱۰/۲۷، الرحمٰن (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

اِن حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

خونِ تمنا سے دل لال ہو جاتا ہے۔ جب مشرق لال ہوتا ہے تو دنیا کو سورج ملتا ہے، اور ایک ملتا ہے، لیکن خونِ تمنا سے خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کے قلب کا مشرق، مغرب، شمال، جنوب سب سُرخ ہو جاتا ہے اور ان کے قلب کے ہر اُفق سے اللہ تعالیٰ کے قُرب کے بے شمار آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی ان کے لیے اپنے دل کا خون کرے اور ان کی رحمت اس دل کو پیار نہ کرے۔ ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک جمبو جہاز پر چار سو آدمی بیٹھے ہیں، ان میں سے تین سو ننانوے ایئر ہوسٹسوں کو دیکھ کر مزہ لے رہے ہیں اور نمک حرام چکھ رہے ہیں، لیکن اللہ کا ایک مسکین بندہ نظر بچا رہا ہے، غم اُٹھا رہا ہے، اس کا بھی دل تو چاہتا ہے، لیکن اپنے اللہ کو، اپنے مالک اور پالنے والے کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا ہے، تو کیا ارحم الراحمین ایسے حسرت زدہ اور غم کے مارے دلوں کا پیار نہیں لے گا؟ ارے ایسا پیار عطا فرماتے ہیں جس کی لذت کو کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ ان کے لب نظر نہیں آتے، لیکن ان کا پیار دل محسوس کرتا ہے۔ میرا ایک فارسی شعر ہے۔

ازلبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت چشید

(جامع عرض کرتا ہے کہ اسی مضمون کو تائب صاحب نے بھی کیا خوب بیان کیا ہے اور گویا اردو میں حضرت والا کے شعر کا ترجمہ کر دیا ہے۔

محسوس تو ہوتے ہیں دکھائی نہیں دیتے
اُس چومنے والے کے ہیں لب اور طرح کے

دوسری مثال یہ ہے کہ ماں نے کہا کہ بیٹا تم کباب مت کھانا، کیوں کہ تمہیں دست آرہے ہیں اور اس کے دوسرے بچے اس کو دِکھا دِکھا کر کباب کھا رہے ہیں۔ بچہ رونے لگتا ہے تو ماں دوڑ کر اس کو گود میں اُٹھا کر اس کے

آنسوؤں کو پونچھتی ہے اور خود بھی رونے لگتی ہے اور کہتی ہے: بیٹا مت گھبراؤ، جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو تمہارے بھائی جتنا کباب کھارہے ہیں اس سے زیادہ ہم تمہیں کباب کھلائیں گے۔ تو جب ماں کی رحمت اور مامتا اور پیار اس درجہ ہے تو اللہ تعالیٰ جو ماؤں کی رحمت کا خالق ہے، اس کا اعلان ہو رہا ہے ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا میں نے ہی تو سکھایا ہے، لہٰذا میرے آفتابِ رحمت کا کیا حال ہوگا، بھلا اللہ تعالیٰ کو پیار نہ آئے گا؟ اس پر میرا شعر ہے ؎

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

جب ہم نظر بچا کر حسرت کا زخم کھاتے ہیں تو اللہ کی رحمت ہمارے دل کا پیار لیتی ہے اور وہ پیار ایسا ہوتا ہے جس کو کوئی دوسرا نہیں جانتا **فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ**[۲۲] نکرہ تحت النفی ہے، جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی کوئی نفس بھی یہاں تک کہ ایک ولی بھی دوسرے ولی کی اس لذتِ پیار کو نہیں سمجھ سکتا۔ نفس میں ولی کا نفس بھی شامل ہے۔ مختصر المعانی کا قاعدہ یہاں لگایئے۔ مگر یہ تفسیر نہیں لطائفِ قرآن سے ہے کہ گناہ سے بچنے کے غم میں اللہ اپنے عاشقوں کو جو آنکھوں کی ٹھنڈک دیتا ہے، ان کے دل کا جو پیار لیتا ہے اس پیار کی لذت کو صرف وہی دل سمجھتا ہے جس کو وہ عطا ہوا کہ اللہ نے اسے کیا پیار اور کیا حلاوتِ ایمانی دی، دوسرے کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔

ماں جب اپنے بچے کو چومتی ہے تو ماں کا پیار تو نظر آتا ہے لیکن اللہ کی رحمت کا پیار نظر نہیں آتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیار کو مخفی طور پر اپنے عاشقوں کو دیتے ہیں **مَاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ** خود دلیلِ اِخفاء ہے، اس اِخفاء میں مصلحت یہ ہے کہ میرے بندے کو نظر نہ لگ جائے جیسے ماں اپنے بچے کی دودھ کی شیشی پر کپڑا لپیٹ دیتی ہے اور اپنے دوسرے پیارے بچوں سے چھپا کر اپنے پیارے کو دودھ پلاتی ہے، تاکہ کہیں ان پیاروں کی نظر اس پیارے کو نہ لگ جائے، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اولیاء سے چھپا کر اپنے اولیاء کو اپنی رحمت کا پیار دیتے ہیں، تاکہ ایک کو دوسرے کی نظر نہ لگ جائے۔ یہ حسّی مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی۔ **مَاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ** سے خود ظاہر ہے کہ

۲۲؎ السجدۃ:۱۷

آنکھوں کی جو ٹھنڈک اللہ اپنے ایک ولی کو دیتا ہے، دوسرے ولی کو اس ٹھنڈک اور اللہ کے اس پیار کی خبر نہیں ہوتی۔ ایک ولی کی لذتِ قرب کو دوسرا ولی نہیں جانتا۔ اور پھر عرض کردوں کہ یہ تفسیر نہیں لطائفِ قرآنیہ ہیں۔

اس لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مقولہ جو مشہور ہے کہ "ولی راولی می شناسد" یعنی ایک ولی دوسرے ولی کو پہچانتا ہے بالکل غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے "ولی را نبی می شناسد" ولی کو نبی پہچانتا ہے، کیوں کہ وہ اتنے بلند مقام پر ہوتا ہے کہ وہ سب سمجھتا ہے کہ میرا کون اُمتی کس مقام پر ہے۔ ایک ولی کو دوسرے ولی کے قُرب کا علامات و قرائن سے تھوڑا سا اجمالی علم تو ہو سکتا ہے تفصیلی علم نہیں ہوتا، بس اتنا پتا لگ جاتا ہے کہ اس کو اللہ کا قُرب حاصل ہے اور اللہ کے ذکر سے اس کے قلب کو اطمینان ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو وہ اطمینان متعدی ہو رہا ہے، لیکن اس کو کیسی ٹھنڈک اور کیسا قرب اور کیسی لذت حاصل ہے، ایک ولی بھی دوسرے ولی کی ان کیفیات سے واقف نہیں ہوتا۔

حصولِ ولایتِ خاصّہ کے دو بنیادی اُصول

ارشاد فرمایا کہ میں عرض کرتا ہوں کہ حصولِ ولایتِ خاصّہ کے لیے دو کام کر لو:

۱) یہ کہ شیخ کی صحبت سے اپنے کو مستغنی مت سمجھو، کیوں کہ کیفیتِ احسانیہ اور حضورِ قلب شیخ کے قلب ہی سے منتقل ہوتا ہے۔ کیفیتِ احسانیہ کی تشریح کیا ہے؟ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ احسان یہ ہے کہ اَنْ یُّشَاهِدَ رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَى اللّٰهَ تَعَالٰى شَانُهٗ[۲۳] سالک کے قلب کو اپنے رب کا ایسا مشاہدہ نصیب ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ کیفیتِ احسانیہ کُلّی مشکک ہے، اس کے مختلف درجات ہیں، ہر ولی اللہ کو الگ الگ درجے دیے جاتے ہیں، جیسا جس کا مجاہدہ ویسا اس کا مشاہدہ۔ جو اللہ کے راستے میں زیادہ غم اُٹھاتا ہے اللہ اس کے مشاہدہ کو زیادہ قوی کر دیتا ہے۔ کیوں کہ صحابہ کو جو احسان حاصل ہوا تھا وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس قلب مبارک سے جو معراجِ جسمانی سے مشرف ہوا تھا اور اُن آنکھوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو اور جنت و دوزخ کو دیکھا تھا، تو صاحبِ معراج کے قلبِ نبوت سے صحابہ کو جو کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوئی تھی تو ان کی کیفیتِ احسانیہ کو نہ اس اُمت کے افراد پا سکتے ہیں نہ

۲۳؎ فتح الباری للعسقلانی: ۱/۳۷ (۵۰)، باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ذکرہ بلفظ کأنہ یراہ بقلبہ فیکون مستحضرًا ببصیرتہ وفکرتہ، المکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ

سابقہ اُمتوں کے افراد۔ کیوں کہ جس قلب سے ان کو کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوئی تھی وہ قلب تمام نبیوں کے قلوب کا سردار تھا، لہٰذا کوئی اُمتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اب قلبِ نبوت سے کیفیتِ احسانیہ کا انتقال ناممکن ہے۔ اس لیے صحابہ کا اللہ کے راستہ میں ایک مُدجَو خرچ کرنا ہم لوگوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اگر اسّی نوے کروڑ مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہوجائے اور اس مجمع میں بالفرض اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک منٹ کے لیے بھیج دیں اور ہم نوّے کروڑ مسلمان ایک بار کہیں اللہ اور حضرت صدیق اکبر بھی ایک بار کہہ دیں اللہ! تو ان کا اللہ جس کیفیتِ احسان اور جس حضورِ قلب اور جس مقامِ قُرب سے نکلے گا وہ نوّے کروڑ مسلمانوں کی زبان سے نکلنے والے اللہ سے وزنی ہوگا۔

اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جب شیخ آجائے تو اپنی عبادت پر ناز نہ کرو، نفلیں نہ پڑھو، فرض، واجب اور سنت مؤکدہ پر اِکتفا کرو اور اپنے شیخ کے پاس بیٹھو، تاکہ اس کے قلب کی کیفیتِ احسانیہ تمہارے قلب میں منتقل ہوجائے، تو پھر تمہاری دو رکعات ایک لاکھ رکعات سے افضل ہوجائیں گی۔ یہ ہے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** کا راز۔ اور **کُوۡنُوۡا** امر ہے جو بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد استمراری کی شان ہے، جس سے ثابت ہوا کہ استمراراً شیخ کی صحبت پر حریص رہو، کسی بڑے سے بڑے مقام پر بھی پہنچ جاؤ خواہ لاکھوں مرید ہوجائیں لیکن شیخ سے مستغنی نہ رہو اور شیخ کی مجلس میں یہ مراقبہ کرو کہ شیخ کے قلب سے میرے قلب میں کیفیتِ احسانیہ، حضور مع الحق، نسبتِ خاصّہ، ولایتِ خاصّہ اور نسبتِ صدیقیت منتقل ہورہی ہے۔ اور شیخ کے ساتھ جتنا زیادہ حسنِ ظن ہوگا اتنا ہی زیادہ اللہ کا فضل ہوگا۔ یہ مقولہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اختر یہی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو، میرے احباب کو اور ان کی اولاد و متعلقین کو نسبت اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچادے۔

یہ نسبت اگر حاصل ہوگئی، جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلیاتِ خاصّہ سے متجلی ہوجائے تو اس کی مٹی بھی بے مثل ہوجاتی ہے کیوں کہ وہ حاملِ بے مثل ذات ہوتا ہے۔ مان لو ایک شیشی میں عود کا ایسا عطر ہو کہ دنیا میں اس جیسا عطر کہیں نہ ہو تو اس شیشی کی قیمت بھی بڑھ جائے گی یا نہیں؟ پس جن کے قلب میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصّہ سے متجلّی ہو، تو جس درجہ قوی تجلی ہوگی اتنی ہی اس قلب کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔

حصولِ ولایتِ صدیقیت اور حصولِ نسبتِ خاصّہ کا ایک اہم اصول بیان ہوگیا یعنی صحبتِ شیخ کے

حریص رہو۔ آج کل سارے عالم میں اللہ تعالیٰ نسبت اولیائے صدیقین کے حصول کے وسائل کو میری زبان سے بیان کرنے کی سعادت مجھے بلا استحقاق عطا فرما رہا ہے۔

۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب شیخ کی صحبت نصیب ہو جائے تو اس کی فکر کرو کہ ہمارا کوئی لمحۂ حیات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہونے پائے۔ اس فکر میں گھلتے رہو، مغموم و محزون رہو اور اللہ پر جان فدا کرتے رہو اور دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ! ہمیں ایسا ایمان، ایسا یقین، ایسا احسان، ایسی خشیت نصیب فرما کہ ہماری زندگی کا کوئی لمحہ، کوئی سانس اللہ کی ناخوشی میں نہ گزرے اور اللہ کی ناخوشی کے راستہ سے کوئی خوشی ایک لمحہ کے لیے بھی ہمارے قلب میں استیراد اور درآمد نہ ہو۔ یہ ہے اس حدیث کا راز اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[۲۴] حرام سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ کیوں کہ عبادت گزار زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ عبادت کرے گا یا چار گھنٹہ کرے گا یا چلو چھ گھنٹہ کرے گا، لیکن جو تقویٰ سے رہتا ہے وہ اَعْبَدَ النَّاس اس لیے ہے کہ عبادتِ منفیہ میں چوبیس گھنٹہ مشغول ہے کہ میرا اللہ ایک لمحہ کو بھی مجھ سے ناراض نہ ہو۔

پس گناہ سے بچنے میں جان کی بازی لگا دو۔ جو گناہ سے بچنے میں جان لڑا دے گا وہی گناہ سے جان چھڑا لے گا۔ اور اگر نفس کو ذرا ڈھیل دی کہ کوئی بات نہیں، اگر نامناسب نظر ڈال دی تو کیا ہوا؟ ہمارا ارادہ بُرا نہیں ہے، تو کیا اچھے ارادہ سے حسینوں کو دیکھنا جائز ہے؟ میرے شیخ کے ایک نوکر نے دوکان سے گڑ چُرا لیا۔ حضرت کے صاحبزادہ نے کہا کہ ابّا انہوں نے گڑ چرایا ہے، یہ دوکان پر گئے تھے اور انہوں نے چپکے سے گڑ اٹھا لیا، تو اُس نوکر نے کہا کہ مولوی صاحب میں نے بُری نیت سے نہیں چرایا تھا۔ حضرت کو بھی ہنسی آگئی کہ اچھی نیت سے کون سی چوری ہوتی ہے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ان ممالک میں ہم عورتوں کو نہ دیکھیں اور نگاہ بچا کر بات کریں تو ان کو غصہ آتا ہے کہ یہ ہمیں کیوں نہیں دیکھتے۔ میں نے کہا کہ غصہ آنے دو، اللہ کے غصہ سے بچو، زیادہ سے زیادہ وہ آپ کو بداخلاق کہیں گی تو لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ[۲۵] ہماری شان ہونی چاہیے۔ یہاں بھی نکرہ تحت النفی ہے یعنی نہ چھوٹی ملامت سے ڈرو نہ بڑی ملامت سے۔ اسی لیے تفسیر روح المعانی میں ہے کہ یہاں جو لَوْمَة ہے، یہ اسمِ جنس ہے اور نکرہ تحت النفی ہے تو اس کا

---

[۲۴] جامع الترمذی: ۵۵۱/۴، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعۃ مصر

[۲۵] المآئدۃ: ۵۴

ترجمہ ہوگا لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ کہ اللہ والے سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ؎

دعوائے مرغابی کردہ ست جاں

کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

اے دنیا والو! جلال الدین کی جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مرغابی سمندروں کی بلاؤں اور طوفانوں سے نہیں ڈرتی۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لَوْمَةَ لَآئِمٍ کا ترجمہ لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ ہے اور لَوْمَةَ اسمِ جنس ہے اور اسمِ جنس انواعِ مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتا ہے یعنی تمام کائنات کے لومات کی جملہ انواع اس میں شامل ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ نے لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ کیوں نازل نہیں فرمایا؟ تو جواب دیتے ہیں کہ معنیٰ اگرچہ یہی ہیں، لیکن اگر یہ نازل ہوتا تو کلام میں بلاغت نہ رہتی۔ لَوْمَةٌ میں بلاغت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کو بتانا چاہتے ہیں کہ میرے عشاق کے سامنے سارے عالم کی ملامتوں کا سمندر مثل ایک گھونٹ کے ہے، سارے عالم کی لومات مثل لومہ واحدہ کے ہیں۔[۲۶] لومات جمع نازل نہیں فرمایا تاکہ اللہ کے عاشقوں کا مقامِ بلند معلوم ہو کہ سارے عالم کی ملامتیں ان کے نزدیک مثل ایک ملامت کے ہیں۔

تقویٰ کی فرضیت کا عاشقانہ راز

ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کی فرضیت کے راز کا عاشقانہ عنوان اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ کوئی ماں باپ اپنے بچوں کی دوری طبعاً پسند نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ تو ماں باپ کی رحمت کے خالق ہیں وہ اپنے بندوں کی دوری کو ایک لمحہ بقدرِ طرفۂ عین بھی پسند نہیں فرماتے۔ اس لیے تقویٰ دائماً فرض کر دیا کہ جب ہر وقت متقی رہو گے تو ہر وقت میرے مقرب رہو گے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی میری نافرمانی کر لی تو اس لمحۂ حیات میں جب تک توبہ نہیں کرو گے مجھ سے دور رہو گے اور میری محبت تمہاری دوری کو پسند نہیں کرتی، لہٰذا تقویٰ سے رہو اور ہر وقت میرے قریب رہو۔

۲۶۔ روح المعانی:۶/۱۶۴، المآئدۃ (۵۴)، داراحیاء التراث، بیروت

۱۵؍ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۸؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات، بعد فجر، مسجدِ حمزہ

تاثیرِ زبان تابع قلب کے ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کوئی آیت تلاوت فرمائیں تو اس کا اثر بڑھ جائے گا، جیسا قلب ہوتا ہے ویسی زبان ہوتی ہے، اس لیے دل بنانے کی ضرورت ہے۔ زبان کی تاثیر قلب کی قیمت پر ہے۔ اگر دل قیمتی ہے، اللہ والا ہے تو زبان بھی اللہ والی ہوگی، زبان کا اثر تابع ہے قلب کے، جیسا دل ہوگا ویسی ہی زبان ہوگی۔ اور اگر اسی آیت کی نبی تلاوت کردے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا کیا اثر ہوگا؟ اور حضرت ابو بکر صدیق کی تلاوت آپ کے صدقے میں ایسی تھی کہ کافر لوگ اپنے بچوں اور دوستوں کو منع کرتے تھے کہ ان کی تلاوت سننے مت جایا کرو، کیوں کہ وہ ایسے درد سے تلاوت کرتے تھے کہ لوگ مسلمان ہوجاتے تھے، تو کافر منع کرتے تھے کہ ان کی تلاوت مت سنا کرو، لیکن جب وہ لوگ پھر بھی نہیں مانے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کی تلاوت سننے پہنچے تو دیکھا کہ جن لوگوں نے منع کیا تھا وہ پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے دین میں کشش ہے، اللہ کے نام میں کشش ہے، کیوں کہ سارے دنیا کے مقناطیس کون پیدا کرتا ہے؟ اللہ پیدا کرتا ہے، تو پھر اللہ کے نام میں کتنی کشش ہوگی؟ اور جو اللہ کا نام لیتے ہیں ان کے اندر کتنا مقناطیس ہوگا اور جن کے دل میں اللہ ہوگا ان کے قلب کا کیا عالم ہوگا؟ ذکر کرنے والے جو اللہ کا نام لیتے ہیں تو اللہ کے نام کی برکت سے ان کے اندر بھی مقناطیس کا اثر آجاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خالقِ مقناطیس ہے، لہٰذا جو اللہ اللہ کرتا ہے اس میں بھی مقناطیس کا اثر آجاتا ہے، لیکن جن کے دل میں وہ مقناطیس پیدا کرنے والا بھی آجائے یعنی وہ ایسا ذاکر ہے جو مذکور کو بھی اپنے دل میں رکھتا ہے، مولیٰ بھی اس کے دل میں ہے تو اس کا اثر کیسا ہوگا۔ آہ! اس کے مقناطیس کو سارے عالم کے ذاکرین نہیں پاسکتے۔ ذاکر تقویٰ کی برکت سے اپنے نور کو نکلنے نہیں دیتا، اسٹیم کو ضایع نہیں کرتا، جیسے جو آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا نور آنکھوں کے راستے نکل جاتا ہے اور بعض لوگ گانا سن لیتے ہیں تو دل کا نور کان سے نکلتا ہے، اس کا نام ہے راہِ شنیدنی۔ جو ہر طرف سے حفاظت کرے گا پھر اس کی اسٹیم ایسی ہوگی جس سے ہوائی جہاز اُڑ جائے گا، اگر ہوائی جہاز رن وے پر تیز دوڑے اور سوئی نے بتادیا کہ اڑنے کی اسٹیم پیدا ہوگئی مگر اس کی ٹنکی میں کوئی سوراخ کردے اور اسٹیم نکل جائے تو جہاز اُڑ سکے گا؟ تو جب شیطان دیکھتا ہے کہ یہ بندہ اپنے شیخ پر عاشق ہے اور جلد ولی اللہ ہونے والا ہے، اس کی اسٹیم بہت تیز ہے، تو وہ فوراً اسے کسی لونڈے یا لونڈیا کے چکر میں ڈال دیتا ہے، جیسے جو چڑیا اُڑنا

چاہتی ہے اور شکاری چاہتا ہے کہ نہ اڑے تو اس کے پر میں گوند لگا دیتا ہے پھر وہ پھڑ پھڑاتی ہے مگر گوند کی وجہ سے اُڑ نہیں سکتی، تو شیطان ہمیں مرنے والی لاشوں کے چکر میں ڈال کر لاشے کر دیتا ہے، اسی لیے ہمارے اکابر نے فرمایا کہ چاہے عبادت تھوڑی ہو، اسٹیم تھوڑی ہو مگر اس کی حفاظت کی کوشش زیادہ کرو، کم کماؤ، لیکن کمائی کو ضایع نہ ہونے دو، کم کماؤ مگر مت گنواؤ، زیادہ کماؤ اور ڈاکوؤں کو دے دو تو کیا فائدہ؟ محنت ضایع ہوئی۔ بعض لوگ عبادت بہت کرتے ہیں مگر بزرگوں سے تعلق نہ رکھنے سے توفیقِ تقویٰ سے محروم رہتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تقویٰ چاہتے ہو تو میرے تقویٰ والے بندوں کے ساتھ رہنا پڑے گا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا ترجمہ دیکھ لو، اہلِ تقویٰ کے ساتھ رہو گے تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَسۡاَلُکَ الۡعَفۡوَ... الخ کی تشریح

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں تین نعمتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَسۡاَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ وَالۡمُعَافَاۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ

اے اللہ! ہم کو معافی دیجیے اور عافیت دیجیے اور دنیا و آخرت میں معافات دیجیے۔ تو میں آج کے سبق میں ان تین نعمتوں کی شرح کروں گا۔ عفو کی، عافیت کی اور معافات کی۔

عفو کی تشریح

عفو کے معنیٰ ہیں کہ ہمارے گناہ کو نہ صرف بخش دیجیے بلکہ ان کے نشانات بھی مٹا دیجیے، جیسے ایک شخص نے غلط لکھا اور اس کو کاٹ دیا تو دیکھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے تو اے اللہ! ہمارے نامۂ اعمال سے ہمارے گناہوں کو صرف کاٹیے ہی نہیں بالکل مٹا دیجیے، (Nothing) کر دیجیے، کراسنگ میں تو نظر آجائے گا کہ بھئی اس نے کوئی گناہ کیا تھا، یہ دیکھو اللہ نے اسے کراس کر دیا، نہیں! کراسنگ کے بجائے نتھنگ کر دیجیے، اس کا نشان بھی مٹا دیجیے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عفو کے معنیٰ محو لکھا ہے، محو معنیٰ مٹانے کے ہیں کہ ہمارے گناہ کو کراس کرنے کے بجائے مٹا دیجیے جس کی تفسیر اللہ پاک کی یہ آیت کرتی ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو توبہ کی برکت سے ہم اس کی بُرائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیتے ہیں، بُرائی کا وجود بھی نہیں ہوتا، سب گناہ ختم کر کے وہاں نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ وہ آیت یہ ہے:

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ[۲۷]

ہم اس کی تمام بُرائیوں کو مٹا کر کے نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بُرائیوں کو نیکیوں سے تین طریقے سے تبدیل کرتا ہے یعنی تبدیلی کے تین طریقے ہوتے ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص فلمی گانے گاتا ہے، اب حج کر آیا، توبہ کر آیا، تو نامہ اعمال میں جہاں اس کا گانا لکھا تھا وہ مٹا کر اللہ نے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ لکھ دیا، جن آنکھوں سے عورتوں کو دیکھ رہا تھا اس گناہ کو معافی اور توبہ کی برکت سے کاٹ کر وہاں کسی اللہ والے کو دیکھنے کے عمل کو لکھ دیا، یا کعبہ شریف دیکھنے کا عمل یا اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کا ثواب لکھ دیا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی بُرائیوں کو مٹا کر اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو لکھ دیتے ہیں، بُرائیوں کی رِیل صاف کر کے اس پر نیکیوں کی رِیل چڑھا دیتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کے تقاضوں کی شدت کو نیکیوں کے تقاضے کی شدت سے بدل دیتے ہیں یعنی ملکۂ تقاضائے معصیت کو ملکۂ تقاضائے حسنہ سے تبدیل کر دیتے ہیں، ملکۂ تقاضائے سیئہ کو ملکۂ تقاضائے حسنہ سے بدل دیتے ہیں یعنی جس شدت سے ہر وقت گناہوں کے لیے پاگل ہوتا تھا، ہر وقت دل چاہتا تھا کہ گناہ کرو، عورتوں کو دیکھو، حسینوں کو دیکھو، نظر لڑاؤ، اب اُس کو اللہ تعالیٰ اسی شدت سے نیکیوں کا ملکہ عطا کرتے ہیں۔ یہاں ملکہ کے معنیٰ ہیں عادت کا رُسوخ، جیسے کہتے ہیں کہ شعر کہنے میں ان کو بڑا ملکہ ہے، تو یہاں ملکہ سے رُسوخِ خصلت، رُسوخِ عادت مراد ہے۔ اب اگر ملکہ کی شرح نہ کرو تو لوگ کہیں گے کہ بھئی یہاں تو ملکہ ایلزبتھ کا تذکرہ ہو رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ ملکۂ تقاضائے معصیت کو ملکۂ تقاضائے حسنات سے بدل دیتے ہیں یعنی جس کے دل میں ہر وقت گناہ کا تقاضا ہے اس کو ہر وقت نیکیوں کا تقاضا ہونے لگے گا۔ جیسے بعض لوگ گھر سے باہر اسی نیت سے نکلتے ہیں کہ اُس مارکیٹ چلو جہاں مرد عورت مل کر چلتے ہیں اور خوب رش ہوتا ہے، اس بہانے ہم کچھ حرام مزے لے لیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس بندے کے تمام صغائر کو مٹا دو اور وہاں ہماری طرف سے حسنات لکھ دو۔ پہلے بندے کی اپنی کمائی تھی، اس نے جو کمایا تھا اس کے مکسوبات تھے اور یہاں میرے موہوبات ہوں گے، لہٰذا اس کی بُرائیوں کو کاٹ کر وہاں نیکیاں لکھ دو تو اوّل میں اور ثانی میں کیا فرق ہوا؟ اوّل میں اسی کی کمائی تھی، اسی کے مکسوبات تھے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی

---

[۲۷] الفرقان: ۷۰

طرف سے موہوبات اور بخشش ہوگی، اس کی کمائی نہیں ہوگی، اللہ کی طرف سے فرشتے بُرائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیں گے۔ جب وہ دیکھے گا کہ گناہ پر ہم کو انعام مل رہا ہے تو کہے گا کہ اللہ میاں! یہ تو میرے چھوٹے گناہ ہیں مَا لِیْ لَا اَرٰی ذُنُوْبًا کَبِیْرًا کیا ہو گیا مجھ کو کہ میں اپنے بڑے بڑے گناہ اس میں نہیں پا رہا، ذرا اس کی جرأت کو دیکھیے! یہ بات بیان کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی۔[۲۸] کیا کریم مالک ہے۔ آہ! اللہ کی کیا رحمت ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پوری دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک اللہ کی رحمت کا ایک حصہ نازل ہوا ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں، استاد شاگرد سے، شیخ مرید سے اور ماں باپ اپنے بچے سے محبت کرتے ہیں، یہ سب اس ایک حصہ مادّۂ رحمت کا اثر ہے، ننانوے حصے اللہ نے ابھی بچائے ہوئے ہیں، قیامت کے دن اس کو ظاہر فرمائیں گے، تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کو تم سمجھتے تھے کہ وہ جہنم میں جائے گا وہ سب جنت میں جائیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک حصہ رحمت میں تو یہ حال ہے کہ اس کی وجہ سے ہم کسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتے۔ جب بنگلہ دیش میں سیلاب آیا تو کتنے لوگ بے چین ہوگئے، دعائیں مانگ رہے ہیں، پیسہ بھیج رہے ہیں، تو ننانوے حصۂ رحمت کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے جس کا ظہور قیامت کے دن فرمائیں گے، تو قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں ایسے ایسے لوگ بخشے جائیں گے جن کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ جہنم میں جائے گا، اس لیے کسی کے بارے میں ناامید نہ ہو۔

عفو کی تفسیر ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی صرف معافی نہیں دیں گے بلکہ گناہوں کے نشانات تک مٹادیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَی اللہُ الْحَفَظَۃَ ذُنُوْبَہٗ وَاَنْسٰی ذَالِکَ جَوَارِحَہٗ وَمَعَالِمَہٗ مِنَ الْاَرْضِ[۲۹]

جب بندہ توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، تاکہ معافی ملنے کے بعد فرشتے یہ نہ کہیں کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے، چناں ہے چنیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضا کو بھی تمام گناہ بھلا دیں گے، جن اعضا سے گناہ کیا تھا اور وہ اعضا قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیتے، اُن اعضا سے بھی توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ

۲۸؎ الجواب الکافی لابن القیم الجوزی

۲۹؎ کنز العمال: ۲۰۹/۴ (۱۰۱۷۹)، باب فضل التوبۃ والترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

اس کے تمام گناہ بھلا دیں گے، اور زمین پر جہاں جہاں اس نے گناہ کیا تھا تو زمین پر ان کے نشانات کو بھی مٹا دیں گے۔ تو یہ ہے عفو کہ ایسی معافی دے دیجیے کہ نشانات اور گواہی اور کہیں بھی کسی قسم کا وجود ہی نہ رہے۔

عافیت کی تشریح

اور عافیت کے دو معنیٰ ہیں: نمبر ایک یہ کہ ہمارا دین کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو، دین مفتون نہ ہو، فتنہ نہ پیدا ہو۔ کیا مطلب کہ ہم سر سے پیر تک آپ کے رہیں اور سر سے پیر تک ہمارے اعضا کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہوں، اگر مخلوق ناراض بھی ہو تو فکر نہ کرو۔ بعض لوگوں کو شیطان یوں دھوکا دیتا ہے کہ اگر اس حسین لڑکے سے بات نہ کروگے تو وہ کہے گا کہ یہ کیسے بد اخلاق لوگ ہیں یا ایئر ہوسٹس جہاز میں اپنا گال بالکل منہ کے قریب کرکے انگریزی، اردو یا عربی میں پوچھتی ہے کہ حضور کیا چاہیے؟ اور وہ باتیں بناتا ہے کہ چائے لے آیئے، کافی لایئے۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم ان سے بات نہ کریں تو ان کو بہت غصہ آتا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو غصہ آتا ہے مگر اللہ کو تو پیار آئے گا۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس کے غصے سے بچنا ہے، ایئر ہوسٹسوں کے غصے سے بچنا ہے یا اللہ میاں کے غصے سے بچنا ہے؟ لوگ جو کچھ چاہے کہہ لیں، ہم سب کچھ سہنے کے لیے تیار ہیں، مگر اپنے اللہ کو ناراض کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ہمارے ایک دوست تھے احمد رشید، بڑے جری تھے اور انگریزی شاندار تھی، علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے، جرمنی میں ایک ریل میں بیٹھے، ایک کم عمر جرمن لڑکی ان کے بالکل قریب آکر بیٹھ گئی، وہ بڑی عمدہ شیروانی پہنے اور لکھنؤ والی شاندار ٹوپی لگائے ہوئے تھے، تھے تو بڈھے مگر اس لڑکی کو اچھے لگے، تو اس لڑکی نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، انگریزی دونوں کی بڑی اچھی تھی، اس نے انگریزی میں کہا کہ یہ آپ کا اسلام ہے، اتنی بڑی داڑھی رکھ کر آپ نے میرا دل توڑ دیا؟ ہم نے تو محبت سے ہاتھ بڑھایا تھا آپ نے اس کو نفرت سے کھینچ لیا تو احمد رشید نے مجھے بتایا کہ میں نے اس جرمن لڑکی کو جواب دیا کہ دیکھو اگر میرا ہاتھ اور تیرا ہاتھ مل جائے گا تو مجھے کرنٹ لگ جائے گا، میرا ایمان جل کر خاک ہو جائے گا اور اگر کرنٹ زیادہ تیز ہو گیا تو میں تجھ سے لپٹ جاؤں گا اور لپٹنے کے بعد اور کیا ہوتا ہے اس کو تو خود سوچ لے، بس وہ ڈر گئی اور کھسک گئی اور کہا: ویری گڈ! اور اس نے کہا: یو آر پادری یعنی تیری یاد بھی ری کنڈیشن ہو چکی ہے یعنی اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل گئے۔ دیکھو انہوں نے اس بات کی کوئی پروا نہیں کی کہ یہ لڑکی کیا کہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت و توفیق دے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

ہماری زندگی مالک پر وقف ہے، فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ پر جو مرتا ہے وہ خود ان کو سنبھالتا ہے، جو اللہ پر فدا ہوتا ہے اس کی آبرو کو اللہ تعالیٰ سنبھالتا ہے۔

عافیت کا پہلا ترجمہ ہے کہ دین میں فتنہ نہ ہو یعنی سر سے، پیر سے کسی عضو سے ہم گناہ میں مبتلا نہ رہیں، اگر خطا ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار سے اللہ کو راضی کر لیں، دیر نہ کریں تاکہ توبہ و استغفار کی برکت سے ہمارے گناہ کراس نہ ہوں، بلکہ مٹ کر ختم ہی ہو جائیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دی جائیں فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ کا انعام مل جائے۔ لیکن یہ نعمت تین شرطوں سے ملے گی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا یعنی ایمان بھی ہو، توبہ بھی ہو اور نیک عمل بھی کر تا رہے، یہ نہیں کہ شراب پیتا ہے اور روزانہ کہتا ہے اللہ توبہ! اللہ توبہ! لہٰذا عملِ صالح بھی کرو اور گناہوں سے بھی بچو، تین شرطوں سے مقامِ تبدیل سیئات کی نعمت ملے گی۔ اب اگر کوئی کہے کہ بغیر ایمان کے تو توبہ قبول ہی نہیں ہوتی، کافر کی کفر کی حالت میں توبہ قبول ہو گی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَنْ تَابَ کو اٰمَنَ پر مقدم کیوں فرمایا؟ تو میں نے فوراً تفسیر دیکھی۔ جب مجھے کھٹک ہوتی ہے تو میں اپنی عقل سے نہیں کام لیتا، لہٰذا میں نے فوراً روح المعانی دیکھی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہاں اِلَّا مَنْ تَابَ سے مراد تَابَ عَنِ الْکُفْرِ وَالشِّرْكِ ہے کیوں کہ حالتِ کفر اور شرک سے توبہ کر لو پھر ایمان قبول ہو گا۔[۳۰]

تو عافیت کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں اَلسَّلَامَةُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَةِ کہ جسم سخت بیماری میں مبتلا نہ ہو، جیسے گردے خراب ہو جائیں، فالج ہو جائے، ایکسیڈنٹ میں ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں، کینسر وغیرہ ہو جائے، تو یہ سخت بیماریاں ہیں ان سے بدن سلامت رہے، اور نزلہ زکام حرارت وغیرہ یہ سخت بیماریاں نہیں ہیں اور وَالْمِحْنَةُ سے مراد ہے کہ ہر وقت سخت محنت میں مبتلا ہیں یا روزی مصیبت سے مل رہی ہے۔

۳۰؎ روح المعانی:۱۶/۱۱۰،دار احیاء التراث،بیروت

ہمارے ایک دوست جو میرے خلیفہ بھی تھے، مجذوب تھے، مغرب سے عشاء تک وہ ذکر میں روتے تھے، حکیم بھی تھے، کسی کے سوئیٹر کے اوپر سے انجکشن لگادیا، کسی کی پتلون کے اوپر سے لگادیا، اگر کوئی کہتا کہ انجکشن لگانے سے پہلے اسپرٹ نہیں لگایا، جراثیم چلے جائیں گے، تو کہتے کہ ہم نے جراثیم کے خالق سے رابطہ کیا ہوا ہے، کوئی جراثیم نہیں آئیں گے۔ بڑے صفات کے آدمی تھے۔ ٹیکسلا میں رہتے تھے، دور دور سے مریض آتے تھے، بڑے بڑے ڈاکٹر ان کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکے، جبکہ وہ پرانے کائی لگے ہوئے لوٹے کے پانی سے سرنج صاف کرتے تھے تو ان سے کسی نے کہا کہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا؟ سارا معاشرہ خراب ہے، تم اکیلے کیسے دین پھیلاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ اگر اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا خود تو پھوٹ سکتا ہے، ہم اللہ پر فدا ہو جائیں، ہمارا کام بن گیا، ہم نہیں جانتے سوسائٹی بدلے یا نہیں، ہم سوسائٹی کے ذمہ دار نہیں ہیں، کوشش تو کرتے ہیں، لیکن اگر سوسائٹی نہیں مانتی تو کم سے کم ہمیں تو جنت مل جائے گی، ہم سے تو اللہ راضی ہو جائے گا۔ کیسی پیاری بات کی! تو میں حکیم صاحب کا قصہ سنا رہا تھا کہ وہ جب ہندوستان سے آئے تو وہاں ان کا دواخانہ تھا، یہاں روزی نہیں ملی تو برف بیچنا شروع کیا، تو کیوں کہ پنڈی میں سڑک اونچی نیچی ہے، لہٰذا سائیکل پر پیچھے برف کی دو من کی سل رکھی ہے اور وہ بے چارے پتلے دبلے تھے تو اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ میاں! آپ نے مجھے گدھا تو نہیں پیدا کیا جو گدھے والا کام لے رہے ہیں اور میں بوجھ اٹھا رہا ہوں، آپ نے انسان پیدا کیا ہے تو آپ مجھ پر رحم کر دیجیے، میری روزی کو آسان کر دیجیے یعنی مشقت کی روزی سے نجات دیجیے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے ان کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے۔ مگر دعا کیسی کی کہ اللہ میاں آپ نے مجھے گدھا تو نہیں بنایا اور کام لے رہے ہیں آپ گدھے والا! یہ مجذوبوں کی بڑ ہے، سب ایسا نہ کہیں، مجذوب بچوں کی طرح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بات پر ناراض نہیں ہوتے۔

معافات کی تشریح

اور معافات کے معنیٰ ہیں اَنْ يُّعَافِيَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّاسِ اللہ تمہیں مخلوق کے شر سے بچائے، وَيُعَافِيَهُمْ مِنْكَ اور مخلوق کو تیرے شر سے بچائے۔ جو مخلوق کے شر سے بچ جائے اور مخلوق اس کے شر سے بچ جائے اس کو معافات حاصل ہے۔ کیا مطلب کہ نہ تم ستاؤ نہ ستائے جاؤ، نہ ظالم بنو نہ مظلوم۔ اس حدیث کی یہ شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

بس آج کا یہ سبق ہے۔ کل برطانیہ سے ہمارے کچھ مہمان آرہے ہیں، مولانا ایوب سورتی سابق

محدث ترکیشور، اور مولانا آصف توکل آ گئے۔ اچھا بھئی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اے اللہ! ہمارے اس سفر کو قبول فرما، صحت وعافیت کے ساتھ، سلامتیٔ ایمان وسلامتیٔ اعضا کے ساتھ زندگی نصیب فرما اور سلامتیٔ ایمان وسلامتیٔ اعضا کے ساتھ دنیا سے ہم سب کو اٹھایئے، ہمارے گھر والوں کے لیے بھی یہ دعا قبول فرمایئے اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے بھی اس کو قبول فرمایئے اور ہم سب کو ہر گناہ سے بچنے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما۔ اللہ پاک ایسا ایمان، ایسا یقین، ایسا احسان نصیب فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کرکے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لائیں، ہمارے اس کمینے پن کو شرافت سے تبدیل فرمادے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۸/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات،
بعد مغرب، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، لینیشیا

اللہ پر جینے مرنے کے معنیٰ

حضرت والا کو آج بہت ضعف تھا اس لیے فرمایا کہ آج مجلس میں صرف اشعار سنوں گا، گفتگو نہیں کروں گا۔ چناں چہ مجلس کے آغاز پر ایک عالم نے نہایت خوش الحانی سے حضرت والا کی غزل ''ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا'' پڑھی اور جب یہ مقطع پڑھا ؎

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اُسے آگیا ہے جینا اُسے آگیا ہے مرنا

تو حضرت والا نے فرمایا کہ آج میں مختصر سی بات کہوں گا، کیوں کہ اگر بالکل نہ بولوں گا تو آپ لوگوں کو غم ہوگا، اس لیے مسلمان کا اور دوستوں کا دل خوش کرنا یہ بھی تو عبادت ہے۔ تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ ہم کو جینا بھی آگیا اور مرنا بھی آگیا تو اس جینے مرنے کی شرح کیا ہے؟ اللہ والوں سے ہم کو جینا آگیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہو اس پر عمل کرنا یہی ہمارا جینا ہے اور اسی میں ہماری حیات ہے۔ میرا دوسرا شعر ہے ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

آہ! کیا شعر یاد آگیا اس وقت۔ یہ آپ لوگوں کی کرامت ہے۔ یعنی جو زندگی اپنے مالک اور خالق اور پیدا کرنے والے پر قربان ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی زندگی پر بے شمار زندگی اور برسا دیتا ہے، ایسی زندگی برساتا ہے کہ جو اس کے پاس بیٹھتے ہیں وہ بھی زندہ ہوجاتے ہیں، مردہ دل بھی زندہ ہوجاتا ہے، ان کو ایک نئی حیاتِ ایمانیہ عطا ہوتی ہے، تو یہ جینا ہوگیا۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ مرنا کیا چیز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی بُری خواہش کو مارنا اللہ پر مرنا ہے۔ اپنی بُری خواہش جس سے نفس خوش ہو لیکن اللہ ناراض ہو ایسی خوشیوں کا خون کردو اور مالک کو خوش کرلو یعنی اپنی حرام خوشیوں کا خون کرنا اور اپنے اللہ کو خوش کردینا، اپنی حرام خوشیوں کو چھوڑ دینا، خونِ تمنا اور خونِ آرزو کرلینا اور اس دریائے خون سے گزرنا اسی کا نام ہے اللہ پر مرنا۔ اس پر اب ایک قصّہ سناتا ہوں کیوں کہ قصّے سے ذرا مزہ آتا ہے اور یہ ہمارے بزرگوں کا طرز ہے بلکہ طرزِ قرآنِ پاک بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بندوں کی ہدایت کے لیے قصص بیان فرمائے ہیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک باغ میں ایک چڑیا تھی، شاخوں پر اُڑتی پھرتی تھی، گلستاں میں عیش سے رہتی تھی، اس کو کسی شکاری نے شکار کرکے پنجرے میں بند کردیا۔ ایک دن اس کو رحم آیا اور اس نے چڑیا سے کہا کہ جس باغ میں تیرا اصلی آشیانہ تھا اور جس باغ میں تو ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اُڑا کرتی تھی میں وہاں جارہا ہوں۔ تجھے اپنی ساتھی چڑیوں کو کوئی پیغام تو نہیں دینا؟ تو اس چڑیا نے کہا کہ میری ایک بہت ہی خاص دوست ہے۔ فلاں درخت کی فلاں شاخ پر اس کا نشیمن ہے۔ اس چڑیا کو بس اتنا بتادینا کہ ہم چمن کی یاد میں غم زدہ ہیں اور پنجرے میں ہم شکار ہوچکے ہیں۔ اس نے سوچا اس پیغام کے کہنے میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ چڑیا تو نکل نہیں سکتی جب تک ہم نہ نکالیں۔ اس نے جب اس چڑیا کو خبر دی کہ تیری جو دوست تھی وہ آج کل شکار ہوچکی ہے اور ہمارے پنجرے میں ہے، لیکن تجھ کو سلام کہا ہے اور پیغام دیا ہے کہ ذرا ہمیں بھی یاد رکھنا۔ بس اتنا سنتے ہی وہ چڑیا مردہ ہوگئی اور درخت سے گر گئی، آنکھیں اُلٹ دیں، مصنوعی موت اپنے اوپر طاری کرلی۔ مری نہیں تھی لیکن مثل مردہ کے ہوگئی، پہلے تڑپی اور پھر اپنے کو بے حس و حرکت کرلیا کہ وہ پیغام دینے والا شکاری سمجھے کہ یہ مرگئی ہے۔ جب وہ واپس آیا تو پنجرے والی چڑیا نے پوچھا کہ میری دوست کو میرا پیغام دیا تھا؟ اس نے کہا ہاں پیغام تو دیا تھا، تو چڑیا نے کہا: اس نے کیا جواب دیا؟ کہا کہ تمہارا پیغام سن کر وہ ایک دم تڑپ کر پھڑ پھڑائی اور مرگئی۔ یہ خبر سنتے ہی یہ چڑیا بھی تڑپ کے پھڑ پھڑائی اور مرگئی یعنی مصنوعی موت طاری کرلی اور مثل مردہ کے ہوگئی۔ شکاری نے سوچا کہ مری ہوئی چڑیا کو اب پنجرے میں رکھ کر کیا کرنا ہے، لہٰذا اس کو نکال کے باہر پھینک دیا اور جیسے ہی باہر پھینکا وہ اُڑ گئی۔ مولانا رومی اس سے یہ نصیحت

فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو شیطان و نفس نے گناہوں کے پنجرے میں شکار کر رکھا ہے اور وہ ہر وقت گناہ کی زندگی میں، عورتوں کو دیکھنے میں، سینما، وی سی آر اور ننگی فلمیں دیکھنے میں اور گندے گندے کام میں مبتلا ہیں، تو شیطان و نفس کے پنجرے سے نکلنے کا کیا راستہ ہے؟ یہی کہ یہ اپنی بُری خواہشوں پر مصنوعی موت طاری کرلیں یعنی نفس و شیطان کے تقاضوں کے مقابلے میں مثل مردہ ہوجائیں اور ان پر عمل نہ کریں، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پھر یہ شیطان و نفس کی قید سے آزاد ہوجائیں گے۔ جس طریقے سے اس چڑیا نے مصنوعی موت طاری کرلی تھی تم بھی اپنی بُری خواہشات پر موت طاری کردو یعنی ان پر عمل نہ کرو۔ بُری خواہش پر عمل نہ کرنا اسی کا نام ہے نفس کو مارنا۔ بُری خواہش کو ماردو اور حرام خواہش کو برباد کرنے کا غم اٹھالو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی خوشی عطا فرمائیں گے جس کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

جو اللہ کے راستے میں اپنی بُری خواہش کو برباد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مزید برباد نہیں فرمائیں گے کہ میرا بندہ تو بُری بُری خواہش کو برباد کررہا ہے، میری رحمت سے بعید ہے کہ میں اس کو اور برباد کردوں۔ جو اپنا دل گناہوں کی خوشیوں سے محروم کرتا ہے اور گناہوں کی حرام خوشیاں نہیں آنے دیتا، ایسے قلب کو اللہ تعالیٰ شاد اور آباد کرتا ہے، اور جس کے دل کو اللہ خوش کرتا ہے سارا عالم اس کو غم زدہ نہیں کرسکتا۔ اس کی خوشیاں پابندِ اسبابِ عالم نہیں رہتیں۔ اللہ تعالیٰ براہِ راست عرشِ اعظم سے اس بندے کے دل پر خوشیاں نازل کرتا ہے اور وہ ہر وقت ایک نئی خوشی محسوس کرتا ہے۔ ٹاٹ اور بوریے پر وہ سلطنت کا مزہ پاتا ہے اور دال روٹی میں بریانی کا مزہ پاتا ہے، اور جو ڈپریشن اور ٹینشن میں مبتلا ہوں وہ ذرا ایسے بندوں کے پاس کچھ دن رہ کر کے دیکھیں ان شاء اللہ بلا کیپسول اور بلا ٹیبلیٹ وہ سکون اور چین پاجائیں گے۔ میری خانقاہ میں امریکا سے ایک صاحب آتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں امریکا میں کیپسول اور گولیاں کھاتا ہوں ڈپریشن کے لیے، لیکن خانقاہ میں اِن (in) ہوتے ہی میری ساری ڈپریشن اور ٹینشن غائب ہوجاتی ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ خانقاہ ہو خواہ مخواہ نہ ہو اور شاہ صاحب ہوں سیاہ صاحب نہ ہوں یعنی سچا اللہ والا ہو یا اللہ والوں کا غلام ہو۔ پہلے شیخ اپنے کو بُری خواہش کے سامنے مردہ بنائے، تب مرید اس سے سیکھے گا، اور جو شیخ اپنی حرام خوشیوں کو نہیں مارے گا تو وہ شیخ خود ظالم ہے، مرید اس سے کیا سیکھیں گے؟ لہٰذا سب سے پہلے شیخ اپنی بُری خوشیوں پر موت طاری کرے، پھر اس سے اس کے احباب سیکھیں گے۔ یہ حاصل ہے مثنوی کے اس قصے کا کہ بس تم اپنے

نفس کی بُری خواہش کو مار دو، تو تم کو اللہ ایسی زندگی دے گا کہ تم سے ایک جہاں زندہ ہوگا۔ خالی زندگی نہیں پاؤ گے، زندگی ساز بنو گے۔ دوسرے مردہ دل تم سے زندگی پائیں گے، تمہارے پاس بیٹھ کر بڑے بڑے اولیاء اللہ بنیں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن

اپنے نفس کی بُری خواہش کو مار لو، اللہ تمہیں ایسی زندگی دے گا کہ تمہاری زندگی زندگی ساز ہوگی، تمہارے ذریعے سے دوسرے اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔ ایک ہی مصرع کافی ہے کہ ’’نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن‘‘ اپنے نفس کو مار دو۔ نفس دشمن ہے، تو دشمن کو مارنے میں مزہ آنا چاہیے یا نہیں؟ کیا مطلب کہ گلا گھونٹ دو یا پھندہ لگا لو؟ نہیں! یہ مطلب نہیں ہے بلکہ نفس کی بُری خواہش کو مار دو۔ اس میں آپ کو غم تو ہوگا لیکن یہ غم آپ کے لیے ضامنِ حیات ہوگا:

وَلَكُمۡ فِي ٱلۡقِصَاصِ حَيَوٰةٞ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ[۳۱]

قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اے عقل والو۔ قانونِ شریعت کے اندر اللہ نے یہ برکت رکھی ہے کہ اگر ایک قاتل کو سزائے موت ملتی ہے تو پورے ملک میں قتل و خون بند ہو جاتا ہے، ایک قاتل کی پھانسی سے دوسرے ہزاروں لوگوں کی زندگی بچ جاتی ہے۔ قرآنِ پاک کی اس آیت سے یہ مسئلۂ تصوف حل ہوا کہ نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن، اے عقل والو! نفس سے بدلہ لو، اس کی بُری خواہش کو قتل کر و یعنی اس کو مار دو تو تمہیں ایسی حیات ملے گی کہ وہ حیات، حیاتِ عالَم کی ضامن ہوگی۔ جس طرح سے دنیا میں قتل کا قصاص ضامنِ حیاتِ انسانیت اور ضامنِ حیاتِ مملکت ہے، تو ایسے ہی تم اگر اپنے نفس سے قصاص لے لو اور اس کی بُری خواہش کو قتل کر دو، تو تمہیں ایسی حیاتِ ایمانیہ عطا ہوگی کہ تمہاری برکت سے نہ جانے کتنے حیات پائیں گے اور اللہ والے بن جائیں گے۔ (مولانا عبد الحمید صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔)

اب دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والا بنا دے۔ اللہ پاک ہماری صورت کو اور سیرت کو اپنے پیار کے قابل بنا دے اور ہماری روح میں اپنی ایسی محبت ڈال دے کہ جو ہمارے پاس بیٹھے وہ بھی آپ کا بن جائے، ایسا میگنٹ دے دے، ہمارے دل و جان کو ایسا جذب کر لے کہ جو ہمیں چھو لے یا ہم سے مصافحہ کر لے وہ بھی جذب ہو جائے۔ دنیا کے کرنٹ کو جب کوئی چھوتا ہے تو مر جاتا ہے، لیکن اے اللہ! آپ کی محبت کے

۳۱؎ البقرۃ: ۱۷۹

کرنٹ میں وہ شان ہے کہ جو اس کرنٹ والے کو چھولے یا مصافحہ کرلے تو وہ بھی زندگی پاجاتا ہے۔ دنیاوی کرنٹ جان سے مار دیتا ہے لیکن اللہ کی محبت کا کرنٹ جِلا دیتا ہے، زندگی دیتا ہے۔

آئینۂ اشعار میں حضرتِ اقدس کی تاریخِ زندگی کی ایک جھلک

اس کے بعد مولانا رفیق ہتھورانی نے حضرت اقدس حضرت والا دامت برکاتہم کے اشعار پڑھے ؎

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے
سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن
بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

حضرت والا نے تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر آج حضرت پرتاب گڑھی اور ہمارے اکابر یہاں ہوتے تو کتنا مزہ پاتے اور مجھے شاباشی دیتے کہ کیسا درد بھرا شعر ہے۔ شاباش مولانا رفیق! نہایت عمدہ انتخاب کیا ہے، ان اشعار میں میرے درد و غم کا نچوڑ شامل ہے، کیا غضب کا انتخاب کیا آپ نے ماشاء اللہ! اس وقت آپ نے مجمع کو ہلا دیا۔ دس گھنٹے کا وعظ ایک طرف اور ان شاء اللہ یہ اشعار ایک طرف۔ اللہ سے دل جڑ رہا ہے کہ نہیں ؎

کوئی کشتیٔ غم کا ہے ناخدا بھی
مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے
نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل
مرے بحرِ غم کا کنارا نہیں ہے
یہ اخترؔ اُسی کا ہے جو آپ کا ہے
نہیں آپ کا جو ہمارا نہیں ہے

یعنی اے اللہ! جو آپ کا ہے وہی ہمارا ہے، جو آپ کا دشمن ہے وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ زبردست انتخاب کیا ہے، دل چاہتا ہے کہ روزانہ یہ اشعار پڑھے جائیں، مجلس کا اِفتتاح ان ہی اشعار سے ہو۔ یہ اتنا زبردست انتخاب ہے جیسے میرے پورے اشعار کے مجموعے کا نچوڑ اس میں آگیا ہو ؎

شعروں کے انتخاب نے رُسوا کیا مجھے

یعنی ہم اپنا راز چھپا رہے تھے، مگر جب ہم نے انتخاب کیا اس وقت سب ہم کو جان گئے اور ہمیں بھانپ لیا۔

نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل
مرے بحرِ غم کا کنارا نہیں ہے

میرے اشعار پڑھو کہ اختر کن کن حالات سے گزرا ہے۔ یہ اشعار میری تاریخ ہیں، ہر شعر میری تاریخِ زندگی ہے کہ کس حالت میں میں نے یہ شعر کہا ہوگا۔

کوئی کشتئ غم کا ہے ناخدا بھی
مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

ہمارے غم کی کشتی کا اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔ جس کو اللہ اپنا غم دیتا ہے اس کے غم کی کشتی کی نگہبانی اور دیکھ بھال بھی رکھتا ہے۔ اپنے عاشقوں کو اور عاشقوں کے غلاموں کو یوں نظر انداز نہیں کرتا کہ جاؤ مرتے رہو۔

مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

کیا کہیں ایک ایک شعر عجیب و غریب ہے، میرے دردِ دل کا ترجمان ہے۔ اے اللہ! جیسے تو نے دردِ دل کے نشر کے لیے مجھے زبان بخشی ہے تو اپنی رحمت سے مجھے کان بھی عطا فرما، اور اللہ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ سارے عالم میں کان مل رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ جس کو دردِ دل دیتا ہے اس کو زبانِ ترجمانِ دردِ دل بھی دیتا ہے اور اس کے لیے کان بھی دیتا ہے کہ سنو میرے عاشقوں کے دردِ دل کی داستاں۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر ملک میں مجھے کان مل رہے ہیں، مولانا ایوب سورتی لیسٹر برطانیہ میں میرے ساتھ تھے، اب آپ یہاں مجمع دیکھ رہے ہیں، پھر ملاوی چلیں گے، اس کے بعد موزمبیق بھی چلنا ہے ان شاء اللہ۔

جہاں دو دریا ملتے ہیں وہ سنگم کہلاتا ہے جیسے الٰہ آباد میں جمنا اور گنگا ملتے ہیں، اور جہاں تین دریا ملتے ہیں وہ تربینی کہلاتا ہے۔ مالک کا احسان و کرم ہے، میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے جوانی ہی سے اللہ والوں پر فدا ہونے کا شوق اور ذوق بخشا، سولہ سترہ سال کی عمر میں تو لوگ کیا کیا تفریح کرتے ہیں، لیکن ہماری تفریح اللہ والوں کی آغوشِ محبت تھی، اِن ہی اللہ والوں کے پاس مجھے سارے عالم کی تفریح ملتی تھی۔ پندرہ سولہ سترہ سال کی عمر میں میں نے تین سال حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزارے پھر شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سولہ برس جنگل میں گزارے اور حضرت کے بارے میں کیا کہوں۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

بعض وقت جنگل کی اُس مسجد میں میں مؤذن ہوتا تھا اور حضرت امام ہوتے تھے تیسرا کوئی آدمی نہیں ہوتا تھا، اس حالت میں چھ چھ مہینے گزر جاتے تھے پھر جب حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم تشریف لاتے تھے تب ذرا محفل ہوجاتی تھی، ورنہ شیخ کی آہ وفغاں ہوتی تھی اور اختر کے کان ہوتے تھے، اس طرح زندگی گزاری الحمدللہ۔ مگر وہ رائیگاں نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی اور اولیاء کی خدمت کو رائیگاں نہیں کرتا، آج اس کا فائدہ دیکھ رہا ہوں، اور میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے جدّہ میں اس کی تائید وتصدیق فرمائی تھی، حضرت نے فرمایا تھا کہ اختر تجھ کو جو یہ ترقیات مل رہی ہیں یہ سب شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا صدقہ ہے۔ جب میرے شیخ کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے جو والا نامہ لکھا اس میں لکھا کہ ''اختر آج ہم لوگ یتیم ہوگئے۔'' پھر دوسرا جملہ لکھا'' خدمتِ شیخ ابتدا تا انتہا مبارک ہو۔'' میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت ہوا، سولہ سال حضرت کی خدمت میں دن رات رہا اور حضرت کی روح میرے سامنے پرواز ہوئی، میں نے اپنے شیخ کو نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ تو مولانا ایوب سورتی میرا اعلان اسی عنوان سے کرتے ہیں کہ بھئی ایک دریا دیکھا دو دریا دیکھے اب تین دریا دیکھو، تربینی کا تماشا دیکھو۔ میرے تینوں بزرگوں کے اقوال وارشادات اللہ تعالیٰ میری زبان پر اپنی رحمت اور توفیق سے جاری فرماتے ہیں، میری تحریر میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ان ہی تینوں بزرگوں کی باتیں ملیں گی۔

اب دعا کرو کہ اللہ ہماری جان میں ایک کروڑ جان داخل فرمادے، کیوں کہ کمزوری اتنی ہے کہ مسجد تک نہیں جاسکتا، اب موزمبیق والے مولانا نذیر لونت صاحب بھی آئے تھے، انہوں نے میرے شیخ کے ہاں ہردوئی میں حفظ کیا تھا، نیوٹاؤن کے فارغ ہیں اور اب موزمبیق کی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں، ابھی ابھی مجھ سے مل کر گئے ہیں کہ وہاں ضرور آنا ہے، اور چوں کہ میرے شیخ بھی وہاں تشریف لے گئے تھے، تو مجھے بھی شوق ہے کہ موزمبیق کا سفر ہوجائے۔

ایک دفعہ میں نے دعا مانگی تو حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم اتنا روئے کہ ان کا پیٹ ہل رہا تھا۔ تو اللہ کا شکر ہے! اگر آج میرے تینوں شیخ زندہ ہوتے تو عجیب وغریب کیفیت ہوتی، کتنا دردِ دل ہے ان اشعار میں۔ اللہ کی محبت کا موتی بڑا قیمتی ہے اور بڑی مشکل سے ملتا ہے، یہ بتارہا ہوں کہ یہ بیش قیمت موتی ہے بلکہ لا مثل لہٗ

ہے مگر ملتا بڑی مشکل سے ہے، بڑے خونِ جگر اور خونِ تمنا سے اللہ اپنے دردِ محبت کا یہ موتی دیتا ہے، جو تابع تمنائے حرام ہوتے ہیں ان کو یہ درد نہیں بخشا جاتا، اللہ یہ موتی خونِ آرزو اور خونِ تمنا سے دیتا ہے۔

چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

لیکن خونِ آرزو کی توفیق بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جب تک ان کی دستگیری اور مدد نہ ہو بڑے بڑے علم والے بھی خونِ آرزو کرنے کی طاقت اور ہمت نہیں پاتے، جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا کہ ہم کون ہیں، کہاں ہیں، کس کے شاگرد ہیں؟ ہمارا کیا فرض ہے اور ہماری وفاداری کا کتنا خون ہو رہا ہے؟ اس لیے روزانہ دو رکعت پڑھ کر دردِ دل سے روؤ، اگر دو رکعت نہ پڑھو تو بھی اللہ سے روؤ، اللہ تعالیٰ کا کرم ہماری نماز کا محتاج نہیں ہے، لیکن چوں کہ صلوٰۃ الحاجت سنت کی راہ ہے اس نیت سے دو رکعت پڑھ لو، کوئی تھکا ماندہ ہے تو بیٹھ کے پڑھ لے پھر اللہ سے روئے کہ اے خدا! ہم کو وفاداری عطا فرما، ہم کھاتے آپ کا ہیں، روٹی آپ کی کھاتے ہیں، لیکن جب کوئی نمکین شکل سامنے آجاتی ہے تو پاگل کتے کی طرح ہو جاتے ہیں، اس وقت انسان بھی نہیں رہتے۔ جو انسان اللہ کی نافرمانی اور غضب اور قہر کے سائے میں ہوتا ہے کیا وہ وفادار انسان ہے؟ بولو بھئی! وہ اس وقت شرافتِ انسانیت میں ہے؟ سلوک کا حاصل یہی ہے کہ اپنا خونِ آرزو کر کے اللہ کے قانون کا احترام کرلو اور نظر کی حفاظت کرو، اس آرزوئے خون سے عبور کر کے اللہ ملتا ہے۔

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گزر کردند از دریائے خوں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تک وہی پہنچے ہیں جنھوں نے دریائے خون عبور کیا ہے۔ آپ خود سوچ لیں اگر کوئی آپ کا دوست ہو جس پر آپ رات دن انعامات و احسانات کر رہے ہیں اور وہ آپ کی مرضی کے خلاف کام کر کے حرام لذت لوٹ رہا ہو، ایسے لٹیرے کو آپ وفادار اور دوست بنائیں گے؟ اللہ کے نام پر اختر آہ کرتا ہے، میں اپنے رفیقوں اور دوستوں سے کہتا ہوں کہ اختر کی اس آہ و فغاں کو قبول کرلو، ایک لمحہ بھی مالک کو ناراض کر کے حرام لذت کو نہ چشید کرو، نہ دید کرو، نہ شنید کرو، نہ کشید کرو، نہ رسید کرو۔ اپنی قوتِ دیدنی، قوتِ شنیدنی، قوتِ گفتنی، قوتِ گرفتنی اور قوتِ رفتنی کو اللہ پر فدا کرو۔ ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا ہو واللہ کہتا ہوں، وہ زندگی عطا ہوگی کہ آپ کی زندگی ہر لمحۂ حیات رشکِ بہار ہو جائے گی۔ اور ان حسینوں سے کچھ نہیں پاؤ گے، ان حسینوں پر نظر ڈالی تو ان کے گراؤنڈ فلور کی خباثتوں، غلاظتوں اور نجاستوں کا تمہارا چہرہ ترجمان ہوگا اور قلب میں بھی نجاست آجائے گی، کیوں کہ ہر چیز کی ابتدا اپنی آخری منزل کی غماز ہوتی ہے جیسے املی کا پودا ہے

تو چھوٹا سا، مگر اس کے پتوں میں کھٹاس ہو گی یا نہیں؟ کیوں کہ آیندہ اس میں املی پیدا ہونی ہے۔ اسی لیے اللہ نے حسینوں سے نظر بازی حرام فرمادی، کیوں کہ نظر بازی تو ان کے فرسٹ فلور سے ہو گی، مگر گراؤنڈ فلور کے پیشاب پاخانے اور نجاست کے مقامات کا تمہارا چہرہ ترجمان ہو گا اور تم مولیٰ سے محروم ہو جاؤ گے، کن مقامات کے لیے تم مولیٰ سے محروم ہو رہے ہو؟ اپنے کو پیشاب اور پاخانے کے مقامات سے عبور کرنے کے لیے !خود سوچو کہ تم نے کیا لیا اور کیا دیا۔

بقولِ دشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بُریدی وبا کہ پیوستی

تم نے کس سے جوڑا اور کس سے توڑا؟ اللہ سے رشتہ توڑا اور شیطان سے رشتہ جوڑا، پیشاب پاخانے کے مقام کے لیے اپنے مولیٰ کو چھوڑ دیا۔ بتاؤ! اس شخص کی حیات اسفل السافلین میں ہے یا نہیں؟ میں تو آپ لوگوں کو زیادہ بڑے بڑے وظیفے نہیں بتاتا، زیادہ تہجد بھی نہیں بتاتا، وتر سے پہلے بعد عشاء دو رکعات نفل پڑھ لو تہجد گزار ہو جاؤ گے ان شاءاللہ۔ میں تو صرف ایک ہی آہ وفغاں پیش کرتا ہوں کہ یہ ارادہ کرلو کہ ایک لمحۂ حیات، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت اپنے اندر نہیں آنے دو، ایک ہی بات بتاتا ہوں کہ اللہ کو ناراض نہ کرو، اپنے پالنے والے کو ناراض نہ کرو۔ کیا آپ کی شرافتِ بندگی اور شرافتِ انسانیت میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں؟ بولو بھئی! اپنے پالنے والے کو ناراض کرنا شرافت ہے؟ اور سارے حسینوں کی آخری منزل کیا ہے؟ اگر دنیا کے تمام حسین مل بھی جائیں تو یہ آپ کو کہاں لے جائیں گے؟ یہ نیچا کام ہے، آپ کو نیچا کر دے گا۔

نفس جس کا امام ہوتا ہے
اُس کا نیچا مقام ہوتا ہے

یہ شعر دیکھیے ذو معنیٰ ہے یا نہیں؟ پھر نیچے کے مقامات کو پیشاب پاخانے میں تلاش کرو گے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اُس کا اونچا مقام ہوتا ہے

عالی ہمتی سے کام لو۔ واللہ! گناہوں سے بچنے کی ہمت موجود ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔ اگر اللہ کا کرم

شامل حال ہو تو ایئر ہوسٹس جو آٹھ دس گھنٹے ساتھ ہوتی ہے اس سے ایک نظر بھی خراب نہیں ہوسکتی، کیوں کہ جو مالک کی حلاوتِ ایمانی کا مزہ پا گیا وہ تو بس مست ہوگیا، جس کو اللہ تعالیٰ کی مستیاں اور حلاوتِ ایمانیاں ملتی ہیں وہ ان حسینوں کے فرسٹ فلور کو نہیں دیکھتا جو گراؤنڈ فلور میں اِن (in) کرتا ہے، لہٰذا نظر نہ ڈالنا اتنا آسان عمل ہے کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو، اور دیکھنے سے سوائے پریشانی کے کچھ نہیں پاتے۔ بولو آہ نکلتی ہے یا نہیں؟ زخمِ حسرت ملتا ہے کہ ہائے ہائے یہ مجھے مل جاتی، کیوں ہائے ہائے خریدتے ہو؟ آپ کے لیے مولیٰ کی یاد کافی نہیں ہے جو حرام تلاش کرتے ہو؟ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ[۳۲] کی آیت نہیں پڑھتے کہ تمہاری حیات کو پُر بہار اور رنگین کرنے کے لیے تمہارا مولیٰ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟ اختر کا شعر ہے ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

خالقِ بہار پر کوئی فدا ہو اور اس کے دل میں بہار نہ آئے؟ کیا کہوں بعض دوستوں کو ایک زمانہ گزر گیا، مگر ابھی تک حفاظتِ نظر کا جیسا حق ادا ہونا چاہیے ادا نہیں کیا۔ کوئی اس کو اپنے اوپر نہ سوچے، کلیہ بیان کرتا ہوں کہ ہم سب کو اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میری نظر یا میرا ہر لمحۂ حیات اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفادار ہے، مگر وفادار بننے کے لیے جان کی بازی لگانے کی توفیق اللہ سے مانگتا ہوں کہ اے خدا! ہماری جان آپ پر فدا ہو، مگر میں حرام مزے سے پناہ چاہتا ہوں، آپ ہی کی رحمت کی پناہ لیتا ہوں، ہمیں اپنے نفس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور آپ کو اختر کے اس طریقۂ سلوک سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ولایت ملے گی اور ولایت بھی اولیائے صدیقین کی انتہا والی ملے گی ان شاء اللہ، معمولی درجے کی دوستی نہیں ملے گی۔ اولیائے صدیقین کی جو خط انتہا ہے نظر بچانے کے غم سے آپ وہاں پہنچیں گے، ان شاء اللہ اور آپ کی برکت سے لاکھوں اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔ جن لوگوں نے ابھی تک اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی نہیں لگائی، کبھی کبھی نظر سے چوری بھی کرتے ہیں تو ہمیں بتاؤ کہ ان کی چوریوں کا انہیں کیا انعام ملا؟ یہ گورے گال آپ کو گندی جگہ لے جائیں گے، ایسے گالوں کو مت دیکھو جو تمہیں گندے مقامات میں اِن (in) کردیں اور مقامِ گو میں لے جائیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہم کو آبرو بخشی ہے کہ نظر کی حفاظت کرو، لہٰذا بہادر مت بنو کہ نظر بازی سے تم ولی اللہ رہوگے، اس بہادری سے توبہ کرو اور اللہ پر مرنا سیکھو۔ اختر کو بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں اپنے اور آپ کے نفس کو اللہ کی رحمت کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ

۳۲؎ الزمر: ۳۶

کی رحمت اور توفیق کے سائے کے سپرد کرتا ہوں کہ اللہ ہماری بھی حفاظت فرمائے اور آپ سب کی حفاظت فرمائے، لیکن دل میرا چاہتا ہے کہ اس لذتِ قربِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا کے لطف سے آپ لوگ لطف اندوز ہوں، ورنہ حیات ایک دن ختم ہو جائے گی اور اس قربِ خدائے تعالیٰ سے محرومی کے ساتھ مروگے، اور ان لیلاؤں سے کچھ نہیں ملے گا، کوئی لیلیٰ قبر میں نہیں جائے گی اور زندگی میں پا بھی جائے گا تو کیا ملے گا؟ یہ سب مرنے والی لاشیں ہیں، مولیٰ مولیٰ ہے، لیلیٰ لیلیٰ ہے۔

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی
ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں
جن سے اختؔر مجھے راہِ مولیٰ ملی

بس اللہ کے کرم ہی سے راستہ طے ہوتا ہے۔ کوئی دن ناغہ نہیں جاتا کہ اختر یہ دعا نہ کرتا ہو کہ اے خدا! اختر کو، میری ذُرِّیات اور میرے احباب کو اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچا دے۔ میری یہ دعا بلاناغہ ہے اور سارے عالم میں ہے، یہاں تک کہ ہوائی جہاز پر بھی اس دعا کی توفیق ہوتی ہے، بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، یہ معمولی نعمت نہیں ہے، جب یہ نعمت پاؤ گے تب مزہ آئے گا، یہ بات ایسے سمجھ میں نہیں آتی، مولیٰ کی لذتِ بے مثل کو کوئی کیا جانے، ہم کس چیز سے تشبیہ دیں؟ اس سے تو مثلیت ثابت ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بے مثل ہوں، میرا کوئی ہم سر نہیں وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

کُفُوًا نکرہ تحت النفی ہے، تو لذتِ بے مثل کے بیان کے لیے کوئی لغت نہیں ہے۔ اللہ ہمارے دلوں کو اپنے قرب کی دولت دے دے تب ہمیں پتا چلے گا کہ اس کے سامنے سلاطین کے تخت و تاج کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیلائے کائنات کے نمکیات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ کے سامنے سب مردہ ہیں۔ جن کا انجام مردہ ہے عین عالمِ شباب میں بھی اس کے اندر مردہ ہونے کے اثرات ہوتے ہیں، املی کے پودے والی مثال سمجھ جائیں، املی کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے، لیکن ابھی سے اس کے پتوں میں کھٹاس ہے تو جو مرنے والے ہیں ان کے عالمِ شباب میں بھی مردہ پن کا اثر ہوتا ہے، کیوں کہ مستقبل میں مرنے والے ہیں، ہر ماضی اور حال اپنے مستقبل کا ترجمان ہوتا ہے، تو سمجھ لو کہ مردوں سے دل لگاؤ گے تو دل میں مردہ پن آئے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو لا الٰہ کی قینچی ملی ہوئی ہے، جب دل میں غیر اللہ آئے فوراً لا الٰہ پڑھو اور نظر کی حفاظت کے ساتھ اللہ سے رونا شروع کر دو جیسے ماں بچے کو چپکائے ہوئے ہے، اگر کسی نے اس کی

ٹانگ کھینچی تو وہ ماں سے اور زیادہ لپٹ جاتا ہے تو جب ہمیں حسین اپنی طرف کھینچیں تو اور زیادہ اللہ سے چپک جاؤ اور اس کے بعد ماں بھی اس کو دبوچ لیتی ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی شرارت کرے، ٹانگ کھینچے تو بچہ کیا کرتا ہے؟ چلّاتا ہے کہ اماں بچاؤ! یہ مجھ کو آپ سے دور کر رہا ہے، جب غیر اللہ ہمیں اللہ سے دور کرے تو اللہ سے رونا شروع کرو کہ اے خدا! ہماری حفاظت فرما، استقامت علی التقویٰ نصیب فرما، کیوں کہ یہ حسین ہماری ٹانگ کھینچ رہے ہیں۔ میرے اس دردِ دل کو اللہ سارے عالم میں پھیلا دے اور ایک گروہِ عاشقاں عطا فرما دے کہ سفر میں اختر کے ساتھ رہے، کیوں کہ اکیلے سفر کرنے سے دل گھبراتا ہے، اللہ کے عاشقوں میں رہنا اختیاری مضمون نہیں ہے، کمپلسری ہے، لازمی ہے، دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی نماز واجب فرما دی کہ اکیلے اکیلے رونے کی نعمت کو اہمیت مت دو، تنہائی کی عبادت بھی نعمت ہے مگر پانچوں وقت میرے عاشقوں سے ملا کرو، وجوبِ جماعت کی یہی دلیل ہے کہ گروہِ عاشقاں کی زیارت نعمتِ عظمیٰ ہے اور یہ اختیاری نہیں ہے، واجب ہے، کمپلسری ہے ورنہ غمِ عاشقاں سے محروم ہو جاؤ گے اور کمتری میں مبتلا ہو جاؤ گے اور برتری نہیں پاؤ گے اور میری اس بات کو سرسری مت سمجھنا۔ اور نمازِ پنجگانہ کے بعد نمازِ جمعہ کے اجتماع میں میرے عاشقوں کی اور بڑی تعداد سے ملو، پھر عید، بقرہ عید میں اور بڑی تعداد سے ملو، اور حج کرنے جاؤ تو بین الاقوامی عاشقوں سے ملو اور پھر جب جنت میں آؤ گے تو ہم وہاں بھی تمہیں یہی کہیں گے کہ جنت کی نعمت کی طرف رُخ بھی نہ کرنا **فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ** پہلے میرے عاشقوں سے ملو پھر جنت کی نعمت کا استعمال کرو، کیوں کہ میرے عاشقین عاشقِ منعم ہیں، پہلے عاشقِ منعم سے ملو پھر نعمت کو درجۂ ثانوی رکھو۔ بتاؤ! ایک شخص عاشقِ منعم ہے، ایک عاشقِ نعمت ہے، کس کا درجہ افضل ہے؟ اس لیے **فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ** کو اللہ نے مقدم کیا **وَ اشۡکُرُوۡا لِیۡ** پر، شکر پر ذکر کو مقدم فرمایا۔

ذکر کا حاصل نعمت دینے والے پر فدا ہونا ہے، اور آدمی شکر تب کرتا ہے جب کچھ کھاتا پیتا ہے، سموسہ پاپڑ کھاتا ہے، تو شکر نعمت میں مشغول ہونا ہے اور ذکر نعمت دینے والے میں اشتغال رکھنا ہے۔ پس عربی عبارت تفسیر روح المعانی کی یہ ہے:

اِنَّ اللہَ تَعَالٰی قَدَّمَ ذِکۡرَہٗ عَلٰی شُکۡرِہٖ لِاَنَّ حَاصِلَ الذِّکۡرِ الۡاِشۡتِغَالُ بِالۡمُنۡعِمِ وَحَاصِلَ الشُّکۡرِ الۡاِشۡتِغَالُ بِالنِّعۡمَۃِ فَالۡاِشۡتِغَالُ بِالۡمُنۡعِمِ اَفۡضَلُ مِنَ الۡاِشۡتِغَالِ بِالنِّعۡمَۃِ[۳۳]

---

۳۳ روح المعانی:۱۹/۲، البقرۃ(۱۵۲)، داراحیاءالتراث، بیروت/ ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاتہ تعالیٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمتہٖ والاشتغال بذاتہ تعالیٰ اولیٰ من الاشتغال بنعمتہٖ

ایک شخص نعمت دینے والے میں مشغول ہے اور ایک شخص ایک نعمت کھارہا ہے، بتاؤ کس کا درجہ زیادہ ہے؟ لیکن نعمت کا استعمال اس لیے ہے تاکہ نعمت دینے والے کا ذکر کرو تو وہ بھی ذکر میں شامل ہوجائے، روٹی بھی اگر ہم اس نیت سے کھائیں کہ ذکر کی طاقت پیدا ہو تو ہماری روٹی بھی ذکرِ الٰہی میں شامل ہے۔

۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعۃ المبارک

مجلس بعد نمازِ فجر، مسجد حمزہ، لینیشیا

آیت حَسْبِیَ اللہُ... الخ کا عاشقانہ ترجمہ و تشریح

ارشاد فرمایا کہ حَسْبِیَ اللہُ کا ترجمہ ہے کہ صرف اللہ ہی مجھے کافی ہے۔ حَسْبِیَ اللہُ اصل میں تھا اَللہُ حَسْبِیْ کیوں کہ مبتدا مقدم ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں خبر کو مقدم فرمایا۔ کیوں؟ تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ جس کا حق تاخیر کا تھا اُس کو مقدم کرنے سے معنیٰ حصر کے پیدا ہوجاتے ہیں، لہٰذا حَسْبِیَ اللہُ کا ترجمہ ہوگا کہ صرف اللہ مجھے کافی ہے۔ اگر کوئی صرف نہ لگائے تو ترجمہ غلط ہوجائے گا، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا لغوی ترجمہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لیکن اس کا عاشقانہ ترجمہ کرتا ہوں کہ ان کے سوا ہمارا کون ہے؟ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ یہاں بھی عَلَیْهِ کو مقدم فرماکر تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ ہے جس سے حصر کے معنیٰ پیدا ہوگئے کہ میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا۔ اور اللہ میاں یہ کیوں سکھارہے ہیں کہ مجھ پر بھروسہ کرو؟ آگے اس کی وجہ بیان فرمارہے ہیں وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ[۳۴] تاکہ کافروں کو پتا چل جائے کہ مسلمانوں کا اللہ پر بھروسہ بے سبب نہیں ہے۔

ہماری آہ و فغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں
ہمارے زخم سیاق و سباق رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ سکھارہے ہیں کہ اس کی وجہ بیان کرو، تاکہ دنیائے کفر کو معلوم ہوجائے کہ مسلمان اللہ پر کیوں بھروسہ کرتے ہیں؟ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کہو کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ عرشِ عظیم کا رب ہے، جتنے فیصلے ہوتے ہیں بیماری، تندرستی، امیری، غریبی، ذلت، عزت، موت و حیات جو کچھ بھی زمین پر فیصلے آتے ہیں

۳۴؎ التوبۃ:۱۲۹

عرشِ عظیم سے آتے ہیں کہ وہ مجاری قضا ہے یعنی فیصلے جاری ہونے کی جگہ ہے۔ مجریٰ کے معنیٰ ہیں جاری ہونے کی جگہ، مجریٰ کی جمع مجاری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ پورے عالم میں جو فیصلہ آتا ہے وہ وہاں سے آتا ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ تم سارے عالم میں اعلان کردو کہ جہاں سے فیصلے آتے ہیں ہم نے وہاں سے اپنا رابطہ اور کنکشن کرلیا ہے، لہٰذا جب ربِّ عرشِ عظیم پر ہم بھروسہ کریں گے تو چوں کہ فیصلے وہیں سے ہوتے ہیں، اس لیے پھر ہمارے حق میں فیصلے ہوں گے، کیوں کہ سارے عالم کی پرورش کے احکام بھی وہیں سے نازل ہوتے ہیں، لیکن خود عرشِ اعظم بھی اپنی تربیت میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، اس لیے خالقِ عرشِ عظیم اور مالکِ عرشِ عظیم نہیں فرمایا، رب فرمایا کہ عرشِ اعظم بھی میری تربیت کا محتاج ہے، ہماری شانِ ربوبیت سے وہ خارج نہیں ہے، اور عرشِ اعظم جنت کی چھت ہے اس لیے اللہ کی عظمت کے وزن سے عرشِ اعظم سے ایک آواز آتی ہے، وہ آواز اہلِ جنت سنیں گے، اور جو لوگ اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کو جنت سے پہلے ہی میدانِ محشر میں عرشِ اعظم کا سایہ مل جائے گا، کیوں کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان فرمائیں گے اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ[۳۵]۔ اَلْمُتَحَابُّوْنَ میں الف لام معنیٰ میں اَلَّذِیْن کے ہے۔ عربی گرامر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اسم فاعل کا الف لام معنیٰ میں اسم موصول کے ہوتا ہے، تو اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ کے معنیٰ ہوئے کہ اَیْنَ الَّذِیْنَ یَتَحَابُّوْنَ فِیَّ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ ان کی زبان ایک نہیں تھی، علاقے ایک نہیں تھے، قومیت ایک نہیں تھی، خاندان ایک نہیں تھا، لیکن صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ لوگ میرے عرش کے سائے میں آجائیں۔ تو معلوم ہوا کہ اہلِ جنت کو جنت میں عرشِ اعظم کا جو سایہ ملے گا وہ سایہ اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کو میدانِ محشر ہی میں مل جائے گا اور ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ تو جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ کیسی عجیب و غریب بات اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوئی کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سورج سوا نیزے پر ہوگا اور کھوپڑیاں پک جائیں گی، حساب دینے والے پسینے پسینے ہوجائیں گے، لیکن اللہ سے محبت کرنے والوں کو اللہ سایۂ عرش عطا فرمائیں گے، یہاں حساب نہیں ہوگا۔ یہی دلیل ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ حَسْبِیَ اللہُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کا ترجمہ و تشریح ہوگئی۔

۳۵؎ مسند الطیالسی: ۹۶/۴، باب ما روی سعید بن یسار، دار ھجر لطباعۃ النشر والتوزیع

جمعہ کے چھ اعمال اور ان کی عظیم الشان فضیلت

ارشاد فرمایا کہ آج جمعہ کا دن ہے، اس لیے جمعہ کے دن کے چھ اعمال پیش کرتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن چھ عمل کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو مسجد جاتے وقت ہر قدم پر ایک سال نفل نمازوں کا اور ایک سال نفل روزوں کا ثواب دے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی کا گھر پچاس قدم پر ہے تو پچاس سال کی نفلی نمازوں کا ثواب اور پچاس سال کے نفلی روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور عمل بہت آسان ہے: ۱) غسل کرنا۔ ۲) مسجد جلد جانا، مگر اتنا جلد نہ جائے کہ بعد میں پیشاب لگ جائے اور درمیان میں اٹھ کر جانا پڑے۔ اپنی صحت اور قوتِ برداشت کو ضرور دیکھیں۔ اب اگر ایک آدمی کمزور ہے یا اس کو گیس کی بیماری ہے یا پیشاب بار بار آتا ہے تو اتنا پہلے نہ جائے کہ جب خطبہ شروع ہو تو اس کو پیشاب لگ جائے۔ جلدی جانا تو نفل تھا اور خطبہ سننا واجب تھا تو نفل کے لیے واجب خطرے میں پڑ گیا، اس لیے اپنا تحمل دیکھیے۔ اس لحاظ سے اتنا پہلے جائیے کہ فرض اور واجب میں خلل نہ پڑے۔ ۳) مسجد پیدل جانا تاکہ ہر ہر قدم پر ایک سال نفل نمازوں کا اور ایک سال نفلی روزوں کا ثواب ملے۔ پیدل جانے سے قدم بنتے ہیں، لیکن اگر ضعیف العمر ہے اور پیدل جانے میں تکلیف ہوتی ہے تو اللہ کریم ہے موٹر پر جانے سے بھی وہ اتنا ثواب دے دے گا جتنے مسجد تک قدم بنیں گے۔ ۴) امام کے قریب بیٹھنا۔ جب جلد جائے گا تو امام کے قریب جگہ ملے گی اور وہاں بیٹھ جائے گا۔ اگر دیر سے جائے تو امام کے قریب بیٹھنے کے لیے لوگوں کی گردن کو پھلانگ کر جانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ ۵) خطبہ کو غور سے سننا۔ سمجھے یا نہ سمجھے غور سے سنے۔ یہ نہیں کہ خطبہ ہو رہا ہے اور یہ ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے، ہر ایک کا جائزہ لے رہا ہے کہ کون آیا کون نہیں آیا، یہاں مردم شماری کا سسٹم نہیں ہے۔

استنبول ہم لوگ گئے تو وہاں کی عورتیں مختلف ڈیزائن کی عریانیوں میں مبتلا تھیں، تو میں نے دوستوں سے کہا کہ خبردار! کسی عورت کی طرف نہ دیکھنا، ورنہ آپ لوگوں کو شیطان ایک دھوکا دے گا کہ یہاں عورتوں کا جو لباس ہے اس میں کس قدر عریانی اور ننگا پن ہے، کسی کا گھٹنہ تک ننگا ہے، کوئی آدھی ران کھولے ہوئے ہے، کوئی چڈی پہنے ہوئے ہے، تو شیطان کہے گا کہ تو یہاں عورتوں کے لباس اور ان کی عریانیاں اور ننگا پن اور مختلف قسم کے فتنوں کو دیکھ لے، تاکہ اپنے ملک میں جب منبر پر لوگوں کو دین کی دعوت دینا تو یہاں کی عورتوں کی عریانیت کے مختلف ڈیزائن پیش کر کے اُمت کو ان سے بچنے کی تاکید کرنا تو اس سے لوگوں کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکا ہے، لہٰذا شیطان کے دھوکے میں نہ آنا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حسن کا

ریسرچ آفیسر نہیں بنایا ہے۔ بس دُم دبا کے نظر نیچی کر کے بچ جاؤ، خیریت اسی میں ہے۔ یہ بات لندن اور جنوبی افریقہ کے علماء کرام نے جو میرے ساتھ تھے بہت پسند کی کہ واقعی شیطان بہکاتا ہے کہ جناب یہ خالی چڈی پہنے ہوئے ہے، اس کا گھٹنہ کھلا ہوا ہے، ان کا دماغ خراب ہے کہ اس ملک کا تو عجیب حال ہے۔ جب ہم اس کو بیان کریں گے تو اگر وہ لوگ یہاں آئے تو ان کو نگاہ بچانے میں آسانی ہوگی۔ میں نے کہا کہ اس نیت سے دیکھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حسن کی ریسرچ کے لیے نہیں بنایا ہے۔ سب کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نظر بچاؤ۔

میں جمعہ کے دن کے چھ اعمال بتارہا تھا: ۱) غسل کرنا۔ ۲) مسجد جلد جانا۔ ۳) پیدل جانا۔ ۴) امام کے قریب بیٹھنا۔ ۵) خطبہ غور سے سننا۔ ۶) لغو کام یعنی فضول حرکت نہ کرنا۔[۳۶] بعض لوگ خطبہ کے دوران فضول حرکتوں میں لگے ہوتے ہیں، کوئی چٹائی کو دیکھ رہا ہے، کوئی دیوار پر لگے ہوئے کتبے دیکھ رہا ہے، کوئی ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو صرف خطبہ سننا چاہیے۔ خطبہ میں امام کو حق ہے کہ وہ اپنے خطبہ کے دوران کوئی نصیحت کردے، مگر مقتدیوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کو نصیحت بھی کریں۔ ان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے یہاں تک کہ دعا مانگنا بھی جائز نہیں، آمین کہنا بھی جائز نہیں، دل میں کہہ سکتے ہو زبان کو حرکت نہ دو۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے **اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا کَلَامَ**[۳۷] جب امام خطبہ کہے تو زبان سے نہ درود شریف پڑھنا جائز ہے نہ نماز اور نہ ہی کسی قسم کا کلام جائز ہے۔

آج جمعہ کا دن ہے اور جمعہ کے متعلق ایک حدیث کا سبق مل گیا اور یہ ایسی حدیث ہے کہ صحاح ستہ میں سے چار ائمہ امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابنِ ماجہ نے اس کو نقل کیا۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ایسی صحیح حدیث جو ثواب کی ایسی عظیم فضیلت پر مشتمل ہو ہم نے ذخیرۂ احادیث میں نہیں دیکھی۔

جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت

اور جمعہ کے متعلق ایک اور حدیث سناتا ہوں:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ[۳۸]

۳۶؎ مرقاة المفاتيح: ۴۳۶/۳، باب التنظيف والتبكير للجمعة، دار الكتب العلمية، بيروت

۳۷؎ ردالمحتار على الدر المختار: ۳۸/۳، باب الجمعة، عالم الكتب، الرياض

۳۸؎ كنز العمال: ۷/۷۱۹ (۲۱۰۸۳) فصل فی فضائل الجمعة والترغيب فيها، مؤسسة الرسالة

کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں موت آجائے، مگر اللہ تعالیٰ اس کو فتنۂ قبر سے بچالے گا۔ جو جمعہ کے دن مرے گا یا جمعہ کی رات میں دونوں کا درجہ برابر ہے، اس میں دن اور رات کی الگ فضیلت نہیں بیان کرنا چاہیے، کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت دونوں کے لیے استعمال کی ہے کہ چاہے رات میں انتقال ہو چاہے دن میں دونوں برابر ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدث عظیم مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ **مَا مِنْ مُّسْلِمٍ** میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے **مِنْ** کا جو اضافہ فرمایا اس اضافہ میں کیا راز ہے؟ فرماتے ہیں: **فَيَشْمَلُ الْفَاسِقَ** (المرقاۃ) یعنی **فَيَدْخُلُ فِيْ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ الْمُؤْمِنُ الْفَاسِقُ** تاکہ نافرمان اور گناہ گار مسلمان بھی اس فضیلت میں داخل ہو جائیں۔ گناہ گاروں پر بھی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم اور مہربانی ہے کہ **مِنْ** داخل فرما کر اس فضیلت کو عام فرمادیا کہ چاہے ولی اللہ ہو یا گناہ گار ہو سب کو یہ فضیلت ملے گی، کیوں کہ اس فضیلت کا تعلق ذاتیات سے نہیں ہے جمعہ کے دن سے ہے، یہ جمعہ کے دن کی فضیلت ہے۔ آگے محدث عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد سوال اور عذاب ہے **فِتْنَةَ الْقَبْرِاَیْ عَذَابَهٗ وَسُؤَالَهٗ** قبر میں جو سوال ہوگا اور جو عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ نجات دیں گے۔ اور فرماتے ہیں کہ **وَالْحَدِيْثُ يَحْتَمِلُ الْاِطْلَاقَ وَالتَّقْيِيْدَ** اس حدیث میں احتمال ہے کہ یہ مطلق ہو یا صرف جمعہ سے مقید ہو۔ یعنی مطلق ہو کہ جو جمعہ کو مرے گا اس کو کبھی عذاب نہ ہوگا یا مقید ہو جمعہ سے کہ صرف جمعہ کو عذاب نہ ہو اور سنیچر سے عذاب شروع ہو جائے۔ تو پھر فیصلہ فرماتے ہیں کہ یہ مطلق حدیث ہے، قیامت تک اس سے سوال و جواب اور عذاب نہ ہو گا اور عبارت بھی کتنی مزے دار ہے:

وَهُوَ يَحْتَمِلُ الْاِطْلَاقَ وَالتَّقْيِيْدَ وَالْاَوَّلُ هُوَالْاَوْلٰى بِالنِّسْبَةِ اِلٰى فَضْلِ الْمَوْلٰى

اس حدیث کو مطلق رکھنا اولیٰ ہے مولیٰ کی مہربانی اور فضل پر نظر رکھتے ہوئے۔ اللہ کے فضل کا ظہور اس میں زیادہ ہے کہ قیامت تک عذاب نہ ہو اور ان کے فضل سے بعید ہے کہ جمعہ کے دن تو چھوڑ دیں اور سنیچر سے پٹائی شروع ہو جائے۔ پھر فرماتے ہیں کہ

لَيْسَ فِيْهِ مَدْخَلٌ لِّلْقِيَاسِ وَلَا مَجَالَ لِلنَّظَرِ فِيْهِ وَاِنَّمَا فِيْهِ التَّسْلِيْمُ وَالْاِنْقِيَادُ لِقَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۳۹]

۳۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۵/۳، باب الجمعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس حدیث کی فضیلت میں عقل کے گھوڑے مت دوڑاؤ، قیاس آرائی مت کرو، یہاں صرف تسلیم و اِنقیاد سے کام لو۔ وجہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، کیوں کہ آپ صادق بھی ہیں مصدوق بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اعتقاد کرنا فرض ہے، جو آپ نے فرمایا وہ سب ٹھیک ہے۔ پھر ایک عقلی دلیل محدث عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کعبہ شریف میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں، تو جب اللہ تعالیٰ کسی مکان کو فضیلت دے سکتا ہے تو وہ کسی زمان کو بھی فضیلت دے سکتا ہے۔ کعبہ ایک مکان ہے اور جمعہ ایک زمان ہے، لہٰذا فضیلتِ زمان پر کیا اِشکال ہے۔ اور جمعہ کے دن مرنے والے پر قبر میں مطلق عذاب اور سوال نہ ہونے کے لیے مزید دلیل پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو مسلمان جمعہ کے روز مرے گا اس کے لیے شہید کا اجر ہے اور شہداء سے کوئی سوال نہ ہوگا۔ اب ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق دیکھیے کہ اس دعویٰ کی دلیل میں دوسری حدیث پیش کرتے ہیں:

مَنْ مَّاتَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَیْلَةَ الْجُمُعَةِ اُجِیْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهِ طَابِعُ الشُّهَدَاءِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا وہ عذابِ قبر سے محفوظ ہوگا اور قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس پر شہیدوں کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ ایک اور حدیث اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ قیامت کے دن بھی اس سے کوئی حساب نہ ہوگا:

وَلَقِیَ اللهَ وَلَا حِسَابَ عَلَیْهِ ...الخ[۴۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان مرد یا مسلمان عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرجائے وہ عذابِ قبر اور فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا اور جب اللہ سے ملے گا تو اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ اللہ ہم سب کو جمعہ کی موت نصیب فرمائے، جمعہ کی موت ہم مانگ ہی سکتے ہیں، کیوں کہ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے علم میں برکت عطا فرمائے اور علم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، صحت و عافیت کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے ہم سب کو بلا استحقاق منتخب فرمائے۔

آپ چاہیں ہمیں ہے کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

---

[۴۰] مرقاۃ المفاتیح: ۴۱۵/۳، باب الجمعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اے اللہ! ہم سب کو صحت و عافیت، سلامتیٔ ایمان و سلامتیٔ اعضا کے ساتھ زندہ رکھیے اور سلامتیٔ ایمان اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ دنیا سے اُٹھایئے اور روح آسانی سے قبض فرمایئے اور تجلیاتِ خاصّہ کے مشاہدہ سے شاداں و فرحاں غزل خواں اپنے پاس بلایئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

۱۷/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، جمعۃ المبارک، بعد عشاء ساڑھے نو بجے

غیر اللہ سے دل کو پاک کرنا سلوک و تصوف کی روح ہے

ارشاد فرمایا کہ احسان منتقل ہوتا ہے اہل اللہ کے سینوں سے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احسان ملا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے، تو جس کو احسانی کیفیت کسی پیغمبر سے عطا ہو تو دوسرے اُمتی صحابہ کی کیفیتِ احسانی کو کیسے پاسکتے ہیں۔ تو سلوک کا حاصل بتارہا ہوں، کیوں کہ یہ مجمع مریدین اور سالکین کا ہے کہ اگر دل سے غیر اللہ کے نکالنے میں کوتاہی اور غفلت کی اور چوری چھپے کچھ کچھ حرام لذت کشید کرنے کی موش جیسی عادت ہے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود

اگر چمگادڑ پیشاب و پاخانے کی نالیوں میں گھس کر پیشاب پیتا ہے اور پاخانہ کھاتا ہے تو ہم کو کوئی تعجب نہیں ہے ؎

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

لیکن جس باز نے بادشاہ کو دیکھا ہوا ہے اس ظالم کو کیا ہوگیا کہ بازِ شاہی ہو کر وہ موش بنا ہوا ہے۔ تو مرید کے معنٰی یہ ہوئے کہ اب وہ بازِ شاہی یعنی شاہبازی سیکھنا چاہتا ہے، اور شاہبازی اپنے شیخ سے آئے گی، شاہبازی کرگسوں سے نہیں آئے گی، لیکن شیخ بھی بازِ شاہی اور شاہ بازی کے مقام کو سمجھتا ہو۔ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو ؎

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم

میں شیخ مرشد شمس الدین تبریزی کے فیض سے بازِ سلطان بن چکا ہوں، فارغ از مردارم اب میں مرنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر کو نہیں دیکھتا کہ ان کی ناک کی اُٹھان کیسی ہے، گال کیسے ہیں، آنکھیں رسیلی ہیں نشیلی ہیں نوکیلی ہیں اور دوکیلی ہیں ؎

باز ِ سلطانم گشتم نیکو پیم

میں بازِ سلطان بن چکا ہوں اور اللہ کی رحمت سے نیک کردار ہوچکا ہوں اور مردہ کھانے سے فارغ ہوچکا ہوں یعنی مرنے والی ٹیڈیوں سے اور ٹیڈوں سے، لڑکیوں سے اور لڑکوں سے، تمام بتوں سے اب میری نظر صاف ہوچکی ہے۔ جلال الدین رومی مردار کھانے سے فارغ ہوچکا ہے، کرگسیت ختم ہوچکی ہے ؎

فارغ از مردارم و کرگس نیم

اب میں کرگس نہیں ہوں کہ ٹیڈیوں اور حسینوں کے چکر میں رہوں کیوں کہ ان کا فرسٹ فلور آپ کو ان کے گراؤنڈ فلور میں اِن (in) کردے گا، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے غلاموں کی آبرو کو نقصان پہنچے، اس لیے فرسٹ فلور ہی کو دیکھنے کو حرام فرمادیا، تاکہ گراؤنڈ فلور میں کبھی ان کی نظر نہ جائے، غضِ بصر کے حکم سے اصل میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا ہے **یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ**[۴۱] آگے آرہا ہے کیوں کہ تمہاری شرمگاہیں محفوظ رہیں گی تو تم باعزت رہوگے، لہٰذا فرسٹ فلور ہی کو مت دیکھو تاکہ اس کی نوبت ہی نہ آئے کہ تم ناف کے نیچے پیشاب اور پاخانہ کے مقامات میں عبور اور مرور کرکے حرام سرور حاصل کرو اور جب تمہاری آبرو کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوں گے، کیوں کہ جیسے باپ چاہتا ہے کہ میرے بچے باعزت رہیں اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے باعزت رہیں۔

نصیبِ اولیاء کیسے حاصل ہو؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی اس کی ذاتی نہیں ہے **نُوۡرُ الۡقَمَرِ مُسۡتَفَادٌ مِّنۡ نُّوۡرِ الشَّمۡسِ** چاند کی روشنی مستنیر اور مستفید ہے سورج کی روشنی سے، لیکن جب وہ روشن ہوجاتا ہے تو منیر بھی ہوجاتا ہے، روشنی بھی دیتا ہے تو سالک اور مرید کا دل اللہ تعالیٰ کی ذات اور تجلیات سے مستنیر رہتا ہے، لیکن جب چاند اور سورج کے درمیان زمین کا کرہ حائل ہوتا ہے تو جتنا حائل ہوتا ہے اتنا چاند بے نور اور اندھیر رہتا ہے اور جب پورا گولا آجاتا ہے تو چاند پورا بے نور ہوجاتا ہے، جتنا جتنا زمین کا گولا حائل ہوتا جاتا ہے اندھیرا بڑھتا ہے اور جس دن زمین کا گولا سورج اور چاند کے درمیان سے بالکل نکل جاتا ہے چاند پورا روشن ہوجاتا ہے، تو جن لوگوں نے اپنے نفس کو مٹانے میں جان کی بازی لگادی وہ خوش نصیب ہیں اور جنھوں

---

[۴۱] النور:۳۰

نے جان کی بازی نہیں لگائی یہ خوش نصیب نہیں ہیں، یہ بندے کی بد نصیبی ہے کہ وہ اللہ پر مرنے سے کتراتا ہے کہ سب کی سب بُری خواہش کو کیسے ختم کروں، تھوڑی سی حرام لذت بھی کشید کرتے رہو، یہ نصیبے والے نہیں ہیں، ان کو نصیبِ دوستاں اور نصیبِ اولیاء حاصل نہیں ہے۔ جو جان کی بازی لگا کر اپنے قلب کے پورے دائرے کو نفس کی حیلولت سے محفوظ کرلیں پھر ان کا قلب من وعن، مِنَ الْبِدَایَۃِ اِلَی النِّھَایَۃْ چاند کی طرح روشن ہو جاتا ہے، نفس کی حیلولت کو ختم کرنے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں کہ جان دے دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت کشید نہیں کریں گے، یہ ہے نصیبِ دوستاں۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ والوں کا نصیبہ مل جائے تو ہمت سے کام لو جو اللہ نے آپ کو دی ہے، ہمت چور مت بنو، مالک پر مرنا اپنے جینے کی ضمانت کا انتظام کرنا ہے، اللہ پر مرنا اپنے جینے کا سامان کرنا ہے۔ جو حیات خالق پر فدا ہوتی ہے تو وہ ایسی حیات یافتہ ہوتی ہے جس کی صحبت سے دوسروں کو حیات ملتی ہے۔

اللہ کے راستے کا غم جانِ حیات ہے

کائنات کے حمقاء سمجھتے ہیں کہ صوفیوں کو کیا ملے گا؟ ٹیڈوں کو بھی نہ دیکھو اور ٹیڈیوں کو بھی نہ دیکھو، ہر حرام لذت سے بچو تو پھر دنیا میں کیسے رہیں گے؟ تصوف کو بعض بے وقوف غارت گرِ حیات سمجھتے ہیں۔ اس پر میرا شعر ہے؎

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات
میری نظر میں غم ترا جانِ حیات ہے

بے وقوف دنیا والے سمجھتے تھے کہ مولویوں کو، صوفیوں کو، اللہ کے عاشقوں کو کیا ملے گا؟ یہ کالی کو دیکھیں نہ گوری کو دیکھیں تو کیا دیکھیں پھر؟ ارے ظالمو! یہ اپنے مولیٰ کو دیکھیں گے جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، یہ اس مولیٰ کی تلاش میں ہیں۔ ان کے قلب میں تقویٰ کی برکت سے، نظر بچانے کا غم اُٹھانے کی برکت سے، شکستِ دل، شکستِ آرزو اور خونِ تمنا کی وجہ سے جب وہ مولیٰ آئے گا تو تمہارے جیسے کتنے ان کی جوتیاں اٹھائیں گے، پیر دبائیں گے اور ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہو گا۔

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات

کائنات سمجھتی ہے کہ یہ تقویٰ وغیرہ غارت گرِ حیات ہے، مولیٰ کا عشق غارت گرِ حیات ہے، ان کو تو کوئی مزہ ہی

نہیں آتا، لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ جب دل میں اللہ آتا ہے تو دونوں جہاں کی لذت سے زیادہ مزہ آتا ہے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

لہٰذا اپنے قلب سے تمام غیر اللہ کو نکال دیں۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

جو اللہ کے لیے اتنا غم اٹھائے گا تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ وہ اس کے دل کا پیار نہیں لیں گے؟ جو بچہ اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لیے غم اُٹھاتا ہے ماں باپ اس کا پیار لیتے ہیں یا نہیں؟ اور نافرمان بچے کو جوتے مارتے ہیں۔ تو جو نافرمانی سے حرام لذت کشید کرتا ہے اس کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے نظر تو نہیں آتے، مگر اس کے قلب پر اللہ سے بُعد اور لعنت کے جوتے پڑتے رہتے ہیں، وہ پاگل کتے کی طرح تڑپتا رہتا ہے، اس کو ایک پل چین نہیں ملتا۔ اسی لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی محبتیں چند دن کی ہوتی ہیں۔ میرا شعر ہے۔

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

یہ محبت پھر نفرت وعداوت میں کنورٹ (Convert) یعنی تبدیل ہوجاتی ہے، دیکھا آپ نے میرا ابنوٹ! یہ محبت جو آنکھوں سے اور چہرے کی بناوٹ سے ہے چند دن کے بعد جب جغرافیہ بدل جائے گا تو یہ محبت نفرت وعداوت سے بدل جائے گی، روئے زمین پر ہمیں آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جس کو حسنِ مجازی میں ہمیشہ وفا ملی ہو، جب چہرہ بدل گیا سب بھاگ گئے۔

جب ملائم خاں خشب خاں ہوگئے
سارے عاشق پھر کھسک خاں ہوگئے

سرحد کے خان لوگ اس شعر سے بہت مزہ لیتے ہیں، خشب کے معنیٰ ہیں لکڑی یعنی بڑی عمر ہوگئی تو اعضا سخت ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ کیسے دل کا پیار لیتے ہیں؟ اس پر بھی میرا ایک شعر ہے کہ جب نظر بچا کر دل ٹوٹا تو ٹوٹے ہوئے حسرت زدہ دل کو اللہ کا پیار کیسے ملتا ہے۔

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

یہ اختر کا شعر ہے، اسے عمل کی نیت سے خوب غور سے سنو، واللہ! کہتا ہوں ورنہ پچھتاؤ گے، اور جو میری رفاقت میں رہتے ہیں ان سے کہتا ہوں۔

مری آہ کو رائیگاں کرنے والو
مرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

بات برائے بات سننے والو! میری یہ آہِ دل برائے عمل سنو، اللہ نے کس قدر طویل عرصہ مجھے بزرگوں کے ساتھ رکھا، سمجھ لو کہ میری آدھی زندگی اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاتے گزر گئی، میرے دردِ دل کو رائیگاں مت کرو، ورنہ اِن ہی حسینوں کے چکر میں رہو گے اور ایک دن موت آجائے گی، اور جب پیشاب اور پاخانے کے مقامات پر لعنتی حیات لے کر خدا کے سامنے پیش ہو گے تو اللہ پوچھے گا کہ تم نے زندگی کہاں استعمال کی؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ جن کا قلب غیر اللہ سے پاک ہو گیا اور مولیٰ دل میں آگیا ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوتا ہے، اور جنہوں نے مولیٰ کو یاد کیا مگر لیلیٰ کو بھی نہیں چھوڑا تو ان کے چہرے پر دھوپ بھی رہتی ہے اور سایہ بھی رہتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہاں دھوپ بھی ہو اور سایہ بھی ہو وہاں مت بیٹھو۔ تو اسی طرح گناہ گار زندگی اور اللہ والی زندگی کو مخلوط مت کرو، ہمت کر کے اندھیروں کو بالکل مٹادو، ایسی حیات اچھی نہیں ہے کہ کچھ گناہ کر کے حرام مزہ بھی لے لیا اور کچھ اللہ اللہ کر کے اللہ کا نور بھی لے لیا، تو انوار اور ظلمت دونوں کو جمع مت کرو، جب قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے گا اور دل میں اللہ ہی اللہ ہو گا تو چہرہ پورا پورا ترجمانِ مولیٰ ہو گا جیسے چودہ تاریخ کا چاند ہوتا ہے، اس کا دل چودہ تاریخ کے چاند کی طرح روشن ہوتا ہے، اس کے قلب سے نفس کی حیلولت ختم ہو جاتی ہے پھر وہ حق تعالیٰ کی ذات سے مستنیر رہتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو منیر بھی ہوتا ہے، جس کا قلب حیلولتِ نفس کی وجہ سے پورا مستنیر نہیں ہوتا وہ منیر کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کا قلب نفس کی سازشوں اور آویزشوں اور آمیزشوں اور ریزشوں سے حرام لذت کو درآمد کرتا ہے تو ایسا حاملِ ظلماتِ معاصی قلب کیسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور جلوؤں سے مستنیر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ہمت سے کام لو، اگر کبھی خطا کا صدور ہو جائے تو اللہ سے اتنا روؤ کہ پھر قلب مجلّٰی و مصفّٰی ہو جائے۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ سے معصیت کا صدور ہی نہ ہو، یہ میں نہیں کہتا، کیوں کہ یہ صرف پیغمبروں کے لیے ہے کہ جن سے کبھی خطا صادر نہ

ہو، لیکن ہم سے اگر خطا صادر بھی ہو تو اس کو عادت نہ بناؤ، گناہ کو اوڑھنا بچھونا مت بناؤ کہ جب تک حسین کو نہ دیکھو کھانا ہی نہ ہضم ہو۔ معلوم ہوا کہ آج تو بالکل اداس بیٹھے ہیں، کیوں کہ کوئی حرام نمک نہیں چکھا، یہ شخص غذائے حرام کا عادی ہے، احیاناً خطا ہو جائے تو صدورِ خطا کے بعد استغفار و توبہ سے صاحبِ عطا ہو جاؤ، خَطَّاءُوْنَ تھے تو توبہ کی برکت سے خَيْرُ الْخَطَّابِيْنَ ہو جاؤ، اپنے نام کے ساتھ خیر لگوالو اور ترکیب اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے مضاف الیہ نہیں ہوتا، لہٰذا آپ خیر ہی خیر ہیں جیسے جَاءَ غُلَامُ زَيْدٍ میں غلام مقصود ہے یا زید؟ غلام کی مجیئت (غلام کا آنا) بیان کرنا مقصود ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شرائطِ اربعہ کے ساتھ توبہ کرلیتے ہیں وہ خیر الخطائین ہو جاتے ہیں، لہٰذا گناہ سے الگ ہو کر، ندامت کے ساتھ، آہ وزاری کے ساتھ اور عزمِ تقویٰ کے ساتھ اِستغفار و توبہ کرکے پاک صاف ہو جاؤ تو پھر خَيْرُ الْخَطَّابِيْنَ[۴۲] ہو جاؤ گے، لیکن کوشش کرو کہ کم سے کم خطا ہو۔ خطا کرنا اور ہے خطا ہو جانا اور ہے، گٹر میں گرنا اور ہے گرانا اور ہے، گٹر میں اپنے کو گرا کر دامِ لذت کشید کرنا اور ہے اور احیاناً بشریت سے مغلوب ہو کر نظر پڑنا اور ہے اور فوراً نظر ہٹا کر اللہ سے استغفار و توبہ اور ندامت کے ساتھ معافی مانگ لو، تو قلب جس درجہ حیلولتِ نفس کو الگ کرے گا اسی درجہ مستنیر ہو گا اور چودہ تاریخ کے چاند کی طرح پورا کا پورا روشن ہو گا اور وہ خود منیر ہو گا پھر اس کے الفاظ میں، اس کے چہرے میں فرق آجائے گا، اس کا چہرہ ترجمانِ قلب ہو گا اور قلب میں مولیٰ کی تجلیات ہوں گی، تو اس کا چہرہ بھی ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ ہو گا، اس کے چہرے پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ ہوں گی، کیوں کہ ہر وقت غم اُٹھا رہا ہے مگر چوں کہ اللہ کے راستے کا غم ہے اس لیے گلستاں سے زیادہ عزیز ہے۔ جگرؔ کا شعر ہے ؎

بہت عزیز ہے مجھ کو اُن ہی کی یاد جگرؔ
وہ حادثاتِ محبت جو ناگہاں گزرے

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ[۴۳] جب اللہ کے راستے کا قید خانہ احب ہے تو پھر ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے؟ تو عرض کر رہا تھا کہ نظر کی حفاظت کا غمِ مسلسل آج کل کے عریانی کے زمانے میں مسلسل مجاہدہ ہے، لیکن پھر اللہ کی تجلیات کا مشاہدہ بھی متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ ہو گا۔ اب میرا شعر سنیے ؎

---

[۴۲] جامع الترمذی: ۲/۶۷، باب الاستغفار والتوبة، ایچ ایم سعید

[۴۳] یوسف: ۳۳

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

اب اس کا فیچر بھی سمجھ لیجیے۔ ایک ماں نے اپنے بچے سے کہا کہ بیٹا آج کل تمہیں پیچش ہے، کباب مت کھاؤ، اب دس بچے اس کو دِکھادِکھا کے کباب کھاتے ہیں، تو وہ اشکبار آنکھوں سے روتے ہوئے کہتا ہے کہ اماں آپ نے ہم پر پابندی عائد کردی، ماں اسے گود میں اٹھالیتی ہے اور غلبۂ رحمت سے اپنے دامن سے اس کے آنسو پونچھتی ہے، پیار کرتی ہے اور گال چومتے ہوئے کہتی ہے کہ بیٹا گھبراؤ مت، تم کچھ دن مجاہدہ کرلو پھر ہم تم کو خوب کباب کھلائیں گے۔ اس فیچر کے بعد اب میرے اس شعر کا مزہ آئے گا۔

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ذرا غم اٹھا کر تو دیکھو، اگر قلب میں اللہ کا پیار نہ محسوس کرو تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔ مگر اللہ کا پیار چھوڑ کر شیطان کا چماٹ مت لو، بد نظری کرنے والے کا شیطان لعنتی چمالیتا ہے، حرام لذت جب دل میں آتی ہے تو وہ شیطان کا چما ہوتا ہے، شیطان کا پیار ہوتا ہے، لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ کا مصداق ہوتا ہے، اس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ملتی ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۴۴] مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظر پر بھی لعنت کرتا ہے اور منظور پر بھی لعنت کرتا ہے، اور فرمایا کہ یہاں ناظر اور منظور کے متعلقات کا ذکر نہیں کیا گیا تاکہ جتنی نظریں حرام ہیں سب اس میں داخل ہوجائیں یعنی کوئی غصہ سے حسین کو دیکھے یا شفقت سے دیکھے دونوں مزے حرام ہیں تو اپنے قلب کو چودہ تاریخ کا چاند بناؤ، تھوڑی ہمت کرو اور نفس کے گولے کو بالکل ہٹادو۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

ہمت سے کام لو تو ان شاء اللہ کرۂ نفس اللہ کے جلوؤں کے سامنے سے ہٹ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے جلوے منیر ہوں گے اور آپ کا قلب مستنیر ہوگا، پورے چاند کی طرح چماچم ہوجائے گا اور چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ ہوجائے گا۔

۴۴؎ کنزالعمال: ۷/ ۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

اس لیے حدیث اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ[۴۵] کی شرح یہ ہے کہ اللہ والا وہ ہے جو غیر اللہ سے پاک ہوجائے تو تجلیاتِ الٰہیہ کے حامل قلب کا چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ ہوگا، اور جو بدنظری کرتا ہے اس پر لعنت ہوتی ہے اور اس کے چہرے میں لیلائیں ہوتی ہیں، کیوں کہ جب اس کے دل میں معشوق یا معشوقہ ہے تو مِنْ رَّأْسِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ اس کا چہرہ اس کا ترجمان ہوگا، کیا مطلب کہ اس کا چہرہ اس منظور یا منظورہ کے فرسٹ فلور ہی کا ترجمان نہیں ہوگا اس کے گراؤنڈ فلور یعنی ناف کے نیچے کی گٹر لائنوں کا بھی ترجمان ہوگا۔ ایسے شخص کی آنکھوں سے لعنت اور نحوست برستی ہے اور اس کی تقریر اور تحریر میں اندھیرے موجود ہوں گے۔ اس لیے میں آپ سے دردِ دل سے کہتا ہوں ؎

چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

پھر اس کے الفاظ میں نور ہی نور ہوگا، اس کی تحریر میں نور ہی نور ہوگا، وہ جہاں بھی بیٹھ جائے گا اس کا دل عشقِ الٰہیہ سے جلا بھنا شامی کباب ہوگا، سارا عالم اس کی خوشبو کو چھپا نہیں سکتا ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

یہ میرے دردِ دل کا ایک مختصر مضمون تھا جو میں پیش کررہا تھا اور یہ حاصلِ سلوک ہے۔ جس ظالم نے لَآ اِلٰہ سے قلب کو مکمل پاک نہ کیا وہ حامل اِلَّا اللّٰہُ نہیں ہوگا اور خسارے و محرومی کے ساتھ مرے گا، اس کی موت محرومی کی موت ہوگی، تقویٰ نہیں پایا تو نصیبِ دشمناں سے مرے گا، لہٰذا دوستو دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچنے کی اور ترکِ معصیت کی ہمت اللہ نے دی ہے، کوئی اس ہمت کو استعمال نہ کرے اور خبیث لذت کا خوگر رہے تو یہ اُس کی نالائقی ہے۔ اب اور کیا کہوں، اس بات کو کس دردِ دل سے کروں، اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، جب لغت میرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو پھر میں آہ وزاری کرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے اور اپنے نفس سے بھی یہی کہتا ہوں ؎

میری آہ کو رائیگاں کرنے والو
میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

لہٰذا اختر سے جتنے لوگ بیعت ہیں اختر اپنے نفس سے اور آپ سب سے دردِ دل سے یہ کہتا ہے کہ دیر مت

۴۵؎ سنن ابن ماجۃ:۳۹۰، باب موضع الازار این ھو، المکتبۃ الرحمانیۃ / فتح الباری: ۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، بیروت

کرو۔ دھوپ سائے والی حدیث سے استدلال کرتا ہوں کہ بیک وقت دھوپ اور سایہ میں مت بیٹھو، کیا مطلب؟ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و فرماں برداری دونوں کو جمع مت کرو کیوں کہ نافرمانی سے اندھیرے ہوں گے اور فرماں برداری سے اُجالے ہوں گے، دونوں کو جمع مت کرو، ہمت سے کام لو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ میں نظر کا بڑا کمزور ہوں اور ہمیشہ سے حسینوں کو دیکھنے کا عادی ہوں، حسینوں کو دیکھنے پر میں مجبور ہو جاتا ہوں، تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوتے مارنے والا ایک مسٹنڈا اس کے ساتھ ہو اور کہے کہ یہ میری بیٹی اور یہ میرا بیٹا ہے اور میں ایس پی ہوں اور پستول بھی لگا ہوا ہے اور جوتا بھی رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ سنا ہے آپ بد نظری کے بہت پرانے مریض ہیں، آپ کو یہ احساس ہے کہ اب میں مقامِ مجبوریت پر فائز ہوں کیوں کہ میں حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہوں، مجبور ہو جاتا ہوں، تو آج مجھے آپ کے مقامِ مجبوریت کا مشاہدہ و معاینہ کرنا ہے۔ دوستو! یہ مقامِ مجبوریت آپ کو مقامِ محرومیت سے دوچار کر دے گا۔ یاد رکھو! کسی عمر میں کوئی بھی مجبور نہیں ہے، صرف ہمت کی ضرورت ہے، مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے تو معلوم ہوا کہ بندہ مرتے دم تک کسی ایسے موڑ پر نہیں آسکتا جہاں اس کے تقویٰ کی ہمت ختم ہو جائے۔

یہ کیسے موڑ پہ لے آیا مجھ کو پیار مرا
فراقِ شیخ میں کھویا گیا قرار مرا

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ اختر کو بھی اور آپ کو بھی اس قابل کر دے کہ غیر اللہ کے سائے اور اندھیرے بالکل ختم ہو جائیں اور ہمارا دل چاند کی طرح پورا روشن ہو جائے، ہمارا چہرہ حاملِ نسبتِ اولیائے صدیقین کے قلب کا ترجمان ہو جائے، میں اپنے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی دعا گو ہوں اور دردِ دل سے منتظر بھی ہوں کہ اللہ مجھے بھی یہ مقام دے دے اور آپ سب کو بھی یہ مقام جلد دے دے اور موت نہ آئے جب تک یہ مقام نصیب نہ ہو جائے۔ اور حرام لذت کی کشید گی کی عادتِ خبیثہ سے توبہ کر لو، ایک دم پختہ ارادہ کر لو کہ اپنے مولیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت نہیں لینی ہے، چاہے ہمیں چٹنی روٹی کھانی پڑے، اوّل تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں، جب آپ غم اٹھائیں گے تو آپ کے قلب میں اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کی لذت گھول دے گا، یہ ناممکن ہے کہ کوئی بندہ غم اُٹھائے، اللہ کے راستے میں نظر بچائے اور اپنے شکستہ قلب میں تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ نہ پائے۔ دیکھو مولوی اور صوفی جو ہوتا ہے اس کا مزاج عموماً عاشقانہ ہوتا ہے،

اس لیے ان کو یہی ایک مجاہدہ ہے۔ وہ جیب نہیں کاٹیں گے، جھوٹ نہیں بولیں گے، دنیا کی محبت بھی ان کو نہیں ہوتی، مگر ایک ہی مرض میں وہ مبتلا ہوتے ہیں کہ جہاں حسن کا ایک ذرّہ، ایک اعشاریہ کسی کے چہرے پر نمک پایا بس وہیں نمک چور ہوگئے، صوفی غضب کا نمک چور ہوتا ہے۔ مولانا منصور نے بھی اپنے شعر میں کہا ہے ؎

نظر کے چور کے سر پر نہیں ہے تاجِ ولایت
جو متقی نہیں ہوتا اسے ولی نہیں کہتے

بس اب مضمون ختم ہوگیا۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اے خدا! دنیا کی بارش کا موسم ہوتا ہے، مگر آپ کی رحمت کی بارش کا کوئی موسم نہیں، آپ کی رحمت کی بارش تابع ہے آپ کی مشیت کے، آپ ارادہ کریں رحمت کی بارش ہوگئی، آپ کی رحمت اور آپ کا کرم بادلوں کا محتاج نہیں۔

تو آپ لوگ وعدہ کریں کہ اپنے قلب کو چودہ تاریخ کے چاند کی طرح حیلولتِ نفس سے بچائیں گے، تاکہ ہمارا دل چودہ تاریخ کے چاند کی طرح تجلیاتِ الٰہیہ سے مستنیر ہوجائے۔ اور اس کی طاقت وہمت سب کو حاصل ہے، کوئی ایسا نہیں جو کہہ دے کہ میں مقامِ مجبوریت پر فائز ہوں، اس لیے کہتا ہوں کہ جوتے کے عادی مت بنو، نفسِ خبیث سے کہو کہ اگر اس لڑکی یا لڑکے کا ایس پی باپ یہاں ہو تو کیا انہیں دیکھ سکتے ہو؟ تو ابا سے تو ڈر گئے اور ربا جو دیکھ رہا ہے تو ربا کو اپنے غلاموں، بندوں اور بندیوں کی آبرو کا خیال نہیں ہوگا کہ تم اس کی مخلوق کو بُری نظر سے دیکھتے ہو۔ اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ کون ہے؟

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ [۲۶]

پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ کا سب سے زیادہ پیارا وہی ہے جو اللہ کی مخلوق کی بھلائی چاہے، لہٰذا زمین پر مٹی کے ڈھیلے کی طرح مت رہو، آسمان پر نظر رکھو کہ آسمان والا دیکھ رہا ہے کہ میرے بندوں کو کیسے بُری نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی گٹر لائن میں اِن (in) ہونے کے تخیلاتِ حرام میں مبتلا ہے، کیوں کہ جیسے ہی نظر کسی نمکین پر پڑتی ہے تو فوراً ہی اس کے ساتھ بدفعلی کے خیالات آنے لگتے ہیں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخلوق اللہ کی عیال ہے، کسی کے اہل وعیال کے ساتھ بدمعاشی بھی کرتے ہو اور اس کا پیارا بھی بننا چاہتے ہو! اللہ تعالیٰ کے ولی بنتے ہو! ؎

---

[۲۶] مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۴۲۵، باب الشفقۃ والرحمۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

کیا مطلب؟ کہ جب ایئر ہوسٹس آجائے چاہے کالی ہو یا گوری ہو اس موقع پر پتا چلتا ہے کہ تم اللہ پر نثار ہوتے ہو یا اس مردہ اور مرنے والے پر مرتے ہو؟ تم کرگس ہو یا بازِ شاہی ہو؟ اُس وقت یہ فیصلہ ہوتا ہے، یہ ہے نثار ہونے کے معنیٰ، ورنہ عام لوگ نہیں سمجھتے کیسے نثار ہوں۔ اللہ پر نثار ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اپنی ان خوشیوں کا خون کردو جن سے اللہ ناخوش ہو، اگر اللہ ناخوش ہے تو کوئی خوشی تمہیں خوش نہیں کرسکتی، اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو اپنا دل ناخوش کرے گا اور غم اُٹھائے گا اس غم میں وہ خوش رہے گا، کیوں کہ یہ غم اللہ کا غم ہے۔ میرا شعر ہے۔

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

کوئی ایک لاکھ سال تہجد پڑھ لے مگر نظر کی حفاظت کا غم نہیں اُٹھاتا، حسین شکلوں سے نظر نہیں بچاتا تو اس کو خونِ آرزو کی ہوا بھی نہیں لگی، جب کوئی حسین نمکین سامنے آیا اُلو کی طرح اسے دیکھنے لگتا ہے، اُس وقت نہ اسے خدا یاد آتا ہے نہ شیخ یاد آتا ہے، نہ خانقاہ یاد آتی ہے، نہ ملتزم یاد آتا ہے، اُس وقت گدھے کی طرح ہائے ہائے کرتا ہے، کیا یہ پاگل نہیں ہے؟ کیا یہ **أَمِیرُ الحُمُر** گدھوں کا سردار نہیں ہے؟ بتاؤ بھئی! کیا اس کو اللہ تعالیٰ نہیں دیکھ رہا کہ یہ ظالم میرا رزق کھا کر کس طرح سانڈ بنا ہوا ہے، یہ کوئی وفاداری ہے؟ صوفیو اور سالکینِ کرام! میرے سوال کا جواب دو کہ جب کوئی نمکینہ یا نمکین شکل سامنے آجائے اُس وقت خدا یاد رہتا ہے؟ خدارا! اس بے وفائی اور گدھے پن سے توبہ کرو، نظر کی حفاظت کرنا یہ خدا کا راستہ ہے، یہ شیر انِ طریق کا راستہ ہے۔

میں اس زمانے میں جو یہ مضمون پیش کررہا ہوں، اگر اس پر عمل کرلو تو چند دن میں اس مقام پر پہنچو گے جہاں سو سو سال تک تہجد پڑھنے والے نہیں پہنچ سکتے، اور جو اس گناہ سے نہیں بچے وہ دلدل ہی سے نہیں نکلے، آب و گِل میں پھنسے رہے، تہجد ہمیں اللہ تک نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ ہم ان ڈاکوؤں سے نہیں بچیں گے جو ہمارے انوارِ تہجد پر ڈاکہ مارتے ہیں۔

ایک شخص نے خواب دیکھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے انہیں یوں پکڑا اور اٹھا کر آسمان تک پہنچادیا، میرا ہاتھ اتنا لمبا ہے اور وہ ڈر رہے ہیں، وہ اتنا اوپر اُٹھے کہ دنیا چھوٹی معلوم ہونے لگی جیسے جہاز سے دنیا چھوٹی

معلوم ہوتی ہے انہوں نے دیکھا کہ میں نے انہیں آسمان تک پہنچادیا یعنی میرا ہاتھ اللہ نے اس قدر لمبا کردیا، تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ امید ہے کہ حق تعالیٰ اختر کی روح کو ایسی قوت عطا فرمائیں گے کہ میرے احباب اور مریدین اس مقام پر پہنچیں گے جو اُن کی امیدوں سے بھی زیادہ ہے، ان شاء اللہ۔ میری قوتِ روحانیہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی قوی ہوجائے گی کہ لوگ حیران رہیں گے کہ اتنی جلد ہم کہاں پہنچ گئے ؟ میں چاہتا ہوں کہ اولیائے صدیقین کی منتہاتک آپ اللہ کے مقرب ہوجائیں۔ تو کیا اختر آپ پر ظلم کررہا ہے؟ بولو بھئی! کیا میں ظالم ہوں؟ یہ میرا ظلم ہے؟ میں اپنے دردِ دل سے مجبور ہوں، میرا دل چاہتا ہے کہ اختر بھی اور میری اولاد بھی اور میرے احباب بھی کوئی محروم نہ رہے اور صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ جائے اور میں اپنی آنکھوں سے اپنے ان احباب کو دیکھ لوں۔ تو ایک لمحہ مالک کو ناراض کرکے حرام لذت اپنے دل میں درآمد نہ کرو، بتاؤ کیا یہ مشکل کام ہے؟ حرام لذت کوئی اچھی چیز ہے؟ اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت لوٹنا یہ باحیا لوگوں کا کام ہے یا کمینہ پن ہے؟ تو اگر تمہارا شیخ یہ کمینہ پن نکال دے تو یہ مرید پر شیخ کا ظلم ہے؟ اگر شیخ اپنے احباب کو اس کمینے پن اور بے وفائی اور حق تعالیٰ کے غضب و قہر کے اعمال سے، حرام لذت لوٹنے کی عادتوں سے پاک کرنا چاہتا ہے تو یہ شیخ کا احسان ہے یا اس کا ظلم ہے؟ اس لیے کہتا ہوں اللہ کی ذات سے ان شاء اللہ امید ہے کہ ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِّ جہاں

میں خالی باتیں ہی نہیں بناتا، تنہائیوں میں اس کے لیے اللہ سے رو بھی رہا ہوں، جس مقام کی طرف میں آپ کو لے جانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اختر کو، آپ سب کو اس مقام پر فائز فرمائے، تو اپنی شیرانیت پر تمہیں اتنی خوشی ہوگی کہ ماضی پر خون کے آنسو روؤ گے کہ اب تک کیوں میں نے اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت حاصل کی؟ اللہ کے قرب کی لذت معمولی بات ہے؟ یہ نصیبِ دوستاں ہے، اللہ کا ولی بننا معمولی نعمت ہے؟ لیلاؤں سے قریب ہوکر تم کو اب تک کیا ملا؟ میں پوچھتا ہوں اپنا ماضی حال بتاؤ، لیلاؤں سے بد نظری کرکے سوائے اس کے اور کیا ہوا کہ تمہارا دل برباد ہوا اور تمہیں ان کے گراؤنڈ فلور کے مقامات کی سیر کی تمنا پیدا ہوئی؟ بلکہ بعض لوگوں نے تصور میں سب کچھ کرلیا، اپنے فصل کو تصور میں وصل سے کنورٹ کرکے وہ بنوٹ چلائی کہ بعضوں کو عالمِ تصور میں غسل تک واجب ہوگیا اور غسل کرنا پڑا عالمِ حقیقت میں۔ تو میں آپ کو پیشاب پاخانے کے مقامات سے کھینچ کھینچ کر عالمِ قدس کی طرف، اپنے خالق و مالک اور پالنے والے سے قریب کررہا ہوں، تو کیا یہ میرا ظلم ہے یا میرا خلوص ہے؟ بولو بھئی۔

ہمت سے کام لو، اللہ کا راستہ بہت آسان ہے اور گناہ کرنا مشکل ہے کیوں کہ منکر کام ہے، منکر اجنبی ہے اور اجنبی سے ملاقات میں دل گھبراتا ہے، ہر بُرائی منکر ہے اور ہر نیکی معروف ہے، معروف کے معنیٰ ہیں جانی پہچانی چیز، آدمی جانی پہچانی معروف چیز سے مانوس ہوتا ہے، اس لیے گناہ مشکل ہے بلکہ اس میں کئی مشکلات ہیں، اوّل تو خود مشکل میں پڑتا ہے، اس کی یاد ستاتی ہے، ہر وقت غمگین رہتا ہے، کھانا بھی اچھا نہیں لگتا، پینے کا مزہ بھی نہیں ہوتا، ہر وقت کھوپڑی میں اس کی یاد کا کھونٹا گڑا رہتا ہے۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

مولانا رومی نے مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک عاشق نے معشوق کو چھیڑا تو معشوق نے اس کو سات گالیاں دیں، کمینہ، ریچھ خصلت، خبیث الطبع، ملعون، منحوس، بے غیرت اور آخر میں مادر فروش کہا یعنی ماں بیچنے والا۔ مولانا رومی کا احسان ہے کہ انہوں نے سات گالیاں بھی مثنوی میں نقل کر دیں۔ بتاؤ! کیا پایا لیلاؤں سے؟ اور اگر مولیٰ پر عاشق ہوتے تو تمہاری جوتیاں اٹھائی جاتیں، لوگ تم کو دعائیں دیتے، حضرت کا لقب ملتا، لوگ دعا کے لیے کہتے کہ میرے پیارے شیخ میرے لیے دعا کرنا، صوفی صاحب مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا، دعا میں نہ بھولنا۔ اور لیلاؤں کے پاس کیا ملا؟ سات گالیاں سنیں اور اس میں کوئی بھی گالی شریفانہ نہیں ہے اور آخری گالی تو ایسی ہے کہ زمین پھٹ جائے اور انسان اس میں غرق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اپنے نور سے منور کر دے، یہ سات گالیاں لکھنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو گراؤنڈ فلور کے خبیث مقامات سے حیا اور شرم آئے، لیکن۔

نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے ہے میر

اس لیے مولیٰ کو حاصل کرو، لیلاؤں کی طرف خیال ہی نہ لے جاؤ، مولیٰ پر فدا ہو۔ جب مولیٰ دل میں آئے گا، خالقِ گل و گلستان جب دل میں آئے گا تو دل کو بھنگی پاڑے سے خود ہی مناسبت نہیں رہے گی، پیشاب پاخانے کے مقامات سے تمہیں خود ہی نفرت ہونے لگے گی۔ اس لیے اللہ والوں کے ساتھ رہو اور اللہ کے ذکر میں ناغہ مت کرو اور دینی مجلسوں میں رہو تو ان شاء اللہ ایک دن ذوق بدل جائے گا، لیکن دنیا اللہ والے اس راستے کو کہتی ہے کہ اس پر چلنے سے زندگی غارت ہو جائے گی، بے کیف ہو جائے گی، بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ اللہ والوں کے پاس کیا مزہ آئے گا؟ اس پر میرا شعر ہے۔

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات
میری نظر میں غم ترا جانِ حیات ہے

۱۷؍جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز ہفتہ، مجلس بعد نمازِ فجر، مسجدِ حمزہ، لینیشیا

اللہ کے دائمی فقیر

ارشاد فرمایا کہ ماں باپ پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیتے کہ جاؤ اپنا کماؤ کھاؤ، جب تک بالغ نہیں ہو جاتے ماں باپ بچوں کی فکر رکھتے ہیں۔ جب کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں تب ماں باپ بے فکر ہو جاتے ہیں، لیکن بالغ بچے تو ماں باپ سے مستغنی ہو سکتے ہیں، مثلاً ابا کی تنخواہ مان لیجیے دس ہزار ہے اور لڑکا زیادہ کمانے والا ہو گیا اور ایک لاکھ روپے کما رہا ہے تو اب وہ باپ کی مدد کا محتاج نہیں رہا، باپ سے بے نیاز ہو گیا، لیکن ہم بالغ ہو کر بھی اللہ کی مہربانی کے محتاج ہیں، مرتے دم تک ہماری کوئی سانس اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، مرتے دم تک ہماری ہر سانس اللہ کی مہربانی، رحمت اور مدد کی محتاج ہے۔ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ مرنے کے بعد بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ عالمِ برزخ میں بھی، عالمِ محشر میں بھی، میدانِ قیامت میں بھی بلکہ جنت میں بھی ہم اللہ کے محتاج رہیں گے کہ جنت اور جنت میں اللہ کا دیدار اللہ کی مہربانی سے ہی نصیب ہو گا۔ اب اس کی دلیل سن لو اور دلیل بھی کیسی پیاری کہ ابھی آپ مولویوں کو ان شاء اللہ وجد آجائے گا، کیوں کہ جب تک دلیل نہ ملے مولوی کو مزہ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ [۴۷]

اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کے فقیر ہو ”اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ“ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام وثبوت پر اور جملہ فعلیہ دلالت کرتا ہے حدوث پر۔ پس اگر جملہ فعلیہ ہوتا تو لازم آتا کہ کبھی تم ہمارے فقیر اور محتاج ہو اور کبھی نہیں، اس لیے جملہ اسمیہ سے بیان فرمایا تاکہ ثابت ہو جائے کہ تمہارا فقر و احتیاج دائمی ہے، تم ہمارے دائمی فقیر ہو کیوں کہ دنیاوی فقیر جو ہوتا ہے وہ انسانوں سے بھیک مانگتا ہے، انسانوں سے اس کا فقر و احتیاج دائمی نہیں، وہ خود انسانوں کا محتاج بنا ہے اس لیے اس کا پیالہ بھی عارضی ہے، بھیک مانگ کر

۴۷؎ فاطر: ۱۵

وہ اپنا پیالہ الماری میں رکھ دیتا ہے، لیکن چوں کہ ہم اللہ کے دائمی فقیر ہیں چاہے جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں، تو دائمی فقیر کو دائمی پیالہ دے دیا گیا اور ہمارے جسم سے جوڑ دیا گیا، یہ ہمارے ہاتھ نہیں ہیں یہ ہم دائمی فقیروں کا دائمی پیالہ ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دیکھو! جب چاہو ہاتھ ملایا اور پیالہ بن گیا۔ چاہے! آدھی رات کو اچانک آنکھ کھل گئی اُس وقت بھی مانگنے کے لیے پیالہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں وہ تمہارے ساتھ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میرے بندے میرے دائمی فقیر ہیں ان کو نہ جانے کب مانگنے کی ضرورت پڑ جائے، تو کہاں پیالہ ڈھونڈتے پھریں گے؟ لہٰذا ہاتھ ملالو اور پیالہ بنالو اور اللہ سے مانگ لو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو کم از کم تین بار کہہ دو اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ تاکہ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ[۴۸] میں تمہارا بھی شمار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ میرے خاص بندے راتوں کو استغفار کرتے ہیں۔ اس میں نہ تہجد ہے، نہ وضو ہے، نہ نماز ہے بس اَسْتَغْفِرُ اللہَ کہہ لو اور خاص بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن یہ بحر الکاہل کے لیے ہے، بحر الکاہل بالکل سست ہے، اس میں طوفان نہیں ہوتا، اسی طرح بعض لوگ کاہلی کے سمندر ہوتے ہیں، ہمت کے کاہل ہوتے ہیں، وہ اتنا ہی پڑھ لیں اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ تو اللہ کے خاص بندوں میں ان شاء اللہ شمار ہو گا۔

بعض احکامِ شرعیہ کے رُموز و اسرار

۱) چوری کی سزا قطعِ ید کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اپنے فقیروں کو مانگنے کے لیے ہاتھوں کا جو پیالہ دیا ہے یہ سرکاری پیالہ ہے، لہٰذا اس پیالے سے غلط کام نہ کرنا، چوری مت کرنا ورنہ یہ پیالہ واپس لے لیا جائے گا۔ چوری کی سزا جو قطعِ ید ہے اس کا راز یہ ہے کہ تم نے چوری کا مال اس میں رکھا، شاہی پیالے کی تم نے توہین کی، اس لیے اس کی سزا میں ہاتھ کاٹ کر شاہ نے گویا سرکاری پیالہ واپس لے لیا۔ ساری دنیا کی کتابیں دیکھ لو قطعِ ید کا یہ راز شاید ہی کہیں پاؤ گے۔

۴۸؎ الذّٰریٰت:۱۸

۲) آدابِ دُعا کے رموز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے بھی آداب ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: یَبْسُطُ یَدَیْہِ اِلٰی صَدْرِہٖ ہاتھوں کو اتنا اُٹھاؤ کہ سینہ کے سامنے آجائیں۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب فرماتے ہیں کہ بٹن نمبر ۲ کے سامنے کرلیں تو سینہ کے مقابل ہاتھ آجائیں گے۔ وَبَیْنَھُمَا فُرْجَۃٌ قَلِیْلَۃٌ اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھو، اور ہاتھوں کا رُخ تمہاری طرف نہ رہے نَحْوَالسَّمَاءِ ہو یعنی آسمان کی طرف ہو لِاَنَّ السَّمَاءَ قِبْلَۃُ الدُّعَاءِ[۴۹] کیوں کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ ہمارا قبلہ تو کعبہ ہے مگر دعا کا قبلہ آسمان ہے، کیوں کہ دے گا آسمان والا۔ آسمان کی طرف ہاتھوں کا رُخ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آسمان سے مانگ رہے ہیں، مراد یہ ہے کہ ہم آسمان والے سے مانگ رہے ہیں، خالقِ آسمان سے مانگ رہے ہیں۔ جس طرح کعبہ کی طرف سجدہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم کعبہ کو سجدہ کررہے ہیں بلکہ کعبہ والے کو سجدہ کرتے ہیں۔ کعبہ تو ایک سمت ہے جو خالقِ کعبہ نے مقرر کی ہے۔

۳) نمازِ جنازہ میں امام کے جنازہ کے سینے کے مقابل کھڑے ہونے کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ جنازہ کے سامنے امام سینے کے مقابل کیوں کھڑا ہوتا ہے، پاؤں کی طرف کیوں کھڑا نہیں ہوتا؟ علامہ شامی نے لکھا ہے اس میں یہ راز ہے کہ سینہ کے سامنے کھڑے ہوکر امام بزبانِ حال کہتا ہے کہ اے خدا یہ مسلمان مرا ہے، اس کے سینے میں دل ہے اور دل میں کلمہ ہے، اس کے سینے کے سامنے کھڑے ہوکر اے خدا تیری رحمت کو واسطہ دیتا ہوں کہ کلمہ کے صدقہ میں اس کو بخش دے۔

۴) نمازِ جنازہ میں صفِ آخر کی فضیلت کا راز

ارشاد فرمایا کہ شامی میں ہے کہ جنازہ کی نماز میں صف آخر کو فضیلت دی گئی ہے اور جنازہ کی نماز میں طاق صفوں کا اور کم سے کم تین صفیں بنانے کا حکم ہے جبکہ عام نمازوں میں یہ حکم نہیں ہے۔ عام نمازوں کی جماعت میں پہلی صف افضل ہے، اگر ہزاروں آدمیوں کی ایک ہی صف ہو تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر جنازہ والے صرف سات آدمی ہیں، تو ایک امام بن جائے اس کے بعد پہلی صف میں تین، دوسری میں دو اور تیسری صف میں تنہا ایک آدمی کھڑا ہو جائے۔ اگر نماز جنازہ میں صفِ آخر کی فضیلت نہ ہوتی تو سب لوگ صف اوّل کی فضیلت لینے کے لیے آگے بڑھتے اور طاق صفیں بنا مشکل ہو جاتا اور شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جاتی۔

---

۴۹ الدرالمختار: ۲/۲۱۵، فروع ''قرأبالفارسیة''، باب صفة الصلٰوة، عالم الکتب، الریاض

۵) نماز کی ایک رکعت میں دو سجدوں کا راز

ارشاد فرمایا کہ نماز میں رکوع ایک ہے لیکن سجدے دو کیوں ہیں؟ علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ دو سجدے اس لیے ہیں کہ شیطان کو سجدے کا جب حکم ہوا تو اس نے نہیں کیا تو رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور اس کا دل جلانے کے لیے ہم انسانوں پر دو سجدے فرض کردیے گئے کہ اے مردود شیطان! تو نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا، لے ہم دو سجدے کرتے ہیں تاکہ تو جل کر خاک ہو جائے۔

۶) وضو کے بعد کی مسنون دعا اور اس کے اسرار

ارشاد فرمایا کہ وضو کے بعد اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنے کے بعد مسنون دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[۵۰]

یعنی اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں بنادے، ندامتِ قلب عطا فرمادے اور مجھے پاکی عطا فرمادے۔ محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ چوں کہ وضو میں ہاتھ پیر دھونا ہمارے اختیار میں تھا لیکن دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھا کر اپنی اُمت کے دل کی پاکی کا سامان فرمادیا کہ اللہ میاں سے کہو کہ اے اللہ جہاں تک ہمارے ہاتھ پہنچ گئے وہ اعضا ہم نے دھولیے، منہ دھولیا، ہاتھ پاؤں دھولیے، لیکن دل تک ہماری رسائی نہیں ہے، ہم اپنا دل پاک نہیں کرسکتے، کیوں کہ دل تک آپ ہی کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے، لہٰذا آپ ہمیں توابین بنا کر ہمارے قلب کو غیر اللہ سے پاک فرمادیجیے تاکہ ہم سب گناہوں سے پاک ہو جائیں کیوں کہ اصلی طہارت اور پاکی گناہوں سے پاک ہونا ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَاِنَّ حَقِيْقَةَ الطَّهَارَةِ طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ غیر اللہ کی گندگی سے پاک ہونا اصلی طہارت ہے، کیوں کہ جہاں مردہ لیٹا رہتا ہے وہاں آپ بھی رہنا پسند نہیں کرتے چاہے آپ کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر باپ بھی مرجائے تو جلدی سے غسل دے کر قبرستان پہنچاتے ہیں تاکہ دیر نہ ہوجائے۔ بس جہاں کوئی مردہ ہو آپ وہاں رہنا پسند نہیں کرتے، آپ وہاں کھانا نہیں کھاسکتے کہ قے ہوجائے گی۔ آپ کا مزاج تو اتنا لطیف ہے جبکہ آپ لطیف نہیں عبد اللطیف ہیں، لطیف تو اللہ تعالیٰ

۵۰؎ جامع الترمذی: ۱/۱۸، باب ما یقال بعد الوضوء، ایچ ایم سعید

ہے، آپ تو لطیف کے بندے ہیں۔ آپ کے مزاج میں جب اتنی لطافت ہے کہ مردوں کو، گندگی، غلاظت اور بد بو کو برداشت نہیں کرسکتے تو جن کے دل میں مردے ہوں، غیر اللہ ہو، مرنے والوں کا عشق ہو، اللہ تعالیٰ ایسے گندے دل میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں لَاۤ اِلٰہَ کو مقدم فرمایا کہ تم اِلَّا اللّٰہُ چاہتے ہو تو پہلے لَاۤ اِلٰہَ کرو، پہلے غیر اللہ کو نکالو، دل کو پاک کرو تب مجھے مہمان بناؤ، ایسے گندے دل میں جہاں غیر اللہ گھسے ہوئے ہوں تم ہم کو کیسے مہمان بناسکتے ہو؟ اپنے دل میں تو تم غیر اللہ کے مردے بھرے ہوئے ہو، مرنے والے لونڈے اور لونڈیوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہو، تو پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ مجھے اللہ مل جائے؟ تم کیسے مجھے یاد کرتے ہو جبکہ حسینوں کی یاد دل میں بسائے ہوئے ہو؟ غیروں کو دل سے نکالو تب مجھے پاؤ گے، اسی لیے اِلَّا اللّٰہُ پر لَاۤ اِلٰہَ مقدم ہے۔ میرا شعر ہے؂

لا الٰہ ہے مقدم کلمۂ توحید میں
غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے

لَاۤ اِلٰہَ کی تقدیم بتارہی ہے کہ اگر مولیٰ کو پانا ہے تو لیلیٰ کو دل سے نکالنا ہے، اگر اللہ کو چاہتے ہو تو پہلے لَاۤ اِلٰہَ سے دل کو پاک کرو؂

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

دل اللہ کا گھر ہے۔ یہ کوئی مندر نہیں ہے، کوئی بت خانہ نہیں ہے کہ یہاں بتوں کو بسالو، یہ حسین زندہ بت ہیں اور ہر بُری خواہش جس پر عمل کیا جائے وہ بھی اِلٰہَ میں داخل ہے۔ اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ[۵۱] اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ نے کیا نہیں دیکھا بعض نالائقوں کو جو اپنی بُری خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں؟ اپنی بُری خواہش کو خدا بنایا اور اللہ کو بھول گئے، لہٰذا ہر بُری خواہش پر عمل کرنے والا بھی الٰہِ باطل کا پوجنے والا ہے۔

اس لیے دل کو غیر اللہ سے پاک کرو اصلی طہارت اور پاکی یہ ہے، اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کے بعد کی دعا سکھا کر ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی نجاست سے پاک کرنے کا انتظام فرمایا تاکہ ہم تَوَّابِیۡن میں شامل ہوجائیں اور جب تَوَّابِیۡن ہوگئے تو اللہ کے محبوب ہوگئے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ

۵۱؎ الجاثیۃ:۲۳

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت نے ہمیں اللہ کا محبوب بنانے اور ہماری نماز کو محبوبین اور مقبولین کی نماز بنانے کا انتظام فرمادیا۔

حسینوں کا طریقۂ واردات اور اس سے بچاؤ کی تدابیر

ارشاد فرمایا کہ بد نظری احمقانہ گناہ ہے۔ بتایئے جس کو دیکھتے ہو، تو کیا دیکھنے سے اس کو پاسکتے ہو؟ ملنا نہ ملانا دل کو مفت میں تڑپانا، کیا حماقت نہیں ہے؟ مثلاً ابھی ہوائی جہاز میں بیٹھے ہی تھے کہ اچانک خاص ڈیزائن کی ایئر ہوسٹس سامنے آگئی، کیوں کہ ان کے انتخاب اور سلیکشن (Selection) کے لیے جو ان کا انٹرویو لیتے ہیں سب سے پہلے ان کا حسن دیکھتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ پیسنجر (مسافر) پاگل بنیں۔ ان کو باقاعدہ سکھایا جاتا ہے کہ اس طریقے سے کھانا کھلاؤ اور اپنے گالوں کو ان کے منہ اور آنکھوں کے قریب کر کے مسکرا مسکرا کر پوچھو کہ سر کیا چاہیے؟ ٹھنڈا یا گرم؟ اب سر کی تو ہوا سرک گئی، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہنس کر کہتے ہیں کہ دونوں چاہیے، ٹھنڈا بھی گرم بھی! ان کا مقصد پاگل بنا کر پیسہ کھینچنا ہے اور لوگوں کو اُلّو بنانا ہے، چناں چہ اگر کوئی ایئر ہوسٹس پسند آجائے اور کوئی اس سے بے ضرورت بار بار بات کرنے کی کوشش کرے یا مغلوبِ محبت ہو کر کچھ پونڈ یا ڈالر ہدیہ دے تو یہ اپنے بڑے افسر سے شکایت کر دیتی ہیں کہ یہ آدمی مجھے چھیڑ رہا ہے اور ذلیل کر دیتی ہیں۔ ایک مسٹر نے ایک ایئر ہوسٹس سے کہا کہ تم مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو، کاش تم میری بیوی ہوتی! تو اس نے کہا کہ جاکر اپنی امّاں سے شادی کرلو۔ دیکھو کیسا جوتا مارا! ان کو معمولی مت سمجھو، یہ بڑی تیز ہوتی ہیں، زبان کی بے لگام ہوتی ہیں، کتنوں کو اُلو بنائے ہوئے ہوتی ہیں، اس لیے ان سے ہوشیار رہو۔ یہ اپنی نوکری کے لیے ادائیں دِکھاتی ہیں، یہ نہیں کہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوگئی ہیں۔ اگر شیطان دل میں وسوسہ ڈالے کہ ایئر ہوسٹس کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کی طرف کوئی نہ دیکھے تو دل میں سخت ناراض ہوتی ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے، کیوں کہ اگر وہ کسی کو لبھا کر بے وقوف نہ بنا سکیں تو یہ ان کی نااہلی میں شمار ہوتا ہے، لیکن اگر وہ ناراض ہوتی ہیں تو ہو جائیں۔ ہم اللہ کے غصہ سے بچیں گے، ان کے غصہ سے بچنا ہمارے لیے ضروری نہیں کیوں کہ ان کے اختیار میں ہماری عزت، ہماری روزی، ہماری راحت، ہماری عافیت نہیں ہے۔ یہ لاکھ ناراض ہوں کہ داڑھی والے بالکل پاگل، کنڈم اور بد اخلاق ہوتے ہیں کہ ہمیں دیکھتے بھی نہیں، چاہے دل میں سمجھیں یا زبان سے کہہ دیں کہ تم لوگ ایسے ہو، تو ان کو کوئی جواب مت دو۔ کتّا اگر ہمارے پیر میں کاٹ لے تو ہم کتے کے پیر میں نہیں کاٹتے کہ ہمارا منہ ناپاک ہو جائے گا، اگر ہم ان سے بولیں گے تو ہمارا دل ناپاک ہو جائے گا۔

اس لیے ایک مراقبہ بتاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے کل میرے دل کو خاص طور سے عطا فرمایا کہ جب کبھی غیر اللہ پر نظر پڑ جائے اور اس کی طرف دل کھنچ جائے یا غیر اللہ کی یاد ستائے، تو فوراً اپنے بارے میں سوچو کہ ہم مر گئے ہیں اور دس ہزار کیڑے ہمارے آلاتِ گناہ کو کھا رہے ہیں، سارے اعضا گل سڑ گئے ہیں، شرم گاہ میں کیڑے رینگ رہے ہیں، آنکھوں کے حلقوں میں کیڑے رینگ رہے ہیں، یہ دن آنے والا ہے تو سمجھو کہ یہ دن آچکا اور جسم گل سڑ گیا، لہٰذا چند دن کے لیے کیوں اپنے اللہ کو ناراض کروں اور کیوں اللہ کے غضب کو خریدوں؟

اسی طرح سوچو کہ جو شکلیں آج پاگل کر رہی ہیں قبروں میں ان کے حلیے بگڑنے والے ہیں، قبروں میں ان کے گالوں کو کیڑوں نے کھالیا ہے اور دانت بغیر ہونٹوں کے نظر آرہے ہیں، رسیلی آنکھوں میں کیڑے گھسے ہوئے ہیں، نہ کالے بال ہیں نہ گورے گال ہیں نہ آنکھوں کا جمال ہے، قبر کھود کر دیکھوگے تو ایک عضو بھی نہیں ملے گا۔

جو قبرِ کُہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

بد نظری کے متعلق نفس کے مکر و کید

۱) بد نظری بصورتِ محبت و شفقت

(اسی گفتگو کے دوران ارشاد فرمایا کہ) بعض لوگوں کو ان کا نفس محبت کے رنگ میں بد نظری کراتا ہے۔ بعض لوگ ایئر ہوسٹس سے بڑے اخلاق اور محبت سے بات کرتے ہیں کہ بیٹی ایک گلاس پانی دے دیجیے، بیٹی ایک پیالی چائے لا دیجیے، دیکھے جا رہے ہیں اور بیٹی بیٹی کہے جا رہے ہیں۔ بیٹی کہنے سے کیا وہ بیٹی ہو جائے گی؟ اور بعض اس سے پوچھتے ہیں کہ آپا آپ کہاں رہتی ہیں؟ ارے گلشن اقبال میں! ارے میں بھی تو وہیں رہتا ہوں۔ بتایئے! اس گفتگو کی کیا ضرورت تھی؟ انہیں خبر بھی نہیں کہ آپا آپا کہہ کر نفس چھاپہ مار رہا ہے اور اُنہیں کیسا اُلو بنا رہا ہے اور کتنے گناہوں میں ذرا سی دیر میں مبتلا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ وَ زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ[۵۲]

۵۲؎ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظہریۃ

کہ کسی نامحرم کو دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے، اس سے بات کر کے مزہ لینا زبان کا زِنا ہے۔ اسی طرح اس کے خیال سے دل میں مزہ لینا دل کا زِنا ہے، اس کو چھونا ہاتھوں کا زِنا ہے، جیسے کسی لڑکی کے باپ کا انتقال ہوگیا اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دے رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں، انہیں خبر بھی نہیں کہ ہاتھ زِنا کر رہے ہیں، آنکھیں زِنا کر رہی ہیں۔ یہ مثالیں ہیں بد نظری کی شفقت کے رنگ میں۔

۲) بد نظری بصورتِ غضب

ارشاد فرمایا کہ یہ بات آپ مجھ ہی سے سنیں گے کہ بعض لوگوں کو شیطان بصورتِ غصہ اُلو بناتا ہے۔ ایئر ہوسٹس کو غصہ سے ڈانٹ رہے ہیں کہ تم نے چائے پیش کرنے میں اتنی دیر کر دی اور چائے میں شکر بھی نہیں ڈالی، میں ہیڈ آفس میں تمہاری شکایت کروں گا۔ غصہ کر رہے ہیں اور اسے دیکھے بھی جارہے ہیں اور نفس اندر ہی اندر اس کا مال چرا رہا ہے، شیطان بصورتِ غصہ اُلو بنا رہا ہے۔ اور جب تک مالک کا کرم نہ ہو نفس و شیطان کی اُلو سازی کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ کس طرح یہ ہمیں تباہ کرتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو غصہ میں دیکھ رہا ہوں حالاں کہ یہ غصہ وغیرہ کچھ نہیں، نفس اندر اندر حرام لذت کو چوری کر رہا ہے اور اس کو احساس بھی نہیں۔ بتاؤ! کیا نامحرم کو غصہ سے دیکھنا جائز ہو جائے گا؟ ارے نہ شفقت سے دیکھو نہ غصہ سے دیکھو۔ اگر منع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو غصہ سے دیکھ رہے تھے، کوئی بُری نیت سے تھوڑی دیکھ رہے تھے۔ جیسے میرے شیخ کے ایک ملازم نے دکان سے تھوڑا سا گڑ چرا کر جیب میں رکھ لیا، حضرت کو اطلاع ملی، بلا کر پوچھا کہ تم نے دکان سے گڑ کیوں چرایا؟ کہا کہ مولانا صاحب! میری نیت خراب نہیں تھی، میں نے اچھی نیت سے لیا تھا۔ بتایئے بھلا! چوری بھی اچھی نیت سے ہوتی ہے؟

۳) بد نظری سے معرفت کا شیطانی فریب

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! ہم تو حسینوں کو اچھی نیت سے دیکھتے ہیں، حسینوں کو دیکھ کر ہم تو اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ واہ! کیا کمال ہے اس خالق کا، ہمارا مالک کتنا بڑا ڈیزائنر ہے جس نے ایسی حسین شکلیں بنائیں۔ اَسْتَغْفِرُاللہَ! یہ تو اور سخت بات ہے۔ عورتوں کو دیکھ کر معرفت حاصل کرنے کا خیال اور یہ اُمید کہ اس سے اللہ کا قرب ملے گا، حرام کو ذریعۂ قُرب سمجھنا ہے اور آلۂ غضب کو آلۂ قُرب سمجھنا کفر ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ یہ حسین تو آئینے ہیں، ہم ان آئینوں میں اللہ کا جمال دیکھتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ جی ہاں! یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں، تمہارا ایمان جل کر خاک

ہو جائے گا۔ اس بد نظری کی بدولت بعضوں کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ علامہ ابنِ قیم جوزی نے لکھا ہے کہ ایک نظر باز تھا، مرتے وقت جب اس کو کلمہ پڑھایا گیا تو اس کو وہی معشوق جو دل میں بسا ہوا تھا یاد آ گیا اور کلمہ کے بجائے اس نے یہ شعر پڑھا ؎

رِضَاكَ اَشْهٰى اِلٰى فُؤَادِیْ
مِنْ رَّحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ [۵۳]

اے معشوق! تیرا خوش ہو جانا مجھے اللہ کی رضا سے زیادہ محبوب ہے، نعوذ باللہ! نقلِ کفر کفر نباشد۔ بتاؤ! کفر پر مرا کہ نہیں؟ اسی لیے نظر کی حفاظت کرو، ورنہ موت کی غشی میں کلمہ کے بجائے وہی صورت یاد آئے گی۔ ایک عالم کی نظر ایک عورت کی پنڈلی پر پڑ گئی، چہرہ بھی نہیں دیکھا، لاکھ چاہا کہ اس کا خیال دل سے نکل جائے، لیکن اس پنڈلی نے پنڈ نہیں چھوڑا۔ آخر شیطان کا تیر ہے زہر میں بجھایا ہوا، اس سے بہت بچو۔

دیکھیے ایک بہت بڑے بزرگ علّامہ اُندلسی رحمۃ اللہ علیہ اذان دے رہے تھے، بائیں طرف جب حی علی الفلاح کہا تو ایک عیسائی لڑکی پر نظر پڑ گئی۔ بس اذان چھوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں، مجھ سے شادی کر لے۔ اس نے کہا کہ پہلے عیسائی ہو جاؤ، بس عیسائی ہو گئے، ایمان ختم ہو گیا۔ آٹھ سال تک عیسائی رہے اور سور چراتے رہے، بہت لمبا قصہ ہے پھر ان کے مرید اللہ سے رو رو کر شیخ کو مانگتے رہے کہ اے اللہ! شیخ کو دوبارہ ایمان نصیب فرما۔ مریدوں کی دعاؤں سے اللہ کا فضل ہو گیا اور دوبارہ ایمان عطا ہوا، لہٰذا نظر کو معمولی گناہ نہ سمجھو، ایمان تک ختم ہو جاتا ہے، اس لیے بس اپنے مولیٰ سے دل لگاؤ۔ لاکھ حسن پرستی اور عشق بازی کا مادّہ دل میں ہو، لیکن ان مرنے والوں سے دل نہ لگاؤ۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

کہ سعدی راہ و رسمِ عشق بازی
چناں داند کہ در بغداد تازی

فرماتے ہیں کہ سعدی عشق بازی کے راستوں کو خوب جانتا ہے جیسے کہ بغداد میں عربی گھوڑوں کو پہچاننے کی صلاحیت بہت تھی، اسی طرح میں بھی حسن و عشق کی راہ و رسم کو خوب جانتا ہوں۔

---

[۵۳] الجواب الکافی لابن القیم الجوزی

اگر مجنوں و لیلیٰ زندہ گشتے
حدیثِ عشق زیں دفتر نوشتے

اگر لیلیٰ و مجنوں زندہ ہوتے تو اپنے عشق کی داستان میری کتاب گلستان سے شروع کرتے، اپنی عشق بازی میں میرے محتاج ہوتے، لیکن عشق و محبت کا اتنا بڑا امام جو لیلیٰ و مجنوں کو چیلنج کر رہا ہے وہ فرماتا ہے؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دِگر چشم از ہمہ عالم فروبند

اے میرے دوستو! میرے پیارو! دل کا آرام اسی میں ہے کہ دل میں صرف اللہ کو بسالو، اللہ سے چمٹے رہو، جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چمٹا رہتا ہے، اور ساری دنیا کے حسینوں سے آنکھیں بند کرلو۔ پھر چین ہی چین ہے، ورنہ کہیں چین نہ پاؤ گے۔ بس ساری محنت اور جان کی بازی اسی پر لگادو کہ دل میں غیر اللہ نہ آنے پائے، جیسا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

بس اپنے قلب کی پاسبانی سب سے بڑا سلوک ہے، کیوں کہ دل شاہی محل ہے، دارالسلطنت ہے۔ اگر تم نے دل کی حفاظت نہیں کی تو دل مولیٰ سے محروم ہوجائے گا اور جس محل میں شاہ نہ ہو اس محل کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔

۴) بد نظری بصورتِ تقدس مآبی

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ تھوڑی تھوڑی دیر میں ایک نظر حسینوں پر ڈال دیتے ہیں، پھر جھٹکے سے ہٹالیتے ہیں تاکہ پتا چلے کہ بڑے متقی ہیں، پھر تھوڑی دیر میں ایک نظر مارلی اور پھر جھٹکے سے ہٹالی، تو خوب سمجھ لیں کہ اس جھٹکے بازی سے اللہ نہیں ملے گا، کیوں کہ نفس اتنا بڑا چور ہے کہ سیکنڈوں میں نمک چرالیتا ہے اور حرام لذت اُڑالیتا ہے اگرچہ جھٹکا مار کر نظر ہٹالیتا ہے، لیکن اس تقدس مآبی کے ساتھ نمک حرامی کر رہا ہے، یہ تقدس مآبی اور عالی جنابی نہیں ہے، بلکہ یہ صاحبِ جنابت ہے، نمک حرامی کر رہا ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں اور ستّر سال کا نچوڑ آپ کو مفت میں پلاتا ہوں کہ دنیا کے جتنے حسین و نمکین ہیں چاہے مرد ہوں یا عورت سب سے عیناً قلباً و قالباً الگ ہوجاؤ۔ بعض لوگ نظر تو بچالیتے ہیں، لیکن دل میں اس کے نمک سے مزہ لیتے

ہیں، نگاہِ چشمی بچالی اور نگاہِ قلبی کو گندا کر لیا، لہٰذا سب سے آسان راستہ ہے کہ نظر بچالو، تقدس مآبی کے لیے نہیں اللہ کے خوف سے نظر بچاؤ، پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔

تقویٰ کی حفاظت کے لیے دو اہم نصیحتیں

ارشاد فرمایا کہ جنوبی افریقہ والوں کو خصوصاً علماء کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں پر گھروں پر کام کرنے کے لیے جو ماسیاں آتی ہیں اکثر کالی لیکن کم عمر ہیں، کیوں کہ ماسی بڈھی ہو گی تو وہ کیا خدمت کرے گی؟ اس کی تو خود خدمت کرنی پڑے گی، لیکن علماء کو خصوصاً یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جس زمانے میں بیوی میکے چلی جائے اس زمانہ میں اعلان کر دو کہ تین چار دن یا ایک ہفتہ جب تک بیوی واپس نہ آئے ماسی صفائی کے لیے نہ آئے۔ ہم اپنے دل کو صاف رکھنے کے لیے گھر کی خود صفائی کر لیں گے، اپنے مولیٰ کے لیے تھوڑے دن کی مصیبت خود اُٹھالو، چاہے صفائی نہ ہونے سے گھر کیسا ہی رہے۔ دل کے گندے ہونے سے گھر کا گندا ہونا قبول کر لو۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک ماسی گھر میں کام کرے گی ہم باہر رہیں گے، لیکن شیطان اتنا بڑا دشمن ہے کہ باہر والے کو اندر پہنچانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور چٹکی بجانے کا کام ہے، بڑے بڑے قلندروں کو یہ سیکنڈوں میں بندر بنا دیتا ہے۔ بتایئے! یہ کتنی اہم نصیحت ہے کہ جسم کی مصیبت اٹھالو مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو۔

اسی طرح بدن میں درد ہے اور کوئی شاگرد حسین لڑکا موجود ہے، تو جسم کے درد کی شدت سے مر جاؤ مگر اس سے خدمت نہ کراؤ، درد کی شدت سے موت بھی آجائے تو ایسی موت کو قبول کر لو یا اپنے ہاتھ سے خود دبالو جہاں تک ہاتھ پہنچے اور جہاں تک نہ پہنچے وہاں صبر کرو۔ اگر ان باتوں پر عمل کر لو تو میں کیا کہوں، سو فیصد مولیٰ والے ہو جاؤ گے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ کالی عورتوں اور کالے لڑکوں میں تو کوئی حسن نہیں ہوتا ان سے کیا احتیاط کرنا؟ میں نے کہا کہ بتاؤ نفس پر جب شہوت طاری ہوتی ہے تو وہ کالی گوری کو دیکھتا ہے؟ چوہے کو جب بل یاد آتا ہے تو وہ بل کے کلر کو نہیں دیکھتا کہ سفید کلر کا بل ہے، یا کالے کلر کا ہے یا گرے (Grey) کلر کا ہے؟ وہ تو پاگلوں کی طرح بل کی طرف بھاگے گا، خصوصاً جہاں بلیوں کی میاؤں میاؤں ہو تو بتاؤ وہاں چوہا صرف بل تلاش کرے گا یا بلوں کا کلر دیکھے گا کہ یہ وائٹ کلر کا ہے یا نہیں؟ یا گرے کلر کا ہے یا نہیں؟ اس پر میرا شعر سنیئے جو مزے دار ہے ؎

بے کسی اے میر اس چوہے کی دیکھا چاہیے
بلیوں کی میاؤں ہو اور پاس کوئی بل نہ ہو

جب شہوت کی بلیوں کی میاؤں میاؤں ہوتی ہے تو نفس گوری کالی کو نہیں دیکھتا، اس لیے نفس پر کبھی بھروسہ مت کرو، چاہے کتنے ہی بڑے ولی اللہ ہو جاؤ، خواب میں روزانہ کعبہ شریف اور روضہ شریف کی زیارت کرتے ہو، مگر نفس پر بھروسہ مت کرو۔

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دے۔ اے اللہ! غیر اللہ سے ہمارے قلوب کو صاف فرما بلکہ غیر اللہ سے مناسبت ہی ختم کر دے، حُسن بینی اور حُسن پرستی سے قلب کو پاک فرما کر اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچا دے، اختر کو بھی، میری اولاد کو بھی، میرے احباب کو بھی اور جملہ احبابِ عالم کو بھی اور ان کے گھر والوں کو بھی، آمین۔

گناہ سے بچنے کا ایک لذیذ طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ایک بہت اہم مضمون بتا رہا ہوں کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضلّ کا مظہر اتم ہے یعنی گمراہ کرنے کی جو اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے یہ اس کا مظہر ہے۔ پس جو لوگ شیطان کے پیروکار ہیں یعنی فاسق و فاجر و گناہ گار ان سب پر اسمِ مُضلّ کی تجلّی پڑ رہی ہے، لہٰذا جو ان کی مجلس میں جاتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ اللہ کی تجلّی کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

اسی طرح انبیاء و اولیاء و اہل اللہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ ہَادی کے مظہر ہوتے ہیں، جو اُن کی مجلس میں جاتا ہے اس پر بھی اسمِ ہَادی کی تجلّی پڑ جاتی ہے اور وہ ہدایت پا جاتا ہے، لہٰذا جب کبھی ایسے ماحول میں پھنس جاؤ جو اسمِ مضل کا مظہر ہے مثلاً سڑکوں پر گزر ہو جہاں عریانی و بے پردگی عام ہے اور شیطان نے عریاں عورتوں کے جال لگا رکھے ہیں اَلنِّسَاءُ حَبَایِلُ الشَّیْطَانِ[۵۴] اور نظر شیطان کا زہر میں بجھایا ہوا تیر ہے، لہٰذا جو ایسے ماحول میں پہنچ گیا یا جس نے یہ تیر کھا لیا اور نظر خراب کر لی وہ اسمِ مُضِلّ کی تجلّی کے تحت آ گیا، لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً استغفار و توبہ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگو اور اپنے شیخ و مرشد کے پاس آ کر بیٹھ جاؤ، تاکہ

۵۴؎ مصنَّف ابن ابی شیبۃ: ۱۶۹/۱۹ (۳۵۶۹۴)، کلام ابن مسعود من کتاب الزھد، مؤسسۃ علوم القرآن

سایۂ اسمِ ہادی میں آجاؤ اور سایۂ اسمِ مضل سے بچ جاؤ۔ اسمِ ہادی کی تجلّی اسمِ مُضلّ کی تجلّی کا وِقایہ اور ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر گناہوں کے اندھیروں کے پہاڑ بھی ہوں، تو کسی صاحبِ نسبت مرشد کی صحبت ان پہاڑوں کو اُڑا دیتی ہے اور اس کے ہم نشین غرق فی النور ہو جاتے ہیں۔

تذکرۂ سفر برما

ارشاد فرمایا کہ میں نے ابھی رنگون کا سفر پہلی مرتبہ کیا، جس مسجد میں بیان طے ہوا وہ مسجد وہی تھی جس میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد زمانہ نے ۱۹۲۰ء میں وعظ فرمایا تھا۔ اس مسجد کا نام ہے جامع مسجد سورتی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میرا دادا پیر یہاں بیان کر چکا ہے۔ وہاں آٹھ دن میرا بیان ہوا، بڑا مجمع تھا جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ روز مجمع بڑھ جاتا تھا اور آخر میں مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اور آخر روز مجھے مسلمانوں سے ایک گھنٹہ مصافحہ کرنے کی سعادت ملی اور میری تقاریر کو برمی زبان میں منتقل کرنے کے لیے ایک شخص نے ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ وہاں خانقاہ بھی قائم ہوگئی، بہت بڑی بلڈنگ ہے، میرے دو خلیفہ وہاں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ہمارے بزرگوں کا فیض جاری فرمائیں۔

شیخ کے ساتھ سفر میں نیت کی درستگی کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے ساتھ جب سفر کرو تو نیت درست کر لو کہ اے اللہ آپ کی رضا کے لیے، آپ کی محبت سیکھنے کے لیے یہ سفر کر رہا ہوں، اور دعا بھی کرو کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس میں ہمارے بڑوں کی عزت پر حرف آئے کہ دیکھو یہ ان کے خادم ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی جو پہلی دفعہ سفر پر ہمارے ساتھ آئے تھے بغیر ضرورت کے دکان پر چلے گئے جہاں برمی لڑکیاں سیلز مینی کرتی ہیں، صرف مزہ لینے کے لیے چلے گئے، کوئی کام نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے بہت دُکھ ہوا کہ میرے ساتھ مولیٰ کے لیے سفر کرتے ہو، لیکن پھر بھی تم نے لیلیٰ کو نہیں چھوڑا؟ اگر یہی کرنا تھا تو ساتھ کیوں آئے؟ دیکھو جو شخص بھنگیوں میں رہتا ہے اسے پاخانہ سونگھنے کی عادت ہے، لیکن کسی حکیم نے اس کے علاج کے لیے اس کو عطر کی دکان میں نوکری دلوا دی کہ جب وہ ہر وقت خوشبو سونگھے گا تو پھر اسے بدبو سے خود بخود نفرت ہو جائے گی، لیکن اگر وہ ایسا

خبیث ہو کہ عطر کی دکان میں بھی گو کی ڈبیہ ساتھ رکھتا ہو کہ دو چار گھنٹے کے بعد نکالی اور سونگھ لی تو کیا اس کی اِصلاح ہوسکتی ہے؟ اگر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی کسی حسین لڑکے یا لڑکی کو دیکھ رہا ہے، تو مجھے ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ جیسے میرا ہارٹ فیل ہوجائے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر لگتا ہے کہ ایسوں کے ساتھ رہنے سے کہیں غضب نازل نہ ہوجائے، کیوں کہ جہاں عذاب نازل ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صحابہ سے فرمایا کہ جن لوگوں نے اس معذّب بستی کے پانی سے آٹا گوندھ لیا وہ پھینک دو، کیوں کہ یہاں عذاب نازل ہوا ہے اور آپ نے سر جھکا لیا اور منہ پر کپڑا ڈال دیا اور فرمایا کہ روتے ہوئے گزر جاؤ، یہاں عذاب آیا ہے۔ تو جس عمل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، تو جب لعنت آتی ہے تو وہ گرد و پیش کو بھی متاثر کرتی ہے، تو بد نظری کرنے والے کو خاص ہدایت کردو کہ تم اپنی لعنت کو متعدی مت کرو، ساتھ رہو اور صحیح رہو پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔ اور اگر یہی لعنتی کام کرنا ہے تو یہاں سے بھاگ جاؤ، کیوں ساتھ رہتے ہو؟ دھوکا دیتے ہو اپنے نفس کو بھی اور مخلوق کو بھی۔ رَفِیۡقٌ فِی السَّفَرِ کو رَفِیۡقٌ فِی الۡعَمَلِ ہونا چاہیے۔ خالی رفیقِ بریانی اور رفیقِ سموسہ نہیں ہونا چاہیے وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا رفاقت سے مراد رفاقت صراطِ مستقیم ہے اور صراطِ مستقیم کیا ہے؟ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ہے، یہ منعم علیہم کا راستہ ہے یعنی اُن بندوں کا راستہ جن پر انعام نازل ہوا، اور منعم علیہم کون ہیں؟ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ نبیین، صدیقین، شہداء وصالحین ہیں وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا[۵۵] یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔ کیوں؟ کیوں کہ ان کی رفاقت سے تم کو سیدھا راستہ اللہ کا مل جائے گا۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ صراطِ مستقیم کا بَدَلُ الۡکُلِّ مِنَ الۡکُلِّ ہے یعنی ان انعام یافتہ بندوں سے تم بالکل اللہ کا راستہ پا جاؤ گے۔[۵۶] تو ظاہر بات ہے کہ صراطِ مستقیم مطلوب و مقصود ہونا چاہیے اور یہ بد نظری کرکے صراطِ مستقیم کا مقصد فوت کر رہا ہے لہٰذا علمِ الٰہی میں یہ رفیق نہیں ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ رہ کر بھی اِدھر اُدھر بد نظری کرلیتا ہے، بلکہ دل میں نیت ہو کہ طرح طرح کے نمکینوں کو دیکھیں گے، طرح طرح کی لیلاؤں کو دیکھیں گے، ایک جگہ سے تو مزہ نہیں آرہا ہے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ مرض پکڑا گیا ہے کہ وہ شیخ کے ساتھ سفر اسی لیے کرتے ہیں کہ مختلف پلیٹ فارموں پر، مختلف اسٹیشنوں پر، مختلف ایئرپورٹوں پر لندن کا مال، افریقہ کا مال، امریکا کا مال، باربڈوز کا مال دیکھیں گے، طرح طرح کی لیلاؤں اور طرح طرح کے نمکینوں

---

۵۵ النسآء: ۶۹

۵۶ روح المعانی: ۱/۸۸، الفاتحۃ (۶)، دار احیاء التراث، بیروت

کو دیکھیں گے، یہ شخص غیر اللہ کا طالب ہے، اس کی تو بنیاد ہی میں غیر اللہ ہے تو یہ کیسے مولیٰ کو پائے گا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص عطا فرمائے۔

اللہ والوں کے ساتھ رہو یا اللہ والوں کے خادموں اور غلاموں کے ساتھ رہو تو مولیٰ ہی کو مقصود بناؤ۔ یہ تصور بھی قرآنِ پاک سے ثابت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے عاشق ہیں وہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ ہیں حالاً اور استقبالاً۔ یُرِیۡدُوۡنَ مضارع ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں یعنی موجودہ زمانہ میں بھی ان کے دل میں اللہ ہے اور آیندہ بھی میں ہی ان کے قلب میں رہوں گا۔ ان کے دل میں کسی زمانے میں میرے علاوہ کسی اور کی نیت نہیں ہوتی یعنی ان کے دل میں کبھی یہ نیت نہیں ہوتی کہ چل کر کسی لیلیٰ کو دیکھیں گے، اس کا نام ایمان ہے۔ بس یہ اللہ سے مانگو کہ جب ہم اپنے بزرگوں کے ساتھ سفر کریں تو ہم حالاً اور استقبالاً اللہ کو اپنا مراد بنائیں۔ اصلی مرید وہ ہے جو یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ ہو، جس کے دل میں اللہ مراد ہو۔ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ کے فوراً بعد یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ[۵۷] نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ صرف ذکر و تہجد بھی کافی نہیں جب تک اخلاص نہ ہو۔ یہ صحابہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ ہیں۔ ان کے قلب میں صرف میرا ارادہ ہے، میں ان کا مراد ہوں، یہ میرے مرید ہیں۔ مرید کے معنیٰ ہیں ارادہ کرنے والا، اپنے ہر لمحۂ حیات میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو اور یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا[۵۸] اور میرے فضل اور میری رضا کو ہر وقت ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ میں کیا عمل کرلوں کہ میرا اللہ مجھ سے خوش ہوجائے اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کوئی عمل ایسا نہ ہوجائے جس سے میرا قلب گندا ہوجائے اور میرا مولیٰ مجھ سے ناراض ہوجائے۔

یہ بات اپنے احباب سے خصوصی طور پر کہتا ہوں، کیوں کہ ابھی سفر کرنا ہے، ابھی ڈربن جانا ہے، ملاوی جانا ہے کہ جہاں بھی رہو یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ کا مراقبہ کرو کہ ہم اللہ کے لیے چل رہے ہیں، اللہ کی ذات کو مراد بناؤ، دل کے گوشہ میں بھی ایسا خیال نہ آنے دو، شیطان وسوسہ بھی ڈالے تب بھی کہو کہ اے اللہ! ہم آپ ہی کو مقصد بنا کر چل رہے ہیں۔ بس میں چلو یا ریل میں چلو یا ہوائی جہاز میں چلو اپنے ہر عمل سے، اپنی آنکھوں کی ہر نظر سے ثابت کردو کہ آپ ہی ہماری مراد ہیں، اس لیے ہم کسی گوری کالی کو نہیں دیکھتے۔ پھر

۵۷؎ الکھف:۲۸

۵۸؎ الفتح:۲۹

دیکھو کہ ایک ہی سفر میں کیا ملتا ہے! دل غیر فانی مٹھاس سے نہ بھر جائے تو کہنا۔

اللہ کے پیار کی ایک علامت

ارشاد فرمایا کہ ایک بات بڑے کام کی بتاتا ہوں کہ جائز دنیا بھی زیادہ حسین ورنگین بنانے کی تمنانہ کرو، بیویوں کے بھی زیادہ حسین ہونے کی تمنانہ کرو، کیوں کہ بیوی اگر کم حسین ہوگی تو آخرت میں زیادہ لگو گے۔ اگر ایک پندرہ سال کی لڑکی سے شادی کرلو جس کا کتابی چہرہ ہو، آنکھیں ہرن جیسی ہوں اور ہونٹ ؎

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

ہو تو بولو پھر جاؤ گے کسی دینی سفر پر؟ دینی سفر تو کُجا دنیا کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلو گے۔ سارے رین اور پونڈ اور ڈالر ایک طرف اور حسن ایک طرف! کہے گا کہ ہم چٹنی روٹی کھائیں گے پردیس نہیں جائیں گے۔ وہ بزنس کے لیے بھی باہر نہیں جائے گا۔ دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی۔ اس کا دل شیخ کے پاس جانے کو چاہے گا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اچھا ایک بات اور بتاتا ہوں کہ جو ابّا ہوشیار ہوتا ہے وہ اپنی بہو زیادہ حسین نہیں لاتا، کیوں کہ دیکھتا ہے کہ میرا لڑکا بڑا رومانٹک مزاج ہے، یہ اگر حسین بیوی پائے گا تو پھر یہ مجھے ابّا ابّا نہیں کہے گا، بیوی کو لے کر بھاگ جائے گا اور میں اس کے ابّا ابّا کہنے سے محروم ہوجاؤں گا۔ تو ربّ العالمین بھی جس کو اپنا پیارا بناتے ہیں اور اپنے پیار کے لیے منتخب کرتے ہیں اور اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرماتے ہیں اس کو حسین بیوی نہیں دیتے کہ یہ مٹی کے کھلونوں میں پھنس جائے گا، پھر یہ کنزالد قائق نہیں پڑھے گا بلکہ حسن الد قائق پڑھے گا۔ اسی لیے اکثر اولیاء اللہ کے حالات ایسے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے جیسے فرشتہ بیٹھا ہوا ہے، گرمی میں ململ کا کُرتا پہنے ہوئے، صراحی نما گردن، آواز بھی حضرت کی بڑی دردناک تھی۔ کیا کوئی ایسے شعر پڑھے گا جو حضرت پڑھتے تھے۔ اگر آپ ان کا ذکر سن لیتے جب وہ دردناک آواز سے اللہ کہتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ سینے سے دل نکل جائے گا، کلیجہ پھٹ جائے گا، تہجد کے وقت میں نے ان کا ذکر ان کانوں سے سنا ہے، لیکن ان کی شادی جو ماں باپ نے کروائی اسی پر راضی رہے۔ کوئی مناسبت نہیں تھی ان کے حسن سے۔ سارے مرید ان کی بیوی کو اماں کہتے تھے، تو مولانا بھی کہتے کہ بھئی دیکھو اماں کے یہاں جاکر پوچھو کہ کیا ضرورت ہے؟ کوئی سبزی وبزی منگانا ہے تو لادو۔ ہم کو بہت ہنسی آتی تھی کہ سب تو اماں کہہ رہے ہیں تو حضرت بھی اماں کہہ رہے ہیں کہ اماں کے یہاں جاؤ، اماں کو میرا سلام کہہ دینا۔

(مجلس کے آخر میں حضرت نے احقر سے دریافت فرمایا کہ میر صاحب! مزہ آیا؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت کے ساتھ تو ہر سانس میں مزہ ہی مزہ ہے۔) فرمایا کہ پہلے مجھے مزہ آتا ہے، پہلے میں اللہ کی محبت میں مزہ پاتا ہوں پھر دوسرے پاتے ہیں۔ جو ظالم خود بے مزہ ہو گا وہ دوسروں کو کیا مزہ دے گا؟ پہلے اللہ تعالیٰ مجھے مزہ دیتا ہے پھر میں اپنے احباب کو دیکھتا ہوں کہ ان کو بھی مزہ آرہا ہے۔ غیر اللہ سے چھڑانے میں اور اللہ سے ملانے میں مزہ نہیں ہو گا؟ لیلیٰ سے چھڑانا اور مولیٰ سے چپکانا دنیا میں اس سے بڑا پروجیکٹ، اس سے بڑا منصوبہ، اس سے بڑا مضمون کوئی نہیں ہے۔ جو لَآ اِلٰہَ کا کام کررہا ہو اور اِلَّا اللّٰہُ کا کام کررہا ہو یعنی لَآ اِلٰہَ سے اپنے کو اور اپنے احباب کو غیر اللہ سے چھڑا رہا ہو اور اِلَّا اللّٰہُ سے مولیٰ سے چپکا رہا ہو پورے اسلام میں اس سے بڑا اور اس سے مزے دار کوئی مضمون نہیں ہے۔ (مولانا عبدالحمید صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ) آپ نے ماریشس میں کہا تھا کہ ایک ہی مضمون بار بار سنتا ہوں غیر اللہ سے جان بچانا اور اللہ تعالیٰ سے جان چپکانا لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہر بار ایک نیا مزہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جس کے لیے یہ مضمون بیان کرتا ہوں وہ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[۵۹] ہے اس لیے ہمیشہ نیا مزہ پاؤ گے۔ بس اللہ سے دعا کرو اور ایک دعا اور کرو کہ اللہ تعالیٰ اختر کو سارے عالم میں ایک گروہِ عاشقاں عطا فرمائے اور دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی محبت کے نشر کے لیے ہم سب کو قبول فرمائے، آمین۔

دیکھو! یہ مولانا... یہاں سے انڈیا گئے تھے، انڈیا کا خوب سفر کیا اور میرے لیے بنگلہ دیش میں تھوڑا سا وقت نکالا، لیکن پھر جو مزہ پایا تو کہنے لگے کہ کاش میں کہیں بھی نہ جاتا اور پورا وقت تمہارے ساتھ لگاتا۔ بعضوں کو خبر نہیں کہ میرے بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں اس فقیر کی گدڑی میں کون سا لعل ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے احقر نے کہا تھا ؎

گدڑی میں لعل لعل پہ گدڑی چڑھی ہوئی
مشکل ہے تیرے لعل تک ناداں کی دسترس

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور فخر سے پناہ چاہتا ہوں، کچھ دن اختر کی صحبت میں رہو مولیٰ کی محبت تم کو مست نہ کردے تو کہنا۔ یہ علماء ایسے ہی میرے پاس نہیں آتے، عام لوگوں کی تو بات نہیں، لیکن مولوی جلدی پیر کی پکڑ میں نہیں آتا جب تک اپنے علمِ قرآن و حدیث کی روشنی میں خوب پرکھ نہیں لیتا۔ اسی لیے حکیم الامت

۵۹؎ الرحمٰن:۲۹

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پیر کے مرید علماء زیادہ ہوں تو سمجھ لو کہ یہ پیر سچا ہے، کیوں کہ علم کی روشنی رکھنے والے اس کے معتقد ہیں۔ بہت سے نابینا اگر بیٹھے ہوں اور کسی کے حسن کی تعریف کر رہے ہوں تو آپ کو یقین نہیں کرنا چاہیے کہ جس کی خود آنکھیں نہیں ہیں وہ کہہ رہا ہے کہ فلاں کی آنکھیں بہت پیاری ہیں، کَعَیْنِ الظَّبْیِ مثل ہرن کی آنکھ کے، تو اس کے قول کو آپ جلدی نہیں مانیں گے۔ علماء کو اللہ نے آنکھ دی ہے، علم کی روشنی دی ہے، یہ جس کو پیر منتخب کریں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ الحمد للہ! پورے جنوبی افریقہ میں ہی نہیں دوسرے ممالک میں بھی خصوصاً جہاں سفر ہوا ہے، بڑے بڑے علماء کی خدمت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نصیب فرمائی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب یہ بڑے بڑے جامعہ اور دارالعلوم والے سمجھتے تھے کہ حکیم اختر دوا بیچتا ہو گا۔ آج اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بڑے بڑے علماء کہتے ہیں کہ میں دوائے دردِ دل بیچتا ہوں۔ مفتی حسین زمانۂ طالب علمی سے میرے پاس آتا تھا۔ مولانا ہارون شیخ الحدیث جو اب بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، ان سے کہا جاتا کہ کہاں جاتے ہو، اس کے پاس کیا ہے؟ اب وہ کہتے ہیں کہ کاش زمانۂ طالب علمی سے میں تمہارے پاس آتا تو آج میرا کیا حال ہوتا۔ اب روتے ہیں، اشکبار ہوتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا تھا کہ یہ کوئی حکیم ہی ہے، گولیاں دیتا ہو گا۔ میں کوئی گولی نہیں بناتا صرف بولی سناتا ہوں، میری بولی ہی میں اللہ نے گولی کا اثر رکھ دیا ہے، لیکن الحمد للہ میں نے اپنے بزرگوں سے جو دردِ دل سیکھا وہی دوائے دردِ دل اب دے رہا ہوں۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت مرشدی مد ظلہم العالی فِدَاہُ رُوْحِیْ کے درد بھرے اشعار اکثر حضرت اقدس کی تاریخِ حیات اپنے اندر رکھتے ہیں جس کا لوگوں کو علم نہیں، چوں کہ وہ گفتہ آید در حدیث دیگراں ہے حالاں کہ دراصل وہ حضرتِ اقدس کے مقامِ عالی کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرتِ والا دام ظلہم کے مندرجہ ذیل اشعار اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کرتا ہوں۔

بعد مدت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھا تھا جسے لعل بدخشاں نکلا

ہائے اُس قطرۂ دریائے محبت کا اثر
جس کو سمجھا تھا کہ قطرہ ہے وہ طوفاں نکلا

خار سمجھا تھا جسے اہلِ جہاں نے اخترؔ
دامنِ فقر میں اس کے ہی گلستاں نکلا

۱۸؍ جمادی الثانی ۱۹؁ ۱۴؁ھ مطابق ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز ہفتہ، بعد مغرب، بمقام مسجد حمزہ، لینیشیا

پیامِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت والا نے حسب معمول مسجد حمزہ میں نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ کرسی لاؤ اور کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور مولانا منصور الحق صاحب سے فرمایا کہ نعت پڑھیں۔ مولانا نے حضرت والا کی یہ نعت پڑھی۔

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ
مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطانیت ہیچ ہو گی
جو پائے گا دل میں پیامِ مدینہ

ارشاد فرمایا کہ وہ کیا پیام ہے کہ جس سے سلطانیت ہیچ ہو رہی ہے؟ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام یہ ہے کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ۔ اگر تم مولیٰ کو پا گئے تو دونوں جہاں کیا دونوں جہاں سے بڑھ کر پا گئے، دونوں جہاں کا حاصل پا گئے۔ اور جس ظالم کو اللہ نہیں ملا تو کارخانہ، فیکٹری، تاجِ سلطنت اور تختِ شاہی کے باوجود دنیا میں اس سے بڑا غریب اور مسکین اور خسارہ میں کوئی نہیں، اور جو مولیٰ کو پا گیا اس سے بڑا امیر کوئی نہیں۔ دونوں جہاں کا پیدا کرنے والا جس کے دل میں آجائے وہ امیر نہیں ہو گا؟ ایک فقیر درویش سے کسی نے کہا کہ آپ شاہ صاحب کہلاتے ہیں آپ کے پاس کتنا سونا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس سونے کا ایک ذرّہ بھی نہیں ہے، میں تو فقیر ہوں لیکن جو سونا پیدا کرتا ہے وہ میرے دل میں ہے، میں دل میں خالقِ زر رکھتا ہوں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کتنا سموسہ کھاتے ہو، کتنا پاپڑ، کتنی کڑھی اور بریانی کھاتے ہو تو اللہ والا جواب دیتا ہے کہ جو اللہ کھلا دیتا ہے کھا لیتا ہوں، لیکن چوں کہ میرا مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ رزق میرے مولیٰ نے بھیجا ہے، اس لیے مجھے دال روٹی میں بھی بریانی کا مزہ آتا ہے۔ جو دونوں جہاں کی لذت کا پیدا کرنے والا ہے، جو جنت کی نعمتوں کا پیدا کرنے والا ہے، جو حوروں میں حسن ڈالنے والا ہے وہ جو میرے دل میں آج موجود ہے اور اسی نے محنت کی توفیق دی کہ مولیٰ مجھ کو مل جائے۔ جنت تو اُدھار ہے لیکن مولیٰ نقد ہے۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

اللہ والوں کے دل میں جنت پیدا کرنے والا موجود ہے یعنی اپنی تجلیاتِ خاصّہ سے وہ دل میں متجلی ہے تو دنیا کی نعمتوں سے اور آخرت کی نعمتوں سے زیادہ مزہ وہ دل میں پاتا ہے۔ بتاؤ جنت افضل ہے یا خالقِ جنت؟ جو دل میں اللہ کو پا گیا وہ جنت سے افضل کو پا گیا، اس لیے حکم ہے کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ [۶۰] جب جنت میں جاؤ تو پہلے میرے عاشقوں سے ملو جو میرا رزق کھا کر میرے باوفا رہے، نفس و شیطان کے نہ ہوئے، سوسائٹی اور معاشرے کے نہ ہوئے، صوبائی، ملکی، بین الاقوامی قوانین کے پابند نہ رہے، وہ میرے فرماں بردار رہے، وہ میرے ساتھ باوفا رہے، وہ حسینوں نمکینوں سے نظر بچا کر غم اُٹھاتے رہے، میری روٹی کھا کر مجھ سے بے وفائی نہیں کی، تو جب وہ میرے بن کر رہے تو میں کیوں یاء تخصیصی نہ لگاؤں؟ اور کیوں نہ کہوں فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، یہ میرے بندے ہیں، یہ نفس و شیطان کے بندے نہیں تھے۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے اللہ والوں کی ملاقات جنت سے افضل ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ جنت مکان ہے اللہ والوں کا، اللہ والے مکین ہیں جنت کے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ واہ رے استدلال میرے شیخ کا! اس لیے اللہ والوں کی ملاقات کو جو معمولی سمجھے گا تو خطرہ ہے کہ وہ جنت بھی نہ پائے کیوں کہ دنیا میں یہ اللہ کے خاص بندوں سے دور رہتا تھا تو آخرت میں فِیۡ عِبٰدِیۡ کیسے پائے گا؟ یہاں کا فِیۡ عِبٰدِیۡ حسبِ قاعدہ جَزَآءً وِّفَاقًا وہاں کے فِیۡ عِبٰدِیۡ سے تبدیل ہو جائے گا، اس لیے یہاں اللہ والوں کو تلاش کرتے رہو، اور اللہ والوں کے غلاموں کو بھی حقیر مت سمجھو۔ اگر حکیم اجمل خان آج نہیں ہیں تو ان کے شاگردوں کو غنیمت سمجھو جو ان کے ساتھ نسخے کی مشق کرتے رہے۔ اسی طرح جو اللہ والوں کے ساتھ رہے تو سمجھ لو کہ یہ قابلِ اعتماد ہے کیوں کہ اللہ والوں کے ساتھ اس کی رفاقت بہت دنوں تک تھی۔ یہ جو آپ سے خطاب کر رہا ہے تین سال تک شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا جن کی ایک صحبت بھی کسی نے اٹھائی ہے اور ایک منٹ بھی ان کو جنھوں نے دیکھا، ان کے دل سے پوچھو کہ مولانا کس مقام پر تھے؟ تو تین سال تک اللہ تعالیٰ نے اختر کو ان کے ساتھ رکھا۔ ان کے بعد سترہ سال مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اعظم گڑھ کے قصبہ پھولپور میں آبادی سے دور جنگل میں رہا، جہاں حضرت کی آہ و فغاں کے سوا کوئی نظر

---

[۶۰] الفجر:۲۹

نہیں آتا تھا۔ میری جوانی تھی مگر اللہ کی توفیق سے ستّر سال کے بڈھے کے ساتھ میں نے جوانی گزاری، لیکن حضرت کے پاس ایسا لگتا تھا کہ پورا جہاں ان کے قدموں میں ہے۔ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے، ورنہ جوان تو اپنے ہم عمر تلاش کرتے ہیں کہ چلو ہم علیحدہ گپ شپ لگائیں، مگر میں جانتا ہی نہ تھا کہ گپ شپ کیا چیز ہے۔ سارا جہاں مجھے حضرت کے اندر محسوس ہوتا تھا۔ میرا شعر ہے ؎

وہ اپنی ذات میں خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

اللہ والوں کی فنائیت

ارشاد فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت عمدہ لباس میں رہتے تھے اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سادہ لباس میں۔ بعض دیہاتیوں نے کہا کہ بزرگ تو مولانا نانوتوی ہیں، کیوں کہ مولانا گنگوہی بہت ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی نے یہ سنا تو کیا جواب دیا۔ آج کل کا کوئی متنفس، لالچی اور نفس پرور مولوی ہوتا تو کہہ دیتا کہ ویری گڈ، میں زیادہ وی آئی پی ہوں، مولانا گنگوہی مجھ سے کمتر ہیں۔ مگر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کیا پہچانوگے مولانا گنگوہی کو، ہم اگر ان جیسا لباس پہن لیں تو فرعونِ بے ساماں ہو جائیں اور ان کے ہاں عمدہ لباس اور ٹاٹ کے درمیان کوئی فرق نہیں، خواہ وہ ٹاٹ پہن لیں یا شاندار لباس دونوں لباسوں میں ان کی حالت یکساں رہتی ہے ؎

اُڑادیتا ہوں اب بھی تار تارِ ہست و بود اصغرؔ
لباسِ زُہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

سبحان اللہ! یہ ہے دونوں بزرگوں کا مقامِ فنائیت۔

صدیقین کی شہداء پر فضیلت کے منقول و معقول دلائل

ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو مغلوب کرتا ہے، ذلیل وخوار کرتا ہے یعنی نفس کی بُری خواہش کو مارتا ہے یہی ہے اپنے مالک پر، اپنے اللہ پر مرنے کا مفہوم۔ جس نے اپنی بُری خواہش کو ماردیا اس نے گویا اپنے کو اللہ پر فدا کردیا، یہ بھی شہادت ہے۔ تفسیر بیان القرآن میں حکیم الامت نے لکھا ہے کہ جو اپنی بُری خواہش پر عمل نہ کرنے کا غم اٹھالے اور اپنے دل کا خون کرلے تو یہ شہادتِ باطنی معنوی ہے، یہ بھی شہداء

کے ساتھ اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ شہادتِ ظاہری بے شک بہت بڑی نعمت ہے، خصوصاً جب شہادت فرض ہو تو گردن کٹا دینا دلیل ہے کہ اللہ اس کو جان سے زیادہ پیارا ہے اور شہید بھی اللہ کا پیارا ہے لیکن شہید کی گردن ایک بار کٹتی ہے مگر ہر وقت نفس کو مارنا، ہر سانس میں شہید ہونا کمالِ عشق ہے جس کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

لہٰذا دونوں شہادتیں ضروری ہیں اور دونوں کو حاصل کرنا چاہیے، لیکن صدّیقین کا درجہ مقدّم ہے شہداء پر جیسا کہ قرآن پاک کے اسلوبِ بیان سے ظاہر ہے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ[۶۱] تقدیم و تاخیر ان کے درجات کو متعین کر رہی ہے۔ نبی صدیق سے افضل ہے اور صدیق شہید سے افضل ہے اور شہید صالحین سے افضل ہے۔ اور شہداء پر صدیقین کی افضلیت کی دو وجہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائیں:

۱) صدیق مقاصدِ بعثتِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے، پیغمبر جس کام کے لیے دنیا میں بھیجا جاتا ہے وہ اس کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے، اسی لیے جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک بہتا ہوا دیکھ کر جب حضرت صدیق اکبر شہید ہونے کے لیے کافروں پر جھپٹے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا: شِمْ سَیْفَكَ لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِكَ اے صدیق! اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے، اپنی جدائی سے مجھے غمگین مت کر۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانِ صدیق جانِ پیغمبر کو محبوب ہوتی ہے۔ اگر حیاتِ صدیق شہادت سے افضل نہ ہوتی تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مقامِ شہادت پر فائز ہونے سے نہ روکتے، کیوں کہ نبی کی شان حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ[۶۲] ہے یعنی حَرِیْصٌ عَلٰی اِیْمَانِكُمْ وَصَلَاحِ شَانِكُمْ[۶۳] نبی امت کے ایمان پر اور ان کی صلاحِ شان پر حریص ہوتا ہے۔ پس اگر شہادت کا مقام صدیقیت سے اعلیٰ ہوتا تو نبوت کی شان کے خلاف تھا کہ کسی اُمتی کو اعلیٰ مقام سے محروم کر کے ادنیٰ پر

---

[۶۱] النسآء: ۶۹

[۶۲] التوبۃ: ۱۲۸

[۶۳] روح المعانی: ۱۱/۵۲، التوبۃ (۱۲۸)، دار احیاء التراث، بیروت

رہنے دیتا۔ آیتِ پاک کے تقدّم و تأخّر کے ساتھ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ثابت ہوا کہ مقامِ صدّیق شہید سے افضل ہے۔

۲) صدیق کے افضل ہونے کی دوسری وجہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو یہ عطا فرمائی کہ شہید ایک دفعہ شہید ہوتا ہے اور صدیق ہر لمحۂ حیات میں شہید ہوتا رہتا ہے اور اس کی روح اعلیٰ درجہ کے ایمان پر فائز ہوکر اپنے نفس کے بُرے تقاضوں پر غالب رہتی ہے، ایک لمحہ بھی وہ اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ اس کی ہر سانس شہید ہے کیوں کہ ایک سانس اور ایک لمحہ بھی وہ اپنے مالک کو ناراض کرکے حرام لذت کو اپنے دل میں لاکر اپنی بے غیرتی، کمینہ پن اور بے وفائی کا ثبوت پیش نہیں کرتا، ہر لمحۂ حیات میں وہ اللہ پر شہید ہوتا ہے۔ کیسے؟ اپنے نفس کی حرام خواہش پر عمل نہیں کرتا اور بغیر ایمانِ صدیقین کے اپنی خواہش کا خون کرنے کی انسان ہمت نہیں پاسکتا۔ جب جان سے زیادہ اللہ پیارا ہوتا ہے تب وہ اپنی خواہش کو مارتا ہے اور ہر لمحۂ حیات میں اللہ کے خنجرِ عشق کو اپنی خواہش کے گلے پر پھیرتا رہتا ہے۔

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

وہ ہر لمحہ اپنے نفس کو شہید کرتا رہتا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کے غضب اور قہر کے اعمال سے حرام لذت کو اندر لانا اپنی وفاداری کے خلاف سمجھتا ہے۔ حرام لذتوں سے اس کو ذوقِ وفاداری نہیں رہتا۔ اس کو تو اللہ کی وفاداری میں مزہ آتا ہے۔ ہر لمحۂ حیات نظر بچا بچا کر، غم اُٹھا اُٹھا کر وہ اپنے ذوقِ وفاداری پر فدا رہتا ہے اور اپنی قسمت پر شکر گزار رہتا ہے۔

کہاں یہ میری قسمت کہ فدا ہوں تجھ پہ ہر دم
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

ہر انسان کا ماضی حال اور مستقبل تین زمانہ ہوتا ہے اور ہر امتی پیدائشی صدیق نہیں ہوتا۔ بعض رفتہ رفتہ ترقی کرکے مقامِ صدیقیت تک پہنچتے ہیں، ماضی کے زمانے میں اس کا ایمان کچھ ہوتا ہے اور حال میں کچھ اور ہوتا ہے، مستقبل میں کچھ اور ہوجاتا ہے۔ تب وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! میں تو تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ میری زندگی کی ہر سانس آپ پر اس طرح فدا ہوگی اور ایک لمحۂ حیات بھی میں آپ کو ناراض کرکے حرام لذت نہ لوں گا۔ مجھے تو اس کا تصور بھی نہیں تھا، اس لیے جب اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی کو فائز کرتا ہے تو اس کی زندگی کی ہر

سانس اللہ پر فدا ہوتی ہے اور ایک سانس بھی مالک کو ناراض کر کے حرام لذت کشید کر کے وہ بے وفائی کا ثبوت پیش نہیں کرتا، اور اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو ندامت کے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے اور جب تک رو رو کر اللہ کو راضی نہیں کر لیتا اس کو چین نہیں آتا۔ ہر سانس اپنے مولیٰ کا وفادار رہنا اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرنا اس کا مقصدِ حیات ہوتا ہے۔

لیکن یاد رکھو! اس بات کو لومڑی نہیں سمجھ سکتی، روباہ خصلت آدمی اس مضمون کے اِدراک سے بھی قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ کے جو شیر ہوتے ہیں وہی اس مضمون کو سمجھ سکتے ہیں، ورنہ جس آدمی کو ہر وقت گناہوں کی خبیث عادت پڑی ہوئی ہے وہ کیا جانے کہ اللہ کی عبادت میں کیا مزہ ہے؟ پائخانے کا کیڑا اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ چمن میں کیا لطف ہے۔ وہ تو یہی سمجھتا ہے کہ گوہ ہی میں رہنے میں مزہ ہے۔ اگر اس کیڑے کو الگ کر دو تو وہ پھر گو کی طرف بھاگتا ہے اور خوگرِ خصلتِ بد ہو جاتا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ان مضامین کو سمجھنے کی بھی صلاحیت مانگو جو اختر پیش کر رہا ہے۔ اگر مقامِ صدیقیت حاصل نہیں ہے تو صدیقین کے جذبات اور مقامات کو سمجھنے کے لیے کم سے کم ذوقِ صدیقیت تو ہو تا کہ وہ یہ تو سمجھ سکے کہ جس کی زندگی کی ہر سانس خالقِ زندگی پر فدا اور اس کے ساتھ باوفا ہے وہ کتنا خوش نصیب انسان ہے۔ جس کو یہ ذوقِ صدیقیت حاصل ہے وہ بھی ان شاء اللہ ایک دن مقامِ صدیقیت پر فائز ہو جائے گا۔

اے اللہ! اختر کو اور اس کے احباب کو ذوقِ صدیقیت بھی نصیب فرما اور منتہائے مقامِ صدیقین پر بدون استحقاق محض اپنے کرم سے پہنچا دے، آمین۔

عظمتِ الٰہیہ کے سامنے مخلوق کی کوئی حقیقت نہیں

ارشاد فرمایا کہ جو مخلوق سے ڈر کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے کہ اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، اگر ہم ٹخنوں سے اونچا پاجامہ کر لیں گے، اگر ہم نامحرموں سے شرعی پردہ کر لیں گے تو مخلوق کیا کہے گی؟ کیوں کہ ان کی اکثریت اور میجارٹی ہے اور ہمیں ان ہی میں رہنا ہے، اگر ہم ان کی بات نہ مانیں گے تو پھر کہاں رہیں گے؟ یہی دلیل ہے کہ مولیٰ اس کے دل میں ابھی نہیں آیا، ورنہ جو سورج کو دیکھ لیتا ہے ستارے اس کو نظر بھی نہیں آتے بلکہ بعض اکثریت بعض اقلیت سے ڈرتی ہے اور وہ اقلیت اکثریت میں آنے سے بغض رکھتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ستارے کبھی کہتے ہیں کہ ہم اکثریت میں ہیں، اے سورج! تو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہماری طرح ہو کر ہم سے الیکشن لڑ لے۔ بالفرض اگر کہیں بھی تو سورج کہے گا کہ اے ستارو! تم مجھ سے الیکشن لڑو گے؟

جب میں نکلوں گا تو تم خود موجود بھی نہیں رہو گے، کالعدم ہو جاؤ گے اور اس قابل بھی نہیں رہو گے کہ اپنے حق میں ووٹ دے سکو۔ ایسے ہی جنوبی افریقہ کے جنگل میں جو تین سو ساٹھ کلومیٹر کا ہے، وہاں مثلاً پانچ لاکھ ہرن ہیں جن کو گجراتی لوگ کہتے ہیں کہ ہرن شیر کا سموسہ ہے۔ واہ رے گجراتیو! سموسہ تمہارے منہ کو اس قدر لگا ہوا ہے کہ جنگل میں بھی سموسے کو نہیں بھولے۔ تو پانچ لاکھ ہرنوں نے کہا کہ ہم پانچ لاکھ ہیں اور شیر اکیلا ہے لیکن وہ ہر وقت ہم کو خوفزدہ رکھتا ہے، لہٰذا الیکشن لڑو تاکہ شیر کی آمرانہ حکومت میں انقلاب آجائے تو کیا وہ شیر سے الیکشن لڑسکتے ہیں؟ شیر کہے گا کہ جب میں اپنی شیرانہ خوفناک آواز میں دھاڑوں گا تو خوف کے مارے تمہارے کلیجے پھٹ جائیں گے اور تم حواس باختہ بھاگتے ہوئے نظر آؤ گے اور اس قابل بھی نہیں رہو گے کہ الیکشن کا سوچ بھی سکو۔ تو دوستو! اللہ کی عظمت کو پہچانو۔ اللہ بہت بڑا ہے، اس کے سامنے شیر کی کیا حقیقت ہے؟ وہ خالقِ شیر ہے، لہٰذا اللہ کو ناراض کرکے مخلوق کو خوش مت کرو، مخلوق کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، وہ بڑی طاقت والی ذات ہے۔ ایک سوال کرتا ہوں کہ عزت اور ذلت کس کے قبضے میں ہے؟ زندگی اور موت کس کے قبضے میں ہے؟ تندرستی اور بیماری کس کے قبضے میں ہے؟ امیری اور غریبی کس کے قبضے میں ہے؟ ایمان پر موت کس کے قبضہ میں ہے؟ میدانِ قیامت میں فیصلہ کس کے قبضہ میں ہے؟ اتنی بڑی طاقت والی ذات کو ناراض کرکے اور چند بے وقوف لوگوں کی سوسائٹی اور اپنے ماحول کو خوش کرنے والا بتاؤ عقل مند ہے یا نادان؟ اس لیے بلڈی فول (Bloody fool) نہیں بننا چاہیے۔

آیت فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ... الخ کے علوم و معارف

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کا مراد ہوتا ہے وہ اللہ کا مرید بھی ہو جاتا ہے۔ دلیل کیا ہے؟

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ[۳۱]

جس کا اللہ نے ارادہ فرمالیا تو وہ مرید نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو میں مراد بناتا ہوں، جس بندے کی ہدایت کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ میرا مراد ہوتا ہے اور میں جس کو اپنا مراد بناتا ہوں وہ میرا مرید، یعنی ولی اللہ بن کے رہے گا۔ جس کی ہدایت اللہ کی مراد ہو تو اللہ تعالیٰ خود اپنی مرادیت اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اللہ اس کے دل کی مراد ہوتا ہے اور وہ اللہ کا مرید رہتا ہے یعنی اللہ کا ارادہ کرنے والا۔

اور ہدایت کی علامت کیا ہوتی ہے؟ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فرماں برداری کے لیے اس کا سینہ

[۳۱] الانعام: ۱۲۵

کھل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں اور گناہ چھوڑنے میں اس کا حوصلہ بلند ہو جاتا ہے، وہ لومڑی کی طرح نہیں رہتا، نہایت عالی ہمت ہوتا ہے، کیا مجال کہ ایک نظر ایئر ہوسٹس کو دیکھ لے، وہ ایک لمحہ کے لیے اللہ کو ناراض نہیں کرتا، شیر انہ رہتا ہے، بڑے بڑے بت اور حسین اس کے سامنے دست بستہ اور حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ یہ تو عجیب اللہ والا ہے کہ ہمیں دیکھتا تک نہیں، دلوں پر اس کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔ ایک لمحہ جو اللہ کو ناراض نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی ہر لمحہ اس کو خوش رکھتے ہیں اور اس کو عزت عطا فرماتے ہیں۔

لیکن اس ہدایت کی نعمت کا ظاہری سبب دو نعمتیں اور ہیں: نمبر ۱۔ صحبتِ اہل اللہ، نمبر ۲۔ ذکر اللہ، جس کے دلائل بہت ہیں، لیکن اس وقت دل میں یہ آیت آرہی ہے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے کہ آپ ان صحابہ کو اپنی صحبت سے مشرف فرمائیں جو صبح و شام ہم کو یاد کرتے ہیں۔ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ صحبتِ شیخ کی دلیل ہے، کیوں کہ متبعِ سنت شیخ نائبِ رسول ہے، پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اللہ والے ہی ان کے نائب ہیں، ان کے ساتھ رہنا وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ کو پالینا ہے۔ جو اپنے شیخ کی صحبت میں رہتا ہے وہ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ میں داخل ہو گیا، لیکن خالی شیخ کے پاس رہنا کافی نہیں ہے، تھوڑا سا اللہ کا ذکر بھی کرو، کیوں کہ جن کے لیے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ کا نبی کو حکم ہو رہا ہے اس اَلَّذِيۡنَ کے افراد کی صفت يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ ہے کہ وہ صبح و شام اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں، صحابہ اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ شیخ کی صحبت کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام بھی ضروری ہے، مگر ذکر بھی شیخ کے مشورہ سے کرو۔ ڈاکٹر ایک کیپسول بتائے اور کوئی تین کیپسول کھالے تو مرے گا یا نہیں؟ شیخ جتنا بتائے اس تعداد کی رعایت رکھو اور پابندی سے اللہ کا نام لیتے رہو۔

پس اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ بھی دیتا ہے، کسی اللہ والے سے اس کو دلی محبت ہوتی ہے، اس کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ والے کا بتایا ہوا وظیفہ بھی پڑھتا ہے۔ ان دو اعمال کی برکت سے تیسرا انعام کیا ملتا ہے؟ سنیے! يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے صدقے میں اور میرے نام کے صدقہ میں ان صحابہ کا مقام دیکھو يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ان کا حال بن گیا، يُرِيۡدُوۡنَ مضارع ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے یعنی حال میں بھی اور مستقبل میں بھی صرف میں ہی اُن کے دل کی مراد ہوں اور یہ میرے مرید ہیں۔ ان کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب میں ان کے دل میں مراد نہ رہوں، کوئی غیر مراد ہو جائے، حالاً اور استقبالاً ان کے دل میں کوئی غیر اللہ نہیں آتا۔

اسی طرح جو نائبینِ رسول یعنی اللہ والوں کے پاس رہتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کا مصداق ہوجاتا ہے۔ اللہ خالقِ مقناطیس، خالقِ میگنٹ ہے تو جو اللہ کا نام لیتا ہے اللہ کی طرف کھنچ جاتا ہے، اس کا دل مجبورِ محبت ہوجاتا ہے اور حالاً اور استقبالاً یعنی موجودہ حالت میں بھی اور آیندہ کے لیے بھی اس کا ارادہ رہتا ہے کہ میں اپنے مولیٰ کو نہیں چھوڑوں گا اور لیلاؤں کے چکر میں نہیں آؤں گا، کیوں کہ لیلیٰ ہی مولیٰ سے محروم کرتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو ایک اور انعام دیا وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰكَ عَنۡهُمۡ[۶۵] اے نبی! آپ کے یہ صحابہ صبح و شام مجھے یاد کرتے ہیں اور ان کے دل میں صرف میں مراد ہوں، اس اخلاص کی برکت سے آپ اپنی نظرِ عنایت سے ان کو محروم نہ فرمایئے۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی یہ دو عمل کرلے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہے اور اللہ کا نام لیتا رہے تو ان دو اعمال کی برکت سے اللہ اس کے دل میں اخلاص پیدا کردے گا، وہ اللہ کا مرید اور اللہ ہر وقت اس کے دل میں مراد ہوتا ہے تو پھر شیخ کے دل میں اللہ خود ڈالتا ہے کہ اس پہ خاص نظرِ عنایت کرو۔

حکیم الامت تھانوی بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحابہ پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر تھی ہی پھر وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰكَ عَنۡهُمۡ سے کیا مراد ہے؟ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جتنی نظرِ عنایت صحابہ پر ابھی آپ کی ہے اے نبی اس میں اور ترقی اور اضافہ کردیجیے، میرے عاشقوں کو اور زیادہ پیار کیجیے۔ معلوم ہوا کہ مرید کو بھی بشرطِ اخلاص شیخ کے دل میں اللہ تعالیٰ محبوب کردیتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یَّهۡدِیَهٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ

تو حدیث پاک میں ہے فَصَعِدَ عَلَی الۡمِنۡبَرِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی کے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: آج یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یہاں اَنۡ مصدریہ ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ هِدَایَتَهٗ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کی ہدایت کا اللہ ارادہ کرے جس کو اللہ مراد بنالے، جس کو اللہ پیار کرے وہ نالائقی اور کمینہ پن نہیں کرسکتا، وہ خود بخود باوفا ہوتا چلا جاتا ہے، ہر حکم مان لیتا ہے، ہر نافرمانی سے اپنے کو بچالیتا ہے، اللہ اس کے دل کو شیر کی طرح بنادیتا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کا مراد ہوچکا ہے، اب اگر وہ خود بھی

---

[۶۵] الکھف:۲۸

چاہے کہ میں اللہ کا نہ بنوں، کسی کالی گوری سے عشق بازی کروں تو نہیں کر سکتا۔ اس کو زبردستی ولی اللہ بننا پڑے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی طاقت ہے؟ بتائیے! ایک طرف ایک کمزور دبلا پتلا آدمی کسی کو کھینچ رہا ہو اور دوسری طرف جوڈو کراٹے کا ماہر باکسنگ چیمپئن محمد علی کلے کھینچ رہا ہے تو بتائیے کہ وہ کدھر کھنچے گا؟ پس ساری دنیا اگر کسی کو اپنی طرف کھینچے تو وہ نہیں کھنچ سکتا اگر اس کو اللہ کھینچ رہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا:

كَيْفَ الشَّرْحُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

اے اللہ کے رسول! سینہ کیسے کھلتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ

جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ پھر صحابہ نے پوچھا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لِّتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ؟

اے اللہ کے رسول! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ نور دل میں آگیا؟ آہ! صحابہ کا یہ سوال ہم پر احسان ہے کہ جس سے نورِ ہدایت کی علامات کا ہم کو علم ہو گیا ورنہ کافر بھی دعویٰ کر سکتا تھا کہ میرے دل میں بھی یہ نور ہے، انگریز کہہ دیتا کہ دیکھو میری جِلد کیسی گوری ہے، یہ دلیل ہے کہ میرے دل میں نور بھرا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ ہاں ہدایت کا نور دل میں آنے کی تین علامات ہیں۔ دوستو! خوب غور سے سن لیجیے تاکہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کا فیصلہ فرمایا ہے یا نہیں۔ پہلی علامت ہے:

اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ

دھوکے کا گھر یعنی دنیا سے اس کا دل اُچاٹ ہو جاتا ہے، دنیا میں اس کا دل نہیں لگتا۔ جسم سے دنیا کے کام کرتا ہے، بیوی بچوں کا حق ادا کرتا ہے، کار بھی رکھتا ہے کاروبار بھی کرتا ہے مگر اُس کے دل میں یار ہوتا ہے یعنی

محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ۔ وہ دنیا میں رہتا ہے، لیکن دنیا سے بے گانہ ہوتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بے گانے
بلا کشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

وہ دنیا سے دل نہیں لگاتا، کیوں کہ جانتا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے والے نے اس کا نام دارالغرور (دھوکے کا گھر) رکھا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ نے دنیا کو دھوکے کا گھر کیوں فرمایا اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں ؎

زیں سبب شد خاک را دارالغرور
کہ کشد پارا سپس یوم العبور

جو دنیا ہر وقت آگے پیچھے پھرتی ہے لیکن جب روانگی کا وقت آتا ہے اور جنازہ قبر میں اترتا ہے تو یہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتی ہے اور ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ پھر اس کے بیوی بچے، اس کا مکان، کاروبار، کار، موبائل، موبل آئل، لیڈیز اور مرسڈیز سب چھوٹ جاتے ہیں یا نہیں؟ یہی دلیل ہے کہ دنیا دھوکے کا گھر ہے لہٰذا اس کے چکر میں مت آؤ، اس میں رہو مگر اس سے دل نہ لگاؤ۔ جب میرا سفر ہندوستان کا ہوا تو کانپور کے کچھ سیٹھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر ہم دنیا سے دل نہیں لگائیں گے تو کاروبار کیسے کریں گے؟ میں نے کہا: کاروبار سے دل لگانے کو کس نے منع کیا ہے۔ دنیا کی شدید محبت بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ[۶۶] انسان مال کی محبت میں بہت شدید ہے۔ اگر ہم دنیا سے، اولاد سے، بیوی بچوں سے، کاروبار سے شدید محبت کریں تو بھی جائز ہے، لیکن وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[۶۷] بس اللہ کی محبت اشدّ ہو، اگر کاروبار کی محبت فورٹی نائن (۴۹) پرسنٹ ہے تو اللہ کی محبت ففٹی ون (۵۱) پرسنٹ رکھو۔ لیکن اس کا پتا تب چلے گا کہ آپ اہل وعیال اور کاروبار کے ساتھ بھی اللہ والے رہیں۔

ہندوستان کے شہر الٰہ آباد میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کا ایک مرید گھی کا بیوپاری، حضرت کی صحبت کی برکت سے اللہ والا ہوگیا۔ ایک ہندو تاجر آیا اور چالیس ہزار کا گھی خریدنے کا سودا کرلیا۔ انہوں نے گھی تولنے کے لیے ترازو میں کنستر رکھا ہی تھا کہ اذان ہوگئی، انہوں نے ہندو بنئے کو چالیس ہزار روپے واپس کردیے کہ میں اس وقت گھی نہیں دے سکتا کیوں کہ نماز پڑھنے جارہا ہوں، تمہارا دل چاہے

---

[۶۶] العٰدیٰت: ۸

[۶۷] البقرۃ: ۱۶۵

تو انتظار کرو ورنہ دوسری دکانیں ہیں وہاں سے خرید لو۔ جب اطمینان سے نماز پڑھ کر واپس آئے تو دیکھا کہ ہندو وبنیا وہیں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو تمہارا چالیس ہزار روپیہ واپس کر دیا تھا، اور بھی دکانیں ہیں وہاں سے کیوں نہیں خرید لیا؟ اس ہندو نے کہا کہ میں نے سوچا کہ جس کے دل میں خدا کا اتنا خوف ہو کہ اپنی عبادت کی خاطر جس نے چالیس ہزار واپس کر دیا تو ایسا شخص دھوکا نہیں دے سکتا، نہ کم تولے گا، نہ ڈنڈی مارے گا، نہ نقلی مال دے گا، اسی لیے میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اگر آپ ایک گھنٹے کے بعد بھی آتے تو مجھے یہیں پاتے، کیوں کہ گھی مجھے آپ ہی سے خریدنا ہے۔ دیکھا آپ نے اللہ والا بننے سے یہ ہوتا ہے۔ پھر تو سارے الٰہ آباد میں اس کا ڈنکا پٹ گیا اور اس کی ڈیلینگ(Dealing)اور سیلنگ(Selling)اتنی بڑھ گئی کہ دوسرے دکان دار حسد کرتے تھے۔ بس اللہ والے بن کے رہو، دنیا بھی برس جاتی ہے ورنہ کہیں چین نہیں پاؤ گے۔ رین میں چین کہاں! چین صرف اللہ والوں کے پاس ہے۔

تو ایک علامت بیان ہو گئی کہ جس کے دل میں نورِ ہدایت آتا ہے وہ دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ زندگی دو ریلوں کے درمیان ہے۔ پیدائش کی ریل سے آیا ہوں، اب موت کی ریل کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ دنیا کی ریل جب آتی ہے تو سیٹی بجادیتی ہے اور اسٹیشن ماسٹر سگنل ڈاؤن کر کے لائن کلیئر کر دیتا ہے لیکن اللہ کے پاس لے جانے والی موت کی ریل کا نہ پہلے سے کوئی سگنل ہوتا ہے، نہ کوئی آواز آتی ہے، نہ اسٹیشن ماسٹر کو خبر ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ والے ہر وقت چوکس رہتے ہیں کہ نہ معلوم اللہ کس وقت بلالے، اس لیے نماز روزہ اور تمام اعمال کی فائل درست رکھتے ہیں۔ ان کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔

لیکن دنیا سے کنارہ کش تو ہندو سادھو اور عیسائی راہب بھی نظر آتا ہے، لہٰذا یہ لوگ بھی دعویٰ کر سکتے تھے کہ ہم بھی دنیا سے کنارہ کش ہیں اس لیے ہمارے دل میں بھی نور ہے، لیکن کلامِ نبوت جامع اور مانع ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ ہدایت کی دوسری علامت بیان فرمائی تاکہ جوگی، راہب اور سادھو اس سے خارج ہو جائیں، چناں چہ دوسری علامت ہے:

وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ

دنیا سے کنارہ کش ہونے کے ساتھ ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ ہر وقت ان کی توجہ آخرت کی طرف رہتی ہے کہ ہم کچھ ایسے کام کر لیں جن سے ہماری آخرت سنور جائے اور ایسے کاموں سے بچیں جن سے آخرت تباہ ہوتی ہے، اور جوگیوں اور راہبوں کے یہاں آخرت کا تصور ہی نہیں، لہٰذا یہ علامت بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گمراہ لوگوں کو اہلِ نور کے زُمرے سے خارج فرمادیا۔ جن کے دل میں

ہدایت کا نور داخل ہو جاتا ہے وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے تو دل نہیں لگاتے، لیکن اس کے ساتھ وہ ہر وقت آخرت کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ہر وقت ان کے دل میں اللہ کی محبت کا درد رہتا ہے، جیسے کانٹا چبھ کر ٹوٹ جائے تو اس کا درد ہر وقت محسوس ہوتا ہے، چاہے دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو مگر وہ کانٹا بھی اپنا درد دِکھاتا رہے گا۔ میرا شعر ہے ؎

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے
اسی کا نام ہے دردِ محبت

اللہ والا وہ ہے کہ چاہے نئی شادی ہوئی ہو اور بیوی سے بات کر رہا ہو تو بھی اللہ کو نہیں بھولتا۔ بریانی، کباب اور سموسے پاپڑ کھاتا ہے مگر اپنے اللہ کو نہیں بھولتا۔ کروڑوں کے کرنسی نوٹ اور پونڈ اور ڈالر گن رہا ہے اور کمپیوٹر سے حساب لگا رہا ہے مگر دل میں اس کے مولیٰ ہے، اس کو دنیا کا نشہ ایسا نہیں چڑھتا کہ اپنے مالک اور خالق کو بھول جائے۔ اور تیسری علامت ہے:

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ[۶۸]

موت کے آنے سے پہلے ہی چوکس رہتا ہے اور موت کی تیاری میں لگا رہتا ہے کہ میری کتنی نمازیں قضا ہیں، کتنے روزے قضا ہیں، کتنی زکوٰۃ رہ گئی، حج فرض ہوا یا نہیں؟ غرض سب کی درستگی کی فکر کرتا ہے تاکہ اگر مالک بلالے تو ساری فائل پیش کردے کہ یا اللہ نماز پوری پڑھ لی اور قضا بھی پوری ادا کرلی، روزے بھی سب رکھ لیے، زکوٰۃ بھی اگلی پچھلی سب ادا کردی، حج بھی کرلیا، یہ ہماری ساری فائل ہے مگر ہم اس فائل کے قائل نہیں ہیں کہ اس پر بھروسہ کریں، ہم تو آپ کی رحمت کے قائل ہیں، ہمیں تو آپ کی رحمت سے اپنے کو بخشوانا ہے۔ ہمارا تو کوئی عمل اس قابل نہیں جو ہماری بخشش کا بہانہ بن جائے، بس اپنی رحمت سے بخش دیجیے۔

خدّامِ دین کے رزق کی خدائی کفالت

ارشاد فرمایا کہ مرغی کا مالک انڈے رکھ کر مرغی کو ان پر بٹھا دیتا ہے، تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ مجھے اس ڈیوٹی پر لگا دیا گیا ہے۔ پھر وہ انڈوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی، اس کے دل میں انڈوں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ان کو گرمی پہنچاتی رہتی ہے اور اکیس دن تک مسلسل گرمی پہنچانا ہوتا ہے۔ اگر انڈوں اور مرغی میں

۶۸؎ شعب الایمان للبیہقی:۷/۳۵۲(۱۰۵۵۲)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت / المستدرک للحاکم:۴/۱۱

فاصلہ ہو گیا مثلاً انڈوں کو مرغی کے نیچے سے اُٹھالیا یا مرغی کو بھگا دیا یا چار دن انڈوں کو رکھ دیا اور چار دن اُٹھالیا تو انڈوں میں جان نہیں آئے گی، کیوں کہ انڈوں میں جان آنے کے لیے اکیس دن مسلسل گرمی پہنچانا ضروری ہے، اس لیے اگر مرغی یہاں سے ڈربن جائے تو انڈوں کو بھی ڈربن جانا پڑے گا۔ اگر مرغی ہوائی جہاز سے جائے تو انڈوں کو بھی ہوائی جہاز کا ٹکٹ دینا پڑے گا، اگر وہ ریل سے جائے تو انڈوں کو بھی ریل سے جانا پڑے گا، اگر بس یا موٹر سے جائے تو انڈوں کو بھی بس یا موٹر سے جانا ہوگا۔ اس طرح مسلسل گرمی پہنچانے سے اکیس دن کے بعد ان مردہ انڈوں میں جان آجاتی ہے اور بچہ اپنی چونچ سے انڈے کا چھلکا توڑ کر باہر آجاتا ہے۔

حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح حیوانی زندگی کے لیے اکیس دن مسلسل انڈوں کا مرغی کے پروں کی گرمی میں رہنا ضروری ہے، اسی طرح انسان کی ایمانی زندگی کے لیے کم از کم چالیس دن مسلسل شیخ کی صحبت میں رہنا ضروری ہے، شیخ سے الگ نہ ہو، اگر شیخ سفر پر کہیں جائے تو مُرید بھی ساتھ جائے۔ جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ شیخ کے ساتھ رہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بارے میں فرمایا تھا کہ اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔ میں اپنے شیخ کے ساتھ اسی طرح رہتا تھا کہ معلوم نہیں کس وقت کیا مل جائے۔ پہلے بزرگ تو اپنے شیخ کے ساتھ دو دو سال رہتے تھے، لیکن اب کاروبار اور مصروفیت کی زیادتی سے اور دین کی قلّتِ طلب سے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مدت دو سال کے بجائے چھ ماہ کردی اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس دن کر دی اور فرمایا کہ اگر کوئی مسلسل چالیس دن اخلاص کے ساتھ اور اصولوں کی پابندی کے ساتھ شیخ کی صحبت میں رہ لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ روح میں ایمانی حیات آجائے گی، اور جس طرح انڈے میں جب جان آجاتی ہے اور پورا بچہ بن جاتا ہے تو وہ اپنی ماں کو نہیں بلاتا کہ اماں! آؤ میرا چھلکا توڑ دو، تاکہ میں باہر نکلوں بلکہ اپنی چونچ سے خود چھلکا توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ جس طرح حیوانی حیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ چھلکے کی بندش اور رکاوٹ کو خود توڑ کر باہر نکل آتا ہے، اسی طرح شیخ کی صحبت کی برکت سے جب سالک کی روح میں ایمانی حیات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت دیتے ہیں کہ وہ خود ہی غفلت کی تمام زنجیروں کو توڑ دیتا ہے، وہ اپنی طاقتِ ایمانی سے غفلت و نافرمانی کے اعمال اور غلط ماحول کی بندشوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی زندگی میں آجاتا ہے، اس کی زندگی ایک نئی کروٹ لیتی ہے اور وہ معاشرہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔

اور مرغی جب انڈوں پر بیٹھتی ہے تو انڈوں کو چھوڑ کر دانہ چُگنے بھی نہیں جاتی۔ اس کا دانہ پانی مالک

کے ذمہ ہوتا ہے، مالک اس کو خود دانہ پانی لاکر دیتا ہے، کیوں کہ اگر وہ دانہ پانی کی تلاش میں جائے گی تو انڈوں سے فاصلہ ہو جائے گا اور گرمی نکل جائے گی۔ پھر بچے پیدا نہ ہوں گے۔ اور مرغی کا مالک چوں کہ انڈوں سے بچے نکالنا چاہتا ہے اس لیے اس کے دانہ پانی کی خود فکر کرتا ہے۔ بس اللہ بھی جب کسی بندے سے دین کا کام لیتے ہیں اور کسی اللہ والے یا اللہ والے کے غلام کی گرمی سے اپنے بندوں کو ایمانی زندگی دینا چاہتے ہیں، اس سے اولیاء سازی کا کام لینا چاہتے ہیں کہ بندوں کو اس کے ذریعے صاحبِ نسبت اور ولی اللہ بنادیں تو اس کے رزق کا انتظام خود فرماتے ہیں تاکہ وہ اپنے زیرِ تربیت طالبین کے درمیان رہے اور ان کو اپنی روحانیت سے ایمانی گرمی پہنچاتا رہے، ورنہ اگر رزق کی تلاش میں ان کو چھوڑ کر وہ دکان چلا جائے یا تجارت کرنے لگے یا ملازمت کرلے تو مریدین کو کیسے دین سکھائے گا اور کیسے اس کی صحبت کا فیض پہنچے گا اور وہ کیسے اللہ والے بنیں گے؟ اس لیے جب دین کے کام میں لگو تو دال روٹی کی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا انتظام فرمائیں گے۔ جب ایک مرغی جو ہر وقت انڈوں پر بیٹھی رہتی ہے، اپنے پیٹ کی فکر نہیں کرتی، اس کو پورا یقین اور توکّل ہوتا ہے کہ میرا مالک ضرور مجھ کو دانہ پانی دے گا، تو جو لوگ اللہ کے دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تربیت کا کام لے رہا ہے، جو اولیاء سازی کی عظیم خدمت میں مشغول ہیں اور اللہ تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ فلاں بندے کے ذریعے اپنے بندوں کو صاحبِ نسبت اور اولیاء اللہ بنادیں تو کیا وہ مالکِ حقیقی اپنے ایسے بندوں کو دانہ پانی نہیں دے گا؟ مرغی کا مالک تو مرغی کو دانہ پانی دینا بھول سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بھول سکتے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر نسیان اور بھول محال ہے، لہٰذا یقین رکھیں کہ جہاں بھی آپ دین کا کام کریں گے روزی آپ کو وہیں پہنچ جائے گی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنے پیغمبر دنیا میں آئے نبوت ملنے کے بعد انہوں نے کوئی کاروبار نہیں کیا یہاں تک کہ خلفاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ خلافت ملنے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کپڑا کندھے پر رکھ کر تجارت کے لیے جانے لگے تو صحابہ نے عرض کیا کہ اب یہ سب کام نہ کیجیے، آپ خدمتِ دین میں لگے رہیے، آپ کا وظیفہ اب بیت المال سے ملے گا۔

خدّامِ دین کے رزق کی کفالت کے متعلق یہ مضمون ابھی میرے قلب میں آیا۔ اس سے پہلے زندگی میں کبھی یہ بیان نہیں کیا۔ آج اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے بالکل جدید مضمون مع تمثیل کے عطا فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کتاب پر صحبتِ اہل اللہ کی فوقیت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ تجربہ ہے کہ جن کا علم زیادہ تھا اور صحبت کم تھی ان سے فیض کم پہنچا اور اگر پہنچا تو ناقص پہنچا، اور جن کا علم بقدر ضرورت تھا لیکن صحبت زیادہ تھی ان سے زیادہ فیض ہوا۔ جب کلامِ پاک نازل ہوا تو ایک ہی آیت نازل ہوئی اور آپ کی نبوت مُسَلَّم ہوگئی، اِقْرَاْ نازل ہوتے ہی آپ کامل نبی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کی تکمیل پر آپ کی نبوت کی تکمیل کو موقوف نہیں رکھا کہ ۲۳ برس میں جب قرآن پاک مکمل ہوجائے گا تب جاکے پیغمبر کو مکمل نبوت عطا کروں گا۔ نہیں! بلکہ ایک ہی آیت پر آپ کی نبوت مکمل ہوگئی اور ایسی مکمل ہوئی کہ۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

وہ یتیم کہ جس پر قرآن ابھی مکمل نازل نہیں ہوا، لیکن تمام سابقہ آسمانی کتابیں توریت، زبور اور انجیل سب منسوخ ہوگئیں۔ اور اس وقت جو صحابہ ایمان لائے ان کا درجہ سب سے آگے بڑھ گیا۔ کتاب تو ۲۳ ؍برس میں مکمل نازل ہوئی لیکن ایک آیت کے نازل ہوتے ہی جو صحابہ ایمان لائے وہ صحبتِ رسول کے صدقہ میں اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہلائے، اور جب کتاب مکمل نازل ہوگئی اس وقت جو ایمان لائے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکے جو اِقْرَاْ کے نازل ہوتے ہی ایمان لے آئے تھے۔ اس سے صحبت کی اہمیت سمجھیے۔ اگر کتاب کو صحبت پر فوقیت حاصل ہوتی تو ان کا درجہ زیادہ ہوتا جو کتاب کے مکمل نزول کے بعد ایمان لائے۔ معلوم ہوا کہ صحبت بہت اہم چیز ہے۔ اس کی برکتیں ان ہی کو معلوم ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوجائے۔ شیخ کی صحبت میں خاموشی سے کام بنتا رہتا ہے۔ چاہے شیخ تقریر بھی نہ کرے، لیکن اس کی روح سے ایمان و یقین و احسان کے انوار طالب کے قلب میں منتقل ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن وہ صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور پھر سارا عالم اس کو نہیں خرید سکتا، سورج اور چاند اس کی نگاہوں سے گرجاتے ہیں۔ خالقِ شمس و قمر جس دل میں آئے گا تو شمس و قمر اس کی نگاہوں سے نہ گرجائیں گے؟ ان میں اسے لوڈشیڈنگ کیوں نہ معلوم ہوگی۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! جو نعمت دوستوں اور دشمنوں میں مشترک ہو وہ دوستوں کی امتیازی نعمت نہیں ہوسکتی، یہ مال اور دولت، کار اور کاروبار تو کافروں کو بھی نصیب ہے، حسین بیوی تو یہودی،

ہندو اور عیسائی کے پاس بھی ہے، یہ سورج اور چاند تو کافروں کو بھی روشنی دے رہے ہیں، کافر دشمن بھی ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے، لہٰذا اے اللہ! یہ چیزیں ہماری خاص نعمت نہیں ہیں، ہماری خاص نعمت تو وہ ہے جو کافروں کو نصیب نہیں، دوستوں کی امتیازی نعمت وہ ہوتی ہے جو دشمنوں کو نہیں ملتی، لہٰذا اے اللہ! یہ سورج ہمارا سورج نہیں، ہمارا دن اس سورج سے نہیں نکلتا، اس سورج سے تو کافروں کا دن بھی نکلتا ہے، ہمارا سورج تو آپ ہیں، جب ہم آپ کو یاد کرتے ہیں، جب آپ کا نام لیتے ہیں تو آپ کا ذکر کرنے کی برکت سے اور آپ کو ناراض نہ کرنے کی برکت سے یعنی نگاہوں کی حفاظت سے اور حسینوں، نمکینوں کو نہ دیکھنے کا غم اٹھا کر حسرتوں کے دریائے خون سے گزرنے سے جب دل کا پورا اُفق لال ہو جاتا ہے تب اے اللہ! آپ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور تب ہمارا دن نکلتا ہے، ہمارا دن آپ کے آفتابِ قرب سے روشن ہوتا ہے۔ یہ نعمت ہماری خاص ہے جو آپ کے دشمنوں کو نصیب نہیں۔

خونِ آرزو کا انعامِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ جو سالک زندگی بھر ہر لحہ اور ہر سانس اپنے مولیٰ کو راضی رکھنے کے لیے حسینوں اور نمکینوں سے نگاہوں کو بچا کر غمِ حسرت اُٹھاتا ہے اس کے دریائے خون سے دنیا واقف نہیں ہے۔ وہ نابینا نہیں ہے، اس کے سینے میں بھی دل ہے، وہ ہیجڑا نہیں ہے، کامل مردانگی اور کمالِ ذوقِ عاشقی اور شدتِ تقاضائے حسن بینی کے باوجود اپنے مالک کو خوش کرنے کے لیے نظر کی حفاظت کرتا ہے اور غم اُٹھاتا ہے، تو اس خونِ آرزو کی برکت سے اس کا درجہ تمام عابدین سے بلند ہو جاتا ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[۶۹] تم حرام سے بچو، سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

اس کا ٹوٹا ہوا دل اللہ کے نزدیک بہت قیمتی ہے۔ قیامت کے دن جب اللہ پوچھے گا کہ میرے لیے کیا لایا ہے، تو وہ بندہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے خونِ آرزو کا پیالہ نہیں، صراحی نہیں، حوض نہیں، دریا نہیں، خون کا سمندر لایا ہوں۔

یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا

---

[۶۹] جامع الترمذی: ۴/۵۵۱، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعۃ مصر

یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طورِ سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

تو اللہ تعالیٰ ایسے ہی بندوں کو اپنی محبت نصیب فرماتے ہیں جو اپنے خونِ آرزو سے ایک دریائے خون دل میں جاری کرتے ہیں، اور مشرق کے سرخ ہونے سے اس عالم کو تو ایک آفتاب ملتا ہے، لیکن اولیاء اللہ کے قلب کا مشرق مغرب شمال جنوب سب اپنے خونِ آرزو اور خونِ تمنا سے لال ہو جاتا ہے اور آرزوؤں کے اس دریائے خون سے ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے بے شمار آفتاب طلوع ہوتے ہیں اور ان کے سینے میں مشرق مغرب شمال جنوب ایسے چھوٹے سے نہیں ہوتے، ان کے قلب میں مشرقین ہوتے ہیں اور مشرقین کا ہر جُز مشرق ہوتا ہے اور مغربین ہوتے ہیں اور مغربین کا ہر جُز مغرب ہوتا ہے اس لیے ان کے پورے قلب میں آفتاب ہی آفتاب ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ اکیلے گنگناتے رہتے ہیں، مست رہتے ہیں، کسی بادشاہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتے، سورج وچاند زمین وآسمان لیلائے کائنات کو بھی خاطر میں نہیں لاتے کیوں کہ ان کے قلب میں خالق نمکیاتِ لیلائے کائنات ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی نسبتِ خاصّہ اور تجلیاتِ خاصّہ سے ان کے قلب پر متوجّہ رہتے ہیں، ہر وقت نظر بچانے کے غم سے ان کے قلب پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ عطا فرماتے ہیں۔ دیکھیے حج و عمرہ تو فاسقین بھی کر لیتے ہیں، داڑھی منڈاتے ہیں مگر حج کر آتے ہیں، لیکن اللہ کو ناراض نہ کرنے کا غم، کالی گوری سے نظر بچانے کا غم، حسینوں سے دل بچانے کا یہ غم تقویٰ والے دل کی غذا ہے، یہ غم اللہ والوں ہی کا مقدر ہے، یہ نہ نصیبِ دشمناں ہے نہ نصیبِ فاسقاں ہے، یہ صرف نصیبِ دوستاں ہے۔ اس غم سے عبادت کے انوار ان کے قلب کے ذرّہ ذرّہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حج و عمرہ و تلاوت و ذکر اور جملہ عبادات کے انوار بیرونِ قلب ہوتے ہیں، لیکن جب دل ٹوٹتا ہے تو یہ انوار اندرونِ قلب نافذ ہو جاتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے:

اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ[۷]

---

[۷] التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۱۶۳، المکتبۃ المظہریۃ/مرقاۃ المفاتیح: ۸/۴، باب عیادۃ المریض، المکتبۃ الامدادیۃ

اس حدیث کی تائید ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمائی ہے کہ روایت کے اعتبار سے یہ مضبوط حدیث ہے اور اس میں کوئی ضعف نہیں ہے کہ اللہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہے۔ اور دل کب ٹوٹتا ہے؟ جب اس کی آرزو چھوٹتی ہے۔ جس آرزو سے اللہ خوش نہ ہو، جن خوشیوں سے اللہ تعالیٰ خوش نہ ہو، جس نے ان خوشیوں کا خون کرلیا تو گویا دل ٹوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ دل کی آرزو ٹوٹنے کو اللہ تعالیٰ نے دل کا ٹوٹنا تسلیم کرلیا، مظروف کی شکست کو شکستِ ظرف قبول فرمالیا، کیوں کہ خواہشات مظروف ہیں، دل ظرف ہے۔ دل کا ٹوٹنا تو محال ہے، اگر دل ٹوٹ جائے تو ہارٹ فیل ہوجائے تو آرزو کے ٹوٹنے کو اللہ تعالیٰ نے دل کا ٹوٹنا تسلیم فرمالیا، یہ ان کا کرم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خونِ آرزو کرلیتے ہیں مگر اللہ کو ناراض نہیں کرتے، لہٰذا یہ سالک سلوک میں اوّل نمبر آئے گا اور اعلیٰ سے اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوگا اور ایسے ہی لوگوں سے فیض زیادہ ہوتا ہے۔

قلب پر تجلیاتِ الٰہیہ کا نزول

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی مستنیر ہے سورج سے، یعنی چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے اور جب سورج کی صفتِ نور سے پورا روشن ہوجاتا ہے تو منیر بھی ہوجاتا ہے، روشنی دیتا بھی ہے، لیکن جب سورج اور چاند کے درمیان زمین کا کرہ حائل ہوجاتا ہے تو چاند بے نور ہوجاتا ہے اور جتنا جتنا زمین کا گولا حائل ہوتا جاتا ہے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے اور جب پورا گولا سامنے آجاتا ہے تو چاند بالکل سیاہ ہوجاتا ہے، اس میں گرہن لگ جاتا ہے۔ اسی طرح جیسے جیسے زمین درمیان سے ہٹتی جاتی ہے چاند میں نور آتا چلا جاتا ہے اور جس دن زمین کا گولا بالکل ہٹ جاتا ہے تو چاند پورا روشن ہوجاتا ہے۔

یہی مثال ہے سالک اور مرید کے قلب کی۔ جس مرید نے اپنے نفس کو مٹانے میں جان کی بازی لگادی اور حرام آرزوؤں اور حرام لذتوں کو چھوڑ کر اپنے قلب کے سامنے سے نفس کی حیلولت کو بالکل ختم کردیا، اس کے قلب کا پورا دائرہ من و عن مِنَ الْبِدَایَۃِ اِلَی النِّھَایَۃِ اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے چودھویں رات کے چاند کی طرح پورا روشن ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے اپنے نفس کو نہیں مٹایا اور جان کی بازی نہیں لگائی اور جس کا قلب نفس کی سازشوں، آمیزشوں اور ریزشوں سے حرام لذت درآمد کرتا رہا، تو ایسا حاملِ ظلماتِ معاصی قلب اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قُرب سے کیسے مستنیر ہوسکتا ہے؟ اور جب مستنیر نہیں ہوگا تو منیر کیسے ہوسکتا ہے، جب خود روشن نہیں تو دوسروں کو روشنی کیسے دے سکتا ہے؟ اسی طرح نفس کی جتنی حیلولت باقی

ہو گی قلب کے دائرہ کا اتنا حصہ تاریک ہو گا اور ایسے شخص کے اعمال و کردار اور تقریر و تحریر میں اس ظلمت کا اثر ہو گا، جس قدر نفس باقی ہو گا قلب کا اتنا حصہ نور سے محروم ہو گا، اور جنہوں نے اپنی حرام آرزوؤں کا خون کر کے نفس کو بالکل مٹا دیا ان کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ سے پورا روشن اور مستنیر ہو جاتا ہے اور جب مستنیر ہو جاتا ہے تو منیر بھی ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا فیض کامل ہوتا ہے اور ان سے دین کا عظیم الشان کام لیا جاتا ہے، مگر اس میں جان کی بازی لگانی پڑتی ہے کہ جان دے دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت حاصل نہیں کریں گے۔ یہ نصیبِ دوستاں ہے، نصیبِ اولیاء ہے، یہ خوش نصیبی ہے ان کی جنہوں نے نفس کو مٹانے میں جان کی بازی لگا دی، اور جو جان کی بازی نہیں لگاتا یہ بد نصیبی ہے اس بندے کی کہ اللہ پر مرنے سے کتراتا ہے، سوچتا ہے کہ سب کی سب بُری خواہشات کو میں کیسے ختم کروں؟ میں ان حرام لذتوں سے محروم ہو جاؤں گا، اس لیے کچھ تھوڑی سی حرام لذت بھی حاصل کرتا رہوں، سمجھ لو یہ نصیب والا نہیں، اس کو نصیبِ اولیاء حاصل نہیں۔ نصیبِ دوستاں، نصیبِ عاشقاں، نصیبِ اولیاء اُن کو حاصل ہے جو جان کی بازی لگا کر، حرام تمناؤں کو کچل کر اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہر غم اُٹھا کر اپنے پورے دائرۂ قلب کو نفس کی حیلولت سے محفوظ کر لیتے ہیں اور ان کا پورا قلب حق تعالیٰ کی تجلیات کے نور سے جگ مگ ہو جاتا ہے۔

پس اگر چاہتے ہو کہ اللہ والوں کا نصیبہ مل جائے تو ہمت سے کام لو جو اللہ نے ہم سب کو دی ہے، ہمت چور مت بنو، مالک پر مرنا سیکھو، مالک پر مرنا اپنے جینے کی حفاظت کا انتظام ہے۔ جو حیات خالقِ حیات پر فدا ہوتی ہے وہ ایسی حیات یافتہ ہوتی ہے کہ اس کی صحبت سے دوسروں کو حیات ملتی ہے، وہ حیات حیات ساز ہوتی ہے، اللہ کی محبت سے محروم حیاتِ مردہ اس کی برکت سے حیاتِ نو پاتی ہے۔ کائنات کے حمقاء سمجھتے ہیں کہ دنیا کے مزوں کو چھوڑ کر ان صوفیوں کو کیا ملے گا کہ نہ ٹی وی دیکھو، نہ وی سی آر دیکھو، نہ حسینوں کو دیکھو، نہ حسیناؤں کو دیکھو، ہر وقت حرام سے بچو، یہ دنیا میں کیسے رہیں گے؟ تصوف کو بعض بے وقوف غارت گرِ حیات سمجھتے ہیں، لیکن ان کو کیا خبر کہ ان اللہ والوں کو کیا ملتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات

میری نظر میں غم ترا جانِ حیات ہے

کائنات سمجھتی تھی کہ مولیٰ کا عشق، تقویٰ کی حیات، گناہوں سے بچنے کا غم غارت گرِ حیات ہے، ان کی تو زندگی غارت ہے۔ ان صوفیوں کو، مولویوں کو، اللہ کے عاشقوں کو کیا ملے گا، کیوں کہ ان کو تو کوئی مزہ ہی حاصل نہیں، یہ نہ دیکھو وہ نہ دیکھو، کالی کو نہ دیکھو گوری کو نہ دیکھو پھر یہ کیا دیکھیں؟ ارے ظالمو! یہ مولیٰ کو دیکھیں جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، حسن کی بھیک دیتا ہے، یہ اُس مولیٰ کی تلاش میں ہیں۔ تقویٰ کی

برکت سے، ترکِ گناہ کا غم اُٹھانے کی برکت سے، شکستِ دل، شکستِ آرزو اور خونِ تمنا کی برکت سے ان کے قلب میں جب وہ مولیٰ آئے گا اور ان کے قلب کا پورا دائرہ تجلیاتِ الٰہیہ سے روشن ہو جائے گا تو دونوں جہاں سے بڑھ کر مزہ وہ اسی دنیا میں پائیں گے اور پھر تم جیسے ان کی جوتیاں اٹھائیں گے کیوں کہ انہوں نے ہر وقت غم اُٹھایا ہے اس لیے ان کے قلب پر ہر وقت تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ کا نزول ہو گا جو ان کو ہر وقت مست اور سارے جہاں سے مستغنی رکھے گا۔ اللہ کے راستے کا غم بڑا پیارا غم ہے، دنیاوی غم کی طرح یہ بے چین نہیں کرتا، یہ تو قلب کو اور چین دیتا ہے، اللہ کے راستے کا کانٹا گلستان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ جب ان کے راستے کا قید خانہ احب ہے تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے؟ جو اتنا غم اٹھائے گا تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے؟ وہ کیا اس کے دل کا پیار نہیں لے گا؟ جو بچہ اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لیے غم اُٹھاتا ہے ماں باپ اس کا پیار لیتے ہیں یا نہیں؟ پھر اللہ ارحم الراحمین اُس قلب کا پیار کیوں نہ لیں گے جو اُن کی راہ میں ٹوٹا ہے، جو ان کے راستے میں حسرت زدہ اور غمگین ہوا ہے؟ میرا شعر ہے؎

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ماں نے بچے سے کہا کہ بیٹا تمہیں پیچش ہے، تم کباب مت کھاؤ اور دوسرے بچے اسے دِکھا دِکھا کر کباب کھارہے ہیں، تو وہ بچہ کہتا ہے کہ اماں! آپ نے ہم پر پابندی عائد کردی اس لیے میں کباب نہیں کھاؤں گا اور رونے لگتا ہے، تو ماں غلبۂ رحمت سے اس کو گود میں اٹھالیتی ہے اور اس کے آنسو اپنے دامن سے پونچھتی ہے، اس کو پیار کرتی ہے اور اس کے گال کو چومتی ہے اور کہتی ہے کہ بیٹا! گھبراؤ مت، تم کچھ دن مجاہدہ کرلو پھر ہم تمہیں خوب کباب کھلائیں گے۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ ذرا یہ غم اٹھا کر تو دیکھو، اگر اللہ کا پیار اپنے قلب میں محسوس نہ کرو تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔

میرا فارسی شعر ہے؎

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ تعالیٰ کے لب نظر نہیں آتے، لیکن دل اللہ کے پیار کے بوسے محسوس کرتا ہے، اور میں کیا کہوں کہ روح

کیا مزے لیتی ہے۔

سرکش اور نافرمان بچے کو ماں باپ بھی جوتے مارتے ہیں۔ جو اللہ کی نافرمانی سے حرام لذت حاصل کرتا ہے اس کی کھوپڑی پر تو جوتے نظر نہیں آتے، مگر اس کے قلب پر اللہ کی لعنت کے جوتے پڑتے ہیں اور اس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ملتی ہے لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ اللہ لعنت کرے ناظر پر بھی اور منظور پر بھی۔ کلامِ نبوت کی بلاغت ہے کہ یہاں ناظر و منظور کے متعلقات کا ذکر نہیں کیا گیا، تاکہ جتنی نظریں حرام ہیں سب اس میں داخل ہو جائیں۔

جس کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا فرمائیں وہ کیسے چین پا سکتا ہے؟ بد نظری کرنے والے پاگل کتے کی طرح بے چین رہتے ہیں، عاشقِ مجازی کو ایک پل کو چین نہیں آتا، اسی لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو محبت رنگ وروپ سے ہوتی ہے اس کا انجام نفرت وعداوت ہے۔ میرا شعر ہے ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

جو محبت آنکھوں سے، کالے بالوں سے، گالوں سے اور چہرے کی بناوٹ سے ہوتی ہے یہ بناوٹی ہوتی ہے، چند دن بعد جب چہرے کا جغرافیہ بدلے گا تو یہ محبت نفرت وعداوت سے بدل جائے گی، اس لیے کوئی عاشقِ مجاز پوری روئے زمین پر ایسا نہیں ملا جو ہمیشہ باوفا رہا ہو، اسی لیے کہتا ہوں کہ قلب و نظر کی پاسبانی کرکے نفس کی حیلولت کو ہٹا دو اور قلب کو اللہ کی تجلیاتِ قرب سے چودھویں کے چاند کی طرح روشن کرلو۔

اصلی پیر اور جعلی پیر کا فرق

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

در تگِ دریا گُہر با سنگہا ست
فخرہا اندر میانِ ننگہاست

دریا کی گہرائی میں ہزاروں بے قیمت کنکر پتھر ہوتے ہیں، لیکن ان ہی کنکروں میں کہیں کہیں کروڑوں کروڑوں رین کے موتی چھپے ہوئے ہیں۔ اگر موتی تلاش کرنا ہے تو ان ہی کنکروں میں تلاش کرنا پڑے گا۔

اسی طرح بہت سے جعلی پیر اللہ والوں کی وضع اور لباس میں ہیں، ان کو دیکھ کر بدگمانی نہ کرو کہ سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان ہی دنیادار اور ذلیل وخوار جعلی پیروں میں صاحبِ نسبت اور متبعِ سنت اولیاء اللہ بھی چھپے ہوئے ہیں جو پوری دنیائے انسانیت کے لیے باعثِ عزت اور قابلِ فخر ہیں۔ انہیں تلاش کروگے تو پاجاؤگے۔

اور اس کی علامت کیا ہے کہ کون پیر مخلص اور سچا ہے اور کون نہیں ہے؟ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مچھلی کی علامت یہ ہے کہ ہر وقت پانی میں رہتی ہے، مچھلی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی وقت پانی میں رہے اور کسی وقت پانی کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ اسی طرح اللہ والے کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر وقت خدا کو یاد رکھتا ہے، ایک سانس بھی اللہ کو نہیں بھولتا یعنی ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو، اللہ کے بغیر اس کو اپنی موت نظر آتی ہے جیسے مچھلی کو پانی کے بغیر موت نظر آتی ہے کہ اگر وہ ایک لمحہ کے لیے پانی سے الگ ہوجائے تو مرنے لگتی ہے۔

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے، سانپ کو مچھلی کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت پانی میں رہے، کیوں کہ وہ پانی کا جانور نہیں ہے، اس لیے کچھ دیر تو مچھلی پن دکھائے گا اور پھر نظر بچا کر پانی سے بھاگ جائے گا اور خشکی میں جسم کو سکھائے گا۔ ایسے ہی جعلی پیر کچھ دیر اللہ والوں کی نقل کرلے گا، کچھ ھُو حق کرلے گا کچھ آنسو بہالے گا لیکن موقع ملتے ہی یہ اللہ سے بھاگ جائے گا اور گناہ میں مبتلا ہوجائے گا کیوں کہ یہ اصلی نہیں ہے، یہ سانپ ہے مچھلی نہیں ہے اس لیے یہ ہر وقت اللہ کے دریائے قرب میں نہیں رہ سکتا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ یہ نامحرم عورتوں سے پاؤں دبوا رہا ہے، رشوت اور سود کی حرام بریانی اُڑا رہا ہے، مختلف چکروں اور مکاریوں سے لوگوں سے پیسے بٹور رہا ہے۔ نادان اور بے وقوف قسم کے لوگ ایسوں کے چکر میں آجاتے ہیں، ورنہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف چلے وہ کہیں ولی اللہ ہوسکتا ہے؟

ہمارے ملک میں ایسی جعلی خانقاہیں ہیں جن میں سالانہ عرس ہوتا ہے، قوالیاں ہوتی ہیں، تالیاں بجتی ہیں، گانا باجا ہوتا ہے، طوائفوں کا ناچ ہوتا ہے۔ پیر صاحب سال بھر نماز تک نہیں پڑھتے، داڑھی منڈاتے ہیں، لیکن عرس کے زمانہ میں مریدوں سے پیسہ اینٹھنے کے لیے تھوڑی تھوڑی داڑھی رکھ لیتے ہیں، نماز پڑھنے لگتے ہیں، جبّہ اور عبا، قَبا، ٹوپی اور لمبا کُرتا، لیکن جیسے ہی عرس کا زمانہ ختم ہوا، خوب قوّالی ہوگئی، مریدوں سے سال بھر کا خرچہ لے لیا تو اس کے بعد نماز بھی نہیں پڑھتے، کیوں کہ یہ نماز روزہ محض روپیہ

وصول کرنے کے لیے تھا۔ آہ! یہی فرق ہے مکار اور نقلی پیروں اور سچے اللہ والے پیروں میں کہ سچے اللہ والے دنیائے حقیر پر نہیں مرتے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر کوئی مال دار ان سے کہے کہ آپ یہاں ایئر کنڈیشن میں آرام سے لیٹیں۔ آپ کو مرغی پلاؤ، قورمہ اور کباب خوب ملے گا، لیکن اللہ کی محبت سکھانے کا کام ہم کو نہیں چاہیے، تو اگر وہ اس مال دار کے یہاں پڑا رہے، تو سمجھ لو کہ یہ نقلی اور جعلی ہے، اور اگر سچا اللہ والا ہے تو اس کی پیشکش پر لات مار دے گا، وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی محبت کو نشر کرنا چھوڑ دے، اور اس کی کیا عمدہ مثال حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی کہ ایک لڑکی نے اپنی ساس سے کہا کہ جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھے جگا دینا، تو ساس نے کہا کہ بیٹی جب تیرے بچہ پیدا ہو گا تو تجھے جگانا نہیں پڑے گا تیرے اتنے زور سے درد اُٹھے گا کہ تو محلہ بھر کو جگائے گی۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس لڑکی کو سمجھائے کہ چلّا مت تو کیا وہ خاموش رہ سکتی ہے؟ پس جس کے دل میں اللہ اپنی محبت کا درد پیدا کرتا ہے تو وہ خاموش نہیں رہ سکتا، وہ تو آواز لگائے گا اور دردِ محبت کے نشر پر مجبور ہو گا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من بہر جَمعیّتے نالاں شدم
جفت خوش حالاں و بدحالاں شدم

مجھے جہاں بھی انسانوں کی کوئی جماعت نظر آتی ہے وہاں جا کر اللہ کی محبت میں رونے لگتا ہوں، اگر نیک بندے ہیں تو وہاں بھی روتا ہوں اور اگر گناہ گار ہیں تو وہاں بھی روتا ہوں، میرا دردِ دل ہر جماعت میں اپنا کام کرتا ہے، چاہے اچھے لوگ ہوں چاہے بُرے، میں ہر جگہ اپنی آہ اور اشکبار آنکھوں سے اللہ کی محبت کی دعوت دیتا ہوں تاکہ جو نیک ہیں وہ میرے رونے سے اور نیک ہو جائیں اور ان کی نسبت مع اللہ اور زیادہ قوی ہو جائے اور جو گناہ گار ہیں وہ گناہوں سے توبہ کر لیں اور اللہ کی محبت کا درد ان کے دل میں داخل ہو جائے۔

حاصلِ سلوک

ارشاد فرمایا کہ سلوک کا حاصل بتا رہا ہوں، کیوں کہ یہ مجمع سارا مریدین و سالکین کا ہے کہ اگر غیر اللہ کو نکالنے میں کوئی کوتاہی اور غفلت کی اور چوری چھپے کوئی حرام لذت حاصل کرنے کی کوشش کی تو بازِ شاہی کے روپ میں تم نے چمگادڑوں والا کام کیا، سالک کے بھیس میں تم نے فاسقوں والا کام کیا اور تم نے

اللہ والوں کو بدنام کیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود
بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ پیشاب و پاخانے کی نالیوں میں گھس کر پاخانہ کھاتا ہے اور پیشاب پیتا ہے تو ہم کو کوئی تعجب نہیں، لیکن جس باز نے بادشاہ کو دیکھا ہے اس کو کیا ہو گیا کہ بازِ شاہ ہو کر چمگادڑ بنا ہوا ہے اور گناہوں کی غلاظت اور گندگی میں مبتلا ہے؟ اصلی مرید تو وہ ہے جو کسی بازِ شاہی سے شاہ بازی سیکھنا چاہتا ہو، کیوں کہ بازِ شاہی سے شاہ بازی آئے گی، کرگسوں سے نہیں آئے گی، پس جو شیخ بازِ شاہی کے مقام پر فائز ہو وہی شاہ بازی سکھا سکتا ہے یعنی جو شیخ عارف باللہ مقرب باللہ ہو وہی مریدوں کو اللہ کا عارف اور مقرب بنا سکتا ہے اور اس کی صحبت سے تعلق مع اللہ کا اعلیٰ مقام نصیب ہو سکتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! ؎

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں اپنے شیخ شمس الدین تبریزی کے فیض سے بازِ سلطاں بن چکا ہوں۔ اب میں مرنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر کو نہیں دیکھتا کہ ان کے گال کیسے ہیں اور ان کے بال کیسے ہیں، ان کی ناک کیسی ہے، ان کی آنکھیں کیسی ہیں، رسیلی ہیں یا نشیلی ہیں۔ اب میں بازِ سلطاں بن چکا ہوں اور اللہ کی رحمت سے نیک کردار بن چکا ہوں، اب میں مردہ کھانے سے بے زار ہوں، میں کرگس نہیں ہوں کہ مردہ ہو جانے والے ٹیڈیوں اور حسینوں کے چکر میں پھنسوں، کیوں کہ ان کے جسم کا فرسٹ فلور یعنی چہرہ، آنکھیں، گال اور بال گراؤنڈ فلور ہی میں گرائیں گے، جو فرسٹ فلور میں اِن (in) ہوا اُس کو گراؤنڈ فلور میں اِن (in) ہونا ہی پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے غلاموں کی آبرو کو نقصان پہنچے، اس لیے فرسٹ فلور ہی کو دیکھنا حرام فرما دیا تاکہ گراؤنڈ فلور میں میرا کوئی بندہ نظر ہی نہ آئے۔

حکمِ غضِ بصر سے دراصل حق تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی آبرو کو تحفظ بخشا ہے اس لیے **يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ** کے فوراً بعد **وَ يَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ**[1] ہے کہ آنکھوں کو محفوظ رکھو گے تو تمہاری شرم گاہیں محفوظ

---

[1] النور: ۳۰

رہیں گی اور تم باعزت رہو گے، لہٰذا چہرہ اور آنکھوں وغیرہ کو مت دیکھو تاکہ اس کی نوبت ہی نہ آئے کہ تم ناف کے نیچے پیشاب اور پاخانوں کے مقامات کو عبور اور مرور کر کے حرام سرور حاصل کرو اور تمہاری آبرو کو نقصان پہنچے۔ تمہاری آبرو کے نقصان سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں جیسے ہر باپ چاہتا ہے کہ میرے بچے باعزت رہیں، اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں وہ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے باعزت رہیں، لہٰذا جب اللہ والوں کا بھیس اور ان کی شکل و صورت بنانے کی اللہ نے توفیق عطا فرمائی تو اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرو جو اللہ والوں کی شان کے خلاف ہو۔ تمام سلوک و تصوف کا حاصل یہ ہے کہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرو۔

(آخر میں حضرت نے نہایت درد سے فرمایا کہ) میری باتوں کو برائے بات مت سنو، عمل کی نیت سے سنو، خوب غور سے سنو! واللہ کہتا ہوں کہ ورنہ پچھتاؤ گے۔ میری آہ کو رائیگاں کرنے والو! میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرو۔ یہ آہِ دل یوں ہی نہیں ملی، کس قدر اللہ تعالیٰ نے مجھے بزرگوں کے ساتھ رکھا۔ سمجھ لو تقریباً آدھی زندگی ختم ہوگئی اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھاتے اُٹھاتے۔ میری آہِ دل کو رائیگاں نہ کرو ورنہ ان ہی حسینوں کے چکر میں ایک دن موت آجائے گی، تو کیا پیشاب پاخانے کے مقامات پر فدا ہونے والی لعنتی حیات لے کر خدا کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہو؟ اللہ پوچھے گا کہ تم نے زندگی کہاں پر گزاری؟ میرے لیے کیا لائے؟ تو کیا جواب دو گے؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ قلب کو غیر اللہ سے بالکل پاک کر لو۔ جن کا قلب غیر اللہ سے پاک ہوگیا اور مولیٰ دل میں آگیا ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوتا ہے، اور جنہوں نے مولیٰ کو بھی یاد کیا مگر لیلاؤں کو بھی نہیں چھوڑا ان کے چہرے پر سایہ بھی ہوتا ہے اور دھوپ بھی ہوتی ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ دھوپ اور سایہ میں ایک ساتھ نہ بیٹھو کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں ہو۔ اس حدیثِ پاک سے یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ گناہ گاروں والی زندگی اور اللہ والی زندگی کو مخلوط مت کرو کہ اللہ اللہ کر کے اللہ کا نور بھی لے لیا اور کچھ گناہ کر کے حرام مزہ بھی لے لیا، انوارات و ظلمات دونوں کو جمع مت کرو، موتی کے خمیرے کے ساتھ زہر مت کھاؤ، ایسی حیات اچھی حیات نہیں، ہمت سے کام لو اور دل کے اندھیروں کو بالکل مٹا دو۔ جب قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے گا تو اللہ ہی اللہ ہو گا اور گناہوں سے بچنے کے مسلسل مجاہدہ سے جب دل تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ سے متجلی ہو گا تو تمہارا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہو گا، چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن۔

بس ہمت سے کام لو۔ اگر کبھی خطا کا صدور ہو جائے تو اللہ کے سامنے اتنا رووٴ، اتنا رووٴ جس سے قلب

پھر مجلّٰی و مصفّٰی ہوجائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ سے کبھی معصیت کا صدور ہی نہ ہو، کیوں کہ یہ صرف پیغمبروں کا مقام ہے جن سے کبھی خطا صادر ہی نہیں ہوتی، پیغمبر معصوم ہوتے ہیں، ہم معصوم نہیں ہیں، ہم سے خطائیں ہوسکتی ہیں لیکن اگر کبھی خطا ہوجائے تو اسے عادت اور اوڑھنا بچھونا نہ بناؤ کہ جب تک کسی حسین کو نہ دیکھ لو کھانا ہی ہضم نہ ہو، جب تک کوئی حرام نمک نہ چکھ لو دل کو چین ہی نہ آئے، نافرمانی اور گناہ کی غذائے حرام کے عادی نہ بنو۔ خطا کرنا اور ہے خطا ہوجانا اور ہے، گٹر میں گرنا اور ہے گرانا اور ہے، گناہ کے ذلت کے گٹر میں گر جانا اور ہے اور گرا گرا کر حرام لذت اُڑانا اور ہے۔ پس اگر احیاناً بشریت سے مغلوب ہوکر کبھی خطا ہوجائے تو صدورِ خطا کے بعد استغفار و توبہ سے پھر صاحبِ عطا ہوجاؤ۔ اگر خَطَّاءٌ تھے تو توبہ کی برکت سے خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ ہوجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کُلُّ ابْنِ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ[۲]

تم میں سے ہر شخص خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہے جو بہت توبہ کرنے والا ہے۔ تو خَیْرُ الْخَطَّائِیْن ہوجاؤ، اپنے ساتھ خیر لگوالو تو پھر آپ خَطَّائِیْنْ نہیں، خیر ہی خیر ہیں، کیوں کہ ترکیبِ اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے، مضاف الیہ نہیں ہوتا جیسے جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام آیا) میں غلام مقصود ہے زید نہیں۔ اسی طرح خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ میں خیر ہی مقصود ہے خَطَّائِیْنْ نہیں۔ تو سوال ہے کہ جب خَیْر ہی مقصود تھا تو پھر خَطَّائِیْنْ کی اضافت کی کیا ضرورت تھی؟ تو جواب ہے کہ اگر یہ اضافت نہ ہوتی تو توبہ کی کرامت ظاہر نہ ہوتی، اس اضافت سے ظاہر ہورہا ہے کہ تھے تو تم خطا کار مگر توبہ کی برکت سے خیر بنے ہو، تھے تو تم صاحبِ خطا مگر توبہ کی کرامت سے صاحبِ عطا ہوئے ہو۔

پس کوشش کرو کہ کم سے کم خطا ہو، لیکن اگر کبھی خطا ہوجائے مثلاً کسی حسین پر ایک لمحہ کے لیے بھی نظر کو ٹھہرادیا تو فوراً نظر ہٹا کر، گناہ سے الگ ہوکر ندامت و آہ وزاری کے ساتھ اور دل میں عزم علی التقوٰی کے ساتھ استغفار و توبہ کرکے پاک صاف ہوجاؤ، خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ ہوجاؤ۔ توبہ کی برکت سے قلب کے سامنے سے نفس کی حیلولت ہٹے گی اور پورا قلب اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصّہ سے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوجائے گا اور آپ کا چہرہ بھی جو ترجمانِ قلب ہوتا ہے تجلیاتِ الٰہیہ سے منور ہوجائے گا۔

---

[۲] جامع الترمذی: ۲/۷۶، باب الاستغفار والتوبۃ، ایچ ایم سعید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے تکوینی راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں۔ اگر چاہتے تو موت کا فرشتہ بھیج کر مکہ شریف میں ابوجہل، ابولہب اور جملہ دشمنانِ اسلام کو ہلاک کر دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت نہ کرنی پڑتی لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہجرت کا حکم دے کر وطن کا بت گرادیا اور صحابہ کرام کے قلوب کو وطن کی معبودیت سے پاک کردیا اور قیامت تک کے لیے تعلیم دے دی کہ اگر میری محبت میں وطن بھی چھوڑنا پڑے تو دریغ نہ کرنا۔ جہاں تمہیں تمہارا مولیٰ ملے وہی تمہارا وطن ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق اے فتیٰ

تو بہ غربت دیدۂ بس شہرہا

ایک معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ تو نے پردیس میں بہت سے شہر دیکھے ہیں ؎

پس کدامی شہر زاں ہا خوشتر است

گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

پس کون سا شہر تجھے سب سے اچھا معلوم ہوا؟ کہا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے جہاں میرا محبوب رہتا ہے، جو شہر میرے محبوب کو پیارا لگتا ہے وہی مجھے بھی پیارا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو فرض فرما کر وطنیت کے بت کو پاش پاش کردیا کہ اسلام میں وطن کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز میری رضا ہے، جس زمین پر میں راضی ہوں وہی تمہارا وطن ہے اور ہجرت سے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اسلام کھاتہ بہی یا ناپ تول کا کوئی کمپیوٹرائزڈ مذہب نہیں ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار ہے تو ہم کیوں ہجرت کریں؟ نہیں! میری رضا کے سامنے ثواب کیا چیز ہے؟ مسلمان میری رضا پر فدا ہوتے ہیں، کعبہ میں راضی ہوں تو کعبہ میں رہو اور عرفات کے جنگل میں بھیج دوں تو وہاں رہو اور مدینہ شریف میں ہجرت کا حکم دے دیا تو وہاں رہو۔ اسلام نام ہے اللہ کی مرضی پر فدا ہونے کا، نہ کہ ثواب کے ناپ تول اور کھاتہ بہی کا۔

اور اس سے بھی بڑھ کر ایک علم اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہجرت کی فرضیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی کہ میرا رسول کعبہ سے بہتر ہے۔ فرض حج تو کعبہ ہی

میں ادا ہو گا، لیکن کعبہ والا تمہیں میرے رسول سے ملے گا۔ کیفیتِ یقین و ایمان اور کیفیتِ احسان کعبہ کے پتھروں سے تمہارے دل میں منتقل نہیں ہوگی، میرے رسول کے قلب سے منتقل ہوگی، کیفیتِ ایمانیہ و احسانیہ کا محل، مرکز اور مستقر قلب ہے، تو قلبِ پیغمبر سے ایمان و احسان منتقل ہو گا۔ کعبہ نے اپنے اندر سے بت نہیں نکالے، میرے رسول نے کعبہ سے بت نکالے، تو تمہارے دل سے غیر اللہ کے بت کعبہ نہیں میرا رسول نکالے گا۔ لٰہذا میرا نبی جہاں جا رہا ہے وہیں تم سب چلے جاؤ، ایک کو بھی اجازت نہیں جو کعبہ میں رہے، کعبہ میں رہنے سے تمہیں کعبہ ملے گا، میرے رسول سے تمہیں کعبہ والا ملے گا اور جب تک کعبہ والا نہیں ملے گا تو کعبہ کا مزہ بھی نہیں پاؤ گے۔ گھر کا مزہ جب ہے جب گھر والے سے تعلق ہو۔

تو ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی اہمیت بتا دی جس سے نائبِ رسول یعنی متبعِ سنت مشایخ کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہو گئی کہ جہاں تمہارا مربّی ہو وہاں جاؤ، اپنے وطن سے چپکے مت رہو کیوں کہ اللہ تمہیں اللہ والوں سے ملے گا۔ صحبتِ رسول کے صدقہ میں صحابہ کے قلب میں کیفیتِ احسانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ نبوت سے منتقل ہوئی تھی، لٰہذا اصحابہ کا سا ایمان اور صحابہ کا سا احسان اب قیامت تک کسی کا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ پیغمبر کے قلبِ نبوت سے اُمتی کے قلب میں جو احسانی کیفیت منتقل ہوئی وہ احسان کا اعلیٰ ترین مقام ہے جو اب کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا، لیکن کیفیتِ احسانیہ کلی مشکک ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں لٰہذا پیغمبر کے بعد اُمتی سے اُمتی کے قلب میں کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوتی ہے، اس لیے صحابی جیسا احسان اب کسی کا نہیں ہو سکتا، لیکن جس شیخ کے قلب میں کیفیتِ احسانیہ جس قدر قوی ہو گی اتنی ہی قوی دوسرے امتی کے قلب میں منتقل ہو گی اور احسان ہی سے اعمال کا وزن ہوتا ہے، اس لیے عارف کی دو رکعات غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہے، لٰہذا صحبتِ شیخ سے کبھی استغناء نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ کیفیتِ احسانیہ اُسی کے قلب سے منتقل ہو گی، اس لیے بار بار شیخ کی خدمت میں حاضری دو، جب جاؤ گے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ترقی ہو گی۔ اللہ کا راستہ غیر محدود ہے، قرب غیر متناہی ہے، اس لیے تھوڑے سے قرب پر قناعت مت کرو، بار بار شیخ کے پاس جاؤ گے تو ان شاء اللہ کیفیتِ احسانیہ میں ترقی ہوتی رہے گی اور کیفیتِ احسانیہ سے آپ کا ایمان اور آپ کا اسلام حسین ہو جائے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے کہ احسان کے معنیٰ حسین کرنے کے ہیں، تو احسان سے آپ کا ایمان بھی حسین ہو جائے گا اور آپ کا اسلام بھی حسین ہو جائے گا، یعنی اعمالِ باطنہ اور اعمالِ ظاہرہ سب حسین ہو جائیں گے، ہر وقت حضوری رہے گی کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ایسا شخص ہر وقت با خدا رہے گا۔

اس لیے شیخ سے کبھی مستغنی نہ ہونا چاہیے، اس کی خدمت میں جانا چاہیے، کم از کم ایک چلّہ زندگی بھر میں لگانا چاہیے۔ مجدّدِ زمانہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد ہے کہ زندگی میں چالیس دن اپنے شیخ کے پاس لگادو، درسِ نظامیہ دس سال پڑھتے ہو، میڈیکل کالج میں پانچ سال پڑھ کر ڈاکٹر بنتے ہو، اگر چالیس دن میں اللہ مل جائے تو سستا سودا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ دین کا ذہن بنتا ہے، نسبت منتقل ہو جاتی ہے، پھر ساری زندگی خط و کتابت کرتے رہو، گاہے گاہے ملتے رہو مگر ایک دفعہ چالیس دن لگاؤ۔

الحمدللہ! اٹھارہ سال کی عمر میں جب میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری سے بیعت ہوا اس وقت پہلی ہی ملاقات میں، میں نے چلّہ لگایا اور خاص بقرہ عید کے دن اپنے شیخ کے پاس حاضری دی جبکہ انسان عید اپنے ماں باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ میں نے والدہ صاحبہ سے یہ کہہ کر اجازت لی تھی کہ آپ کے ساتھ تو ہمیشہ عید کی ہے، ایک عید اپنے شیخ کی خدمت میں گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا کہوں اس چلّہ کا نور آج تک محسوس کرتا ہوں۔

اور ہجرت کا ایک تکوینی راز ایک بار مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے کہلا دیا جس کو سن کر مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے بڑی قدر فرمائی اور فرمایا کہ جلدی سے کاغذ قلم لاؤ اور اس مضمون کو نوٹ کرو، میں نے نہ کبھی یہ مضمون اپنے کسی بزرگ سے سنا نہ کسی کتاب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو ایک فرشتہ بھیج کر ابوجہل، ابولہب اور تمام دشمنوں کو ہلاک کرادیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ ہجرت نہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تکویناً اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کرائی تاکہ روضۂ مبارک مدینہ منورہ میں بنے۔ اگر روضۂ مبارک مکہ مکرمہ میں ہوتا تو عاشقوں کے دل کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ جب طواف کرتے تو دل چاہتا کہ روضۂ پاک پر صلوٰۃ و سلام پڑھیں اور جب روضہ پر سلام پڑھتے تو دل چاہتا کہ کاش کعبۃ اللہ میں طواف کرتے۔ اس طرح اپنے نبی کا روضہ مدینہ مبارک میں بنوا کر عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے ہونے سے بچالیا، تاکہ میرے عاشق جب مکہ میں رہیں تو بیت اللہ پر فدا رہیں اور جب مدینے میں رہیں تو روضۂ رسول اللہ پر فدا رہیں۔

۱۸؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز اتوار، بعد فجر، مسجد حمزہ، لینیشیا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی عالمانہ و عارفانہ تشریح

ارشاد فرمایا کہ روزانہ سات مرتبہ صبح و شام لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لو تو اس کے پڑھنے والے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں کرتے ہیں عِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعِنْدَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِيَآءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ[۳] اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی روحوں کو بھی حاضر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ بندہ جو زمین پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ رہا ہے اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ[۴] یعنی عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ[۵] میرا بندہ میرا فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی وَاسْتَسْلَمَ اَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ اُمُوْرَ الْکَائِنَاتِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَسْرِھَا یعنی اس بندے نے اپنی دنیا اور آخرت میرے سپرد کر دی، تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب روزانہ صبح و شام اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اے فرشتو! سن لو، میرا بندہ میرا فرماں بردار ہو گیا عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ اور نافرمانی چھوڑ دی تو جب اللہ تعالیٰ یہ خوشخبری سنائیں گے فرشتوں کو تو اللہ تعالیٰ کو اپنی خوشخبری اور عزت کی لاج نہیں آئے گی کہ یہ نالائق کا نالائق ہی رہا، فرشتے کہیں گے کہ اللہ میاں! آپ تو روزانہ تعریف کر رہے ہیں اور وہ تو ویسے کا ویسا ہی ہے، تو اس اعتقاد سے پڑھو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کلمے کی برکت سے اللہ ویسا بنا بھی دے گا۔

یہ وہ کلمہ ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مجلس میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا۔ آپ نے فرمایا: ھَلْ اَنْتَ تَدْرِیْ مَا تَفْسِیْرُھَا؟ اے عبد اللہ ابنِ مسعود! کیا تجھے پتا ہے کہ اس کلمے کا کیا ترجمہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بتائیے، ہمیں تو معلوم نہیں۔ بتائیے! حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کتنے قابل صحابی تھے اور عربی لغت کے ماہر تھے مگر ترجمہ نہیں کر سکے، کیوں کہ سرکاری خزانے سے جو الفاظ عطا ہوتے ہیں ان کو سرکار ہی ترجمہ کراتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ لَاحَوْلَ کے معنیٰ ہیں لَاحَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللّٰہِ ہم کو نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی، مگر جب اللہ ہماری حفاظت فرمالے۔ وَلَا قُوَّةَ اور نہیں ہے قوت، حالاں کہ بظاہر قوت تو ہے کیوں کہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، چل رہے ہیں، قوت نہیں ہے تو بیوی کے ساتھ کیوں صحبت کرتے ہو؟ کیوں کھانا کھاتے ہو؟ کیوں دفتر جاتے ہو؟ کیوں امامت کرتے ہو؟ لیکن یہاں قوت کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ اجمال تفصیل طلب ہے، اس اجمال کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی کہ وَلَا قُوَّةَ کا مطلب ہے لَا طَاقَةَ عَلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ نہیں ہے طاقت ہمیں اللہ کی عبادت کی اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ یعنی اللہ کی مدد کے بغیر ہم اس کی عبادت

---

[۳] مرقاۃ المفاتیح: ۴۹/۵، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

[۴] کنز العمال: ۴۵۳/۱ (۱۹۵۱)، باب فی الحوقلۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۵] مرقاۃ المفاتیح: ۸۴/۷، باب ثواب التسبیح والتحمید

اور نیکیاں نہیں کر سکتے، نہ گناہ سے بچ سکتے ہیں، نہ نیکیاں کر سکتے ہیں۔

میرے شیخ و مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عاجزی اور ہماری کمزوری کا احساس دلایا ہے کہ تم ہمیں زور سے نہیں پاسکتے ہو، زاری سے پاؤ گے۔ انسان کمزور ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[۷۶] ہم رجسٹرڈ کمزور ہیں، ہماری کمزوری کی رجسٹریشن ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ہر انسان کو ضعیف اور کمزور پیدا کیا ہے۔ اس لیے اگر بچہ کمزور ہے تو ابّا سے مدد مانگے، بندہ کمزور ہو تو ربّا سے مدد مانگے اور فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ کا یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ۔[۷۷] ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلمے کی شرح لکھی ہے کہ جنت ملے گی دو کام سے، نیک کام کرنے سے اور بُرائی سے بچنے سے، تو اس کلمے میں دونوں توفیق موجود ہیں، اس لیے جنت کا خزانہ ہے۔[۷۸]

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْ اُمَّتَكَ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی امت کو حکم دے دیجیے اَنْ یُّکْثِرُوْا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ جنت کے درختوں کی تعداد بڑھائے، آپ کی امت جتنا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے گی اتنے ہی درخت جنت میں تیار ہو جائیں گے۔[۷۹]

آج کا یہ وظیفہ کتنا اہم ہے کہ گناہ سے بچنے کی اسٹیم اور طاقت انرجی حاصل ہو تاکہ آپ بندر جی نہ ہوں۔ بندر جو ہوتا ہے وہ ہر چیز کی نقل کرتا ہے، اسے کچھ نہیں معلوم کہ یہ غلط کام ہے یا اچھا کام ہے، اس کو بس نقل کی عادت ہے۔

دو لطیفے

لٰہذا بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بڑھئی موٹے درخت کے ٹکڑے کو آرے سے چیر رہا تھا اور جتنا چیرتا تھا اس جگہ لکڑی کا ٹکڑا لگا دیتا تھا، تاکہ لکڑی کے دونوں حصے آپس میں نہ مل جائیں اور لکڑی آگے سے کاٹنے میں آسانی ہو، تو ایک بندر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب بڑھئی ناشتہ کرنے گیا تو بندر کو نقل کی

۷۶؎ النسآء:۲۸

۷۷؎ صحیح البخاری: ۱۰۹۹/۲، باب قوله وکان اللہ سمیعا بصیرا، المکتبة القدیمیة

۷۸؎ مرقاة المفاتیح: ۲۱۶/۵ (۲۳۰۴)، باب ثواب التسبیح والتحمید، دار الکتب العلمیة، بیروت

۷۹؎ مرقاة المفاتیح: ۲۱۵/۵-۲۱۶ (۲۳۰۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید، دار الکتب العلمیة، بیروت

عادت ہوتی ہے وہ آکر اس کی نقل کرنے لگا، اتنے میں لکڑی کا وہ ٹکڑا جو درخت کے تنے کے درمیان لگا ہوا تھا نکل کر گر گیا اور لکڑی کے دونوں حصے آپس میں مل گئے اور بندر کے فوطے جو لٹک رہے تھے وہ ان دونوں حصوں میں دب گئے، وہ اتنا زور سے چلّایا کہ زندگی میں ایسی طاقت سے نہیں چلّایا ہو گا، اس کے شور کی آواز بہت دور تک پہنچی، وہ بڑھئی بھی گھبرایا ہوا آیا اور سمجھ گیا کہ بیچارہ مصیبت میں ہے۔ اس نے جلدی سے دونوں حصے جدا کیے تو بندر بھاگ نکلا اور جا کے درخت پر بیٹھ گیا، اس کے بعد پھر اس بڑھئی کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔

اسی طرح حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک شخص آدھی رات کو اللہ سے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! ہم کو کھینچ لیں، جذب کر لیں۔ ایک دیہاتی نے سنا کہ یہ روزانہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہمیں کھینچ لیں، جذب کر لیں۔ وہ آدمی مسخرا تھا، ایک دن وہ درخت پر رسی لے کر بیٹھ گیا اور کہا کہ اے میرے بندے! تو روزانہ دعا کرتا ہے کہ مجھے کھینچ لو تو آج میں نے تیری دعا قبول کر لی، یہ رسی پھینک رہا ہوں، اس کو پکڑ لے اور گردن میں باندھ لے میں اسے کھینچوں گا تو تو میرے پاس آجائے گا۔ اب اس بے وقوف نے رسی گردن میں باندھ لی، جب اس آدمی نے رسی کھینچی تو اس کی گردن دبنے لگی، جان نکلنے لگی، تب اس نے کہا کہ اللہ میاں! ہم کو مت کھینچو، ہمیں کیا خبر تھی کہ آپ کے کھینچنے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اس آدمی کو رحم آگیا کہ یہ تو مر ہی جائے گا، اس نے رسّی چھوڑ دی، اس نے رسّی کھولی اور بھاگا وہاں سے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روز کے بعد سے وہ اس درخت کے قریب سے گزرتا بھی نہیں تھا، بہت دور سے گزرتا تھا اور مارے ڈر کے اس درخت کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا کہ کہیں اللہ میاں پھر نہ کھینچ لیں۔

یہ دو لطیفے سنا دیے تا کہ آپ لوگوں کی نیند غائب ہو جائے۔ یہ بھی بزرگوں کا طریقہ ہے کہ وعظ کو خشک نہ رکھو، خوش بھی کر دو۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی فرماتے تھے کہ خوش رہو خشک نہ رہو، خوش کے آگے "ک" مت بڑھاؤ، خوش رہو۔

تو آج کا وظیفہ ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، سات سات مرتبہ فجر اور مغرب کے بعد پڑھیے۔ یہ سارے وظیفے جو صبح و شام کے ہیں یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے، کیوں کہ دوپہر کو انسان بہت مشغول ہوتا ہے اور اکثر لوگ تو قیلولہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حدیث میں فجر بعد یا مغرب بعد کی صراحت نہیں آئی تو وظیفہ عصر کے بعد پڑھ لیں، تو اس کا راز یہ ہے کہ فرشتوں کی ڈیوٹی مغرب کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور صبح تک رہتی ہے اور فجر کے بعد رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہو جاتی ہے، وہ چلے جاتے

ہیں اور اللہ کو رپورٹ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کے بندوں کو آپ کی عبادت میں چھوڑا ہے۔ اگر سفر کرنا ہے تو صبح سورج نکلنے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں اور شام کو عصر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن عموماً بزرگوں کا تعامل یہی دیکھا ہے کہ وہ فجر کے بعد اور مغرب کے بعد وظیفے پڑھتے ہیں۔ تعاملِ صالحین بھی کوئی چیز ہے، جب شریعت ساکت ہو تو صالحین کا عمل ناطق ہوتا ہے۔ جس چیز سے شریعت خاموش ہو اور ہم کو وضاحت نہ ملے تو اُمت کے بزرگانِ دین کا عمل ہمارے لیے ناطق ہوتا ہے لہٰذا آپ لوگ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ سات مرتبہ صبح و شام پڑھ لیں فجر بعد اور مغرب بعد، لیکن یہ وظیفے مغرب کی سنتوں کے بعد پڑھو، مغرب کے فرض کے فوراً بعد سنتیں پڑھ لو، فقہاء نے منع کیا ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد سنت میں دیر مت کرو، وظیفے مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھو گے تو سنت میں دیر ہو جائے گی اور سنت فرض کو مکمل کرتی ہے تاکہ جو کوتاہی وغیرہ ہو گئی ہو، دل اِدھر اُدھر ہو گیا ہو اس کمی کو پورا کر دے۔ سنت مکمِّل ہے اور فرض مکمَّل ہے، تو مکمِّل اور مکمَّل کو دور مت رکھو، اس لیے وظیفہ سنتوں کے بعد مکمل کر لو۔ اگر کسی کو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کا عربی ترجمہ یاد نہ ہو تو اردو میں کہہ دو کہ نہیں ہے طاقت ہمارے اندر گناہ سے بچنے کی مگر اللہ کی مدد سے اور نہیں ہے طاقت نیک عمل کی مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔

اللہ سب زبانوں کا خالق ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ[۸۰] کیا خالق اپنی مخلوق کو نہیں جانتا؟ جس چیز کو اللہ نے پیدا کیا اس کو نہیں جانے گا؟ وہ ہماری زبان کا خالق ہے، لہٰذا اردو بھی جانتا ہے، پنجابی بھی جانتا ہے، افریقن بھی جانتا ہے غرض کوئی زبان ایسی نہیں جو اللہ نہ جانتا ہو، کیوں کہ جب مخلوق کا خالق ہے تو مخلوق کے اَلسِنہ سے اختلاف کا بھی خالق ہے، اور ماں باپ چوں کہ خالق نہیں ہیں، اس لیے ماں نہیں جانتی کہ میرے بچے کی ناک کی فٹنگ کب ہو رہی ہے، آپ ماں سے پوچھیں کہ تیرے بچے کے کان بن گئے یا نہیں؟ وہ کہے گی کہ ہمیں کیا معلوم کہ اندر کیا بن رہا ہے؟ خالق جانتا ہے، پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ میں نے اس عورت کے پیٹ میں بچے کا کان بنا دیا، اب ناک بنا دی، اب کھوپڑی بن گئی، اب پسلیاں لگ گئیں، اب پھیپھڑا، جگر اور دل بن گیا۔ ماں کا نہ جاننا ہی دلیل کہ ماں خالق نہیں ہے، خالق اللہ تعالیٰ ہے، ماں کا پیٹ تو اللہ تعالیٰ کی فیکٹری ہے۔

ماں کے پیٹ سے پیغمبر بھی پیدا ہوتے ہیں، اولیاء اللہ بھی پیدا ہوتے ہیں، اس لیے بیویوں کو ستانا منع ہے کہ یہ اللہ کی فیکٹریاں ہیں، ان کی پٹائی مت کرو، جہاں تک ہو سکے برداشت کرو، نرمی، شفقت اور پیار

۸۰؎ الملك: ۱۴

محبت سے رہو اور ان کا دل حسّاس اور نازک بھی ہوتا ہے، ذرا سا بھی تیز بول دیجیے آپ کہ یہ کیوں نہیں کیا؟ یہ کہہ کر آپ تو چلے گئے اور وہ روتی رہتی ہے۔ یہ میرا خاص تجربہ ہے، حالاں کہ ڈنڈا بھی نہیں مارا آپ نے، الّو اور بے وقوف بھی نہیں کہا، صرف اتنا ہی کہا کہ ہم نے کہا تھا کہ تکیہ کا غلاف دھولینا تم کیوں بھول گئیں؟ اب وہ تو ڈانٹ کر فیکٹری چلا گیا مگر وہ روتی رہتی ہے، ان کی طبیعت نازک ہے، ان کو اللہ نے لیلیٰ بنایا ہے، ان کے ساتھ مجنوں والا پارٹ ادا کرو۔ خوب سمجھ لو کہ مولوی زیادہ پٹائی کرتا ہے، اس لیے مولویوں سے کہتا ہوں کہ غصہ ضبط کرو، کیوں کہ سب ان کے ہاتھ پیر چومتے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ بیوی بھی ہاتھ پیر چومے، بیوی کیوں چومے؟ جبکہ اسی کے اوپر رات کو اچھلتے کودتے ہو، اسی لیے کوئی عورت اپنے شوہر سے مرید نہیں ہوتی، وہ کہتی ہے کہ ہمیں دوسرے سے مرید کرادو، لیکن پیغمبر اس سے مستثنیٰ ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دو مزاحیہ واقعات

ایک صاحب کی بڑھیا انہیں بہت ستاتی تھی اور بہت لڑتی تھی۔ جب بیوی کا انتقال ہوگیا تو اسی روز سرخ آندھی آئی، تیز ہوا چلی، آسمان لال ہوگیا، تب اس بڈھے نے چشمہ لگا کر اوپر دیکھا اور کہا کہ اچھا اب پہنچی ہے؟ تو وہاں بھی آندھی اور طوفان مچا رہی ہے۔

اور ایک بڈھے نے کہا کہ اللہ میاں مجھ کو کوئی کرامت دے دو تاکہ میری بڑھیا مجھے عزت سے رکھے، مجھ سے لڑے نہیں، تو اللہ نے فرمایا کہ اچھا تجھ کو کرامت دے دی، چارپائی پر بیٹھ جا۔ جب یہ چارپائی پر بیٹھ گیا تو اللہ نے چارپائی کو حکم دیا کہ اُڑ، چارپائی اڑنے لگی۔ نیچے اس کی بڑھیا گیارہ نمبر کا چشمہ لگائے ہوئے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی، جب وہ واپس آیا تو کہا کہ تم نے دیکھا ایک ولی اللہ آسمان پر اُڑ رہا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں آج میں نے دیکھ لیا، پھر اس کو طعنے دینے لگی کہ ایسے ہوتے ہیں ولی اللہ، آسمانوں پر اُڑتے ہیں، ایک تو ہے کہ مٹی کے ڈھیلے کی طرح زمین پر دھرا رہتا ہے۔ بڈھا خوش ہوگیا کہ چلو میرا کام بن گیا، اس نے کہا کہ ارے بڑھیا! وہ میں ہی تو تھا، اللہ نے مجھے یہ کرامت دی تھی، تب بڑھیا بولی اچھا تو وہ تم تھے جبھی اتنے ٹیڑھے ٹیڑھے اُڑ رہے تھے۔ دیکھا آپ نے! وہاں بھی اس نے نو آبجکشن (No objection) نہیں دیا، اعتراض لگا دیا۔ اب اس بیچارے کی ساری محنت بے کار گئی۔

اس لیے عورتوں سے زیادہ اکرام مت چاہو، بس یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک کھیتی دے دی، اولاد پیدا ہو تو ان کو عالم حافظ بناؤ، لیکن بیویوں سے محبت سے پیش آؤ اور اپنا تجربہ بتاتا ہوں کہ جو انہیں محبت

سے رکھتے ہیں ان کی لڑائی بھی کم ہوتی ہے۔

ایک نوجوان میرے پاس آئے، انہوں نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا، مجھ سے ہر وقت لڑتی رہتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا میں دفتر میں سروس کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ جب سروس پر جانے لگو تو اس سے خوب پیار محبت سے باتیں کرو اور کہو کہ مجبوراً دفتر جاتا ہوں، ورنہ دل چاہتا ہے کہ تمہارے ہی پاس دن رات رہوں، دفتر میں بھی ہر وقت تمہارا خیال رہتا ہے۔ اور ایک ٹافی کھٹ میٹھی، میٹھی چیز ان کو پسند نہیں ہوتی، یہ حکیم ہی بتائے گا آپ کو، تو کھٹ میٹھی ٹافی اس کے منہ میں ڈال دو اور پھر سلام کرکے چلے جاؤ۔ ایک ہفتہ یہ عمل کرکے وہ آئے اور کہا کہ اب تو میری بیوی میرے پیر دباتی ہے، سر میں تیل لگاتی ہے، کپڑے دھوتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے جس چیز کی بھوک تھی کہ تم مجھے پیار کرو اس کی کمی دور ہوگئی۔ بیوی کا یہ مزاجِ لیلیٰ اللہ ہی کا بنایا ہوا ہے، لہٰذا ان کو بہت زیادہ پیار اور شفقت سے رکھو، مگر بچوں کے سامنے پیار مت کرو، اس لیے کہ بچے بے وقوف نادان ہوتے ہیں، ویسے بھی یہ بات حیا کے خلاف ہے۔ ایک صاحب نے اپنی بیوی کو گلے سے لگالیا، ان کا بچہ دیکھ رہا تھا، اس نے محلے میں شور مچادیا کہ ابا میری اماں کو مار رہا ہے، اس لیے ہر چیز حکیمانہ انداز سے پیش کرنا چاہیے، بعضے حکیمانہ انداز سے پیش نہیں کرتے۔

جیسے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اللہ کے لیے ایک روپیہ خرچ کروگے تو دس روپیہ ملے گا، ایک پر دس کا وعدہ ہے **فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا**[۸۱] لیکن یہ آیت آخرت کے لیے ہے کہ اگر ایک روپیہ اللہ کے راستے میں دو تو دس روپیہ وہاں ملے گا۔ وہاں ایک بے وقوف کنجوس بیٹھا تھا، اس نے سمجھا کہ دنیا ہی میں ملے گا، اس کے پاس سونے کی دس اشرفیاں تھیں، ایک تولہ سونا کی ایک اشرفی ہوتی ہے۔ اس نے کچھ اشرفیاں طالب علموں میں اور کچھ غریبوں میں تقسیم کردیں کہ یہ تو بہت اچھا موقع ہے، دس اشرفی سے سو ہو جائیں گی۔ اب اس نے ایک دن انتظار کیا کہ سو تو ہوئی نہیں، دس بھی گئیں۔ اب اس کے دل میں وسوسے شروع ہوگئے، دوسرے دن انتظار کیا، لیکن سو نہیں ملیں پھر تیسرے دن بھی کچھ نہیں ملا، تین دن کے بعد وہ سمجھ گیا کہ مولوی مجھے دھوکا دے گیا۔ اب مارے غم کے دس اشرفی کی جدائی میں اس کنجوس آدمی کو دست لگ گئے۔

جب انسان کو زیادہ غم ہوتا ہے تو معدے کا نظام بھی خراب ہو جاتا ہے، اس لیے حکماء نے لکھا ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو کوئی غم کی بات مت کرو، نہ خود کرو نہ کسی کو کرنے دو، اگر کوئی افسوس ناک واقعہ ہو چکا ہے

۸۱؎ الانعام: ۱۶۰

تو کھانے کے وقت مت بیان کرو، انتظار کرو، کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے یا ایک گھنٹہ بعد تک خوشی کی بات کرو تو کھانا اچھا ہضم ہوگا، نظامِ ہضم ٹھیک رہے گا، چناں چہ جب ضیاء الحق مرحوم کا ہوائی جہاز کریش ہوا تھا تو شاہ ابرار الحق صاحب میرے مرشد کھانا کھا رہے تھے، میں نے حضرت کو کوئی خبر نہیں دی، جب وہ کھا چکے ذرا ہنسے بولے پھر میں نے بتایا۔ تو بزرگوں نے سکھایا ہے کہ کھانے کے وقت غم کی بات مت کرو۔

تو اس کو جو غم پہنچا تو موشن شروع ہوگئے۔ پہلے زمانے میں بعض دیہاتوں میں لیٹرین نہیں ہوتے تھے، کیوں کہ اس کے لیے بھنگی رکھنا پڑتا تھا اور اسے پیسہ دینا پڑتا تو وہ لوگ کھیتوں میں جاتے تھے، اب اسے بھی بار بار کھیتوں میں جانا پڑا۔ دیہاتیوں کی عادت ہے کہ وہ فراغت کے وقت زمین کریدتے رہتے ہیں، تو وہ پتھر سے زمین کرید رہا تھا کہ سو برس پہلے کسی نے وہاں سو اشرفی جمع کی تھیں، وہ مر گیا اور اس کے بارے میں کسی کو بتانا بھول گیا، بارش کی وجہ سے وہ زمین بھی پھٹ گئی تھی، اب جو اس نے کھودا تو کچھ پیلا پیلا نظر آیا، مزید کھودا تو پوری سو اشرفی نکلی، تب اس نے سوچا کہ مولوی صاحب جو کہہ رہے تھے وہ بات سچ نکلی، بس اس نے فوراً کہا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب کو یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ ایک کے دس تو ملیں گے، مگر مروڑے بھی غضب کے آئیں گے، پیٹ میں درد بھی بہت ہوگا اور دست بھی آئیں گے، اس نے یہ کیوں نہیں بتایا؟ تو اس نے مارے خوشی کے استنجا بھی نہیں کیا اور دوڑا ہوا اس مولوی کے گاؤں گیا اور کہا: مولوی صاحب! ایک بات سنو، جب آپ اس کو بیان کیا کرو کہ ایک کے دس ملتے ہیں، تو ایک جملہ اور بڑھا دیا کرو کہ مروڑے بھی غضب کے آتے ہیں یعنی موشن بھی غضب کے آئیں گے، درد بھی بہت ہوگا، اگر یہ آپ پہلے ہی بتا دیتے تو میں مایوس کیوں ہوتا؟ میرے قلب میں تو بڑے بڑے وسوسے آگئے تھے۔

اصل تصوف وہی ہے جو قرآنِ پاک سے اور حدیث پاک سے مقتبس اور مستند ہو، تو اس نیت سے اس کلمہ کو پڑھو کہ ہم نیک ہو جائیں، ہر گناہ سے بچنے کی اللہ توفیق دے دے اور ہمارا ذکر فرشتوں میں ہو۔ یہ سب باتیں حدیث شریف کی ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں شک وشبہ کرنے سے خوفِ کفر ہے، البتہ وسوسہ معاف ہے۔

وساوس کا علاج مدلّل بالحدیث

تو آج کا ایک وظیفہ تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ہو گیا، دوسرا یہ کہ جب وسوسہ آئے، چاہے گناہ کا ہو یا زِنا کا، خبیث سے خبیث وسوسہ آجائے، سڑکوں پر جا رہے ہیں، بے پردہ لڑکیاں آرہی ہیں، وسوسہ آیا

کہ ان کو دیکھ لو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ایک جملہ پڑھ لو، یہ شیاطین کی کھوپڑیوں پر ڈی ڈی ٹی کا کام کرے گا اور سارے وسوسے ختم ہو جائیں گے۔ وہ جملہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

رُسُلْ رسول کی جمع ہے، کیا مطلب؟ کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ اس اثر کا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود زبانِ نبوت سے اعلان فرمارہے ہیں۔ ''جامع صغیر'' کی روایت ہے کہ میرا جو امتی اس کو پڑھے گا اس کا وسوسہ دور ہو جائے گا یعنی شیطان بھاگ جائے گا۔[۸۲]

میں نے ایک مرتبہ اسے بیان کیا تو لوگوں نے بتایا کہ صاحب عجیب وغریب وظیفہ ہے، جب بھی لڑکیاں نظر آتی ہیں ہم فوراً اس کو پڑھ لیتے ہیں اور پھر ہمارے قلب میں وسوسہ بھی نہیں آتا، کیوں کہ اللہ کی عظمت دل میں آجاتی ہے، رسولوں کی عظمت آجاتی ہے کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ یہ کام کمینوں کا ہے، تم تو کمینے نہیں ہو، تم تو شریف آدمی ہو، سیّد زادے ہو، داڑھی رکھے ہوئے ہو، سر پر گول ٹوپی ہے، اللہ والوں سے تعلّق رکھتے ہو، اتنے شریف ہو کر کہاں دیکھتے ہو؟ اس تصور سے شرم آتی ہے۔

شیطان کا ایک گروہ ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے، لوگ ایک ایک گھنٹہ تک وضو کرتے ہیں، ان کو اطمینان ہی نہیں ہوتا، یہ مرض ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسوسوں پر عمل مت کرو، وضو کا وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا نام ولھان ہے۔ اور شیطان کا ایک گروہ ہے جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ نہیں پڑھا، وتر کی نماز میں شبہ ہورہا ہے کہ ہم نے دعائے قنوت پڑھی کہ نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ رکوع میں جاتے جاتے اگر خیال آجائے کہ ہم نے دعائے قنوت نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرلو، لیکن اگر سجدے میں خیال آئے کہ ہم نے دعا نہیں پڑھی تو اس شبہ کا کوئی اعتبار نہیں، اس شبہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ جب رکوع میں جائے اور اُس وقت خیال آجائے کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی، تو چوں کہ رکوع قیام کے بعد پہلا رکن ہے اس لیے اس شبہ پر عمل کرلو اور سجدۂ سہو کرلو لیکن اگر سجدے میں یا التحیات میں خیال آیا تو فکر نہ کرو، سمجھ لو کہ ہم نے دعائے قنوت پڑھ لی ہے۔

تو آج دو سبق ملے، کیوں کہ آج سفر ہے اس لیے میں نے سوچا کہ زیادہ لمبی بات نہیں ہوگی۔ ایک لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا وظیفہ ملا اور دوسرا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کا۔ اب دعا کریں کہ اللہ سلامتیٔ ایمان

۸۲؎ کنز العمال: ۲۴۶/۱ (۱۲۳۷)، فصل فی الشیطان ووسوستہ، مؤسسۃ الرسالۃ

اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ حیات نصیب فرمائے اور سلامتیٔ ایمان اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ دنیا سے اٹھائے، روح کو آسانی کے ساتھ قبض فرمائے اور مرتے دم تک ہم کو کسی کا محتاج نہ فرمائے، کینسر وفالج وغیرہ تمام خطرناک بیماریوں سے حفاظت فرمائے، گردوں کی بیماریوں سے حفاظت فرمائے اور تمام خطرناک سَیِّئ الْاَسْقَامْ سے حفاظت فرمائے۔ اے اللہ! ہم کو ایسا ایمان اور ایسا یقین اور ایسا خوف اور ایسی شرم وحیا عطا فرمادے کہ ہم ایک لمحہ بھی آپ کو ناراض کرکے حرام خوشیوں، لعنتی خوشیوں سے اپنی بے غیرتی اور کمینے پن وبے وفائی کا ثبوت پیش نہ کریں۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہمیں اپنی خوشیوں پر چلنا نصیب فرما تاکہ ہماری بے وفائی اور نالائقیوں سے آپ کی ناراضگی ہم پر مسلط نہ ہو۔ اے خدا! آپ کا ناراض ہونا ہمارے لیے جہنم سے بھی بدتر ہے اور آپ کا خوش ہونا جنت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اپنی رحمت سے ہماری دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے اور اے اللہ ہم! سب کو نصیبِ اولیاء نصیب فرمادے، آمین۔

اکابر کے دو پُر اثر واقعات

ارشاد فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت پر تقریر کی۔ لوگ بتاتے ہیں کہ ایسا لگ رہا تھا کہ آسمان گر رہا ہے، ستارے گر رہے ہیں، سورج و چاند گر رہے ہیں، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ[۸۳] پر آسمان پھٹتا ہوا نظر آرہا تھا، کیوں کہ جس ایمان اور یقین سے اللہ والے بیان کرتے ہیں اس کا اثر بھی الگ ہی ظاہر ہوتا ہے۔

ایک بڈھا مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ختم ہونے کے بعد آیا اور رونے چیخنے لگا کہ ہائے میں تو وعظ میں شریک نہیں تھا۔ تو حضرت نے اسے دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھی پر بٹھا کر سارا وعظ دوبارہ بیان کیا۔ ایک مسلمان کی اتنی قیمت ہے۔ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ رہے گا قیامت نہیں آئے گی۔

سایۂ عرش پانے والے دو شخص

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے:

رَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللہَ[۸۴]

۸۳؎ الانفطار:۱

۸۴؎ صحیح البخاری:۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، المکتبۃ المظہریۃ

اگر کوئی عورت کسی مرد کو بلائے اور وہ عورت کیسی ہو؟ صاحبِ جمال بھی ہو اور صاحبِ منصب بھی ہو۔ شُرّاحِ حدیث نے لکھا ہے کہ منصِب بکسر صاد ہے یعنی صاد کے نیچے زیر ہے، اسے صاد پر زبر کے ساتھ منصَب مت پڑھو یعنی وہ عورت خوبصورت بھی ہو اور خاندانی بھی ہو اور وہ کسی مرد کو اشارہ کرے کہ آؤ زِنا کرو اور وہ مرد کہہ دے اِنِّیۡ اَخَافُ اللّٰہَ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میں ایسا کام نہیں کروں گا۔ بتایئے! مفت کا گفٹ چھوڑنا آسان ہے؟ وہ جان دے دے گا مگر مالک کو ناراض نہیں کرے گا، یہ ہیں اولیائے صدیقین کی خط انتہا پر پہنچنے والے، ان کا ایمان اور یقین ایسا ہوتا ہے کہ گویا جنت اور دوزخ دیکھ رہے ہیں۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

شَابٌّ جَمِیۡلٌ دَعَاہُ مَلِكٌ اِلٰی اَنۡ یُّزَوِّجَہٗ ابۡنَتَہٗ مَثَلًا فَخَشِیَ اَنۡ یَّرۡتَکِبَ مِنۡہُ الۡفَاحِشَۃَ فَامۡتَنَعَ مَعَ حَاجَتِہٖ اِلَیۡہِ[۸۵]

ایک حسین جوان کو بادشاہ نے بلایا تاکہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرے، لیکن بادشاہ کے گرد و پیش کے لوگوں نے اسے بتایا کہ اس کے اندر اَمرد پرستی کی خبیث عادت ہے، تو اس جوان کو خوف ہوا کہ چوں کہ بادشاہ کی عادت خراب ہے، لہٰذا یہ میرے ساتھ بھی بد فعلی کرے گا، تو اس جوان نے کہا کہ مجھے نہ تیری بیٹی چاہیے نہ تیری سلطنت چاہیے، نہ تیرا مال و دولت چاہیے اور نہ عزت چاہیے۔ اگر کوئی بادشاہ کا داماد بن جائے تو اس کی کتنی عزت ہوگی! تو علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کو بھی عرش کا سایہ ملے گا، عرش کے سائے میں جو سات گروہ ہوں گے ان میں یہ بھی داخل ہو جائے گا۔ بتایئے! یہ بات کبھی سنی تھی آپ لوگوں نے؟

مولیٰ کو پانے کے لیے لیلاؤں سے جان چھڑانا ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ لعنت اللہ سے دور کرتی ہے اور رحمت اللہ سے نزدیک کرتی ہے، تو قُرب و بُعد متضاد ہیں، بیک وقت قُرب و بُعد کیسے جمع ہو سکتے ہیں کہ دوری بھی ہو اور حضوری بھی ہو؟ اس لیے بتادیا کہ لیلاؤں سے جان بچاؤ تب جان میں اللہ کو پاؤ گے، مرنے والوں پر مت مرو، ہگنے موتنے والی لاشوں کی کوئی قیمت نہیں، لیکن جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا جسم تو مٹی کا ہے مگر وہ مٹی بھی قیمتی ہے۔ جس مٹی میں سونا

۸۵؎ فتح الباری: ۲/۱۴۷(۶۶۰)، باب اثنان فما فوقہما جماعۃ، دار المعرفۃ، بیروت

ہوتا ہے تو وہاں فوراً فوج آجاتی ہے کہ کوئی لے نہ جائے، تو جس کے قلب میں خالقِ زر ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اُس مٹی کی حفاظت کرتا ہے، کیوں کہ اس مٹی میں اس کی تجلیات اور قربِ خاص ہوتا ہے۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کو غالب رکھو، کیوں کہ سارے دنیاوی مزے فانی ہیں، ایک دن وہ خود ہمیں بھگادیں گے، مکانوں سے ہمارا خروج نہیں ہوگا اخراج ہوگا، ہم نکالے جائیں گے، بیوی بچے کہیں گے کہ بابا کو جلدی سے نکالو، روح نکل گئی تو ہم اپنا کاروبار بھی نہیں دیکھ سکیں گے، بیوی بچوں کو بھی نہیں دیکھ سکیں گے، قوتِ باصرہ مفلوج ہوکے رہ جائے گی، زبان سے کباب اور سموسہ بھی نہیں کھا سکیں گے، زبان کی قوتِ ذائقہ ختم ہوجائے گی، بیوی بچوں اور گاہکوں کی باتیں نہیں سن سکیں گے۔ غرض جتنے اعضا ہیں سب کی قوت ہم سے الگ ہوجائے گی مرنے سے پہلے، جسم میں روح رہے گی، مگر ادراکاتِ قوتِ مدرکہ سب ختم ہوجائیں گے۔ میرا شعر ہے؎

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

سیٹھ صاحب بے ہوش پڑے ہیں، آکسیجن لگی ہوئی ہے، اب کہاں گیا کاروبار؟ میں دنیا کمانے کو منع نہیں کرتا، مگر اللہ والے بن کر دنیا کماؤ، مولیٰ کو ہر وقت دل میں رکھو، دل میں رکھو یار اور باہر رکھو کار اور کاروبار۔ کاروبار بھی رکھو، کیوں کہ کاروبار ہوگا پیسہ ہوگا، تو اسے اللہ پر فدا بھی کرسکو گے، مسجد مدرسے بنوا سکو گے، دین کی کتابیں چھاپ سکو گے۔

سفر ملاوی

اس دفعہ حضرتِ والا کو ملاوی کے سفر کی دعوت دی گئی تھی اور حضرتِ والا اس بار ملاوی جانے کے لیے جنوبی افریقہ تشریف لائے تھے۔ چناں چہ آج ۱۸؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی نے مع احباب وخدام ملاوی کا سفر فرمایا۔ پہلے سے طے شدہ نظم کے مطابق حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم اور چند دیگر حضرات سفر کی ہمراہی کے لیے برطانیہ سے جنوبی افریقہ تشریف لائے اور وہاں سے ایک ہفتہ کے لیے ملاوی کا سفر ہوا جہاں مختلف شہروں میں حضرتِ والا دامت برکاتہم کے بیانات ہوئے جن سے عظیم الشان نفع ہوا۔ حضرتِ والا کے بیانات میں بہت سے مقامات پر وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو نادانی کی

وجہ سے ہمارے اکابر سے حسنِ ظن نہیں رکھتے تھے، لیکن حضرتِ والا کے بیانات سے ایسے متأثر ہوئے کہ مختلف شہروں میں جا جا کر شرکت کی اور کثیر تعداد میں لوگ حضرتِ والا کے دست مبارک پر سلسلہ میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ تعالیٰ ایک ہی سفر میں ملاوی کی فضا بدل گئی۔

۱۸؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز اتوار، دس بجے صبح، جوہانسبرگ ایئرپورٹ

عاشقِ مجاز کی تلخی حیات

(آج صبح دس بجے ملاوی روانگی کے لیے حضرتِ والا مع احباب جوہانسبرگ ایئرپورٹ تشریف لائے تو جہاز کی روانگی میں دیر تھی۔ اس وقت حضرتِ والا نے مندرجہ ذیل ارشادات سے مستفید فرمایا۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ اللہ والے ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی جوتیاں اٹھانے کی تمنا کرتے ہیں، جبکہ عاشقِ مجاز جب پکڑے جاتے ہیں تو ان کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے ہیں، یہ تو ظاہری رسوائی ہے اور ان عاشق مزاجوں کے قلب پر جو ہر وقت اللہ کی لعنت و عذاب اور تلخیٔ حیات برستی ہے وہ مستزاد رہی، فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا[۸۶] وہ ہر وقت پریشان رہتے ہیں، نہ دنیا میں چین ملتا ہے نہ آخرت میں۔ اس سے بڑے خسارے میں کوئی انسان نہیں جو اپنے مالک کو ناراض کرکے حرام لذت کی، بے حیائی کی اور بے وفائی کی کمینی عادتوں میں مبتلا ہے۔

اللہ سے دوری اور حضوری جمع نہیں ہوسکتے

اس لیے سارے عالم میں میرا یہی مضمون ہے کہ غیر اللہ کو دل سے بالکل نکال دو اور پھر دوبارہ آنے بھی نہ دو۔ ایک تو ہے اِخراج کہ غیر اللہ کو نکال دیا مگر آنکھوں کا گیٹ کھلا رکھا کہ پھر دوبارہ دوسرا حسین آجائے، اس گیٹ کو بند کرلو، غضِ بصر رکھو، کسی حسین کا نمک مت دیکھو، ورنہ اس کے گراؤنڈ فلور کی گندی نالیوں سے نفرت ختم ہوجائے گی، فرسٹ فلور یعنی گال اور بال دیکھنے سے عقل معذب ہوجاتی ہے، حیات لعنتی ہوجاتی ہے، بدنظری ملعون حرکت ہے، بدنظری کی وجہ سے لعنت آئے گی، لعنت اللہ سے دور کرے گی، سایۂ رحمت سے تمہیں الگ کرے گی جس کی وجہ سے خالقِ امّارہ بالسوء کا استثناء ختم ہوجائے گا۔ امّارہ بالسوء کا خالق اِلَّا مَا رَحِمَ

۸۶؎ طٰہٰ:۱۲۴

رَبِّیْ سے استثناء فرماتا ہے کہ جب تک میری رحمت کے سائے میں رہو گے نفسِ امّارہ کے شر سے بچے رہو گے، لیکن اگر لعنتی کام کرو گے تو میری رحمت کا سایہ تم سے ہٹ جائے گا، کیوں کہ لعنت اور رحمت دونوں ضد ہیں اور اجتماعِ ضدین محال ہے، لعنت سببِ بُعد ہے اور رحمت سببِ قُرب ہے، تو قُرب اور بُعد بیک وقت جمع نہیں ہوسکتے کہ اللہ سے دوری بھی ہو اور حضوری بھی ہو۔

حضوریِ حق کا کیف و سرور

سائنس نے محنت کرکے کیسی کیسی چیزیں ایجاد کیں، دنیا کے لوگ محنت کرکے زمین سے پیٹرول نکالتے ہیں، لیکن ہم اپنے احباب سے یہ کہتے ہیں کہ تم کوئی اور محنت نہ کرو، خالی اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے پر جان کی بازی لگادو، زخمِ حسرت کھاتے رہو، ہر زخمِ حسرت پر اللہ کا پیار ملتا ہے، اللہ کے پیار سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں ہے، اللہ پر فدا ہونے سے آپ کی روح کو اللہ پاک انتہائی سرور و کیف اور مستیاں اور خوش مستیاں اور نشے اور سارے عالم کی تمام لذات کا حاصل آپ کے دل میں گھول دے گا اور آپ باوضو بھی رہو گے، اللہ کے نام کا مزہ ہم کو باوضو رکھتا ہے، لیلاؤں کا مزہ ہم کو باmذی کرکے ناپاک کرتا ہے، یہ وضو شکن مزہ ہے، یہ ہمیں اس قابل بھی نہیں رکھتا کہ ہم نماز پڑھ سکیں، اور اللہ کا عشق ہم کو ہر وقت بامزہ بھی رکھتا ہے اور بے مذی بھی رکھتا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ پاک ہے، اس کی محبت پاک ہے، اس محبت کے کرنے والے بھی پاک رہتے ہیں، بلکہ دوسروں کو ان کی صحبت سے پاکی نصیب ہوتی ہے۔

دنیا میں لطفِ جنت کیسے ملتا ہے؟

اللہ ہر غضِّ بصر پر حلاوتِ ایمانی دیتا ہے اور لیلیٰ ہر بد معاشی پر گالیاں دیتی ہے اور لیلیٰ کے وارثین بھی گالیاں دیتے ہیں اور غضِ بصر پر اللہ بھی پیار کرتا ہے اور اللہ کے وارثین یعنی اہل اللہ بھی متقی بندوں کا پیار کرتے ہیں، جو ان کا ولی ہوتا ہے سارے عالم کے اہل اللہ کا بھی ولی ہوتا ہے، اس کے پاس لوگ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے لیے دوڑتے ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے نام پر پاخانے اور پیشاب کے راستوں کی تلاش اور جستجو اور مرور اور عبور اور حرام سرور و شرور سے بچو، یہ سب شر ہے، بولیے! لیلائیں آپ کو کیا دیں گی؟ عشقِ اَمرد سے کیا ملے گا؟ زیادہ سے زیادہ پیشاب اور پاخانے کے مقامات ملیں گے جن میں پیشاب اور گو بھرا ہوا ہے۔ مالک کے کرم کا عجیب معاملہ ہے، ان کے قانون میں یہی ہے کہ زخم کھاتے رہو، اور تڑپتے رہو لیکن اس

تڑپنے میں لطفِ جنت پاؤ گے ان شاءاللہ تعالیٰ۔ یہ سلوک ہے، نظر بچاؤ، دل کو تڑپاؤ؎

یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا

یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طورِ سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لا مکاں ہے
مرا درد جاوداں ہے

مرا قصّہ دلستاں ہے
مری رگ سے خوں رواں ہے

مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

اللہ نے اپنا ولی بنانا آسان کر دیا ہے کہ کوئی کام نہ کرو اور ولی اللہ بن جاؤ۔ دنیا کے لوگ دوستوں سے کام لیتے ہیں تب دوستی کا لقب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گناہ کے کام نہ کرو اور مثبت کام یعنی فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ ادا کرلو لیکن نظر کی حفاظت کرتے رہو، کام تھوڑا سا کرو، صرف حسینوں کو نہ دیکھو۔ بتاؤ! کام کرنا مشکل ہے یا کام نہ کرنا مشکل ہے؟ حسینوں کو، نمکینوں کو مت دیکھو۔ دیکھنا کام ہے یا نہیں؟ تو اللہ میاں نے کہا کہ دیکھنے کا کام مت کرو، ورنہ اگر تم حسینوں کو نہ پاؤ گے تو بھی قوتِ خیالیہ میں قلباً ان کے پیشاب پاخانے کے مقام میں پہنچ جاؤ گے، قلب میں وہی خیالات آئیں گے جو تم آنکھوں سے دیکھو گے اور جب قلب پیشاب پاخانے میں مشغول ہو گا تو ایسے قلب میں اللہ کی تجلی نہیں آئے گی۔ اس لیے اللہ پاک کا احسان ہے کہ انہوں نے ہم پر نظر کی حفاظت فرض فرما دی اور دل کا آرام بھی اسی میں ہے۔ سعدی شیرازی کا شعر ہے؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دِگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

دل کا آرام اسی میں ہے کہ اللہ سے دل لگائے رکھو اور آنکھوں کو سارے عالم کے حسینوں سے بچاؤ اور یہ بڑا مزیدار عمل ہے۔

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

لاشوں کو چھوڑا اور زندہ رہنے والے کو پایا، **یموت** کو چھوڑا **لا یموت** کو پایا، اور **یموت** کے پیچھے پڑو گے تو مُوت ہی پاؤ گے، آگے سے مُوت ملے گا پیچھے سے گو ملے گا، نہ آگے سے عرقِ گلاب ملے گا نہ پیچھے سے زعفران ملے گا۔ بہت سے لوگ اسی میں برباد ہوگئے، بدنظری کی پھر گندے مقامات کے چکر میں لگ گئے، پیشاب پاخانے کے مقامات پر اللہ کی منزل کو برباد کردیا اور منزلِ قُربِ الٰہی سے محروم ہوگئے، جب مریں گے تب پتا چلے گا کہ زندگی کتنی خسارے میں گزاری۔ میرا یہ شعر جرمن ایئرپورٹ کا ہے۔

آگے سے مُوت اور پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اور تھوڑا سا تھوک بھی دو، اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور بہت مفید مراقبہ عطا فرمایا کہ مراقبہ کرو کہ میری مسلمانی کو قبر میں دس ہزار کیڑے کھا رہے ہیں۔ بس جب مسلمانی ختم ہوگئی تو سب بدمعاشی بھول جاؤ گے، جب مسلمانی ہی نہیں رہے گی تو عشقِ مجازی سب ختم ہوجائے گا۔ بتائیے! مرنے کے بعد قبر میں مردے کو کیڑے کھاجائیں گے یا نہیں؟

اللہ کے نام پر یہی کہتا ہوں کہ غیر اللہ کو چھوڑدو، بالکل مت ڈرو کہ پھر ہماری دنیا مزیدار نہیں رہے گی، اللہ ایسا مزہ دے گا جو بے مثل ہوگا، اللہ کا کوئی مثل ہی نہیں ہے، ان کا مزہ بھی بے مثل ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ حسین تو نظر آتے ہیں اللہ میاں نظر نہیں آتے، لیکن عمل کرکے دیکھو اللہ کو قلب میں پاؤ گے۔ حدیث میں **یَجِدُ** کا لفظ ہے **یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ**[۸۷] اور **یَجِدُ** کے لیے وجود ضروری ہے، جب حلاوتِ ایمانی موجود ہوگی اور آدمی واجد ہوگا پھر کیسے مزہ نہ آئے گا؟

۸۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

عاشقِ مجاز کی زندگی لَا یَمُوۡتُ فِیۡھَا وَلَا یَحۡیٰی کا مظہر ہوتی ہے

جن لوگوں نے اس نصیحت پر اور اللہ پاک کے حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان پر عمل نہیں کیا ان کی زندگی دیکھ لو۔ واللہ! میں قسم کھاتا ہوں کہ عشق بازوں کی اتنی تلخ حیات ہے جس کی حد نہیں، ان کی دوزخ دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور دوزخ میں کیسا عذاب ہو گا؟ لَا یَمُوۡتُ فِیۡھَا وَلَا یَحۡیٰی[۸۸] دوزخ میں نہ موت آئے گی نہ زندگی ملے گی، موت اور زندگی کے درمیان میں چلّاتے رہیں گے جیسے گدھا چلّاتا ہے زَفِیۡرٌ وَّ شَھِیۡقٌ، زفیر کہتے ہیں بلند آواز سے چیخنے کو اور شھیق کہتے ہیں جب گدھا چیخ چیخ کر خاموش ہوتا ہے تو ایک خاص آواز نکالتا ہے پھر خاموش ہوتا ہے تو جتنے عاشق مجاز ہیں، غیر اللہ سے نظر نہیں بچاتے وہ زندگی اور موت کے درمیان میں پریشان اور بدحواس رہتے ہیں۔

۱۹؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، دوشنبہ، بعد فجر، مسجد فلاح، ملاوی

پیدائش کی ریل اور موت کی ریل

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ[۸۹]

انسان کی زندگی اور دنیا کا قیام دو ریل کے درمیان میں ہے، ایک ریل پیدائش کی ہے کہ دنیا میں آ گیا اور ایک ریل واپسی کی ہے، آنے والی ریل کا نام پیدائش کی ریل ہے اور جانے والی ریل کا نام موت کی ریل ہے، ایک ٹرین سے ہم دنیا میں آئے اور ایک دن موت کی ٹرین آئے گی اس پر ہم سب کو بیٹھنا پڑے گا، تو جب انسان دنیا سے جاتا ہے تو کیا سامان لے جاتا ہے؟ جب انسان کو ایک دن اللہ کی طرف جانا ہے تو کیا سامان لے جائے گا؟ آپ لوگ جب اپنے باپ داداؤں کو قبر میں ڈالتے ہو تو ان کے ساتھ کیا مال جاتا ہے؟ کیا ان کا کاروبار بھی ساتھ جاتا ہے؟ یا ان کا لباس یا ان کی کرنسی ساتھ جاتی ہے یا ان کی مرغوبات جو وہ زندگی میں

۸۸؎ طٰہٰ:۷۴

۸۹؎ الانفال:۳۴

پسند کرتے تھے مثلاً بیوی بچے یا سموسے پاپڑ اور کھچڑی کڑھی ساتھ جاتی ہے؟ گجراتیوں کے لیے ان کی مرغوب چیز پیش کرتا ہوں، غرض ان کے ساتھ کوئی چیز جاتی ہے؟ یا جسم سے گھڑی وغیرہ بھی اتار کر سفید کپڑے میں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔

اللہ نے جب انسان کو پیدا کیا تھا تو ننگا پیدا کیا تھا، بچہ ننگا پیدا ہوتا ہے یا وہاں سے لباس پہن کر آتا ہے؟ مگر بچہ ننگا اچھا لگتا ہے، چھوٹا سا بچہ کچھ بھی نہیں پہنا ہوا ہے مگر لوگ اس کو پیار کرتے ہیں، لیکن کوئی بڈھا کپڑے اتار کے آئے تو اسے پیار کرو گے یا کہو گے کہ بڑے میاں پاگل ہو گئے ہیں، ان کو ڈاکٹر کے یہاں لے جاؤ؟ تو اللہ تعالیٰ جب بندے کو اپنے پاس بلاتے ہیں تو کفن کے ساتھ بلاتے ہیں کہ ننگے مت آؤ۔ لہٰذا جب ہمیں اس دنیا سے کچھ نہیں لے جانا تو پھر ہم چھوٹنے والوں سے کیوں اتنی محبت کرتے ہیں؟ جس چیز کے ساتھ ہم جائیں گے اس سے کیوں نہ محبت کریں؟ اور وہ کیا چیز ہے؟ اچھا عمل اور اللہ کی یاد، اللہ تعالیٰ کی محبت اور نورِ تقویٰ۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر میں انسان کے ساتھ تقویٰ اور دین کا رنگ جاتا ہے ؎

رنگِ طاعت رنگِ تقویٰ رنگِ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

عبادت کا نور، تقویٰ کا نور اور دین کا نور اللہ کے پاس جاتا ہے۔ اگر اللہ قیامت کے دن پوچھیں کہ کیا لائے ہو؟ تو آپ کیا کہیں گے؟ کوئی بزنس پیش کر سکتے ہو کہ اتنا بزنس چھوڑ کے آیا ہوں؟ شاندار مکان اور بلڈنگ چھوڑ کر آیا ہوں، بینک بیلنس چھوڑ کر آیا ہوں اور بڑے بڑے فارم اور باغات چھوڑ کر آیا ہوں۔ اللہ پوچھیں گے کہ جو چھوڑ کر آئے ہو میرے سامنے اس کا تذکرہ مت کرو، یہ بتاؤ کہ میرے پاس کیا لے کر آئے ہو؟ تجارت تو تمہاری جوہانسبرگ میں رہ گئی، تمہارے باغ اور کھیتی اور گھوڑے اور ہاتھی اور جو بھی دنیا تھی وہ تو تم چھوڑ آئے ہو، یہ بتاؤ کہ یہاں کیا لائے ہو؟ تو جن لوگوں نے اللہ کو خوب یاد کیا اور اللہ والوں کے ساتھ رہ کر اللہ کی محبت سیکھی، تو وہی اللہ کے سامنے اللہ کی محبت پیش کر سکیں گے۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شان

میرے شیخ و مرشد مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے خلیفہ تھے، حکیم الامت کے بڑے بڑے خلفاء حضرت کے شاگرد تھے اور حضرت کے سامنے باادب بیٹھتے تھے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی مجلس میں حاضر ہوئے، تو جہاں لوگ

جوتے اتارتے ہیں وہاں جاکے بیٹھ گئے۔ اور مفتی صاحب میرے شیخ سے فرماتے تھے کہ آپ بھی حکیم الامت کے خلیفہ ہیں اور میں بھی خلیفہ ہوں، لیکن آپ میرے استاد کے درجے میں ہیں۔

میرے شیخ کو بارہ مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ اس طرح زیارت نصیب ہوئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ ارشاد ہوا کہ ہاں عبدالغنی! آج تم نے اپنے رسول کو خوب دیکھ لیا۔ حضرت نے پھولپور قصبے سے کچھ فاصلے پر مکان بنایا تھا، مسجد، خانقاہ، مدرسہ اور مکان کا دس منٹ کا راستہ تھا، آس پاس کسی کا گھر نہیں تھا، میں اذان دیتا تھا اور حضرت نماز پڑھاتے تھے، بستی سے دور جنگل کی زندگی عجیب وغریب تھی، حضرت روزانہ پانچ دس پارے تلاوت کرتے تھے اور ہر دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ مارتے تھے اور اس طرح سے اللہ کہتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی، میری عمر اس وقت بیس بائیس سال کی تھی، میری جوانی تھی اور حضرت بوڑھے تھے ساٹھ ستر سال کے قریب لیکن میرا دل کبھی نہیں گھبرایا، ایسا لگتا تھا کہ پوری دنیا میرے شیخ کے قدموں میں ہے، جہاں خالق جہاں ہوتا ہے وہاں جہاں غلام ہوتا ہے، اللہ والوں کے پاس دونوں جہاں کی لذت سے زیادہ مزیدار زندگی ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ دونوں جہاں کی نعمت کو پیدا کرتا ہے۔ جو سموسہ پاپڑ پیدا کرسکتا ہے تو کیا اس کے نام میں پاپڑ سموسہ کا مزہ نہیں ہوگا؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

اے دل ایں شکر خوشتریا آں کہ شکر سازد

اے دل! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا جو شکر کو پیدا کرتا ہے وہ زیادہ میٹھا ہے؟ یہ دیوانِ شمس تبریز کا شعر ہے مثنوی کا شعر نہیں ہے۔ دیوانِ شمس تبریز میں پچاس ہزار اشعار ہیں جس کی شرح میں نے ”معارفِ شمس تبریز“ کے نام سے لکھی ہے، اشعار مولانا رومی کے ہیں مگر انہوں نے اسے اپنے پیر کے نام سے شائع کیا۔ تو فرماتے ہیں؎

اے دل ایں قمر خوشتریا آں کہ قمر سازد

اے دل! یہ چاند زیادہ خوبصورت ہے یا چاند کا پیدا کرنے والا زیادہ خوبصورت ہے؟ جو جنت کی نعمتیں پیدا کرتا ہے، دودھ کے دریا، شہد کے دریا، جنت کی ساری نعمتیں اور دنیا کی ساری نعمتیں پیدا کرتا ہے؎

نہ رکھتے وہ اگر لذت یہ مرغی بے مزہ ہوتی

اگر اللہ مرغیوں میں مزہ نہ رکھتا تو یہ آلو اور گوبھی کے بھاؤ بکتیں، اگر گنّوں میں رس نہ پیدا کرتا تو مچھر دانی

کے ڈنڈے ہوتے، تو جو اللہ دونوں جہاں کی نعمتوں میں لذت پیدا کرتا ہے تو وہ خود کتنا پیارا ہوگا؟ جو لیلاؤں کو نمک دیتا ہے جس سے مجنوں جیسے اُلو پاگل ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی خود حفاظت فرماتے ہیں

لیلیٰ کے عاشق تو پاگل ہوجاتے ہیں مگر جو مولیٰ پر عاشق ہوتا ہے تو مولیٰ اپنے عاشقوں کی حفاظت کرتا ہے، اس کے جسم کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اس کی روح کی بھی حفاظت کرتا ہے اور دنیا میں عزت بھی دیتا ہے، اور لیلاؤں کے عشق میں جو پکڑے جاتے ہیں ان کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے ہیں، اس کے ماں باپ بلکہ سارا خاندان اس کی پٹائی کرتا ہے کہ تم میری بیٹی کو کیوں چھیڑ رہے تھے یا میرے بیٹے کو کیوں چھیڑ رہے تھے؟ لیکن مولیٰ کے عاشقوں کے سر پر جوتے نہیں پڑتے، ان کے جوتے اُٹھائے جاتے ہیں، مخلوق ان کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے کہ ایک اللہ والا جارہا ہے، لاؤ اس کے جوتے ہم اٹھالیں، شاید ہماری نجات کا ذریعہ ہوجائے۔ تو اگر مرنا ہی ہے تو ایسے مالک پر مرو جو آپ کو دونوں جہاں سے بڑھ کر مزہ دے گا، سارے عالم کی لیلاؤں کا نمک اللہ آپ کے دل میں گھول دے گا اور نہ مہر دینا پڑے گا، نہ ان کے گراؤنڈ فلور سے پالا پڑے گا، اللہ والا پاکیزہ راستے سے دونوں جہاں کا مزہ لیتا ہے۔ اب میرا شعر سنو کہ جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے اس کو کیا ملتا ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اللہ والا بننا بہت آسان کام ہے

لیکن اللہ دل میں کب آتا ہے؟ جب بندہ اپنا دل ایسے دل کے ساتھ پیوند کرتا ہے جس دل میں اللہ ہوتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے جب اس کے پاس بیٹھوگے تو تمہارے دل میں بھی اللہ آجائے گا، یہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[۹۰] یوں تو متقی بننا، اللہ والا بننا بہت مشکل کام ہے، لیکن ابھی تم کیا جانو کہ میرے بندوں کی اور میرے عاشقوں کی کیا شان ہے؟ تم ذرا دیر ان کے پاس بیٹھو، اگر تمہارا ڈپریشن اور ٹینشن اور ساری پریشانیاں اور غم خوشیوں سے نہ بدل جائیں تب کہنا کہ اللہ کی کیا قیمت ہے اور میرے عاشقوں کی کیا قیمت ہے۔ میرے عاشقوں کے پاس بیٹھنے سے معلوم ہوگا کہ اللہ والا بننا تو بہت آسان کام ہے۔

---

[۹۰] التوبة:۱۱۹

اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں یہ نہیں فرمایا کہ تم متقی بن جاؤ، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت پر دلالت کرتا ہے کہ مشکل پرچہ نہیں دیا، بلکہ فرمایا کہ اللہ والا بننے میں تو دیر لگے گی، یہ پرچہ ذرا مشکل ہے، تم ایسا کرو اللہ والوں کے پاس بیٹھ جاؤ، بیٹھنے میں تو کوئی خرچہ نہیں لگتا، جیسے گرمی کا مہینہ ہے، لو چل رہی ہے اب اگر کسی آدمی کے پاس فریج نہیں ہے تو وہ فریج والوں کے پاس بیٹھے اور اپنی بوتل ان کے فریج میں رکھ دے، جب ٹھنڈی ٹھنڈی بوتل ملے گی اور تم ٹھنڈے پانی کا مزہ پاجاؤ گے، تو پھر تم بھی صاحبِ فریج ہونے کی کوشش کرو گے کہ جب ہماری گرم بوتل دوست کے فریج میں ٹھنڈی ہوگئی تو پھر ہم بھی کیوں نہ فریج خرید لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ولی اللہ بن جاؤ، بلکہ یہ فرمایا کہ میرے اولیاء اور دوستوں کے پاس بیٹھو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ جب تم دل میں سکون پاؤ گے اور دل میں ٹھنڈک ملے گی، تو خود ہی کہو گے کہ بھئی! جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے میں یہ مزہ ہے تو پھر ہم بھی کیوں نہ اللہ والے بن جائیں؟

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حکیم اختر! یوں تو اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے، لیکن اگر کسی اللہ والے سے دوستی ہو جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا بلکہ مزیدار ہو جاتا ہے۔ آہ! آج مجھے شیخ کا یہ جملہ رُلا رہا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے۔ مولانا ایوب اور دوسرے احباب میرے ساتھ قونیہ گئے تھے، دس گھنٹے کا راستہ تھا، پوری بس ایئر کنڈیشن تھی اور اس میں ہماری اردو میں مثنوی کی شرح ہوتی رہی، جنوبی افریقہ کے مولانا عبد الحمید صاحب انگریزی میں اس کا ترجمہ کرتے رہے، تو گائیڈ جو ہوٹل کی طرف سے نمایندہ تھا ہمارے ساتھ تھا، اس نے کہا کہ میں نے زندگی میں داڑھی والوں کا ایسا قافلہ نہیں دیکھا اور اللہ کا اور اللہ کی محبت کا ایسا تذکرہ زندگی میں نہیں سنا۔ تو اس سفر میں جو لوگ میرے ساتھ تھے ذرا ان سے پوچھو کہ کیسا مزہ آیا تھا۔ جب ان کے غلاموں کے ساتھ یہ لطف آیا تو اللہ والوں کے ساتھ سفر میں کیا مزہ آئے گا! اسی لیے کہتا ہوں کہ اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے اور ان کے غلاموں سے، ورنہ شیطان بہکا دیتا ہے کہ اب حکیم اجمل خاں دہلی والے کہاں رہے، ان معمولی حکیموں سے ہم کیا علاج کرائیں؟ لیکن اگر حکیم اجمل خاں کے شاگرد مل جائیں تو ان کو حقارت سے مت دیکھو۔ اسی طرح اسے بھی اللہ والا سمجھو جس نے اللہ والوں کی غلامی کی ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ دیسی آم کو ایک لاکھ کتاب پڑھاؤ مگر لنگڑے آم کی قلم نہ لگاؤ، تو کیا صرف کتاب پڑھنے سے وہ لنگڑا آم

بن جائے گا؟ میرے مرشدِ اوّل فرماتے تھے کہ جن لوگوں نے اللہ والوں کے ساتھ زندگی کے کچھ دن لگائے وہ اللہ والے بن گئے اور خالی پڑھنے سے علم تو آجائے گا، آپ عالمِ منزل تو ہو جائیں گے، منزل کا علم تو ہو جائے گا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، ایسے چلو ایسے چلو، مگر محض کتاب پڑھنے سے آپ منزل تک نہیں پہنچ سکتے، بالغ منزل نہیں ہوسکتے، مدرسوں سے پڑھ کر عالمِ منزل ہونا اور ہے اور اللہ والوں سے بالغِ منزل ہونا اور ہے۔ مدرسوں سے اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق پاؤگے یعنی اللہ کا راستہ نظر آئے گا مگر اِیْصَالٌ اِلَی الْمَطْلُوْبِ یعنی منزل تک اللہ والے پہنچائیں گے۔ جو خود نہیں پہنچا وہ دوسروں کو کیا پہنچائے گا؟ ایک آدمی نے حج نہیں کیا مگر کتاب خوب پڑھی ہے، حج کے سارے مسائل کو جانتا ہے مگر حاجی نہیں ہے تو اس کی تقریر میں بھی مزہ نہیں آئے گا، کیوں کہ نہ اس نے کعبہ شریف دیکھا نہ روضہ مبارک دیکھا تو اسے کیا مزہ آئے گا؟

مناسك الحج کے مصنف محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے کعبہ شریف میں ایک غلطی ہوگئی تو ایک عرب کے لڑکے نے کہا کہ اَمَا قَرَأْتَ مَنَاسِكَ الْحَجِّ لِلْمُلَّا عَلِيِّ الْقَارِي؟ کیا تو نے ملّا علی قاری کی مناسك الحج نہیں پڑھی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہی ملّا علی قاری ہوں، مگر عملی مشق نہیں تھی چناں چہ غلطی ہوگئی۔ اس لیے عمل عمل والوں سے ملتا ہے۔ دیکھیے نئی موٹر ہے، کئی میل تک اس کی روشنی جارہی ہے اور سارا راستہ بالکل صاف نظر آرہا ہے مگر کیا بغیر پیٹرول کے موٹر چل سکتی ہے؟ اسی طرح علم روشنی ہے، مگر علم پر عمل کرنے کے لیے پیٹرول چاہیے اور اللہ کی محبت کا پیٹرول اور اللہ کے خوف کا پیٹرول اللہ والوں کے سینوں سے ملتا ہے۔ آج میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں خاص کر علمائے دین سے کہ یہ بتائیے کہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم کی کوئی کمی تھی؟ یہ علم کے سمندر تھے کہ نہیں؟ لیکن علم کے سمندر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قلندر بننے گئے تھے، علم کا سمندر اگر اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھائے گا تو قلندر نہیں ہوسکتا، نفس کا بندر رہے گا، نفس کے تابع ہو جائے گا، نفس کی شہوت کی اتباع کرے گا، کیوں کہ دل میں محبت کا پیٹرول نہیں ہے۔

جدہ سے موٹر مکہ شریف جارہی تھی، میں بھی اس میں تھا اور میرے مرشدِ ثانی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی تھے، حضرت نے فرمایا کہ موٹر گرم ہو رہی ہے، کیا ایئر کنڈیشن نہیں چلایا؟ موٹر چلانے والے میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق تھے، انہوں نے کہا کہ حضرت میں نے تو ایئر کنڈیشن چلا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر موٹر ٹھنڈی کیوں نہیں ہو رہی؟ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کسی کا شیشہ کھلا

ہوا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو میری ہی طرف والا شیشہ ایک انچ کھلا ہوا تھا اور باہر سے گرم لُو اندر آرہی تھی۔ اللہ والوں کو ہر بات سے ہدایت ملتی ہے تو میرے شیخ نے فرمایا کہ ایئر کنڈیشن چل رہا ہے، مگر موٹر میں پوری ٹھنڈک نہیں ہو رہی ہے کیوں کہ ایک شیشہ کھلا ہوا تھا، اسی طرح جو لوگ اللہ اللہ تو کرتے ہیں مگر آنکھ کا شیشہ کھول دیتے ہیں، تو اللہ اللہ کہنے سے دل کی ٹھنڈک کے لیے ایئر کنڈیشن چل گیا مگر آنکھ کھول کر کالی اور گوری کو دیکھ رہے ہیں، نظر کی حفاظت نہیں کر رہے، نظر کا شیشہ نہیں چڑھایا تو دل میں ٹھنڈک کیسے آئے گی؟

حفاظتِ نظر کا حکم فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے

کیوں کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنا شریعت میں حرام ہے، اس لیے حفاظتِ نظر انسان کا طبعی حق ہے کیوں کہ کوئی شریف انسان نہیں پسند کرے گا کہ اس کی بیٹی، اس کی بیوی، اس کی خالہ، اس کی بہن، اس کی پھوپھی کو کوئی شخص بُری نظر سے دیکھے، تو اللہ نے ہماری ہی پسند اور عین فطرت کے مطابق قانون نازل فرمادیا کہ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ اپنی نظر کی حفاظت کرو۔ کسی کی بیٹی، کسی کی بہو، کسی کی بہن کو مت دیکھو کیوں کہ اس کے عشق میں دل کا قبلہ بدل جائے گا پھر چاہے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھ رہا ہے، مگر بد نظری کی نحوست سے اس کی نظر میں وہی حسین قبلہ رہتا ہے۔ جسم کعبہ کی طرف ہے مگر دل اس حسین کی طرف ہے، تو اللہ نہیں چاہتے کہ میرے بندوں کے دل کا قبلہ بدل جائے اور ان کا دل غیر اللہ میں مبتلا ہو جائے جیسے ابّا نہیں چاہتا کہ میری بہو اتنی خوبصورت ہو کہ میرا بیٹا ہر وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھا گپ شپ کرتا رہے اور ابّا کا نام بھی نہ لے، ابّا کے پاس بھی نہ آئے تو ربّا نے بھی یہی پسند کیا کہ میں نظر کی حفاظت کا حکم دے دوں تاکہ میرے بندوں کا دل میرے ساتھ چپکا رہے، غیر اللہ کے ساتھ لپٹ چپٹ کر میرا بندہ کہیں مٹی کو مٹی پر ضایع نہ کردے کیوں کہ عورت مٹی ہی تو ہے، مرنے کے بعد ان کی قبروں میں جاکے دیکھو، کیا ملے گا؟ اس پر میرا شعر ہے؎

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی

تو میرے شیخ نے فرمایا کہ دیکھو ذرا سا شیشہ کھُلا اور گرمی آگئی، تو اگر اللہ اللہ کرو، اللہ والے بنو، اللہ کو یاد کرو تو آنکھ کی حفاظت کا بھی خیال کرو تاکہ دل اللہ کے نام سے ٹھنڈا ہو جائے۔ موٹر میں تو چار شیشے ہوتے ہیں مگر انسان کے پاس پانچ شیشے ہیں جن کو حواسِ خمسہ کہتے ہیں یعنی قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ شامّہ، قوتِ ذائقہ اور قوتِ لامسہ۔ ان پانچ شیشوں کو چڑھانا پڑتا ہے پھر دیکھو کہ اللہ کا کتنا پیار ملتا ہے۔ کوئی عود کا عطر

لگائے اور پیشاب اور پاخانہ بھی لگائے تو عود کا مزہ آئے گا؟ اسی طرح جب تک بندہ گناہ نہیں چھوڑتا اللہ کے نام کا پورا مزہ نہیں پاتا۔

تقویٰ کی فرضیت کا راز

اسی لیے اللہ نے تقویٰ فرض کیا ہے کہ بندے میرے نام کا پورا پورا مزہ پالیں، یہ تقویٰ کی فرضیت کا ایک راز بتا رہا ہوں۔ ہر گناہ سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے، کیا امّاں ابّا چاہتے ہیں کہ میرا بیٹا مجھ سے دور ہو؟ تو اللہ بھی نہیں چاہتا کہ میرا بندہ گناہ کر کے مجھ سے دور ہو، تقویٰ کی فرضیت اللہ کی محبت کا تقاضا ہے، اللہ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ گناہ کر کے مجھ سے دور ہو جائے جیسے ابا نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا میری آنکھوں سے دور ہو جائے، تقویٰ مصیبت نہیں ہے، یہ اللہ کا کرم اور اس کی مہربانی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے گناہ سے بچیں اور تقویٰ کی برکت سے میری دوستی کا تاج ان کے سر سے نہ اتارا جائے، کیوں کہ خدا اپنی دوستی کا تاج اُسی کے سر پر رکھتا ہے جو تقویٰ سے رہتا ہے اور گناہ سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ[۹۱] فرمایا ہے اِلَّا الۡمُتَھَجِّدُوۡنَ نہیں فرمایا، اِلَّا الۡمُتَنَفِّلُوۡنَ نہیں فرمایا، اِلَّا الۡمُصَلُّوۡنَ نہیں فرمایا، لہٰذا اگر تقویٰ نہیں ہے تو سب عبادت خطرے میں ہے۔

علم نافع اور علم غیر نافع کی مثال

خیر جب ہماری گاڑی مکے شریف سے دو میل دور رہ گئی تو میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق پیٹرول پمپ پر پیٹرول لینے رُک گئے، اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس کی پیٹھ پر دو ہزار گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا، میرے شیخ نے فرمایا کہ یہ ٹینکر پیٹرول پمپ پر کیوں آیا ہے؟ کیا یہ بھی پیٹرول مانگ رہا ہے؟ پھر فرمایا کہ اس کے انجن میں پیٹرول نہیں ہے لہٰذا پیٹھ پر لدا ہوا پیٹرول اس کے کام نہیں آئے گا، اسی طرح جب تک دل کے اندر اللہ کی محبت نہ ہوگی، پیٹھ پر ایک ہزار کتاب رکھے رہو، شرح ہدایہ رکھے رہو مگر ہدایت نہیں ملے گی۔ جب انسان مدرسے سے عالم ہو گیا تو اس کے اندر علم کا نور تو آگیا، لیکن جب وہ کسی اللہ والے سے اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف اور اللہ کا نور حاصل کرے گا تو نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡر ہو جائے گا۔ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم کا نور الگ ہے، عمل کا نور الگ ہے، اخلاص کا نور الگ ہے لہٰذا جب عالم اللہ والا بنتا ہے تو یہ خالی

---

[۹۱] الانفال: ۳۴

صاحبِ نور نہیں ہوتا بلکہ **نُوْرٌ عَلٰی نُوْر** ہوتا ہے، اور جب غیر عالم اللہ کا ولی بنتا ہے تو صاحبِ نور ہوتا ہے، مگر علم کی برکت سے عالِم سارے عالَم کو روشن کرتا ہے۔

جنوبی افریقہ کے ایک بائیس سالہ نوجوان نے لاہور میں میری تقریر سن کر مجھ سے پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہے؟ میں نے کہا: سیونٹی (سترّ برس)، اس نے کہا کہ تقریر کے وقت میں تو آپ سیون ٹین (سترہ برس) کے معلوم ہوتے ہیں، میں نے کہا کہ تقریر کے وقت اللہ اپنی محبت کا جوش دے دیتا ہے، لیکن بعد میں پھر لیٹ کے ہائے ہائے کرتا ہوں، سر میں تیل کی مالش کراتا ہوں۔

ایک دن ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے، اس میں کسی کو شک ہو تو بتاؤ! تو اس وقت کیا لے جاؤ گے؟ میں اپنے احباب سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ والے بن جاؤ، اللہ والا بننے سے دنیا چھنتی نہیں ہے، اگر آپ اللہ والوں کے ساتھ زیادہ رہیں گے تو دنیا چھنے گی نہیں، آپ کاروبار کیجیے، ایک اللہ والا منیجر رکھیے، تھوڑا سا وقت نکال کر اللہ والوں کے پاس رہیے، برکت والی تھوڑی سی دنیا بھی رہے گی تو سکون رہے گا، اگر اللہ نہ ملا تو دنیا کروڑوں رہے گی مگر دل میں سکون نہیں رہے گا، رین میں چین نہیں ہے، لاکھوں پونڈ ہوں اور دل میں اللہ نہیں ہے تو دل ہر وقت بے سکون رہے گا۔

دل کا سکون کیسے حاصل ہوتا ہے؟

سکون صرف اللہ ہی کے نام سے ملتا ہے، جس اللہ نے ہم کو پیدا کیا اُن ہی کے نام میں سکون ہے، ہمارا ایمان قرآن پر ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۹۲]

اے دنیا والو! میرے ہی نام سے تم کو چین ملے گا۔ تفسیر مظہری میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** میں جو ''با'' ہے یہ مصاحبت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ''فی'' کے معنیٰ میں ہے، **کَمَا اَنَّ السَّمَکَۃَ تَطْمَئِنُّ فِی الْمَاءِ لَا بِالْمَاءِ**[۹۳] مچھلی جب دریا میں پوری ڈوب جاتی ہے تب چین پاتی ہے، اگر مچھلی کا جسم پانی کے اندر رہے اور صرف سر کھلا ہو اور اوپر دھوپ لگ رہی ہو، تو بتاؤ

---

۹۲ الرعد: ۲۸

۹۳ التفسیر المظھری: ۲۳۶/۵، الرعد (۲۸)، المکتبۃ الرشدیۃ

مچھلی کو چین ملے گا؟ کیوں کہ مچھلی **فِی الْمَاء** نہیں ہے **بِالْمَاءِ** ہے یعنی پانی کے ساتھ تو ہے مگر پوری پانی میں نہیں ہے، تو عبادت کے ساتھ اگر اعضا گناہ میں مبتلا رہیں گے تو پورا سکون نہیں ملے گا، لہٰذا سر سے پیر تک سو فی صد اللہ والے بن جاؤ، اور بزبانِ حال یہ اعلان کر دو ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُن ہی کا اُن ہی کا ہوا جارہا ہوں

میں پوچھتا ہوں کہ بتاؤ آپ کس کے ہو؟ آپ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ہمیں اُن ہی کا بن جانا چاہیے۔ اگر اللہ والے کے پاس قلیل دنیا ہے تو بھی وہ سکون سے رہے گا، اور جو اللہ سے غافل ہے وہ کثیر دنیا کے ساتھ بھی بے سکون رہے گا ؎

نگاہِ اقرباء بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک ان کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

اللہ پاک جس سے ناراض ہوتے ہیں وہ نہ اپنی بیوی سے چین پاتا ہے نہ پاپڑ سموسہ سے چین پاتا ہے، نہ دوستوں سے چین پاتا ہے نہ رشتہ داروں سے چین پاتا ہے، جہاں جائے گا وہیں اللہ کی زمین اور اللہ کا آسمان ہے، جیسے کوئی شخص پاکستان میں قتل کر دے اور افریقہ یا لندن بھاگ جائے تو اسے سیاسی پناہ مل جاتی ہے، لیکن اللہ کے نافرمانوں کو کہیں پناہ نہیں ملتی کیوں کہ ساری زمین خدا کی ہے، سارا آسمان خدا کا ہے، جہاں جاؤ گے اسی کی حکومت ملے گی۔ فرض کرلو کہ سارے عالم میں پاکستان کی حکومت ہو جائے تو پھر پاکستان کا مجرم کہیں پناہ پا سکتا ہے؟ جہاں جائے گا پاکستان کی حکومت ہی ہو گی، تو جب بندہ اللہ کا نافرمان ہوتا ہے تو جہاں بھی جائے گا اللہ کی حکومت میں ہو گا، اللہ کی گرفت میں ہو گا۔ اس کو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارے عالم میں جہاں جائے گا وہاں پاپڑ کے بجائے جھانپڑ پائے گا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہو جاتی ہے، میرا گھوڑا بھی نافرمان ہو جاتا ہے، میرا گدھا بھی نافرمان ہو جاتا ہے، میرے سب رشتہ داروں کی نظر بدل جاتی ہے۔ اس کو خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

نگاہِ اقرباء بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک ان کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اُس سے سارے جہاں کی نظر بدل جاتی ہے اور جس سے اللہ راضی ہوتا ہے سارے جہاں میں جدھر بھی جائے گا سکون سے رہے گا، حدیث شریف ہے:

مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سَارَ فِيْ بِلَادِهٖ اٰمِنًا [۹۴]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے، وہ جہاں بھی جائے گا سکون سے رہے گا، اپنے گھر میں ہو، ملک کے اندر ہو یا غیر ملک میں جائے، جہاں جائے گا سکون سے رہے گا، کیوں کہ زمین خدا کی ہوگی، آسمان خدا کا ہوگا تو خدا جب ساتھ ہے تو وہ دنیا میں سکون سے کیوں نہ رہے گا؟ اور مرتے وقت بھی اللہ والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تجلی نازل ہوتی ہے اور اللہ جنت بھی دکھا دیتا ہے کہ ادھر آؤ جنت کی طرف پھر وہ خوشی خوشی مرتا ہے، چوں کہ دنیا اس کے دل میں نہیں ہوتی، مولیٰ دل میں ہوتا ہے تو مولیٰ والا مولیٰ کے پاس جاتے ہوئے کیوں گھبرائے گا۔ اور جس نے اللہ کو یاد نہیں کیا وہ جب دنیا سے جاتا ہے تو چوں کہ دنیا کی محبت گھسی ہوئی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہائے آج فارم چھوٹ رہا ہے، اپنے کاروبار کو دیکھتا ہے، مرسڈیز کو دیکھتا ہے، موبائل کو دیکھتا ہے، موبل آئل کو بھی دیکھتا ہے تو ہاتھ ملتا ہے کہ ہائے ساری چیزیں مجھ سے چھوٹ رہی ہیں، اور اللہ والے دنیا سے اللہ کے پاس مست و شاداں جاتے ہیں۔ ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو فرمایا ؎

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحت جاں طلبم و ز پئے جاناں بروم

آہ! وہ وقت کب آئے گا جب میری روح میرے مولیٰ کے پاس جائے گی اور میں اپنے اللہ سے ملوں گا۔ ایک بادشاہ نے کہا کہ میں موت سے بہت ڈرتا ہوں، ایک ولی اللہ نے جواب دیا کہ چوں کہ آپ نے دنیا کو آباد کیا ہے، شاندار بنگلہ بنایا ہے، شاندار موٹر میں چلتے ہو، شاندار قالین بھی ہے، شاندار صوفے ہیں، دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد کیا تو آبادی سے ویرانے میں جاتے ہوئے دل گھبراتا ہے، اگر تم دنیا کو سادہ رکھتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے تو تمہاری دنیا تو سادہ رہتی مگر تمہاری آخرت آباد اور رنگین ہوجاتی، پھر تم ویرانے سے آبادی کی طرف جاتے ہوئے مست و شاداں رہتے اور اگر بنگلہ موٹر کار وغیرہ بھی رکھتے ہوں لیکن اللہ کو ناراض نہ کرتے ہوں تو بھی آخرت آباد ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس خوشی خوشی جاتے ہیں۔

---

[۹۴] الجامع الصغیر للسیوطی: ۵۰۶/۲ (۸۲۹۸)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

دینی خدّام کی روزی کا انتظام مِن جانب اللہ ہوتا ہے

بعض بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اللہ والوں کے پاس رہوں گا یا اللہ اللہ کروں گا، اللہ کا نام لوں گا تو میری دنیا چھوٹ جائے گی حالاں کہ اللہ والا بننے سے دنیا اور ملتی ہے، اللہ والے دنیا میں لگنے کو منع نہیں کرتے، خوب دنیا کماؤ مگر اللہ کو نہ بھولو اللہ کو ناراض نہ کرو، مگر چوں کہ اہلِ علم کا کام دین کو پھیلانا ہے اس وجہ سے وہ دنیا میں زیادہ نہیں لگتے، بقدرِ ضرورت لگتے ہیں، جیسے جب نبی کو نبوت عطا ہوتی ہے تو پھر اس کے لیے جائز نہیں ہوتا کہ وہ کاروبار اور تجارت کرے، اور نبی کا تو بڑا مقام ہے، نبی کے خلیفہ کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کاروبار کرے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کندھے پر کپڑے ڈال کر مدینے شریف کی گلیوں میں بیچنے کے لیے نکلے، تو صحابہ نے کہا کہ خبر دار! اب آپ یہ کام نہیں کریں گے، آپ اب امیر المؤمنین ہیں، آپ سلطنت کا کام کیجیے، مسلمانوں کی حفاظت کیجیے اور ان کو دین سکھایئے، بیت المال سے آپ کو وظیفہ ملے گا۔ آپ کسی فوجی سے پوچھو کہ بھئی آپ کو کہاں سے روٹی ملتی ہے؟ فوجی کہے گا کہ ہمیں سرکار سے روٹی ملتی ہے اور تمہاری روٹی سے اچھی روٹی ملتی ہے، ہمارے آٹے کو ڈاکٹر ٹیسٹ کرتا ہے تاکہ فوجی بیمار نہ ہو جائیں، ہمارا دودھ خالص ہوتا ہے، گھی خالص ہوتا ہے، سرکار ہمارے کھانے پینے کے لیے اعلیٰ کوالٹی کی چیزوں کا انتظام کرتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی اللہ تعالیٰ کے سرکاری کام میں لگے گا تو پھر سرکاری طور پر اس کا انتظام ہوتا ہے، اسے اچھی اچھی غذائیں ملتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے خدا! علماء کا رزق ساری دنیا میں پھیلا دے، ایک جگہ نہ رہے تاکہ جب رزق کی وجہ سے وہ مختلف مقامات پر جائیں گے تو میرے دین کو پھیلائیں گے، لہٰذا جو کسی مولوی کی دعوت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دعوت کر رہا ہے اور یہ اس کی خوش نصیبی ہے۔

لذتِ تسلیم ورضا

حکیم الامت مجدد زمانہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی اللہ والے کو دیکھو کہ اس کے آنسو بہہ رہے ہیں، تو یہ نہ سمجھو کہ وہ کسی مصیبت میں ہے، وہ اللہ کی محبت میں رو رہا ہو گا، اور اگر کوئی دنیاوی مصیبت بھی ہے تو اس موقع پر آنسو نکلنا بھی سنت ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا

تو آپ کے آنسو بہہ رہے تھے مگر دل میں تسلیم و رضا تھی تو اللہ والے اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہیں، ان کے آنسو تسلیم و رضا سے چٹ پٹے ہوتے ہیں اور دل میں مزہ ہی مزہ ہوتا ہے، جیسے کوئی چٹ پٹا مرچوں والا شامی کباب کھا رہا ہے اور مرچوں سے مزہ بھی لے رہا ہے، سو سو سو کر رہا ہے، آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے اور اگر آپ اس سے کہیں کہ بھائی صاحب! اگر آپ مصیبت میں ہیں تو یہ کباب مجھے عنایت فرما دیجیے، تو وہ کہے گا کہ میاں! یہ آنسو مصیبت کے نہیں مزے کے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب کو چاروں طرف سے غم پروف کر دیتا ہے، باہر چاہے کچھ بھی ہو ان کے قلب میں سکون رہتا ہے۔

کون سی دنیا نعمت ہے؟

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، ان کا ایک بہت عمدہ شعر ہے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

ہر شخص کا قدم روز بروز قبرستان سے قریب ہو رہا ہے، وہ جا تو قبرستان رہا ہے مگر دیکھ دنیا کی طرف رہا ہے۔ دنیا کا حلال مال تو اللہ کی نعمت ہے کیوں کہ اگر دنیا نہیں ہوگی تو آپ عالمِ دین کو تنخواہ کیسے دیں گے، دین کا انتظام کیسے چلائیں گے؟ لہٰذا پیسہ بھی نعمت ہے اور دنیا بھی نعمت ہے، لیکن کون سی دنیا نعمت ہے؟ جو دنیا آخرت پر اور مولیٰ پر فدا ہو، لہٰذا جب کبھی اللہ پر مال فدا کرو تو شکر ادا کرو کہ اگر آج یہ مال نہ ہوتا تو کیسے مولیٰ پر فدا کرتے؟ جب نماز پڑھو تو شکر ادا کرو کہ آج ہمارے سر کی قیمت وصول ہو گئی، جب سر سجدے میں رکھا تو سمجھ لو کہ سر کی قیمت وصول ہو گئی۔ ایک شاعر نے سجدے کا مزہ بیان کیا۔

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

دینِ اسلام محبت ہی محبت ہے

دین پورا کا پورا اللہ کی محبت کا نام ہے، دین کو مصیبت سمجھنے والا بین الاقوامی گدھا ہے، یہ مصیبت

نہیں ہے محبت ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ دینِ اسلام پورا محبت ہے، یہ بتاؤ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ملنے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ بات چیت کرنے کو جی چاہتا ہے یا نہیں؟ تو محبوبِ حقیقی سے ملاقات اور گفتگو کے لیے نماز فرض کر دی کہ اے میرے بندو! جب میری محبت تم کو ستائے تو وضو کر کے میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو، مگر یہ بھی کہو کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ[۹۵] میری عبادت محتاج ہے آپ کی استعانت کی، نَعۡبُدُ کے بعد نَسۡتَعِیۡنُ نازل فرمایا کہ ہم عبادت نہیں کر سکتے جب تک آپ کی مدد حاصل نہ ہو جائے، لہٰذا میری بندگی کا ہر لمحہ آپ کی استعانت کا محتاج ہے، چاہے وہ نماز کی صورت میں ہو یا گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے کی صورت میں ہو۔

نظر بچانا آسان نہیں ہے، جب حسین ایئر ہوسٹس کھانا لے کر آئے تو بڑے بڑوں کے تسبیح کے دانے گر جاتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی استعانت ہوتی ہے تب مجال ہے کہ ایک نظر بھی ناپاک ہو جائے، لہٰذا ہماری عبادت کا ہر لمحہ، ہماری بندگی کی ہر سانس اللہ تعالیٰ کی استعانت کی محتاج ہے ورنہ نظر بچانا آسان نہیں ہے، اللہ والا ہی نظر بچا سکتا ہے، جس کے دل میں مولیٰ ہو گا وہی لیلیٰ سے اپنے کو بچا سکتا ہے، کیوں کہ جب بریانی شامی کباب سامنے ہو پھر کوئی دال کی طرف دیکھتا بھی نہیں ہے، جب مولیٰ دل میں ہو گا تو لیلیٰ کی طرف دیکھنے کو دل بھی نہ چاہے گا کیوں کہ جب سورج سامنے ہوتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے، جب مولیٰ سامنے ہو گا تو ان شاء اللہ پوری دنیا کالعدم ہو جائے گی، معدوم تو نہیں ہو گی کالعدم ہو جائے گی۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

جب سورج نکلتا ہے تو سارے ستارے چھپ جاتے ہیں، لہٰذا نماز جو فرض ہے یہ عین تقاضائے محبت ہے کہ میرے بندے جب تم کو میری یاد ستائے تو وضو کر کے مجھ سے مل لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے نماز اسی لیے فرض کی کہ جب میری یاد ستائے تو وضو کر کے آ جاؤ، اسی لیے میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے واجب کرتا ہوں۔

وجوبِ جماعت کی عاشقانہ حکمت

اگر اپنے عاشقوں کی ملاقات اللہ کو پسند نہ ہوتی تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی، سب کو یہی حکم ہوتا

---

۹۵ الفاتحۃ:۴

کہ اپنے اپنے کمروں میں چھپ کر مجھے یاد کرو، تو وجوبِ جماعت دلیل ہے محبوبیت ملاقاتِ عاشقاں کی کہ جب جماعت سے نماز پڑھنے آؤ گے تو سب دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی، اور جمعہ کے دن اور زیادہ دوستوں سے ملاقات کرو، بعض لوگ گھبرائے گھبرائے الگ رہتے ہیں، الگ رہنے کی عادت مت ڈالو، تھوڑی دیر الگ رہو، اپنے گھر میں بھی عبادت کرو لیکن اللہ کے دوستوں کی جب ملاقات نصیب ہو تو اس وقت الگ مت رہو، گھل مل کے رہو تاکہ ان کی برکتیں ہم کو لگ جائیں، لہٰذا جمعہ کے دن میرے اور زیادہ عاشقوں سے ملو، عاشقوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ، اور عید اور بقرہ عید کو اور زیادہ عاشقوں سے ملو، اور جب حج عمرہ کرنے جاؤ تو بین الاقوامی عاشقوں سے ملو۔ وجوبِ جماعت کا یہ راز اختر پر اللہ کی نعمت ہے۔ تو وجوبِ جماعت کا راز ظاہر ہو گیا کہ اس کے اندر اللہ کی محبت ہے، اسے مصیبت مت سمجھو۔ اگر کسی کی اماں کہے کہ بیٹا تم سروس تو کرو مگر پانچ مرتبہ میرے پاس آجایا کرو، تو آپ یہ کہو گے کہ میری ماں کے دل میں میری بڑی محبت ہے، مجھے پانچ وقت دیکھنے کے لیے بلاتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت نماز فرض فرما کر ہم پر احسان کر دیا کہ پانچ وقت میرے پاس آجایا کرو۔

غلبۂ محبت میں کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے

اب محبت میں ملاقات تو ہو گئی اور گفتگو بھی نماز میں فرض کر دی، لیکن محبت کی ایک علامت اور ہے کہ جب محبوب کو دیکھتے ہیں تو مارے خوشی کے بھوک پیاس کا احساس بھی نہیں رہتا، مثلاً کسی کا بہت پیارا دوست مثلاً گجرات انڈیا سے آجائے تو اس کو دیکھ کر اتنی خوشی ہوتی ہے کہ آپ کھانا پینا بھول جاتے ہیں۔ یہی روزہ ہے کہ محبوبِ حقیقی کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے عاشق کھانا پینا بھول جاتے ہیں۔

اور یہاں ایک مزاحیہ نکتہ بتاتا ہوں کہ گجرات کے معنیٰ کیا ہیں؟ گجرات کے معنیٰ ہیں ”گزر رات“ یعنی کسی کے عشق میں بے چین تھا، بیوی آنے والی تھی اور رات گزر نہیں رہی تھی۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ ”گزر رات“ بیوی کب آئے گی؟ گجراتیو! مجھے دعائیں دو کہ آج میں نے گجرات کے معنیٰ بتا دیے۔

ایک دفعہ آٹھ دس دوست تھے، ہم کراچی سے پچاس میل دور گئے، وہاں ایک چھوٹا سا دریا تھا، صبح فجر کے بعد میری تقریر شروع ہوئی تو بارہ بج گئے، میں نے پوچھا کہ کسی کو ناشتہ یاد آیا؟ سب نے کہا کہ آج اللہ کا ذکر اس دردِ محبت سے ہوا ہے کہ ناشتہ یاد ہی نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ محبت میں کبھی محبوب کو دیکھ کر آدمی کھانا پینا بھی بھول جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بھئی آپ کو دیکھتے ہی میری تو بھوک پیاس ہی ختم ہو گئی، آپ ہی

میری غذا، آپ ہی میری روٹی، آپ ہی میرا پانی اور آپ ہی میری چائے ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا ایک مہینہ رکھ دیا کہ تم محبت کی اس ادا کو بھی حاصل کرلو مگر دن رات بھوکے پیاسے نہ رہو، سحری اور افطاری میں خوب کھاؤ۔

افطار کے وقت دعا کے قبول ہونے کا راز

دیکھو! آپ کو حدیث تو معلوم ہو جائے گی کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، مگر دعا قبول ہونے کا راز کیا ہے؟ یہ اختر سے سنو گے کہ سخت گرمی ہے، افطاری میں شربت روح افزا میں برف کے ڈلے پڑے ہوئے ہیں اور دہی بڑے بھی ہیں لیکن کوئی روزے دار ان نعمتوں کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے جب تک کہ اللہ اکبر کی آواز نہ آجائے؟ تو اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آتی ہے کہ دہی بڑے میرے بندوں کے سامنے ہیں، مگر روزہ دار کہتا ہے کہ اے دہی بڑے جب تک یہ آواز نہ آئے کہ اللہ بڑا ہے میں تجھے نہیں کھاؤں گا، تو یہ ادائے بندگی اللہ کو پسند آتی ہے کہ شدید پیاس ہے، شربت سامنے ہے، مگر میرے بندے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں، منہ میں کچھ نہیں لے جارہے ہیں، شدید پیاس ہے مگر نہیں پی رہے ہیں اللہ اکبر کی آواز کا انتظار ہے، تو کیا ایسے منہ کی دعا قبول نہ ہوگی؟ تو رمضان شریف کا روزہ بھی سراسر محبت ہے کہ محبوب کی یاد میں پیٹ جلانا بھی سیکھو، اس لیے رمضان کا ایک مہینہ کا روزہ فرض کردیا۔

بعض وقت جب عید کا چاند نظر آیا تو بعض دوست میرے پاس آئے کہ ہائے افسوس! مبارک مہینہ چلا گیا۔ میں نے کہا کہ سنیے! زیادہ ہائے افسوس مت کرو، ورنہ اگر جبرئیل علیہ السلام نے سفارش کردی کہ کچھ بندے بڑے افسوس میں ہیں اور ایک مہینہ کا روزہ رکھواؤ اور شوّال کا بھی روزہ فرض ہو جائے گا، تو ظالمو پھر کہو گے کہ اللہ میاں غلطی ہوگئی، روزوں کا ایک مہینہ ہی رہنے دیجیے۔ اس لیے میں نے کہا کہ جب عید کا چاند نظر آئے تو افسوس مت کرو کہ ہائے اتنا اچھا مہینہ چلا گیا، خوشی مناؤ۔ حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ ھٰذِہٖ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّ بِعَالٍ[96]

عید کا دن خوشی منانے کا دن ہے۔ جب رسولِ خدا، صاحبِ شرع کہہ رہا ہے کہ خوشی مناؤ، تو کون بے وقوف ہے جو غم منائے گا؟ لہٰذا جب عید کا چاند نظر آئے تو خوشی مناؤ، کیوں کہ عید کے معنیٰ خوشی کے ہیں۔ اب بتاؤ!

---

[96] کنزالعمال: ۵۲۰/۸ (۲۳۹۴۲)، کتاب الصوم، مؤسسۃ الرسالۃ

ہائے ہائے کروگے ؟اب کوئی یہ کہے گا کہ ہائے رمضان کا مبارک مہینہ چلا گیا؟ اور کہیں جبرئیل علیہ السلام کو رحم آگیا اور اللہ میاں سے جا کے کہا آپ کے بندے بڑے غمگین ہیں، لہٰذا ان کے لیے روزہ کا مہینہ ایک ماہ اور بڑھا دیجیے پھر اس وقت کیا کہو گے ؟اگرچہ ایسا نہیں ہوسکتا، کیوں کہ دین چودہ سو برس پہلے مکمل ہوچکا۔ یہ محض سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں۔

اب اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔ ایک دیہاتی روزانہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کہتا تھا کہ اللہ میاں! آپ کے اندر جذب کی شان ہے لہٰذا ہمیں بھی جذب کرلیں، ہمیں بھی کھینچ لیں، تاکہ ہم جلدی سے اللہ والے بن جائیں۔ اس کے ایک دوست نے کہا کہ یہ روزانہ رات کو بارہ بجے اللہ میاں سے کہتا ہے کہ ہم کو کھینچ لو، تو ایک رات وہ بڑی سی رسّی لے گیا اور درخت کے اوپر چڑھ کے بیٹھ گیا، جب آدھی رات کو وہ دیہاتی گیا اور کہا کہ اللہ میاں ہم کو کھینچ لو، تو اس کے دوست نے آواز بنا کر کہا کہ اے میرے بندے! مجھے رحم آگیا ہے، تو روزانہ مجھ سے کھینچنے کو کہتا ہے، لے! اس رسّی کو گردن سے باندھ لے، آج میں تجھے کھینچ لیتا ہوں۔ وہ دیہاتی بھولا بھالا سیدھا سادہ تھا، اس نے گردن سے رسّی باندھ لی، اب جب اس کے دوست نے کھینچنا شروع کیا تو دیہاتی کہتا ہے کہ اللہ میاں میری تو گردن دب رہی ہے، آنکھیں اُبل رہی ہیں، میں تو مرجاؤں گا، مجھے کیا پتا تھا کہ آپ کے کھینچنے میں اتنی تکلیف ہوتی ہے، اب مجھ کو نہ کھینچیے۔ حکیم الامت مجدد الملت نے اس واقعے کو بیان کرکے فرمایا کہ وہ دیہاتی زندگی بھر اس درخت کی طرف کبھی گزرا بھی نہیں، بلکہ اس کو دیکھتا تک نہ تھا کہ کہیں اللہ میاں کو پھر نہ رحم آجائے اور وہ مجھ کو پھر نہ کھینچ لیں۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ ’’ہائے ہائے رمضان‘‘ مت کرو، جب تک رمضان ہے رمضان کی برکت لو اور جب عید الفطر کا چاند نظر آجائے تو خوشیاں مناؤ اور شکر ادا کرو، عید کی دو رکعت صلوٰۃ شکر ہے کہ اللہ آپ کا احسان ہے کہ رمضان گزر گیا اور آپ نے ہمارا منہ کھول دیا **اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ**[۹۷] سے اس کے فطر کے معنیٰ ہیں کہ جو منہ بند تھا وہ کھل گیا، عید الفطر کا مطلب ہے کہ اب منہ کھل گیا لہٰذا اب خوب کھاؤ پیو۔ بس ایک حق ادا کرو کہ جیسے رمضان میں تقویٰ سے رہے پورے سال بھی ایسے رہو، یہ نہیں کہ عید کے دن سینما کی لائن اور لمبی ہوجائے، بعض لوگ رمضان بھر سینما نہیں دیکھتے مگر عید کے چاند کے بعد دوسرے دن سینما کے آگے لمبی لائن لگائے ہوتے ہیں، یہ نافرمانی کی لائن لگانا ٹھیک نہیں ہے سخت گناہ ہے، لہٰذا سارے سال

---

۹۷ الانفطار:۱

بھی تقویٰ سے رہو۔

محبت میں محبوبِ حقیقی کے نام پر خرچ کرنا زکوٰۃ ہے

ان دو باتوں سے ثابت ہو گیا کہ دین محبت ہی محبت ہے، یہ بات سب کو بتادو کہ اسلام کے ہر حکم میں محبت ہے۔ اچھا جس سے محبت ہوتی ہے آدمی اس پر اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے۔ جب مجنوں لیلیٰ کی طرف جاتا تھا تو لیلیٰ کی گلی کے غریبوں پر پیسہ خرچ کرتا تھا۔

مدینے شریف میں ایک صاحب وہاں کی کالی عورتوں سے انڈے خریدتے تھے تاکہ ان غریبوں کو کچھ پیسہ مل جائے۔ ایک دن ایک انڈا گندا نکل آیا تو انہوں نے خریدنا چھوڑ دیا، رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے شہر مدینے میں جو کالی عورتیں آتی ہیں وہ بہت دور سے آتی ہیں اور بہت غریب ہیں، تم ان سے انڈے خرید لیا کرو، پھر تو انہوں نے بے ضرورت انڈے خرید کر دوسروں میں تقسیم کیے۔ تو محبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ محبوب پر مال خرچ کیا جائے، لیکن تم اللہ تک نہیں جاسکتے کہ ان کو جاکر رین دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے مستغنی ہیں لہٰذا اللہ کے بندوں پر مال خرچ کرو، سمجھ لو کہ میں نے اللہ ہی پر خرچ کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک چرواہا بکری چراتا تھا، اس نے کہا کہ یا اللہ! اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کے ہاتھ پیر دباتا، جہاں آپ بیٹھتے وہاں جھاڑو لگاتا، صفائی کرتا، آپ کے بالوں سے جوئیں نکالتا اور آٹے میں دودھ اور گھی ڈال کر روغنی روٹی پکا کر کھلاتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا کہ اللہ کا پیٹ نہیں ہے کہ وہ روغنی روٹی کھائے گا، اللہ کے بال نہیں ہیں کہ اس میں جوئیں پڑ گئی ہوں اور اللہ کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کی ڈانٹ سے گھبرا کر بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! نادان لوگوں کا ادب اور ہے، پڑھے لکھوں کا ادب اور ہے، اس کو بلالاؤ، مجھے اس کی بھولی بھولی باتیں اچھی لگ رہی تھیں۔ اس ادا کو اور اللہ کی طرف سے وحی کو میں نے اردو شعر میں ترجمہ کر دیا۔

اپنے دیوانے کی باتیں موسیا
ڈھونڈتی ہے بارگاہِ کبریا

میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ اگر اختر اُس وقت زندہ ہوتا تو اس چرواہے سے یہ کہتا کہ تو اللہ کو تو

روٹی کھلا کے اور ہاتھ پیر دبا کے نہیں پائے گا، ہاں اگر کسی اللہ والے کے پیٹ میں روٹی ڈال دے، کسی اللہ والے کا ہاتھ پیر دبا دے تو سمجھ لے کہ تونے مولیٰ ہی کی خدمت کی ہے۔ میں اس سے کہتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روغنی روٹی کھلا دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پیر دباؤ، جہاں وہ بیٹھیں وہاں صفائی کرو تو اللہ والوں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت ہے۔

دیدنِ او دیدنِ خالق شدہ ست
خدمتِ او خدمتِ حق کردہ ست

اللہ والوں کو دیکھنا اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنا ہے اور اللہ والوں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت ہے، کیوں کہ جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ جو محبت لِلّٰہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے، جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ہی محبت کے کھاتے میں لکھتے ہیں۔ اس بات کو حضرت حکیم الامت نے ایسے سمجھایا کہ اگر کسی کی اولاد کی خدمت کرو، اس سے محبت کرو تو باپ اس کو اپنی ہی محبت کے کھاتے میں لکھتا ہے تو جو اللہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اپنے کھاتے میں لکھتا ہے۔

صدقۂ نافلہ بھی محبت کا ایک حق ہے

محبت سے متعلق تین باتیں ہوگئیں۔ اب ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ خالی فرض ادا کرنے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا، ایک آدمی خالی فرض پڑھے سنتیں نفل وغیرہ نہ پڑھے تو ولی اللہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا اللہ کے راستے میں نفلی عبادات بھی کرو، صدقۂ نافلہ سے دو عظیم فائدے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف ہے:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِّيْتَةِ السُّوْءِ[۹۸]

صدقہ اللہ کا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ جب بیماری آئے تو فوراً صدقہ کرو، بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے نفلی صدقہ دو، مسجد کی تعمیر کے لیے، بزرگانِ دین کی خدمت میں، مدرسے کی خدمت میں، کہیں سیلاب وغیرہ آجائے، غرض جہاں کہیں مسلمان تکلیف میں ہوں تو ایسے موقع پر اللہ کے نام پر نفلی خرچ کرو کیوں کہ مسجد اور دارالعلوم زکوٰۃ سے نہیں بن سکتا، لہٰذا نفلی

۹۸ جامع الترمذی: ۱/۱۴۴، باب ما جاء فی فضل الصدقة، ایچ ایم سعید

بھی خرچ کرو تب ولی اللہ بنو گے۔ خالی فرض والا ضابطے کا تعلق مت رکھو، رابطے کا بھی تعلق رکھو، نفل اللہ سے رابطے کا حق ہے، اللہ کی محبت کا حق ہے اور زکوٰۃ جہنم سے، دوزخ کے ڈنڈے سے بچانے کے لیے ہے۔ زکوٰۃ ضابطہ ہے، نفل رابطہ ہے، حقِ محبت ہے، مال خرچ کرنے میں دل نہیں دُکھنا چاہیے، ایک لاکھ روپے پر ڈھائی ہزار زکوٰۃ ہے تو ڈھائی ہزار دیتے وقت کیوں تڑپتے ہو؟ ساڑھے ستانوے ہزار جو لیے بیٹھے ہو اس کو کیوں نہیں دیکھتے؟ ایک کروڑ پر ڈھائی لاکھ زکوٰۃ ہے تو ڈھائی لاکھ دیتے وقت دل تڑپ رہا ہے، نبض دیکھ رہے ہو کہ بھئی ڈاکٹر کو بلاؤ، تو ڈھائی لاکھ تو نظر آرہے ہیں لیکن جو مال اللہ نے دیا ہے ادھر بھی تو دیکھو۔ اور جو اللہ کے لیے دو بھول جاؤ، نیکی کر دریا میں ڈال، جو دے دیا بس قیامت کے دن ملے گا، تب پتا چلے گا۔ یہاں تو مولویوں کو دیکھ کے لوگ گھبراتے ہیں، ارے ان ہی کے ذریعے سے تمہارا مال بلا کمیشن ٹرانسفر ہوتا ہے، قیامت کے دن شکریہ ادا کرو گے کہ اتنا مال یہاں آگیا۔ اور مولویوں کے لیے بھی تین شرطوں سے چندہ کرنا جائز ہے عظمتِ دین، عزتِ نفس اور طیبِ نفس یعنی دین کی عظمت کو نقصان نہ پہنچے اور نفس کی عزت کا بھی خیال کرو اور دینے والا خوشی سے دے، طیبِ نفس کے ساتھ دے، اسے اتنا زیادہ مت دباؤ کہ بے چارا مجبوراً دے دے کہ بھئی! یہ چپٹا ہوا ہے بغیر دیے چھوڑے گا نہیں، لہٰذا ایسے بلا کی طرح مت چپٹو۔

ہمارے یہاں ایک بڑے مفتی صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایک ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہیں، ایک مٹھی داڑھی، رمضان کا مہینہ اور وہ بیگ جس میں رسید بک ہوتی ہے۔ یہ تین چیزیں جب جمع ہو جاتی ہیں تو سیٹھ گھبراتا ہے کہ آگیا چندہ لینے والا، وہ چھپ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ بتانا مت کہ سیٹھ کہاں ہے، کہہ دو کہ میٹنگ میں ہے۔ تو دیکھو نماز محبت ہے، روزہ محبت ہے اور زکوٰۃ میں محبت ہے، اب رہ گیا حج۔

محبت میں محبوبِ حقیقی کے گھر کے چکر لگانا حج ہے

یہ بتاؤ! محبوب کے گھر کا چکر لگانے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ کے گھر کا چکر لگانے میں بھی عاشقوں کو مزہ آتا ہے۔ جب مجھے پہلا حج نصیب ہوا تو میں نے ایک شعر کہا، وہ شعر میرے مرشد بھی پڑھتے ہیں، حضرت ہردوئی کے نواسے فہیم الحق صاحب نے بتایا کہ طواف میں وہ شعر میں نے بھی پڑھا اور نانا ابو بھی پورے طواف میں یہ شعر پڑھتے رہے۔ تو جس مرید کا شعر پیر پڑھ رہا ہو سوچو کہ وہ کیسا پیارا شعر ہو گا؟ تو جب میں نے طواف کیا تو فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر میں نے اپنے اس شعر میں ادا کیا ؎

یہ کہاں تھی میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

تو اللہ کے گھر کا چکر لگانا اور صفا مروہ میں دوڑنا کیا اس میں عاشقی نہیں ہے؟ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے گھر جانے میں مزہ آتا ہے کہ نہیں؟ سسرال کیوں محبوب ہوتی ہے ظالمو! کیوں سسرال جاتے ہوئے مزہ آتا ہے؟ کیوں کہ بیوی سے محبت ہے۔

اور بیوی کے ابّا کا نام خسر کیوں ہے؟ خسر کے معنیٰ بادشاہ ہیں، بھئی جو بیٹی دے دے اس سے بڑا بادشاہ کون ہوگا؟ اور بیوی کے امّاں کا نام ساس کیوں ہے؟ اس لیے کہ یہ اصل میں سانس ہے، استعمال کرتے کرتے ساس ہوگیا، یعنی اگر میری ساس یعنی میری بیوی کی امّاں میری بیوی کو رخصت نہ کرے تو میری سانس اُکھڑ جائے گی اس لیے اس کا نام ساس ہے، تو جب لیلاؤں کی یہ محبت ہے تو مولیٰ کی محبت کیسے ہوگی؟

میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مجذوب نے اللہ سے پوچھا کہ اے میرے مولیٰ! میں آپ کو کیا دوں کہ آپ مجھے مل جائیں؟ آسمان سے آواز آئی کہ اے میرے عاشق! دونوں جہاں مجھ پر قربان کردے۔ اب جواب میں اس نے کیا کہا؟ دیکھو عاشقوں کا جواب، بے وقوف آدمی ہوتو کہے گا دے دو دونوں جہاں، لیکن اس عاشق نے کہا۔

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے میرے مولیٰ! اے میرے پالنے والے! اے میرے پیدا کرنے والے! اے میرے خالق اور مالک! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں فرمائی ہے کہ میں آپ پر دنیا و آخرت دونوں جہاں دے دوں، اپنے دام اور بڑھائیے، ابھی تو آپ مجھے بہت سستے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں جہاں دے کے بھی اگر اللہ مل جائے تو سودا سستا ہے۔

محبت میں جان فدا کرنے کا نام جہاد ہے

بتائیے! آپ کو اسلام کے چاروں حکم کی بنیاد میں محبت ملی کہ نہیں؟ اب رہ گیا جہاد۔ تو یہ جو شاعر عشقِ مجازی میں جان دینے کی باتیں کرتے ہیں مثلاً ایک عاشقِ لیلیٰ کا شعر ہے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

تو مرنے والوں پر مرنے والو! جس نے تمہیں زندگی دی ہے اگر اس پر جان فدا ہوجائے تو کیا قسمت کی بات

ہے! مرنے والوں پر مرنا یہ کوئی کمال نہیں ہے بلکہ اس میں زوال ہے، مرنا ہے تو مولیٰ پر مر جاؤ، لہٰذا جب جہاد فرض ہو جائے تو وہاں اپنا مال بھیج دو جہاں جہاد ہو رہا ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا[۹۹]

جس نے مجاہد کو روٹی پانی وغیرہ سے مدد دی تو وہ بھی جہاد کا ثواب پائے گا۔ جس نے کسی جہاد کرنے والے کو مال دیا تو گویا کہ اس نے بھی جہاد کیا، لیکن جب جہاد فرضِ عین ہو جائے تب خالی مال دینے سے کام نہیں چلے گا کہ تیسرے کمرے میں چھپ جاؤ اور کہو کہ جلدی سے مال دے دو، ہم یہاں جان بچائے بیٹھے ہیں۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ فیض آباد میں ہندوؤں سے جہاد ہو رہا تھا، اس زمانے میں نواب واجد علی کی حکومت تھی تو ایک مولانا جہاد میں نکلے، وہ کفن ساتھ لے گئے تھے اور یہ کہتے تھے ؎

سرِ میداں کفن بر دوش دارم

اے میرے اللہ! میں آج آپ پر فدا ہونے کے لیے کفن لے کر حاضر ہوا ہوں، تو جواب میں آسمان سے آواز آتی تھی ؏

بیا مظلوم اُکنوں در کَنارم

اے مظلوم! میری آغوشِ رحمت میں آجا یعنی میں تیری شہادت قبول کرتا ہوں، میں تیری قسمت میں شہادت مقدر کر رہا ہوں، یہ آواز آسمان سے آئی۔ میرے شیخ کے وطن کا ایک بڈھا بھی اس جہاد میں شریک تھا اس نے یہ آواز خود سنی۔ آہ!

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من
تشنۂ زارم بخونِ خویشتن

اے دنیا والو! ہم کو قتل کی دھمکی مت دو کہ جان چلی جائے گی، ہم تو اپنے خون کے خود پیاسے ہیں، ہمیں خود

[۹۹] صحیح مسلم: ۲/۱۳۷، باب فضل اعانۃ الغازی، ایچ ایم سعید

اللہ پر اپنا خون دینے کی پیاس لگی ہے۔ کافرو! تم ہمیں کس چیز سے ڈراتے ہو؟ تو جس بوڑھے نے فیض آباد کے معرکے میں یہ آواز سنی تھی، اس نے یہ بات میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتائی اور حضرت نے مجھ کو بتائی تو براہِ راست آسمان سے آواز سننے والے میں اور مجھ میں صرف ایک واسطہ ہے یعنی میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

بتاؤ! اسلام سارا کا سارا محبت ہے یا نہیں؟ ظالم ہے وہ جو اللہ کے دین کو مصیبت سمجھتا ہے۔ اللہ کا دین تو ہمیں مولیٰ والا، اللہ کا ولی بنانے والا ہے، اس کا ہر حکم محبت پر مبنی ہے، لیکن جس کے دل میں محبت نہیں ہوتی اس کو مصیبت معلوم ہوتا ہے، جیسے ایک نابالغ لڑکے سے کہا گیا کہ بھئی تمہاری شادی کرادیں تو اس نے پوچھا کہ شادی کے بعد کیا ملے گا؟ کہا کہ پھر روٹی کپڑا امکان دینا پڑے گا، کہنے لگا کہ توبہ توبہ! جائیے مولانا آپ میری شادی وادی نہ کرائیے، مجھے پتنگ اُڑانے دیں، گلی ڈنڈا اور کبڈی کھیلنے دیں، مجھے تو ان کھیلوں میں مزہ آتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اچھا بھئی ٹھیک ہے، کون مجبور کرتا ہے آپ کو؟ دو تین سال کے بعد جب وہ بالغ ہوا اور اس کو پتا چل گیا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں۔ تو پھر ان ہی مولانا نے پوچھا کہ تمہاری شادی کرادوں؟ تو خوشی میں ان کے ہاتھ چوم لیے اور کہا کہ حضور! جلدی کرادیجیے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے جون پور میں جو یوپی کا ضلع ہے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جب کوئی ولی ہوجاتا ہے تو کیا اس کو اپنے ولی ہونے کا علم، عطائے نسبت کا علم ہوجاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہوگیا، صاحبِ ولایت ہوگیا، اللہ میرا ہوگیا، میں اللہ کا ہوگیا۔

دونوں جانب سے اشارے ہوچکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہوچکے

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت کے پیارے خلیفہ تھے، حکیم الامت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب عجیب سوال ہے آپ کا! کوئی ولی اللہ ہوگیا تو کیا اسے پتا نہیں چلے گا؟ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو خود پتا چل گیا تھا یا دوستوں سے پوچھا تھا کہ یارو بتاؤ میں بالغ ہوا کہ نہیں؟ تو جس کی روح بالغ ہوجاتی ہے، روح اللہ والی ہوجاتی ہے اسے خود پتا چل جاتا ہے، اور کیسے پتا چلتا ہے۔

بازآمد آبِ من در جوئے من
بازآمد شاہِ من در کوئے من

دریا میں پانی آئے اور دریا کو پتا نہ چلے کہ میرے دریا میں پانی آگیا اور میرا بادشاہ میری گلی میں آگیا، میرے دل میں مولیٰ آگیا، تو دل کو پتا نہ چلے گا؟ جب دل میں مولیٰ آتا ہے تو دل کو خود پتا چل جاتا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جب دل میں مولیٰ آتا ہے تو آسمان وزمین ایک ہو جاتے ہیں، سورج اور چاند کی روشنی میں لوڈشیڈنگ محسوس ہونے لگتی ہے، ساری دنیا کی لیلائیں نگاہوں سے گر جاتی ہیں، آدمی سارے دنیا کے سموسے، پاپڑ اور بریانیاں مولیٰ کے سامنے بھول جاتا ہے۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظامِ کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگسِ خمار آلود

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

جب جنت میں اللہ کا دیدار کریں گے تب جنت کی کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی۔ جنت میں ہر ہفتے اللہ کا دیدار ہو گا تو جتنے جنتی ہیں جب وہ مولیٰ کو دیکھیں گے تو اس وقت ان کو جنت کی کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی کیوں کہ اللہ خالقِ نعمت ہے، نعمت اور خالقِ نعمت میں فرق ہوتا ہے۔

تو حکیم الامت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب اللہ دل میں آئے گا تو دل خود محسوس کرلے گا، اس دل کی مستی سے تمہارے جسم کی رفتار بدل جائے گی، گفتار بدل جائے گی، کردار بدل جائے گا۔ دیکھو! ابا کا ایک ہی بیٹا ہو تو ابا کہتا ہے کہ میرا بیٹا ایسے چلتا ہے اور ایسی بات کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی غایت محبت کی وجہ سے قرآن شریف میں سارے عالم کو اپنے عاشقوں کی چال تک بتارہے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا [۱۰۰]

کہ میرے عاشق زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور گفتگو کا انداز یہ ہوتا ہے کہ دفعِ شر کی بات کرتے ہیں۔ تو

---

[۱۰۰] الفرقان: ۶۳

معلوم ہوا کہ جب لڑکا بالغ ہو جاتا ہے تو بیوی کی دیکھ بھال کفالت وغیرہ کو مزے دار سمجھتا ہے، اس سے گھبراتا نہیں ہے، تو جب لیلاؤں کا یہ حال ہے تو جس کو دل میں مولیٰ مل جاتا ہے اور وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب آسان ہو جاتا ہے اور صرف آسان نہیں مزے دار ہو جاتا ہے۔ بتاؤ! شادی کے بعد بیوی کے لیے گھڑی، لباس خریدتے ہوئے آپ کو مزہ آتا ہے یا بُرا لگتا ہے کہ کیا مصیبت آگئی؟ بولو بھئی! آپ کو مزہ آتا ہے یا تکلیف ہوتی ہے؟ تو ایسے ہی جب مولیٰ پا جاؤ گے تو ان شاء اللہ، اللہ پر جان دے دو گے اور اللہ والوں کے پیچھے پیچھے پھرو گے کہ ہمیں سکھاؤ کہ اللہ کیسے ملتا ہے؟ مولانا رومی سے پوچھو کہ وہ کیسے شمس الدین تبریزی کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے؟ مولانا رومی معمولی آدمی نہیں ہیں، یہ شاہ خوارزم کے نواسہ ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، پانچ سو بڑے بڑے علماء ان کے پیچھے چلتے تھے لیکن مولانا رومی اپنے پیر شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی میں اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے ان کے ساتھ جنگل جنگل پھرتے تھے اور سب علماء سے کہہ دیا تھا کہ اب میرے ساتھ مت چلو، اب میں خود مرید ہو گیا ہوں، میں اپنے شیخ پر فدا ہونا چاہتا ہوں۔ مولانا رومی نے شمس الدین تبریزی کے فیضِ صحبت سے مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار اور دیوانِ شمس تبریز کے پچاس ہزار اشعار کہے، جس جنگل میں انہوں نے یہ اشعار کہے اور جہاں وہ اللہ کی یاد میں رویا کرتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

اے خدا! آپ کی محبت میں جو میں آہ کر رہا ہوں، رو رہا ہوں، تو میرے آنسوؤں کو اور میری آہ کو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا اور اس محبت کے راز سے آپ کے سوا کوئی واقف نہیں، تو اللہ کا شکر ہے کہ اختر نے اور میرے دوستوں نے اس جنگل کی زیارت کی ہے۔ جہاں مولانا رومی جیسے اللہ والے ہوتے تھے ہم اس جنگل کو بھی دیکھ آئے۔

جینے کا مزہ نعمتوں میں نہیں، اللہ پر فدا ہونے میں ہے

اسی لیے کہتا ہوں دوستو! کہ جینے کا مزہ اللہ پر مرنے میں ہے، سموسہ پاپڑ نعمت تو ہے لیکن اس کے بعد لیٹرین میں کیا مال نکالتے ہو؟ کیا بریانی ویسی ہی خوشبودار رہتی ہے یا رنگ اور بو بدلا ہوا ہوتا ہے، تو نعمتیں تو کھاؤ مگر نعمت دینے والے پر مرنے کے لیے کھاؤ، نعمت کو مقصود مت بناؤ۔ اللہ کا نام لو گے تو دل میں دریائے

نور پیدا ہو گا، ہر وقت کھانے پینے میں لگے رہو گے تو گو بناتے رہو گے، میں نعمت کی توہین نہیں کر رہا لیکن نعمت دینے والے سے غفلت پر مجھے غصہ آتا ہے کہ نعمتیں کھا کر مولیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے، میں تو کہتا ہوں کہ بادشاہت کے چکر میں بھی مت پڑو۔ سنو! ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

بولو بادشاہ کے سر میں درد رہتا ہے یا نہیں؟ قانونِ سلطنت سے مجبور ہے کہ دس کلو کا بھاری تاج پہنا ہوا ہے، گرمی کا زمانہ ہے، سر میں درد ہو رہا ہے لیکن وہ مجبور ہے، کیوں کہ سلطنت کے آداب و قوانین کا پابند ہے، مگر اللہ والوں کے سینے میں اللہ کے نور کا دریا بہہ رہا ہے، اللہ والوں کے دل کے مزے کو اگر بادشاہ جان جائیں تو فوج لے کر حملہ کر دیں، لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے پر فوج سے حملہ کر کے اس کے دل کی دولت کوئی نہیں چھین سکتا، یہ دولت اس کی جوتیاں اٹھانے سے پاؤ گے۔

بس اب دعا کر لیجیے یا کریم، یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والا بنا دیجیے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ** اے اللہ! ہم آپ کی خوشی مانگتے ہیں اور جنت مانگتے ہیں **وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ**[۱۰۱] اور آپ کی ناخوشی سے پناہ چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اے خدا! اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے دوستوں کے لیے اس گھڑی سے پناہ چاہتا ہے جس میں حسینوں اور غیر محرم عورتوں اور لڑکوں کو دیکھ کر حرام لذت کو دل کشید کر کے نمک حرامی، بے غیرتی، بے وفائی، کمینے پن کا ثبوت دے۔ اے میرے زندگی دینے والے! ہم سب کو جلد توفیق دے کہ ہم آپ پر اپنی زندگی کو فدا کریں اور جس اللہ والے سے مناسبت ہو اس سے زندگی کو قربان کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اپنی رحمت سے ایسا ایمان اور ایسا یقین اور ایسی محبت ہم سب کو نصیب فرما دے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو کر، آپ کی خوشیوں پر فدا ہو کر رشکِ سلاطینِ ہفت اقلیم ہو جائے۔ ہم سب ایک سانس بھی آپ کو ناراض کر کے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لائیں۔

اے اللہ! اختر کی آہ کو اس وقت جن لوگوں نے سنا کسی ایک کو بھی محروم نہ فرمائیے، ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے اور اپنی رحمت سے میری اس آہ کو خالی ملاوی تک محدود نہ فرما، سارے عالم کے گوشے گوشے میں اپنی قدرتِ قاہرہ غالبہ سے پھیلا دے اور میری ہر آہ کو سارے عالم میں نشر

---

[۱۰۱] مسند الامام الشافعی: ۱۲۳

کر دے۔ اے خدا! تمام عالمی زبانوں میں انگلش میں، ملاوی میں، بنگلہ میں، انگریزی، عربی میں اللہ سارے عالم میں اختر کی آہ کو پھیلا دے اور اپنی محبت کو پھیلانے کے لیے سارے عالم میں اختر کے لیے سفر کا انتظام فرما اور مجھ کو گروہِ عاشقاں، اپنے عاشقوں کی ایک جماعت نصیب فرما جن کے ساتھ اختر سارے عالم میں آپ کے لیے دربدر پھر تا رہے اور آپ ہمارے سفر کو بھی اور ہمارے حضر کو بھی قبول فرمالیجیے۔ اب اس کے بعد میرے الفاظ ختم ہیں، اے خدا لغتِ محدود آپ کی محبت کے بیان سے قاصر ہے اس لیے آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو اور ہمارے گھر والوں کو اور ہمارے احباب کو اور ان کے گھر والوں کو اور سارے عالم کو اپنا دیوانہ بنا دیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، دوشنبہ، بعد مغرب، ملاوی

حیاتِ اولیاء کیا ہے؟

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم

اللہ پر جینا اور اللہ پر مرنا کیا ہے؟ اللہ پر جینے کے معنٰی یہ ہیں کہ جس بات سے اللہ خوش ہوتا ہے اس پر عمل کرو، اپنی خوشیوں کو مت دیکھو، جہاں اللہ کی خوشی ہو اور ہماری بھی خوشی ہو وہ کام کر لو، جیسے دل چاہتا ہے مرنڈا پینے کو، پی لو، اور جب دل چاہے کہ ایئر ہوسٹس کو دیکھو وہاں نظر نیچی کر لو۔ اللہ پر جینے کا مفہوم یہ ہے کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اس پر عمل کرنا اور جس بات سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو تو اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو اپنے اندر نہ لانا اور حرام خوشیوں کو مار دینا یہی اللہ پر مرنا ہے اسی کو حیاتِ اولیاء کہتے ہیں، اللہ کے دوستوں کی زندگی اسی کا نام ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہو وہ عمل کر لو اور جس بات سے مالک ناخوش ہو اس کام کو چھوڑ دو۔ اللہ کی خوشی کے مطابق جینا یہ حیاتِ اولیاء ہے اور اللہ کو ناراض نہ کرنا یہ بھی حیاتِ اولیاء ہے۔ جب مائنس اور پلس دونوں تاروں کی فٹنگ ہوتی ہے تب گھر میں روشنی آتی ہے، ایسے ہی جو اللہ کی مرضی پر چلتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچتا ہے، تو مائنس اور پلس دونوں تار مل کر اس کے دل میں اُجالا کر دیتے ہیں، دنیا میں مائنس اور پلس کی وائرنگ سے گھروں میں روشنی آتی ہے اور اللہ کی شریعت میں جو کام حرام ہے اس سے بچنا یہ مائنس تار ہے اور جس بات سے اللہ خوش ہو یہ پلس تار ہے، تو دونوں تار جب مل جائیں گے تو آپ کے دل میں اُجالا ہو جائے گا۔ بعض لوگ پلس تار بہت لگاتے ہیں، ہر سال حج عمرہ لیکن نہ کالی

کو چھوڑتے ہیں نہ گوری کو، بقول اکبر الٰہ آبادی کے ؎

خلافِ شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اُجالے کو چوکتا بھی نہیں

تھوکنے سے پہلے پوچھتا ہے کہ ادھر قبلہ تو نہیں ہے تاکہ بے ادبی نہ ہو جائے، مگر اندھیرا ہو یا اُجالا گناہ بھی نہیں چھوڑتا۔ دوستو! فرض حج تو ضروری ہے مگر نفلی حج و عمرے میں جو ٹائم لگاتے ہو اس سے بہتر ہے کسی اللہ والے کے پاس کچھ دن رہ لو تاکہ تقویٰ مل جائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں فدا ہونا اور گناہ سے بچنا نصیب ہو جائے اور اللہ کے دوستوں کی زندگی نصیب ہو جائے۔

ایک عالم نفلی حج کو جارہے تھے، ایک اللہ والے نے پوچھا کہ جس کے گھر جارہے ہو، کیا اس گھر والے سے تمہاری جان پہچان بھی ہے؟ بس رونے لگے، عشق کا تیر لگ گیا، پھر کہا کہ اب آپ کعبہ والے اللہ سے جان پہچان کرادیجیے، میں ایک سال تک آپ کی خدمت میں یہیں رہوں گا۔ وہ عالم ایک سال تک اس اللہ والے کے پاس رہے، اللہ اللہ کیا اور اللہ والوں کی غلامی کے صدقے میں اللہ کی پہچان نصیب ہوگئی، تو اس سے پہلے بیس حج و عمرے کیے تھے لیکن اس دفعہ جب حج کرنے گئے تو کعبہ والا بھی مل گیا، خالی گھر نہیں ملا، گھر والا بھی مل گیا۔

حج کردن زیارتِ خانہ بود
حج ربّ البیت مردانہ بود

حج کرنا اللہ کے گھر کی زیارت کرنا ہے مگر اللہ کی زیارت کرنے والے بہت کم مردانِ حق ہیں جو اللہ کے خاص ہوتے ہیں۔ اسی لیے جب ہجرت فرض ہوئی تو سارے صحابہ کو حکم ہوگیا کہ سب کے سب چلے جاؤ، یہاں رہو گے تو گھر ملے گا اور میرے نبی کے ساتھ مدینے پاک میں رہوگے تو گھر والا مل جائے گا یعنی تم کو اللہ مل جائے گا، اس لیے فرض حج تو ضروری ہے لیکن نفل حج میں جتنا وقت لگاتے ہو اتنا ہی ٹائم کسی اللہ والے کے پاس، اپنے شیخ کے پاس رہ لو پھر کعبہ تو مکہ شریف ہی میں ملے گا مگر کعبے والا اللہ تمہیں اپنے ملکوں میں، اپنے شیخ کے پاس مل جائے گا۔ ایک اللہ والا کہہ رہا تھا ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے قوم! نفلی حج کرنے کہاں جارہے ہو؟ ارے معشوق میرے دل میں ہے، میرے پاس آؤ، تم کو اللہ میرے پاس ملے گا۔ دیکھو! ہجرت کا حکم بتارہاہے کہ اگر صحابہ مکہ میں رہیں گے اور میرے نبی کے ساتھ مدینے شریف نہیں جائیں گے تو یہاں تم کو گھر تو ملے گا لیکن گھر والا نہیں ملے گا، گھر والا رسول اللہ سے ملے گا اور ان کے بعد ان کے غلاموں یعنی اولیاء اللہ سے ملے گا۔ بس یہ تھوڑی سی شرح کر دی۔ کیا کہیں میرا دردِ دل مجھے خاموش نہیں رہنے دیتا۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

اور حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری راز داں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم
ان کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اُٹھا کرتے ہیں ہم

کوئی اللہ کا عاشق مل جائے پھر دیکھو اختر کیسا بیان کرتا ہے۔ کچھ دن کسی اللہ والے کے ساتھ یا اللہ والوں کے غلاموں کے ساتھ رہ کر دیکھ لو، ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی کہ بادشاہوں کی سلطنت افضل ہے یا دل کی سلطنت افضل ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مغل خاندان کے سلاطین! جب تم مرو گے تو تمہارا تاج چھین لیا جائے گا، تختِ شاہی چھین لیا جائے گا اور ساری سلطنت ختم ہو جائے گی، اور جب ولی اللہ اس دنیا سے اللہ کے پاس جائے گا تو اللہ کی محبت کی سلطنت لے کے جائے گا۔ ہماری سلطنت زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی ہے اور تمہاری سلطنت زندگی میں ہے، اس کے بعد اگر اللہ تم سے راضی ہے تو کام بنا ورنہ پھر سوچ لو سارے انڈے اور مرنڈے چھین کر ڈنڈے پڑیں گے۔ اگر اللہ کو خوش کر لیا تو تمہاری دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے، دونوں جہاں کے مزے ہیں۔ اور جو مولیٰ کو دل میں پاتا ہے تو اس پر میرا ایک شعر

سن لو جو حاصل ہے سفر ملاوی کا۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

جو جنت پیدا کر سکتا ہے وہ اللہ جس کے دل میں آتا ہے وہ جنت سے بڑھ کر مزے پاتا ہے کیوں کہ جنت اللہ کے برابر نہیں ہو سکتی، مخلوق اللہ کے برابر نہیں ہو سکتی، جو دل میں مولیٰ کو پا گیا وہ جنت سے زیادہ مزے پا گیا کیوں کہ جنت حادِث ہے، پہلے نہیں تھی بعد میں پیدا ہوئی اور مولیٰ ازل سے ابد تک ہے، وہ قدیم ہے، واجب الوجود ہے، خالق ہے، خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتی بعض لوگ خالق اور مخلوق کو، عابد اور معبود کو اور ساجد اور مسجود کو برابر کرنا چاہتے ہیں، اس میں خاص اشارے ہیں سمجھ لو! بس اللہ تعالیٰ پر مرنا سیکھو، واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں بحیثیت مسافر اور مومن ہونے کے کہ جس دن مولیٰ دل میں پاؤ گے بھول جاؤ گے کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

(اصغرؔ گونڈوی)

میری شاعری میرے دردِ دل کی آواز ہے اور میرے اکثر اشعار آدھی رات کے بعد کے ہیں۔ مولانا رفیق ہتھورانی میرے خلیفہ بھی ہیں انہوں نے میرے اشعار کے مجموعہ فیضانِ محبت سے انتخاب کر کے اشعار سنائے ہیں، فیضانِ محبت کی جلد حسین و جمیل ہے، کاغذ اعلیٰ اور قیمتی ہے، کتابت شاندار ہے، علماء کہہ رہے ہیں کہ ایسی کتابت اور ایسے اشعار ہم نے آج تک کسی کے کلام میں نہیں دیکھے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعۂ کلام کو جمالِ ظاہر و باطن عطا فرمائے، آمین۔ مولانا رفیق ہتھورانی کا انتخاب مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے ان کے انتخاب پر ایک شعر ان کو سنایا جو میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

بتاؤ! نظرِ انتخاب میں کہیں پسلی ہوتی ہے؟ مگر اس ظالم شاعر نے یہ محاورہ کہاں استعمال کیا اور کیا عمدہ استعمال کیا۔

پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

پسلی پھڑکنے کے معنیٰ ہیں کہ خود بخود خبر ہو جانا، معلوم ہو جانا۔

ایک شعر کی شرح

اس کے بعد مولانا رفیق ہتھورانی نے حضرت اقدس کا کلام پڑھ کر سنایا۔

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے
نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل
مرے بحرِ غم کا کنارہ نہیں ہے

اس شعر کی شرح ضروری ہے کہ بحرِ غم کے کنارے سے کیا مراد ہے؟ بس ہر سانس یہ غم ہو کہ میرا اللہ کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، اس غم میں گھلنا یہ اللہ کے دوستوں کا غم ہے، ہر وقت یہ غم، یہ فکر رہنا کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے ہمارا پالنے والا ناراض ہو جائے، یہ غم اللہ کے دوستوں کا غم ہے، اس لیے بتا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمارا پیر غم کی وجہ سے کسی ڈپریشن یا ٹینشن میں مبتلا ہے لہٰذا آپ فکر نہ کرو، نو پرابلم (No problem)۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غم مراد ہے کہ اللہ کی ایسی محبت ہو جائے کہ ہر وقت یہی فکر ہو کہ میرا اللہ ایک سانس، ایک لمحہ بھی مجھ سے ناراض نہ ہو۔

آہ! جسے ہر وقت اللہ کو خوش رکھنے کی توفیق ہو تو اللہ بھی ایسے بندے کو ہمیشہ خوش رکھتا ہے اور جس کو اللہ خوش رکھے گا اس کو کہاں سے ڈپریشن آئے گا؟ ارے کسی اللہ والے کے گھر جا کر تو دیکھو، تمہارا ڈپریشن بغیر کیپسول کھائے ہوئے خود غائب ہو جائے گا اور اگر گھر نہ جاسکو تو سمندروں کے کنارے ہم سفر ہو جاؤ، اس کے ساتھ ساتھ رہو ان شاء اللہ سب ڈپریشن اور ٹینشن ختم ہو جائے گا، ادھر تو بغیر انجکشن کنکشن ہے، سمجھ گئے نا! کہیں بعض لوگ مخمصے میں نہ پڑ جائیں کہ اللہ کے راستے میں تو غم زدہ ہونا پڑے گا اور اُس غم کا تو کوئی کنارا بھی نہیں ہے، تو یہ کون سا غم ہے؟ یہاں اللہ کی محبت کا غم مراد ہے۔

یہ امید ہے تیرے لطف و کرم سے
کہ اخترؔ بھی ہو اہلِ جنت میں شامل

تقریر بر موقع ختم قرآنِ پاک

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [۱۰۲]

بچوں کے حافظِ قرآن ہونے کی خوشی میں اس آیت کا انتخاب کر رہا ہوں جس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قیامت تک قرآنِ پاک کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، جس نے قرآن اتارا ہے اسی نے حفاظت کی ذمہ داری بھی لی ہے۔ اگر سارا عالم قرآن کے خلاف ہو جائے سارے قرآنِ پاک کو بین الاقوامی کفریہ طاقتیں سمندر میں ڈال دیں تو ایک حافظِ قرآن بچہ اسے دوبارہ لکھوا دے گا۔

دعا مانگنے کا مسنون طریقہ

اس آیت کی شرح میں ابھی کرتا ہوں مگر پہلے دعا مانگنے کا سنت طریقہ بتاتا ہوں کیوں کہ جب ہم سنت کے مطابق دعا نہیں مانگیں گے تو دعا کیسے قبول ہوگی؟ سنت کے مطابق دعا مانگنے کا طریقہ بہت آسان ہے، نمبر ایک جب دعا مانگنا ہو تو ہاتھ سینے تک ہاتھ اٹھاؤ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلٰى صَدْرِهٖ علماء حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ عربی عبارت یاد کرلیں، دونوں ہاتھوں کو سینے تک اٹھاؤ اور ان کا رخ نَحْوَ السَّمَاءِ آسمان کی طرف ہو، نمازی کا قبلہ تو کعبہ شریف ہے، لیکن علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے لِاَنَّ قِبْلَةَ الدُّعَاءِ السَّمَاءُ آسمان والا ہی تو دے گا، لہٰذا ہتھیلی کا رُخ آسمان کی طرف ہو وَبَيْنَهُمَا فُرْجَةٌ قَلِيْلَةٌ [۱۰۳] اور دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ ہو، ہاتھ بالکل ملے ہوئے نہ ہوں۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دعا کرتے وقت ہاتھوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو جیسے ہاتھوں میں چھوٹا تربوز رکھا ہو، اگر ہاتھوں میں زیادہ فاصلہ ہوگا تو تربوز گر جائے گا یا نہیں؟ تو اتنا فاصلہ اس لیے رکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ ہمارا بندہ ہم سے بڑی چیز مانگ رہا ہے، لیکن بڑی چیز مانگتے وقت ہاتھ اتنا بھی زیادہ نہ پھیلاؤ کہ وہ چیز نیچے ہی گر جائے۔ اس لیے فُرْجَةٌ کے ساتھ قَلِيْلَةٌ کی قید لگادی اور رُخ آسمان

---

[۱۰۲] الحجر: ۹

[۱۰۳] الدر المختار: ۲/۲۱۵، فروع قرأ بالفارسية، باب صفة الصلوٰة، دار عالم الكتب، الرياض

کی طرف ہو، منہ کی طرف بھی نہ کرو، بعض لوگ یوں دعا مانگتے ہیں کہ ہتھیلیوں کا رُخ چہرے کی طرف ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! دعا سے پہلے درود شریف پڑھ لو تاکہ تمہاری دعا آسمان کے اوپر چلی جائے، اگر درود شریف نہیں پڑھو گے تو تمہاری درخواست آسمان کے نیچے رہے گی۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درود شریف دعا کے اوّل میں بھی پڑھو اور آخر میں بھی پڑھو، کیوں کہ فَاِنَّ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ مُجَابٌ قَطْعًا[۱۰۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود قطعی قبول ہے، کیوں کہ رحمت نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور جب اللہ تعالیٰ بھی کسی عمل میں شامل ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنا ہی عمل غیر مقبول کرے گا؟ لہٰذا دعا کے اوّل آخر درود شریف پڑھو۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ درود شریف قطعی قبول ہے، اور اللہ تعالیٰ کریم ہیں، ان کی شان سے بعید ہے کہ دعا کے اوّل اور آخر کو قبول کرلے اور بیچ کی چیز پھینک دے۔ اور جب دعا ختم ہوجائے تو دونوں ہاتھ چہرے پر مل لو، یہ سنت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ گویا دعا قبول ہوگئی اور جو اللہ نے دیا ہم نے سر آنکھوں پر رکھ لیا، یہ ادائے بندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے کہ ہاتھ چہرے پر یوں مل لو کہ گویا اللہ دیکھے کہ میرا بندہ میرے فیصلے پر راضی ہے اور اسے اتنا یقین ہے کہ اس کو سر آنکھوں پر مل رہا ہے، میرے بندے کو دعا کی قبولیت میں ذرا بھی شک نہیں ہے تو جب اس کو اتنا یقین ہے تو دے ہی دو، اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ میرا بندہ ہاتھ اٹھائے ہوئے مانگے ہی جارہا ہے، اس سے بہت زیادہ قرب ملتا ہے۔ تو یہ دعا کے آداب ہوگئے، دعا مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ بتادیا۔ اللہ تعالیٰ میرا اور میرے ساتھیوں کا سفر قبول فرمائے، آمین۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ[۱۰۵]

جو اُس زمانے میں ایک سنت زندہ کردے جبکہ سنتیں ختم ہورہی ہوں تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، سنت کو زندہ کرنا بہت بڑا اجر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارا کہنا اور آپ کا سننا قبول کرلے۔ اللہ تعالیٰ جب زبان قبول کرے گا تو پورا جسم قبول کرلے گا اور جس کے کان قبول کرے گا پورا جسم قبول کرلے گا، چناں چہ حدیث

---

[۱۰۴] ردالمحتار: ۲/۲۳۳، باب صفۃ الصلٰوۃ، دار عالم الکتب، الریاض

[۱۰۵] أخرجه البیهقی فی کتابه الزهد برقم (۲۱۷) / مشکوۃ المصابیح: ۱/۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، المکتبة القدیمیة

شریف میں ہے کہ جو اللہ کی یاد میں روتے ہیں اور ان کے آنسو نکل آتے ہیں تو جہاں جہاں یہ آنسو پہنچیں گے دوزخ کی آگ وہاں نہیں لگے گی، وہاں دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی، لہٰذا جب آنسو نکلیں تو ان کو چہرے پر اچھی طرح مل کر خوب پھیلالو۔ حکیم الامت مجدد الملت فرماتے ہیں کہ آنسو لگنے سے چہرے کا اتنا حصہ تو جنت میں چلا گیا لیکن باقی جسم کا کیا ہو گا؟

اس پر حضرت ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک ہندو راجہ مر گیا۔ اس کا لڑکا اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو مغل بادشاہ گزرے ہیں دہلی گیا اور کہا کہ حضور میرا باپ مر گیا ہے، آپ مجھ کو لکھ دیجیے کہ باپ کی ریاست مجھ کو مل جائے ورنہ دشمن میری ریاست پر قبضہ کر لے گا۔ اس وقت حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے قلعے کے حوض میں غسل کر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ لڑکا کم عمر ہے اور ریاست مانگ رہا ہے، تو فوراً اس کو بازو سے پکڑا اور کہا تجھ کو حوض میں ڈبو دوں؟ تو وہ بجائے رونے کے زور سے ہنسا تو عالمگیر بادشاہ نے کہا کہ بھئی تم تو بے وقوف ہو، اس موقع پر تو تم کو رونا چاہیے، ڈرنا چاہیے کہ ہم کو حوض میں نہ ڈبوئیے، تم رونے کے موقع پر ہنس رہے ہو، تم ریاست کیسے چلا سکتے ہو؟ ریاست کا انتظام تم کو کیسے دے دوں؟ اس نے کہا حضور! پہلے مجھ سے وجہ پوچھیے کہ میں کیوں ہنسا تھا، اس کے بعد اپنا فیصلہ سنائیے۔ تب عالمگیر ذرا چوکنا ہوئے اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ، تم بے موقع کیوں ہنسے؟ اس نے کہا میں اس لیے ہنسا تھا کہ آپ بادشاہ ہیں، بادشاہوں کا بڑا اقبال اور بڑی عزت اور بڑے اختیارات ہوتے ہیں، اگر آپ کسی کی اتنی سی انگلی پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا اور اس وقت تو آپ میرے دونوں بازو پکڑے ہوئے ہیں تو میں کیسے ڈوب سکتا ہوں؟ لہٰذا جب آپ نے مجھے ڈوبنے سے ڈرایا تو مجھے ہنسی آگئی کہ بادشاہ کے ہاتھ مجھے پکڑے ہوئے ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں؟ تو حکیم الامت مجدد الملت نے فرمایا کہ ایک ہندو لڑکا ایک مسلمان بادشاہ سے اتنی امید رکھتا ہے، تو ہم مسلمان ہو کر اپنے اللہ کی رحمت سے جو سارے بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کے صدقے میں سلطنت ملتی ہے، اس سے ہم یہ امید کیوں نہ رکھیں کہ جب وہ اپنی یاد میں نکلنے والے آنسو کی برکت سے رونے والے کا چہرہ جنت میں لے جائے گا تو اس کا پورا جسم بھی جنت میں لے جائے گا۔

آیت اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ..... الخ کی تفسیر

اب جو آیت میں نے تلاوت کی اس کی شرح بیان کرتا ہوں اور جو چار بچے حافظ ہوئے ہیں ان کی فضیلت، استاد کی فضیلت، معاونین کی فضیلت اور ماں باپ کی فضیلت اسی آیت سے ثابت کروں گا

اِنْ شَآءَاللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِ اللّٰہِ وَکَرَمِہٖ وَ بِعَوْنِہٖ وَ فَضْلِہٖ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ حالاں کہ یہاں اِنَّا کافی تھا نَحۡنُ کا اضافہ مزید تاکید کے لیے ہے کہ قرآنِ پاک ہم ہی نے نازل کیا ہے، یہ کسی اور کا کلام نہیں ہے۔ جو عربی گرامر جانتے ہیں ان علماء سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ! اِنَّا کا لفظ کافی تھا یا نہیں؟ دوسرا مبتدا نَحۡنُ کیوں نازل کیا؟ تکرارِ مبتدا سے کلام کو مؤکد بنایا جارہا ہے کہ ہم ہی نے قرآنِ پاک نازل کیا، کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اب ایک اور علمی سوال ہوتا ہے کہ اِنَّا اور نَحۡنُ جمع کے صیغے ہیں اور اللہ واحد ہے، تو اللہ نے واحد ہو کر یہاں جمع کا لفظ کیوں نازل کیا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تَفۡخِیۡمًا لِّشَانِہٖ اللہ کی عظمت بیان کرنے کے لیے جمع کا لفظ نازل ہوا ہے کہ یہ شاہانہ کلام ہے، دنیا میں بھی بادشاہ یہ نہیں کہتے کہ میں نے ایسا کیا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا ہے، ہم یہ حکم نافذ کرتے ہیں، بادشاہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں یہ کرتا ہوں تو جب دنیاوی بادشاہ اپنے کلام میں جمع بول کر اپنی عظمت دِکھاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ اس کا حق رکھتا ہے کہ اپنے کلام کی عظمت اور اپنی شان کی عظمت بیان کرنے کے لیے جمع نازل کرے۔ یہ روح المعانی کی عبارت ہے تَفۡخِیۡمًا لِّشَانِہٖ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمتِ شان اور بڑائی کے لیے جمع نازل فرمایا وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ[۱۰۶] اور قرآن پاک کی حفاظت میرے ذمے ہے، سرکارِ خداوندی خود حفاظت کرے گی اور قرآنِ پاک کو قیامت تک کوئی نہیں مٹا سکتا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے جتنی کتابیں نازل فرمائیں توریت، زبور، انجیل کسی کتاب کے لیے حفظ کا حکم نہیں دیا کہ اس کو زبانی یاد کرلو، لیکن قرآنِ پاک کے لیے حکم ہوا کہ اس کو زبانی یاد کرو۔[۱۰۷] اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَشۡرَافُ اُمَّتِیۡ حَمَلَۃُ الۡقُرۡاٰنِ وَاَصۡحَابُ اللَّیۡلِ[۱۰۸]

کہ میری امت میں بڑے لوگ کون ہیں؟ آج کل تو لوگ اُسے وی آئی پی سمجھتے ہیں جس کے پاس مرسڈیز موٹر

۱۰۶؎ الحجر:۹

۱۰۷؎ روح المعانی:۱۴/۱۶،الحجر(۹)،دار احیاء التراث،بیروت

۱۰۸؎ شعب الایمان للبیہقی:۲۳۳/۴(۲۴۴۷)،فصل فی تنویر موضع القراٰن،مکتبۃ الرشد

ہو، شاندار بنگلہ ہو اور بہت سے رین، ڈالر اور پونڈ ہوں۔ ارے میاں! جو اللہ کو ناراض کرتا ہے، کروڑوں پونڈ رکھتے ہوئے بھی پوں پوں چلّا رہا ہے، کہیں گردہ فیل ہو رہا ہے، کہیں معدے میں کینسر پیدا ہو رہا ہے، کہیں فالج ہو رہا ہے، کہیں بیوی سے لڑائی ہو رہی ہے، کہیں بچوں کی پٹائی ہو رہی ہے، کہیں پارٹنر نے قبضہ کر لیا، دنیا میں ایک مصیبت نہیں ہے۔ یاد رکھو! جس نے اللہ کو چھوڑا اللہ اس پر مصیبتوں کی بارش کر سکتا ہے، لہٰذا اپنے مولیٰ سے رابطہ رکھو اور اللہ کو خوش رکھو، اللہ آپ کو خوش رکھے گا، وہ ارحم الراحمین ہے، جو بندہ مالک کو خوش رکھے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خوشی نہ دے، لہٰذا اللہ کو ناراض کر کے اپنا دل خوش مت کرو۔ جب جہاز پر بیٹھو تو ایئرہوسٹسوں کو مت دیکھو، اپنے دل کو توڑ دو، اللہ کے قانون کو نہ توڑو۔ قرآن پاک میں اللہ کا حکم ہے: **یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** کہ نظر کی حفاظت کرو لہٰذا اللہ کا قانون توڑ کر اپنے دل کو حرام خوشیاں مت دو، دل کو توڑ دو، دل غلام ہے، بندہ **بِجَمِیۡعِ اَعۡضَائِہٖ** غلام ہے، **بِجَمِیۡعِ اَجۡزَائِہٖ** غلام ہے، اس کا دل بھی غلام ہے لہٰذا مالک کے قانون کی عظمت کا احترام کرو، نظریں نیچی کر لو، دل توڑ دو، دل کو غم زدہ کرو، دل پر حسرت کا زخم کھاؤ تب اللہ ملے گا۔ میرے شعر سن لو۔

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

اللہ کی راہ میں غم زدہ دل پر اللہ کا پیار

لیکن اس غم زدہ دل پر اللہ کا پیار ہوتا ہے۔ آپ بتائیے! اگر اماں کہہ دے کہ بیٹا آج کل تم کو پیچش ہے، دست آرہے ہیں، لہٰذا کباب مت کھانا اور وہ دس بھائی ہیں تو جب نو بھائی کباب کھا رہے ہوں اور یہ اماں سے کہے کہ میرے سب بھائی تو کباب کھا رہے ہیں اور مجھے آپ منع کر رہی ہیں اور رونے لگے تو ماں فوراً اس کو گود میں اٹھا لیتی ہے، اس کے آنسوؤں کو اپنے دامن سے صاف کرتی ہے اور کہتی ہے کہ بیٹا گھبراؤ مت! جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو تم کو اتنے کباب کھلاؤں گی کہ تم خوش ہو جاؤ گے، تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو اپنے دل کو غم پہنچا کر مالک کو ناراض نہیں کرتا، حرام خوشیاں دل میں نہیں آنے دیتا، دل پر غم اُٹھا لیتا ہے تو اس کے دل کو

اللہ اس سے زیادہ پیار دیتا ہے جتنا ماں اپنے بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی رحمت کی گود میں اٹھا کر ایسا پیار لیتا ہے کہ اس نظر بچانے والے کا دل ہی جانتا ہے۔ اس پر میرا شعر سن لو۔

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ملّا ہیجڑہ نہیں ہوتا، وہ تم سے زیادہ طاقت رکھتا ہے، مگر وہ تقویٰ سے رہتا ہے، وہ آوٹ آف اسٹاک نہیں ہوتا، نہ ہاف اسٹاک ہوتا ہے، نہ ڈینٹ فار اسٹک ہوتا ہے، اللہ والے بہت زبردست طاقت رکھتے ہیں، اس کے باوجود اللہ کے خوف سے اپنی نظر کو بچاتے ہیں تو اللہ والوں کو یہ چمّا محسوس ہوتا ہے کہ میرا اللہ میرے دل کو پیار کر رہا ہے، اللہ ارحم الراحمین ہے، ظالم نہیں ہے کہ ہم نظر بچا کر غم بھی اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں مزید غم دے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
مرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

جس نے اُن کی راہ میں اپنی خواہش کو برباد کر دیا تو کیا خدا ارحم الراحمین ہو کر اس کو اور برباد کریں گے؟ جو اللہ سارے عالم کو شکر دے رہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنی شکر پیدا ہو گی سب کا خالق اللہ ہے، تو جو بے شمار شکر پیدا کر سکتا ہے وہ خود کتنا میٹھا ہو گا؟ اللہ کا نام لے کر تو دیکھو۔

اب اگر کوئی بے وقوف کہے کہ ہمیں تو مزہ نہیں آتا تو تمہیں زکام نزلہ ہے، بخار ملیریا ہے، تمہیں قے ہو رہی ہے، تمہاری زبان بیمار ہے، تمہیں ایک سو پانچ بخار ہے، جس کو بخار چڑھا ہوتا ہے پھر اس کو بریانی اچھی لگتی ہے؟ تم کو تو گناہوں کا ملیریا چڑھا ہوا ہے، جب گناہوں کے ملیریا سے بچ جاؤ گے، زبان کا ذائقہ صحیح ہو جائے گا پھر ایک اللہ سے سارا عالم آپ کو شربتِ روح افزا نظر آئے گا، ایک دفعہ جب دردِ دل سے اللہ کہو گے تو ان شاء اللہ آپ کو زمین سے آسمان تک شربتِ روح افزا نظر آئے گا، اور شربتِ روح افزا کیا چیز ہے؟ شربتِ روح افزا زیادہ پی لو تو پیشاب زیادہ کرو گے، لیکن اللہ کے نام سے ان شاء اللہ نور پیدا ہو گا، مست رہو گے اور مست کرو گے۔

اللہ کا جو عاشق بنتا ہے وہ اکیلا عاشق نہیں رہتا، اللہ اس کو ولی سازی بھی دیتا ہے، اس کے صدقے میں اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں، جو ان کے پاس بیٹھتے ہیں وہ بھی ولی اللہ بنتے ہیں۔ اللہ کا دیوانہ ایسا نہیں ہوتا جو دیوانہ ساز

نہ ہو، جو اللہ کا پاگل بنتا ہے وہ دوسروں کو بھی پاگل بناتا ہے، لیکن دنیاوی پاگل نہیں جن کی عقل غائب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے عاشقین کی عقل ایسی سلامت رہتی ہے کہ ان کی برکت سے بے وقوف بھی عقل مند ہوجاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآنِ پاک میں نے نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی میرے ذمہ ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ توریت، زبور اور انجیل کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ نہیں لی اُس وقت کے علماء کے ذمہ ڈالی، لیکن نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد نے قلیل مال کے عوض اس کو بیچنا شروع کردیا، لیکن قرآنِ پاک کو کوئی بیچ نہیں سکتا، قرآن پاک قیامت تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے سرکاری بندے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عجیب تفسیر کی کہ اگر ایک بڑا لحیم شحیم شیخ نماز پڑھا رہا ہے اور کہیں غلط پڑھ دیا تو دس سال کا حافظ بچہ اسے لقمہ دے دے گا۔ اختر تفسیر روح المعانی کی عبارت پیش کرتا ہے فَاِنَّ الشَّیۡخَ الۡمُھِیۡبَ لَوۡ غَیَّرَ نُقۡطَۃً فِی الۡقُرۡاٰنِ اگر شیخ مہیب قرآن میں ایک نقطہ بدل دے لَیَرُدُّ عَلَیۡہِ الصِّبۡیَانُ ایک حافظِ قرآن بچہ اس کو رد کردے گا۔ تو سرکاری طور پر اللہ نے اعلان فرمایا کہ قرآنِ پاک کی حفاظت میری سرکاری ذمہ داری ہے۔ جو لوگ مدرسہ کھولتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سرکاری بندے ہیں، سرکار کی ذمہ داری کے لیے منتخب اور قبول ہورہے ہیں، جو ماں باپ اپنے بچوں کو حافظ بنارہے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سرکاری ذمہ داری کے لیے قبول ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ جو یہ فرمارہے ہیں وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم اس کی حفاظت کریں گے، تو اللہ اس کی حفاظت کیسے کریں گے؟ آسمانوں میں لے جاکر محفوظ کریں گے یا فرشتوں میں محفوظ کریں گے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ اَیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ اَوۡلِیَآئِہٖ[۹۰] اپنے عاشقوں کے، اولیاء کے دلوں میں قرآنِ پاک کو محفوظ فرمائیں گے۔ آپ بتائیے! پوری دنیا کے سائنس دان جمع ہوجائیں، ساری دنیا کے ڈاکٹر اکٹھے ہوجائیں اور تمام آلات اور مشینیں لائیں اور اس حافظ قرآن کے دل میں تیس پارے تلاش کریں، دل کو چیر کے دیکھیں، دماغ میں دیکھیں، جگر میں دیکھیں کہ دِکھاؤ قرآن کس عضو میں ہے، کہیں بھی نہیں ملے گا۔ یہ

---

[۹۰] روح المعانی: ۱۴/۱۶، الحجر (۹)، دار احیاء التراث، بیروت

اللہ کی قدرت ہے۔ جو اللہ ایسا کلام نازل کر سکتا ہے وہ اس کی حفاظت پر بھی قادر ہے۔ قرآن سے پتلی کتاب یا اخبار ذرا ہمیں کوئی یاد کر کے سنائے اور کہیں غلطی نہ ہو، یہ قرآنِ پاک ہی کا معجزہ ہے کہ زبر زیر کی غلطی کے بغیر انسان پورے تیس پارے حفظ کر لیتا ہے، اس لیے کوئی کافر قرآن کا حافظ نہیں ہو سکتا۔ تفسیر بتا رہی ہے کہ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِہٖ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے قلب میں قرآنِ پاک کو محفوظ کرتا ہے، اس لیے اللہ کا دشمن کافر کبھی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ ہمیں دکھا دو دنیا میں کوئی ایک کافر بھی قرآنِ پاک کا حافظ ہوا ہو۔

جب دنیاوی حکومتیں اپنے سرکاری راز کو حفاظت سے رکھتی ہیں، تو جہاں دین کے سرکاری مدارس قائم ہوتے ہیں خدائے تعالیٰ اس بستی کی طاعون، کالرا اور دیگر خطرناک بیماریوں سے حفاظت کرتا ہے اور جو قرآنِ پاک پڑھاتا ہے اللہ اس کی روزی میں برکت ڈالتا ہے، اکثر حافظ قرآن کو دیکھتا ہوں کہ عمرہ کرنے جا رہے ہیں، یہ پیسہ کہاں سے آگیا؟ ہمارے یہاں ایک حافظ کو شیطان نے دھوکا دیا۔ ایک آدمی نے اس سے کہا کہ تم قرآنِ پاک پڑھانا چھوڑ دو، تین ہزار پاکستانی روپے مل رہے ہیں، میں تمہیں تین بھینسیں دیتا ہوں، اس کا دودھ بیچو تم کو تین گنا زیادہ روپیہ ملے گا۔ وہ بے چارہ اللہ والوں کا صحبت یافتہ نہیں تھا اس لیے اس کا ایمان کچا تھا، لہٰذا اس کے چکر میں آگیا اور تین بھینسیں لے کر مجھے خوش خبری سنائی کہ اب میں بارہ ہزار کماؤں گا، دو مہینے کے بعد ایک بھینس مر گئی، پھر دو مہینے کے بعد دوسری مر گئی، پھر دو مہینے کے بعد جب تیسری بھینس بھی مر گئی تو روتے ہوئے آئے اور کہا کہ مجھے پھر نوکری دلا دو، میں قرآن پاک پڑھاؤں گا کیوں کہ میں نے دیکھ لیا کہ بھینس کے کام میں سرکار کی طرف سے کچھ ناراضگی معلوم ہوتی ہے۔

دیکھو! بفیلو سے کام نہیں چلتا، امریکا میں ایک جگہ کا نام بھی بفیلو ہے۔ اسی طرح امریکا میں ایک جگہ کا نام ڈیٹورائٹ ہے۔ ڈیٹورائٹ امریکا میں میں نے ایک تقریر کی، ایک شخص اس تقریر کی کیسٹ سن کر مجھ سے ملنے کراچی آیا اور کہا کہ میں چند الفاظ سن کر مست ہو گیا اور آپ کو دیکھنے آیا ہوں، میں نے پوچھا کہ کیا بات پسند آگئی؟ اس نے کہا آپ نے ڈیٹورائٹ میں تقریر کی کہ اے پاکستان اور ہندوستان کے طالبِ علمو! مسلمانو! تم اپنی جوانی میں تعلیم حاصل کرنے ڈیٹورائٹ آئے ہو، لیکن یاد رکھو! اگر اللہ کو بھلا دیا، نماز روزہ نہیں کیا اور دنیا میں پھنس گئے تو تمہاری ڈیٹ رائٹ نہیں ہو سکتی، ڈیٹ رائٹ اس کی ہو گی جو اپنے اللہ پر فدا ہو گا، اپنے پیدا کرنے والے کو خوش کرتا ہے، اگر تم نے اللہ کو راضی نہیں کیا، نماز روزہ نہیں کیا، ہر وقت بس دنیا کے چکر میں لگ گئے تو کیا ہو گا؟ اب سنو وہ جملہ جس کی وجہ سے وہ مجھ کو دیکھنے کے لیے امریکا سے میرے پاس آیا۔

میں نے کہا آپ کی ڈیٹ رائٹ نہیں ہوگی بلکہ آپ پیٹو فائٹ اور لیٹو سائٹ رہو گے، پیٹو فائٹ یعنی منہ تک پیٹ بھر کے پیٹو فائٹ رہو گے، لڑ جھگڑ کے کسی طرح پیٹ بھر لو گے اور سائٹ میں لیٹ جاؤ گے، یہ ہے لیٹو سائٹ۔ بس اس کو اس جملے میں مزہ آگیا۔

واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو جوانی اللہ پر فدا کرے گا اس کی جوانی رشکِ عالم ہوگی۔ آپ بتایئے! جب گوشت منگاتے ہو تو نوکر سے کیا کہتے ہو کہ دیکھو بڈھے بکرے کا گوشت نہ لانا، جوان بکرے کا لانا اور ظالمو! اپنے لیے اللہ سے کہتے ہو کہ جب بڈھے ہو جائیں گے تب آپ کو اپنی زندگی دیں گے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو جوان اپنی جوانی اللہ پر فدا کردے، قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ ملے گا۔[۱۱۰]

یہاں پر ایک عمل بتاتا ہوں کہ اللہ کے لیے کسی سے محبت کرو، خاص کر اپنے شیخ سے جو محبت کرے گا قیامت کے دن اللہ کا اعلان ہوگا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ[۱۱۱] کہاں ہیں وہ بندے جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے تھے؟ نہ ان کا ملک ایک تھا، نہ زبان ایک تھی، نہ قلم ایک تھا، نہ بزنس پارٹنر تھے، مگر پھر بھی اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے تھے، کہاں ہیں وہ؟ جلدی آجائیں میرے عرش کے سائے میں۔

جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا...ایک علمِ عظیم

یہ مضمون تو سارے اہلِ علم جانتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک خاص فضل فرمایا کہ وہ جس کو عرش کے نیچے بلائیں گے اس کا حساب نہیں ہوگا، وہ بے حساب جنت میں جائے گا۔ یہ اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ جب اللہ اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ وہ عرش کے سائے میں آجائیں۔ اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا، اور اللہ سائے میں بلا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا اور جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ بتایئے! کیسی زبردست دلیل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جب سائے میں بلا رہے ہیں تو بلا حساب جنت میں بھیج دیں گے ان شاء اللہ، لہٰذا اللہ کے لیے اپنے شیخ سے محبت کرو، مگر محبت دور دور سے نہیں ہوتی، ساتھ رہنے سے ہوتی ہے۔

---

[۱۱۰] صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، المکتبۃ المظہریۃ

[۱۱۱] مسند الطیالسی: ۹۶/۴، باب ما روی سعید بن یسار، دار ہجر لطباعۃ النشر والتوزیع

حدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ... الخ کی شرح

حدیثِ قدسی میں ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ

میری محبت واجب ہو جاتی ہے ان لوگوں کے لیے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ آگے حدیث میں ہے **وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ** اہل اللہ کے پاس بھی بیٹھو، یہ نہیں کہ بس ٹیلی فون کر دیا کہ آپ کی محبت میں تڑپ رہا ہوں اور کبھی آتے نہیں، **اَلْمُتَجَالِسِیْنَ** بتارہا ہے کہ ان کے پاس بیٹھو کیوں کہ دل کے پیر نہیں ہیں لٰہذا جسم لے کر جاؤ، جب جسم آئے گا تو دل بادشاہ ہے، وہ اس میں بیٹھ کر آئے گا، بغیر جسم کے خالی دل شیخ کے پاس کیسے پہنچ جائے گا؟ دل کے پر تو ہیں نہیں کہ اُڑ کر چلا جائے گا، جب اللہ والوں کے پاس دل لے جاؤ گے تب اُن کے دل سے تم کو فیض ملے گا، اُن کے دل سے تمہارے دل کی پیوند کاری ہو گی اور تمہارا دل بھی اللہ والا بن جائے گا۔

آگے **وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ** بھی ہے، پہلے تحابب پھر تجالس اور پھر تزاور ہے یعنی اللہ والوں کی بار بار زیارت کرو، لیکن وہیں نہ رہ جاؤ کہ بال بچوں کو بھول جاؤ اور کاروبار اور بیوپار سب ختم ہو جائے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ ایک چلّہ لگالو پھر آکے اپنا کاروبار سنبھالو۔

وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ کے بعد **وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ**[۱۱۲] ہے یعنی کبھی کبھی اللہ والوں کی چائے پانی کی دعوت بھی کر دیا کرو۔ **وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ** کی شرح ہے **اَیْ یُنْفِقُ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ** ورنہ پھر وہی عشق ہو گا جو مولانا رومی نے بیان فرمایا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کتے کا عاشق تھا، جب وہ بھوک سے مرنے لگا تو عاشق رونے لگا کہ آہ میرا دس سال کا پلا ہوا کتا مر رہا ہے اور اس عاشق کے سر پر ٹوکرا تھا، اس میں سو روٹیاں رکھی ہوئی تھیں تو کسی نے کہا کہ حضور یہ آپ کے سر پر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ روٹیاں ہیں۔ کہا: اس کتے کو کھلاتے کیوں نہیں جو بھوک سے مر رہا ہے اور تم اس کی یاد میں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ معاف کیجیے گا، رونے میں کچھ نہیں جاتا، آنسو مفت کے ہیں اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئے ہیں۔ تو اللہ والوں سے ایسی محبت نہ کرو، اللہ پر جان بھی دو مال بھی دو۔ میں جب اپنے شیخ کے سر میں تیل لگاتا تھا تو نیت کرتا تھا کہ میرے شیخ کے سر میں تازگی اور قوت آجائے تاکہ جب اللہ کی محبت میں تقریر کریں تو میرا کمیشن لگ جائے، تو جب اللہ والوں کی دعوت کرو تو یہ نیت کرو کہ اس روٹی سے جو خون بنے گا اور خون سے جو طاقت بنے گی، اس

---

[۱۱۲] مؤطا امام مالک: ۲۲، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ / کنز العمال: ۸/۹ (۲۴۶۷۰)، باب من کتاب الصحبة والترغیب فیہا، مؤسسة الرسالة

طاقت سے یہ جگہ جگہ اللہ کی محبت بیان کرے گا اس میں ہمارا حصہ بھی لگ جائے گا۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

تو دوستو! عرض یہ کررہا تھا کہ یہ مدرسے سرکاری فیوضات و تجلیات کا مرکز ہیں، اللہ تعالیٰ کو قرآن پاک قیامت تک ان مدارس کے ذریعے قائم رکھنا ہے، تو جن کو اللہ مدرسہ بنانے کی توفیق دے وہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کی سرکاری ذمہ داری میں قبول ہوا ہے، لہٰذا ان کو معمولی مت سمجھو۔

تہجد کا آسان اور مدلّل طریقہ

جامع صغیر کی روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بڑے لوگ، وی آئی پی لوگ، اہم لوگ کون ہیں؟

اَشْرَافُ اُمَّتِیۡ حَمَلَۃُ الۡقُرۡاٰنِ وَاَصۡحَابُ اللَّیۡلِ[۱۱۳]

یہ ہیں میری اُمت کے بڑے وی آئی پی اور شریف لوگ جو قرآن پاک کے حافظ ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اب اگر کوئی مدرسے والا پوچھے کہ ہم لوگ تہجد کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ ہر ایک کے لیے آدھی رات کو اٹھنا مشکل کام ہے۔ اس مسئلہ کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایسا حل ڈالا کہ مفتی عبدالرحیم لاجپوری جو فتاویٰ رحیمیہ لکھنے والے گجراتی عالم ہیں، گجراتی بھائیوں کو سنارہا ہوں کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں میری تحقیق شایع کردی، وہ تحقیق یہ ہے کہ عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لو، اسی دو رکعات میں صلوٰۃ التوبہ، صلوٰۃ الحاجت، صلوٰۃ التہجد تینوں کی نیت کرلو، تین لڈو دو رکعت میں کھالو، صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے دن بھر کی خطاؤں کی معافی مانگ لو، اس کا نام ہے ون ڈے سروس یعنی روز کے روز صفائی، اور صلوٰۃ الحاجت کی نیت کرلو کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کو مانگتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اپنے پر دادا کی میراث اور دولت آپ کو دے رہا ہوں، ہم غریب و مسکین ہیں نیکیوں کے اعتبار سے، علم کے اعتبار سے، مگر ہمارے باپ دادا بہت دولت مند تھے اس لیے ان کی میراث آپ کو دے رہا ہوں کہ اللہ سے اللہ کو مانگا کرو کہ اگر آپ ہم کو

---

[۱۱۳] شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۳/۴ (۲۴۴۷)، فصل فی تنویر موضع القرآن، مکتبۃ الرشد

مل گئے تو ہم دونوں جہاں پا گئے۔ ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا شعر فرمایا؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اے خدا! میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں۔ تو جو وتر سے پہلے تہجد کی نیت سے دو رکعات پڑھ لے گا قیامت کے دن تہجد گزاروں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ مولوی بغیر حوالہ اور دلیل کے نہیں مانتا، اب دلیل سنیے! علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ پیش کرنے سے پہلے حدیث پیش کرتے ہیں:

وَ مَا کَانَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ فَھُوَ مِنَ اللَّیْلِ

عشاء کے فرض کے بعد جو نفل پڑھے گا وہ اصحابُ اللّیل میں سے ہو جائے گا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی روشنی میں فیصلہ لکھتے ہیں: فَاِنَّ سُنَّۃَ التَّھَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ[۱۱۴] جو وتر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھ لے گا اس کی سنت تہجد ادا ہو جائے گی، تہجد کے لیے سونا بھی ضروری نہیں ہے، دو سے زیادہ چار اور چھ رکعات بھی پڑھ سکتے ہیں، مگر میں کم بتاتا ہوں تاکہ بحر الکاہل یعنی جو کاہلی کے سمندر ہیں وہ بھی محروم نہ رہیں۔ تو اصحابُ اللّیل سب ہو سکتے ہیں، لہٰذا آج سے یہ دو رکعات نفل تہجد کی نیت سے وتر سے پہلے پڑھنا شروع کر دو ان شاء اللہ قیامت کے دن آپ تہجد گزار اٹھائے جائیں گے۔

تہجد کے چار فوائد

اور چار فائدے اور آپ کو نصیب ہوں گے جو قیامُ اللّیل کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں:

عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَّکُمْ
اِلٰی رَبِّکُمْ وَمَکْفَرَۃٌ لِّلسَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ لِّلْاِثْمِ[۱۱۵]

اے میری امت کے لوگو! رات کی نماز لازم کر لو۔ میں آپ کو آسان قیامُ اللّیل دے رہا ہوں، وتر سے پہلے

[۱۱۴] ردالمحتار: ۲/۴۶۷، بابُ الوتر والنوافل، مطلب فی صلٰوۃ اللیل، مطبوعۃ الریاض

[۱۱۵] جامع الترمذی: ۲/۱۹۵، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

دو رکعت پڑھ لیں، آپ قیامُ اللیل والوں میں سے ہوگئے۔ اب تہجد کے چار فائدے سنیے:

۱) تہجد گزار کا شمار صالحین میں ہوجاتا ہے فَاِنَّهٗ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے سب صالحین بندوں نے قیامُ اللیل کیا ہے یعنی تہجد کی نماز پڑھی ہے، لہٰذا قیامُ اللیل کی برکت سے آپ بھی صالحین میں داخل ہوجائیں گے اور جب صالحین میں داخل ہوگئے تو سارے عالم کی دعا آپ کو مفت میں ملے گی، چاہے وہ کعبے شریف کی دعا ہو یا مسجدِ نبوی کی دعا ہو یا پہاڑوں کے دامن میں کوئی ولی اللہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اب اپنی اس بات کی دلیل بھی پیش کرتا ہوں، التحیات کے بعد نمازی اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ پڑھتے ہیں یا نہیں؟ کہ اے اللہ مجھ پر بھی سلامتی نازل فرما اور دنیا میں جتنے صالحین ہیں ان سب کو بھی سلامتی عطا فرما، تو جب آپ صالحین بن گئے تو سارے عالم کے اولیاء اللہ جب نماز میں التحیات پڑھیں گے تو وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ کی دعا میں آپ بھی داخل ہوجائیں گے۔ آپ بیٹھے ہوں گے ملاوی میں اور دعا مل رہی ہے کعبہ شریف کے نمازیوں کی، مدینے شریف کے نمازیوں کی بلکہ سارے عالم کے اولیاء اللہ کی دعا مفت میں ملے گی۔ یہ نعمت جو پیش کررہا ہوں یہ معمولی نعمت نہیں ہے، ملاوی والوں کو ملائی دے رہا ہوں۔

جب میرا یہ مسئلہ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو ان کو اتنا مزہ آیا کہ انہوں نے فوراً سوال قائم کیا اور میرا جواب لکھ کر فتاویٰ رحیمیہ کی تحقیق میں اس کو داخل کردیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، شکر ہے کہ اتنے بڑے عالم اور مفتی نے میری بات پر اعتماد کیا۔ مولانا منصور کو خود حضرت نے بتایا کہ میں نے اختر کا مسئلہ اپنے فتاویٰ کی کتاب میں درج کردیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

سرکاری لوگوں پر انعاماتِ الٰہیہ

پورے عالم میں حفظِ قرآن کے جتنے مدرسے ہیں سب سرکاری ہیں، وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی آیت کی روشنی میں یہ سب حضرات سرکار کے کام میں قبول ہوگئے، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول کرلیا، لہٰذا مدارس کے طلباء اور معاونین و اساتذہ اللہ کی سرکاری فوج ہیں، یہ سرکاری لوگ ہیں اور جہاں سرکار کا اہم کارخانہ اور سائنسی پلانٹ ہوتا ہے سرکار خود اس کی حفاظت کرتی ہے کہ دشمن نہ آنے پائے، تو جہاں حفظِ قرآن کا مدرسہ ہوگا وہاں ہیضہ، کینسر غرض جتنی بلائیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے حفاظت نصیب فرمائیں گے اور قرآنِ پاک پڑھانے والوں کی تنخواہ چاہے تھوڑی ہو لیکن اللہ اتنی برکت دیتا ہے کہ بڑے بڑے مال داروں

سے زیادہ سکون سے روٹی کھاتے ہیں اور چین سے رہتے ہیں اور عمرہ اور حج بھی کرتے ہیں، جب کوئی لڑکا حافظ ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اگر مال دار ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے میرے بچوں کے استاد! جاؤ اس سال حج کر آؤ، یہ لو ٹکٹ کے پیسے، حالاں کہ وہ ان سے مانگتا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خود ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

ایک لطیفہ

مولوی صاحب کی تنخواہ پر ایک قصہ سن لو۔ ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رُلا دے گا میں اس کو بہت بڑا انعام دوں گا، تو جتنے غم زدہ لوگ تھے مثلاً بیوہ، یتیم، غم کے مارے سب آئے اور ہاتھی کے کان میں اپنی اپنی مصیبت بیان کی لیکن ہاتھی نہیں رویا۔ آخر میں ایک مولوی آیا، اس نے ہاتھی کے کان میں اپنی تنخواہ بتادی، ہاتھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

میں ہنساتا ہوں، مگر اللہ کی محبت میں پھنساتا بھی ہوں۔ آپ بتاؤ! اس وقت نیند غائب ہوگئی یا نہیں؟ کسی کو کوئی تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضلِ عظیم ہے کہ میری تقریر میں کبھی کوئی نہیں کہتا کہ صاحب بہت دیر ہوگئی، میرا دل گھبرا رہا ہے، ہر شخص یہی کہتا ہے کہ کچھ دیر اور جاری رکھیے۔

۲) تہجد کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تہجد گزار اللہ کا مقرب ہوجاتا ہے **قُرْبَۃٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ** تم اللہ کے پیارے بن جاؤ گے، مقرب بن جاؤ گے۔

۳) تہجد کا تیسرا فائدہ ہے کہ تہجد سے گناہِ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں **مَکْفَرَۃٌ لِّلسَّیِّاٰتِ** تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، لیکن بڑے گناہ توبہ کرنے ہی سے معاف ہوں گے۔

۴) تہجد کا چوتھا فائدہ ہے کہ تہجد سے گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے **مَنْہَاۃٌ لِّلْاِثْمِ** گناہ چھوڑنے کی ہمت آجائے گی ان شاء اللہ، جو داڑھی نہیں رکھتا اس کو داڑھی رکھنے کی توفیق ہو جائے گی اور جو داڑھی رکھتا ہے مگر ایک مٹھی سے کم رکھتا ہے اس کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق مل جائے گی۔

آپ بتائیے! اگر آپ کا کوئی درخت ہو اور بڑھ نہ رہا ہو تو آپ کو فکر ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بچہ بالغ نہ ہو رہا ہو تو آپ کو فکر ہوتی ہے یا نہیں؟ کہ ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے میرا بچہ پندرہ سال کا ہو گیا ہے اور ابھی تک بالغ نہیں ہوا، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کی شادی کر دوں، نابالغ کی شادی سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اولاد بھی نہیں ہوتی، میں دادا بھی نہیں بن سکتا، تو جب آپ کی داڑھی بالغ نہیں ہو رہی ہے تو فکر کرو، کسی روحانی ڈاکٹر

سے مشورہ کرو کہ داڑھی بڑھ نہیں رہی ہے، ان شاء اللہ وہ ایسا نسخہ بتائے گا کہ داڑھی بڑھ جائے گی۔

تو آج ہی سے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھنا شروع کر دو، اگر چار پڑھ لو تو اور اچھا ہے، چھ پڑھ لو اور اچھا ہے، مگر میں کم بتاتا ہوں تاکہ امت کو گھبراہٹ نہ ہو، اگر کوئی سستی کا سمندر بھی ہو تو وہ بھی پڑھ لے اور قلندر ہو جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قسمت کا سکندر بھی ہو گا۔

ہمارے بزرگوں نے ہم کو سبق دیا ہے کہ جب بچہ قرآن شریف پڑھے تو اس کو کرسی پر بٹھاؤ، کیوں کہ اس کے منہ سے قرآنِ پاک نکل رہا ہے، اس کی عزت کرو، قرآن پاک پڑھنے والا اوپر ہو اور سامعین نیچے ہوں۔ حفظِ قرآن کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا اپنے اپنے مقاصد کو دل میں سوچ لو تاکہ جامع دعا ہو، دیر تک دعا کا موقع نہیں ہے اور میں کمزور بھی ہوں سب اپنے اپنے دل میں نیت کر لو، جس کو جو ضرورت ہو اپنا اپنا غم، اپنی اپنی فکر، اپنا اپنا ٹینشن اینڈ ڈپریشن اور اپنی اپنی حاجتوں کی دل میں نیت کر لو۔

اب دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو بچے یہاں حافظ ہوئے ان کی برکت سے ہم سب کی تمام جائز حاجتیں پوری فرما، ہم سب کو نیک ارادوں میں بامراد فرما اور ہماری سب سے بڑی مراد یہ ہے کہ آپ ہمیں اپنا قرب اور اپنی رضا نصیب فرما کر ہم سب کو اللہ والا اور اپنے گروہِ دوستاں میں داخل فرما دیں اور اپنی ہر قسم کی نافرمانی سے ہماری حفاظت فرمائیں، اے اللہ! ہماری دنیا بھی بنا دیں، آخرت بھی بنا دیں اور سارے عالم کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں، سارے عالم کے مسلمانوں کو دونوں جہان کی عافیتوں سے مالامال فرمادیں اور اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنا دیں اور اختر کو اور جملہ اہلِ ایمان کو عافیت دارین نصیب فرمادیں، چیونٹیوں پر رحم فرمادیں بلوں میں، مچھلیوں پر رحم فرمادیں دریاؤں میں اور جانوروں پر رحم فرمادیں صحراؤں میں اور پرندوں پر رحم فرمادیں فضاؤں میں، اے اللہ! اپنی رحمت کا بحرِ ذخّار اور اپنی رحمت کے آبشارِ غیر محدود کو سارے عالم میں برسا دیں۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۱؍جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۳؍اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز منگل، بعد مغرب، ملاوی جھیل کے کنارے

آج حضرت والا عصر کے بعد مع احباب کے ملاوی جھیل تشریف لے گئے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی جھیل ہے اور مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے۔

مرنے سے پہلے پہلے اللہ پر فدا ہو جایئے

ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ! آپ کا احسان و مہربانی ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے ایک جھیل کے کنارے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی اور گھر سے بے گھر فرمایا، کوئی بزنس کے لیے بے گھر ہے، کوئی کسی کام کے لیے، کوئی کسی کام کے لیے اور کوئی اللہ کے لیے گھر سے بے گھر ہے۔ جو اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے میرے ساتھ سفر کر رہا ہے وہ دنیا تو نہیں پائے گا مگر اللہ مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس کو اللہ نہیں ملا اسے کچھ نہیں ملا، اور یہ حقیقت کب معلوم ہو گی؟ جب قبر میں جنازہ اترے گا تب معلوم ہو گا کہ تمہارا کیا ہے؟ اس لیے جلدی جلدی اللہ پر فدا ہو جاؤ جان سے، مال سے، آبرو سے، اولاد سے، اور اولاد سے کیسے فدا ہو گے؟ اپنی اولاد کو بھی نیک بناؤ، نمازی بناؤ، اللہ والا بناؤ۔ خود نہ بنا سکو تو جو بنانے والے ہیں ان کے پاس لے جاؤ، پیار و محبت سے ان کو گلاب جامن، سموسہ کھلاؤ اور کہو آؤ بیٹا چلو ہم ایک جگہ اللہ کی محبت سیکھنے جا رہے ہیں، اس کا اثر پڑتا ہے۔

اگر انسان کا ایمان صحیح ہو تو اس جھیل اور سمندر کے کنارے محسوس ہو گا کہ ہم ساری دنیا کی سلطنت لیے بیٹھے ہیں، یہ ستارے ہم کو دیکھ کر رشک کر رہے ہوں گے کہ یہ اللہ کے کیسے بندے ہیں جو اللہ کا نام لے رہے ہیں۔

شبِ صحرا

میر صاحب کے افریقہ کے تین سو ساٹھ کلو میٹر جنگل کے سناٹے پر اشعار ہیں، ہم اس جنگل میں رات کے وقت موٹر سے گئے تھے، موٹر کی لائٹ بھی بجھا دی تھی، بالکل اندھیرا اور سناٹا تھا۔ اس پر میر صاحب کے اشعار ہیں جو میر صاحب سنائیں گے۔ حضرت والا کے حکم پر احقر نے یہ اشعار سنائے۔

شبِ صحرا مہیب سناٹا
موت ہو جیسے زندگی پہ محیط

یا صدورِ گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط

یعنی گناہ کرنے کے بعد دل میں اندھیرا پیدا ہو جاتا ہے جیسے کسی کا ابّا مر جائے تو آدمی یتیم ہو گیا، اور جو غیر اللہ کا ہو گیا، جو مولیٰ سے دور ہو گیا وہ اس سے بدتر ہو گیا۔ ابّا مر گئے تو چلو ربّا تو ہے، مگر یہ ظالم تو ربّا سے بھی گیا۔ شاباش میر صاحب۔

پڑگئی طول و عرضِ صحرا پر
ظلمتِ شب کی اک سیاہ رِدا
پتے پتے پہ مہرِ خاموشی
کنجِ عزلت میں سوگئی ہے ہوا

گوشِ گل میں زبانِ بلبل سے
نہیں آتی نوائے سرگوشی
آب گہوارۂ سکوت ہے آج
موجِ دریا ہے غرقِ بے ہوشی

وسعتِ ارض پر اندھیروں کو
تکتے ہیں آسمان کے تارے
ظلمتوں میں ہدایتوں کے چراغ
کفر کے گھر میں نور کے پارے

مشترک مجھ میں اور تجھ میں ہے
ایک ہی وصف اے شبِ صحرا
تو بھی تنہا سکوتِ صحرا میں
بزمِ دنیا میں میں بھی ہوں تنہا

تجھ کو لیکن بھلا نصیب کہاں
جو ہے میرا رفیقِ تنہائی
جو ہے خود ایک انجمن تنہا
جس کی تنہائی عالم آرائی

وہ سلامت رہے ہزار برس
جس کا اک اک نفس ہزار حیات
جس کی اک اک ادا حیات فروز
بن گئی وصل جس سے ہجر کی رات

جس سے ملتی ہے قلبِ مردہ کو
اک نئی جان یعنی جانِ حیات
قُرب جس کا ہے رشکِ خُلدِ بریں
شاہدِ عدل جس پہ ہیں آیات

وہ جو آتا ہے میہماں بن کر
جب کبھی دل اداس رہتا ہے
جو نگاہوں سے دور ہو کر بھی
ہر گھڑی دل کے پاس رہتا ہے

ایسا محبوب کوئی دکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

فنائیتِ حسن پر حضرتِ والا کے اشعار اور ان کی تشریح

میر صاحب! اب میرے وہ اشعار سنا دو جن کا مفہوم ہے کہ اپنی جوانی پر ناز مت کرو، ایک دن بڈھے ہو جاؤ گے اور جس پر مر رہے ہو وہ بھی بڈھی ہو جائے گی اور اس کا لقب نانی ہو جائے گا۔

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

اس کی شرح ایک ہی جملہ میں سن لو، جو لونڈا تھا وہ نانا ابّا بن گیا اور لونڈیا نانی اماں بن گئی، اب کس پر مروگے؟ اللہ پر مرنا سیکھ لو تو سمجھ لو دونوں جہاں پاگئے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اور دوسرا شعر ہے ؎

مل گئے خاکِ قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا

دیکھو! اگر قبر میں لیڈی ڈیانا کے اعضا تلاش کروگے تو کچھ نہیں پاؤگے، لیلاؤں کی قبریں جا کر دیکھو، ان کے گال ملیں گے نہ بال ملیں گے، جو اللہ کو چھوڑ کر ان مرنے والوں پر مرتا ہے وہ انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہے، وہ مولیٰ کو چھوڑ کر مرنے والوں پر مرتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جب زندگی ہی میں دانت ٹوٹ جاتے ہیں، گال پچک جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں، سولہ سال کی لڑکی اسّی سال کی بڑھیا ہو کر لکڑی لے کر گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر آتی ہے، تو جب زندگی ہی میں یہ حال ہے تو مرنے کے بعد قبر میں کیا کچھ ہوگا ؎

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی

ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں
جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

دیکھو یہاں جنگل میں اس وقت کوئی بلڈنگ ہے؟ مگر مولیٰ مل رہا ہے یا نہیں؟ دل کو غیر اللہ سے پاک کرو پھر اللہ ہی اللہ رہے گا تب دل کو چین ملے گا، سمجھ گئے! بس پڑھو میر صاحب ؎

مل گئے خاکِ قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا

میر اب دل کو کس سے بہلائے
اُڑ گیا رنگ حسنِ فانی کا

واہ واہ! یہ شعر بہت خوبصورت ہے، میر اب دل کو کس سے بہلائے۔

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

یعنی حسینوں سے نظر بچاؤ اور دل پر زخم کھاؤ تب اللہ ملتا ہے۔ جب لیلیٰ سے دل کو بچایا تو مولیٰ کو پایا، دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔ اپنی بیوی تو حلال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے غیر عورت کو دیکھنے سے مولیٰ کیسے ملے گا؟ چلو آگے پڑھو۔

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

یہ دوست جو میں نے استعمال کیا ہے یہ **تَاکِیْدُ الذَّمِّ بِمَا یَشْبَہُ الْمَدْحَ** ہے، یہ گویا میں نے طمانچہ لگایا ہے۔

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
ترک کرتا ہے کارِ شیطانی

اللہ کے فضل اور مہربانی کی علامت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا، اپنا دل توڑ دیتا ہے اللہ کا قانون نہیں توڑتا اور اس ٹوٹے ہوئے دل میں اللہ رہتا ہے، اس کا گھر ٹوٹا ہوا دل ہے اور اللہ کو ٹوٹا ہوا دل پسند ہے، ہم لوگ تو ثابت گھر کو پسند کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے ٹوٹے ہوئے دل کو پسند کرتا ہے، جو اپنی بُری خواہشات کو توڑ دے اس ہی کو اللہ ملتا ہے۔ اور ایک دن تو حسینوں سے خود ہی بھاگو گے جب اس کا بڑھاپا آجائے گا اور شکل بگڑ جائے گی، جو شکل بگڑنے کے بعد بھاگتا ہے وہ باگڑ بلا ہوتا ہے، عارف باللہ وہ ہے جو جوانی میں اللہ کے نام پر قربان رہے اور کسی کو نہ دیکھے۔ اس پر ایک شعر ہے۔

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

اِدھر جغرافیہ بدلا یعنی جب چہرے کا ڈیزائن بدل گیا تو جتنے رام نرائن تھے سب ریزائن دے کر بھاگے۔ چند دن کے بعد ان حسینوں سے خود بھاگو گے، کیوں کہ چند دن کے بعد شکل بگڑ جاتی ہے، بڑھاپا آجاتا ہے۔

اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

جتنے حسین دوست تھے ان کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انہوں نے لا الٰہ پہلے رکھا کہ پہلے لیلاؤں سے بھاگو تب مولیٰ کو پاؤ گے، اور لیلاؤں کے پاس گراؤنڈ فلور میں تین ملک ہیں، ہگستان اینڈ پادستان اینڈ موتستان۔ اس لیے فرسٹ فلور کو اللہ نے دیکھنے سے منع کر دیا کہ چہرہ اور آنکھیں مت دیکھو، گال اور بال مت دیکھو ورنہ شیطان تم کو چہرے سے، گالوں سے اور کالے بالوں سے پُل (Pull) کرے گا اور جب پُش (Push) کرے گا تو اپنے کو گراؤنڈ فلور میں پاؤ گے، کوئی پاخانے کے مقام میں گھسا نظر آئے گا، کوئی پیشاب کے مقام میں، تو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے بندوں کی آبرو ذلیل ہو اسی لیے اللہ نے زِنا حرام کر دیا۔

کافر عورت سے بھی زنا کے حرام ہونے کی وجہ

ایک کافر عیسائی نے مجھ سے پوچھا کہ اسلام میں زِنا کیوں حرام ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرے بندے حرامی پیدا ہوں۔ زِنا سے جو اولاد ہوتی ہے حرامی ہوتی ہے یا نہیں؟ اسی لیے اگر کسی انگریز سے پوچھو کہ تیرے باپ کا نام کیا ہے؟ تو بہت زور سے ڈانٹتا ہے، غصہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ دیکھتا ہے کہ میری ماں تو دولتِ مشترکہ تھی، لمیٹڈ فرم تھی، اسے خود یقین نہیں کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم مسلمان ہیں اس لیے اس کا شکر ادا کرو۔

میں نے برطانیہ میں انگریزوں کے ہاتھ میں دستانہ دیکھا، جب ان کے کتے نے پاخانہ کیا تو وہ اس کا پاخانہ اپنے دستانے والے ہاتھ میں لے رہے تھے۔ دھت تیری بھنگیوں کی! تم نے اللہ کو چھوڑا تو اللہ نے تمہیں کتوں کا جمعدار اور بھنگی بنا دیا۔ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، تو میں نے کہا کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو مسلمان بنایا۔

مجھے سمندروں کا نظارہ بہت پسند ہے، مجھے بچپن ہی سے جنگلوں اور دریاؤں کے کنارے پسند تھے۔ آہ! ؎

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تو بتادے مجھ کو اے ربِّ جہاں

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

یہ میرا شعر ہے۔غارِ حرا کی تنہائیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سورج نکلا، آپ کو نبوت تو وہیں ملی ہے۔ آپ لوگ تو یہاں تھوڑی دیر کے لیے آئے ہو، آج سے تیس سال پہلے میں نے آٹھ دن کراچی سے پچاس کلو میٹر دور دریا کے کنارے اس حال میں گزارے کہ کوئی عمارت نہیں تھی، یہاں تو ماشاء اللہ شاندار بنگلہ بنا ہوا ہے، ہم تو دریا کی ریت پر تھے، آٹھ دس آدمی ساتھ تھے اور خوراک اور غذا کیا تھی، مچھلی کا شکار۔ کڑاہی، تیل اور نمک مرچ ساتھ تھا، میرے دوستوں نے مچھلی شکار کی اور تلی اور ایک میل دور ایک ہوٹل تھا وہاں سے روٹی لے آتے تھے، اسی سے گزارہ ہوتا تھا دوپہر کو ذرا دھوپ تیز ہوتی تھی تو وہاں کارپوریشن کا ایک اتنا بڑا پائپ پڑا ہوا تھا کہ اس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکتا تھا اس میں ہم لوگ چھپ جاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر قسم کے دن دیکھے ہیں۔

ایک اور بہت بڑی بات یاد آگئی۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ ندی میں تیرنے کے امام تھے، کھڑے کھڑے، لیٹے لیٹے، بیٹھے بیٹھے تیرتے تھے، انہیں چار پانچ قسم کا تیرنا آتا تھا۔ تو ایک مرتبہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کیا اور جب گہرے پانی میں چلے گئے، تو لنگی اتار کر میری طرف پھینک دی اور اسی دریا کا تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر دیر تک دعا مانگی۔ بعد میں مجھ کو بتایا کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس کے پیٹ میں حرام غذا ہو گی اور جس کے جسم پر حرام لباس ہو گا وہ کتنا ہی روئے اس کی دعا قبول نہیں ہو گی، تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے قلب میں اللہ نے ایک طریقہ بتایا کہ تم دریا میں ذرا گہرے پانی میں چلے جاؤ، وہاں نہا دھو لو، وضو کر لو اور تھوڑا سا پانی پی لو اور کپڑے کسی کو دے دو اور اس طرح دعا مانگو کہ جسم پر پانی کا کپڑا ہو اور پیٹ میں پاک پانی ہو، اب حرام کا کوئی شک ہو سکتا ہے؟ جسم پر پانی کا لباس اور پیٹ میں پانی کی غذا، اب جو دعا مانگے گا قبول ہو جائے گی۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد آج سمندر کے کنارے میرے اللہ نے ابھی ابھی مجھے یاد دلایا۔

آج موقع ہے اس پانی میں نہا کے وضو کر کے دعا مانگ لو اور میرے لیے بھی دعا مانگو، کیوں کہ اب مجھے ٹھنڈے پانی میں نہا کر بخار اور نزلہ ہو جاتا ہے، میں اس طرح دعا مانگ چکا ہوں، الحمد للہ ہم آٹھ دن دریا ہی کے کنارے ریت پر تھے، وہاں کوئی گدّا بھی نہیں تھا، بس ریت پر چادر بچھائی اور رات کو اسی ریت پر

سو گئے، بہت عمدہ نیند آتی تھی، ریت پر گدّے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود گدّا ہے، بس چادر بچھاؤ گدّا موجود۔ تو ہم آٹھ دس آدمی تھے ان میں میر صاحب بھی تھے، میر صاحب! کیسا مزہ آتا تھا (احقر نے عرض کیا: جی، عجیب وغریب مزہ تھا، ویسا مزہ کبھی نہیں آیا۔) آہ! اللہ کا شکر ہے، موسم ایسا معتدل تھا کہ نہ سردی تھی نہ گرمی، درمیانہ موسم تھا۔

تو آج اللہ نے مجھے اتنی بڑی بات یاد دلادی کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی ایسے بھی دعا مانگ لو تو قبولیت میں شک نہیں، ان شاء اللہ جو مانگو گے سب قبول ہو گا، دریا کا لباس جسم پر اور دریا کا پانی پیٹ میں، مگر پہلے وضو کر لو یا نہالو، اب درود شریف پڑھ کے دیر تک دعا مانگو، آخر میں پھر درود شریف پڑھ لو۔ تو اس دریا کے کنارے میرا بیان چھ بجے سے ایک بجے تک سات گھنٹے ہوا تھا اور کوئی تھکا بھی نہیں اور میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کسی کو کچھ چائے وغیرہ یاد آئی؟ انہوں نے کہا کہ آج تو ناشتہ یاد ہی نہیں آیا، میں نے کہا: اللہ کے نام کو کیا سمجھتے ہو؟ مالک کے نام میں سب کچھ موجود ہے، سب دوستو کو ایسا مزہ آیا کہ ناشتہ بھی بھول گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص اوقاتِ قرب کا ایک واقعہ

اب ایک واقعہ سنو کہ اللہ کتنے پیارے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک رکعت میں پانچ پانچ پارے پڑھتے تھے اور آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے، پنڈلی مبارک سوج جاتی تھی، لیکن آپ کی روحِ مبارک جس پر قرآن پاک نازل ہوتا تھا اس کو تلاوت میں کتنا مزہ آتا تھا اس کو سوچو، اُس وقت آپ کی روحِ مبارک عرشِ اعظم پر پہنچ جاتی تھی۔

یہ روایت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اور بالکل صحیح ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھ کر فارغ ہوئے اور آپ کی روحِ مبارک عرشِ اعظم پر تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مبارکہ، ہماری ماں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: مَنْ اَنْتِ؟ تم کون ہو؟ عرض کیا: اَنَا عَائِشَۃُ میں عائشہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عَائِشَۃُ؟ یعنی آپ نے حضرت عائشہ کو نہیں پہچانا یہ ہے اللہ کے پیارے ہونے کی دلیل کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی یاد میں اتنا مزہ آیا کہ اس وقت اپنی بیوی کو بھی نہیں پہچانا، تو حضرت عائشہ نے عرض کیا بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ کہ میں ابو بکر صدیق کی بیٹی ہوں، فرمایا

کہ مَنْ اَبُوْبَکْرٍ لَا اَعْرِفُہٗ کون ابو بکر؟ میں تو نہیں جانتا کہ ابو بکر کون ہے۔ اللہ اکبر! ساری زندگی کا ساتھی بھی یاد نہیں آیا۔ جگر کے استاد نے کیا عمدہ شعر کہا ہے ؎

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

(اصغرؔ)

پھر حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ ابو قحافہ کے بیٹے یعنی دادا کا نام لیا تو دادا کو بھی نہیں پہچانا، فرمایا: مَنْ اَبُوْقُحَافَۃَ لَا اَعْرِفُہٗ میں نہیں جانتا ابو قحافہ کون ہے؟ مگر بعد میں جب آپ کی روحِ مبارک عرشِ اعظم سے نزول کرکے فجر کی نماز کی امامت کے لیے زمین پر آئی، اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ مسجدِ نبوی کے رن وے پر آپ کی روحِ مبارک کے جہاز کو اُتارا، تو حضرت عائشہ صدیقہ نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آج کیا ہو گیا تھا؟ یہ کیا معاملہ تھا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری روح اور میں قرب کے اس اعلیٰ مقام پر تھے کہ جبرئیل علیہ السلام بھی وہاں نہیں جاسکتے تھے تو کیسے جاسکتی تھی؟ اسی لیے آپ تہجد کے بعد نمازِ فجر سے پہلے حضرت عائشہ سے تھوڑی سی گفتگو بھی فرماتے تھے کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ[۱۱۶] یعنی اے حمیرا! مجھ سے باتیں کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو بعض اوقات پیار سے حمیرا کہتے تھے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس گفتگو کو عام میاں بیوی والی گفتگو مت سمجھو، آپ اپنے جہاز کو مدینے پاک کے رن وے پر اور مسجدِ نبوی میں فجر کی امامت کے لیے عرشِ اعظم سے آہستہ آہستہ اُتارتے تھے، جب جہاز اُترتا ہے تو آہستہ آہستہ اُترتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عاشقانہ عبادت

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات تھے۔ اب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک غلام یعنی اپنے پیر کی بات بتاتا ہوں۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ رات کو تین بجے تہجد کے لیے اُٹھتے تھے اور سجدے میں بہت روتے تھے اور ماشاء اللہ کئی پارے پڑھتے تھے، پانچ پارے تو ہمیشہ پڑھتے تھے، کبھی کبھی دس پارے بھی پڑھ لیتے تھے، مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزل، قصیدہ بردہ مکمل، بارہ تسبیح مکمل اور اتنی عبادت کے بعد پھر اشراق بھی۔

---

[۱۱۶] مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۷/۳ (۱۱۹۰)، باب صلوٰۃ اللیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کہ اپنا نام بھی بھول گئے

ایک مرتبہ اشراق کے بعد حضرت کے پاس ایک شخص آیا کہ حضرت اس کاغذ پر دستخط کر دیں، کوئی ضروری سرکاری کاغذ تھا، اب حضرت آنکھ بند کر کے اپنا نام یاد کر رہے ہیں، نام ہی یاد نہیں آرہا، پھر حضرت نے خود اس آدمی سے پوچھا کہ بھئی میرا نام تو بتاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ کا نام عبد الغنی ہے، حضرت نے دستخط کر دیے، لیکن وہ آدمی مارے ڈر کے وہاں سے بھاگ گیا۔ جب میں اعظم گڑھ گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت پر ایسے حالات بھی گزرے ہیں کہ اپنا نام بھی یاد نہیں آیا، تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کو سارا عالم نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر کیا جانے؟ شکر مخلوق ہے، فانی ہے اور حادِث ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت غیر فانی ہے، قدیم ہے اور وہ خالق ہے شکر کا۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

با لبِ یارم شکر را چہ خبر
وز رُخش شمس و قمر را چہ خبر

یہ ظالم شکر کیا جانے؟ اللہ کے نام کی مٹھاس کو اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے سامنے شمس و قمر کیا بیچتے ہیں؟ اس لیے دوستو! کہتا ہوں کہ اپنی شخصیت کو وی آئی پی مت سمجھو، اس کی قیمت مکانوں سے مت لگاؤ، لباس سے مت لگاؤ، سموسہ پاپڑ بریانی سے اپنی قیمت مت لگاؤ، یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کتنا راضی ہے، بندے کی قیمت اللہ کی رضا کے ساتھ ہوتی ہے، دماغ سے اپنی اکٹر فوں نکال دو کہ میں وی آئی پی ہوں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یعنی معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ہماری کیا قیمت لگے گی، مگر شیطان ایسا بے وقوف اور الّو بناتا ہے کہ جہاں ذرا بادشاہت کا تاج بندے کے سر پر آیا وہ رعب میں آیا کہ اب ہمارے برابر کوئی نہیں، جب قبر میں جنازہ اُترے گا تب معلوم ہو گا کہ تمہاری کیا قیمت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مغل بادشاہو! تم جب مرو گے تو تمہارے تخت و تاج چھین لیے جائیں گے اور ولی اللہ جب مرے گا تو اللہ کی محبت کو ساتھ لے کر جائے گا۔ تب تمہیں پتا چلے گا کہ ؎

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

آج مجھ سے بڑا کوئی دولت مند ہے تو آئے سامنے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی دولت کمالو تب قیامت کے دن تمہاری قیمت لگے گی ان شاء اللہ تعالیٰ اور اللہ کی رضا تمہارے ساتھ ہو گی۔

دیکھو! پانچ پانچ روپے کی تین شیشیاں ہیں، ایک شیشی میں پیشاب ہے، ایک شیشی میں عرقِ گلاب ہے، ایک شیشی میں پچاس ہزار روپے تولے والا عود کا عطر ہے، تو شیشی کی قیمت مت دیکھو کہ شیشی کا لباس کیا ہے اور شیشی کے اوپر کیا ہے، یہ دیکھو کہ شیشی کے اندر کیا ہے۔ جس کے دل میں مولیٰ ہے اس کی قیمت بہت بڑی ہوتی ہے۔

ایک مراقبہ

تو ایک سیکنڈ کا مراقبہ کرلو کہ ایک دن آنکھ ہوگی دیکھ نہیں سکوگے، کان ہوں گے سن نہیں سکوگے، زبان ہوگی کباب وبریانی نہیں کھا سکوگے، آنکھ ہوگی لیکن اپنا بینک بیلنس نہیں دیکھ سکوگے، ہاتھ ہوں گے نوٹ کی گڈیاں نہیں گن سکوگے، پیر ہوں گے چل نہ سکوگے۔ تو وہ زمانہ یاد کرو کہ اللہ کے پاس جانا ہے تو کیا لے کر جانا ہے؟ اگر اللہ کی محبت سیکھ لو تو اللہ کے پاس اللہ کی محبت کی دولت لے کر غزل خواں وشاداں وفرحاں جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا واقعہ

دیکھو! اگر یہاں کوئی دنیادار بادشاہ یا مال دار آدمی آجائے تو کہے گا کہ یہ مولوی لوگ، داڑھی والے یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ یہاں نہ سموسہ نظر آتا ہے، نہ پاپڑ نظر آتا ہے، نہ کوئی کرنسی ہے، نہ بیوپار ہے، بیوپار تو نہیں ہے مگر یار تو ہے، یہاں کاروبار نہیں ہے اور کار بھی نہیں ہے مگر دیکھو کہ سلطان ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ جو بلخ کے بادشاہ تھے، آج کل بلخ افغانستان میں ہے، تو سلطان ابراہیم ابنِ ادہم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آدھی رات کو سلطنت چھوڑ کر دریا کے کنارے دس سال تک عبادت کی۔ ایک دن ان کا ایک وزیر آیا، اس نے دل میں کہا کہ کیا بے وقوف ملّا ہے، سلطنتِ بلخ چھوڑ کر ریت پر بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے۔ حضرت کو کشف ہوگیا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سوئی دریا میں پھینکی اور فرمایا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ، اب مولانا رومی فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں ماہیے اللّٰہئے
سوزنِ زر بر لبِ ہر ماہیئے

ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئیاں منہ میں لے کر آگئیں، آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ میری لوہے والی سوئی لاؤ کیوں کہ سونے کی سوئی کا استعمال اس امت کے لیے جائز نہیں ہے، تو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور ان کی لوہے والی سوئی لادی۔ بس وزیر رونے لگا کہ آہ! مچھلیاں تو اس اللہ والے کو پہچانتی ہیں اور ہم جیسے گدھے اور بے وقوف، انٹر نیشنل ڈونکی اینڈ منکی انسان ہو کر اس ولی اللہ کی قیمت کو نہیں پہچانتے، تو وزیر نے پیر پکڑ کر رونا شروع کیا کہ میری گستاخی معاف کر دیجیے، میں نے آپ کو معمولی سمجھا تھا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے۔

بعد مدت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھا تھا جسے لعلِ بدخشاں نکلا

جس کو ہم نے مٹی سمجھا تھا اس کے اندر لعلِ بدخشاں چھپا ہوا ہے۔

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے، سانپ مچھلی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ ہر وقت پانی میں نہیں رہ سکتا، تھوڑی دیر کے بعد بل میں گھس جائے گا، تماشادِ کھانے کے لیے تھوڑی دیر مچھلی بن کر دِکھائے گا کہ شاید مجھے کچھ لوگ نذرانہ پیسہ دیں لیکن چوں کہ وہ پانی کی مخلوق نہیں ہے، لہٰذا تھوڑی دیر کے بعد وہ بل میں گھس جائے گا۔ ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں ہی کا کام ہے اور ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا اور گناہ سے بچنا یہ اللہ والوں ہی کا حصہ ہے۔ جعلی پیر کچھ دیر اللہ والے بنے رہتے ہیں، لیکن کچھ دیر بعد اپنی خلوتوں میں شیطان بن جاتے ہیں۔

تو وہ وزیر حضرت سلطان ابراہیم ابنِ ادہم کے پاس چھ مہینے رہا، اس نے کہا کہ بس ہمیں بھی اللہ والا بنا دو، نہیں تو ہم واپس نہیں جائیں گے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ چھ مہینے کے بعد وہ بھی ولی اللہ بن گیا اور صاحبِ نسبت ہو کر واپس ہوا۔

بس میری اس گفتگو کی دلیل ایک ہی ہے کہ بڑے سے بڑا شخص چاہے بادشاہ ہی کیوں نہ ہو بتاؤ، جب اس کا جنازہ جائے گا تو وہ کیا لے کر جائے گا؟ ارے اللہ والے بن جاؤ، تب تمہیں قدر معلوم ہوگی۔ کراچی میں کلفٹن میں ایک صاحب کے چھ بنگلے تھے، جب اس کو کہا جاتا کہ نماز پڑھ، روزہ رکھ، تو کہتا تھا کہ ہمیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، ہماری تو سات پشت کے لیے کھانے کو موجود ہے، بینک میں چھ بنگلوں کا کرایہ آتا ہے، ہماری اولاد بیٹھ کر کھائے گی، اسے کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل میں اللہ پناہ میں رکھے! جب عقل پر عذاب آجاتا ہے، جب عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں پھر اللہ کی بات اچھی نہیں لگتی، اس خبیث پر

بھی اللہ کا عذاب آیا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد بھی میری سات پشت بیٹھ کر بریانی کباب کھائے گی۔ اب سنو کیا عذاب آیا۔ اس کے پیٹ میں السر ہوا پھر کینسر ہوا اور حلق میں بھی کینسر ہو گیا، اب کچھ بھی نہیں کھا سکتا تھا، پیٹ پھاڑ کر ربڑ کی ایک نلکی لگائی گئی اور اس کو دو تولے جَو کا پانی پینے کی اجازت ملی، اب نہ کباب ہے نہ بریانی، آخر کار سوکھ سوکھ کر مر گیا۔

تو دوستو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی محبت سیکھو، اللہ والے بن جاؤ، تم سے بڑا کوئی مال دار نہیں ہو گا۔ دیکھو صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے جب ہجرت کا حکم دیا تو کسی صحابی نے نہیں کہا کہ میرا جما جمایا کاروبار ہے، جمی جمائی دوکان ہے، اے اللہ! ہمارے اوپر یہ ظلم نہ کر، ہم لوگ یہیں رہیں گے، کسی نے یہ بات کہی؟ سب نے جمی جمائی دوکانیں اور کاروبار چھوڑ دیا اور مدینہ شریف چلے گئے۔ صحابہ کا ایمان دیکھا! لیکن سنو دوکان تو چھوڑ دی، رزق کے وسائل و اسباب تو چھوڑ دیے، مگر رزّاق اور رزق دینے والے کو اپنے ساتھ مدینہ پاک لے گئے اور پھر دیکھ لو کہ کیسے رہے؟ اللہ نے ایسی عزت دی کہ سارے عالم میں اسلام وہیں سے پھیلا۔

۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء بروز منگل، بعد عشاء، ملاوی جھیل کے کنارے

حدیثِ احسان اور اس کی شرح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کرام حاضر تھے کہ اچانک ایک صاحب جن کی نہایت کالی داڑھی تھی بہت عمدہ سفید لباس میں آئے۔ انہیں دیکھ کر ہم سوچنے لگے کہ یہ مدینہ کا آدمی ہوتا تو ہم پہچان جاتے، کیوں کہ اس زمانے میں مدینے کی آبادی بہت تھوڑی تھی اور اگر یہ باہر سے آتا تو اس کے کپڑے پر گرد و غبار ہوتا کیوں کہ اس وقت سڑکیں پکی نہیں ہوتی تھی، جو مسافر ہوتا تھا گرد و غبار سے اٹا ہوتا تھا، تو ہم سوچ رہے تھے کہ یا اللہ! یہ نیا آدمی کون ہے؟ اتنے میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ۔ پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احسان وہ نعمت ہے کہ ہر وقت یہ خیال ہو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے، ایسے عبادت کرو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

تو میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک واسطے سے بخاری شریف میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، فرمایا کہ اس کی شرح یہ ہے کہ احسان جب نصیب ہوتا ہے کہ دل میں ہر وقت

یہ خیال رہے کہ مجھے میرا اللہ دیکھ رہا ہے تو اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے، اس کا اسلام بھی خوبصورت ہو جاتا ہے اور وہ نماز بھی اچھی پڑھتا ہے۔ آپ بتائیے! نماز کس کی پیاری ہو گی؟ جس کو یہ خیال ہو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، جو مزدور دیکھتا ہے کہ میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ اچھی طرح مزدوری کرتا ہے اور جب مالک چلا جاتا ہے تو سگریٹ پیتا ہے، ٹھیک سے کام بھی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہر وقت دیکھتے ہیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو ان کا سجدہ کیسا ہوتا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے دو سو سلطنت سے زیادہ لطف آتا ہے ؎

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
خوشتر آید از دو صد دولت ترا

اللہ کے سامنے ایک سجدہ کا مزہ دو سو سلطنت سے افضل ہے۔ اللہ اللہ ہے، وہ بہت بڑا مالک ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب اللہ والوں کی صحبت سے احسانی کیفیت عطا ہو جائے گی تو ہر وقت محسوس ہو گا کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے پھر اس کا سجدہ، اس کی نماز، اس کا روزہ، اس کی زکوٰۃ، اس کا حج ہر عبادت مزیدار ہو جائے گی۔ احسانی کیفیت کتابوں سے نہیں ملتی، یہ صرف اللہ والوں کے سینوں سے ملتی ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے اہلِ علم! علومِ ظاہرہ تو مدرسوں سے حاصل کرو، ''نورِ علمِ باطن از سینۂ دُرویشاں باید جست'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کہاں سے پاؤ گے؟ یہ فقیروں کے سینوں سے حاصل ہو گا۔

تو جب وہ صاحب جن کی داڑھی بالکل کالی اور لباس بالکل سفید تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تم جانتے ہو یہ کون صاحب تھے؟ عرض کیا کہ اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ آپ بتاؤ! صحابہ کی قسمت کیسی تھی کہ اپنی آنکھوں سے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں، یہ معمولی قسمت کی بات ہے؟ بتائیے! صحابہ کا ایمان کیسا ہو گا؟ لیکن جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں تھے، اصلی شکل میں ہوتے تو صحابہ انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھنے پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خصائصِ کبریٰ جلد نمبر ا میں لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے ایک دن درخواست کی کہ اے میرے بھتیجے! آپ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں، میں آپ کا چچا ہوں مجھے بھی جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دکھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اے میرے چچا! آپ جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، انہیں اصلی شکل میں صرف پیغمبر دیکھ سکتے ہیں کیوں کہ ان ہی کی روحانیت اتنی قوی ہوتی ہے، تو حضرت حمزہ کہنے لگے کہ اب جان رہے یا نہ رہے آپ ہم کو دِکھا دیجیے ؎

دکھا جلوہ وہی غارت گرِ جانِ حزیں جلوہ
تیرے جلووں کے آگے جان کو ہم کیا سمجھتے ہیں

اب ظاہر بات ہے چچا کی فرمایش تھی، آپ نے وعدہ فرمالیا۔ ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام آرہے ہیں، اب حضرت حمزہ نے دیکھا کہ ان کا پیر سبز زمرد کے رنگ کا تھا اور قد و قامت اتنی زیادہ تھی کہ پیر حطیم پر تھا اور سر آسمان پر تھا، بس بے ہوش ہوگئے۔[۱۱۷] جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوب دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا اور تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو آپ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ایک دن صحابہ نے پوچھا کہ اے عباس! آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں؟ عمر میں کون بڑا ہے؟ اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب سن لیں، کتنا باادب جواب دیا، فرمایا کہ بڑے تو وہ ہیں، البتہ اتنی سی بات ہے کہ میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔ محدثین لکھتے ہیں: هٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِهٖ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کتنے باادب تھے، ورنہ یہ کہہ سکتے تھے کہ هُوَ اَكْبَرُ نُبُوَّةً وَّ دَرَجَةً وَاَنَا اَكْبَرُ سِنًّا لیکن انہوں نے اپنے لیے بڑائی کا نام نہیں آنے دیا۔

آہ! جو دنیا سے گیا اگر اللہ کو نہ پایا تو واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خسارے میں گیا۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ جب دنیا سے ہم رخصت ہوں گے تو کیا لے کر جائیں گے؟ ہمارے ساتھ بلڈنگ جائے گی؟ کرنسیاں جائیں گی؟ بیوی بچے جائیں گے؟ کاروبار جائے گا؟ ارے! گھڑیاں تک اتار لی جائیں گی، کپڑے بھی اتار لیے جائیں گے، خالی کفن لے جاؤ گے۔ میری آہ کو غور سے سنو کہ جب مولیٰ کے پاس جاؤ تو مولیٰ کو لے کے جاؤ۔ اللہ والے بن کے جاؤ، پھر آپ آخرت کے مال دار ہوں گے۔ یہاں کوئی نہیں رہے گا، نہ ہم رہیں گے نہ آپ رہیں گے پھر قیامت میں دیکھنا کہ اولیاء اللہ کی کیا قیمت ہوتی ہے؟ بتاؤ یہ جسم مٹی ہے یا نہیں؟ اس مٹی نے جو روزہ، نماز، اللہ اللہ کر لیا، اللہ والوں سے اللہ کی محبت سیکھ لی تو خدا اس مٹی کے ساتھ ہوگیا۔

---

۱۱۷ الخصائص الکبرٰی: ۲۸۰/۱، باب رؤیۃ حمزۃ جبرئیل علیہ السلام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پانچ شیشیاں لو، ایک شیشی میں پیشاب رکھ دو جسے لوگ حکیموں کو دکھاتے ہیں اسے قارورہ کہتے ہیں، دوسری شیشی میں عرقِ گلاب بھر دو، تیسری شیشی میں سونا بھر دو، چوتھی شیشی میں مشک بھر دو اور پانچویں شیشی میں دس کروڑ کا موتی رکھ دو تو شیشیوں کی قیمت تو برابر ہے، ظرف تو برابر ہے مگر جو مظروف ہے، اندر جو مال ہے اس کی وجہ سے دام میں فرق ہو گا، عرقِ گلاب والی شیشی کی قیمت دس روپے ہو گی، جس شیشی میں سونا ہے وہ دس ہزار کا ہو گا، جس میں مشک ہے وہ ایک لاکھ کا ہو گا اور جس میں دس کروڑ کا موتی ہے وہ شیشی پلس دس کروڑ ہو گی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ پانچ روپے کی شیشی ہے لہٰذا تم پانچ روپے لے لو اور ہمیں یہ شیشی دے دو تو وہ کہے گا کہ مجھے بے وقوف مت بناؤ، یہ شیشی تو پانچ روپے کی ہے مگر اس کے اندر تو دیکھو کہ دس کروڑ کا موتی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کا جسم مت دیکھو، ان کی مٹی کے اندر دیکھو کہ اس کے اندر کیا چیز ہے؟ تو اپنی مٹی کو اللہ پر فدا کر دو، اللہ کو جوانی دے دو ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

جس اللہ نے آپ کو جوانی دی اسی اللہ پر جوانی کو فدا کر دو تو پھر تمہاری جوانی غیر فانی ہو جائے گی۔ جو مٹی اللہ پر مر مٹی ہو بتائیے اس مٹی کی قیمت کیا ہو گی؟

حضرتِ والا کی درد بھری ترغیب

دنیا جانتی ہے کہ میں نے ساری عمر اللہ والوں کی غلامی کی ہے، میری تاریخ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی جانتے ہیں کہ جوانی سے لے کر اخیر عمر تک میں شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دس سال جنگل میں رہا اور آج بھی دیکھو کہ اللہ کے نام پر اختر اس جنگل میں ہے۔ یہ لیسٹر سے مولانا محمد ایوب سورتی یہاں کیوں آئے؟ مولانا حسین بھیات کیوں آئے؟ اور بھی نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ آئے ہیں، یہ اللہ کی محبت کی خوشبو ہے، اگر یہ خوشبو نہ ہوتی تو آپ لوگ آتے؟ ہم لوگ یہاں ہرن کا گوشت کھانے نہیں آئے ہیں لیکن اگر مل جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اصل میں تو اللہ کو حاصل کرو، جس دن دل میں مولیٰ کو پا جاؤ گے بس سمجھو کہ تمہاری قیمت وصول ہو گئی۔

میں اسی لیے آپ لوگوں پر مرتا ہوں اور آپ کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر ہزاروں میل دور آتا ہوں، ورنہ جو لوگ ہمارے یہاں جا چکے ہیں ان سے پوچھو کہ وہاں کوئی کمی ہے؟ ان لوگوں نے میرے دستر خوان پر

مال اڑایا کہ نہیں؟ لیکن میں اس عمر میں جنگل جنگل اسی لیے دربدر پھر رہا ہوں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھ لیں۔ ایک دن میں بھی دنیا میں نہیں رہوں گا، میں بھی قبر میں جاؤں گا، لیکن میں یہ تکلیف اس لیے اٹھا رہا ہوں کہ آپ کا قلب غیر اللہ سے پاک ہوجائے اور دل میں مولیٰ آجائے اور جب آپ اللہ کے پاس جائیں تو اللہ کو لے کے جائیں، جب اللہ آپ سے پوچھے گا کہ کیا لائے ہو؟ اور آپ کہیں گے کہ اے اللہ! میں آپ کے لیے مرسڈیز چھوڑ کے آیا ہوں تو اللہ کہے گا کہ وہ تو چھوڑ کے آئے ہو، یہ بتاؤ کہ لے کر کیا آئے ہو؟

میں دنیا کی نعمتوں کو استعمال کرنے سے منع نہیں کرتا، خوب کاروں پر بیٹھو، کاروبار کرو، سموسے پاپڑ بھی کھاؤ مگر اللہ کی محبت کو ان پر غالب رکھو، اگر انچاس فیصد یعنی فورٹی نائن فیصد دنیا کی محبت ہے، تو اکیاون فیصد یعنی ففٹی ون فیصد اللہ کی محبت کرلو، اس سے آپ کی دنیا بھی مزیدار ہوجائے گی۔

دیکھو! ایک چیز سکرین ہوتی ہے، اس کو چاقو پر لگا کر کڑوا خربوزہ کاٹو تو وہ میٹھا ہوجاتا ہے، تو جو سکرین کو پیدا کرتا ہے اگر وہ دل میں آجائے تو آپ کے غم بھی میٹھے ہوجائیں گے، یہ بھی بتا رہا ہوں کہ دنیاوی مصیبت بھی میٹھی ہوجائے گی۔ وہ اللہ ایسا مالک ہے جو سکرین پیدا کرسکتا ہے کہ اس کو کڑوے سے کڑوے خربوزے پر لگا دو تو وہ میٹھا ہوجاتا ہے تو ہمیں اگر اپنا غم میٹھا کرنا ہے تو اللہ پر فدا ہو، اللہ کا نام لینا سیکھو پھر خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھوگے ؎

جو نکلیں آہیں تو حور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے دل کے اندر یہ کون چشمِ پُر آب میں ہے

لیکن یہ دولت اللہ والوں کے سینوں سے ملتی ہے۔ پس کسی اللہ والے کو تلاش کرو، اور جس کے پاس اپنی نظر نہ ہو تو کم سے کم علماء کی نظر کے غلام بن جاؤ، غیر عالم تو دھوکا کھا سکتا ہے، لیکن عالم اپنے علم کی روشنی سے کھرے کھوٹے میں فرق کرسکتا ہے۔

آج الحمد للہ پوری دنیا میں علماء مجھ پر فدا ہیں۔ مولانا محمد ایوب سورتی معمولی عالم نہیں ہیں، یہ اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ اللہ کا شکر ادا کرو، انہوں نے ترکیشور میں چار سال حدیث پڑھائی ہے، میں جہاں بھی جاتا ہوں ان کے شاگرد ملتے ہیں، یہاں تک کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ملاوی میں بھی ان کا شاگرد ملے گا، یہ دیکھو بیٹھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کو اور عزت دے۔ یہ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب کے خلیفہ بھی ہیں۔ یہ سب عزت اللہ والوں کی غلامی کی برکت سے ہے، اگر ہم آج حضرت کی غلامی نہ کرتے تو مجھے بھی کوئی نہ پوچھتا، میں بھی غلامِ ابرار ہوں، اللہ والوں کی غلامی کرکے دیکھو، اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خدمت کو ضایع

نہیں فرماتے، جس نے بھی بزرگوں کی خدمت کی اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کو ضایع نہیں کیا۔ جب میرے شیخ اوّل شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، تو مجھے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے لکھا کہ ”اختر تجھے ابتداتا انتہا شیخ کی خدمت مبارک ہو“۔

بس چند باتیں پیش کردیں، اب اپنی اپنی قسمت کی بات ہے، دنیا پر مر کے دیکھو، مگر جاتے وقت افسوس ہوگا کیوں کہ نہ زمینداری، نہ مکان، نہ کار، نہ کاروبار کچھ نہیں لے جاؤ گے، قبر میں سموسہ اور پاپڑ بھی نہیں لے جاؤ گے، خوب سمجھ لو! اللہ کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت حاصل کرلو، یہ بات میں اللہ کے لیے کہہ رہا ہوں، اگر آپ ولی اللہ ہو جائیں تو اللہ مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ جیسے کسی کا لڑکا لیلیٰ میں لگا ہوا ہے، سموسے پاپڑ میں لگا ہے، ابّا کو پوچھتا بھی نہیں، اب اگر کوئی آکر اس کے بیٹے کو لائق بنادے اور باپ کی محبت سکھادے اور باپ کے پاس لے جاکے کھڑا کردے اور وہ لڑکا باپ کے پیر پکڑ کے رونے لگے کہ ابّا اب تک میں نے جو نالائقی کی اس کے لیے مجھے معاف کردو، تو بتاؤ باپ اس آدمی سے خوش ہوگا یا نہیں؟ وہ بیٹے کو بعد میں پیار کرے گا، پہلے اس آدمی کو پیار کرے گا کہ شاباش! تم ہماری اولاد کو ہمارے پاس لے آئے، تو جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے قریب کرتا ہے پہلا پیار اس لانے والے کو ملتا ہے، پہلا پیار اس کو ملتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ تک لاتا ہے، اس لیے ہماری محنت اور دوڑ دھوپ یہی ہے کہ آپ لوگ ولی اللہ بن جائیں اور اس پر اللہ مجھ سے خوش ہو جائے، اور یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے، ولی اللہ بننا دنیا میں سب سے آسان کام ہے۔

آپ بتاؤ کہ گناہ خراب کام ہے یا نہیں؟ اور خراب کام کو جلدی چھوڑنا چاہیے یا دیر سے؟ تو بس گناہ چھوڑ دو اور ولی اللہ ہو جاؤ۔ ولی اللہ بننے کے لیے سمندر کے پانی میں گھس کر کوئی وظیفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، تہجد بھی ضروری نہیں ہے، ولی اللہ بننے کے لیے عشاء کے بعد وتر سے پہلے دو رکعت پڑھ لو تو تہجد گزار بھی ہو جاؤ گے۔ اللہ نے اپنی دوستی کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ ہم کو ناراض مت کرو، کسی کی ماں بہن بیٹی کو مت دیکھو کوئی شریف انسان یہ چاہتا ہے کہ میری بیٹی کو کوئی دیکھے؟ تو ہم جو اپنے لیے چاہتے ہیں اللہ نے بھی ہمارے لیے وہی چاہا، اب رہ گیا کہ تھوڑی سی تکلیف تو ہوتی ہے مگر اس پر معاوضہ اور مزدوری کتنی ہے؟ نظر بچانے کی تکلیف تو دل کو ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا انعام ملتا ہے؟ حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس۔ تہجد پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ نہیں ہے، کسی بڑی سے بڑی عبادت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ نہیں ہے، نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے اور روایت میں وارد ہے کہ جب حلاوتِ ایمانی دل میں داخل ہوتی ہے تو پھر نہیں نکلتی اور اس میں بشارت ہے حسنِ خاتمہ کی، لہٰذا لاشوں کے چکر میں مت آؤ، یہ سب حسین مرنے

والے ہیں، مرنے والوں پر مت مرو۔ اب کوئی کہے کہ نظر بچانے پر اتنا بڑا انعام کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ سن لو جو اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ نظر بچانے سے دل کو غم ہوتا ہے اور دل بادشاہ ہے، بادشاہ جب مزدور ہوتا ہے تو اس کی مزدوری زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ بھی کہے گا کہ میرے بندے نے دل پر غم اٹھایا اور میرا حکم مانا اور دل کو توڑا مگر میرا قانون نہیں توڑا۔ بس دیکھو پھر کتنی جلدی ولی اللہ ہوتے ہو۔ ایک صاحب جب گناہ چھوڑنے سے ولی اللہ ہوگئے تب انہوں نے فرمایا۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

اے اللہ! میں نے گناہوں کے چند کنکر پتھر پھینک دیے اور گناہ چھوڑ کر آپ کو پا گیا اور الحمدللہ بہت سستا پایا۔ گناہ چھوڑنے سے آپ نے کوئی اچھا کام چھوڑا؟ گناہ خراب چیز ہے، آپ نے تو خراب چیز چھوڑی۔ گناہ چھوڑنا ویسے تو بہت مشکل لگتا ہے مگر اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے آسان ہوجاتا ہے، جیسے چھوٹے بچے سے کہو کہ دودھ پینا چھوڑ دے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں ہم تو پیتے رہیں گے، مگر جب دو سال کے بعد ماں اپنی چھاتی پر نیم کی پتی لگاتی ہے تب بچہ کہتا ہے اماں کا دودھ بہت کڑوا ہے، حالاں کہ دودھ کڑوا نہیں ہے، ماں عقل مند ہے، شریعت کا پابند بنانا جانتی ہے۔ ایسے ہی شیخ وہ ہے جو شریعت کے قانون پر مزہ دے اور گناہ پر ایسی کڑواہٹ پیدا کر دے کہ گناہ کڑوے معلوم ہوں اور مالک کا نام میٹھا معلوم ہو۔

جب سانپ کاٹ لیتا ہے تو نیم کی پتی بھی میٹھی لگتی ہے اور جب سانپ کا زہر اتر جاتا ہے تب نیم کی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے، تو جس ظالم کو گناہ میں مزہ آرہا ہے تو سمجھ لو شیطان نے اس کو کاٹا ہوا ہے، لہٰذا اللہ والوں کے پاس رہو پھر ان شاء اللہ گناہ آپ کو کڑوے لگیں گے۔ سو برس میں جو راستہ طے نہیں ہوتا وہ اللہ والوں کے ساتھ سیکنڈوں میں طے ہوگا ان شاء اللہ، جیسے انڈے کو مرغی کے پر میں رکھ دو، اکیس دن کے بعد انڈوں میں جان آجاتی ہے یا نہیں؟ دیکھا صحبت کا اثر! مرغی کوئی تقریر کرتی ہے؟ اور جو مرغی انڈوں پر بٹھائی جاتی ہے اس کا دانہ پانی کون دیتا ہے؟ مالک دیتا ہے تاکہ انڈوں سے بچے پیدا ہوجائیں۔ تو اللہ جس بندے سے اپنے دین کا کام لیتا ہے، جس کی صحبت سے اللہ ولی اللہ بناتا ہے تو وہ اپنے احباب کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے جیسے آپ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، تو جب مرغی کو دانہ پانی مالک دیتا ہے تو میرا مالک بھی مجھے دانہ پانی دیتا ہے، اللہ جس سے دین کا کام لیتا ہے اس کا سرکار کی طرف سے انتظام ہوتا ہے اور جس طرح کچھ دن کے بعد انڈوں میں جان آجاتی ہے پھر چوزا چونچ سے چھلکا خود توڑ لیتا ہے، تو جب روح میں اللہ کی محبت آجائے گی، اور زندگی ایمان والی

مل جائے گی تو جتنے گناہ ہیں ان کے چھلکوں کو آپ خود توڑ کر باہر بھاگ جاؤ گے اور اللہ کا شکر ادا کرو گے۔

آہ! اللہ کا انتظام دیکھو کہ کہاں کراچی کہاں ملاوی کا یہ جنگل! مگر جس کی قسمت میں یہاں بیعت ہونا لکھا تھا وہ یہاں جھیل کے کنارے بیعت ہوا۔ اب دیکھو لیسٹر والا یہاں آ کے بیعت ہوا۔ جس کی قسمت میں جس نعمت کے ملنے کا جو وقت لکھا ہے وہ نعمت اس وقت میں مل جائے گی۔

جسے آپ کا باخبر دیکھتے ہیں
اسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں

آخر میں ایک مزاحیہ بات سناتا ہوں کہ ایک معشوق نے اپنے عاشق سے کہا: تمہیں مجھ سے محبت تو ہے، مگر خط کیوں نہیں لکھتے؟ تو اس نے کہا کہ ہمارے قلم میں روشنائی ہی نہیں ہے۔ تو معشوق نے کہا۔

قلم میں جب نہیں تھی روشنائی
تو پھر کیوں کی تھی مجھ سے آشنائی

۲۱؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز بدھ، بعد فجر، ملاوی جھیل کے کنارے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ... الخ کی تشریح

آج ایک بہت پیاری دعا سکھا رہا ہوں۔ مان لو کہ کسی کی قسمت میں اللہ نے لکھا ہے کہ اس کا خاتمہ خراب کرنا ہے اور اس کو جہنم میں ڈالنا ہے، تو یہ جو دعا سکھا رہا ہوں اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کو تبدیل فرما کر اس بندے کو دوزخی سے کاٹ کر جنتی لکھ دیں گے، اس کا نام ہے سوءِ قضاء سے پناہ، اور یہ دعا حدیث شریف کی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ[۱۱۸]

اے اللہ! ہم سخت تکلیف سے اور مشقت سے پناہ چاہتے ہیں۔ جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دو تفسیر ہے، دو شرح ہے، حدیث کی شرح میں تفسیر کے لفظ کا استعمال بھی ثابت ہے، چناں چہ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کے لیے فرمایا تھا کہ مَا تَفْسِیْرُھَا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تفسیر کا لفظ فرمایا تو جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دو شرح ہے: نمبر ۱: قِلَّۃُ الْمَالِ وَکَثْرَۃُ الْعِیَالِ[۱۱۹] مال کم ہے اور بچے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں، ایک درجن لڑکے ہوگئے اور مال ہے نہیں، تو اس سے پناہ آئی ہے کہ یا اللہ ہم کو اس سے پناہ نصیب فرما کہ اولاد زیادہ ہو اور مال نہ ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جہاں اولاد کی نعمت کا ذکر فرمایا تو پہلے مال کا ذکر فرمایا کہ مال دیں گے اور اولاد دیں گے، تو مال کو پہلے فرمایا تاکہ میرا بندہ گھبرا نہ جائے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ بہت بخشنے والا ہے یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وہ تمہارا مال اور اولاد بڑھا دے گا۔ دیکھو! اللہ نے مال پہلے فرمایا اولاد کو بعد میں فرمایا، اگر پہلے اولاد فرماتے کہ یُمْدِدْکُمْ بِبَنِیْنَ تو بندہ گھبرا جاتا کہ اللہ میاں اولاد دے رہے ہیں تو مال کہاں سے لاؤں گا بچوں کو کھلانے کے لیے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ فرمایا کہ ہم معافی مانگنے والوں کو مال بھی دیں گے اور اولاد بھی دیں گے وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا[۱۲۰] اور باغات بھی دیں گے اور نہریں بھی دیں گے۔

---

[۱۱۸] صحیح البخاری: ۹۳۹/۲ (۶۳۸۱)، باب التعوذ من جھد البلاء، المکتبۃ المظھریۃ

[۱۱۹] مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۵/۵۔۳۶۶، باب الاستعاذۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۲۰] نوح: ۱۲

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ اگر میں استغفار کروں تو کیا میری شادی ہو جائے گی؟ تو اس بزرگ نے کہا کہ ہاں ہو جائے گی۔ کہا کہ قرآنِ پاک میں تو نہیں لکھا ہے کہ تم کو بیوی بھی ملے گی۔ ان بزرگ نے فرمایا یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ اللہ تیر اموال بڑھائے گا اور تجھے اولاد دے گا، جب اولاد کا وعدہ ہو گیا تو بیوی دے گا کہ نہیں دے گا؟ اگر بیوی نہیں ہو گی تو کیا تیرے پیٹ سے اولاد ہو گی؟ دیکھو اللہ والوں کی عقل کیسی ہوتی ہے! یہ زبردست سمجھ کی بات ہے کہ اسی آیت کے اندر بیوی دینا بھی ثابت ہے۔ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا جو ایک اور شادی کرنا چاہ رہا ہو وہ اس مضمون کو یاد کرلے۔

دو شادیاں کرنے کی شرط

ایک سے زیادہ شادی کی اجازت تو ہے لیکن عدل شرط ہے، یہ نہیں کہ جو کم عمر والی ہے ہر وقت اسی سے چپٹے رہو اور جو بڑھیا ہے اس بے چاری کا خیال نہ کرو تو یہ جائز نہیں ہے، دوسری شادی کرنا بشرطِ عدل و انصاف جائز ہے۔ اس زمانے میں ایمان اتنا کمزور ہے کہ بہت کم لوگ اس شرط میں پاس ہو سکتے ہیں اِلّا کوئی بہت بڑا اللہ والا ہو۔ مولانا ایوب صاحب نے دو شادیاں کی ہیں، یہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب کے خلیفہ ہیں، اللہ والے ہیں، یہ ضرور عدل کرتے ہوں گے۔ میں نے ان کے لیے لندن میں ایک شعر کہا تھا جس میں ان کی دو وائف کا تذکرہ آگیا۔

وہ ففٹی ٹو ہے لیکن طاقتِ ٹو فائف رکھتا ہے
اگرچہ شیخ ہے ظالم مگر ٹو وائف رکھتا ہے

انگلش شعر ہو گیا کہ نہیں؟ انگلش میں شعر کہنا آسان نہیں ہے مگر دیکھو کیسا وزن مل رہا ہے۔ بہر حال ایک سے زائد بیویوں سے انصاف کرنا بہت مشکل ہے مگر اللہ والے مستثنیٰ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کی عمر کے تھے کہ ان کی امّاں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دس سال کا خویدم آپ کو دے رہی ہوں، ''خویدم'' چھوٹے سے خادم کو کہتے ہیں۔ حضرت انس کی اماں نے کہا کہ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ خُوَیۡدِمُكَ اُدۡعُ اللّٰہَ لَہٗ میرے بچے کو آپ دعا دے دیجیے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار دعائیں دیں:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ اَطِلْ عُمْرَهٗ وَ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ[۱۳۱]

یہاں بھی مال کو مقدم فرمایا، کیوں کہ حدیث مقتبس ہوتی ہے قرآنِ پاک سے، اللہ کا نبی اللہ کے کلام سے مضمون لیتا ہے لہٰذا آپ نے ویسے ہی فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ اے اللہ! اس بچے کے مال میں برکت دے۔ اب دس سال کے بچے کو کہا جائے کہ اے اللہ اس کو خوب اولاد دے، تو وہ سوچے گا کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ وَ وَلَدِهٖ اے اللہ! اس بچے کے مال میں برکت دے اور اس کی اولاد میں برکت دے وَاَطِلْ عُمْرَهٗ اس کی عمر بڑھا دے وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ اس کے گناہوں کو معاف فرمادے۔

دیکھو! کیسی دعا ہے؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ایسی لگی کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینے والے جب کھجور لگاتے تھے تو پورے سال میں ایک فصل ہوتی تھی اور وہی پودا میں لگاتا تھا تو دو فصل ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ یہ عجیب معاملہ تھا۔ مدینے کے اور لوگ جو درخت لگاتے تھے اگر یہ اسی کو اکھاڑ کے لگادیتے تھے تو بھی دو فصلیں آنے لگتی تھیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا۔ اور اولاد اتنی ہوئی کہ فرماتے ہیں: دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَةً اِلَّا اثْنَیْنِ میں نے اپنی دو کم سو یعنی نائن ٹی ایٹ اولاد کو جو میری پیٹھ سے تھی خود دفن کیا یعنی ان کی اتنی زیادہ عمر ہوئی کہ اٹھانوے اولاد کو خود دفن کیا، اور فرمایا کہ میں اتنا زندہ رہا کہ جیتے جیتے تھک گیا۔

چناں چہ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں، ان کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی کی تینوں دعائیں قبول ہوگئیں تو میں اَرْجُو الرَّابِعَةَ چوتھی دعا وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ کی امید رکھتا ہوں کہ اللہ میرے گناہ کو بھی معاف فرمادے گا۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ یہ دعا یاد کرلو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ محدثین نے جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دو شرح کی ہیں، ایک شرح میں نے بتادی کہ قِلَّةُ الْمَالِ وَكَثْرَةُ الْعِيَالِ مال کم ہے اور بچے دھڑا دھڑ ہورہے ہیں، اور

---

[۱۳۱] صحیح البخاری:۹۳۹/۲(۶۳۷۸)،باب دعوة النبی لخادمه بطول العمر،المکتبة المظهرية-ذکره بلفظ اكثر ماله وولده وبارك له فيما اعطيته

دوسری شرح ہے کہ ایسی مصیبت جس میں آدمی موت کی تمنا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے موت دے دے اب تکلیف برداشت نہیں ہو رہی۔

ایک شخص کو دمہ کی بیماری تھی، سانس اندر نہیں جارہی تھی، تو وہ کہہ رہا تھا یا اللہ! موت دے دے، کسی ڈاکٹر کو بلاؤ تاکہ وہ موت کا انجکشن لگادے، میری سانس اندر نہیں جارہی ہے، مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تو ایسی بلا سے اللہ بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ کی شرح ہوگئی۔ یہ شرح بڑی کتابوں کے حوالے سے پیش کررہا ہوں اور عربی عبارت بھی پیش کررہا ہوں، تاکہ ہر مولوی کو معلوم ہوجائے کہ اختر جو پیش کررہا ہے یہ سب اس کو یاد ہے۔

وَدَرْكِ الشَّقَاءِ اور اے اللہ! بد نصیبی کے پکڑ لینے سے بچا۔ بیٹھا ہے کہ اچانک معلوم ہوا کینسر ہوگیا۔ کراچی میں ایک نوجوان لڑکا اچانک مرگیا، ڈاکٹروں نے اس کا پیٹ پھاڑ کر دیکھا کہ اس کے گردے کی جو رگ تھی جس سے گردے لٹکے ہوئے تھے اس میں کینسر ہوگیا تھا، وہ رگ ٹوٹ گئی اور گردے گر گئے اور وہ مرگیا۔ اب کسی کو خبر ہے کہ اس وقت ہمارے اندر کیا ہو رہا ہے؟ تو وَدَرْكِ الشَّقَاءِ اے اللہ! بد نصیبی کے پکڑنے سے پناہ دے دیجیے، تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کی قسمت خراب نہیں ہوگی۔ کینسر سے، ہارٹ اٹیک اور گردے خراب ہونے جیسی بیماریوں سے اللہ پناہ میں رکھیں گے۔ میں نے ری یونین میں ایک مریض دیکھا کہ اس کا سارا خون نکالا گیا اور پھر الگ سے فلٹر ہوکر وہ خون دوبارہ چڑھایا گیا اور مریض سوکھتا چلا گیا، آخر میں پھر موت ہی آجاتی ہے۔

تو دو مضمون ہوگئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ اور تیسرا مضمون ہے وَسُوْءِ الْقَضَاءِ اور اے اللہ! ہر بُرے فیصلے سے ہم کو بچا۔ سوء قضا کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ اللہ کا کوئی فیصلہ بُرا نہیں ہوتا، یہاں قضا مصدر ہے اور مصدر کبھی اسم فاعل کے معنیٰ میں آتا ہے اور کبھی اسمِ مفعول کے معنیٰ میں آتا ہے تو یہاں معنیٰ ہیں سوء المقضی یعنی ہم لوگوں کے حق میں جو فیصلہ ہو وہ ہمارے لیے مفید بنادے کیوں کہ آپ کی طرف سوء کا استعمال جائز نہیں ہے کیوں کہ بحیثیت فیصلہ کرنے کے آپ کے سب فیصلے اچھے ہوتے ہیں لیکن جس کے حق میں فیصلہ ہو رہا ہے اس کے لیے بھی اس فیصلہ کو مفید بنادے۔

بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا فیصلہ کوئی بدل سکتا ہے؟ اللہ کا فیصلہ تو کوئی نہیں بدل سکتا، تقدیر میں جو ہوگیا سو ہوگیا۔ اس کا جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ اللہ کا فیصلہ مخلوق تو نہیں بدل سکتی، لیکن اللہ

خود اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے، بدبختی کے فیصلے کو کاٹ کر مفید فیصلہ کردے، کون ہے اللہ سے پوچھنے والا؟ دیکھو یہ کتنا بڑا علم ہے! یہ معمولی علم نہیں ہے، اس لیے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! آپ کی قضا آپ پر حاکم نہیں ہے، آپ کی محکوم ہے، آپ جب چاہیں اپنے فیصلے کو بدل سکتے ہیں لیکن مخلوق نہیں بدل سکتی، پوری مخلوق مل کر کسی کی قسمت کو بدل دے یہ ناممکن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو جہنمی لکھا ہوا ہے اس کو کاٹ کر جنتی لکھ سکتا ہے، یہاں یہی مطلب ہے کہ اے اللہ! اگر میرا کوئی عمل آپ کے علم میں ایسا ہے کہ میں کسی گناہ کی وجہ سے نہ بخشا جاؤں اور آپ نے مجھ کو دوزخی لکھ دیا ہے تو اے اللہ! آپ اپنا فیصلہ بدلنے پر قادر ہیں، میرے سوء قضا کے فیصلے کو اپنی قدرت سے حسنِ قضا کے فیصلے سے بدل دیجیے، سلامتیٔ ایمان اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ حیات نصیب فرمایئے اور سلامتیٔ ایمان اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ دنیا سے اٹھا لیجیے۔ اور جان کو آسانی سے نکالیے اور اپنے جلوؤں اور تجلیات کا مشاہدہ کرا کے ہم سب کو شاداں اور فرحاں اور غزل خواں بلایئے، آمین۔

دیکھو! کیسی پیاری دعا ہے؟ شاداں و فرحاں و غزل خواں یعنی شعر گنگناتے ہوئے مست چلے جارہے ہیں ایسی موت آئے۔ کیا کہیں کہ یہ مضامین معمولی نعمت نہیں ہے، اختر پر اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔

تو **سوء القضاء** کی شرح ہوگئی۔ یہ حکیم الامت کا مضمون ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں قضاء معنیٰ میں مقضی کے ہے یعنی ہمارے حق میں آپ کے جو فیصلے ہیں اگر وہ مضر ہیں، نقصان دہ ہیں تو ان کو تبدیل کردیجیے، ورنہ آپ کا ہر فیصلہ حکیمانہ ہے۔

دیکھو! قرآن شریف میں ہے:

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا [۱۲۲]

ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا تو اس سے کافر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں تو اللہ میاں نے نبی کا دشمن بنایا ہے، لہٰذا ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم تو نبی کو حکمِ الٰہی سے ستا رہے ہیں لہٰذا ہم بھی جنت میں جائیں گے، تو اس کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ جعل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے یعنی اگر تم ایمان نہ لائے تو جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

۱۲۲؎ الانعام: ۱۱۲

بتاؤ کیسا مضمون ہے یہ! ورنہ اس آیت کا سمجھنا مشکل ہو جائے گا، تو مولوی کو بھی گھبرانا نہیں چاہیے اگر اس کے دشمن ہوں۔ مولوی نبی کا وارث اور نائب ہے، جب اصل کے لیے دشمن ہیں تو تمہارے بھی دشمن ہوں گے، ایسا کوئی ولی اللہ نہیں ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ آپ کسی سے پوچھیں کہ تمہارا کوئی دشمن ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی دشمن ضرور ہو گا، کوئی نہ کوئی حاسد ہو گا جو اس سے دل میں جل رہا ہو گا کہ اللہ اس کو مال داری سے غریب کر دے، اس کو ایسا کر دے ویسا کر دے، چنیں کر دے چناں کر دے۔ اس کی دلیل ہے قُلْنَا اهْبِطُوْا اللہ پاک فرماتے ہیں اے انسانو! بابا آدم کی پیٹھ سے اترو، جنت سے دنیا میں جاؤ۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں هُبُوْط کیوں فرمایا؟ نُزُوْل کیوں نہیں فرمایا؟ تو فرمایا کہ نزول میں واپسی کا مفہوم نہیں ہے، هُبُوْط کے معنٰی یہ ہیں کہ جاؤ دنیا میں مگر پھر اچھے عمل کر کے جنت میں واپس بھی آنا ہے یعنی آخرت کی طرف پھر تمہارا لوٹنا ہو گا، پردیس میں جاؤ پھر وطن واپس آؤ۔ آگے فرمایا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تمہارا بعض بعض کا دشمن رہے گا، اس لیے دشمنوں کے بارے میں فکر ہی نہ کرو، صبح شام تینوں قل پڑھ لو اور بے فکر رہو پھر دشمن سے حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ دشمن جلتا رہتا ہے، آدمی کو اللہ عزت دیتا رہتا ہے۔

حدیث کی اس دعا کے آخر میں ہے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ اور دشمن کے ہنسنے سے پناہ نصیب فرما یعنی کوئی ایسی بلا نہ آئے کہ دشمن ہنسے کہ مولانا بہت کہتے تھے کہ یہ کرو یہ نہ کرو، اب دیکھو مولانا خود چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ بتایئے! دشمن ہنسے گا یا نہیں؟ اور جاہل تو بہت ہنستا ہے کہ دیکھو مولانا ہم کو شراب پینے سے اور زِنا کرنے سے منع کرتے تھے، اب دیکھو مولانا خود چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ اے خدا! دشمن کے ہنسنے سے ہم سب کو بچا۔ تو آج ایک حدیث کا سبق ہو گیا۔ کیا اس وقت ساحل پر یہ مدرسہ نہیں ہے؟ اللہ کی یاد اور اللہ کی محبت محتاجِ تعمیر نہیں ہے، یہ چلتا پھرتا مدرسہ ہے، چلتی پھرتی خانقاہ ہے اور چلتے پھرتے اسٹوڈنٹ اور چلتے پھرتے ٹیچر اور لیکچرار۔ بولو بھئی! مدرسہ چل رہا ہے کہ نہیں؟ اور ہرن کا گوشت الگ کھا رہے ہو، اللہ کی مہربانی دیکھو، اللہ کے نام پر کیسی کیسی نعمتیں مل رہی ہیں، کل آپ لوگوں نے سمندر کی تازہ مچھلی کھائی تھی، بالکل آنکھ کے سامنے مچھلیاں آ رہی تھیں اور آج ہرن کا گوشت اللہ نے بھیج دیا، یہ جنگل میں چھپا ہوا تھا، اللہ نے دیکھا کہ میرے بندے میری محبت سیکھنے کے لیے آئے ہوئے ہیں، لہٰذا ان کو وہ گوشت کھلاؤ جو عام طریقے سے لوگ نہیں پاتے، یہ اللہ کی طرف سے قدر دانی ہے کہ نہیں؟ اللہ شکور ہے، اگر ہم تھوڑا سا نیک عمل کر لیں تو اللہ بہت دینے والا ہے۔

اَلشَّکُوْرُ کی تعریف کیا ہے؟ اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ [۱۲۳] جو تھوڑے سے عمل پر زیادہ مزدوری دے دے۔ یہ بات سمجھانے کے لیے ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے ایک مسلمان کی قبر پر ایک مٹھی بھر کے مٹی ڈالی، وہی قبول ہو گئی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھئی تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: حَاسَبَنِیْ رَبِّیْ اللہ نے تو حساب لیا، مگر میرے ترازو میں ایک چھوٹی سی تھیلی گری فَوَقَعَتْ فِیْهَا صُرَّةٌ بس میرا عمل بڑھ گیا اور میں بخش دیا گیا، اللہ نے فرمایا: یہ وہی مٹی ہے جس کو تو نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالا تھا، میں نے اسے قبول کر لیا۔ [۱۲۴] تو چھوٹے عمل کو بھی حقیر مت سمجھو کہ یہ معمولی ہے، جو نیک عمل ہو جائے سمجھو کہ شاید یہی میری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ تو ایک حدیث کی شرح ہو گئی اور میرے اسٹوڈنٹ خود بڑے بڑے عالم ہیں۔ دیکھو مولانا ایوب صاحب نے چار سال صحاح کی حدیث پڑھائی اور ہر جگہ ان کے شاگرد ہیں اور یہ قاری صاحب مولانا کے پڑھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے شاگرد ٹورنٹو کینیڈا میں بھی دیکھے، برطانیہ میں، جنوبی افریقہ میں، باربڈوز میں بھی دیکھے، باربڈوز سے مولانا اشرف بھولا جب مجھے فون کرتے ہیں تو میں ایک شعر پڑھتا ہوں ؎

پڑے اُف نہ کمسن حسینوں سے پالا
وہ معصوم چہرہ وہ منہ بھولا بھالا

بھولا گجراتیوں کی ذات ہے اور یہ خواجہ صاحب کا شعر ہے، ایک اللہ والے کا شعر ہے، میں سنیما یا فلمی شعر نہیں جانتا، میں اللہ والوں کا کلام جانتا ہوں۔ تو جب میں انہیں یہ شعر سناتا ہوں تو وہ خوب ہنستے ہیں، کوئی شیخ اپنے مرید کو اس طرح کا رومانٹک شعر سنا دے تو بتاؤ وہ کتنا خوش ہو گا!

آپ لوگوں کو دھوپ لگنے سے تکلیف تو نہیں ہو رہی؟ دھوپ زیادہ نہیں ہے اور یہ دھوپ بہت مفید ہے، جب دھوپ نکلتی ہے تو انگریز ساحلِ سمندر پر سر سے پیر تک ننگا ہو کر ریت پر لیٹ جاتا ہے، سارے اعضا کو سینکتا ہے، اس کو سن باتھ کہتے ہیں۔ چوں کہ یہ لوگ سائنسداں ہیں اس لیے جانتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں میں فائدہ ہے، اگر سورج نہ ہو تو غلّہ نہیں پیدا ہو گا، آپ دیکھیے جہاں درخت کا سایہ ہوتا ہے اور

---

[۱۲۳] مرقاۃ المفاتیح: ۸۵/۵، کتاب اسماء اللہ تعالٰی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

[۱۲۴] مرقاۃ المفاتیح: ۸۵/۵، کتاب اسماء اللہ تعالٰی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

سورج کی روشنی نہیں ملتی وہاں غلّہ پیدا نہیں ہوتا، تو سورج کی شعاعوں سے آپ مفت میں سن باتھ پارہے ہیں، سِکائی ہورہی ہے، ان شعاعوں کو اپنے لیے مفید سمجھو کہ حیات آرہی ہے۔

حیات کی دو قسمیں ہیں، اس سورج سے کافروں کو بھی حیات اور سن باتھ ملتا ہے، وہ سن باتھی ہوتے ہیں، اور جب مسلمان اپنے پیر کے پاس بیٹھتے ہیں، تو چوں کہ اللہ والوں کا دل سورج ہوتا ہے لہٰذا مریدوں کے دل پر اس کی روشنی اثر کرتی ہے، یہاں تک کہ اس کے دل کو ایمانی حیات اور نسبت اور اللہ سے تعلق کی ایک نئی زندگی ملتی ہے جیسے پہاڑوں میں لعل اس آفتابِ ظاہرہ سے بنتے ہیں، اللہ شعاعوں کو حکم دیتا ہے کہ اے سورج کی شعاعو! پہاڑ کے فلاں پتھر کو لعل بنادو، سارے پتھر پانچ روپے کی ایک گدھا گاڑی بھر کے بکتے ہیں مگر ایک پتھر جو لعل بن جاتا ہے پانچ کروڑ کا ہو جاتا ہے، تو جو لوگ اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان کے دل کا سورج مریدوں کے دل پر اثر کرتا ہے۔

آہ! یہ میرے شیخ کی تقریر ہے کہ پیر کے دل کے ہدایت کے سورج کی شعاعیں مریدوں کے دل پر اثر کرتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دل پورا لعل ہو جاتا ہے، لیکن جیسے دنیاوی لعل ایک منٹ میں نہیں بنتا، کئی سال لگ جاتے ہیں ایسے ہی شیخ کے پاس رہ پڑو، ایک دن خود معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اور روزمت دیکھو کہ آج میں نے کیا پایا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بچہ روزانہ بڑھتا ہے لیکن اگر روزانہ فیتا لگا کر ناپوگے تو مایوس ہو جاؤ گے، چھ مہینے کے بعد ناپو تب معلوم ہو گا کہ اتنا بڑھ گیا، ہر روز کی ترقی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے ہی کچھ دن شیخ کے پاس رہو ان شاء اللہ ایک دن پتا چل جائے گا کہ کیا مل گیا۔

فنائیتِ حسن کے دو اثر انگیز فیچر

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دو مرض کا مجھے اسپیشلسٹ بنایا ہے، ایک تو رومانٹک کا کہ مریض کو حسینوں سے کتنا ہی عشق بازی کا مرض ہو، چند دن میرے ساتھ رہے تو میں اس کو گراؤنڈ فلور کا گو اور موت دکھاؤں گا کہ کہاں اور کس پر مر رہے ہو۔ میں نے اس کا ایک فیچر بنایا ہے کہ ایک شخص نے ایک بہت حسین اور خوبرو لڑکی ایک لاکھ ڈالر دے کر لی اور روزانہ دس بجے رات کو اس کو گود میں لے کر چمالیتا تھا۔ ایک ڈاکٹر نے اس لڑکی سے کہا کہ میں تم کو پانچ لاکھ ڈالر دوں گا تم اس کو چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ، تو پیسے کی لالچ میں

اس نے اپنے عاشق کو زہر دے دیا۔

زہر کھلوا دیا حسینوں نے
مار ڈالا تماش بینوں نے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے آدمی ہیں، شاہ خوارزم کے نواسے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں۔

زُلفِ جعد و مشکبار و عقل بر
آخرِ او دُم زشت پیرِ خر

جوانی میں حسینوں کو خوب انڈا کھلایا، مرنڈا پلایا، جب اس کی کالی گھنگریالی زُلف دیکھی تو پاگل ہو گئے، عقل اُڑ گئی اور کچھ مدت گزرنے کے بعد جب حسن ختم ہو گیا، شکل بگڑ گئی اور وہ بوڑھی ہو گئی اور نانی اماں بن کے آئی اور گیارہ لڑکے بھی ساتھ لائی، سب نواسے نانی اماں نانی اماں کہہ رہے ہیں اور وہ بتیسی باہر نکال کر ٹوتھ پیسٹ لگا رہی ہے، گال پچکے ہوئے ہیں، بال سب سفید ہو گئے اور وہ بھی بڈھے گدھے کی جھڑی ہوئی دم جیسے۔ مولانا رومی نے پیر خر سے تشبیہ دی ہے، اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مولانا رومی نے جوان گدھے سے کیوں تشبیہ نہیں دی، بڈھے گدھے سے کیوں تشبیہ دی؟ میں نے کہا۔

جوانی جس کسی کی ہو بھلی معلوم ہوتی ہے

گدھا بھی معشوق ہو جاتا ہے، جب گدھا جوان ہو جاتا ہے تو وہ بھی اچھا لگتا ہے، جب بڑھاپا آگیا تو شکل بندر کی طرح ہو گئی، اسے دیکھتے ہی وہاں سے بھاگے۔ میں نے پاکستان میں ایک شعر بنایا ہے کہ جب لڑکا کم عمر ہوتا ہے تو کتنا حسین معلوم ہوتا ہے، لیکن بعد میں لکڑی کی طرح ہو جاتا ہے، اس کو میں نے خشب یعنی لکڑی سے تشبیہ دی ہے، جب تک کم عمر ہوتا ہے ملائم ہوتا ہے، سب آقائے حسن کہتے ہیں، مگر زوالِ حسن کے بعد گدھے کی طرح بھاگتے ہیں۔ اب وہ شعر سنو۔

جب ملائم خاں خشب خاں ہو گئے
سارے عاشق پھر کھسک خاں ہو گئے

پٹھان لوگ اس شعر سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ واہ بڑا زبردست شعر ہے! پورے شعر میں خان ہی خان ہے۔

اب دوسرا فیچر سنو! پوری دنیا سے پچاس حسینوں کا انتخاب کیا گیا، ان کو ایک احاطے میں بند کر دیا گیا جس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی اور وہاں ان کے لیے بریانی اور پلاؤ کا انتظام کیا گیا، لیکن لیٹرین نہیں بنایا گیا بلکہ دس فٹ کا ایک گڑھا بنا دیا اور کہا کہ جن کو ہگنا ہو وہ یہیں ہگیں، ان کے لیے لیٹرین کا انتظام نہیں ہے، اب سارے حسین اس گڑھے میں ہگ رہے ہیں، ایک دن میں پچیس کلو گو جمع ہو گیا، یومیہ پچیس کلو کے حساب سے سوچو کہ دس دن کے بعد گو کا کتنا اسٹاک ہو جائے گا، اب اتنی بدبو ہے کہ سارے حسین اپنی ہی بدبو سے بے ہوش ہو گئے، پھر حکومت نے ڈاکٹر بھیجے کہ یہ کیوں بے ہوش ہو گئے؟ ہم نے تو دنیا بھر سے ان حسینوں کو جمع کیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ جو ڈاکٹر گئے تھے وہ بھی بے ہوش ہو گئے، اتنی بدبو تھی کہ سب اپنی ہی ایکسپورٹنگ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔

آہ! سب عاشقِ مجاز بے وقوف ہیں، کون سا ایسا معشوق ہے جو کبھی بڈھا نہیں ہو گا؟ لڑکا بھی بڈھا ہونے والا ہے اور لڑکی بھی بڈھی ہونے والی ہے، اگر مرنا ہے تو مولیٰ پر مرو یا کسی اللہ والے پر مرو تو اللہ والے بن جاؤ گے اور قیامت کے دن اعلان ہو گا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ اے لوگو! جو دنیا میں اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے تھے سب عرش کے سائے میں آجاؤ، تم دھوپ میں کہاں کھڑے ہو؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ اللہ والی محبت کی نعمت کو معمولی مت سمجھو۔

بس اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب قبول فرمائے۔ اللہ ہم کو، ہمارے دوستوں کو، سارے عالم کو نسبت اولیائے صدیقین عطا فرما دے اور ہم سب کو اپنے پیار کے قابل بنا دے اور ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرما، آمین۔

وَصَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز بدھ، بعد مغرب، ملاوی جھیل کے کنارے

بخشش عبادت سے نہیں رحمت سے ہو گی

ایک سبق دیتا ہوں۔ یاد رکھو کہ جب کبھی شیطان وسوسہ ڈالے کہ میرے پاس بہت عبادت کا مال ہے تو فوراً شیطان سے کہو: دور ہو جا مردود! میں اللہ کی رحمت سے بخشا جاؤں، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بجائے اس کے کہ میں کھاتہ بہی نکالوں۔ وہاں سب اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت

غیر محدود ہے جبکہ ہماری عبادت محدود ہے۔ اسّی سال کی عبادت سے زیادہ سے زیادہ اسّی سال کی جنت مل سکتی ہے، جب اسّی سال پورے ہو جائیں گے تو بتاؤ قانوناً اسّی سال کے بعد جنت سے نکال دیا جائے گا کہ نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ اسّی سال کی عبادت کی برکت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سب کو جنت دیں گے چاہے کوئی چالیس سال میں مرے یا ساٹھ سال میں مرے، تو معلوم ہوا کہ اللہ ہی کی رحمت سے کام بنے گا۔

طاقت سے زیادہ عبادات کا نقصان اور اس کا علاج

ایک صاحب میرے پاس آئے، وہ پہلے مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، پھر مجھ سے مرید ہو گئے، ایک دن کہنے لگے کہ میرا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے، چکر آتے ہیں، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، دل دھڑکتا ہے اور بہت کمزوری معلوم ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کتنی عبادت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں رات تین بجے اُٹھ جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب جبکہ تم نے مجھے پیر بنایا ہے تو میرے مشورے پر عمل کرو، عشاء پڑھ کے سو جاؤ اور دو رکعات تہجد عشاء کے وقت ہی پڑھ لو، پھر فجر تک خوب سوؤ اور بس فجر کی نماز جماعت سے ادا کر لو اور باقی وظیفہ وغیرہ سب ملتوی کر دو، پھر میں نے کہا کہ آپ نے زیادہ وظیفے پڑھے ہیں اور ہیں بھی اسّی سال کے کمزور بڈھے تو بیماری کیسے نہیں بڑھے گی، چکر کیوں نہیں آئیں گے؟ انہوں نے میری بات مان لی اور ایک ہفتے کے بعد ہنستے ہوئے آئے اور کہا کہ صاحب! اب نہ تو چکر آرہے ہیں، نہ بلڈ پریشر ہے، نہ دل کی دھڑکن زیادہ ہے اور مجھے پہلے سے بھی زیادہ اللہ کا قرب مل رہا ہے، حالاں کہ نفل اعمال کم کر رہا ہوں، کیوں کہ شیخ کی بات ماننے سے اللہ کا راستہ طے ہو جاتا ہے، پھر انہوں نے اس خوشی میں مجھے سو رُوپے ہدیہ دیے کہ بغیر علاج کے اچھا ہو گیا۔

شیخ کے مشوروں کی افادیت

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پیر کے مشورے سے اللہ کا راستہ طے ہوتا ہے، اگر پیر کسی کا ذکر ملتوی کرا دے اور کہے کہ خانقاہ میں تم سب کے جوتے سیدھے کرو، سب کو چائے پلاؤ اور خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ اور وضو خانے میں جو بلغم ہے اسے صاف کرو تو وہ اسی سے ولی اللہ ہو جائے گا۔ اللہ کا راستہ پیر کے مشورے سے طے ہوتا ہے۔ میرے مرشد نے فرمایا تھا کہ جو پیر کہہ دے بس ویسے ہی کرو۔

پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ پچاس آدمی سفر میں ہیں اور آدھی رات کو کوئی تہجد پڑھنے کے لیے

نہیں اٹھا، سب دو رکعات نفل عشاء کے وقت ہی پڑھ کر سوگئے، اب اگر کوئی آدمی آدھی رات کو تہجد کے لیے اٹھے گا تو شیطان وہاں پہنچ جائے گا کہ دیکھو تم کتنی وی آئی پی شخصیت ہو، سب پڑے سورہے ہیں اور تم اللہ کے حضور میں لگے ہوئے ہو۔ یاد رکھو! اگر اس سے دل میں بڑائی آگئی، تو اس سے بہتر تھا کہ تم تہجد نہ پڑھتے اور اپنے کو حقیر سمجھتے۔

شیخِ کامل کو نادان نہیں پہچان سکتا

چناں چہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میں ریل کے سفر میں تھا، فرسٹ کلاس کا ڈبہ تھا، میں رات کو عشاء پڑھ کر سوگیا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی، میرا ایک مرید اسی فرسٹ کلاس میں میرے ساتھ تھا، اس نے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھی اور شیطان نے اس کے دماغ میں تکبر ڈال دیا، اس نے گھر جاکر خط لکھا کہ میں آپ سے بیعت توڑتا ہوں، کیوں کہ آپ نے تہجد نہیں پڑھی اور میں نے تہجد پڑھی، مرید تو تہجد گزار ہے مگر شیخ تہجد گزار نہیں ہے۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھ لو، اس ظالم کو یہ خیال نہیں ہوا کہ میں مسافر ہوں اور عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ اور حضرت نے کیا مثال دی کہ ایک بڑھئی نے آپ کا دروازہ بنایا اور اس کا جو اوزار ہے جس سے وہ رَندہ کرتا ہے، لکڑی چھیلتا ہے، صفائی کرتا ہے، لکڑی کو خوبصورت کرتا ہے تو لوہے کا وہ اوزار گھِس گیا، اب اس نے پتھر نکالا اور اس اوزار کو پتھر پر ایک گھنٹہ تک گھِسا، تو اس ایک گھنٹہ کی مزدوری بھی اس کو دینا واجب ہے، کیوں کہ آپ ہی کے کام میں تو اس کا اوزار گھِسا ہے، لہٰذا اس وقت کی مزدوری بھی دینی پڑے گی۔

تو مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ جب عالم کا دماغ اللہ کے سرکاری کام میں تھک گیا تو اس کا سونا بھی عبادت ہے، کیوں کہ وہ اللہ ہی کے کام میں تھکا ہے اور حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی دو رکعات عام لوگوں کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہے۔

تو شیخ کے بارے میں دو تصور کرو: نمبر ا: اس کی دو رکعات ہماری ایک لاکھ رکعات سے افضل ہے، نمبر ۲: شیخ ہر وقت سرکاری کام میں مصروف رہتا ہے، بولنا پڑتا ہے، سمجھانا پڑتا ہے، اسی لیے کہتا ہوں کہ میرے لیے تو آرام بہت ہی ضروری ہے اور میں نے بتادیا کہ جو عشاء کے چار فرض، دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعات پڑھ لے گا، تو حکیم الامت نے امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ قیامت کے دن تہجد گزار ہو گا۔

آج کل کے زمانے میں قوتیں بہت کمزور ہیں، اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ دو رکعات نفل عشاء کے

وقت ہی پڑھ لو، ہاں جو قوی ہو، صحت مند ہو تو ہم آدھی رات کو اٹھنے سے منع بھی نہیں کرتے، بعض لوگوں کو بچپن سے عادت پڑ گئی ہے تو ان کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی تو وہ ضرور پڑھیں، لیکن اپنے کو کسی سے بہتر نہ سمجھیں، اپنے کو سب سے حقیر سمجھیں کہ اے اللہ! میں آپ کے کرم سے تہجد پڑھتا ہوں، یہ جملہ روزانہ کہو، آپ لوگ اس کو یاد کرلیں ورنہ اگر دل میں ذرّہ برابر بڑائی آگئی تو سمجھ لو کہ وہ جنت نہیں پائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

لَا یَدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ مَنۡ کَانَ فِیۡ قَلۡبِہٖ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنۡ کِبۡرٍ [۲۵]

کہ جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی بڑائی آگئی، وہ ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

تکبّر کی بیماری کا علاج

تو بتاؤ! یہ خطرناک بیماری ہے یا نہیں؟ لہٰذا اس کا علاج بتا رہا ہوں نمبر ا: روزانہ اللہ سے کہو کہ اے اللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال کیوں کہ اگرچہ ہماری داڑھی، روزہ، نماز تو ہے اور کوئی داڑھی نہیں رکھتا، نماز بھی نہیں پڑھتا، لیکن زندگی میں اس کا کوئی عمل ایسا ہوگیا کہ وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگیا، اللہ اس سے خوش ہے اور ہم سے زندگی میں کوئی ایسا عمل ہوگیا جس سے اللہ ناراض ہوگیا تو کیا معلوم کہ وہاں ہمارا کیا حشر ہوگا؟ جیسا کہ دنیا ہی میں بعض لوگوں کو دیکھا کہ خوبصورت بیوی کی پٹائی کر رہے ہیں اور بعض لوگوں کو دیکھا کہ کالی کلوٹی بیوی کو پیار کر رہے ہیں تو ''پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے'' جس کو شوہر پیار کرلے قسمت والی وہی ہے، تو جس بندے کو اللہ پیار کرلے قسمت والا وہی ہے۔ تو یہ جو دو جملے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، وہ میں آپ کو سکھا رہا ہوں تاکہ قلب تکبر سے پاک صاف ہوجائے: نمبر ا۔ روزانہ یہ کہو کہ اے اللہ! میں سارے عالم کے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال کہ نہیں معلوم کہ مجھ سے کیا عمل ہوگیا ہو جس سے آپ ناراض ہوں اور جو بے عمل ہے مان لو کہ شراب پیتا ہے مگر ہے تو مسلمان، کوئی عمل شاید اس کا اللہ کو پیارا ہوگیا اور اسی پر اس کی معافی ہوجائے۔

ایک آدمی نے اپنی بیوی کے کھانے میں نمک تیز کرنے پر صبر کرلیا، جب اس کا انتقال ہوگیا تو ایک

۲۵؎ صحیح مسلم: ۶۵/۱، باب تحریم الکبر و بیانہ، ایج ایم سعید

بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے کھانے میں بیوی کے نمک تیز کرنے پر اس کی پٹائی نہیں کی، گالی نہیں دی، اس ادا کو میں نے قبول کر لیا، اس لیے تم کو معاف کرتا ہوں۔ تو معلوم نہیں قیامت کے دن کس کا کیا عمل قبول ہو جائے؟ لہٰذا روزانہ یہ جملے کہا کرو کہ اے اللہ! میں سارے عالم کے مسلمانوں سے کمتر ہوں، سارے عالم کے مسلمان مجھ سے اچھے ہیں، کیوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے یہاں میرا کیا عمل قبول ہے کیا نہیں قبول۔ نمبر ۲۔ حکیم الامت فرما رہے ہیں کہ اے خدا! اشرف علی سارے دنیا کے جانوروں اور کافروں سے بھی بدتر ہے، کیوں کہ نہیں معلوم کہ میرا خاتمہ کیسا ہو گا؟ بتاؤ! اگر خاتمہ خراب ہو جائے تو کتے اور سور ہم سے بہتر ہیں یا نہیں؟ لہٰذا یہ دو جملے آپ لوگ یاد کر لیں۔

میرے دل میں ابھی اللہ نے یہ عطا فرمایا کہ میں اپنے ساتھیوں کو تکبر کی حالت میں موت سے بچاؤں اور خود بھی بچوں، لہٰذا یہ دو جملے یاد کر لو کہ اے اللہ! سارے دنیا کے مسلمان ہم سے بہتر ہیں فی الحال اور ہم سب سے کمتر ہیں اور سارے دنیا کے کافر اور جانور ہم سے بہتر ہیں فی المآل۔ یہ دونوں الفاظ یاد رکھنا فی الحال اور فی المآل یعنی انجام نہ معلوم کیا ہو۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ایک ہندو کو جنت میں دیکھا، پوچھا کہ لالہ جی تم جنت میں کیسے ٹہل رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مولوی صاحب مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ تو کسی کو کیا حقیر سمجھیں؟ لیکن کفر سے نفرت ہم پر واجب ہے اور کافر کو حقیر سمجھنا حرام ہے، نکیر واجب ہے تحقیر حرام ہے۔ اب کوئی کہے کہ صاحب یہ تو بہت مشکل ہے کہ ہم کافر کو اپنے سے حقیر نہ سمجھیں۔ اس کا جواب حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا کہ چاند کی طرح ایک نہایت خوبصورت شہزادہ ہے مگر اپنے منہ پر کالی روشنائی لگالی، تو روشنائی کو تو حقیر سمجھو اس کے چہرے کو حقیر نہ سمجھو، کیوں کہ جب صابن سے دھو کر کے آجائے گا تو پھر سے صاف ستھرا اور حسین ہو جائے گا، ایسے ہی کافر ہے کہ ممکن ہے کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے۔ اس حقیقت کی تائید میں مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلمان بودنش باشد امید

کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو کیوں کہ اللہ کی توفیق سے وہ بھی مسلمان ہو سکتا ہے، ایسے کتنے لوگ ہیں جو مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ بعض وقت میں زیادہ عبادت کرنے والوں ہی کو شیطان گمراہ کرتا ہے کیوں کہ وہ خود بھی بہت عبادت کرتا تھا لیکن تکبر کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ اسی لیے مفتی اعظم

پاکستان نے مشورہ دیا ہے کہ تہجد، تلاوت، حج و عمرہ جو کرو تو سمجھو کہ نیکی کر دریا میں ڈال، نیکی کو یاد بھی نہ رکھو کہ ہم نے کیا کیا نیکیاں کیں اور اللہ سے یہ کہتے رہو کہ آپ کی رحمت ہی کا سہارا ہے اور ہماری نیکی پر تو آپ آبجیکشن لگا سکتے ہیں کہ تم نے نماز تو پڑھی لیکن میرا حق ادا نہیں کیا، تمہارا دل ادھر ادھر لگا ہوا تھا، تم تو یار کے سامنے تھے مگر تمہارا دل بیوپار میں تھا۔ اس لیے اللہ سے کہو اے اللہ! ہمیں کسی عبادت کا سہارا نہیں ہم کو صرف آپ کی رحمت کا سہارا ہے، صرف آپ کی رحمت ہی سے ہم سب بخشے جائیں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں بھی اللہ کی رحمت سے بخشا جاؤں گا عمل سے نہیں بخشا جاؤں گا، تو ہم لوگوں کا منہ کیا ہے؟

تو بتاؤ! کتنے خطرناک مرض سے میں نے آج آپ کو آگاہ کیا۔ یہ اتنا خطرناک ایٹم بم ہے کہ سارا تہجد، حج، عمرہ خراب کر دیتا ہے، تکبر کا یہ مرض جاپان کا ایٹم بم ہے جس سے ہیروشیما کا سارا شہر تباہ ہو گیا تھا، ایسے ہی دل میں شیطان ایک ذرّہ بڑائی ڈال دیتا ہے جس سے انسان کا سارا حج، عمرہ ختم اور سارا تہجد بے کار ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ دو جملے کہتے رہو کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سب مسلمانوں سے کمتر ہیں فی الحال، کوئی مسلمان اگرچہ بے نمازی ہے تب بھی ہم سے بہتر ہے، کیوں کہ معلوم نہیں کہ اس کا کون سا عمل قبول ہو گیا ہو، اب بات سمجھ میں آگئی کہ اے اللہ! سارے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل، کہ نہ معلوم خاتمہ کیا ہو گا اور قیامت کے دن ہمارا کیا معاملہ ہو گا؟

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اتنے بڑے ولی اللہ، اپنے زمانے کے مجدّد، حضرت کتنے بڑے بڑے علماء کے پیر تھے، تو فرمایا کہ کیا کہوں مجھ کو ہر وقت غم رہتا ہے کہ نہ جانے اشرف علی کا قیامت کے دن کیا حال ہو گا؟ بتایئے! ہم لوگوں کا یہ معاملہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھو ناامیدی نہ ہو، مگر اپنے دماغ میں اور دل میں تکبر کا لید نہ رکھو، لید کہتے ہیں نجاست کو، پاخانے کو، آدمی پلید ہو جاتا ہے۔

مجھے آج صبح اس مضمون کو بیان کرنا تھا، لیکن ناشتے کے وقت دوستوں نے بتایا کہ ہم کو مدرسے پڑھانے جانا ہے، تو میں نے اِس وجہ سے اِس مضمون کو اس وقت بیان کر دیا، اب یہ مضمون وہاں بھی بیان کرنا ہے، مگر مجھے جھیل کے کنارے زیادہ مزہ آرہا ہے کہ مالک کا نام لیا جائے اور اللہ کی رحمت کا ذکر کیا جائے۔ جنت میں بے حساب داخلہ اور جنت میں جانے کا ایک اور راستہ بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں سے محبت کرو۔ کیوں؟ دلیل سنو! قیامت کے دن اعلان ہو گا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ جو لوگ آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے تھے وہ عرش کے سائے میں آجائیں۔ اب علماء دین سے پوچھو میری اس بات کی قدر کہ جہاں سایہ ملے گا وہاں حساب نہیں ہو گا اور جہاں حساب ہو گا وہاں سایہ نہیں ہو گا۔ تو عرش کے سائے میں بلانا دلیل

ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حساب جنت دیں گے ان شاء اللہ۔ اور یہ راستہ مزے دار بھی ہے، محبت میں مزہ آتا ہے کہ نہیں؟ بتاؤ! اس وقت آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہو مزہ آرہا ہے کہ نہیں؟

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اختر کو ایک سو بیس سال کی عمر دے عافیت کے ساتھ، خوب دینی خدمات کے ساتھ اور میرے دوستوں کی حیاتِ عافیت کے ساتھ اور اللہ ایک گروہِ عاشقاں عطا فرما، سارے عالم کے جنگل جنگل، دریا، سمندر میں پھرا دے اور اپنی محبت کے مضامین میری زبان سے بیان کرا کے اللہ اختر کو اور سارے عالم کو اپنا دیوانہ بنادے، ایک بندہ بھی ایسا نہ ہو جو آپ کو پیار کر کے آپ پر فدا نہ ہو، اللہ سارے عالم کو ہم سب کو اپنا بنالے۔

اِنفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب شیخ کا احسان ہے

دیکھو! ایک قصہ سن لو، ایک مجذوب تھے، انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ جو اس نیک کام میں پیسہ لگائے گا وہ جنت میں جائے گا، بادشاہ نے ہنس کر ٹال دیا، مگر بادشاہ کی بیوی نے سن لیا اور جلدی سے پیسہ لا کر دے دیا کہ حضرت یہ اس کام میں لگالیں، اب رات کو بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ بیوی تو جنت میں جارہی ہے مگر مجھے جنت میں جانے سے روکا جارہا ہے تو صبح ہوتے ہی وہ بھی پیسہ لایا مگر مجذوب نے انکار کر دیا کہ خواب دیکھ کر اب دے رہے ہو، پہلے کیوں نہیں یقین کیا؟

اس لیے کہتا ہوں کہ اگر آپ کا شیخ یا کوئی اللہ والا آپ سے کسی نیک کام میں پیسہ خرچ کراتا ہے تو یہ اس کا احسان سمجھو وہ اپنے پیٹ میں تو نہیں ڈال رہا ہے تو سمجھ لو کہ مجھ پر احسان کر رہا ہے، قیامت کے دن تم میرا شکریہ ادا کرو گے، لیکن اگر جسم میں مائنڈ ہے آؤٹ آف مائنڈ نہیں ہو، تو زندگی میں بھی شکریہ ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، ہم تو چیونٹے کی طرح پیسے سے چپٹے ہوئے تھے اور گڑ دینے کے لیے تیار نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی۔ شیخ کے مشورے سے ہمت بڑھ جاتی ہے، ویسے تو آدمی جلدی خرچ نہیں کرتا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آج پیسہ لاؤ، اس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا پیسہ پیش کر دیا، پورا گھر صاف کر دیا یہاں تک کہ کرتے کے بٹن بھی توڑ کر پیش کر دیے اور ان کی جگہ کانٹا لگالیا، تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ ابو بکر صدیق کو میرا اسلام پیش کر و اور پوچھو کہ وہ خوش ہے یا غم زدہ

کہ ہائے پیسہ ہائے پیسہ مارا گیا؟ صدیق اکبر نے مارے خوشی کے تین دفعہ فرمایا اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ[۱۲۶] میں اپنے رب سے راضی ہوں، خوش ہوں۔ دیکھا آپ نے کہ ان کا کیا درجہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آدھا مال لائے، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک تہائی فوج کے سامان کے لیے پیسہ لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ میں لے کر بجایا، کیوں کہ سکے تھے اور فرمایا اے اللہ! تیرا نبی عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی عثمان سے راضی ہو جا۔

اچھا ایک مثال اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالی کہ مان لو کسی ملک کے اندر کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے اور آپ نے ارادہ کر لیا کہ اس ملک سے بھاگنا ہے اور آپ کا کوئی ایمان دار دوست آپ کی کرنسی لے کر اس ملک میں پہنچا دے جس ملک میں آپ کو جانا ہے تو اس کا شکریہ ادا کرو گے یا نہیں؟ تو آپ کو جس ملک میں جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اگر میں آپ کی کرنسی لے کر اس ملک میں بھیج دوں تو یہ میرا احسان ہے یا نہیں؟ ؎

جس جہاں سے ہمیشہ کو جانا
اور کبھی لوٹ کر پھر نہ آنا
ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

انسان کو چاہیے کہ اپنے شیخ کا احسان اور شکریہ ادا کرے اور اللہ سے یہ کہے کہ اللہ جس طرح مال دیا ہے دل بھی بڑا بنا دے اور اللہ سے یہ بھی کہے کہ آپ کی محبت کا حق ہم سے صحیح طرح ادا نہیں ہوا، اگر سلطنت بھی دے دیتے تو حق ادا نہیں ہوتا، ایک سلطنت نہیں سارے عالم کی سلطنت بھی اللہ پر فدا کر دو تو اللہ کی محبت کا حق ادا نہیں ہو سکتا مگر کیا کہیں اللہ تعالیٰ ہماری روح کو بالغ کر دے، کیوں کہ ایک نابالغ لڑکے سے کسی نے کہا: تمہاری شادی کرادوں؟ تو اس لڑکے نے جو نابالغ تھا پوچھا کہ شادی کروں گا تو کیا کرنا پڑے گا؟ کہا کہ روٹی کپڑا مکان دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ توبہ کیجیے! آپ میری شادی نہ کرائیے۔ اس نے کہا کہ ہم کو تو پتنگ لڑانے میں اور گلی ڈنڈا کھیلنے میں مزہ آتا ہے۔ اب جب لڑکا پندرہ سال کا بالغ ہو گیا تو پھر اس سے پوچھا کہ اب تمہاری شادی کرادوں؟ تو وہ پیر دبانے لگا اور مادام کے لیے جلدی سے اس کے سر میں روغنِ بادام لگانے لگا اور ہاتھ جوڑنے لگا کہ جلدی شادی کرادیجیے۔

---

[۱۲۶] کنز العمال: ۵۰۹/۱۲ (۳۵۶۵۸)، فضل الصدیق رضی اللہ عنہ، مؤسسۃ الرسالۃ

تو جنہوں نے اللہ کو پہچان لیا ان کے حوصلے اور ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمارے دل وجان میں اپنی محبت کو کامل کردے اور جتنا بھی اللہ نے نیک اعمال کی توفیق دی اس کی قبولیت کے لیے دعا بھی کرو کہ اللہ قبول فرمالے، اکڑا مت کرو کہ میں نے اتنا دیا اتنا دیا، یہ کہو کہ اے اللہ! جتنا دیا اپنی رحمت سے قبول فرمالے، ہماری نماز قبول فرمالے، ہمارا یہاں آنا قبول فرمالے، ہماری یہ جو مجلس سمندر کے کنارے ہوئی اس کو قبول فرمالیجیے۔ اللہ ہم سب کو، ہمارے دوستوں کے یہاں آنے کو اور سفر کو قبول فرمالے، سمندر کے کنارے اپنی یاد اور ذکر کو قبول فرمالیجیے اور ہمیں دنیا بھی دے اور آخرت بھی دے اور ہماری زندگی بھر کی تمام دعاؤں کو قبول فرما اور جو ہم نے نہیں مانگا اپنی نادانی اور کمزوری سے بے مانگے دونوں جہان عطا فرما دے، ہم سب کو اور ہماری اولاد کو بھی ہمارے احباب کو بھی اور سارے عالم کے مسلمانوں کو بھی، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [۱۲۷]

وَقَالَ تَعَالٰى: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ [۱۲۸]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پیغامِ دوستی

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہم غلاموں کو اپنی دوستی اور ولایت دینے کے لیے، ہماری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنے کے لیے اپنی دوستی کا ہاتھ ہم نالائقوں کی طرف خود بڑھایا، کیوں کہ کسی انسان کے دماغ میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہم اللہ کے ولی اور دوست بھی بن سکتے ہیں کیوں کہ دوستی کے لیے مزاج شناسی ضروری ہے، آدمی جس سے دوستی کرنا چاہتا ہے اس کے بارے میں پوچھتا ہے کہ بھئی ان کا کیا مزاج ہے؟

۱۲۷؎ التوبۃ: ۱۱۹

۱۲۸؎ العنکبوت: ۶۹

تاکہ ہم اس مزاج کی رعایت کرکے ان کے دوست بن جائیں اور ان کی دوستی کا حق ادا کرسکیں۔ تو اتنا گندہ اور پراگندہ بندہ تو اللہ کی دوستی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنی مہربانی سے ہم کو اپنا دوست بنانے کے لیے خود ہاتھ بڑھایا، لیکن اس کے لیے تقویٰ فرض فرمایا۔

تقویٰ کی فرضیت کا راز

تقویٰ فرض کرنے کا کیا راز ہے؟ (نمبر ۱) میں اپنے غلاموں کو خالی غلام نہیں رکھنا چاہتا ہوں، بلکہ اپنے غلاموں کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنا چاہتا ہوں، کیوں کہ میں پاک ہوں تو جب تک میرے بندے گناہ نہیں چھوڑیں گے میں ان کے سر پر اپنی دوستی کا تاج کیسے رکھ دوں؟ عود کا عطر لگانے سے پہلے پاک صاف ہونا پڑتا ہے، دنیا میں سب سے مہنگا اور بادشاہوں کا عطر عود کہلاتا ہے، اگر کوئی پیشاب پاخانہ لپیٹے ہو تو کوئی اس کو عود کا عطر لگائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی دوستی کا تاج رکھنے کے لیے چاہتے ہیں کہ تم بھی پاک ہو جاؤ، اللہ پاک ہے اور پاک بندوں کو اپنا دوست بناتا ہے، اور پاک کس چیز سے ہو؟ گناہوں سے۔ تقویٰ کے معنیٰ ہیں گناہ سے بچنا، نافرمانی سے بچنا، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنا۔ یہ انسان کا فطری حق ہے، ہر آدمی اپنے ماں باپ کو خوش رکھتا ہے اس وجہ سے کہ ماں باپ پالتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی تقویٰ فرض کرکے اپنے حقِ ربوبیت کا اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم کو پالا ہے اگر ہم تمہارے ماں باپ کو اٹھالیں اور تم یتیم ہو تو کیا تم نہیں پلتے ہو؟ تو معلوم ہوا کہ اصلی پالنے والے تو ہم ہیں، ہمارے پالنے کے لیے ماں باپ وکیل اور متولی ہیں، اگر تمہارے ماں باپ ہی کے اختیار میں تمہارے پالنے کی صفت ہوتی، تو جن کے ماں باپ ان کے بچپن میں مر جاتے ہیں تو انہیں بھی بغیر پلے موت آجاتی، مگر اللہ کی شان یہ ہے کہ بعض یتیموں کو اللہ نے ایسا پالا کہ بڑے بڑے ماں باپ والے ان پر رشک کرنے لگے چناں چہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

وہ یتیم لڑکا جب نبی ہوا یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی قرآن پاک مکمل نازل نہیں ہوا صرف غارِ حرا میں ایک ہی آیت نازل ہوئی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ [۱۲۹] لیکن اسی ایک آیت سے تمام کتب خانے منسوخ ہوگئے، توریت منسوخ، انجیل منسوخ غرض تمام مذاہب کے کتب خانوں کو اس آیت نے منسوخ کردیا۔

۱۲۹؎ العلق:۱

کعبہ شریف کے اردگرد سبزہ نہ ہونے کی حکمت

اور ایک بات اچانک دل میں آگئی جو آپ شاید اس فقیر ہی سے سنیں گے، شاید لگا رہا ہوں کہ دعویٰ نہ ہو۔ دنیا کے جتنے درخت ہیں شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں جو انسان کے لیے نہایت مضر ہے، اور صبح کی ہوا یعنی آکسیجن جو درختوں سے نکلتی ہے نہایت مفید ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا۔ تو میں سوچا کرتا تھا کہ کعبہ شریف کے آس پاس کشمیر جیسے خوبصورت مناظر اور درختوں کی قطاریں نہیں ہیں، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں اور کعبہ شریف کے آس پاس ایسے چٹیل پہاڑ ہیں کہ گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔ ہر آدمی اپنا گھر اچھے پڑوس میں، درختوں میں، باغوں میں بناتا ہے تو اللہ میاں کے گھر کے جغرافیہ کا کیا راز ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی نے میرے قلب کو جواب عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ماں باپ سے زیادہ پیار کرتا ہے، اگر وہ درخت پیدا کرتا تو شام کو کعبے شریف کی طرف درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے تو جتنے حاجی، عمرہ کرنے والے یا جو میرے عاشقین ہیں وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے میرا گھر چھوڑ کر چلے جاتے، بس عصر تک طواف کرتے اور جب دیکھتے کہ مغرب کے وقت یہ درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کریں گے تو اپنی صحت کی حفاظت کے لیے اللہ کے عاشقین کعبہ چھوڑ کر بھاگ جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ یہاں کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا نہ ہو تاکہ میرے عاشقین ہر وقت مجھ سے چپٹے رہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اگر دنیا میں پیاسے پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے لیے ایسا جغرافیہ بنایا کہ چوبیس گھنٹے لپٹے رہو، یہاں کوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں، آکسیجن ہی آکسیجن ہے اور ایسی مقوی آکسیجن کہ جب شام کے بڑے بڑے درختوں اور باغات والے کافر لڑنے کے لیے آئے تو مکہ شریف کے آکسیجن والے جیت گئے۔ اب اگر منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں حج کے زمانے میں درخت ہوتے اور جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں نمی ہوتی ہے اور نمی میں جراثیم کی نشوونما زیادہ ہوتی ہے، تو جب لاکھوں حاجیوں کی قربانی کی بکریوں کی انتڑیاں گھاس پر ڈال دی جاتیں تو سڑ جاتیں اور بیماریاں پھیل جاتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں کو چٹیل رکھا کہ سورج کی شعاؤں سے پہاڑ اتنے گرم ہو جاتے ہیں کہ

حج کے زمانے میں قربانی کے جانور کی جتنی انتڑیاں اور غلاظت پھینکی جاتی ہے تو پہاڑ کی گرمی سے تمام جراثیم جل بھن کے خاک ہو جاتے ہیں اور منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا ہر پہاڑ ببانگِ دُہل زبانِ حال سے یہ مصرع پڑھتا ہے۔

جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

اے جراثیمو! کالرے کے جراثیم اور موشن کے جراثیم جتنے بھی جراثیم ہوں پہاڑ ان سے کہتا ہے کہ جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں۔ یہ ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ جہاں گھاس ہوتی ہے وہاں رطوبت ہوتی ہے اور جراثیم جلدی پیدا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجلیاتِ عرفات، منیٰ اور مزدلفہ کے ساتھ ساتھ ہماری جسمانی صحت کی بھی حفاظت فرمائی کہ پہاڑوں کو ایسا رکھا کہ کہیں بھی انتڑیاں پھینک دو سب جل کر خاک ہو جائیں گی۔

ہجرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حکمت

اسی طرح ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ جب موت کا فرشتہ اللہ کے قبضے میں ہے تو اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے وطن کیوں کیا؟ ہجرت کیوں فرض کی؟ موت کے فرشتے عزرائیل علیہ السلام آتے، خدا حکم دیتا کہ جتنے کافر دشمن میرے نبی کو اور میرے نبی کے ساتھیوں کو ستارہے ہیں اے عزرائیل سب کا ٹینٹوا دبادو، ٹینٹوا ہندوستانی لفظ ہے، گجراتی میں بھی شاید ہو، پھر ابوجہل ابولہب زندہ رہتے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دے دیا کہ مکہ شریف چھوڑ دو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو عشق و محبت کے حسبِ ذیل مسائل قیامت تک بتانے تھے کہ دیکھو مدینے والوں نے میرے نبی سے محبت کی اور ان پر جان ومال سے فدا ہوئے تو مکے والوں کو ان سے محروم کر دیا، لہٰذا قیامت تک اللہ نے بتا دیا کہ اگر تم نے کسی اللہ والے سے محبت نہ کی تو خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کو تم سے چھین کر اُس بستی میں بھیج دے گا جہاں اس کے عاشقین ہوں گے، لہٰذا ناز نہ کرو کہ ہم نہیں چاہیں گے تو ان کا کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ دنیاوی لیلائیں ہیں جنہوں نے مجنوں کو پاگل کر دیا اور سنبھال نہیں سکیں، مجنوں بیچارا پاگل ہو گیا، لیکن اپنے عاشقوں کو اللہ سنبھالتے ہیں، اس لیے دنیا میں جتنے اللہ کے عاشق ہوئے ہیں وہ ایسے سنبھلے کہ لاکھوں کو سنبھال دیا، ایسے اللہ والے بنے کہ ان سے لاکھوں اللہ والے بنے۔ اللہ اتنا بڑا ولی اللہ بناتا ہے کہ اس کو ولی سازی بھی سکھاتا ہے، اس کی برکت سے، اس کی صحبت سے لاکھوں ولی اللہ پیدا ہوتے ہیں، ایک ولی اللہ جدھر سے گزر جاتا ہے اس راستہ کا جغرافیہ بدل جاتا ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ولی اللہ کسی بستی سے گزر جائے اور اس کو ٹھہرنے کا

موقع نہیں ہے، وقت بہت کم ہے، بس گزرتا جارہا ہے تو فرمایا کہ لَنَالَ بَرَکَۃَ مُرُوْرِہٖ اَھْلُ تِلْکَ الْبَلْدَۃِ اس شہر والے، اس قصبے والے، اس گاؤں والے اس کے گزرنے کی برکت سے بھی محروم نہیں رہیں گے۔

تو اس سے کتنا بڑا مسئلہ حل ہو گیا کہ کعبہ شریف میں ایک لاکھ کا ثواب تھا اور مدینہ شریف کی مسجد میں پچاس ہزار کا ثواب ملا یعنی ثواب آدھا ہو گیا، مگر واہ رے میرے اللہ! آپ نے اس ہجرت کو فرض فرما کر قیامت تک کے لیے یہ مسئلہ و قانون بتا دیا کہ اسلام کمپیوٹرائز مذہب نہیں ہے، جہاں اللہ خوش ہو بس وہیں جان دے دو، مت سوچو کہ کعبہ شریف میں ایک لاکھ کا ثواب ملے گا اور مدینہ شریف میں پچاس ہزار کا، اسلام میں یہ کھاتہ ہی نہیں ہے۔ جہاں مالک خوش ہو، جو حکم ہو جائے تو وہاں ثواب نہ دیکھو، ان کا خوش ہو جانا ہی کروڑوں ثواب سے افضل ہے۔

جہاں اللہ خوش نہ ہو مثلاً کعبہ میں رہ کر بھی لوگ بد نظری کرتے ہیں اور جو ان حجنیوں کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ کے گھر میں ہیں مگر گھر والے سے محروم ہیں اور جو اپنے اپنے ملکوں میں اللہ کو راضی کر رہے ہیں، اللہ والوں سے دوستی کر رہے ہیں، اللہ کی محبت کو سیکھ رہے ہیں، گناہوں سے بچ رہے ہیں، یہ کعبہ سے دور ہیں مگر کعبہ والا اپنے دل میں رکھتے ہیں، اللہ کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ جو شخص مدینہ شریف سے دور ہے لیکن ہر سنت پر عمل کرتا ہے تو اس کا عجم بھی رشکِ مدینہ ہے کیوں کہ مدینہ والا اس کے ساتھ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہیں جس سے اس کا مدینہ اس کے ساتھ ہے۔ اگر نافرمانی اور گناہوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہیں تو یہ شخص مدینہ میں رہ کر بھی مدینہ والے سے محروم ہے، بعض لوگ کعبہ میں ہیں اور کعبہ والے سے محروم ہیں، اللہ سے محروم ہیں، اس لیے ایک اللہ والے نے کہا کہ فرض حج تو کعبہ شریف ہی میں ادا ہو گا، لیکن کعبہ والا اللہ والوں سے ملے گا۔

اگر کعبہ سے اللہ مل جاتا تو صحابہ کو ہجرت کا حکم نہیں ہوتا، لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا تو سارے صحابہ کو حکم ہوا کہ کعبہ شریف چھوڑ کر مدینہ شریف چلے جاؤ، جہاں میرا نبی جارہا ہے۔ اے صحابہ! سب کے سب چلے جاؤ، کیوں، کہ کعبہ میں حج تو ہو جائے گا، حج کے طواف کا ثواب مل جائے گا مگر گھر والا میرے نبی سے ملے گا، اللہ تو اللہ والے سے ملے گا۔ اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جا است بیائید بیائید

اے قوم! جو نفلی حج میں وقت لگا رہی ہے اتنا وقت کسی ولی اللہ کے ساتھ لگا دو تا کہ تم کو کعبہ والا مل جائے، ایسے

تو تم کعبہ جاتے ہو، ہر سال حج و عمرہ کرتے ہو مگر جب اپنے ملکوں میں آتے ہو تو پھر سب گناہ کرتے ہو، داڑھی منڈاتے ہو، ایئر ہوسٹسوں سے نظر بازی کرتے ہو، تو معلوم ہوا کہ کعبہ تو ملا مگر کعبہ والا نہیں ملا، اگر اللہ مل جاتا تو اپنے ملکوں میں بھی تم اللہ والے بن کر رہتے، جان، دل اور مال اپنے مالک پر فدا کرتے۔ تو وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جا است بیائید بیائید

اے وہ قوم جو نفلی حج و عمروں کے لیے جارہے ہو! اتنا زمانہ کسی اللہ والے کے پاس لگالو تاکہ پھر اگر ایک ہی حج کروگے تو اس کا نور اتنا قوی ہوگا کہ جب اللہ والا حج کرتا ہے تو اس کو ایک ہی حج میں کروڑوں حج نظر آتے ہیں، کعبہ پر جب نظر پڑتی ہے تو دل میں مولیٰ ہوتا ہے، گھر کی محبت جب ہی ہوتی ہے جب گھر والے کی محبت ہوتی ہے، لہٰذا پہلے گھر والے کی محبت سیکھو۔ مگر فرض حج مستثنیٰ ہے، اس کے لیے تو وہیں جانا پڑے گا۔ اور دوسرا مصرع عجیب و غریب ہے ؎

معشوق ہمیں جا است بیائید بیائید

اے نفلی حج کے لیے جانے والو! کہاں جارہے ہو؟ تمہارا اللہ میرے پاس ہے، آؤ! اور اللہ کی محبت سیکھو۔

ایک عالم کے ولی اللہ بننے کا واقعہ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم نفلی حج کو جارہے تھے، ان سے ایک بزرگ نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ کہا کہ حج کرنے۔ کہا کہ جس کے گھر جارہے ہو اس گھر والے سے بھی جان پہچان ہے؟ بس رونے لگے، رقت طاری ہوگئی کہ اس گھر والے سے تو جان پہچان نہیں ہے، تو فرمایا کہ میرے پاس ایک سال رہو، وہ ان کے پاس ایک سال رہے اور اس زمانے میں شیخ نے ان کو فتویٰ دینے سے، درس و تدریس کرنے سے، وعظ کہنے سے بھی روک دیا، مگر وہ بھی مخلص تھے، سمجھ گئے کہ مجھے میرا شیخ اخلاص اور اللہ کی محبت دینا چاہتا ہے، اس لیے مخلوق کے اندر نہیں جانے دے رہا ہے تاکہ خالق سے اس کو چپکا دوں، جب خالق دل میں ہوگا پھر مخلوق کی خدمت یہ اخلاص سے کرے گا۔ ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء بھی ناراض ہوگئے کہ یہ کیسا پیر ہے جو درس و وعظ، پڑھنا لکھنا سب سے منع کررہا ہے؟ لیکن جب ایک سال کے بعد انہوں نے اجازت دی کہ اب سب کام کرسکتے ہو، تو پھر سال بھر خاموشی کے بعد ایک وعظ

جو کہا تو سب رونے لگے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے صوفیو! اور اے علماء! پہلے شیخ کے پاس اپنا مٹکا بھرو، جب مٹکا بھر کر چھلکنے لگے تو چھلکتا ہوا مال مخلوق کو دو، اپنا مٹکا مت خالی کرو۔ تو جب وہ عالم اللہ والے بن گئے تب ان کا ایک وعظ ہوا اور مسجد میں جتنے لوگ تھے سب ولی اللہ ہو گئے، تب وہ عالم رونے لگے کہ دس سال تک میں نے وعظ کہا اور کوئی ولی اللہ نہ بنا، لیکن اس اللہ والے کی غلامی کے صدقے میں اب میرے دل میں وہ درد و محبت اور اللہ کی نسبت قائم ہو گئی کہ آج میری زبان میں اللہ نے وہ اثر رکھا ہے کہ جہاں وعظ کرتا ہوں سارے سامعین ایک ہی وعظ میں صاحبِ نسبت ہو رہے ہیں۔ یہ کوکر کی شان ہے کہ پہلے جو بریانی چھ گھنٹے میں پکتی تھی آج کل کوکر میں آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاتی ہے۔ جب دل اللہ کے عشق میں اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھا کر جلا بھنا کباب ہوتا ہے تو اس کی صحبت سے لوگ جلد صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہو جاتے ہیں۔

ہجرت سے کیا سبق ملتا ہے؟

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہجرت کے فرض ہونے نے یہ مسئلہ بتا دیا کہ وطن کو معبود مت بناؤ، اللہ والوں کے ساتھ رہو، ہجرت کے اندر یہ راز رکھ دیا کہ جہاں تم کو اللہ والے مل جائیں تو وطن سے نکلو اور ان کے ساتھ رہو۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امرود ملتا ہے امرود والوں سے، آم ملتا ہے آم والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے اور کباب ملتا ہے کباب والوں سے۔ میں کباب والی بات آخر میں کہتا ہوں کیوں کہ میرا کباب پر ایک شعر ہے ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

تو اخیر میں میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی اور بڑے بڑے علماء شیخ کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہ کرتے۔ مشکوٰۃ شریف کے شارح شیخ عبد الحق دہلوی بھی کتراتے پھرتے تھے، بیعت نہیں ہوتے تھے، پھر ان کے والد نے ان کو خط لکھا، حیاتِ عبد الحق میں دیکھ لو، وہ میں نے خود پڑھا ہے۔ لکھا ''پسرم ملّائے خشک و ناہموار نباشی'' اے شیخ عبد الحق! محدّث اور مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھنے والے! خشک ملّا مت رہ، ناہموار مت رہ، جا! کسی اللہ والے کو پکڑ اور اس کی صحبت اختیار

کر۔ اللہ کے عاشقوں سے عاشق بنتے ہیں۔ مدارس ہمیں عالمِ منزل بناتے ہیں، خانقاہیں اور اللہ والے ہمیں بالغِ منزل بناتے ہیں۔ علمِ منزل اور ہے اور بلوغِ منزل اور ہے، علمِ منزل تو یہ ہے کہ راستہ دِکھادیا کہ بھئی یہاں سے ایسے چلے جائیں، وہ فلاں گاؤں نظر آرہاہے، یہ علم ہے، مگر ہاتھ پکڑ کر اس گاؤں تک پہنچادے یہ بلوغِ منزل ہے، علمِ منزل تو مدارس سے حاصل کرلو، مگر بالغِ منزل وہی ہوگا جو کسی بالغِ منزل کا ہاتھ پکڑے۔

اس زمانے میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر زندگی میں صرف چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو تو نسبت مل جائے گی پھر خط وکتابت سے ترقی ہوتی رہے گی، خط وکتابت سے ترقی کرتے رہو، مگر چالیس دن ایک مرتبہ رہ لو۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسلسل اکیس دن تک انڈے پر مرغی بیٹھتی ہے تب بچوں میں جان آتی ہے، مردہ انڈے زندہ ہوجاتے ہیں پھر بچے اپنی چونچ سے اس کا چھلکا اُتار کر باہر آجاتے ہیں اور بزبانِ حال یہ شعر بھی پڑھتے ہیں، بزبانِ حال یاد رکھو، ورنہ اعتراض کروگے کہ مرغی کا بچہ یہ کیسے پڑھ سکتا ہے؟ تو بزبانِ حال کہتے ہیں۔

کھینچی جو اک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

مگر میں گریبان نہیں پھاڑوں گا، کیوں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی کا قصہ لکھا کہ وہ جہاں وعظ کرنے جاتا تھا، تو نیا جوڑا وصول کرنے کے لیے وہ کمزور کپڑا جو پھٹا پرانا ہوجاتا تھا اس کو پہن کر جاتا تھا پھر نعرہ مار کر اپنے کپڑے پھاڑ دیتا تھا، اب جس کے یہاں وہ وعظ کہتا تھا وہ بیچارا مارے شرم کے ایک جوڑا دے دیتا تھا۔ تو مجھے آپ سے کپڑا نہیں لینا میرا کپڑا ابھی نیا مضبوط ہے۔ تو اکیس دن کے بعد مردہ انڈوں میں جان آجاتی ہے۔ اگر چالیس دن کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو جہاں آپ کو مناسبت ہو، تو چالیس دن میں آپ کی روح میں حیات آجائے گی پھر تمام زنجیروں کو آپ خود توڑ دیں گے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ اگر پیر کہیں رہے اور مرید کہیں رہے تو کیا خط وکتابت سے کام نہیں ہوسکتا؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیوی کہیں رہے شوہر کہیں رہے، دس سال خط وکتابت کرتے رہیں، اولاد ملے گی؟ تو جیسے حیاتِ جسمانی کے لیے ملاقات ضروری ہے اسی طرح حیاتِ روحانی کے لیے بھی کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو، یہ نہ سمجھو کہ شیخ وہاں ہے ہم یہاں ہیں، اس کی روح آپ کی روح کے اندر اللہ کی محبت، احسانی کیفیت اور دردِ دل منتقل کرتی رہے گی۔ جو لوگ اللہ والوں کے پاس رہے ان سے پوچھو کہ وہ خود حیران رہ گئے کہ میں کیا تھا اور اب کیا ہوگیا ہوں! خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے،

انگریزی داں تھے مگر علماء کے شیخ ہوئے، میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے انہیں باقاعدہ شیخ بنایا۔ کیا بات ہے کہ ایک مسٹر علماء کا شیخ بن جائے؟ خواجہ صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت آپ کی صحبت سے مجھے اللہ نے اپنی نسبت عطا فرمادی اور حضرت کو خطاب کرکے یہ شعر پڑھا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

تو اللہ نے کیا مقام عطا فرمایا کہ بڑے بڑے علماء ان کی بات سنتے تھے اور مولانا ابرار الحق صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کو اپنا شیخ بنایا۔

تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں اپنی دوستی کا پیغام عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک کو بڑھایا کہ اے ایمان والو! ہم تم پر تقویٰ فرض کرتے ہیں کہ تم گناہ سے بچو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم گناہ چھوڑ دیں تو اللہ ہم کو کیا دیں گے؟ آج کل تو سودے بازی ہوتی ہے نا! اگر ہم الیکشن میں بیٹھ جائیں تو کیا دیں گے؟ بعض لوگ کھڑے ہوتے ہی بیٹھنے کے لیے ہیں، کیوں کہ جانتے ہیں کہ ہم ہار جائیں گے، ان کی الیکشن لڑنے کی نیت نہیں ہوتی لیکن ایک آدھ پوسٹر لگا کر دوسرے فریق کو ڈرا دیتے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ آپ نہ لڑیے، ہمارے لیے سیٹ چھوڑ دیجیے تو وہ کہتا ہے کہ اگر میں بیٹھ جاؤں تو آپ کیا دیں گے؟

تقویٰ کا پہلا انعام: وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا[۱۳۰] یعنی تمہیں مصائب سے خروج نصیب فرمائیں گے۔

تقویٰ کا دوسرا انعام: وَیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ[۱۳۱] اور تم کو بے حساب روزی دیں گے جہاں سے تم کو گمان بھی نہ ہوگا۔

تقویٰ کا تیسرا انعام: تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے انعامات بیان کردیے کہ اگر تم تقویٰ سے رہوگے، گناہ چھوڑ دوگے اور ہم کو ناراض نہ کروگے تو پہلا انعام وہ دیں گے جو تم خود چاہتے ہو اور وہ یہ ہے کہ تمہارے ہر کام میں آسانی پیدا فرمادیں گے:

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا[۱۳۲]

۱۳۰؎ الطلاق:۲
۱۳۱؎ الطلاق:۳
۱۳۲؎ الطلاق:۴

تقویٰ کا چوتھا انعام: اور چوتھا فائدہ کہ تم کو ایک نورِ فارق دے گا جس سے بھلائی وبُرائی کی تمیز رہے گی، اس کا نام فرقان ہے:

اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا [۱۳۳]

تقویٰ کا پانچواں انعام: چار انعام ہوگئے۔ پانچواں انعام کیا ہے؟ پانچواں انعام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان کیا ہے کہ جو گناہ سے بچتا ہے، متقی رہتا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے سارے عالم میں جہاں جاتا ہے امن وسکون سے رہتا ہے:

مَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ سَارَ فِیۡ بِلَادِہٖ اٰمِنًا [۱۳۴]

اولیاء اللہ جہاں بھی جائیں گے اللہ کو پائیں گے، ان کی دوستی ہر جگہ رہے گی۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اللہ کی حکومت نہ ہو، جو بندہ اللہ کو راضی کیے ہوئے ہے وہ جس ملک میں جائے گا اللہ کی دوستی کا فیض وہاں رہے گا۔ اب اس کے بعد سب سے بڑی نعمت اللہ نے یہ بتائی کہ ہم تمہاری غلامی پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے۔ ایک آدمی نے جب گناہ چھوڑا اور اللہ کا ولی بنا تب اللہ کو خطاب کرکے ایک شعر پڑھا؎

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

اے اللہ! میں نے گناہ کے کنکر پتھر چھوڑ دیے اور جان پاگیا یعنی اپنی حیات کے اندر خالقِ حیات کو پاگیا، اے اللہ! ہم نے آپ کو بہت سستا پایا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اللہ میاں آپ پر کیا فدا کردوں کہ آپ ہم کو مل جائیں؟ آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہاں فدا کردے، تب اس مجذوب نے کہا؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتیٔ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے اللہ! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں بتائی ہے، اپنا دام اور بڑھایئے، آپ تو ابھی سستے معلوم ہورہے ہیں۔

۱۳۳؎ الانفال: ۲۹

۱۳۴؎ الجامع الصغیر للسیوطی: ۵۰۶/۲ (۸۲۹۸)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

لٰہذا دوستو! بہت دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اپنی قیمت اپنے مکان کے شاندار ہونے سے مت لگاؤ، اپنی قیمت پاپڑ و بریانی، دہی کڑھی اور سموسے وغیرہ سے مت لگاؤ، اپنی قیمت مرسڈیز موٹر سے مت لگاؤ، اپنی قیمت ڈالر سے مت لگاؤ، بندے کی قیمت صرف اللہ کی رضا سے ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا کے ٹھاٹ باٹ اور موٹر کار اور کاروبار اور بینک بیلنس سے اپنی قیمت لگانے والو! سنو ؎

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

وہاں قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ آپ کتنے بڑے آدمی ہیں؟ جب جنازہ قبر میں اترتا ہے تو بتاؤ گھر کی دیسی مرغی جاتی ہے وہاں؟ روزانہ ایک پیالہ سوپ پینے والو ذرا سن لو! قبر میں دیسی مرغی کا سوپ وغیرہ کچھ نہیں جائے گا، وہاں خالی ہاتھ جانا پڑے گا، چند گز کفن ہوگا اور چھ مہینے کے بعد وہ کفن بھی نہیں رہے گا۔ شاعر کہتا ہے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا معطر کفن تھا مُشَیَّن بدن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

چھ مہینے کے بعد جب بارش ہوئی اور قبر اکھڑ گئی تو کوئی انگلی بھی نہ تھی اور نہ کفن کا کوئی تار۔ اس بے کسی سے پہلے اللہ کو اپنا یار بنالو، اللہ سے پیار کرلو اور اللہ کو حاصل کرلو تاکہ جب مرو اور مولیٰ کے پاس جاؤ تو مولیٰ کو لے کر جاؤ اور اللہ سے کہو کہ میں اپنے وطن غریب ہو کر نہیں آیا ہوں، میں آپ کو ساتھ لایا ہوں، میں نے آپ ہی پر جان دی تھی، میں نے روزہ رکھا نماز پڑھی اور آپ کے عاشقوں سے آپ کی محبت سیکھی، یہ عشق ایسے ہی نہیں ملتا کسی عاشق کے ساتھ رہنا پڑتا ہے، عاشقی بھی سیکھنی پڑتی ہے۔

نماز با جماعت کے وجوب کا راز

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کون جائے بزرگوں کے پاس، اور اکیلے عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات اتنی زیادہ پیاری ہے کہ اس کو کمپلسری کردیا۔ کیسے؟ دلیل سنو! جماعت کی نماز واجب ہے یا نہیں؟ اکیلے اکیلے رونے والو! اکیلے اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والو! جاؤ پانچوں وقت جماعت کی نماز میں میرے عاشقوں سے بھی ملو ورنہ تکبر آجائے گا، جو لوگ اکیلے اکیلے عبادت کرتے ہیں اکثر تکبر میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو، عید بقرہ عید کو اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور پھر حج و عمرہ میں انٹرنیشنل عاشقوں سے ملو۔

جماعت کی نماز کا یہ راز پہلی دفعہ سنا ہو گا کہ اللہ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات کتنی عزیز ہے، اور سنو کہ جنت میں بھی اللہ کو اپنے عاشقوں کی ملاقات اتنی عزیز ہو گی کہ جنتیوں سے اللہ فرمائیں گے کہ جنت کی کسی حور کو مت دیکھنا، کسی نعمت کو مت یوز(Use) کرنا اگرچہ وہ تربوز ہی کیوں نہ ہو، تو جنت میں پہلا کیا کام کرو؟ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو۔ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ[۱۳۵] پھر جنت میں داخل ہو۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کی ملاقات کیوں واجب کی؟ فَادۡخُلِیۡ کا حکم پہلے دے رہے ہیں اور جنت کو ثانوی کر رہے ہیں، کیوں؟ فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جنت مکان ہے اللہ والوں کا اور اللہ والے مکین ہیں اور مکین مکان سے افضل ہوتا ہے، لہٰذا پہلے افضل سے ملو پھر فاضل سے ملو۔ اور بات یہی ہے کہ اللہ کے عاشقوں سے ملاقات میں جو مزہ ہے وہ جنت سے افضل ہے، اگر جنت سے افضل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ حکم پہلے کیوں دے رہے ہیں کہ اے اہلِ جنت! جنت کی نعمتوں کو بعد میں استعمال کرنا، پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ... ایک علمِ عظیم

اس کی دلیل ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، اس کو میں نے کبھی بیان نہیں کیا کہ اللہ والوں کے دل میں اللہ ہے، وہ حاملِ مولائے کائنات ہیں اور حاملِ خالقِ جنت ہیں اور جنت مخلوق ہے، تو جو خالقِ جنت دل میں لیے ہوئے ہیں پہلے ان سے ملو۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

اب ایک دوسرا راز بھی آپ پہلی دفعہ سنیں گے ان شاء اللہ کہ اللہ نے گناہ چھوڑنا اور تقویٰ اختیار کرنا اور متقی بننا کیوں فرض کیا؟ نمبر ۱: اللہ ہمیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے، اور گناہ کے ساتھ ہم دوستی کے قابل نہیں ہوتے، جب حسین بن جاؤ گے تب اس حسین کو پاؤ گے، تو گناہ کے ساتھ تم حسین نہیں رہو گے ناپاک رہو گے اور لیلاؤں کو دیکھو تو کچھ دیر بعد مذی نکل کر آپ کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا، تو جب لیلاؤں سے ناپاک رہو گے تو پاک مولیٰ کو کیسے پاؤ گے؟ اور سن لو کہ لیلیٰ کے عاشق جب پکڑے جاتے ہیں تو اُس کے ماں باپ اور خاندان والے جوتے سے مارتے ہیں، لیلیٰ کے عاشق کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے ہیں اور مولیٰ کے عاشقوں کے جوتے

۱۳۵؎ الفجر:۲۹،۳۰

اٹھائے جاتے ہیں۔ کچھ دن کے بعد جب لیلیٰ کی عمر اسّی سال کی ہو جائے گی تو اسّی سال کی بڑھیا، پونے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر، سفید بال وہ بھی جھڑے ہوئے مثل بڈھے گدھے کی دم کے، رکوع کی حالت میں جھکی ہوئی کمر کے ساتھ آئے گی اور منہ میں دانت بھی نہیں ہوں گے، تو آپ اس کو دیکھ کر بھاگیں گے، جس کی جوانی پر آپ پاگل ہوئے تھے اب اس کو دیکھ کر بھاگیں گے اور اس وقت بزبانِ حال اختر کے یہ اشعار پڑھیں گے ؎

ادھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

آہ ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

ان مٹی کے کھلونوں میں زندگی مت تباہ کرو، یہ مٹی کے کھلونے ہیں، کچھ دن میں ان کی شکل بدل جائے گی ؎

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

عجیب وغریب بات سنا رہا ہوں، غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیوں فرض کیا؟ نمبر ۱) تم مَوْلَوِیْ بن جاؤ یعنی مولیٰ والے بن جاؤ، ہمارے دوست بن جاؤ، ہم تمہاری غلامی پر اپنی دوستی کا تاج رکھنا چاہتے ہیں۔

تقویٰ کی فرضیت کا محبت انگیز راز

نمبر ۲) یہ راز ابھی ابھی عطا ہوا ہے جو آپ پہلی دفعہ زندگی میں سنیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دیکھیے ماں باپ چاہتے ہیں کہ میرے بچے ہمیشہ میرے سامنے رہیں، کوئی ماں باپ ایسے نہیں جو یہ چاہتے ہوں کہ میرے بچے میری نظر سے دور ہو جائیں، اگر بڑا شہر ہے، کالج اسکول دارالعلوم وہیں ہے اور روزی بھی وہیں ہے تو کبھی نہیں پسند کرے گا کہ میری اولاد مجھ سے دور ہو جائے، کیوں کہ ماں باپ کو اپنے بچے سے انتہائی تعلق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتے کہ میرے بندے گناہ کرکے مجھ سے دور ہو جائیں، وہ ہمیں ہر وقت اپنی نگاہِ پاک کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں لہٰذا تقویٰ سے رہو، ہم تم کو اپنی رحمت اور شدید محبت کی وجہ سے اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

حضرتِ والا کے بعض حالاتِ رفیعہ

جب میں بیت العلوم ضلع اعظم گڑھ میں شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھتا تھا، تو میرے ساتھیوں نے کہا کہ دیوبند چلے جاؤ، تو میں نے کہا کہ جہاں میرا پیر ہے میں وہیں پڑھوں گا۔ کہنے لگے کہ یہ معمولی مدرسہ ہے۔ میں نے کہا کہ ہم کو علم درجہ ثانوی میں رکھنا ہے مجھے تو مولیٰ کو حاصل کرنا ہے، میں اپنے پیر کے یہاں ہی پڑھوں گا چاہے تعلیم اعلیٰ درجے کی نہ ہو، مجھے اپنے مولیٰ کو لینا ہے جو سب سے اعلیٰ ہے، لہٰذا میں نے وہیں پڑھا۔ لوگ چڑاتے تھے کہ تجھ کو کوئی نہیں پوچھے گا، ہم کو لوگ فاضل دیوبند لکھیں گے۔ میں نے کہا کہ مجھے عزت نہیں چاہیے مجھے ربّ العزت چاہیے، آج اللہ نے وہ دن دکھایا کہ بڑے بڑے علماء دیوبند اختر کے شاگرد ہیں۔ دیکھو! ایک دیوبند کا فاضل یہیں میرا مرید بیٹھا ہوا ہے، جو آزاد وِل دارالعلوم کا پرنسپل یعنی مہتمم ہے۔ اللہ کو مقصد بناؤ، عزت تو اللہ آپ کی جوتیوں میں ڈال دے گا۔

تو میں نے اللہ کے لیے اپنے شیخ کے مدرسے میں پڑھا اور وہ مدرسہ اتنا غریب تھا کہ ناشتہ بھی نہیں ملتا تھا، صبح سے لے کر ایک بجے تک موٹی موٹی کتابیں پڑھو، ناشتہ میں ایک قطرہ چائے نہیں، بتاؤ کتنے مجاہدے سے میری تعلیم ہوئی! آج جب سوچتا ہوں تو روتا ہوں کہ واہ رے میرے اللہ! آپ کی کیا شان ہے! جوانی میں پیٹ جلتا ہے تب آدمی تقویٰ سے رہتا ہے، اگر پیٹ میں حلوہ زیادہ آجائے تو بلوہ مچادیتا ہے۔

تو میرے شیخ نے وہاں کی عید گاہ کی محراب میں نماز پڑھی، اس وقت چاند کی شعاعیں درخت کے پتوں سے چھن چھن کر میرے شیخ پر پڑ رہی تھیں اور میرا اللہ والا پیر ململ کا سفید کرتا پہنے ہوئے تھا اور ان کا نور ایسا تھا کہ پوچھو مت! بس عجیب کیفیت تھی، تو حضرت نے سلام پھیرنے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! میں یہیں پیدا ہوا ہوں یعنی عید گاہ کی محراب میں، حالاں کہ حضرت کا وطن وہاں سے پانچ میل دور تھا، پھر خود ہی فرمایا کہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تھے تو مجھے یہیں بیعت کیا تھا۔ جب انسان کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت ہوتا ہے، تو سمجھ لو کہ اس کی روحانی حیات اب شروع ہوئی ہے اور وہ اب پیدا ہوا ہے۔ حضرت کا یہ جملہ مجھے اب تک یاد ہے کہ حکیم اختر میں یہیں پیدا ہوا ہوں۔ اور فرمایا کہ اللہ کا راستہ یوں تو مشکل ہے، لیکن کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اب بتادوں کہ جس دن مولیٰ آپ کو ملے گا اس دن آپ کا کیا حال ہوگا؟ سلاطین کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جائیں گے، چاند و سورج میں لوڈ شیڈنگ نظر آئے گی، پاپڑ سموسہ بریانیاں نگاہ سے گر جائیں گی، کرنسیاں اور رین اور سب دنیا ختم ہو جائے گی، بس مولیٰ ہی مولیٰ نظر آئے گا۔ اللہ اللہ ہے، دونوں جہاں کی لذت کا خالق ہے، تو جس کے دل میں اللہ آتا ہے دونوں جہاں کی لذت کو ساتھ لاتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر، کیوں کہ لذتِ دوعالم مخلوق ہے اور خالق کی لذت اور مٹھاس غیر محدود ہے، بے مثل ہے اور غیر فانی ہے اور قدیم ہے اور دونوں جہاں کی لذت خواہ جنت کی حور ہی کیوں نہ ہو، مخلوق ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

۲۳/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۶/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد فجر، مسجد زومبا، ملاوی

مجاہدۂ راہِ سلوک اور اس کے انعامات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ [۱۳۶]

اس وقت بہت مختصر بیان کروں گا کیوں کہ کافی تھکن اور کمزوری ہے، لیکن وعدہ کر لیا تھا اس لیے جو حاضر ہیں ان کے لیے مختصر سا بیان کروں گا۔ اگرچہ لوگ کم ہیں لیکن میں کمی سے متاثر نہیں ہوں گا، کیوں کہ ہمارے سلف مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دِلّی کی جامع مسجد میں ایک بیان کیا، ایک بڑے میاں دیر سے آئے وہ رونے لگے کہ آہ! ہم نے تو وعظ نہیں سنا تو ان کو دوبارہ پورا وعظ سنا دیا۔ تو مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کا ایک طالب بھی اللہ والا بن جائے، کسی کے ایک بچے پر محنت کی جائے اور وہ بچہ صحیح ہو جائے تو ابّا خوش ہوگا یا نہیں؟ تو اگر اللہ کا ایک بندہ بھی بیٹھا ہو اور کہے کہ مجھے کوئی دین کی بات سناؤ تو سنا دینا چاہیے، کبھی تو میں نے ایک ایک گھنٹے تک ایک انسان پر محنت کی، ایک گھنٹہ تک ایک ہی بندہ بیٹھا ہے اور اس نے کہا ہمیں اللہ کی محبت کی باتیں سناؤ۔

۱۳۶؎ العنکبوت: ۶۹

ہدایت کا مفہوم

رات میں نے جو اللہ والوں کی صحبت پر بیان کیا تھا تو دوسری آیت کی تفسیر نہیں ہوسکی، اب اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ جو لوگ مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو ہدایۃ الطریق دیتے ہیں۔ ہدایت کے دو مفہوم ہیں، اراءۃ الطریق یعنی ہم ان کو راستہ بھی دِکھاتے ہیں اور ایصال الی المطلوب یعنی اپنی ذات تک ان کو رسائی دیتے ہیں،، اللہ والا بنا دیتے ہیں۔ سبل جمع ہے سبیل کی، تو اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرّے ذرّے سے اس کو ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا کی دو تفسیر کی ہیں:

۱) اَیۡ سُبُلَ السَّیۡرِ اِلَیۡنَا یعنی سیر الی اللہ بھی دیتے ہیں۔

۲) وَسُبُلَ الۡوُصُوۡلِ اِلٰی جَنَابِنَا[۱۳۷] اور اپنی بارگاہ میں ان کو واصل باللہ بھی کرتے ہیں۔ اپنے تک پہنچنے کا راستہ بھی اللہ دِکھاتا ہے، یعنی عالمِ منزل بھی کرتا ہے اور بالغِ منزل بھی کرتا ہے، عالمِ منزل اور ہے اور بالغِ منزل اور ہے۔ مدرسوں سے ہم عالمِ منزل بن کر نکلتے ہیں اور اللہ والوں کی صحبت میں رہیں تو بالغِ منزل بھی ہو جائیں گے۔

صحبتِ شیخ اور مجاہدہ کی ضرورت پر ایک مثال

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جون پور لے جا کر صحبتِ اہل اللہ کو ایک مثال سے سمجھایا تھا۔ جون پور یوپی میں ایک ضلع ہے جہاں روغنِ چنبیلی بنتا ہے جو پورے انڈیا میں مشہور ہے، تو حضرت نے بتایا کہ تل کو رگڑ رگڑ کر اس کا موٹا پردہ چھڑا دیتے ہیں اور بالکل ہلکا سا غلاف رہنے دیتے ہیں کہ اس میں سے تیل نظر آتا ہے اور سوئی چبھو دو تو تیل نکل آتا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو یہاں چارپائی پر چادر بچھا کر اوپر مجاہدہ کروائی ہوئی، رگڑی رگڑائی تلّی بچھائی گئی، اب تل پر گلاب کی پتیاں بچھائی گئیں پھر تل بچھایا پھر گلاب کی پتیاں بچھائی گئیں اس طرح تین چار پرت کر کے تل کو گلاب کے پھول سے وابستہ کیا گیا پھر اس کے بعد کولہو میں یا مشین میں ڈال کر کے اس تل کا تیل نکالا گیا تو وہ گلاب کی خوشبو لیے ہوئے تھا۔

۱۳۷؎ روح المعانی: ۲۱/۱۴، العنکبوت (۶۹)، دار احیاء التراث، بیروت

مسکین کا معنیٰ

تیل پر ایک بات یاد آگئی۔ بمبئی میں ہمارے ایک پیر بھائی ہیں حاجی اسماعیل تیل والے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے آج رات جس دعا کی شرح کی تھی وہ میں نے تین سال سے نہیں پڑھی۔ وہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّ اَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّ احۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ[۱۳۸]

اے اللہ! ہم کو مسکین زندہ رکھیے اور مسکینی میں موت دیجیے اور مسکینوں میں قیامت کے دن اٹھائیے، تو میرے پیر بھائی نے کہا کہ میں یہ دعا تین برس سے نہیں پڑھ رہا تھا مگر اب پڑھوں گا، کیوں کہ رات آپ کی جو تقریر بمبئی کے قاری ولی اللہ صاحب کی مسجد نور میں ہوئی اس میں آپ نے کہا تھا کہ اس دعا میں مسکین کے معنیٰ غریب اور تنگدست اور مستحق زکوٰۃ ہونے کے نہیں ہیں بلکہ یہاں مسکین کی تعریف ہے:

اَلۡمِسۡکِیۡنُ مِنَ الۡمَسۡکَنَۃِ وَالۡمَسۡکَنَۃُ ھِیَ غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجۡہِ الۡکَمَالِ[۱۳۹]

یعنی کمال درجے کی فنائیت پیدا ہوجائے، اپنے کو مٹادے، اپنے کو کچھ نہ سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔

تکبر سے بچنے کے لیے حکیم الامت کا ارشاد فرمودہ نسخہ

جب تک اللہ سے دو جملے نہیں کہوگے سمجھو تکبر کی بیماری سے بچنا محال ہے۔ یہ جملے ہم کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائے ہیں کہ یااللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام کافروں سے اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ معلوم نہیں میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ اور تکبر کا ضرر یہ ہے کہ متکبر کو جنت نہیں ملے گی، بلکہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اگرچہ ہر سال حج اور عمرہ کرے، روزانہ تہجد پڑھے۔ حدیث پاک ہے: لَا یَدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ مَنۡ کَانَ فِیۡ قَلۡبِہٖ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنۡ کِبۡرٍ[۱۴۰] جس کے دل میں رائی کے ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو تو جنت میں دخول تو درکنار، اس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔

۱۳۸؎ جامع الترمذی: ۶۰/۲، باب ما جاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ، ایچ ایم سعید

۱۳۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۴۳۲/۹، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۴۰؎ صحیح مسلم: ۶۵/۱، باب تحریم الکبر وبیانہ، ایچ ایم سعید

تکبر ایسا ایٹم بم ہے کہ یہ ہماری تمام نیکیوں کو ہیروشیما شہر کی طرح تباہ کر دیتا ہے، لہٰذا اس مرض کے لیے ہمیں بم ڈسپوزل اسکواڈ یعنی اللہ والوں کے پاس جانا چاہیے، جیسے جب دشمن بم رکھ دیتے ہیں تو بم ڈسپوزل اسکواڈ اس کو ناکارہ کر دیتا ہے، اسی طرح اللہ والوں کی صحبت سے تکبر کا ایٹم بم ناکارہ ہو جاتا ہے۔

تو تکبر اتنا خطرناک مرض ہے، مگر یہ کیسے معلوم ہو کہ ہمارے اندر تکبر کی بیماری ہے؟ اچھے جوتے اور اچھے کپڑے پہننے سے تکبر نہیں ہوتا، بعض لوگ مسکین ہوتے ہیں مگر نہایت متکبر ہوتے ہیں اور بعض مال دار ہوتے ہیں مگر بچھے جاتے ہیں، ان میں تواضع ہوتی ہے۔ تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ اس بات کو محبوب رکھتے ہیں کہ ہمارے اچھے جوتے ہوں، اچھے کپڑے ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر کی حقیقت سمجھ لو تاکہ تم کو اچھے کپڑے یا اچھے جوتے پہننے پر تکبر کا وسوسہ بھی نہ آئے۔

تکبر کے دو اجزاء

تکبر کی حقیقت دو جزء ہیں، دو اجزاء سے تکبر کا ایٹم بم بنتا ہے، یہ دو اجزاء اس کی ٹیکنالوجی ہے۔ آج تکبر کی ٹیکنالوجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت سے سن لو۔ آج کل ٹیکنالوجی کا لفظ بہت استعمال ہوتا ہے، اس لیے میں بھی استعمال کر رہا ہوں۔ تو تکبر کا پہلا جزء ہے **بَطَرُ الْحَقِّ** یعنی حق بات کو قبول نہ کرے کہ میں نہیں مانتا مولویوں کی بات، تم لوگ اپنی طرف سے بناتے رہتے ہو۔ مولوی کو چاہیے کہ یہ کہے کہ میں بناتا نہیں ہوں بتاتا ہوں، ایک نقطہ اور بڑھاؤ کہ میں اللہ کے قانون کو بناتا نہیں ہوں بتاتا ہوں، بناتے تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہمارا کام ہے بتانا، بنانا کام ہے اللہ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

تکبر کا دوسرا جزء ہے **غَمْطُ النَّاسِ**[۱۴۱] یعنی پوری دنیا میں کسی ایک انسان کو بھی حقیر سمجھنا۔

(جامع عرض کرتا ہے کہ ایک صاحب دیر سے آئے تو فرمایا کہ) آپ اب آرہے ہیں؟ جلدی آؤ جلدی آؤ اور ان کو قریب بیٹھنے دو، اس لڑکے کو پیچھے کر دو۔ اسی پر ایک بات یاد آئی کہ سب بچوں کو صبح و شام کی جتنی دعائیں ہیں سب ان کو سکھاؤ اور ان کے سر پر انگریزی بال نہ آنے دو اور ابھی سے ٹخنہ نہ چھپانے دو، اگرچہ وہ نابالغ ہوں کیوں کہ نابالغ کی ذمہ داری بالغ پر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو بچے ہیں، بچے کی ذمہ داری چچا کے ذمہ ہے، ورنہ وہ بھی کچا رہے گا اور تم بھی، نہ بچہ پکا ہوگا نہ چچا پکا ہوگا، اس لیے بڑے اپنے چھوٹے بچوں کو ابھی سے اس کی مشق کرائیں۔ میں نے اپنے پوتے کو تین سال کی عمر سے پاجامے سے ٹخنہ

[۱۴۱] صحیح مسلم:۱/۶۵باب تحریم الکبر وبیانہ،ایچ ایم سعید

نہیں چھپانے دیا۔ بار بار کہنے سے مزاج بنتا ہے۔ پھر مجھ سے یہ برداشت بھی نہیں ہوتا۔ مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی کو برداشت نہ کرسکے۔ مگر حکیمانہ طور پر سمجھائیں، یہ نہیں کہ ڈنڈا لگانا شروع کردیا۔ حدیث پاک ہے:

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ[۱۴۲]

جو شخص منکر کو دیکھے وہ پہلے ہاتھ سے مٹائے اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل میں ارادہ کرے کہ جب طاقت ہوگی تو مٹائیں گے۔ فَبِقَلْبِہٖ کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ابھی میں کمزور ہوں، ضعیف ہوں، مٹانے کی طاقت نہیں ہے، جب مٹانے کی طاقت آجائے گی تب مٹادیں گے۔ یہاں تغیرِ منکر کا ارادہ مراد ہے، کیوں کہ قلب ارادہ کا محل اور مرکز ہوتا ہے، ارادہ قلب ہی میں پیدا ہوتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ جو اللہ کا ارادہ کرے وہی اصلی مرید ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بھئی پیری مریدی کہاں ہے؟ اس کو یہ آیت سنادو۔ یُرِیْدُوْنَ جمع ہے، قیامت تک حالاً اور استقبالاً بے شمار مرید اس میں داخل ہیں اور یُرِیْدُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کی ذات کا ارادہ کرتا ہے وہی اللہ کو پاتا ہے اور ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی ہو اور ذکر اللہ کا دوام بھی ہو۔

صحبتِ شیخ کی ضرورت کا ثبوت

اور صحبتِ شیخ اس آیت سے ثابت ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ[۱۴۳]

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صحابہ کے درمیان بیٹھیے، تاکہ انہیں صحبتِ شیخ کامل نصیب ہو اور آپ اس کے لیے تکلیف اٹھائیے۔ اس لیے اللہ والوں کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، جگہ جگہ جانا پڑتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے رسول! میں آپ کو جن کے پاس بھیج رہا ہوں یہ کون لوگ ہیں؟ یہ غیر نہیں ہیں،

---

[۱۴۲] صحیح مسلم: ۶۹/۱ کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان

[۱۴۳] الکھف: ۲۸

یہ میرے عاشقین ہیں۔ اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کو لذیذ فرمادیا کہ آپ کو ان کے پاس بیٹھنے کا حکم دے رہا ہوں جو میرے عاشقین ہیں اور عاشقوں میں مرنا جینا یہ مرادِ نبوت اور مرادِ ولایت ہے، تو مَعَ الَّذِیۡنَ کون لوگ ہیں؟ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ ہیں، یہ اپنے رب کو یاد کرنے والے ہیں، بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ یہ صبح شام ہم کو یاد کرتے ہیں، تو میں آپ کو اپنے عاشقوں میں بھیج رہا ہوں، غیروں میں نہیں بھیج رہا ہوں، تاکہ ان کو آپ کے صبر کی برکت سے معیتِ رسول حاصل ہو اور قیامت تک اولیاء اللہ کی معیت اور صحبت نصیب ہو۔

تو ذکر کا دوام بھی چاہیے، اگر ذکر نہیں کرو گے تو خالی صحبت کافی نہیں ہے، کیوں کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ چوں کہ میگنٹ کا خالق ہے تو بندے کو اللہ کی طرف کشش ہوجائے گی، کیوں کہ جو میگنٹ پیدا کرسکتا ہے خود اس کی ذات میں کتنا میگنٹ ہوگا؟ تو اللہ کے نام میں مقناطیس ہے، جیسے جیسے اللہ کہتے جاؤ گے اللہ کی طرف کھنچتے چلے جاؤ گے۔

اللہ اللہ گو بہ رو تا تختِ عرش

یہ مولانا رومی ہیں کہ اللہ اللہ کہو تاکہ عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام

اور یہ عجیب میگنٹ ہے، اس میں مٹھاس بھی ہے۔ جو سارے عالم کی مٹھائی پیدا کرتا ہے اس کا نام ہے خالقِ لذاتِ شیرینی کائنات۔ تو اللہ کا نام لینے میں دو فائدے ہوئے، مزہ بھی آیا اور کشش بھی ہوئی یعنی آپ کا نفس اور آپ کا دل اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا پھر آپ اور کسی کے نہیں ہوسکیں گے اور بزبانِ حال یہ شعر پڑھیں گے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جارہا ہوں

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر سلوک و تصوف کے حسبِ ذیل مسائل ارشاد فرمادیے کہ اگر تمہیں اللہ والا اور ولی اللہ بننا ہے، اب نبی تو آپ نہیں بن سکتے مگر ولی اللہ کے آخری مقام تک پہنچ سکتے ہو، اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ سکتے ہو، جس کے آگے پھر نبوت ہے اور اب نبوت کے دروازے بند ہیں، اگر تمہیں اللہ والا بننا ہے تو تم شیخ کی صحبت میں رہو اور اللہ کا بھی کچھ ذکر کرو بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ، صَبَاحًا وَّمَسَاءً صبح و شام۔

مگر ایک شرط ہے، جو شرط بھی ہے اور جزا بھی ہے اور وہ شرط کیا ہے؟ وہ شرط یہ ہے کہ میں تمہارے

دل میں مراد ہوں تب تو صحبتِ شیخ بھی مفید ہوگی اور ذکر اللہ بھی قبول ہوگا، اور اگر تمہارے دل میں غیر اللہ ہے تو نہ صحبتِ شیخ مفید ہوگی اور نہ تمہارا ذکر مقبول ہوگا، لہٰذا تم اللہ کے لیے اللہ والوں کے پاس بیٹھو، اللہ کے لیے اللہ کا ذکر کرو اور تمہارا وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ بھی اللہ کے لیے ہو اور اس شرط کی جزا کیا ہے؟ جو شخص اللہ والوں کے ساتھ رہتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے تو اللہ اسے اخلاص عطا فرمادیتے ہیں، ان کے نام میں یہ خاصیت ہے، تو یہ جزا ہوگی، تو یُرِیۡدُوۡنَ جو ہے یہ شرط بھی ہے اور جزا بھی ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے اور اللہ والوں کی صحبت کے صدقے میں غیر مرید اور غیر مخلص بھی مخلص ہوجاتا ہے۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ پارس پتھر سے جب لوہا ملتا ہے تو فوراً سونا بن جاتا ہے۔ ایک دن پارس پتھر سے لوہے نے پوچھا کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ میں آپ سے ملاقات کروں گا تو سونا بن جاؤں گا؟ تو اس نے کہا: آپ کو دلیل کی ضرورت نہیں ہے، بس مجھ سے مل جاؤ اور پھر دیکھو، جب سونا بن جاؤ گے تو بلا دلیل سمجھ میں آجائے گا۔ تو جو کوئی کہے کہ کیا دلیل ہے کہ اللہ والوں کے پاس رہنے سے ہم بھی اللہ والے بن جائیں گے؟ تو دلیل مت پیش کرو، بس اللہ والوں کے پاس رہو، جب سونا بن جاؤ گے تو بلا دلیل سمجھ میں آجائے گا کہ ہم کیا تھے اور کیا سے کیا ہوگئے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

تو تجربہ یہی ہے کہ جو اللہ والوں کے پاس رہتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اللہ ان کو اخلاص دے دیتا ہے، اپنی محبت دے دیتا ہے، وہ اللہ کے مرید ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا یہ شرط بھی ہے جزا بھی ہے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ تکبر کے دو جزء ہیں۔ دوسرا جزء یہ ہے کہ کسی ایک انسان کو بھی حقیر نہ سمجھو غَمۡطُ النَّاسِ میں الف لام استغراق کا ہے، کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، اس کے کفر سے نفرت اور بغض رکھنا تو واجب مگر اس کی ذات کو حقیر سمجھنا حرام ہے، کیوں کہ وہ کافر کسی وقت بھی مسلمان ہو کر ولی اللہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ کلمہ پڑھ کر کافرہ بھی ولی اللہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اسی لیے کرسچن لڑکے کے ساتھ یا لڑکی کے ساتھ بدفعلی کرنا یہ بھی اس لیے حرام ہے کہ اس کرسچن میں یہ صلاحیت ہے کہ کلمہ پڑھ کر ولی اللہ ہوجائے، آج نہ سہی تو کل سہی اور کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ تو ہے ہی، کہ اللہ نے انسان کو مکرم بنایا ہے، اس لیے اس کی کھوپڑی سے دوا بنانا جائز نہیں ہے۔

جب میں دواخانہ کر رہا تھا، تو مرگی کی ایک گولی تھی اس پر لکھا تھا کہ کھوپڑی کی ہڈی کا سفوف ملاؤ، تو

میں نے اہلِ فتاویٰ سے پوچھا کہ کیا کافر کی کھوپڑی سے بھی سفوف بنانا جائز ہے یا نہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں، کیوں کہ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ[۱۴۴] میں ایمان کی شرط نہیں ہے، ہر انسان مکرم ہے۔

اور ایک بات اور بھی بتاتا ہوں کہ کیا تم کسی ولی اللہ کی اولاد کے ساتھ بد فعلی کر سکتے ہو؟ ڈرتے ہو یا نہیں؟ اسے بُری نظر سے دیکھ سکتے ہو کہ اس کا باپ بہت بڑا ولی اللہ ہے، اللہ ناراض ہو جائے گا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو بُری نظر سے دیکھنا کیسے جائز ہو جائے گا؟ کر سچن ہو کوئی بھی ہو، لڑکا ہو یا لڑکی، حسین ہو یا حسینہ، یہ اولادِ آدم ہے یا نہیں؟ تو حضرت آدم علیہ السلام کو صدمہ و غم نہیں ہو گا کہ تم نے ہماری اولاد کے ساتھ کیوں بد فعلی کی اور یہ متوقع الولایت بھی ہے، ہر انسان ولی بن سکتا ہے۔

فرض کرو کہ کسی نے کسی لڑکے کے ساتھ بد فعلی کی، بعد میں وہ لڑکا بہت بڑا ولی اللہ بن گیا، بایزید بسطامی، جنید بغدادی سے زیادہ اونچا پہنچ گیا تو وہ فاعل ساری زندگی خون کے آنسو روئے پھر بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی کہ آہ! دیکھو یہ وہی لڑکا ہے جو آج ولی اللہ ہو کر سجدے میں رو رہا ہے، اللہ سے اس کی نسبت، اس کا قُرب اتنا زیادہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا غوث اور قطب العالم ہے تو اس فاعل کو کتنا صدمہ و غم ہو گا کہ آہ میں نے اللہ کے دوستوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں پر یہ مضمون فٹ ہوا یا نہیں؟ اس لیے زِنا اور بد فعلی دونوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اور جب وہ ولی اللہ حج کر کے آئے گا تو سب ایئر پورٹ پر جائیں گے، مگر فاعل نہیں جا سکتا کیوں کہ منہ کالا کر چکا ہے۔

تو تکبر کے دو اجزاء ہیں، نمبرا: حق بات کو قبول نہ کرنا، نمبر۲: دنیا میں کسی انسان کو حقیر سمجھنا۔ اور تکبر کا علاج حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جملوں میں فرما دیا اور فرمایا کہ میرا بھی اس پر عمل ہے، میں روزانہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ! اشرف علی ساری دنیا کے مسلمانوں سے کمتر ہے فی الحال اور ساری دنیا کے جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہے فی المآل کہ نہیں معلوم ہمارا خاتمہ کیسا ہو گا؟ اگر کسی کا خاتمہ خراب ہو جائے تو جانور اس سے اچھے ہیں، کیوں کہ جانور کا حساب نہیں ہو گا، جب اللہ قیامت کے دن ان جانوروں کو مٹی کر دے گا تو کافر یہ کہے گا:

یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا[۱۴۵]

کاش کہ میں مٹی ہو جاتا۔ تو تکبر کا یہ علاج بہت عمدہ ہے۔

---

[۱۴۴] بنی اسرآءیل:۷۰

[۱۴۵] النبا:۴۰

تکبر سے بچنے کا دوسرا نسخہ

اور دوسرا اعلاج علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ان کا یہ شعر یاد کرلو کبھی تکبر قریب نہ آئے گا۔

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

غلام اپنی قیمت کیا لگاتا ہے، قیمت تو اللہ میدانِ محشر میں لگائے گا۔

تو تکبر کے دو علاج ہوگئے، ایک تو حکیم الامت کے دو جملے کہہ دیا کرو کہ یا اللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ معلوم نہیں ہمارا خاتمہ کیسا ہو۔ اور نمبر دو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بھی یاد کرلو۔

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تکبر سے بچنے کا تیسرا نسخہ

اور ایک علاج اس خادم حکیم الامت کا بھی سن لو۔ مولانا عبدالحمید صاحب مدرسہ آزاد وِل کے مہتمم ہیں، انہوں نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ کافی علماء مجھ سے رجوع ہو رہے ہیں اور بیعت ہو رہے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مجھ میں بڑائی نہ آجائے۔ میں نے جواب دیا کہ بڑائی کا علاج سن لو، جب علماء رجوع ہوں یا کوئی بھی نعمت ملے جس سے اندیشۂ تکبر ہو، تو فوراً کہا کرو کہ اے اللہ! آپ کا کرم اور آپ کا شکر ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ اے اللہ! آپ کا کرم ہے، آپ ہی کا شکر ہے ورنہ ہم اس قابل نہیں ہیں۔

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

شکر موجبِ قرب ہے اور تکبر موجبِ بُعد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے، جب شکر کروگے تو تکبر سے خود بخود پاک ہو جاؤ گے۔ یہ دلیلِ منطقی ہے کہ شکر سببِ قُرب ہے اور تکبر سببِ بُعد ہے، تو سببِ قُرب اور سببِ بُعد ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ میاں کا شکریہ ادا کیا اور تکبر غائب ہوا، اس کا وجود تک نہیں رہے

گا، کیوں کہ شکر سببِ قُرب ہے اور تکبر سببِ بُعد ہے اور اگر مزید نعمت کو بڑھانا ہے تو کہو کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے ورنہ ہم تو اس قابل نہیں تھے، آپ کے بندے جو میری طرف رجوع کر رہے ہیں یہ آپ ہی کا کرم ہے، تو یہ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کا بھی ذریعہ ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ[۱۴۶]

تو یہ چورن کا کام کرتا ہے، کیوں کہ جب شکر کرے گا تو اللہ زیادہ کھلائے گا اور زیادہ جب کھلائے گا جب معدہ مضبوط رہے گا، لٰہذا چورن کے بجائے تم یہی پڑھ لیا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ کیسا چورن دیا؟ یہ تھانہ بھون کا چورن ہے۔

سو کر اُٹھنے کی دعا اور اس کی عجیب تشریح

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور جملہ یاد آیا کہ جب صبح اٹھو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ[۱۴۷]

اُٹھتے ہی حیات کا شکریہ ادا کرلو، کیوں کہ سونا جو تھا مثل موت کے تھا۔ قیدی قید خانے میں سو رہا ہے، بادشاہ محل میں سو رہا ہے، قیدی کو قید خانے کا پتا نہیں اور بادشاہ کو اپنی سلطنت کا علم نہیں۔

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں
شب ز دولت بے خبر سلطانیاں

تو اللہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ دعا سکھا دی کہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں موت کے بعد دوبارہ حیات بخشی وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ اور ایسے ہی ہم قیامت کے دن اُٹھیں گے۔

تو دیکھیے یہ اسلام کا کمال ہے کہ ہمیں روز بروز میدانِ محشر کا مراقبہ اور وطن کی تیاری کی فکر دیتا ہے اور اس کی دعا سکھاتا ہے، دعا تو جملہ انشائیہ ہے، مگر اس میں خبر دے دی کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس کے

---

۱۴۶ جامع الترمذی: ۱۸۴/۲، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ایچ ایم سعید

۱۴۷ صحیح البخاری: ۹۳۶/۲ (۶۳۵۸)، باب ما یقول اذا اصبح، المکتبۃ المظھریۃ

بعد ایک دعا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور کیا کرتے تھے، وہ بھی آج سکھا رہا ہوں، اس کو بھی پڑھ لیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ ھٰذَا النَّھَارِ صَلَاحًا وَّاَوْسَطَهٗ فَلَاحًا وَّاٰخِرَهٗ نَجَاحًا[۴۸]

اے اللہ! دن کا حصہ جو شروع ہو رہا ہے اس کو ہمارے لیے صالح بنادے کہ ہم سے کوئی گناہ نہ ہو اور ہم صالح رہیں، ہمارے سب کام بن جائیں، اور دن کا درمیانی حصہ فلاح و کامیابی کا ذریعہ بن جائے، کیوں کہ آدمی درمیانی دن میں اہم کام کرتا ہے، اور جب شام ہو جائے تو ہم کامیاب ہو جائیں۔ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ دعا پڑھتا ہوں تو دن بھر کے لیے بے فکر ہو جاتا ہوں۔

تو مجاہدے کی بات ہو رہی تھی کہ میرے شیخ نے مجھے جون پور میں دِکھایا کہ رگڑی رگڑائی تلّی ہے اور اتنا رگڑا ہے کہ سب موٹے موٹے پردے ختم ہو گئے، تل کو خوب مجاہدہ کرا دیا، اب گلاب کے پھول سے یہ تلّی خوشبو دار ہو جائے گی۔ جو لوگ مجاہدہ نہیں کرتے وہ شیخ سے فیض کو جذب کرنے سے محروم رہتے ہیں جیسے جب تل کو مجاہدہ کرایا، سب پردے رگڑ رگڑ کر اتار دیے اور اتنا ہلکا پردہ رہ گیا کہ میں نے خود آنکھوں سے دیکھا کہ تیل نظر آتا تھا، اب اگر اس کو گلاب کا تیل بنانا ہے تو گلاب کے پھول میں رکھتے ہیں، اگر چنبیلی کا تیل بنانا ہے تو چنبیلی کا پھول رکھتے ہیں، جیسا پھول ہو گا ویسا تیل نکلے گا۔ اگر نبی ہے تو اس کی صحبت سے صحابی بنیں گے، اگر صحابی ہے تو تابعی بنیں گے، اگر تابعی ہے تو تبع تابعی بنیں گے اور اس کے بعد قیامت تک اولیاء اللہ بنیں گے۔

روغنِ نفس اور اس کا فائدہ

تو میں نے اپنے بمبئی کے پیر بھائی حاجی اسماعیل صاحب سے کہا کہ تم تیل نکالتے ہو، تیل بناتے ہو تو تم نفس کا تیل نکالنا بھی سیکھ لو، اس کا نام ہے روغنِ نفس۔ تو انہوں نے پوچھا کہ ہم تِلّی کا تیل اور سرسوں کا تیل نکالتے ہیں تو اس سے کھانا پکتا ہے، روغنِ نفس سے کیا بنے گا؟ میں نے کہا: اس سے دل اللہ والا بنے گا، نفس کا تیل نکال دو اور دل اللہ والا بنادو۔ نفس کی بُری خواہش کو اللہ کے خوف کے کولھو میں پیس کر ان کا تیل نکال دو تو اس روغنِ نفس سے ولی سازی ہو گی، اس سے اولیاء اللہ بنیں گے، جس کو لگادو وہ اللہ والا بن جائے گا، مگر دل پیر سے لگانا پڑے گا۔

---

[۴۸] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۵/۶ (۲۹۸۸۸)، باب ما یستحب ان یدعو بہ اذا اصبح، مؤسسۃ علوم القرآن

اللہ والوں کی تمثیل بازِ شاہی سے

تو دوستو! مجاہدے کی ضرورت بہت اہم ہے۔ جو لوگ بڑے بڑے مشائخ کے پاس رہ کر بھی محروم رہے انہوں نے مجاہدہ نہیں کیا، شیخ کے ساتھ طبعی محبت بھی تھی مگر مجاہدے سے جان چرائی، اللہ پر جان کی بازی نہیں لگائی، بازِ شاہی کے ساتھ تو رہے مگر شاہ بازی نہیں سیکھی، اللہ والے بازِ شاہی ہیں، مگر بازِ شاہی کے ساتھ رہ کر شاہ بازی نہیں سیکھی، کرگس رہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاوالو! میں نے شمس الدین تبریزی کے ساتھ جو دن لگائے ہیں ؎

بازِ سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

اس بازِ شاہی شمس الدین تبریزی کی صحبت کے صدقے میں میں بھی بازِ شاہی بن چکا ہوں، بازِ سلطاں ہو چکا ہوں اور میں ٹیڈیوں اور ٹیڈوں کو، لیڈیوں اور لیڈوں کو دیکھنے سے بچ گیا، اب میں پاک ہو گیا ہوں، اب میں مردوں کو نہیں دیکھتا، عارضی ڈسٹمپروں سے میں خلافِ پیغمبر نہیں رہتا، اب میں گدھ نہیں ہوں کہ مُردوں کو، مرنے والی لاشوں کو دیکھتا رہوں، یہ تو آج زندہ ہیں کل کو مریں گی یا نہیں؟ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

یہ کتنا پیارا شعر ہے! اللہ ہم سب کو یہ مقام نصیب فرمائے، تاکہ ہم لوگ بھی اپنے شیخ کی محبت میں کہہ سکیں کہ دنیاوالو! سن لو ؎

بازِ سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

اب ہم بازِ سلطاں بن چکے ہیں اور مردہ خوری سے پاک ہوگئے ہیں۔ کوئی کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو اسے نہ دیکھو۔ چاہے کوئی بین الاقوامی حسن میں اوّل آئی ہو اور اس کے بارے میں اعلان ہو جائے کہ وہ اس شہر میں فلاں سڑک پر دن کے بارہ بجے دو گھوڑے والے تانگے پر بیٹھ کر گزرے گی، تو جتنے گھوڑے ہیں سب وہاں پہنچ جائیں گے اور جتنے انسان ہیں وہ نہیں جائیں گے، اللہ والے سوچیں گے کہ آج جو گڑیا ہے وہ ایک دن ستّر سال

کی بڑھیا ہو جائے گی پھر شکر کی پڑیا نہیں رہے گی اور پھر اس کو دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہے گا، تو طبیعت سے بھاگنے والا اور طبیعت سے دل لگانے والا طبیعت کا غلام ہے، اللہ کے سچے بندے وہ ہیں کہ تقاضائے طبیعت کے زمانے میں بھی وہ کسی حسین کو نہیں دیکھتے، ورنہ جب حسن بگڑ جاتا ہے تو یہودی عیسائی اور کافر بھی بھاگتا ہے یا نہیں؟ جب شکل بگڑ گئی تو بھاگ نکلے۔ اس پر میرا شعر سن لو؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

بد نظری اور عشق مجازی کی وجہ سے بیوی کی نظروں میں بھی عظمت ختم ہو جاتی ہے، بیوی تمہیں اپنا غلام بنا کر رکھے گی اور لڑے گی بھی نہیں اکثر گھروں کی لڑائیوں کا ایک سبب یہ بھی ہے، کیوں کہ بد نظری کے گناہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا تم پر ہو رہی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۱۴۹]

جو کسی کی بیٹی، کسی کی بہو، کسی کی بیوی، کسی اَمرد لڑکے کو دیکھتا ہے تو اے خدا اس پر لعنت فرما۔ تو تم اس لعنت کے مستحق ہو رہے ہو۔

بد نظری کے چند طبی نقصانات

اور اس گناہ کی وجہ سے تمہاری پنڈلیوں میں ہلکا ہلکا میٹھا میٹھا درد ہو گا، اگر کوئی دبائے تو نیند آئے گی، یہ بھی کمزوری کی علامت ہے اور کمر میں بھی ہلکا ہلکا درد رہے گا اور جب دیر تک بیٹھ کر اٹھو گے تو آنکھ کے سامنے اندھیرا آجائے گا اور دماغ چکرا جائے گا اور جتنا سبق یاد کرو گے سب بھول جاؤ گے، یہ عصیان سببِ نسیان ہو گا اور تمہارے حوصلے پست ہو جائیں گے، تمہارے ارادوں میں قوت نہیں رہے گی جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے؎

سخت حالات میں جو پل کے جواں ہوتا ہے
اس کے سینے میں ارادوں کا جہاں ہوتا ہے

اور جو بچپن میں نالائقیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ پھر جوانی کا منہ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ وہ یہ شعر پڑھتے ہیں؎

---

[۱۴۹] کنز العمال: ۷/۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

طفلی گئی علامت پیری ہوئی عیاں
ہم منتظر ہی رہ گئے عہدِ شباب کے

اور ان حسینوں سے قلب و نظر بچانے پر میرا شعر ہے۔

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

مگر اس شعر کو بدل کر ذرا چٹ پٹا کر دیا۔

ان حسینوں سے دُم چھڑانے میں
ہم نے جھٹکے ہزار کھائے ہیں

مضمون وہی ہے مگر یہ زیادہ چٹ پٹا ہے، رومانٹک کو میں رومانٹک سے مارتا ہوں جیسے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ میرے علاج کا طریقہ آج کل یہی ہے کہ میں رومانٹک کو رومانٹک سے مارتا ہوں اور ڈینٹ فار اسٹک ہونے سے اور آؤٹ آف اسٹاک ہونے سے وہ بچ جاتا ہے، اس کی جوانی بھی مضبوط رہتی ہے اور ولایت اور تقویٰ کے بھی اعلیٰ درجے پر پہنچتا ہے اور وہ جوان زندگی بھر میرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اللہ والوں کی غلامی کا ثمرہ

میں نے پشاور میڈیکل کالج میں تقریر کی، الحمدللہ! میڈیکل کالج کے اکثر اسٹوڈنٹ فائنل کے تھے جو ڈاکٹر ہو چکے تھے، میں نے کہا کہ تم لوگ ٹیڈی کے ساتھ اسٹیڈی کرتے ہو حالاں کہ مخلوط تعلیم حرام ہے اور جب ہر وقت ٹیڈی کے ساتھ اسٹیڈی کروگے تو تمہارا مزاج شہوت سے گرم ہو جائے گا اور تمہاری منی پتلی ہو جائے گی اور تم بیویوں کا حق ادا نہیں کر سکوگے، منی پتلی ہو جانے کی وجہ سے تم جلد ڈسچارج ہو جاؤ گے اور بیوی پر انچارج نہیں رہوگے۔ تو میڈیکل کالج کے لڑکوں نے میرا پتا لکھا اور پروفیسر نے کہا کہ اس کالج کی تاریخ میں آج تک کسی اسٹوڈنٹ نے اتنی محبت اور غور سے علماء دین کی تقریر نہیں سنی، بد تمیز لڑکے ہیں، استادوں کے سامنے میز پر مکے مارتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ والوں کی غلامی کا صدقہ ہے، میں دردِ دل سے درد بھرا مضمون پیش کرتا ہوں۔ مانچسٹر میں جب میرا بیان ہوا تو وہاں کے امام نے کہا کہ میں نے ایسا درد بھرا مضمون، درد بھری تقریر کبھی نہیں سنی، اسی وقت میرا ایک شعر ہوا۔ اب میں آپ کو میڈاِن مانچسٹر شعر سنا رہا ہوں۔

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اور ایک ملک میں کسی نے کہا کہ تمہاری تقریر میں بہت مٹھاس معلوم ہوئی، تو میں نے کہا کہ ؎

اس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

جب مٹھاس زیادہ ہوتی ہے تو اپنی زبان کی مٹھاس کو انسان چوستا ہے تب آگے مٹھائی جاتی ہے، ورنہ لائن کلیئر نہیں ہوتی۔

صحبتِ شیخ کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے

تو دوستو! میں کہہ رہا تھا کہ شیخ کی صحبت جس کو نصیب ہو جائے تو وہ مجاہدے کی بھی ہمت کرے تاکہ محرومی کا شکار نہ ہو اور شیخ کا پورا فیض اس کے اندر آجائے، پست ہمتی نہ کرے، تلّی کی طرح مجاہدہ کر کے اپنے آپ کو رگڑوالے تاکہ گلاب کے پھول کی پوری خوشبو اس کے اندر آجائے پھر جب کولہو میں پیلا جائے گا تو جو تیل نکلے گا وہ روغنِ گل کہلائے گا، اور اگر تم نے مجاہدہ نہیں کیا اور اپنے نفس کے موٹے موٹے پردے نہیں رگڑوائے، بد نظری اور گناہوں سے اپنے کو نہیں بچایا تو پھر ساری زندگی شیخ کے ساتھ رہو گے، لیکن اس کا فیض نہیں آئے گا حیض ہی رہے گا۔

جو لوگ مجاہدے سے گریز کرتے ہیں، یہ حق تعالیٰ کے قرب سے گریزاں ہیں، اللہ کو چاہتا تو ہے مگر اس کی راہ میں مجاہدے سے گریزاں ہے، یہ ایک قسم کا گریز ہے، یہ اللہ والا نہیں بننا چاہتا، اس لیے ہمت سے کام لو، جب تلّی کا تیل مجاہدے کرے گا تو پھر گلاب کے پھول کی پوری خوشبو اس میں آئے گی اور تلّی کا تیل مجاہدہ کی برکت سے روغنِ گل کہلائے گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ روغنِ گل بننا زیادہ بہتر ہے یا تل کا تیل رہنا؟ تو ایسے ہی شیخ کا فیض اگر لینا ہے تو ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہ کرو، اللہ پر جان کی بازی لگا دو۔ ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے دل میں حرام مزہ لوٹنے والا یہ ڈاکو ہے، چور ہے، بے غیرت ہے، کمینہ ہے۔ جس کی کھاؤ اس کی گاؤ۔

عاشقانِ مجازی کا عبرت انگیز حال

یہ بتاؤ اگر خدا دس دن کھانا نہ دے، رزق بند کر دے تو ٹیڈیوں کو دیکھنے کو دل چاہے گا یا روٹی مانگو گے؟ دمشق میں قحط آیا، اللہ نے بارش کم کر دی، کیوں کہ وہاں عشق بازی زیادہ شروع ہو گئی تھی۔ تو اللہ نے جب روٹی بند کر دی، دس دن کھانا نہیں ملا، سب آدھے مرے پڑے ہیں۔ اب دوستوں نے پوچھا کہ حضور آپ کا معشوق لاؤں یا روٹی لاؤں؟ تو سب نے ہاتھ جوڑے کہ معشوقوں کے چہروں پر جھاڑو مارو، مجھے روٹی لا دو۔ اس کو سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

ایسا قحط پڑا کہ جب غلّہ نہیں ملا تو یار لوگ اپنی عشق بازی بھول گئے۔ تو جب اللہ کی کھاؤ تو اللہ کی گاؤ۔ غور سے سن لو! پورے دینِ اسلام کا نچوڑ پیش کر رہا ہوں کہ جس بات سے اللہ خوش ہو اسے کرو اور جس بات سے مالک ناخوش ہو تو جان دے دو، مگر مالک کو ناخوش کر کے حرام مزہ اپنے اندر نہ آنے دو، اسی کا نام تصوف ہے ورنہ صورتاً صوفی ہے، صورتاً گول ٹوپی ہے مگر شیطان ہر وقت اس کو گول کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دل میں سما جاتے ہیں

دیکھا کتنا آسان ہے! ایک جملے میں دین پیش ہو گیا کہ جس کام سے تمہارا مالک، تمہارا پیدا کرنے والا، تمہارا پالنے والا خوش ہو وہ کام کر لو اور جس کام سے مالک ناخوش ہو وہ کام نہ کرو، چاہے کتنا ہی دل چاہے، دل کو توڑ دو مگر مالک کے قانون کو نہ توڑو، پھر اللہ اس ٹوٹے ہوئے دل کو کیا دے گا؟ اس ٹوٹے ہوئے دل کے بارے میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَجْلِيْ[۱۵۰]

میں ٹوٹے ہوئے دل میں اپنا دار الخلافہ، اپنا کیپٹل، اپنا پریذیڈینٹ ہاؤس بناتا ہوں، تعلق مع اللہ کی عظیم دولت دیتا ہوں۔ اللہ ارحم الراحمین ہے، خدا ظالم نہیں ہے کہ بندہ غم بھی اٹھائے، اپنا دل بھی توڑے اور اسے کچھ نہ

۱۵۰؎ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۱۶۳، المکتبۃ المظہریۃ / کشف الخفاء للعجلونی: ۳۲۵/۲ (۲۸۳۶)، مکتبۃ العلم الحدیث

ملے اور اللہ اس کو ان لوگوں کے ساتھ کر دے جو حسینوں سے بد نظری کر رہے ہیں، تو جو دل پر غم اٹھائے اور ہر وقت اپنا دل توڑ تا رہے تو شکستہ دل ہی میں اللہ اپنی محبت دیتا ہے۔

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلب شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

یہ اختر کا شعر ہے۔ جو دل توڑتا ہے اس کو اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو جب سورج نکلتا ہے تو اُفق لال ہوتا ہے یا نہیں؟ اور سورج نکلنے سے بہت پہلے سفیدی آتی ہے، تو کیا سفیدی کے وقت سورج نکلتا ہے؟ جب پورا اُفق لال ہو جاتا ہے، شدت کی سرخی آجاتی ہے، ہلکی سرخی سے بھی سورج نہیں نکلتا، سورج نکلنے سے چند منٹ پہلے بہت شدید سرخی ہوتی ہے تو جو اپنے دل کی حرام آرزو کو قربان کر کے شدید سرخی سے اپنے دل کے آفاقِ اربعہ کو لال کرلیتا ہے، اس کے قلب کے چاروں اُفق مشرق، مغرب، شمال اور جنوب سے بے شمار آفتاب ملتے ہیں۔ کائنات کے مشرق کو ایک سورج ملتا ہے اور اللہ کے عاشقوں کے قلب کے مشرق، مغرب، شمال، جنوب کو بے شمار آفتاب عطا ہوتے ہیں۔ اس کو ایک بزرگ ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جب کبھی وہ اِدھر سے گزرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گزرے ہیں

تو ہر عالم جو گزرے گا آفتابِ عالم بھی ساتھ لائے گا، تو خونِ آرزو سے گریزاں مت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ لومڑیوں کو نہیں ملتا شیروں کو ملتا ہے، لہٰذا لومڑی مت بنو، بزدل مت بنو، ہمت سے کام لو، وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ[۱۵۱] یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جملہ ہے کہ اے دنیا والو! اگر تم لومڑی رہو گے تو خدا کو نہیں پاؤ گے، نفس پر شیر کی طرح حملہ کرو، یہ لومڑی کا راستہ نہیں ہے۔ بعض لوگ دیکھنے میں بہت بہادر معلوم ہوتے ہیں، ایسے مہیب ہیں، اتنے تگڑے ہیں، لیکن نفس کے معاملے میں ان سے بدترین بزدل کوئی نہیں ہوتا، جہاں نفس نے کہا اس کو دیکھو بس دیکھ رہا ہے، اصلی پہلوان وہ ہے جو نفس کو گرادے۔

مجاہدہ کی تفسیر

اب مجاہدے کی چار تفسیر کرتا ہوں۔ قرآنِ پاک میں ہے:

۱۵۱؎ روح المعانی: ۱۲۰/۲۴، فصلت (۳۰)، دار احیاء التراث، بیروت

وَ الَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا[۱۵۲]

اس فِیۡنَا کی چار تفاسیر ہیں:

۱)اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ ابۡتِغَاءِ مَرۡضَاتِنَا یہ تفسیر روح المعانی پیش کررہا ہوں، یعنی جو مجھے خوش کرنے کے لیے اپنے دل پر غم اور دُکھ اٹھاتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ہیں کہ انہیں شرم نہیں آتی کہ بدنظری کرتے وقت لذتِ حرام کشید کرتا ہے، اس ظالم کو یہ احساس بھی نہیں ہے کہ میں اللہ کی زمین پر ہوں، اللہ کے آسمان کے نیچے ہوں، اللہ بھی ہم کو دیکھ رہا ہے، میں اس کی نعمت کھا کر آنکھ میں یہ روشنی لایا ہوں۔ تو مجاہدے کی پہلی تفسیر ہے اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ ابۡتِغَاءِ مَرۡضَاتِنَا جو لوگ اللہ کو خوش کرنے کے لیے دل پر تکلیف اور دُکھ اُٹھاتے ہیں، ولایت ایسی آسانی سے نہیں ملتی اَلَا اِنَّ سِلۡعَۃَ اللہِ غَالِیَۃٌ یہ اللہ کا سودا بڑا مہنگا ہے۔

۲)مجاہدے کی دوسری تفسیر ہے اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ نُصۡرَۃِ دِیۡنِنَا جو ہمارے دین کو پھیلانے میں اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں، چاہتے ہیں کہ سارے عالم میں اللہ کی محبت کی خوشبو نشر ہو جائے، چاہتے ہیں کہ سارے عالم کے بندے اللہ کے دیوانے بن جائیں، اصلی دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ سازی بھی کرتا ہو۔

دین پھیلانا اور اللہ کے راستے میں غم اٹھا کر مالک کو خوش کرنا، اپنے دل پر غم اٹھانا اور اللہ کو خوش کرنا اسی کا نام تصوف ہے۔ صوفیائے کرام سے کہتا ہوں کہ آج ہمت کرلو، ارادہ کرلو کہ اللہ کو خوش رکھوں گا اگرچہ اپنے دل پر غم اٹھانا پڑے۔ تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ جو لوگ مجاہدہ کرکے غم اٹھارہے ہیں، گناہوں سے بچ رہے ہیں اور خونِ آرزو کررہے ہیں وہ ان شاء اللہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے، اس شہادت کا نام شہادتِ معنویہ باطنیہ ہے۔

۳)مجاہدے کی تیسری تفسیر ہے اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ امۡتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو اللہ کے ہر حکم کو مان کر اس کے تمام احکام کو بجالائیں۔

۴)مجاہدے کی چوتھی تفسیر ہے اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِی الۡاِنۡتِہَاءِ عَنۡ مَّنَاہِیۡنَا[۱۵۳] یہ گولی ذرا کڑوی ہے یعنی جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر مالک کو خوش کریں، اپنا دل ناخوش کریں، اور خوشی کو جب آگ

---

۱۵۲ العنکبوت:۶۹

۱۵۳ روح المعانی:۲۱/۱۴،العنکبوت(۶۹)،داراحیاء التراث،بیروت

لگائیں تو دل میں پچھتاوا بھی نہ رہے۔

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

جس خوشی سے اللہ ناراض ہو اسے خوشی خوشی آگ لگادو، دل میں پچھتاوا بھی نہ ہو کہ میں نے اس لڑکی کو کیوں نہیں دیکھا، اِس کو کیوں نہیں دیکھا اور اُس کو کیوں نہیں دیکھا؟ سب ڈسکو ختم کرو، کسی کی ڈش مت دیکھو، کسی حسینوں کے حسن کو مت دیکھو، دل پر غم اٹھالو ان شاء اللہ بہت بڑے ولی اللہ بنو گے۔

ایک شخص ایک لاکھ تہجد پڑھتا ہے، ایک لاکھ حج کرتا ہے اور ایک لاکھ عمرہ کرتا ہے اور ہر وقت تسبیح پڑھتا ہے، مگر حسینوں سے نظر نہیں بچاتا تو ایک گناہ سے بھی اس کا دل ہیروشیما کی طرح تباہ رہے گا اور اس کو اللہ کی محبت کی حلاوت نصیب نہیں ہوگی، نہ اس کے ذریعے سے دوسروں کو دین پہنچے گا، کیوں کہ اس کے پاس درد بھرا دل نہیں ہے، نافرمانی اتنی خطرناک چیز ہے۔

مجاہدے کا بے مثل انعام

آگے ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اَیْ سُبُلَ السَّيْرِ اِلَيْنَا اللہ ان کو سیر الی اللہ بھی دے گا، سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰی جَنَابِنَا اپنی بارگاہ میں رسائی دے گا یعنی وہ اللہ کا درباری بن جائے گا اور بارگاہی ہوگا۔ اس کے بعد ایک انعام اور ملے گا وَاِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اس کو اللہ تعالیٰ مخلصین کا درجہ دیں گے کہ یہ اخلاص والا ہے۔ مخلص کون ہے؟ جو دوست آپ کے راستے میں آپ کے لیے غم اٹھائے وہ دوست ہے، اور جو روزانہ حلوہ مانڈہ اور انڈا کھاتا ہے اور مرنڈا پیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے کوئی تکلیف کی بات مت کرو، میں حلوہ خور ہوں، بلوہ خور نہیں ہوں، ارے ظالم! پھر یہ کیا دوست ہے؟ آپ بھی ایسے دوست کو پسند نہیں کرتے، کیوں میر صاحب! اگر کوئی ایسا دوست ہو جو میر صاحب کی شاندار چائے پیے اور خوب ان کے پاس انڈا کھائے مگر تکلیف میں ان کے کام نہ آئے تو کیا یہ ایسے دوست کو پسند کریں گے کہ یہ تکلیف میں ہمارا ساتھ نہیں دیتا؟ ایسے دوست کی پیٹھ پر دو ڈنڈے ماریں گے تو اللہ بھی اپنے نافرمانوں کو ولایت نہیں دیتا۔

رات کا سبق تھا اللہ والوں کی صحبت اور اس وقت کا سبق ہے کہ اللہ کو خوش کرنے میں غم اٹھالو مگر مالک کو ناراض مت کرو، خونِ آرزو کرلو، آفتابِ نسبت کے لیے اپنے اُفق کو لال کرلو تب ولایت اور نسبت کا سورج نکلے گا۔

تو مجاہدہ اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر شیخ کا فیض جذب نہیں ہوتا۔ طور پہاڑ جب ٹوٹ گیا تب اللہ

کی تجلی اس کے اندر داخل ہوئی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ یہ پہاڑ عاشق مزاج تھا، اس نے سوچا کہ اگر میں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا تو اللہ کی تجلی میرے اوپر اوپر رہے گی ؎

بر برونِ کہہ چو زد نورِ صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

لہٰذا پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تا کہ اللہ کی تجلی ذرّے ذرّے میں آجائے۔ تو جو لوگ حسینوں سے نظر بچا کر اپنا دل توڑتے رہتے ہیں، ان کی تمام عبادات کے انوار ان کے دل کے ذرّے ذرّے میں نفوذ کرتے رہتے ہیں ؏

دل جو ٹوٹا تو اسے قرب کا اعزاز ملا

دل توڑنے سے یہ فائدہ بھی ہے کہ آپ کے حج، عمرے، تسبیحات، تلاوت، نماز، روزے کے انوار جو دل کے اوپر اوپر رہتے ہیں وہ اندر داخل ہو جائیں گے۔ اگر چاہتے ہو کہ میرا مولیٰ، میرا اللہ میرے دل میں آجائے تو نظر بچا کر غم اٹھالو۔ اور حسینوں کو دیکھنا یہ بے وقوفی کا بھی گناہ ہے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بے وقوف ہیں، کیوں کہ دیکھنے سے اپنے دل کو مفت میں للچائے گا، تڑپائے گا، کلپائے گا، لیکن کچھ نہیں پائے گا اور اگر کہیں زبردستی کرے گا تو پٹائی الگ ہو گی، اس مٹھائی میں پٹائی بہت ہے اور معاملہ اکثر کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔

بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عمل کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ میری حاضری کو اور میرے احباب کی حاضری کو اور وطن سے بے وطن ہونے کو قبول فرمائے۔ جتنے لوگ اے خدا! آپ کی محبت میں، میری محبت میں بے وطن ہوئے اور سفر میں میرے ساتھ ہیں ہم سب کو اللہ والا بنا دے اور جو مقامی حضرات ہیں ان کو بھی محروم نہ فرما، میری آہ و فغاں اور میرے دردِ دل کو ان لوگوں نے محبت سے سنا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور میرے تمام احبابِ حاضرین اور پورے عالم کے احبابِ غائبین کو محروم نہ فرما اور سب کو ولی اللہ بنا دے اور تمام عمر کی دعاؤں کو قبول فرما، سب نیک ارادوں میں ہم سب کو بامراد فرما، جو مانگا ہے وہ بھی دے دیجیے اور بغیر مانگے اپنی رحمت سے دونوں جہاں دے دیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

(اس کے بعد حضرت والا اپنے کمرے میں تشریف لائے اور ساتھ میں بعض احباب آگئے۔ حضرت

والا اگرچہ تھک گئے تھے، مگر حسبِ عادتِ شریفہ پھر اللہ کی محبت میں ارشادات فرمانے لگے۔ جامع)

گناہ سے بچنے پر بے پایاں خوشی ملتی ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ کرکے ہرگز اپنا دل خوش نہ کرو اور کسی مخلوق کا دل بھی خوش نہ کرو۔ بتاؤ! اپنا دل یا مخلوق کا دل خوش کرنا ہم پر لازم ہے یا اللہ تعالیٰ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا واجب ہے؟ جو پاور فل ہو اس کو خوش کرنے میں فائدہ ہے یا کمزوروں کو خوش کرنے میں فائدہ ہے؟ میرے دوستو! یہ بتاؤ کہ عزت اور ذلت کس کے اختیار میں ہے؟ روزی کا گھٹانا اور بڑھانا کس کے اختیار میں ہے؟ خوشی اور غم کس کے اختیار میں ہے؟ تندرستی اور بیماری کس کے اختیار میں ہے؟ سکون و پریشانی کس کے اختیار میں ہے؟ موت اور زندگی کس کے اختیار میں ہے؟ قیامت کے دن کا فیصلہ کس کے اختیار میں ہے؟ آہ! ایسے طاقت والے اللہ کو ناراض کرکے اپنا یا مخلوق کا دل خوش کرنے والا بتاؤ انٹر نیشنل ڈونکی اینڈ مونکی ہے یا نہیں؟ اس لیے دوستو! اگر دونوں جہاں میں چین سے رہنا ہے تو اختر کی آہ سن لو اور اپنے مالک کو ایک لمحہ ناراض نہ کرو، اس بات کی کوشش کرو کہ اللہ کو ایک لمحہ ناراض کرکے دل میں حرام خوشیوں کو اِن (in) یعنی اندر نہ ہونے دو چاہے نفس کتنا ہی پِن پِن کرے کہ مجھے اس پیاری شکل کو دیکھنے دو، ہرگز مت دیکھو، دل پر غم اٹھالو، ایک لمحہ اللہ کو ناراض کرکے حرام خوشیاں اندر نہ آنے دو۔

واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو بندہ اللہ کو خوش کرتا ہے، اپنے دل میں حرام خوشیاں نہیں آنے دیتا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی خوشیاں دیتا ہے جس کی کائنات میں مثل نہیں۔ اللہ بے مثل ہے، ان کے نام کی لذت اور مٹھاس اور ان کی عطا فرمودہ خوشی بھی بے مثل ہے۔ اور اللہ کیسی خوشی دیتے ہیں؟ قرآنِ پاک میں اللہ فرماتے ہیں:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ [۱۵۴]

اللہ اپنے عاشقوں کی آنکھ کو وہ ٹھنڈک دیتا ہے جسے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی ٹھنڈک ہے، یہ نہیں کہ آنکھ پر برف رکھ دی جیسے کہتے ہیں کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں مطلب یہ کہ دل خوش ہوگیا، قرآن محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت چھپا کر کیوں دی، سب پر ظاہر

---

[۱۵۴] السجدۃ:۱۷

کیوں نہیں کی؟ اوّل تو ایسا کرنے سے پرچہ آؤٹ ہو جاتا، امتحان امتحان نہ رہتا، عالمِ غیب عالمِ غیب نہ رہتا، جب امتحان ہوتا ہے تو حکومت پرچہ آؤٹ ہونے دیتی ہے؟ اگر پرچہ آؤٹ ہو جائے تو دوبارہ امتحان ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ پرچہ آؤٹ نہیں ہونے دیتے کہ میرے عاشقوں کی ٹھنڈک کا سب کو علم ہو جائے گا۔

ایمان بالغیب کے عقلی دلائل

ایمان بالغیب لاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اللہ پر ایمان لاؤ، عالمِ غیب عالمِ غیب رہے، یہ کوئی ظلم نہیں کہ اللہ نے عالمِ غیب کیوں رکھا؟ اس کا جواب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں کہ خدا نے اپنے کو کیوں نہیں دِکھایا؟ اپنے کو دِکھا دیتے تو دنیا میں کوئی کافر نہ رہتا، تو فرمایا کہ پرچہ آؤٹ نہیں کیا جاتا، یہ عالمِ غیب کا امتحان ہو رہا ہے۔

لیکن اللہ نے اس کو اتنا آسان کر دیا کہ خود تمہارے دل میں ایسی چیز رکھ دی کہ تم اس پر بغیر دیکھے ایمان لاتے ہو۔ مولانا رومی جواب دے رہے ہیں کہ تم قسم کھاتے ہو کہ خدا کی قسم! آج دل میں بہت خوشی ہے۔ آپ لوگ بتاؤ، کبھی خوشی کو دیکھا ہے کہ خوشی کیسی ہوتی ہے؟ کوئی پوچھ لے کہ قسم تو کھالی کہ خدا کی قسم دل میں بڑی خوشی ہے، لیکن ذرا ہمیں بھی تو دکھاؤ کہ خوشی لال ہے یا پیلی ہے؟ اس کا کلر کیا ہے؟ اس کی چونچ ہے یا دم ہے؟ کیا اسٹرکچر ہے اور کیا فنشنگ ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے؟

اور دوسری مثال تم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ دل میں بڑا غم ہے۔ کبھی غم کو دیکھا ہے؟ تو ہمارے قلب میں اللہ نے دو چیزیں رکھ دیں خوشی اور غم۔ اور روح کو بھی ظاہر نہیں ہونے دیا، ایک آدمی ہاتھ کو حرکت دے رہا ہے، سب کہتے ہیں کہ مرگیا، لیکن عقل مند لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ زندہ ہے، ابھی حرکت کر رہا ہے۔ خدا کی قسم! اس میں جان ہے۔ اب جان کو کسی نے دیکھا ہے؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ ہم اللہ میاں کو کیسے پیار کریں، وہ تو نظر نہیں آتے؟ فرمایا کہ تم اپنی جان سے بھی تو پیار کرتے ہو، جان تمہیں پیاری ہے یا نہیں؟ تو کبھی جان کو دیکھا ہے؟ تو جس طرح تم بغیر دیکھے جان سے محبت کرتے ہو اسی طرح اللہ سے بھی بغیر دیکھے پیار کرو۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ خلیج بنگال سے مون سون ہوائیں اٹھتی ہیں جس سے بادل ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرا کر جنوبی ہند میں برستے ہیں، جس کی وجہ سے جنوبی ہند سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا ہے، اگر ہمالیہ پہاڑ نہ ہوتا تو خلیج بنگال کی مون سون ہوائیں بادلوں کو ثمر قند، آذر بائیجان اور تاشقند لے جا کر برساتیں اور جنوبی ہند

مثل منگولیا کے ریگستان ہو جاتا۔ تو ایک اللہ والے نے کہا کہ اے سائنس دانو! یہ خلیج بنگال کس نے پیدا کیا؟ سمندر اور جس سورج کی گرمی سے بادل پیدا ہوتے ہیں اُس سورج کو کس نے پیدا کیا؟ اور ہمالیہ پہاڑ کس نے پیدا کیا؟ پھر بادلوں کو ہواؤں کے کندھے پر کون اُڑاتا ہے؟ تم لاکھ کہو کہ بادلو! جلدی سے یہیں برس جاؤ میری کھیتی سوکھ رہی ہے، تو یہ تمہارے اختیار میں ہے؟ اللہ جہاں چاہتا ہے بادلوں کو بھیجتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء دین کے لیے ایک شعر میں مشورہ پیش کرتے ہیں ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

تو یہ بتلا رہا ہوں کہ یہ سورج وچاند وقت پر نکلتے ہیں کہ نہیں؟ بتاؤ کبھی ایسا ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اعلان کیا ہو کہ اے دنیا والو! آج سورج ایک دو گھنٹہ لیٹ ہے، ذرا اسکروڈھیلا ہو گیا ہے اور سب فرشتے اس کو ٹائٹ کر رہے ہیں، آپ لوگوں نے کبھی ایسا سنا؟ آہ! کیا یہ سب نشانیاں اللہ کو پہچاننے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے ؎

وہ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

روحانی بلوغ اور اس کے ثمرات

لیکن اللہ والوں کے ساتھ رہو تو ایمان بالغیب بھی ایمان بالمشاہدہ ہو جاتا ہے۔ دل میں جب مولیٰ آتا ہے چاہے دل نظر نہ آئے، مگر مولیٰ جب دل میں آتا ہے تو گویا دریا میں پانی آجاتا ہے، اگر دریا میں پانی آجائے تو دریا کو پتا چلتا ہے یا نہیں ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من

اللہ ہمارے دل میں جب آتا ہے تو محسوس ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ جب دل میں خدا آتا ہے اور انسان صاحبِ نسبت ہوتا ہے، تو کیا اس کو پتا چل جاتا ہے کہ میرے دل میں مولیٰ آگیا؟ تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ میرے دوستو! میں بالغ ہوا یا نہیں؟ یا خود انسان کو اپنے بالغ

ہونے کا پتا چل جاتا ہے؟ آدمی جب بالغ ہوتا ہے تو اس کی رفتار بدل جاتی ہے، ہر وقت آہ آہ کرتا ہے کہ کب شادی ہوگی اور جب شادی ہوجاتی ہے تو ''بے آہ'' ہوجاتا ہے، اسی لیے شادی کا نام بیاہ ہے کہ آج بیوی پاگیا اور جو بیوی کے لیے ہر وقت آہ آہ کر رہا تھا اب ''بے آہ'' ہوگیا۔ ایسے ہی جب بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بالغ ہوتا ہے اور مولیٰ کو دل میں پاتا ہے تو اس کی رفتار بدل جاتی ہے، گفتار بدل جاتی ہے، کردار بدل جاتا ہے، اطوار بدل جاتے ہیں اور وہ ہر وقت اللہ کی محبت سے سرشار رہتا ہے اور اپنے دوستوں میں آبشاری کرتا ہے یعنی اللہ کی محبت کا پانی دیتا ہے، دوسروں کی کیاری کو آبیاری دیتا ہے اور کیاری کو پیاری بناتا ہے۔

دنیا کماؤ مگر خدا کو نہ بھولو

آہ! مرنے کے وقت پچھتاؤ گے۔ جو بھی اللہ کو نہیں پائے گا تو جب روح نکل جائے گی تو کاروبار، مرسڈیز، قالین اور موبائل سب یہیں رہ جائیں گے، تو اس وقت جس نے دل میں مولیٰ کو نہیں پایا وہ اللہ کے پاس دنیا سے حسرت زدہ اور غم زدہ جائے گا کہ آہ! دنیا پر مرے تھے اور دنیا چھوٹ گئی۔ لہٰذا دنیا کماؤ، مگر اللہ والوں کے پاس بھی آؤ تاکہ مولیٰ کو پاؤ اور مرتے وقت جب دنیا چھوٹ جائے اور تم کو ٹھینگا دِکھائے تو تم بھی دنیا پر تھوک دو کہ جاؤ مجھے تمہارے چھوٹنے کا کوئی غم نہیں ہے، میں اپنے دل میں اپنے مولیٰ کو لے کر جارہا ہوں، آج مجھ سے بڑا کوئی مال دار نہیں ہے، بادشاہ بھی کوئی چیز نہیں ہے اور بادشاہ کیا چیز ہے؟ باد معنیٰ ہوا، اس کی ہوا اس کے موافق چل گئی تو بادشاہ بن گیا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے پیٹ میں گیس بھر گئی، تو لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں بزرگ کے پاس چلیں وہ دعا کریں گے تو آپ کو صحت ہوجائے گی۔ اس نے کہا کہ بزرگ کو ہمارے پاس لے آؤ، ہم بادشاہ ہیں ہم کیوں جائیں؟ بزرگ بے چارے نرم آدمی تھے، وہ بادشاہ کے پاس آگئے اور کچھ پڑھ کر بادشاہ پر پھونکا تو بادشاہ کی پھونک نکل گئی۔ اس نے کہا کہ بھئی! یہ کتنا بڑا بزرگ ہے جو بادشاہوں کی پھونک نکال دیتا ہے۔ اس نے بزرگ سے کہا کہ مولانا مجھے مرید کرلیں، لہٰذا انہوں نے اسے مرید کرلیا۔

ایک مرتبہ وہ بزرگ عید کی نماز پڑھا رہے تھے، بیچارے بوڑھے آدمی جب رکوع میں گئے تو ان کی ہوا نکل گئی، اب جتنے حاسدین تھے سب نے بادشاہ سے جاکر شکایت کردی کہ آپ نے کیسا پیر بنایا ہے جس کی رکوع کی حالت میں ہوا نکل گئی۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ اب اس کا مرید نہیں رہا، یہ کیسا پیر

ہے جس نے ہم کو بھی بدنام کیا کہ بادشاہ کا پیر ایسا ہے۔ اب حسد کرنے والوں نے آکر ان بزرگ سے کہا کہ بادشاہ نے آپ کی مریدی توڑ دی، وہ سچے اللہ والے تھے، انہوں نے کہا کہ جب بادشاہ مرید ہوا تھا تو ہم کو کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی اور جب بادشاہ نے بدعقیدہ ہوکر مریدی توڑ دی تب بھی کوئی غم نہیں ہوا۔ حاسدین نے کہا کہ آپ تو بڑے ہائی پاور بزرگ ہیں، انہوں نے کہا کہ اس میں ہائی پاور کی کون سی بات ہے؟ ارے جب اس کی بدبودار ہوا نکلی تو میرا معتقد ہوگیا اور جب میری بدبودار ہوا نکلی تو غیر معتقد ہوگیا، تو جس کا عقیدہ دو بدبودار ہواؤں کے درمیان میں ہو تو ایسے مرید کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

چند سنتوں کی تعلیم

اب دو سنت بھی یاد کرلو۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جہاں بھی جایا کرو دو ایک سنت بھی زندہ کیا کرو۔ حضرت عاشقِ سنت ہیں، لہٰذا میں اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور صحابہ اس قول کو نقل کرتے ہیں اور اپنا عمل بیان کرتے ہیں:

كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا[۱۵۵]

جب ہم لوگ اوپر چڑھتے تھے تو **اللہ اکبر** پڑھتے تھے اور جب نیچے اُترتے تھے تو **سبحان اللہ** کہتے تھے۔ آج سے آپ لوگ بھی جب اوپر چڑھو تو **اللہ اکبر** کہو اور جب نیچے اترو تو **سبحان اللہ** کہو، جب جہاز ٹیک آف کرے **اللہ اکبر** پڑھو اور جب نیچے اترے یعنی لینڈنگ کرے تو **سبحان اللہ** پڑھو۔

یہ لینڈنگ بھی عجیب انگریزی لفظ ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ کسی خوبصورت پر نظر پڑ جائے تو دل کو بچانے کے لیے اس ماہ رو کو سوچو کہ جاجرو میں بیٹھا ہوا ہے اور یوں نکالا پھر لینڈ نکالا اس کے بعد اس لینڈ کو کاٹا تو اسکاٹ لینڈ بھی ہے، ماہ رو کے پاس جاجرو میں دو ملک موجود ہیں پولینڈ اور اسکاٹ لینڈ لہٰذا کبھی کسی ماہ رو کے فرسٹ فلور کو مت دیکھو، شریعت نے حرام کر دیا۔ گال اور بال اور آنکھوں کو مت دیکھو ورنہ پاگل ہو جاؤ گے اور پھر شیطان تم کو حسینوں کے کالے بالوں سے اور گورے گالوں سے اور نشیلی آنکھوں سے پل (Pull) کرے گا اس کے بعد پش (Push) کہاں کرے گا؟ آہ! گراؤنڈ فلور میں، پاخانے کے مقام میں یا

---

[۱۵۵] صحیح البخاری: ۴۲۰/۱ (۳۰۰۶)، باب التسبیح اذا ھبط وادیا، المکتبۃ المظھریۃ

پیشاب کے مقام میں، تو سوچ لو کہ گراؤنڈ فلور میں کیا رکھا ہے؟ بس اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان ہو جاؤ، اپنی خوشیوں کا خون کر دو، بس ولی اللہ ہو جاؤ گے، یہ ولی اللہ بننے کا شارٹ کٹ راستہ بتا رہا ہوں ؎

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اس طرف سے مسافت رہے گی کم

خونِ آرزو مطلع آفتابِ قرب ہے

اور دیارِ دار کیا ہے؟ خونِ آرزو! جب سورج نکلتا ہے تو مشرق لال ہوتا ہے کہ نہیں؟ تو جب دل کو خونِ آرزو سے لال کر لو گے تو اللہ کے قرب و نسبت اور ولایت و دوستی کا سورج نکل آئے گا۔ بعض لوگوں نے دل کو انوارِ الٰہیہ سے صرف سفید کیا، لیکن یہ بتاؤ جب سفیدی آتی ہے مشرق کی طرف سے تو کیا صرف سفیدی سے سورج ملتا ہے؟ جب تک مشرق سرخ نہ ہو جائے سورج طلوع نہیں ہوتا۔ تو مثبت اعمال سے انوار پیدا کرو اور منفی اعمال سے، گناہ سے بچ کر دل کو سرخ بھی کر دو، انوارِ عبادت سے قلب منور ہو جائے گا اور گناہوں سے بچنے کے غم کو اٹھانے سے اور خونِ آرزو سے قلب سرخ ہو جائے گا تو انوار بھی ضروری ہیں، نور نہ نکلے تو سرخی بھی نہیں ملے گی، اگر صبح کی روشنی نہ آئے تو سرخی آئے گی؟ پہلے روشنی آتی ہے پھر سرخی ملتی ہے پھر سورج ملتا ہے، تو مثبت اعمال بھی کیجیے تاکہ انوار پیدا ہوں اور گناہوں سے بچیے، خونِ آرزو کر کے دل کو سرخ کرو پھر آپ ایسے لال ہو جائیں گے کہ لاکھوں انسان آپ سے لال ہو جائیں گے۔ ایک ولی لاکھوں ولی بنا کر دنیا سے جاتا ہے۔

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

اب ولی اللہ بنانے والے چار اعمال بتاتا ہوں۔ یہ چار عمل کر لو تو ولی اللہ ہو جاؤ گے، یہ اَسّی سال کے تجربہ کی بات بتا رہا ہوں:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھ لو، ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے تو افضل یہی ہے کہ اس کو کاٹ دو، اور چہرے کے تینوں اطراف سے ایک مٹھی ضروری ہے، کسی ولی اللہ نے ایک مٹھی سے کم داڑھی نہیں کٹائی، اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کے دوستوں نے بھی کبھی ایک مٹھی سے کم داڑھی نہیں کٹائی، تو اللہ کے دوستوں کی راہ یعنی شاہراہِ اولیاء کیوں چھوڑتے ہو؟ یہ شاہراہِ اولیاء کا اسٹر کچر ہے، ابھی ایک اسٹر کچر اور بتاؤں گا پھر دو فنشنگ

بتاؤں گا، ان شاء اللہ ان سے ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ تو اللہ کے پیغمبروں اور اولیاء اور دوستوں کا اسٹر کچر کیا ہے؟ ایک مٹھی داڑھی تینوں طرف سے، ایک مٹھی سے کم کٹاؤ بھی مت، ایک مٹھی سے کم داڑھی کٹانا بھی حرام اور منڈانا بھی حرام ہے، قیامت کے دن چکنے گال کام نہیں آئیں گے یہی بال کام آئیں گے، اور داڑھی کی برکت سے قیامت کے دن یہ شعر پڑھ دینا؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اگر کوئی ہنسے تو ہنسنے والوں سے یہ کہو؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

اور؎

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دِکھائے

دوستو! جو بھینس اٹھا لیتا ہے وہ مرغی اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو میں چار بڑے اعمال پیش کر رہا ہوں، اگر آپ نے ان کو کر لیا تو شریعت کے سارے کام آپ کر لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲) ٹخنہ مت چھپاؤ پاجامہ سے، جبہ سے، کُرتا سے، چادر سے، لیکن اگر موزے سے چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ جو لباس نیچے سے اوپر آئے اس سے ٹخنہ چھپانا جائز ہے۔ یہ تحقیق **بذل المجهود شرح ابوداؤد** میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ جو لباس نیچے سے آرہا ہے جیسے موزہ وغیرہ اس سے ٹخنہ چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن جو لباس اوپر سے آئے اس سے ٹخنہ چھپانا حرام ہے، چاہے وہ مدینہ شریف کا جبہ ہی کیوں نہ ہو۔ مدینہ شریف کا جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے افضل نہیں ہو سکتا، فرمانِ رسول زیادہ افضل ہے یا مدینہ زیادہ افضل ہے؟ اللہ زیادہ افضل ہے یا کعبہ زیادہ افضل ہے؟ تو کعبے والے کو راضی کرو تو کعبہ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اگر اس ملاوی میں کوئی اللہ کو خوش رکھتا ہے تو اس کے ساتھ کعبہ والا ہے، اللہ ہے۔

دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ البلاغ میں یہ مضمون پڑھا کہ ایک امریکی ادارے نے تحقیق کی ہے کہ

ٹخنہ مت چھپاؤ ورنہ پاگل ہو جاؤ گے اور فرانس کی تحقیق ہے کہ مسواک کرو ورنہ پاگل ہو جاؤ گے، چناں چہ وہاں پاگل خانے میں سب کو مسواک کرارہے ہیں جس سے ان کا دماغی توازن درست ہو رہا ہے اور پاگل پن کے اثرات میں کمی آرہی ہے، لیکن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر عمل کریں، فرانس اور امریکا کی تحقیق کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طریقہ اور سنت ضامن صحت جسمانی بھی ہے اور ضامن صحت روحانی بھی ہے۔ مسواک ایسی سنت ہے جس سے بلا مسواک نماز سے ستّر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسواک کی سنت مرتے وقت کلمہ بھی یاد دلائے گی:

فَاِنَّ سُنَّۃَ السِّوَاکِ تُذَکِّرُ کَلِمَۃَ الشَّھَادَۃِ عِنْدَ الْمَوْتِ

جو لوگ مسواک کرتے ہیں تو یہ سنت مرتے وقت انہیں کلمہ یاد دلائے گی۔ تو پہلا اسٹر کچر ہے کہ داڑھی رکھ لو ورنہ مرنے کے بعد یہ فیلڈ نہیں ملے گی، گالوں کو کیڑے کھاجائیں گے۔ داڑھی منڈانے یا کٹانے سے دنیا میں سب خوش ہو جائیں اور اللہ ناراض ہو تو بتاؤ کس میں فائدہ ہے؟ اگر ایک لاکھ بندر خوش ہیں مگر کس کام کے ہیں؟ لیکن اگر شیر ناراض ہے تو سیّاح کس کی فکر کرے گا؟ سیاح جو جنگل کی سیر کر رہا ہے وہ شیر کی بات مانے گا یا ایک لاکھ بندروں کی اکثریت کو دیکھے گا جو کہتے ہیں کہ ہماری طرح رہو؟ جنھوں نے داڑھی رکھ لی ہے لیکن ایک مٹھی نہ ہونے سے نابالغ ہے۔ بتاؤ! آپ اپنے بچوں کو ہمیشہ نابالغ دیکھنا چاہتے ہو یا بالغ؟ اگر بہت زیادہ دن تک نابالغ رہیں تو آپ فوراً ڈاکٹروں سے مشورہ لیتے ہو کہ پندرہ سال کا ہو گیا لیکن ابھی تک بالغ ہی نہیں ہے، سر سے پیر تک، من البدایہ الی النہایہ علاماتِ بلوغ نظر نہیں آرہی ہیں تو تشویش ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لیے داڑھی کو بالغ کرو، تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھو، بہت اچھے لگو گے، داڑھی رکھنا سنت بھی ہے اور واجب بھی ہے۔ اور دوسرا اسٹرکچر ہے ٹخنہ کھلا رکھنا، لیکن سردی میں ٹخنہ سوتے وقت نہ کھولنا ورنہ ٹھنڈک سے صبح نمونیہ ہو جائے گا **اِذَا کُنْتَ قَائِمًا اَوْ مَاشِیًا** جب تم کھڑے ہو یا چل رہے ہو اس وقت کی یہ سنت ہے، اگر بیٹھے ہوئے ہوں تو سب کا ٹخنہ چھپا ہوتا ہے، لیٹے ہو، چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ ٹخنہ چھپاؤ کوئی حرج نہیں، یہ سب توضیح **بذل المجھود شرح ابو داؤد** میں لکھی ہوئی ہے کہ ٹخنہ چھپانا دو حالتوں میں واجب ہے، کھڑے ہو یا چل رہے ہو اور دو حالتوں میں واجب نہیں ہے، جب لیٹے ہو یا بیٹھے ہو۔ مگر یہ حکم عورت کے لیے نہیں ہے، مردوں کے لیے ہے۔

آج آپ کو دو اسٹرکچر مفت میں مل گئے۔ ارادہ کرلو کہ آج سے داڑھی نہیں کٹائیں گے اور لباس سے ٹخنہ نہیں چھپائیں گے۔ آج سے ارادہ کرلو تاکہ اللہ کے دوستوں کی شاہراہ پر آجاؤ، مخلوق سے مت ڈرو، مخلوق

آپ کا ایک بال نہیں اُکھاڑ سکتی، اختر ذمہ داری لیتا ہے۔ اب دو اسٹرکچر کے بعد دو فنشنگ بھی سن لو۔ یہ دو ظاہری اعمال تھے، دو عمل باطن کے بتاتا ہوں، ان شاء اللہ ان پر عمل کرنے سے پورے دین پر عمل کرنا آجائے گا:

۳) اپنی نظر کی حفاظت کرو نامحرم عورتوں اور حسین لڑکوں سے، کسی کالی اور گوری کو مت دیکھو اور کسی کالے اور گورے کو بھی مت دیکھو، کیوں کہ بد نظری کرنے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے اور نظر کی خرابی سے دل بھی خراب ہو جاتا ہے اور دل اسی دلبر کے پاس چلا جاتا ہے ؎

ہر کہ او دل بدستِ دلبرے دادہ ست
ریشِ خود بدستِ دیگرے دادہ ست

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی معشوق کو دل دیا اس نے اپنی داڑھی اس کے ہاتھ میں دے دی کہ وہ جب چاہے آپ کو ذلیل کر دے۔ لہٰذا نظر بچاؤ، نظر سے دل بچے گا اور آبرو بچے گی اور آپ اس کے گراؤنڈ فلور میں اِن (in) نہیں ہوں گے، باعزت رہیں گے اور دل میں مولیٰ رہے گا، کیوں کہ نظر سے لیلیٰ دل میں گھسے گی، جب دل میں لیلیٰ گھسے گی تو مولیٰ ناراض ہو کر ایسے گندے دل میں نہیں رہے گا، کیوں کہ جب لیلیٰ آئے گی تو فرسٹ فلور کے ساتھ نہیں آئے گی گراؤنڈ فلور کی چیزیں بھی لائے گی، دل گندا ہو جائے گا اور گندے دل میں اللہ نہیں رہتا، وہ دل تجلی خاص سے محروم ہو جائے گا۔

۴) ایک فنشنگ اور ہے کہ آپ نے سرحد تو بچالی لیکن دل جو کیپٹل، دارالخلافہ ہے اس کو بھی بچاؤ، اس میں بھی قصداً گندے خیال نہ لاؤ، پرانے گناہ کو بھی یاد نہ کرو جس سے توبہ کر چکے ہو۔ شیطان دیکھتا ہے کہ اب یہ ملّا ہو گیا، اب گناہ نہیں کرے گا تو اس کو ماضی کے پچھلے گناہ یاد کرائے گا، فرسٹ ایئر میں لے جائے گا کہ بھئی اس کو پرانا فیچر دکھا دو، شیطان بڑا ٹیچر ہے مگر انتہائی چیٹر ہے، تو گناہ کے خیالات سے دل بھی بچاؤ اور آنکھ بھی بچاؤ۔ تو دو اسٹرکچر ہو گئے اور دو فنشنگ ہو گئیں۔ جو ان چار باتوں پر عمل کر لے گا ان شاء اللہ ولی اللہ ہو جائے گا، چھوٹے بڑے سب گناہ چھوڑنا اس کو آسان ہو جائے گا اور جب اللہ ہمیں جذب فرما لے گا تو پورے دین پر عمل کرنا نہ صرف آسان بلکہ لذیذ بھی ہو جائے گا۔

اب دعا کرو کہ اللہ عمل کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے، ہماری حاضری کو، میرے احباب کے سفر کو، میرے سامعینِ کرام کو، سب کو قبول فرمائے اور توفیق دے دے، یا اللہ! اپنی رحمت سے چاروں اعمال کی توفیق نصیب فرما دے، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

تحیۃ المسجد کا قائم مقام

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض وقت وضو نہیں ہوتا اور آدمی سفر میں بھی ہوتا ہے، تو مسجد میں جاتے وقت اگر یہ پڑھ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تو تحیۃ المسجد کا حق ادا ہو جاتا ہے، کیوں کہ چوبیس گھنٹے میں ایک ہی دفعہ تحیۃ المسجد سنت ہے۔ اور کوئی مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی ہے تو جماعت میں شامل ہو جانے سے جماعت کی نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے کیوں کہ مسجد میں آکر بیٹھا نہیں لٰہذا سنت پر عمل ہو گیا۔

علم کی برکت اور استعداد کے حصول کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک علم کی محنت ہے اور ایک علم کی برکت ہے، برکت اللہ کا فیضانِ رحمت ہے، برکت کے معنیٰ فیضانِ رحمتِ الٰہیہ ہیں۔ علم میں برکت دو وجہ سے آتی ہے ایک تو یہ کہ اساتذہ کا ادب اور تقویٰ یعنی گناہ سے حفاظت خاص کر نظر کی حفاظت حِفَاظَۃُ النَّظَرِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْاَمَارِدِ دونوں سے حفاظتِ نظر سے علم میں برکت آجائے گی۔ اور فرمایا کہ میں اس طالب علم کی استعداد کی ضمانت لیتا ہوں جو تین کام کرے، آیندہ سبق کا پہلے سے مطالعہ کرلے، استاد کے سامنے سبق غور سے سنے، اس کے بعد ایک مرتبہ تکرار کرلے، پھر چاہے کبھی نہ پڑھے ان شاء اللہ استعداد پیدا ہو جائے گی۔

نیک کام کے بعد اس کی قبولیت اور تکبر سے حفاظت کے لیے ایک دعا

ارشاد فرمایا کہ ہمارے اکابر نے فرمایا کہ جب بھی کوئی نیک کام ہو جائے یہ دعا کرنی چاہیے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ[۱۵۶] یہ دعا پڑھ لینے سے دو فائدے ہوں گے: ایک تو اس کی برکت سے آپ کا نیک عمل اور محنت اور اہتمامِ درس و تدریس قبول ہو گی۔ نمبر دو ان شاء اللہ تکبر سے تحفظ رہے گا۔ اور اس کی وجہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھی ہے کہ تقبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بابِ تفعل اختیار کیا وَفِی اخْتِیَارِ صِیْغَۃِ التَّفَعُّلِ اِعْتِرَافٌ

---

۱۵۶ البقرۃ: ۱۲۷

بِالْقُصُوْرِ[۱۵۷] یعنی ہماری عبادت حقیقت میں آپ کی عظمتِ غیر محدود کے قابل تو نہیں ہے، لیکن آپ ازراہِ کرم بلا استحقاق قبول فرمالیں۔ تو دین کے خادموں کو یہ سبق ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب بھی کوئی اچھا کام ہوجائے یہ دعا کرلیا کرو رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی سَمِیْعٌ بِدَعْوَاتِنَا آپ ہماری دعاؤں کو سن رہے ہیں وَعَلِیْمٌ بِنِیَّاتِنَا[۱۵۸] اور ہماری نیتوں سے باخبر ہیں۔

۲۴ / جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۶ / اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعہ،
بعد نمازِ مغرب، بوقت سوا سات بجے، مسجد بلان ٹائر، ملاوی

اللہ کے باوفا بندے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ[۱۵۹]

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اسلام سے بھاگ جائے، اللہ اور رسول کو چھوڑ کر بغاوت کرکے بے وفا ہوجائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، کیوں کہ مخلوق اور انسان اللہ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، اس کو کسی کے اسلام کی ضرورت نہیں۔ اگر سارا عالم مسلمان ہوکر ولی اللہ ہوجائے اور دنیا میں ایک کافر بھی نہ رہے اور دنیا بھر کے بادشاہ بھی مسلمان ہوکر سجدے میں پڑ جائیں، تو اللہ کی عظمت میں ایک اعشاریہ اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر سارا عالم کفر سے بھر جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک اعشاریہ کمی نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی شان صمد ہے۔ شانِ صمدیت کی تعریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی کہ صمد وہ ذات ہے اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ جو سارے عالم سے بے نیاز ہے اور وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ

---

۱۵۷ روح المعانی: ۳۴۸/۱، البقرة (۱۲۷)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۵۸ روح المعانی: ۳۸۵/۱، البقرة (۱۲۷)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۵۹ المآئدة: ۵۴

كُلُّ اَحَدٍ [۱۶۰] اور سارا عالم اس کا محتاج ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ کہ اگر اسلام چھوڑ کر کوئی کافر اور مرتد ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ سوف داخل کر کے بتارہے ہیں کہ اے دنیا والو! دیر نہیں لگے گی، بہت جلد ایک قوم ہم اپنے عاشقوں کی پیدا کریں گے جو ان بے وفاؤں کا نعم البدل ہو گی۔ جو تمہیں انسان بنا سکتا ہے کیا وہ تمہیں ولی اللہ نہیں بنا سکتا؟ انسان بنانا زیادہ مشکل ہے یا انسان بنا کر ولی بنانا؟

عظیم الشان دلیلِ وحدانیت

وہ ماں کے حیض اور باپ کی منی سے کیسی پیاری شکل بنا دیتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں کسی سائنس داں کا کوئی اوزار اور مشین نہیں داخل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ [۱۶۱]

ماؤں کے پیٹ میں ہم تمہیں تشکیل دیتے ہیں، باپ کی منی اور ماں کے حیض پر ہم تمہاری تصویر کھینچتے ہیں، تمہارا چہرہ اور چہرے پر دو آنکھیں، دو کان اور ناک ہم فٹ کرتے ہیں اور جسم کے اندر جگر، دل اور پھیپھڑے ہم بناتے ہیں، تمہارا ذرّہ ذرّہ ہمارا بنایا ہوا ہے۔ اس کام میں پوری کائنات دعویٰ نہیں کر سکتی، نہ امریکا نہ جرمن نہ جاپان کہ ہمارے سائنسی آلات سے انسان پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے کہ ہم نے پانی پر تمہاری تصویر بنائی ہے، ہمارے سوا کون ہے جو پانی پر تصویر بنا سکے؟ منی اور حیض کے پانی پر صرف ہم تصویر کھینچتے ہیں۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست بر آب صورت گری

نطفے کو کیسی پیاری شکل اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے کہ نو مہینے کے بعد باپ کی منی کا قطرہ اور ماں کا حیض کس حسین شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ہم انسان بنا سکتے ہیں تو انسان کو ایمان بھی دے سکتے ہیں اور ایمان کے ساتھ اعلیٰ درجے کا ولی اللہ بھی بنا سکتے ہیں، ہمارے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔

---

[۱۶۰] روح المعانی: ۳۰/۲۷۴، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۶۱] اٰل عمرٰن: ٦

زبان ورنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم

لٰہذا جو دین سے بے وفا ہو کر اور اللہ اور رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور دوبارہ یہودی اور عیسائی ہوگئے تو کوئی فکر مت کرو فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ہم عن قریب عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور جو ہم سے محبت کرے گی۔ اور لفظِ قوم نازل فرمایا، اقوام نازل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں جتنے لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ سب ایک قوم ہیں، چاہے وہ ملاوی کا ہو یا پاکستان کا ہو، امریکا کا ہو یا افریقہ کا ہو، کالا ہو یا گورا ہو سارے عالم کے اللہ کے عاشق اور اللہ سے محبت کرنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اگر اللہ کے عاشقوں میں بہت قومیں ہوتیں اور کالے گوروں کا فرق ہوتا تو اللہ لفظِ قوم نازل نہ فرماتا، اقوام نازل کرتا کہ ہم اپنے عاشقوں کی اقوام نازل کریں گے، لیکن فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ فرمایا کہ پوری دنیا میں جتنے میرے عاشق ہوں گے وہ سب کے سب ایک قوم ہیں، عاشقوں کی قوم الگ تھلگ نہیں ہوتی۔

اللہ کی نشانی

البتہ محبت کی تعبیر کے لیے ان کی زبانوں میں اور رنگ میں اختلاف ہے۔ یہ دلیل اختلافِ قومیت کی نہیں ہے، یہ اختلافِ تعبیرات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختلف زبانوں میں ہمارا نام لیا جائے اور مختلف رنگ کے لوگ ہمیں یاد کریں، یہ ہمارا انتظام ہے۔ اختلافِ اَلسِنہ اور اختلافِ الوان میں ہم نے اپنی نشانی اور اپنی قدرت کا تماشا دکھایا ہے کہ کوئی بنگالی بول رہا ہے، کوئی انگریزی بول رہا ہے اور کوئی گجراتی بول رہا ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَ اَلۡوَانِکُمۡ [۱۶۲]

تمہارے رنگ اور کلر اور تمہاری زبانیں جو الگ الگ ہیں یہ میری نشانیاں ہیں، لٰہذا اس سے یہ مت سمجھنا کہ ہمارے عاشقوں کی کئی قومیں ہیں۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے قوم کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے چاہے وہ کسی رنگ اور کسی زبان کا ہو ایک قوم ہے، ساری دنیا کے عاشق ایک قوم ہیں، لٰہذا آپ کو ملاوی مل جائے، افریقی مل جائے، ایشین مل جائے، انڈین مل جائے، گجراتی مل جائے، لیکن وہ اللہ ورسول سے پیار کرتا ہو تو اس سے معانقہ کرو، محبت کرو کہ واہ رے میرے پیارے! ہم تم ایک برادری ہیں، یہاں کسی

۱۶۲؎ الروم: ۲۲

قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ سارے عالم کے عاشقِ خدا ایک قوم ہیں، دلیل میں قرآنِ پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں، ملاوی کے علماء یہاں موجود ہیں، جنوبی افریقہ کے علماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ میں ایک قوم پیدا کروں گا جس کی کیا شان ہوگی؟ یُحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے وَیُحِبُّوْنَہٗ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور بِقَوْمٍ میں جو "با" داخل ہے یہ اَتٰی یَأْتِیْ جو لازم تھا اس کو متعدی کررہا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ ہمارے دیوانے خود سے نہیں بنتے، دیوانے بنائے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ "با" یہ معنٰی پیدا کررہا ہے کہ ہم لائیں گے اپنے عاشقوں کی ایک جماعت اور قوم جس کو ہم اپنا دیوانہ بنائیں گے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کی قسمت میں اپنا عشق اور اپنی محبت رکھتا ہے وہی اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے، جس کو اللہ پیار کرتا ہے وہی اللہ کو پیار کرتا ہے۔ یہ بہت خوش نصیب لوگ ہیں، یہ بڑی قسمت والے ہیں، بادشاہوں کو یہ قسمت نصیب نہیں ہے، اگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں، تو بادشاہ زندگی بھر اپنی بادشاہت میں پریشان ہیں۔ تاجِ شاہی سر پر ہے اور سر میں دردِ سر ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں نور کا دریا بہہ رہا ہے اور شاہوں کے سروں میں اپوزیشن کے ڈنڈے سے دردِ سر ہو رہا ہے۔ تاجِ شاہی سر پر اور خود سلطنت کی کرسی پر اور کرسی کے نیچے سے اپوزیشن کے ڈنڈے کا فکر ہر وقت پریشانی میں مبتلا کیے ہوئے ہے، دنیا میں کہیں چین نہیں۔ بڑے سے بڑا مال دار ڈپریشن اور ٹینشن میں مبتلا ہے۔ جب ان کو ڈپریشن اور ٹینشن ہوتا ہے تب ہم فقیروں کے پاس آتے ہیں، اور خانقاہ میں "اِن" (In) ہونے کے بعد کہتے ہیں کہ ارے میرا ڈپریشن کیا ہوا؟ میرا ٹینشن کیا ہوا؟ یہاں تو میں سکون پا گیا۔ یہ اللہ کے نام کی برکت ہے۔

دل کے چین کی تدبیر کیا ہے؟

جس اللہ نے ہمارے سینوں میں دل بنایا ہے، اسی اللہ نے فرمایا کہ میری ہی یاد سے تم کو چین ملے گا۔ یہ تمہارے دل کی مشین ماں کے پیٹ میں امریکا اور روس نے نہیں بنائی، جاپان و جرمن نے نہیں بنائی، باپ کی منی اور ماں کے حیض پر تمہارے سینے میں دل میں نے فٹ کیا ہے تو اس مشین کا تیل میری یاد ہے۔ مجھے یاد کروگے تو چین پاؤگے، مجھے بھول جاؤگے تو کروڑوں رین میں بھی بے چین رہوگے۔ یہ سمجھ لو کہ جہاں جاؤگے وہیں لات اور گھونسے پاؤگے، کیوں کہ میں جس سے ناراض ہوتا ہوں اپنی ساری مخلوق کو حکم دے دیتا ہوں کہ یہ میرا نافرمان ہے کہیں چین نہ پائے۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس کے سارے رشتہ دار، اس کے بیوی بچے، اس کے گھوڑے، اس کے گدھے اور اس کا ہر جانور اس کا نافرمان ہوجاتا ہے کیوں کہ بڑے مالک کا نافرمان ہے، سارے عالم میں ہر طرف سے اس پر مصیبت آئے گی۔ کتنا پیارا شعر فرمایا ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک اُن کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارے جہاں کی نظر بدل جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ ہوجاتا ہے تو میرا گھوڑا بھی میری نافرمانی کرتا ہے، میرا گدھا بھی میری نہیں مانتا، میرے بیوی بچے بھی نافرمان ہوجاتے ہیں۔ اور بندہ جب توبہ کرتا ہے اور اللہ کے نام سے جب دل کو چین ملتا ہے تو پوری دنیا میں اسے چین نظر آتا ہے۔ یہ نظر تابع ہے دل کے۔ جب دل میں چین ہوگا تو اس کو ہر طرف چین نظر آئے گا اور جب دل پریشان ہوگا تو ہر طرف اس کو پریشانی نظر آئے گی، کیوں کہ بصارت تابع ہے بصیرت کے۔ ایک اور پیارا شعر پیش کررہا ہوں غور سے سنیے ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

جو اللہ کو ناراض کرتا ہے اس کا دل ویران کردیا جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ خالق گلستان ہیں، خالقِ بہار ہیں ان کو ناراض کرکے کہاں سے بہار پاؤگے؟ مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا کہ جس کے دل کو اللہ پیار سے دیکھ لے اسی وقت وہ دل گلستاں ہوجاتا ہے اور جس کے دل سے اللہ اپنی نظرِ کرم ہٹالے اسی وقت وہ دل جنگل اور بیابان

ہو جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے میرے شعر کا، اب شعر سنیے۔

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
تو نے رُخ پھیرا اِدھر سے وہ بیاباں ہو گیا

دوستو! دونوں جہاں میں اگر چین اور آرام سے رہنا چاہتے ہو تو دونوں جہاں کے پیدا کرنے والے کو راضی اور خوش کر لو۔ دنیا میں چین سے رہنے کی اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔ امریکا، روس، جرمن اور جاپان اور انٹر نیشنل قوانین ہمارے قلب کے اطمینان کی ضمانت نہیں لے سکتے، کیوں کہ جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہی ہمارے دل کی مشین کے تیل کو جانتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں ہمارے چین اور اطمینان کی بشارت دی ہے کہ مجھے یاد کرتے رہو گے تو چین سے رہو گے اور مجھ کو بھول کر حرام لذتوں کے پیچھے دوڑنا، چوری اور ڈاکہ اور کالی اور گوری عورتوں کو دیکھ دیکھ کر للچانا کہ آہا! کیسی نمکین صورت جارہی ہے اور یہ گوری کیسی ہے! ان باتوں سے دل بالکل چین نہیں پاسکتا، ایسا بے چین رہے گا جیسے مچھلی بغیر پانی کے۔ اس لیے۔

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اسے دیکھو جس نے انہیں رنگ بخشا

جس نے ان کو کلر دیا ان کو دیکھو کہ وہ انہیں دیکھنے سے منع کر رہا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں خبر دار! اپنی بیوی کے علاوہ کسی کی بہو بیٹی کو مت دیکھو، کسی کی ماں بہن کو مت دیکھو۔ میں بھی تمہارے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں۔ جب تم اِدھر اُدھر دیکھتے ہو تو تمہاری نظر میرے دائرۂ نظر سے خارج نہیں ہوتی۔ ہم تمہاری نظر پر نظر جمائے ہیں کہ اے خبیث الطبع! نمک میرا کھاتا ہے، لیکن میری مرضی کے خلاف کہاں دیکھتا ہے، کدھر دیکھتا ہے۔

تقویٰ سیکھنا نفلی عبادات سے زیادہ ضروری ہے

آج کل بڑے بڑے لوگ نفلی حج اور عمرہ کرنے کے لیے ہر سال چلے جاتے ہیں، مگر تقویٰ سیکھنے کے لیے ٹائم نہیں ہے۔ بتاؤ نفل حج ضروری ہے یا تقویٰ؟ اور اللہ کا خوف اور اللہ کا دوست بننا فرض ہے۔ نفلی حج، نفلی عمرہ کرنا یہ نفل ہے لیکن تقویٰ سیکھنا، گناہ سے بچنا اور اللہ کو خوش رکھنا یہ فرضِ عین ہے، لہٰذا ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے حاجیو! کہاں جارہے ہو؟ فرض حج کے لیے ضرور جاؤ، مگر نفل حج کا زمانہ کسی اللہ والے کے پاس لگاؤ۔ ارے ظالمو اِدھر آؤ! اللہ تم کو ہم سے ملے گا، اللہ والوں سے ملے گا۔ تقویٰ فرضِ عین ہے، ہاں جب فرضِ عین حاصل ہوجائے، اللہ کے ولی ہوجاؤ اور اللہ سے محبت پیدا ہوجائے پھر اللہ کے گھر جاؤ گے تو کچھ اور مزہ پاؤ گے۔ جب تک گھر والے سے محبت نہ ہو گھر کا کیا مزہ ہے! اور خاص کر وہ ظالم جو گھر کے اندر بھی نافرمانی کرتا ہے، کعبہ کے اندر عورتوں کو دیکھ رہا ہے۔ ایک حاجی نے کہا کہ مولانا صاحب! انڈونیشیا کی جو حجن آئی ہیں بڑی کم عمر ہیں، ان کا کلر بھی وائٹ ہے اور سفید برقعہ میں تو بالکل کبوتری معلوم ہورہی ہیں کبوتری، اور ان کے چہروں پر بڑا نور معلوم ہورہا ہے۔ میں نے کہا کہ او بے وقوف! تو کعبہ کا نور دیکھنے آیا ہے یا ان لڑکیوں کا نور دیکھنے آیا ہے؟ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ نظر کی حفاظت کرو اور تم اللہ کے گھر میں نظر کو خراب کررہے ہو، اس لیے میں کہتا ہوں کہ جن کو نظر بازی کی بیماری ہو وہ مطاف کے قریب نہ بیٹھیں، ذرا دور بیٹھو تاکہ دھندلا نظر آئے، حسن زیادہ صاف نظر نہ آئے۔ بتاؤ مطاف کے نزدیک بیٹھنا کعبہ کی زیارت کے لیے زیادہ سے زیادہ مستحب ہے، لیکن حرام سے بچنا فرض ہے، اس لیے جس کو نظر کی بیماری ہو یا جس کے مزاج میں حسن پرستی ہو، رومانٹک مزاج ہو وہ مطاف سے ذرا دور بیٹھے تاکہ اللہ ہی اللہ نظر آئے، کعبہ نظر آئے، کعبے والا نظر آئے اور مطاف کی لڑکیاں نظر نہ آئیں، لیکن اگر کوئی بزرگ بیٹھا ہو اللہ کی یاد میں مست، تو اللہ تعالیٰ کے کسی دیوانے کو بدمست مت سمجھو کہ یہ بھی دیکھتا ہوگا۔ اللہ کے عاشقوں سے بدگمانی نہ کرو۔ جن کے دل اللہ کی تجلّی سے متجلّی ہیں وہ بھلا ان مردہ چراغوں سے مرعوب ہوں گے؟

اہلِ محبت مرتد اور گمراہ نہیں ہوسکتے

میں عرض کررہا تھا کہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سے معلوم ہوا کہ دنیا بھر کے عاشقانِ خدا ایک قوم ہیں اور اس آیت سے یہ بھی پتا چلا کہ جتنے لوگ مرتد اور گمراہ اور اللہ سے بے وفا ہوتے ہیں یہ عاشق نہیں ہیں، یہ صرف عقل سے اسلام لائے تھے، کیوں کہ عاشق کبھی بے وفا نہیں ہوتا۔ حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماءِ دین سے مسائل پوچھ لو مگر زندگی عاشقوں کے ساتھ گزارو، کیوں کہ عاشق بے وفا نہیں ہوتا:

جَالِسُوا الْکُبَرَاءَ وَسَاءِلُوا الْعُلَمَاءَ وَخَالِطُوا الْحُکَمَاءَ[۱۶۳]

بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھو اور علماء سے مسئلے بھی پوچھو، لیکن اللہ والوں کے پاس رات دن زندگی گزارو تاکہ تم بھی اہلِ محبت اور اہلِ وفا بن جاؤ۔ وفاداروں کے ساتھ رہنے سے وفاداری آتی ہے، لیکن اگر تم کسی وفادار شیخ کے ساتھ رہ کر وفاداری نہیں سیکھتے تو پھر مجھے مجبوراً کہنا پڑے گا کہ یہ سموسہ خوری ہے، وفاداری کا ذوق اس بے غیرت کو نہیں ہے۔ میں دردِ دل سے اللہ کی محبت پیش کررہا ہوں کہ کھانا پینا اس شخص کا بے وفائی اور غدّاری ہے جو اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے یعنی گناہ سے نہیں بچتا۔ بتایئے اللہ کا رزق کھا کر کسی کی بہو بیٹی کو دیکھنا یا کسی کے بیٹے کو دیکھنے والا شخص کمینہ ہے یا نہیں؟ بے غیرت ہے یا نہیں؟ نمک حرام ہے یا نہیں؟ اللہ کا نمک کھا کر ایسی ہمت سے کام لو کہ ایک سانس بھی مالک کو ناراض نہ کرو، زندگی اُن پر دے کر دیکھو کہ کیا مزہ ملتا ہے۔ جو زندگی مالک پر فدا ہوتی ہے اسے کیا ملتا ہے اس پر میرا شعر سنو؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

جو زندگی مالک پر قربان ہوتی ہے وہی پُر بہار ہوتی ہے اور اس زندگی پر بے شمار زندگی برستی ہے۔ جہاں کوئی اللہ والا بیٹھے گا اس پر اتنی زندگی برستی ہے کہ جو پریشان اور ڈپریشن والے آتے ہیں ان کی زندگی بھی پُر بہار ہوجاتی ہے۔ اللہ کے علاوہ کہیں چین نہیں مل سکتا۔

اللہ کیسے ملتا ہے؟

لیکن اللہ ایسے نہیں ملتا، کسی اللہ والے سے ملتا ہے۔ میرے مرشد اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور ایک دفعہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی مجھے نظر آئے اور میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں عبدالغنی، آج تم نے اللہ کے رسول کو خوب دیکھ لیا۔ اس شیخ کے ساتھ اختر جنگل میں دس سال رہا ہے اور کل ملا کر سترہ سال رہا ہے۔ میں ایسے ہی آ کے یہاں نہیں

۱۶۳؎ کنز العمال: ۷/۹ (۲۴۶۶۱)، باب فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

بیٹھ گیا ہوں۔ مجھے میرے رب نے اپنے پیاروں کے ساتھ ایک طویل زمانہ عطا فرمایا ہے۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ آم ملتا ہے آم والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ اب آپ کہیں گے کہ بھئی مٹھائی، کپڑا، آم، امرود کی مثال سب پہلے اور آخر میں آپ کباب کیوں بیان کرتے ہیں؟ تو بات یہ ہے کہ کباب مجھے بہت پسند ہے۔ اس پر میرا شعر بھی ہے؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسے جیسے شباب کی لذت

اور بزرگوں نے فرمایا کہ جو گناہ سے بچنے پر اور حسینوں سے اپنے دل کو بچانے پر غم اٹھاتا ہے تو خدا کے عشق و محبت کے غم سے اس کا دل جلا بھنا کباب ہو جاتا ہے، تو جب اندر دل کباب ہوتا ہے تو باہر کے کباب خود اس دل سے ملنا چاہتے ہیں، کبوتر کبوتر سے ملنا چاہتا ہے اور کباب کباب سے ملنا چاہتا ہے۔ جب ساری دنیا کے کباب دیکھتے ہیں کہ اس کے دل میں کباب ہے تو اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

علماء کے رزق کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دعا

ایک صاحب نے کہا کہ مولویوں کو مرغا کیوں ملتا ہے؟ جہاں جاتے ہیں ان کو دعوتوں میں مرغا ملتا ہے۔ میں نے کہا چوں کہ انہوں نے اپنے نفس کو مرغا بنا رکھا ہے، اللہ کا فرماں بردار بنا رکھا ہے، لہٰذا سارے عالم کے مرغے دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ہماری برادری موجود ہے، تو سارے عالم کے مرغے سیدھے ہمارے پیٹ میں خود داخل ہونا چاہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! عالِم کی روزی کو سارے عالَم میں پھیلا دے تاکہ جب یہ اپنا رزق کھانے جائے تو میرا دین بھی پھیلائے، لہٰذا مولویوں کو جو دعوت ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے صدقہ میں ملتی ہے۔ جو مولوی کی دعوت کرے تو سمجھ لے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا صدقہ ہے اور شکر کرے کہ وہ دعا اس کے حق میں قبول ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ذریعہ بنا رہے ہیں۔

ایک دلچسپ لطیفہ

ایک واقعہ اچانک یاد آگیا۔ ایک بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رُلا دے اس کو ہم

بہت انعام دیں گے۔ بڑے بڑے مصیبت زدہ آئے اور کان میں کہا کہ میرا بیٹا مر گیا، کسی نے کہا کہ میری تجارت لاس(Loss) میں جارہی ہے اور کسی نے کہا کہ میری بیوی کو کینسر ہو گیا، لیکن کسی کی مصیبت سن کر ہاتھی بالکل نہیں رویا۔ مگر ایک مولوی نے جب اس کے کان میں کچھ کہا تو ہاتھی زار و قطار رونے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے اس کے کان میں کیا کہہ دیا؟ کہا کہ میں نے اسے اپنی تنخواہ بتادی۔ بس اتنی تھوڑی سی تنخواہ کا سن کر ہاتھی بھی رونے لگا کہ بیچارے کا کیسے گزارہ ہوتا ہوگا۔ ہاتھی تو رو پڑا مگر کمیٹی والوں کے آنسو نہیں نکلتے، اللہ ان کے دل میں بھی رحم ڈال دے۔ یہ واقعہ جس نے مجھے سنایا وہ یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اس واقعہ کو سن کر مجھے بہت مزہ آیا اور اس کو سنا کر میں بہت لُطف لیتا ہوں۔

خیر تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اپنے عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے، لہٰذا جس شخص کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت معلوم ہونے لگے اللہ کی یاد میں رونے لگے، اللہ والوں کو دیکھ کر پوچھنے لگے کہ ہمیں بھی سکھادو کہ اللہ کیسے ملتا ہے، اللہ کے لیے جنگلوں میں جاکر اکیلا رو رہا ہو کوئی پاس نہ ہو اور اللہ سے کہہ رہا ہو ؎

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تو بتادے مجھ کو اے ربِّ جہاں

تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر اس آیت کی تجلی کا ظہور ہو رہا ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک مجذوب نے کہا کہ اے اللہ! تو کیسے ملتا ہے؟ میں کیا قربانی دوں کہ تو مل جائے؟ آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہاں دے دے، اس مجذوب نے کہا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے خدا! اپنی قیمت آپ نے دونوں جہاں بتائی ہے، دام اور بڑھایئے کہ اس قیمت پر تو آپ ابھی سستے معلوم ہوتے ہیں۔

حفاظتِ نَظر کا راز

اللہ اللہ ہے، دونوں جہاں کا مالک ہے، اس لیے جو دنیا میں اللہ کو دل میں لانے کی کوشش کرے گا یعنی جو دل میں مولیٰ کو لائے گا وہ لیلیٰ سے نظر بچائے گا، کیوں کہ جس نے لیلیٰ سے نظر کو بچایا اس نے مولیٰ کو

دل میں پایا۔ نظر بچانے کا راز یہی ہے، آج یہ راز اختر سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حکم فرمایا کہ کسی کی بیوی، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی کو مت دیکھو تو اس کا حاصل کیا ہے؟ کہ جب تم لیلاؤں سے نظر بچاؤ گے تب دل میں مولیٰ کو پاؤ گے، کیوں کہ جو نظر بچائے گا تھوڑا سا غم اس کے دل میں آئے گا کہ ارے کیسی پیاری شکل تھی مگر کیا کریں صاحب مجبوری ہے اور مجبوری کا نام صبر ہے، لیکن یہ مجبوری نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی حضوری کا راستہ بتایا ہے کہ جس نے لیلیٰ سے نظر کو بچالیا اس نے دل میں مولیٰ کو پالیا، کیوں کہ نظر بچانے سے دل ٹوٹتا ہے تو عبادت کا نور شکستہ دل کے ذرّہ ذرّہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ حج، عمرہ، تلاوت و ذکر اور روزوں کا نور دل ٹوٹنے سے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے شاعر کہتا ہے ؎

میکدے میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

یہ تو دوسرے کا شعر ہے، اب اختر کا شعر سنو ؎

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

یہ بھی تو سوچو کہ کیا دیا اور کیا ملا؟ گناہوں کے چند کنکر پتھر چھوڑے اور مولیٰ کو پالیا، اس سے بڑھ کر اور کیا کرم ہو گا! اللہ نے اپنا دین بہت آسان بنایا ہے۔ تم غیر اللہ کی گندگی دل سے نکال دو اور بدلے میں اس پاک اللہ کو پا جاؤ ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

بس اگر اللہ کو چاہتے ہو تو غیر اللہ کو نکالو۔ **لا الٰہ** کی تشریح کیا ہے؟ میرا شعر ہے ؎

لا الٰہ ہے مقدم کلمۂ توحید میں
غیرِ حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے

ہر گناہ الٰہ باطل ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ کوئی ناجائز ڈیزائن کتنی ہی اچھی ہو، اس کو ریزائن دے دو پھر لے لو اللہ کے خزائن، اور اگر ریزائن نہ کرو گے تو ہو جاؤ گے رام نرائن، اور رام نرائن پتھر کا بت پوجتا ہے اور

تم چلتی پھرتی شکلوں کو پوج رہے ہو اور اس کے بعد جب شکل بگڑ گئی تو پھر بھاگے وہاں سے اُلو کی طرح۔ جب شکل بگڑ جاتی ہے تو ہندو اور عیسائی اور یہودی سبھی بھاگتے ہیں، تمہارا کیا کمال ہوا؟ بلکہ باگڑ بِلاّ ہوگئے بجائے عارف باللہ بننے کے۔ جس کو اللہ عارف باللہ بناتا ہے اس کا دل حسین شکلوں اور دنیائے فانی کی رنگینیوں سے سرد کردیتا ہے، لہٰذا جب اللہ کی محبت دل میں پاؤ اور یاد آئے کہ کبھی مرنا ہے اور قیامت کے دن اللہ کو حساب دینا ہے اور جس مالک نے ہم کو پیدا کیا ہے اگر ہم نے اپنے دل میں اس مالک کو نہ پایا اور مرگئے تو رین کی کرنسیاں، موٹر کار اور کاروبار، مرسڈیز اور ایئر کنڈیشن سب چھوٹ جائے گا اور قبرستان میں تنہا جاؤ گے۔ دنیا تو چھوٹ گئی اور مولیٰ کو بھی نہ پایا۔ ارے ظالمو! نہ لیلیٰ کو پایا نہ مولیٰ کو پایا، کس قدر خسارے اور لاس (Loss) میں گئے، کیوں کہ لاشے یعنی لاش پر مر رہے تھے اور جو لاشے پر مرتا ہے وہ لاس میں آجاتا ہے۔

آثارِ تجلّیِ جذب

لہٰذا جو شخص اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ کا درد، اللہ کی جستجو اور تلاش کی کیفیت پائے تو سمجھ لو کہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کی تجلی اس کے دل پر ہورہی ہے اور آج سے اس کی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہورہا ہے اور اس کے دل پر اَتٰی یَأۡتِیۡ کی گردان شروع ہورہی ہے، مگر بائے متعدّیہ کے ساتھ، یعنی اللہ اپنے عاشقوں کی قوم میں اس کو داخل کر رہا ہے۔

اللہ کے باوفا بندوں کی پہلی علامت

اور اس کی علامت کیا ہے؟ یُحِبُّھُمۡ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائیں گے وَیُحِبُّوۡنَہٗ اور وہ بندے بھی اللہ سے محبت کریں گے۔ اللہ نے اپنی محبت کو پہلے اور اپنے عاشقوں کے عشق کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ اللہ نے اپنی محبت کو بندوں کی محبت سے پہلے اس لیے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان جائیں اور ایمان لائیں اور یقین کرلیں کہ اَنَّھُمۡ یُحِبُّوۡنَ رَبَّھُمۡ بِفَیۡضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمۡ [۱۶۴] یہ جو اللہ سے محبت کر رہے ہیں اور ان کو جو روزہ نماز کی فکر ہورہی ہے، اللہ کی جستجو ہورہی ہے، جنگلوں میں آہ وزاری ہورہی ہے، پہاڑوں کے دامن میں اکیلے رو رہے ہیں اور اللہ والوں کو تلاش کر رہے ہیں یہ جتنے کارنامے ہورہے ہیں یہ سب میری

---

[۱۶۴] روح المعانی: ۶/۱۶۲، المآئدۃ (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

محبت کا فیضان ہے، یہ ان کے دل میں فَسَوْفَ یَاْتِی اللہُ بِقَوْمٍ کی تجلی کا ظہور شروع ہوگیا ہے، ربّا کے فیضانِ محبت کے آثار شروع ہوگئے ہیں۔

باوفابندوں کی دوسری علامت

اور محبت کی دوسری علامت کیا ہے؟ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مسلمانوں کے سامنے اپنے کو مٹادیتے ہیں، مومنین سے نہایت تواضع سے ملتے ہیں، اپنے کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں، ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی بستی میں بادشاہ فاتحانہ داخل ہوتا ہے تو وہاں کے بڑے بڑے سرداروں اور سرکشوں کو گرفتار کرلیتا ہے تاکہ میری حکومت میں گڑبڑ نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے دل میں اپنی عظمت کا جھنڈا لہراتا ہے، تکبر کے چوہدریوں کو پکڑلیتا ہے، پھر اس کے دل میں تکبر نہیں رہتا، وہ مٹ جاتا ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس آم کی شاخ میں زیادہ پھل آتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور جس میں پھل نہیں ہوتا وہ اکڑی رہتی ہے، تو اکڑے رہنا تکبر کی نشانی ہے اور یہ دلیل ہے کہ اس نے مولیٰ کو نہیں پایا۔ جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے تو وہ اللہ کی عظمتوں کے سامنے جھک جاتا ہے، اس کی چال بدل جاتی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا[۱۶۵]

اللہ کے خاص بندے زمین پر اپنے کو مٹاکر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ میرے شیخ حضرت والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مجھ پر ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ایسا غلبہ ہوا کہ دو مہینہ تک مارے شرم کے عبدالغنی نے آسمان نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ جس پر اللہ کی عظمت اور بڑائی کا غلبہ ہوتا ہے، جب اللہ کی عظمت دل میں آتی ہے تو وہ اپنے کو مٹادیتا ہے وہ پھر اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کا مصداق ہوتا ہے۔

کلام اللہ کی بلاغت کا اعجاز

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں علیٰ کا جو صلہ آیا ہے یہ علماء نحو کے اجماع کے خلاف ہے، ذَلَّ یَذِلُّ کا صلہ لام سے آتا ہے جیسے ذَلَّ زَیْدٌ نَفْسَهٗ لِفُلَانٍ۔ پھر یہاں عَلٰی کیوں آیا؟ اس کا جواب

[۱۶۵] الفرقان: ۶۳

دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قوانین علماء نحو کے پابند نہیں ہیں۔ علماء نحو مخلوق ہیں، خالق مخلوق کی گرامر کا پابند نہیں ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ اس میں مصلحت کیا ہے؟ تو مصلحت یہ ہے کہ قیامت تک مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ نے جو اپنے کو مٹایا ہے وہ اس لیے نہیں کہ وہ کوئی ذلیل لوگ تھے۔ ان کا یہ تذلّل و فنائیت و انکساری مَعَ عُلُوِّ شَانِہِمْ وَ فَضْلِ مَرَاتِبِہِمْ[۱۶۶] تھا یعنی یہ انتہائی اعلیٰ درجہ کے لوگ تھے، لیکن اس علو کے باوجود اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹا دیا۔ ان کے مٹنے سے، ان کی تواضع و فنائیت سے یہ نہ سمجھنا کہ یہ ذلیل لوگ ہیں، یہ بڑے علوِّ مراتب سے مشرف ہیں، اس لیے اللہ نے ان کا عَلٰی قائم رکھا اور لام کا صلہ استعمال نہیں فرمایا۔ یہ ہے اللہ کے کلام کی بلاغت۔

ان کی علوِ شان اور فضلِ مراتب کی دلیل یہ ہے کہ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ اور کافروں پر سخت ہیں۔ کافروں کے ساتھ جب جہاد ہوتا ہے تو اپنے کو حقیر نہیں ظاہر کرتے، جہاد میں خوب ہمت سے لڑتے ہیں اور بارڈر پر کافروں کے مقابلے میں یہ نہیں کہتے کہ اے کافرو! ناچیز حقیر فقیر عبد القدیر لڑنے کے لیے آیا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ اگر تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں۔ یہودی، عیسائی اور جملہ کفار سے لین دین جائز ہے مگر دل میں ان سے محبت رکھنا حرام ہے۔ معاملات جائز ہیں موالات حرام ہیں۔ بزنس اور لین دین کا نام معاملات ہے جو جائز ہے، مگر کافروں سے محبت حرام ہے، لہٰذا اس آیت سے پہلے اعلان ہو گیا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ[۱۶۷]

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ فَاِنَّ مُوَالَاۃَ الْیَہُوْدِ وَ النَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ[۱۶۸] جو یہودی اور عیسائی یعنی کافروں کو دوست بنائے گا وہ آخرش مرتد ہو جائے گا۔

اہلِ وفا کی تیسری علامت

اللہ کے باوفا بندوں کی تیسری علامت کیا ہے؟ یُجَاہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ جس کی چار تفسیر ہے:

۱۶۶؎ روح المعانی:۶/۱۶۳،المآئدۃ(۵۴)،دار احیاء التراث،بیروت

۱۶۷؎ المآئدۃ:۵۱

۱۶۸؎ روح المعانی:۶/۱۶۰،المآئدۃ(۵۴)،دار احیاء التراث،بیروت،ذکرہ بلفظ ان موالاتہم مستدعیۃ للارتداد عن الدین

۱)...اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّةَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا مجھ کو خوش کرنے کے لیے تکلیف اٹھاتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں، دل پر غم اٹھالیتے ہیں، لیکن اپنا دل خوش کرنے کے لیے مجھ کو ناراض نہیں کرتے، ورنہ یہ کیسا غلام ہے کہ دل بھی غلام، سر بھی غلام، آنکھ بھی غلام مگر اس کی غلامی دائرۂ غلامی سے ایگزٹ (Exit) کیوں ہورہی ہے؟ نامناسب اور حرام جگہ کیوں نظر مارتا ہے، دل میں گندے خیالات کیوں لاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت فرماتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھتا ہے، ہر غم کو اٹھالیتا ہے لیکن مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ یہی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ جو مقبول ہوتا ہے وہ مردود کام نہیں کرتا۔ اس کی مقبولیت کی یہی دلیل ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے محبوب کام کرتا ہے، جان دے دیتا ہے لیکن نمک حرامی نہیں کرتا، حرام لذت امپورٹ نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ اے اللہ! جان دے دوں گا لیکن آپ کو ناخوش کرکے ایئر ہوسٹس کو نہیں دیکھوں گا۔

گناہ سے بچنے کا آسان مراقبہ

گناہ سے بچنے کا آسان مراقبہ کیا ہے؟ کہ اگر جہاز پر دیکھا کہ گوری ایئر ہوسٹس ہے وائٹ کلر کی اور پنڈلی کھلی ہوئی ہے، تو اس سے نظر کو فوراً ہٹالو اور نظر بچا کر پھر مراقبہ کرو کہ اس کا وائٹ کلر کا پاخانہ اس کی پنڈلیوں پر بہہ رہا ہے اور دس ہزار مکھیوں کی بریگیڈ کی بریگیڈ اس کی ایک ایک پنڈلی پر لگی ہوئی ہے، دس ہزار مکھیاں اس کی پنڈلیوں پر بھنک رہی ہیں۔ ان شاء اللہ نفرت ہوجائے گی، مگر دیکھ کر یہ مراقبہ مفید نہیں ہوتا، نظر ہٹانے کے بعد فائدہ کرتا ہے، کیوں کہ دیکھنے سے تو عقل مفتون ہوجاتی ہے اور اللہ کی لعنت میں آجاتی ہے۔

ایک حاجی صاحب نے کراچی میں مجھ سے کہا کہ مولانا! دیکھیے کیا بے پردگی کا زمانہ آگیا، مولانا دیکھیے ٹانگ کھولے ہوئے چل رہی ہیں لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ۔ میں نے کہا کہ ظالم دیکھ بھی رہا ہے اور لاحول ولاقوۃ بھی پڑھ رہا ہے، یہ لاحول فائدہ نہیں کرتا۔ پہلے نظر ہٹاؤ پھر لاحول پڑھو، یہ لاحول تو تمہارے اوپر خود لاحول پڑھ رہا ہے اور مولانا کو بھی شامل کرنا چاہ رہے ہیں۔ بہت چالاک لوگ ہوتے ہیں۔ اے مولویو! ہوشیار رہنا، جب کوئی کہے کہ مولانا دیکھو کیا بے حیائی کا زمانہ آگیا، تو سمجھ لو یہ تمہیں اپنی حرام لذت میں "اِن" (in) کررہا ہے۔

۲) اللہ کے باوفا بندے اللہ کے راستے میں اور کیا مجاہدہ کرتے ہیں؟ اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّةَ فِیْ نُصْرَةِ دِیْنِنَا جو دین پھیلانے کے لیے اپنی جان اور مال، اپنا علم اور وقت قربان کرتے ہیں۔

۳) اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِیۡ اِمۡتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو میرا ہر حکم بجالاتے ہیں اور حکم کے بجالانے میں جو بھی تکلیف ہو برداشت کرتے ہیں، چاہے رمضان کے روزے ہوں، چاہے زکوٰۃ دینا ہو، چاہے حج کرنا ہو، چاہے جہاد کرنا ہو اور چاہے نماز پڑھنا ہو۔

۴)..... اَلَّذِیۡنَ یَخۡتَارُوۡنَ الۡمَشَقَّۃَ فِی الۡاِنۡتِھَاءِ عَنۡ مَّنَاھِیۡنَا[۱۶۹] جو گناہ سے بچنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہیں، غرض میرے عاشقوں کی ہر ادا میری محبت کی غماز ہے۔

اسلام کا محور محبت ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پورا اسلام محبت ہے۔ بتاؤ محبوب سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ یہی نماز ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اے اللہ! ہم آپ کے غلام ہیں اور وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ[۱۷۰] مگر ہماری عبادت اور غلامی آپ کی محتاجِ استعانت ہے، آپ ہی کی مدد کا سہارا ہے۔ بتایئے گفتگو ہو رہی ہے یا نہیں؟ تو نماز اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا راستہ ہے، ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کو دیکھ کر کھانا پینا بھی یاد نہیں رہتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر اتنا مزہ آیا کہ میری تو بھوک پیاس ہی ختم ہوگئی، میں تو کھانا پینا سب بھول گیا۔ رمضان شریف میں اللہ سے یہ محبت تم بھی کرلو۔ دن بھر پیٹ جلالو، لیکن پہلے اچھی طرح سے سحری کھالو پھر شام تک میری محبت میں بھوکے پیاسے رہنے کا مزہ لوٹو۔ تمہارے ہر جذبۂ محبت کی تسکین کے لیے میں کافی ہوں۔ اسی طرح جس سے محبت ہوتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس پر اپنا مال بھی قربان کردوں، اس لیے بہت سے لوگ مدینہ منورہ کے غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ایک رشتہ دار تھے۔ وہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں جو کالی کالی غریب عورتیں انڈے بیچنے آتی ہیں ان سے وہ دیسی انڈے خریدتے تھے۔ ایک دن کچھ انڈے گندے نکل گئے تو انہوں نے انڈے خریدنا چھوڑ دیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان غریب عورتوں سے انڈا خرید لیا کرو، غریب ہیں، بہت دور سے آتی ہیں، آپ نے سفارش فرمائی۔ پھر وہ اتنا روئے، اتنا روئے کہ آہ! میں نے خریدنا کیوں چھوڑا؟ اور اس دن کے بعد سے انہوں نے بے ضرورت ہی سب انڈے خریدنا شروع کردیے، پیسے والے تھے، خرید کر تقسیم

---

[۱۶۹] التفسیر المظھری: ۹۵/۸، المآئدۃ (۵۴)، بلوجستان بك دبو

[۱۷۰] الفاتحۃ: ۴

کر دیتے تھے، عاشقوں کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے میں مزہ آتا ہے۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی کے بھک منگوں کو روٹی تقسیم کیا کرتا تھا، تو مولیٰ کے عشق و محبت میں ڈھائی فیصد دینے میں کیوں جان نکلتی ہے؟ ایک لاکھ پر ڈھائی ہزار دیکھتے ہو کہ جارہا ہے، بقایا جو ساڑھے ستانوے ہزار لیے بیٹھے ہو اس پر کیوں شکر نہیں کرتے؟ تو روزے کی فرضیت، نماز کی فرضیت، زکوٰۃ کی فرضیت میں محبت ثابت ہوگئی۔ اب رہ گیا اللہ کے گھر کا طواف، تو حج اللہ نے زندگی میں ایک مرتبہ فرض کیا ہے اور وہ بھی جب پیسہ ہو، غریبوں پر حج فرض نہیں، اور حج کی عبادت تو بالکل عاشقانہ ہے، کپڑوں کا بھی ہوش نہیں، سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے احرام میں جسم لپٹا ہوا ہے، بکھرے ہوئے بال غبار آلود، زیب و زینت سے دور، کبھی میدانِ عرفات میں گرد و غبار میں اللہ کو یاد کر رہے ہیں، کبھی دیوانہ وار بیت اللہ کے چکر لگا رہے ہیں۔ ہر عاشق محبوب کے گھر کے چکر لگاتا ہے۔ مجنوں کہتا تھا ؎

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَ ذَا الْجِدَارَ
وَ مَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

جب لیلیٰ کے گھر سے گزرتا ہوں تو اس کے در و دیوار کو چومتا ہوں، لیکن میرا دل گھر پر عاشق نہیں ہے بلکہ جو اس گھر میں ساکن ہے۔

ایک غریب مسکین کو حج کا شوق ہوا تو پیدل ہی نکل پڑا اور راستہ بھر اللہ کے عشق و محبت میں گاتا بجاتا جارہا تھا۔ لوگ اس کو سمجھے کہ کوئی پاگل ہے، آخر مکہ مکرمہ پہنچ کر جب کعبے شریف پر اس کی نظر پڑی تو ایک شعر پڑھا اور وہیں جان دے دی۔ وہ شعر کیا تھا ؎

چوں رسی بہ کوئے دلبر بسپار جانِ مضطر
کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

اے شخص جب تو اپنے محبوب مولیٰ کے گھر آگیا تو اپنی جان فدا کردے، نہ جانے ایسا موقع پھر آئے نہ آئے، ہو سکتا ہے کہ دوبارہ تجھے اللہ کے گھر آنا نصیب نہ ہو۔ بس یہ شعر پڑھا اور مر گیا، اللہ پر جان دے دی۔

اسلام تو محبت ہی محبت ہے۔ وہ ظالم ہے جو کہتا ہے کہ یہ مصیبت ہے، ایسی باتیں کمینہ خصلت ہی کرتے ہیں۔ اب رہ گیا جہاد تو جہاد بھی ظلم نہیں ہے۔ عاشقوں سے پوچھو کہ جان دینا ظلم ہے یا عشق کی انتہا

ہے ؟ جب محبوب جان سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے تو عاشق جان دے دیتا ہے، دنیاوی معشوقوں کے لیے بھی ان کے عاشقین کہتے ہیں کہ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

جب مرنے گلنے والے دنیاوی معشوقوں پر جان دے کر جان کو ضایع کرنے پر لوگ تیار ہیں پھر اللہ پر جان دینے سے کیوں گھبراتے ہو جس نے جان عطا فرمائی ہے؟ یہ ہماری قسمت ہے کہ وہ ہمیں قبول کرلیں، اللہ کے جانباز کا تو یہ حال ہوتا ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

لیکن اللہ پر مرنے کے لیے، اللہ پر فدا ہونے کے لیے نظر چاہیے، پیغمبروں کی نظر چاہیے، اللہ کے دوستوں کی نظر چاہیے، اللہ کے عاشقوں کی نظر چاہیے، اللہ کے دیوانوں کی نظر چاہیے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بلایا اور لیلیٰ سے کہا۔

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

مثنوی مولانا روم پیش کررہا ہوں۔ بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بلایا اور کیا سوال کیا۔

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

خلیفہ امیر المومنین کہہ رہا ہے کہ اے لیلیٰ! کیا تو ہی وہ ہے؟

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

کہ تیری محبت میں مجنوں پاگل ہو گیا۔

از دِگر خوباں تو افزوں نیستی

دوسری حسین لڑکیوں سے تو تُو زیادہ خوبصورت نہیں ہے، تو لیلیٰ نے بادشاہ کو ڈانٹا۔

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

اے بغداد کے بادشاہ! خاموش رہ اس لیے کہ تو مجنوں نہیں ہے۔

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر مجنوں کی آنکھ تجھ کو نصیب ہوتی تو تیری نظر میں دونوں جہاں بے قدر ہوجاتے۔

دیدِ لیلیٰ کے لیے دیدۂ مجنوں ہے ضرور

اس کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں اے ظالمو! مجنوں کی نظر میں تو یہ بات تھی اور تم اللہ کے کیسے مجنوں ہو؟

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

لیلیٰ کے دیکھنے کے لیے مجنوں کی آنکھ چاہیے اور مولیٰ کو دیکھنے کے لیے مولیٰ کے مجنوں کی نظر چاہیے، مولیٰ کو سمجھنے کے لیے اللہ والوں کی نظر چاہیے، پیغمبروں کی نظر چاہیے، اولیاء اللہ کی نظر چاہیے۔ لیلیٰ کے مجنوں اور ہیں اور مولیٰ کے مجنوں اور ہیں۔ لیلیٰ کا مجنوں بے چارہ پاگل ہوگیا، نہ لیلیٰ کو پایا نہ مولیٰ کو پایا، لیکن مولیٰ کے جو مجنوں ہیں وہ پاگل نہیں ہوتے، وہ ایسے عقل مند ہوتے ہیں کہ ان کی برکت سے لاکھوں اور مجنوں عقل مند بن جاتے ہیں۔ جو بے وقوف ہوتے ہیں وہ بھی اللہ والوں کے پاس آکر عقل مند ہوجاتے ہیں۔

لیکن ایک بات بتادوں، یہ مجنوں اور لیلیٰ دونوں مسلمان تھے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں میں نے پڑھا کہ لیلیٰ جو تھی مجنوں کے چچا کی بیٹی تھی۔ دونوں مسلمان تھے، مجنوں کے ابّا بھی مسلمان اور لیلیٰ کے ابا بھی مسلمان، مجنوں بھی مسلمان اور لیلیٰ بھی مسلمان اور مجنوں کے ابّا نے اپنے سگے بھائی لیلیٰ کے ابّا سے کہا یعنی مجنوں کے چچا سے کہ بھائی جان! اپنی بیٹی کو میرے بیٹے سے کیوں نہیں بیاہ دیتے؟

بیاہ کے معنیٰ

اور بیاہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ بیاہ اصل میں تھا بے آہ، کہ جو آہ آہ کررہا تھا کہ ہائے بیوی کب ملے گی، شادی کب ہوگی؟ جب بیوی پاگیا تو آہ ختم ہوگئی اور وہ بے آہ ہوگیا۔ بتاؤ ملاوی والو! یہ معنیٰ کبھی سنے تھے؟ ذرا دعا دینا اس فقیر کو۔ یہ معنیٰ شاید ہی کسی نے بیان کیے ہوں۔

تو مجنوں کے چچا نے کہا کہ اے میرے بھائی کیسے شادی کروں؟ یہ تو پاگل ہے، کہیں پاگلوں کو کوئی اپنی بیٹی دیتا ہے! روٹی کپڑا مکان یہ کہاں سے دے گا؟ یہ تو ہر وقت رویا کرتا ہے۔ آنسوؤں اور آہ وفغاں کے

بدلے میں بیٹی کیسے دے دوں؟ اس کے آنسو اور اس کی آہیں روٹی کپڑا مکان تو نہیں دے سکتے۔

لیکن بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء دین نے حتیٰ کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجنوں لیلیٰ کے تذکرے سے، عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ کو سکھایا ہے، کیوں کہ ایک دن مجنوں دریا کے کنارے بالو (ریت) پر لیلیٰ لیلیٰ لکھ رہا تھا تو ایک مسافر نے کہا کہ اے مجنوں! یہ کیا کر رہا ہے۔

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں
می نہ نویسی نامہ بہر کیست ایں

اے مجنوں یہ کیا کر رہا ہے، یہ تو کس کو خط لکھ رہا ہے؟ مجنوں نے کہا۔

گفت مشق نامِ لیلیٰ می کنم
خاطرِ خود را تسلی می دہم

خط نہیں لکھ رہا ہوں، جب لیلیٰ کو نہیں پاتا ہوں تو اس کا نام ہی لکھ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے اللہ کے عاشقو! تم بھی اللہ اللہ کرو، وہ لیلیٰ لیلیٰ کہہ رہا تھا، تم مولیٰ مولیٰ کہو، اور فرمایا کہ۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

مولیٰ کی محبت لیلیٰ سے کیسے کم ہو سکتی ہے کہ لیلیٰ قبر میں ختم ہو گئی اور لاکھوں لیلائیں قبر میں ہیں۔ آج اگر قبر کھود کر دیکھو تو نہ مجنوں ملے گا نہ لیلیٰ۔ اس پر میرا شعر سن لو۔

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی

ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں
جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

اللہ والوں سے مولیٰ ملتا ہے۔

اللہ کے عاشقوں کی چوتھی علامت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ [۱۷۱]

ایک علامت اور ہے کہ میرے عاشق ملامت کا خوف نہیں کرتے کہ اگر ایک مٹھی داڑھی رکھ لیں گے تو ہمیں دنیا کیا کہے گی۔ جو میرے عاشق ہیں ساری دنیا کو نہیں دیکھتے، میری نظر کو دیکھتے ہیں کہ میری شکل اللہ کو کیسی پسند ہے، میری پسند کے مطابق اپنی شکل کو بناتے ہیں۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک کے مطابق اپنی شکل بنائے گا اور داڑھی رکھ لے گا وہ قیامت کے دن یہ کہہ سکے گا کہ اے اللہ! میرے عمل تو خراب ہیں، لیکن تیرے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل بنا کر آیا ہوں، تو اس صورت کو حقیقت کر دے۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

دیکھو سکھ اپنے گرونانک کی محبت میں داڑھی رکھتا ہے اگرچہ وہ کافر ہے اور کفر کی وجہ سے اسے داڑھی پر کوئی ثواب نہیں ملے گا، تو ہمیں اپنے نبی کی محبت کی کتنی لاج رکھنی چاہیے کہ آپ کی اتباع میں دونوں جہان کی کامیابی ہے، اور اس میں آسانی بھی ہے ورنہ روزانہ ایک کوٹ، ڈبل کوٹ اور پھر کھونٹی اکھاڑ کوٹ سے ملائم گالوں کو کتنی مصیبت ہوتی ہے، اس لیے ہم سب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنالیں تاکہ ہم بھی پیار کے قابل ہو جائیں اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب ہو جائے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر خوش ہو جائیں گے کہ واہ میرے اُمتی! شاباش کہ تو نے ہماری سی شکل بنائی۔ لیکن داڑھی ایک مٹھی رکھو کہ چاروں اماموں کے نزدیک ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اس سے کم کرانا حرام ہے۔ بہشتی زیور صفحہ ۱۱۵ جلد نمبر ۱۱ میں دیکھ لو۔ آخر ایک دن تو مرنا ہے، مرنے کے بعد یہ گال کیڑے کھا جائیں گے پھر کھیت اور فیلڈ ہی نہ رہے گی، اس لیے زندگی ہی میں رکھ لو، ان شاء اللہ اس سے بہت نور محسوس کرو گے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہو جائیں گے۔ اگر بیوی مخالفت

---

۱۷۱ المآئدة: ۵۴

کرے کہ ارے میاں! تم تو بڈھے لگ رہے ہو، کس مولوی کا سایہ تمہارے اوپر پڑ گیا؟ تو بیوی کو سمجھا دو کہ یہ بتاؤ بیوی صاحبہ تم مسلمان ہو یا کافر؟ کہے گی مسلمان۔ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ایمان لائی ہو تو نبی کی شکل کیسی تھی؟ وہی شکل بنا رہا ہوں۔ ہاں اگر بیوی کم عمر ہے اور آپ کی عمر زیادہ ہے تو آپ براؤن رنگ کا خضاب لگا لیں، کالا خضاب حرام ہے۔ اور اس کو کچھ تحفہ، ہدیہ دے دو، کچھ گلاب جامن، سموسے وغیرہ کچھ مال دو، دو تین مہینہ ذرا زیادہ کھلا دو تاکہ چیں چاں نہ کرے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی دشمن تم کو گالی دے رہا ہو تو اس کے منہ میں جلدی سے لڈو ڈال دو تاکہ گالی بھی میٹھی نکلے، لیکن اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں کسی مخلوق سے نہ ڈرو۔ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ میں جو لومۃ ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لومۃ اسمِ جنس ہے جو سارے عالم کی ملامتوں کو شامل ہے، تو کیا مطلب ہوا اس کا؟ کہ اللہ کے عاشق جو ہوتے ہیں سارے عالم کے اعتراضات اور ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے، سارے عالم کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ معنٰی میں لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّآئِمِیْنَ ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب یہی مفہوم ہے تو اللہ نے یہی کیوں نازل نہیں کیا؟ تو فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر بلاغت نہ رہتی۔ یہ اللہ کا کلام ہے، یہاں اللہ اپنے عاشقوں کا مقام دِکھا رہا ہے کہ میرے عاشق اور میرے دیوانے سارے عالم کی ملامتوں کو مثل لومۂ واحدہ کے یعنی مثل ایک ملامت کے سمجھتے ہیں، جیسے کوئی کہے کہ مرغابی سارے عالَم کے دریاؤں کے طوفانوں کو مثل ایک گھونٹ کے سمجھتی ہے۔ یہ بلاغت ہے، کہ میرے عاشقوں کے نزدیک سارے عالَم کا اعتراض واستہزاء وہنسنا وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ تو بزبانِ حال یہ کہتا ہے ؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

اس لیے جو تمہاری داڑھی پر ہنسے تو تم بھی اس پر ہنسو۔

ایک دلچسپ لطیفہ

ایک مولوی صاحب ایک مسٹر دوست کے ہاں گئے، وہ اپنے چھوٹے بچے کو لائے اور کہا کہ اس پر دَم کر دو۔ بچے نے جب مولوی صاحب کو دیکھا تو زور سے چلّا کر رونے لگا، تو اس مسٹر نے کہا کہ مولوی صاحب جبھی تو ہم لوگ داڑھی نہیں رکھتے کہ بچے بھی اس سے گھبراتے ہیں، تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ بچہ داڑھی سے نہیں گھبرایا۔ اصل میں اس نے آج تک ابّا کو دیکھا ہی نہیں تھا، کیوں کہ تمہاری شکل اور اپنی اماں کی شکل کو دیکھتا ہے کہ ایک جیسی ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میری دو اماں ہیں لَا فَرْقَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا لیکن آج دیکھا کہ ابّا ایسے ہوتے ہیں اس لیے ڈر گیا، کیوں کہ بچے ابّا سے ڈرتے ہی ہیں۔

رزق کا یقینی دروازہ تقویٰ ہے

تو دوستو اللہ کو راضی کرو۔ اللہ پاک خوش ہوجائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجائیں، یہ بہتر ہے یا یہ کہ بیوی خوش ہوجائے، دفتر والے خوش ہوجائیں، یا جاپان اور جرمن کے لوگ خوش ہوجائیں جو کسی بزنس مین کا مال خریدنے آرہے ہیں؟ کیا ان کو خوش کرنے سے رزق ملے گا؟ ارے رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اہلِ تقویٰ کے لیے بے حساب اور بے گمان رزق کا وعدہ ہے اور ان کو ناراض کرکے اگر رزق مل بھی گیا تو دل کو چین نہیں ملے گا۔ جو مالک کو ناراض رکھے گا دل میں چین نہیں پاسکتا۔

اصلی ترقی کیا ہے؟

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اتنا حلال و حرام کا خیال کریں گے اور بینک سے سودی قرضہ نہیں لیں گے اور بینک کو سود ادا نہیں کریں گے تو ہماری ترقی رک جائے گی۔ اس کا جواب ہمارے بزرگوں نے دیا ہے کہ ترقی دو قسم کی ہے: ایک کا طریقہ ہے بادام کھانا اور مادام سے احتیاط رکھنا اور لنگوٹ کا مضبوط رہنا، ورنہ جتنا بادام امپورٹ کیا اتنا ایکسپورٹ کردیا تو طاقت نہیں آئے گی۔ ذرا غور سے سننا۔ یہ بات کم ملّاؤں سے سنوگے کیوں کہ میں حکیم بھی ہوں، حکیم ملّا آپ سے خطاب کررہا ہے۔ تو بادام کھا کر اکھاڑے میں ورزش کی اور لوہے کا مگدر ورزش والا خوب گھمایا، تو سارے بازو اوپر ہوگئے اور آپ کی باڈی جو ہے بلڈ ہوگئی اور آپ ہوگئے باڈی بلڈر۔ یعنی باڈی اچھی ہوگئی، مضبوط ہوگئی۔ اس ترقی کا نام ہے صحت بخش ترقی۔ ایک ترقی تو یہ ہے، اور ایک ترقی یہ ہے کہ دشمن آیا اور یہ بے خبر سو رہا تھا کہ دس ڈنڈا کس کس کے مارا، صبح جو ہوش آیا تو دیکھا کہ چار چار انگل گوشت

اٹھا ہوا ہے، تو کیا یہ ترقی ہے؟ ترقی تو ہے لیکن بیماری کی ترقی ہے، ہاسپٹل جانا پڑے گا، پینسلین کا انجکشن لگانا پڑے گا۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جو لوگ حرام سے نہیں بچتے اور حرام طریقوں سے کما کے بڑی بڑی بلڈنگ بنالیں تو یہ ترقی اللہ کے غضب اور قہر کی ہے، بیماری کی ترقی ہے۔ جس سے اللہ ناراض ہو وہ ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر وقت نئی مصیبت آئے گی، کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گا، کسی کو کینسر ہو گا، کسی کو السر ہو گا، کسی کو پیرا لائسز ہو گا، کسی کے بے وقوف اور پاگل بچہ پیدا ہو گا، اتنی بلائیں آئیں گی کہ سب ترقی بھول جائے گا۔ سوکھی روٹی میں اللہ چین دے سکتا ہے، بوریا اور چٹائی پر اللہ تعالیٰ سلطنت کا نشہ دے سکتا ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

نیک اعمال کی توفیق کا سبب فضلِ الٰہی ہے

چٹنی روٹی میں اللہ بریانی کا مزہ دے سکتا ہے۔ آگے فرمایا ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ جس کو میرے عاشقوں کی یہ علامتیں نصیب ہو جائیں یعنی تواضع اور ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر مجھ کو خوش رکھنے کی توفیق اور دنیا کی کسی ملامت کی پروانہ کرنے کی ہمت اور جس کے قلب پر فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کی تجلی نازل کروں اور اس کو اپنے عاشقوں کی قوم میں داخل کرلوں اور اس کی صورت اور سیرت اللہ والوں کی بنادوں، تو سمجھ لو کہ یہ میرا فضل ہے، تمہارا کوئی حق نہیں بنتا، مجھ پر تمہارا کوئی قرضہ نہیں ہے کہ میں تمہارا قرضہ چکا رہا ہوں، بلکہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں اس کو اپنے عاشقوں کی قوم میں داخل کرتا ہوں۔

وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ کی تفسیر

آگے فرمایا: وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ یہاں دو نام کیوں نازل ہوئے؟ اور وَاسِعٌ سے کیا مراد ہے؟ کَثِیۡرُ الۡفَضۡلِ لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَہٗ بے شمار فضل اور مہربانی والا جو اپنی مہربانی فرمانے پر ڈرتا نہیں کہ میرا خزانہ خالی ہو جائے گا، اپنے فضل کے خزانہ کے ختم ہونے کا اللہ کو اندیشہ نہیں ہے۔ اگر سارے عالَم کو ولی اللہ بنادے تو اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ اور علیم کی کیا تفسیر ہے؟ عَلِیۡمٌ بِاَھۡلِہٖ وَمَحَلِّہٖ[۱۷۲] اللہ جانتا ہے کہ میرے عاشقوں کی قوم کے لیے کیسی فیلڈ چاہیے، کیسا دل چاہیے؟ کیسا سینہ چاہیے یہ میرے

---

[۱۷۲] مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

علم پر موقوف ہے، اور پھر اگر کوئی نالائق بھی ہے تو میں لائق بنانا بھی جانتا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دستِ فضلِ تست در جانہا رساں

اے خدا! بہت سے نالائق لوگوں کو آپ کے کرم نے لائق بنادیا، نالائق اعلیٰ درجے کے ولی اللہ ہوگئے۔ دیکھ لو جگر مرادآبادی کتنی شراب پیتے تھے، اپنے دیوان میں خود لکھتے ہیں کہ ؎

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

پھر گئے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور توبہ کی اور دعا کرائی کہ حضرت چار دعائیں دے دیجیے۔ شراب چھوڑ دوں، حج کر آؤں، داڑھی رکھ لوں اور ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔ واپس آئے اور شراب چھوڑ دی جس سے بیمار بھی ہوگئے، تو یوپی کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے فیصلہ کیا کہ جگر صاحب! تھوڑی سی پی لیا کریں، نہیں تو مر جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر تھوڑی سی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ دس سال اور جی جائیں گے۔ فرمایا کہ میں اللہ کو ناراض کرکے اللہ کے غضب میں دس سال جینا نہیں چاہتا، بلکہ توبہ کرنے سے اگر جگر کو ابھی موت آجائے تو ایسی موت کو میں **لبیک** کہتا ہوں، تاکہ اللہ کی رحمت کے سائے میں اللہ کے پاس جاؤں۔ اس لیے اللہ والے وہی ہیں جو گناہوں سے بچنے کا غم اٹھاتے ہیں، جو نظر بچاکر حسینوں سے بچنے کے غم کو لبیک کہتے ہیں کہ کہاں یہ میری قسمت جو آپ کی راہ کا غم نصیب ہو، کیوں کہ یہ غم خوش نصیبوں کو ملتا ہے ؎

نہ شود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دشمنوں کو یہ غم نصیب نہ ہو، آپ کے دوستوں کا سر سلامت رہے، آپ کے دوستوں کو یہ غم نصیب ہو، کیوں کہ جس غم کے اندر حلاوتِ ایمانی کی بے شمار تجلیات موجود ہیں وہ یہ غم اُٹھا کر پچھتاتے نہیں ہیں کہ کاش کہ شریعت میں آزادی ہوتی تو ہر ایئر ہوسٹس کو دیکھتے، لیکن وہ نہیں جانتے کہ سوائے پاگل ہونے کے کچھ نہ پاتے اور ہر وقت پریشان رہتے کہ میری ماں نے کون سے نمبر کا چشمہ لگا کر میری بیوی کا انتخاب کیا تھا؟ کیوں کہ وہ تو

ایسی نہیں ہے جیسی یہ ایئر ہوسٹس ہے۔ بولو ہائے ہائے اور کاش کاش ملتا اور دل ہو جاتا پاش پاش۔ اس لیے جو اپنی والی ہے اسی پر خوش رہو، کیوں کہ جنت میں ہماری مسلمان بیویوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری ہے کہ مسلمان عورتیں چاہے کالی ہوں چاہے گوری ہوں، ناک کی چپٹی ہوں یا آنکھ سے بھینگی ہوں، یہ سب جنت میں حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی۔ یہ پلیٹ فارم کی چائے ہے، پلیٹ فارم کی چائے جیسی بھی ہو پی لو، نزلہ سے تو بچ جاؤ گے۔ یہاں جیسی بیوی اللہ نے دے دی وہی ہماری حور ہے، وہی ہماری لیلیٰ ہے۔

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مرا دادہ ست او مولائے من

یہ میرا شعر ہے کہ میری بیوی میرے لیے لیلیٰ ہے، کیوں کہ یہ آسمان سے خود کود کر نہیں آگئی قسمت سے ملی ہے۔ یہ میرے مولیٰ نے عطا فرمائی ہے، اس لیے اے دنیا والو! ہمیں اپنی بیوی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اور جنت میں یہ بیویاں حوروں سے خوبصورت کردی جائیں گی۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بناتے ہیں اس کو حوصلہ اور ہمت بھی دیتے ہیں، وہ لومڑی کی طرح نہیں رہتا، وہ ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے اور اللہ کو ہر وقت یاد رکھتا ہے۔ اور سنو کہ جس کا کوئی نہ ہو، مثلاً کسی مجبوری سے شادی نہیں ہوئی یا ہوئی اور بیوی مر گئی یا اب دوسری شادی نہیں ہو رہی ہے، تلاش کرتا ہے لیکن نہیں پاتا ہے، جیسے ایک بڈھے سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی شادی کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ اس نے کہا وجہ یہ ہے کہ میں کم عمر چاہتا ہوں، ہوں تو ستّر سال کا مگر پچیس سال کی لڑکی چاہتا ہوں، تو جوان لڑکیاں مجھ سے شادی پر راضی نہیں ہوتیں اور بڈھیاں راضی ہوتی ہیں تو ان سے میں راضی نہیں ہوتا۔ تو جس کا کوئی نہ ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔ آہ بڑی تسلی کی آیت ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ [۱۶۳]

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ کتنے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جن کی شادیاں نہیں ہوئیں، لیکن ان کی ایسی عزت سے اللہ نے گزار دی کہ بڑے بڑے لوگ ہر وقت ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد بھی وہ آٹھ دس سال زندہ رہے، لیکن ان کے مریدوں نے خدمت کی۔ جو اللہ تعالیٰ پر مرتا ہے اللہ اس کو اکیلا نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

۱۶۳؎ الزمر:۳۶

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا

دوستو! میرا مضمون ختم ہو گیا لیکن یہ بتایئے، آپ لوگ گھبرائے تو نہیں؟ ٹائم زیادہ تو نہیں ہو گیا؟ بولو بھئی! آپ کا دل کیا کہتا ہے؟ دیکھیے سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابھی اور سناؤ۔ آہ! لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کی کون سنتا ہے؟ میں کہتا ہوں اے دوستو! اے مولویو! کسی اللہ والے پر فدا ہو جاؤ، دردِ دل حاصل کرلو، تو خدا کی قسم! دردِ دل کے ساتھ جب بیان کرو گے تب زمانہ ایسے غور سے سنے گا کہ آپ تھک جائیں گے زمانہ نہ تھکے گا۔ جب رس گلّہ ہوتا ہے تب مزہ آتا ہے، تم نے مدرسوں میں علم کا گولا حاصل کیا ہے، اللہ والوں سے اللہ کی محبت کا رس حاصل نہیں کیا تو خالی گولے کا نام رس گولا نہیں۔ رس مثبت گولا رس گلّہ کہلاتا ہے۔ دس سال تک مدرسوں میں پڑھتے ہو تو چھ مہینہ کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے کو ڈال دو تاکہ رس بھی مل جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کون سنتا ہے؟ اس پر بھی ایک شعر سن لو۔

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

اور میرا ابھی ایک خاص شعر اس پر ہے کہ۔

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

اللہ کا شکر ہے کہ اتنی دیر تک بیان ہوا، آپ سب سے پوچھ لیجیے، مجھے بھی ان کی نگاہوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ سب نے اختر کی بات محبت سے سنی ہے، کسی کا دل نہیں گھبرایا، کیوں کہ مولیٰ سے بڑھ کر کس کی داستان ہو گی، اللہ سے بڑھ کر کون پیارا ہے؟ باقی سب چیزیں فانی ہیں۔ بڑے بڑے حسین لڑکے اور بڑی بڑی حسین لڑکیاں جب بڈھے ہو گئے تو سارا جغرافیہ ختم اور ساری عاشقی ختم۔ نہ آہ وزاری ہے، نہ اشکباری ہے، نہ اختر شماری ہے، نہ بے قراری ہے۔ اب دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے، شکل دیکھ کر بھاگتے ہیں اور میرا شعر بزبانِ حال پڑھتے ہیں۔

ادھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

جن کو بچپن میں دیکھا تھا آج وہ گیارہ بچوں کے نانا ہیں، جن کے حسن سے لوگ نظر بچاتے تھے۔ ایسے ہی لڑکیوں کا حال ہے۔ جس پر جان دیتے تھے آج وہ گیارہ بچوں کی نانی بن چکی ہے۔ آہ! میر صاحب کیا شعر ہے ذرا سنادو۔ میرے دو تین شعر یہ سنادیں گے جس میں حسنِ فانی کا جغرافیہ اور نقشہ پیش کیا ہے، لہٰذا حسنِ فانی پر نہ جاؤ، بعض غیر حسین بیویوں کے پیٹ سے اولاد ولی اللہ پیدا ہوئی۔ بعض وقت سفید زمین سے سانپ اور بچھو نکلتے ہیں اور کالی زمین سے سونا اور چاندی کا ذخیرہ مل جاتا ہے، لہٰذا کلر کو مت دیکھو کہ وائٹ ہے یا بلیک ہے؟ یہ دیکھو کہ اس کے اندر مال کیا ہے؟ سفید تھیلے میں بلی کا گو اور کالے تھیلے میں اشرفی، سموسے اور پاپڑ ہوں تو کون سا تھیلا پسند کرو گے؟ سموسے اور پاپڑ گجراتیوں کی رعایت سے کہہ رہا ہوں۔ پھر احقر راقم الحروف کو یہ اشعار سنانے کا حکم فرمایا۔

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا
کیسا دیکھا تھا ہوگئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا

مل گئے خاکِ قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا
یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
جب کھلا حال دارِ فانی کا

دل لگا بس خدا سے اے ظالم
خوف کر موتِ ناگہانی کا
میر اب کس سے دل کو بہلائے
اڑ گیا رنگ حسنِ فانی کا

حال دیکھو تو اللہ والوں پر
مستی خمرِ آسمانی کا
سن لو قصہ زبانِ اخترؔ سے
اس کے دل کے غمِ نہانی کا

پھر فرمایا کہ زخمِ حسرت والے اشعار بھی سنا دو پھر کہاں بار بار آنا ہوتا ہے، آسان تھوڑی ہے کراچی سے یہاں آنا۔

داغِ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے اُن کو پائے ہیں

قلب میں جس کے جب وہ آئے ہیں
اپنا عالم الگ سجائے ہیں

اِن حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

حسنِ فانی کے چکروں میں میر
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے اخترؔ
فضل کا آسرا لگائے ہیں

آج ایک دعا کر رہا ہوں جو آج تک روئے زمین پر کہیں نہیں مانگی جبکہ عمر ستّر سال کی ہوگئی ہے الحمدللہ۔ ایک نئی دعا کی توفیق اللہ دے رہا ہے کہ اے اللہ! اے کریم! آپ کی رحمت سے اختر فریاد کرتا ہے، اور مسافر کی فریاد کو آپ رائیگاں نہیں فرماتے، مسافر کی دعا کو آپ قبول فرماتے ہیں کہ ہم سب پر اور میرے احبابِ حاضرین اور ان کے گھر والوں پر اور میرے احبابِ غائبین اور ان کے گھر والوں پر فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کی تجلی نازل فرمادے، اپنے عاشقوں کی قوم میں ہم سب کو داخل کرلے۔

آپ کے کلام کی اس آیتِ مبارکہ میں عاشقوں کی جو قوم پیدا کرنے کی بشارت ہے ہم سب کو اس میں شامل فرمادے اور یہ تجلی ہمارے دلوں پر نازل فرمادے، ہم سب کو جذب کرکے اپنا بنالے ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔ آج یہی دعا مانگنے کو دل چاہتا ہے، اور جو نہیں مانگا بے مانگے سب کچھ دے دے، مگر آج اختر آپ کی اس آیت کی تجلی کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہم پر، ہماری اولاد پر، ہمارے دوستوں پر، ان کی اولاد پر اور میرے احبابِ غائبین اور حاضرین سب پر اپنی اس تجلی کے نزول کا فیصلہ فرمادے۔ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تو اپنے عاشقین کی تینوں علامتیں بھی ہمیں دے دے گا۔ ان شاء اللہ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَسَلَّمَ

۲۴؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز ہفتہ،
بعد فجر، معہد ابی بکر الصدیق جامعہ اسلامیہ، ملاوی

حضرتِ والا کے منظوم ملفوظات

زمین و آسمان اللہ کے حکم سے قائم ہیں

ارشاد فرمایا کہ دنیا کا یہ گولا چوبیس ہزار میل قطر کا ہے اور یہ اتنا بڑا گولا فضا میں معلق ہے، نہ کوئی تھونی ہے، نہ کھمبا ہے، نہ ستون ہے، بغیر کسی سہارے کے لٹکا ہوا ہے۔ اسی طرح سینکڑوں ستارے اور سیارے، سورج، چاند اور سارا نظامِ شمسی اللہ کے امر سے اپنے اپنے دائرے میں تعلیقًا تیر رہے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ بِاَمۡرِہٖ[۱۷۴]

زمین و آسمان اللہ کے حکم سے قائم ہیں، کوئی سپورٹنگ نہیں ہے، یہ قرآن پاک کی رپورٹنگ ہے، ہم انگریزی میں بھی وزن دے دیتے ہیں۔ میری ان باتوں کو میر صاحب نے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

ارض و سماء کیسے ہیں معلق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم

سارا عالم ہے بے کالم
واہ رے میرے ربّ العالم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک خانہ بدوش جاٹ جارہا تھا، اس کے سر پر چارپائی تھی جس کو کھاٹ کہتے ہیں، اسی کھاٹ پر اس کا بستر اور سب کھانا پینا تھا، اسے راستے میں ایک تیلی ملا، وہ سر پر کولھو لے کر جارہا تھا، اس نے جاٹ سے کہا۔

جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ

تو جاٹ نے کہا۔

---

[۱۷۴] الروم: ۲۵

تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولہو

تو تیلی نے کہا کہ تمہارے مصرع کا وزن صحیح نہیں ہے، میرے مصرع میں تو جاٹ پر کھاٹ کا وزن مل گیا اور تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولہو، تو تیلی کا اور کولہو کا وزن کہاں ملا؟ جاٹ نے کہا کہ قافیہ کا وزن نہیں ملا تو کیا ہوا؟ تو کولہو کے وزن سے تو مرے گا۔ خیر یہ تو شعر کے وزن پر ایک بات یاد آگئی۔

قرب کا شربتِ لاثانی

اب میر صاحب کے اور شعر سنیے۔

جتنی تمہاری قربانی
اتنی خدا کی مہربانی
پھر تو ہے لذتِ روحانی
قرب کا شربتِ لاثانی

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ رنگون کے ایک رئیس تاجر جو کراچی میں رہتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب اور حضرت والا کی دعوت کی، وہاں حضرت کا بیان ہوا تھا، ان کے بیٹے ذرا آزاد خیال کے تھے، حضرت نے بطور نصیحت ان سے فرمایا کہ جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا ایسی دنیا سے کیا دل لگانا؟ جس کے بعد ان کے بیٹوں نے داڑھی رکھ لی۔ حضرت کی برکت سے اس نصیحت کو احقر نے منظوم کر دیا۔

جس جہاں سے ہمیشہ کو جانا
اور کبھی لوٹ کر پھر نہ آنا
یہ ہے ارشادِ قطبِ زمانہ
ایسی دنیا سے کیا دل لگانا
پاس جن کے ہمیشہ کو جانا
بس انہی سے ہے دل کو لگانا

چھوڑ کر جن کو ہے یاں سے جانا
اپنے دل کو ہے ان سے بچانا

ضرورت سے زیادہ کمانے کی فکر اچھی نہیں

ایک فیکٹری کے مالک حضرت والا سے تعلق رکھنے والے ہیں، وہ ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک فیکٹری اور قائم کرلوں، تو حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے پاس جو فیکٹری ہے وہی اتنی ہے کہ آپ کی نسلوں کے لیے کافی ہے، تو جس چیز کی ضرورت نہیں اس کو بے ضرورت جمع کرنے سے کیا فائدہ؟ اور جب زیادہ کمانے لگو گے تو میرے پاس کم آنے لگو گے۔ حضرت کی برکت سے یہ ملفوظ بھی منظوم ہوگیا۔

گر زیادہ کمایا تو میری
بزم سے جلدی جانے لگو گے
جب زیادہ کمانے لگو گے
تو یہاں پھر کم آنے لگو گے

اشعار سے متعلق بعض لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض اشعار حکیمانہ ہوتے ہیں، اور تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ مجھے فلاں شاعر کے اشعار سناؤ۔ انہوں نے ایک شعر سنایا تو آپ نے فرمایا اور سناؤ، پھر سنایا تو فرمایا اور سناؤ، وہ صحابی کہتے ہیں:

حَتّٰی اَنْشَدْتُّہٗ مِائَۃَ بَیْتٍ[۱۷۵]

یہاں تک کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سو شعر سنانے کا شرف حاصل ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

۱۷۵ تفسیر القرطبی: ۷/۱۴۵، الشعرآء (۲۲۴)، مطبوعۃ ایران

وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا[۱۷۶]

یعنی جتنے شاعر ہیں یہ سب غَاوٗن یعنی گمراہ ہیں، لیکن یہ لوگ استثناء پر، اِلَّا الَّذِیْنَ پر نظر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ تمام شاعر گمراہ ہیں سوائے ان شاعروں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور وہ اپنے اشعار میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ ارے! استثناء بھی تو ہے، یہ اعتراض کرنے والے اللہ کے استثناء پر نظر نہیں کرتے، ان کو مستثنیٰ کا سبق پڑھانا پڑے گا۔

زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے، دنیا کا جو سفری ویزا ہے اس کی میعاد مقرر ہوتی ہے کہ اتنی مدت کا ہے یعنی مدت معلوم ہے اور لوگ اس میں توسیع بھی کراسکتے ہیں، لیکن زندگی کے ویزے میں توسیع ناممکن اور اس کی مدت بھی معلوم نہیں ہے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایک نواب صاحب جو حضرت کی خدمت میں آیا کرتے تھے ان سے حضرت نے فرمایا کہ اگر تم مرتے وقت ساری دنیا کی سلطنت حضرت عزرائیل علیہ سلام کے قدموں میں ڈال دوگے کہ مجھے ایک لمحہ کی مہلت دے دو کہ میں توبہ کرلوں تو بھی تمہیں ایک لمحے کی مہلت نہیں ملے گی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ لہٰذا جو مہلت ابھی اللہ نے دی ہے اس میں اللہ کو خوب یاد کرکے راضی کرلو۔ حضرت والا کی برکت سے احقر نے اس مضمون کو بھی منظوم کردیا ؎

زندگی کا عجیب ہے ویزا
کب بلالے خدا نہیں معلوم

اس میں توسیع بھی ہے ناممکن
اور ہے میعاد کیا نہیں معلوم

---

[۱۷۶] الشعرآء: ۲۲۴-۲۲۷

چراغِ عشقِ حق خونِ آرزو سے روشن ہوتا ہے

حضرت نے ایک بار فرمایا کہ دنیا کے چراغ مٹی کے تیل، سرسوں کے تیل اور دیگر نباتات سے جو تیل بنایا جاتا ہے ان سے جلتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا جو چراغ ہے وہ دل میں حرام آرزوؤں کا خون کرنے سے روشن ہوتا ہے، اللہ کی محبت کے چراغ کا تیل حرام آرزوؤں کا خون ہے، جو خواہشات اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان کو دبانے سے محبتِ الٰہیہ کا چراغ روشن رہتا ہے۔ حضرت کی برکت سے یہ ملفوظ بھی منظوم ہو گیا۔

دوستو یہ چراغ دنیا کے
تیل سے بُوٹیوں کے جلتے ہیں
دل میں لیکن چراغِ عشقِ خدا
آرزو کے لہو سے جلتے ہیں

صحبتِ اہل اللہ سے اجتناب عن المعاصی کا حصول

اور اس کے بعد حضرت کے اشعار احقر نے پڑھے اور جب یہ شعر پڑھا۔

فسق کرتا ہے دور منزل سے
پیر تیرا ہو گرچہ لاثانی

تو ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بعض لوگ اس ڈر سے اللہ والوں کے پاس نہیں جاتے کہ گناہوں کو چھوڑنا پڑے گا اور یہ مزیدار حرام لذت پھر کیسے ملے گی؟ ہم تو بے مزہ ہو جائیں گے نعوذ باللہ! حالاں کہ یہ شخص گناہوں میں بامزہ نہیں رہتا، باسزا رہتا ہے، جو گناہ نہیں چھوڑتا اس کے دل پر ہر وقت پریشانی رہتی ہے، بے چینی رہتی ہے، اللہ کا عذاب رہتا ہے، منہ میں کباب دل پر عذاب۔ تو میرے شیخ نے ان لوگوں کو اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ والوں کے پاس جانے سے گناہ چھوڑنا نہیں پڑتے، خود چھوٹ جاتے ہیں۔ پھر میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس کی مثال سن لو، کیوں کہ مثال سے بات جلد سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایک شخص نے بیس ہزار روپے رشوت لی،

اب وہ یہ رقم لے کر دل ہی دل میں مختلف اسکیمیں بناتا ہوا گھر جارہا تھا۔

اسکیمیں بنانے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک غریب آدمی تھا، وہ سر پر گھی کا مٹکا رکھے جارہا تھا، اس نے سوچا کہ دو چار میل مٹکا لے جانے کی مزدوری میں جو پیسہ ملے گا اس سے میں انڈے خریدوں گا، انڈے سے بچے نکالوں گا، جب بچے بڑے ہو جائیں گے تو ان کو بیچ کر بکری لوں گا، بکری کے بچے بہت ہو جائیں گے تو گائے لوں گا، گائے کے بہت سے بچے پال کر بھینس لوں گا اس کے بعد جب خوب جانور اور پیسہ ہو جائے گا پھر شادی کرلوں گا پھر جب میرے چھوٹے چھوٹے بچے مجھے تنگ کریں گے کہ ابّا مجھے پیسہ دو تو میں انہیں ڈانٹوں گا، اس نے جو ڈانٹنے کے لیے سر ہلایا تو بیچارے کا گھی کا مٹکا گر گیا۔ مٹکے کے مالک نے اس کو بہت ڈانٹا کہ تم نے ہمارا سارا گھی گرادیا، تو اس غریب نے کہا کہ آپ کا تو خالی گھی گرا ہے، میرا تو خاندان کا خاندان ڈوب گیا۔

تو میرے شیخ نے فرمایا کہ رشوت لینے والا بھی اسکیم بنا رہا تھا کہ آج اپنے بیوی بچوں کے لیے یہ یہ خریدوں گا، اتنے میں اس کا ایک دوست موٹر سائیکل پر گھبرایا ہوا آیا اور کہا کہ ان نوٹوں پر دستخط ہیں، جو حکومت سے سزا دلوانے کے لیے تمہارے دشمن نے تمہیں دیے ہیں تاکہ تم پکڑے جاؤ، اب پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ ہمارے یہاں کراچی میں ڈھکن چور بھی ہوتے ہیں، گٹر کا ڈھکن چرا کر بیچتے ہیں اور چرس وغیرہ پیتے ہیں، تو اس نے دیکھا کہ ایک گٹر کھلا ہوا ہے تو جلدی سے بیس ہزار روپے اس میں ڈال دیے اور اطمینان کی سانس لی۔ اتنے میں پولیس آگئی، اس کی تلاشی لی دیکھا تو ایک بھی نوٹ نہیں۔ کہا کہ افسوس! ہمیں غلط انفارمیشن ملی ہے، تو میرے شیخ نے فرمایا کہ اس کو بیس ہزار کے نوٹ چھوڑنا پڑے یا خود چھوٹ گئے اور وہ نوٹ چھوٹنے سے خوش ہوا یا غمگین ہوا؟ کیوں کہ اگر وہ نوٹوں سمیت پکڑا جاتا تو اسے کئی سال کی سزا ملتی اور ہزاروں کا جرمانہ الگ ہوتا۔ تو جس کو اللہ پر، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، جنت پر، دوزخ پر، قیامت کے دن کی پیشی پر ایمان ویقین حاصل ہے تو وہ گناہ چھوڑ کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

اللہ والوں کے اشعار ان کا دردِ دل ہوتے ہیں

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے بھی پیر ہیں اور مولانا قمر الزماں صاحب کے بھی اور حضرت والا نے مجھے اور مولانا قمر الزماں صاحب کو خلافت بھی دی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ جب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، تو زمین کو دیکھا پھر آسمان کو دیکھا اور فرمایا کہ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نور مجھے زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے۔ مولانا

اتنے بڑے اللہ والے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس لکھنؤ کے علماء آئے ہوئے تھے، عشاء کے بعد مجلس شروع ہوئی اور صرف اشعار پڑھے گئے یہاں تک کہ تہجد کا وقت ہوگیا۔ مولانا محمد احمد صاحب کی نسبت اشعار سے منتقل ہوتی تھی جس کی برکت سے کئی لوگ اللہ والے بن گئے۔ اللہ والوں کے اشعار شاعری نہیں ہوتی، ان کا دردِ دل اور آہ شعر کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے؎

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

مولانا محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

اُن کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اُٹھا کرتے ہیں ہم

فیضانِ نگاہِ اولیاء

تو حضرت کے پاس لکھنؤ کے بڑے بڑے علماء آئے، لیکن مجلس میں تہجد تک صرف اشعار سنائے گئے، تہجد کے بعد پھر اشعار کی مجلس ہوئی پھر فجر کی نماز ہوئی اور پھر اشعار کی مجلس شروع ہوگئی پھر اشراق پڑھی گئی اور چائے پی کر لوگ واپس گئے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے علماءِ ندوہ سے کہا کہ بُری نظر تو لگ جاتی ہے، اسلام اس کو تسلیم کرتا ہے، بخاری شریف کی حدیث ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ[۱۷۷] تو حضرت نے فرمایا کہ اے علماءِ ندوہ! تم بُری نظر کو تسلیم کرتے ہو کہ ہرا بھرا درخت بُری نظر لگ جانے سے سوکھ جاتا ہے، گائے کو نظر لگ جائے تو دودھ ختم ہوجاتا ہے، بچوں کو لگ جائے تو بیمار پڑجاتے ہیں، تو جب بُری نظر کو تسلیم

---

۱۷۷ صحیح البخاری:۲/۸۵۴(۵۷۵۹)، باب العین حق، المکتبۃ المظھریۃ

کرتے ہو تو اللہ والوں کی اچھی نظر کو کیوں تسلیم نہیں کرتے ہو؟ مگر اللہ والوں کی نظر لگتی ہے تو کیا ملتا ہے؟ بُری نظر سے تو آدمی اور درخت سوکھ جاتے ہیں، گائے کا دودھ ختم ہو جاتا ہے، لیکن اللہ والوں کی اچھی نظر جب لگتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اس کو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدّثِ عظیم نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

فَاِنَّہٗ مِنْ حَیْثُ التَّاْثِیْرِ الْاَکْسِیْرِ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَّالْفَاسِقَ صَالِحًا وَّالْجَاھِلَ عَالِمًا وَّالْکَلْبَ اِنْسَانًا[۱۸]

اللہ والوں کی نظر کا کیا کہنا! جو کافر کو مومن کرتی ہے، جاہل کو عالم کرتی ہے، گناہ گار کو ولی اللہ بناتی ہے۔

نظرِ بد کا نبوی علاج

اور بُری نظر کا یہ علاج ہے:

اُعِیْذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ[۱۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات پڑھ کر اپنے نواسوں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما پر دم کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ دعا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ آپ لوگ بھی اپنے بچوں پر اس کو دم کیا کرو۔

آج میری بیماری اور ضعف کی وجہ سے یہ مجلس حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی نقل ہوگئی، اس لیے اس کو بے کارمت سمجھو۔ مولانا جلال الدین رومی نے جس جنگل میں ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار فرمائے تھے اس جنگل کی ہم لوگوں نے زیارت کی ہے، ہم تیس آدمی تھے، استنبول سے دس گھنٹہ کا سفر بذریعہ بس تھا، جب قونیہ دو تین میل رہ گیا تو میں نے کہا کہ اب مولانا رومی کے حالات سناؤں گا، یہ شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے اور ان کے پیر کا نام شمس الدین تبریزی تھا اور یہ اتنے بڑے اللہ والے تھے کہ سارے عالم میں ان کا غلغلہ مچ گیا، ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار مثنوی کے اور پچاس ہزار اشعار دیوانِ شمس تبریز کے ہیں، دیوانِ شمس تبریز بھی حضرت مولانا رومی کے اشعار ہیں، لیکن اپنے پیر کی محبت میں ان اشعار کو پیر کی طرف منسوب کر دیا۔

۱۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۴/۸، کتاب الطب والرقی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۹؎ صحیح البخاری: ۴۷۷/۱، باب یزفون النسلان فی المشی، المکتبۃ المظھریۃ

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں تین برس رہا ہوں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب مولانا قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کے بھی شیخ تھے اور میرے بھی شیخ تھے۔ بتاؤ! بزرگوں کی تین برس کی میری صحبت رائیگاں جائے گی۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِّ جہاں

نسبت منتقل ہونے کے ذرائع

تو الحمد للہ حضرت والا کے ساتھ میں تین سال رہا اور بزرگوں کی نسبت منتقل ہونے کے بہت سے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں، بعض بزرگوں کو اللہ نے یہ شان دی کہ اگر ان کے ساتھ کوئی کھانا کھالیتا تھا تو ولی اللہ ہوجاتا تھا، بعض بزرگوں کو درد بھرے اشعار دیے کہ ان کے اشعار سن کر لوگ ولی اللہ ہوجاتے ہیں، بعضوں کے لباس میں اللہ نے اثر دیا کہ اگر کسی کو کرتا پہنا دیا تو وہ ولی اللہ ہوگیا، بعضوں کے لقمے میں اثر ہوتا ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے کسی کو لقمہ دے دیا تو وہ ولی اللہ ہوگیا اور بعضوں کی تقریر میں اللہ یہ اثر دیتا ہے کہ تقریر سے ان کی نسبت منتقل ہوتی ہے۔ اس لیے اس مجلس کو محترم، مکرم، معظم اور مغتنم سمجھ لو۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ اے علماءِ ندوہ! اللہ والوں کی نظر کو تلاش کرو، ان کے پاس جاؤ، محض خط وکتابت سے نظر نہیں ملتی، نظر تو نظر کے سامنے بیٹھنے سے ملتی ہے۔ اگر کوئی اُس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لاکھ خط لکھتا رہتا تو بھی صحابی نہیں ہوسکتا تھا، صحابی بننے کے لیے تو سامنے آنا پڑے گا، چاہے نبی کی نظر صحابی پر پڑجائے یا صحابی کی نظر نبی پر پڑجائے۔ حضرت عبد اللہ ابنِ اُمِ مکتوم نابینا تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے معذور تھے، مگر حضور نے ان کو دیکھ لیا تو وہ بھی صحابی ہوگئے۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی نظر اختر پر بہت پڑی ہے۔ تین سال مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی پھر سالہا سال سے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی نظر میں ہوں۔ میں جب ہندوستان جاتا ہوں یا حضرت کراچی تشریف لاتے ہیں تو میں حضرت کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے شیخ کو چھوڑا ہو، میں نے ہمیشہ اپنے شیخ کے سفر میں ساتھ دیا ہے۔

اللہ کو پانے کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے

ایک صاحب نے فون کیا کہ پورے پاکستان میں تم اپنے پیر کے ساتھ کہاں کہاں رہو گے؟ میں نے کہا کہ کراچی سے خیبر تک، جب میرا شیخ بارڈر کراس کرے گا تو مجبوری ہے۔ بہر حال کچھ قربانی کرنی پڑتی ہے تب اللہ ملتا ہے، یہ نہیں کہ اپنے گھروں میں لیٹے رہو اور شیخ دربدر پھرتا رہے، دوسرے لوگوں کو فیض مل جائے گا اور تم اپنے گھروں میں لیٹے رہو۔ گھروں میں بیٹھنے سے اللہ نہیں ملتا، دربدر پھرنا پڑتا ہے۔ دیکھو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ سو شاگرد تھے، سب کو کہا کہ اپنے اپنے گھر جاؤ، میں اب اپنے پیر سے کچھ سیکھوں گا، پھر بادشاہ کے نواسے نے بستر سر پر رکھا اور اس کو اپنے شیخ شمس الدین تبریزی کے ساتھ جنگل جنگل لے کے پھرتے تھے۔ حضرت شمس الدین تبریزی نے کہا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کیوں کرتے ہو؟ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، فرمایا کہ آپ کا یہ فرمانا کہ کچھ بھی نہیں ہوں، یہی تو آپ کے سب کچھ ہونے کی دلیل ہے۔

کچھ ہونا میرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کتنا ہی چھپائیں مگر میں آپ کی آنکھوں سے سمجھتا ہوں کہ آپ کے دل میں مولیٰ ہے، اگر کوئی شراب پی کر الائچی کھائے تاکہ منہ کی بدبو ختم ہو تو بھی اس کی آنکھیں بتادیتی ہیں کہ یہ شرابی ہے اور آواز بھی بتادیتی ہے۔

جی اُٹھے مردے تری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے
نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

پیا معنیٰ محبوب، یعنی نہ جانے اللہ کس گھڑی بلالے اور تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی کہ ابھی روزہ باقی ہے، ابھی نماز باقی ہے، ابھی قضا نماز ادا کرنی ہے۔ میرے شیخ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مست خویشتن راچوں کند

اگر شراب کی بدبو کو کوئی چھپالے تو ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں سے چھپائے گا؟ اس کی آنکھوں کی مستی بتا دیتی ہے کہ اس کے دل میں مولیٰ ہے، اللہ والے رات کو اللہ کی محبت کی حلال آسمانی مے پیتے ہیں۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اللہ والے مُنَزَّلٌ مِنَ السَّمَاءِ پیتے ہیں، دنیا والے مُخْرَجٌ مِنَ الْاَرْض پیتے ہیں۔ یہ زمین کی پی کر موتتے ہیں، پیشاب بہاتے ہیں اور آسمان والی پی کر انوار کے دریا بہتے ہیں، جتنے شرابی ہیں شراب پی کر انہیں پیشاب لگتا ہے اور اللہ والے جو اللہ کی محبت کی مے پیتے ہیں اس سے ان کے سینے میں انوار کے دریا بہتے ہیں۔ تو حضرت نے لکھنؤ میں علماء ندوہ کو ایک شعر سنایا کہ علماء ندوہ تم کو اللہ کیسے ملے گا؟ اللہ کو کتابوں سے نہیں پاؤ گے اللہ والوں سے اللہ ملے گا۔

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

رئیس المتغزلین جگر مرادآبادی کی شراب سے توبہ کا واقعہ

کیا کہیں بڑے بڑے شرابی اور بڑے بڑے ڈاکو اللہ والوں کی برکت سے ولی اللہ ہو گئے۔ آل انڈیا شاعر جگؔر مرادآبادی تھانہ بھون گئے اور حکیم الامت کے ہاتھ پر توبہ کی، حضرت کی دعا و صحبت کی برکت سے حج کر آئے اور شراب چھوڑ دی۔ پچاس سال سے شراب پینے والا اچانک شراب چھوڑنے سے بیمار ہو گیا، ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ تھوڑی سی پی لیا کرو، انہوں نے کہا کہ اگر پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ کہا کہ دس سال اور جی جاؤ گے، کہا کہ ہمیں ایسی زندگی نہیں چاہیے۔ میرا شعر سن لو۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۵؍جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز اتوار، بعد فجر بوقت سیر، ملاوی

سب سے حسین کلام

ارشاد فرمایا کہ قابلیت اور ہے، محنتِ علمیہ اور ہے، کثرتِ علم اور ہے مگر عطائے رحمتِ حق کا الگ مقام ہے۔ اللہ کی رحمت سے جو علم عطا ہوتا ہے وہ علم اللہ تعالیٰ کی منزل تک پہنچاتا ہے، قربِ منزل عطا ہوتا ہے۔ آپ کسی حدیث کو تمام علماء کائنات سے پڑھیے اس کے بعد پھر اختر کی تقریر کو بھی مستحضر رکھیے پھر سوچئے کہ اختر پر اللہ تعالیٰ کا کیا فضل ہے، اس دور میں، اس زمان میں، اس مکان میں اور اس دکان میں۔

اللہ کے نزدیک پوری کائنات میں سب سے احسن اور محبوب کلام وہ ہے کہ کوئی بندہ کسی بندے کو اللہ کی طرف بلا رہا ہو:

وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا[۱۸۰]

اس سے بڑھ کر پوری کائنات میں کسی کا قول حسین نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے قیمتی ہے اور یہ بندہ بندوں کو قیمتی ذات کی طرف بلا رہا ہے۔ اس لیے اس کی بات قیمتی ہوگئی۔ قیمتی پر جو چیز فدا ہوتی ہے وہ بھی قیمتی ہو جاتی ہے اگرچہ بالکل معمولی ہو، یہاں تک کہ اگر بادشاہ ایک رومال میں ناک صاف کرلے تو وہ ناک آلودہ رومال بڑے بڑے فالودہ سے افضل ہو جاتا ہے، اس کو لوگ خرید لیتے ہیں اور بڑی قدر کرتے ہیں کہ بادشاہ نے اس کو استعمال کیا ہے، اور بادشاہ کی مثال اگر سمجھ میں نہ آتی ہو تو سمجھ لو لیڈی ڈیانا نے ناک صاف کی ہے یا لیلیٰ نے، تو مجنوں سے پوچھو وہ کہے گا کہ آہ! اس سے میری لیلیٰ نے ناک صاف کی ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داعی الی اللہ کے لیے عملِ صالح کی قید لگائی اور اسی لیے لگائی کہ اس کی برکت سے اس کی تقریر میں، تحریر میں برکت آتی ہے۔ جب داعی الی اللہ اچھا عمل نہیں کرے گا تو اس کے لیے دعوت الی اللہ جائز تو ہے، ایک بے نمازی بھی دوسروں سے کہہ سکتا ہے کہ بھائیو! نماز پڑھا کرو، لیکن جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خود بے نمازی ہے تو اس کے قول میں برکت نہیں ہوگی، ایک شخص بد نظری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھئی بد نظری مت کیا کرو تو اس کا یہ کہنا جائز تو ہے مگر جب آدمی دیکھتا ہے کہ یہ بھی ایئر ہوسٹس کو تاک رہا ہے تو اس کے قول میں برکت نہیں رہتی۔

۱۸۰؎ فصّلت:۳۳

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم سعادت

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک گورے کافر غلام کے بدلہ خریدا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ میں نے کالے دل اور سفید کھال کے بدلے میں اُجلا، منور، روشن قلب اور کالی کھال لے لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہت زبردست تبادلہ کیا، کاش! بلال کو خریدنے میں میرا پیسہ بھی لگتا۔

دائمی ذلت

اگر عاشق اور معشوق بدفعلی میں مبتلا ہوگئے تو دونوں توبہ کرکے بایزید بسطامی سے بھی بڑے اولیاء اللہ ہوجائیں مگر یہ آپس میں ہمیشہ ذلیل رہیں گے، اس ذلت کی تلافی ممکن نہیں ہے، یہ ہمیشہ کے لیے ذلیل ہوجاتے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں ہے، یہ روح ہے لا الٰہ الا اللہ کی۔ غیر اللہ سے نکالنا اور اللہ سے جوڑنا یہ روحِ تصوف ہے ورنہ کتنے ہی مراقبے کتنے ہی وظائف کرلو مگر جب بدنظری کی تو سب کا نور نکل جائے گا، بدنظری سے قلب خالی ہی نہیں لعنتی بھی ہوجاتا ہے۔ وہ قلب جو قربِ الٰہی اور تقویٰ کے انوار سے مملوء اور ممتلیٰ ہوتا ہے ایک ہی بدنظری سے نبی کی بددعا لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ[۱۸۱] سے نزولِ لعنت کا محل ہوجاتا ہے۔ اس کا قبلہ ہی بدل جاتا ہے، دل کا جو چہرہ اللہ کی طرف تھا وہ پھر کر اس حسین کی طرف ہوجاتا ہے اور اللہ کی طرف پیٹھ ہوجاتی ہے، دل کا قبلہ بدل جاتا ہے یہاں تک کہ نماز میں بھی اس حسین کا گال اور ناک کی اُٹھان اور آنکھوں کی بناوٹ سامنے ہوتی ہے۔ اس لیے بدنظری معمولی مرض نہیں ہے۔ عاشقِ مجاز اپنے معشوق کو دیدۂ سر سے دیکھتے ہیں یعنی ؎

عاصی اسی حسرت میں جیے اور مرے ہم
بے پردہ نظارہ ہو کبھی دیدۂ سر سے

لیکن اللہ والے عارفین دیدۂ قلب سے اللہ کا دیدار کرتے ہیں ؎

پھر حسرتِ پیکانِ نگہ اے دلِ ناداں
اب تک تو ٹپکتا ہے لہو دیدۂ تر سے

۱۸۱؎ کنزالعمال: ۳۳۸/۷ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

پیکان معنیٰ تیر یعنی ابھی تک پہلی نظر کا تو خون نکل رہا ہے اور دوسری نظر کی پھر تمنا کر رہا ہے۔ بتایئے! کیسا شعر ہے؟ کیا یہ عشق کی آگ نہیں ہے اس فقیر کے سینے میں؟

نفس کو مٹانے کی انتہا

اپنے کو اتنا مٹاؤ کہ مٹنے کا علم بھی نہ رہے کہ ہم مٹ گئے، اگر مٹنے کا علم ہے تو ابھی نہیں مٹے، اگر اپنے مٹنے کا علم ہے کہ میں نے اپنے کو خوب مٹایا تو ابھی اس کا پندار اور تکبر باقی ہے، اپنے نفس کو ایسا مٹا دو کہ اپنے مٹنے کا علم بھی نہ رہے کہ ہم نے اپنے کو مٹا دیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سو رہا ہے، مگر اس کو سونے کا علم بھی ہو کہ میں سو رہا ہوں تو ظالم کہاں سو رہا ہے، ایسا سوئے کہ سونے کا علم بھی نہ رہے۔

عُلماءِ ربّانیّین کا مقام

جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ علماء دین کو فرمائیں گے کہ تم ابھی جنت میں داخل مت ہو، تم جنت کے گیٹ کے باہر انتظار کرو اور اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لے جاؤ۔ اس لیے علمائے ربّانیّین بہت بڑی نعمت ہیں، یہ جو بات کہہ رہا ہوں یہ تفسیر کبیر میں ہے، علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علماء دین کو اللہ تعالیٰ روک لیں گے کہ ٹھہرو ابھی جنت میں داخل مت ہو، کیوں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد خروج نہیں ہے، جنتی کبھی بھی جنت سے نہیں نکلے گا، ہمیشہ موج کرے گا، اہلِ جنت کی فوج ہمیشہ کرے گی موج۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے علماء دین! تم ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ تمہارے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی یا دوستی کی یا محبت کی تو اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ پھر اس کے بعد اور آگے چلیے، ابھی اسی پر بس نہیں ہے، ابھی بس اور آگے بڑھے گی کہ جب جنت میں جاؤ تو جنت کی نعمتوں میں ابھی بزی (Busy) مت ہو، نہ کسی نعمت کو یوز (Use) کرو اگرچہ تربوز بھی ہو۔ پہلے جاؤ اللہ والوں سے ملو **فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ**[۱۸۲] جب جنت میں داخلہ ہو تو جنت کی نعمتوں میں مشغول نہ ہو، پہلے میرے عاشقوں سے ملو، کیوں کہ یہ جنت کی نعمتیں میرے عاشقوں سے کم درجے کی ہیں، میرے عاشقوں کا درجہ جنت اور نعمہائے جنت سے زیادہ ہے، کیوں کہ جنت حاملِ نعمت ہے مگر اللہ والے حاملِ منعم ہیں، اللہ والے نعمت دینے والے مولیٰ کو دل میں رکھتے ہیں، جنت حاملِ لیلیٰ ہے اور عاشقوں کے دل میں مولیٰ ہے۔

---

[۱۸۲] الفجر: ۲۹

تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ کا کرم ہے کہ لیلاؤں سے نظر بچانے کا حکم دیا اور اس کے بدلے میں دل میں مولیٰ دیا اور پورے عالم کے جتنے حاملِ نسبتِ مولیٰ ہیں ان کا دوست بنا دیا۔ تو ایک لیلیٰ سے نظر بچائی اور سارے عالم کے اللہ والوں سے دوستی ہو گئی۔ اب دیکھو ساؤتھ افریقہ میں میرے کتنے دوست ہیں، یہاں ملاوی میں کتنے دوست بن گئے، اب کوئی ہمیں کتنا ہی بدنام کرے ہماری لیلیٰ یہی ہیں۔ سب اللہ والے ہمارے محبوب ہیں۔ جو اللہ پر فدا ہے اس پر اختر فدا ہے، اور جو اللہ کی محبت نہیں سیکھتا تو میرا دل اس سے نہیں ملتا کیا کروں مجبور ہوں۔ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے تو اللہ کا شکر ہے، صرف نظر بچانے کی توفیق اللہ نے اپنے کرم سے مجھے دی اور سارے عالم کے اللہ والے آج مجھ سے محبت کرتے ہیں، ایک لیلیٰ سے بچے اور سارے عالَم کے مولیٰ والے ملے۔

اصلی حسین کون؟

جن کے قلب میں مولیٰ ہے، حاملینِ مولیٰ مل گئے، یہ سب جتنے اللہ والے ہیں سب حسین ہیں، چاہے حبشی ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ حسینوں کا پیدا کرنے والا ان کے دل میں ہے۔ ساری دنیا کی لیلائیں کون پیدا کرتا ہے؟ اللہ۔ تو جن کے دل میں اللہ ہے وہ ایک لیلیٰ نہیں رکھتے سارے عالم کی لیلاؤں کو رکھتے ہیں، مولیٰ کی رحمت سے اللہ والوں کو سارے عالم کی لیلاؤں کا نچوڑ اللہ کے نام کی برکت سے حاصل ہے، لیکن ان کو کسی قسم کی ناپاکی نہیں ہے، دنیادار جب لیلاؤں سے مزہ لیتا ہے تو اس کی میانی میں مذی آتی ہے اور اللہ والے جب اللہ کی محبت کا مزہ لیتے ہیں تو بے مذی رہتے ہیں، پاک وصاف رہتے ہیں۔

عورت کی اِمارت کی عدمِ صحت کے دلائلِ عقلیہ

اسی لیے کہتا ہوں کہ وزیراعظم اور خلیفہ اور امیر المؤمنین کو عورت نہیں ہونا چاہیے۔ دلیل تو حدیث شریف میں ہے کہ جس ملک کی سربراہ اور خلیفہ اور امیر المؤمنین عورت ہوگی اس ملک کی رعایا خیریت سے نہیں رہے گی، لیکن ابھی حال ہی میں عقلی دلیل میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ عورت کو بادشاہ مت بناؤ کیوں کہ بادشاہ میں وہ خوبی ہونی چاہیے جو خلیفہ میں ہوتی ہے، خلیفہ کے معنیٰ نائب ہیں، تو مسلمانوں کا خلیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو آپ فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَفَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ اب اگر ملک پر حملہ ہو گیا اور عورت خلیفہ

ہے اور حالتِ حیض میں ہے تو نماز میں داخل ہو سکتی ہے؟ عوام کے لیے دعا کر سکتی ہے؟ دعا قنوتِ نازلہ پڑھ سکتی ہے؟ وہ کہے گی کہ مولویو تم پڑھو، ابھی تو میں حالتِ حیض میں ہوں، دس دن کے بعد جب میں پاک ہو جاؤں گی پھر میں بھی نماز پڑھ لوں گی۔ تو ایسا امیر المؤمنین بنانے کی کیا ضرورت ہے بھئی؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ امامت امیر المؤمنین کا حق ہے، اگر وہ موجود ہو تو وہی امامت کرائے گا، لیکن اگر وہ عورت ہے تو کمیٹی والوں سے کہے گی کہ دس دن کے لیے دوسرا امام رکھو، کمیٹی والے بھی تنگ آجائیں گے چھٹی دیتے دیتے، ہر مہینہ دس دن کی چھٹی دینی پڑے گی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ملک پر دشمن کا حملہ ہو گیا اور عورت بادشاہ ہے تو بحریہ، فضائیہ اور بریہ تینوں فوج کے سربراہ آگئے کہ حضور دشمن نے حملہ کر دیا، ہم کو آرڈر دیں تاکہ ہم بھی جوابی حملہ کریں تو خبر آئی کہ ابھی بیگم صاحبہ کی ڈیلیوری ہو رہی ہے اور وہ انڈر کلوروفارم ہیں، ابھی تو وہ آرڈر نہیں دے سکتیں۔ ارے ظالمو! تو پھر کیوں ان کو سربراہ بناتے ہو؟ تین وجہ ہو گئیں۔

بنگلہ دیش میں ایک چوراہے پر ٹریفک پولیس ایک کم عمر عورت کو رکھا ہوا تھا، وہ ہاتھ دکھا رہی تھی تو چند ڈاکو آئے اور اس کو اپنی موٹر میں بٹھا کر بھاگ گئے، تب سے انہوں نے عورت کو ٹریفک پولیس نہیں رکھا کہ بارہ بجے رات کو ٹریفک پولیس بے چاری اکیلی کھڑی ہے اور کوئی آیا اور اُٹھا کر لے گیا۔

حرمتِ تصویر کے عقلی دلائل

ایسے ہی رنگون میں مجھ سے سوال کیا گیا کہ اسلام میں فوٹو کھنچوانا کیوں حرام ہے؟ حج و عمرہ میں مجبوری ہے لیکن بلاضرورت مسکرا کر، پان کھا کر، سرمہ لگا کر خوب اونچی ٹوپی پہن کر تصویر کھنچوانا جائز نہیں ہے، جب مجبوراً فوٹو کھنچواؤ تو چہرے پر غم بھی ہو، اپنے شیخ کا فوٹو میں نے ان کے انتقال کے بعد چاک کر دیا، حضرت نے فرمایا تھا کہ مجبوراً جب کبھی فوٹو کھنچواؤ تو مسکراؤ مت، اللہ سے یہی کہو کہ یا اللہ! مجبوراً کھنچوا رہا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ فوٹو کی حرمت کا ایک راز ابھی ابھی میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمایا کہ اسلام میں اللہ نے تصویر کھنچوانے کو اس لیے حرام فرمایا ہے کہ مان لیجیے ایک مسلمان لڑکا آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے اور وہ ایک انگریز لڑکی پر عاشق ہو گیا، اس کے کلاس فیلو نے اس نامناسب حالت میں اس کا فوٹو لے لیا، بعد میں اس لڑکے نے توبہ کر کے حج کیا اور ایک شیخ سے مرید ہو کر تہجد اور اللہ کا نام لے کر خوب عبادت کر کے

ولی اللہ ہو گیا اور خلافت بھی پا گیا پھر ایک خانقاہ بنائی، ماریشس کے سمندر کے کنارے اس کے ایک لاکھ مرید آنکھ بند کیے بیٹھے ہیں، مراقبہ ہو رہا ہے اور تعلیماتِ دینیہ اور دروسِ تصوف ہو رہے ہیں اتنے میں اس کے کلاس فیلو کو خبر ملی کہ وہ آج کل پیر بنا ہوا ہے۔ چلو ابھی دکھاتا ہوں تماشا۔ وہ فوٹو لے آیا اور کہا اے بھائیو! ایک لاکھ مریدو! ذرا اپنے حضرت کو تو دیکھو! پھر آبرو رہتی؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کے بُرے اعمال اور ماضی کے گناہوں کے ثبوت کو ختم کر دیا کہ میرا بندہ اگر ولی اللہ ہو جائے تو اس کے پچھلے نالائق اعمال کا کوئی ثبوت پیش نہ کرے، تو کیا یہ اللہ کا کرم نہیں ہے؟ مہربانی نہیں ہے؟ ہر قانون عین رحمت ہے۔

بس آج مجھے یہ شکر ادا کرنا ہے کہ اے میرے مولیٰ! آپ نے لیلاؤں سے بچایا، اور بیوی جو حلال کی لیلیٰ ہے اس کو پیار کرو مگر اعتدال کے ساتھ، وہاں بھی نارمل رہنا پڑے گا کارمل بننا جائز نہیں ہے، وہاں بھی اعتدال ہے۔ حکیم الامت سے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ بیوی کا تو حق اللہ نے رکھا ہے اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، لہٰذا اس معاملے میں آپ ہمیں کیوں اعتدال کا پابند کرتے ہیں؟ تو حکیم الامت نے فرمایا کہ مولانا اس حدیث کا آگے والا ٹکڑا بھی تو ہے وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا[۱۸۳] لیلیٰ کا اتنا حق ادا نہ کرو کہ آپ خود ہی پگھل جاؤ اور جھکے جھکے چلو، چکر آرہے ہیں کمزور ہو گئے، لیکن اعتدال کے درجے میں جائز ہے، اسی پر قناعت کرو اور میرا ایک فارسی کا شعر نوٹ کر لو جو ابھی حال ہی میں ہوا ہے کہ اپنی اپنی بیویوں کو لیلیٰ سمجھو۔

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مرا دا دست او مولائے من

میری بیوی میرے لیے لیلیٰ ہے، دلیل آگے آرہی ہے کہ میرے مولیٰ نے دی ہے، مولیٰ کے ہاتھ سے ملی ہے اور اس سے ہمارے بچے ہیں، اگر وہ عالم اور اللہ والے بن گئے ولی اللہ بن گئے تو ہم ولی اللہ کے ابا بنیں گے، بیٹا ولی اللہ ہو گا تو قیامت کے دن باپ کو جہنم میں نہیں جانے دے گا، اللہ سے سفارش کرے گا، لہٰذا اپنے بچوں کو اللہ والا بھی بناؤ اور اُردو بھی سکھاؤ۔

---

۱۸۳ صحیح البخاری: ۲۶۵/۱ (۱۹۷۲)، باب حق الضیف فی الصوم، المکتبۃ المظھریۃ/ کنز العمال: ۳۲/۳ (۵۳۲۴)، باب فی تعدید الاخلاق المحمودۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

اپنی اولاد کو اُردو سکھاؤ

اگر بچہ اُردو نہیں جانتا تو ہماری بات کیسے سمجھے گا؟ تو اپنے اپنے بچوں کو اُردو بھی سکھاؤ، ٹیوشن کرلو، اگر وہ مشغول ہے تو کسی مسجد کے مؤذن یا امام سے کہو کہ بھئی آپ آدھا گھنٹہ میرے بچے کو اُردو پڑھادو، ہم سے پانچ سورین لے لیا کرو، جب آپ کا بچہ اُردو بولنے لگے تو اسے بہشتی زیور پڑھاؤ، اس سے شریعت اور اللہ کا قانون بھی معلوم ہوگا اور اُردو بھی آجائے گی اور روزانہ اس سے اُردو میں بات کرنے کی مشق کرو ورنہ ساری زندگی گڈبڈ گڈبڈ کرتے رہے تو پھر اس کو اُردو کیسے آئے گی؟ ہمارا سارا دین تو اُردو میں ہے اور پھر جس کا پیر اُردو اسپیکنگ ہو تو اسے تو ضرور اُردو سیکھنا چاہیے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ صاحب یہ مشکل ہے تو سنو ابھی ان کی شادی سعودی عرب کے سفیر کی لڑکی سے کرادو اور وہ رات میں آتے ہی پہلی ملاقات میں کہے کَیۡفَ حَالُكَ یَا حَبِیۡبِیۡ تو آپ صبح ہی عربی کا قاعدہ لے کر مولوی صاحب کا پیر دباؤ گے اور کہو گے حضور انڈا کھائیے، چائے پیجیے مگر مجھے عربی پڑھادیجیے۔ تو لیلیٰ کے لیے عربی سیکھنا آسان اور مولیٰ کے لیے اللہ والوں اور ان کے غلاموں اور خادموں کے کلام کو سمجھنے کے لیے اُردو سیکھنا کیوں مشکل ہے؟

اب اپنی ایک بات سناتا ہوں۔ میں تو حکیم ہوگیا تھا، اپنا دواخانہ کھول کے بیٹھ جاتا جو شاندہ بیچتا اور بہت اچھا پرافٹ ہوتا، لیکن میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ پڑھا کہ اگر دین کی مٹھاس لینی ہے تو عربی پڑھو کیوں کہ قرآن پاک عربی میں ہے، حدیث پاک عربی میں ہے، ترجمہ میں وہ بات نہیں ہوتی، بس میں نے عربی پڑھنی شروع کردی، عصر کے بعد روزانہ پانچ مصدر اور اس کا ماضی مضارع یاد کرلیتا تھا اللہ کا شکر ہے۔

حسینوں سے بچنے کے لیے ایک مفید مراقبہ

میں حسینوں سے بچنے کے لیے ایک مراقبہ بتاتا ہوں کہ یہ سوچو کہ ان کے آگے سے عرقِ گلاب نہیں پاؤ گے اور پیچھے سے زعفران نہیں پاؤ گے، یہ نہایت مہذب مراقبہ ہے، اس میں گندگی کا کوئی فعل ہے ہی نہیں، صرف نفی اثبات ہے، اس میں نہ موت کا تذکرہ ہے نہ گو کا تذکرہ ہے، اس قدر مہذب کیپسول ہے۔ اور جب ان حسینوں پر بڑھاپا آجائے گا، آہ! اپنا ایک شعر یاد آگیا۔

جتنے حسین دوست تھے ان کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

وہی جوان حسینہ جب اسّی سال کی بڑھیا ہوگی، تو جس پر رات دن مر رہے تھے اب اس کو دیکھتے ہی بھاگو گے۔ جو بگڑنے والوں پر بگڑتے ہیں وہ باگڑ بلّا ہوتے ہیں، عارف باللہ نہیں ہوتے۔

ایک عامی کی حاضر جوابی

ایک مولوی صاحب نے ایک عامی شخص کو بہت ڈانٹا، تو اس نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا[۱۸۴] فرعون سے اور ہامان سے نرم بات کرنا، تو کیا میں فرعون اور ہامان سے بدتر ہوں اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے اچھے ہیں؟ دیکھیے! اس آدمی نے کیسی بات کہی کہ میں فرعون سے بدتر نہیں ہوں اور آپ موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں پھر آپ کو اس طرح ڈانٹنے کا کیا حق ہے؟ تو مولوی صاحب لاجواب ہوگئے، چکّر کھاگئے کہ اس عامی شخص نے مجھ کو بہت اچھا پکڑا۔

حضرتِ والا کا مزاج

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

الحمد للہ! مجھے اللہ کی محبت میں اور اللہ کے عاشقوں میں جینے مرنے میں سکون ملتا ہے۔ آپ بتائیں زندگی میں کبھی ایسا مزہ پایا؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جب انسان اپنا گھر چھوڑتا ہے تو ہجرت کی شکل بن جاتی ہے، صحابہ کی ایک سنت ادا ہو جاتی ہے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن چھوڑا تو تم اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے اپنا گھر کیوں نہیں چھوڑتے؟ آخر کاروبار کے لیے بھی تو گھر سے نکلتے ہو۔ تو یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ جنہوں نے دین سِکھانا ہے وہ بھی بے وطن ہیں، بال بچوں سے دور ہیں اور جو دین سیکھنے والے ہیں وہ بھی بال بچوں سے دور ہیں، تو کیا ایسے بندوں پر اللہ کو پیار اور رحم نہیں آئے گا؟

نیک کاموں کے معین وانصار

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا پہاڑ ہوتا، شاندار مسجد ہوتی، صحابہ کے اچھے اچھے مکانات ہوتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چندہ دینے کا شرف کیسے ملتا؟ ایک غزوہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱۸۴ طٰہٰ:۴۴

کو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے لیے درہم و دینار لا کر دیے، تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ان کو اُلٹ پلٹ کر بجایا اور خوش ہوئے۔ جب کوئی دین کے کام کے لیے رقم دے تو اس موقع پر خوشی کا اظہار کرنا بھی سنت ہے اور دعا دینا بھی سنت ہے، چناں چہ آپ نے دعا دی کہ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو سونے کا پہاڑ دے دیتا تو پھر صحابہ کو دین کے لیے چندہ دینے کی سعادت کیسے ملتی؟ اور اُمت کے امیر لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں دے کر جنت میں اپنی کرنسی کیسے ٹرانسفر کرتے؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے میرے وہ بندے جو عمل میں کمزور ہیں، وہ کم از کم اس راستے سے مغفرت کے اسباب اختیار کریں۔

اب اگر ہر مولوی کے پاس سونے کا پہاڑ ہوتا تو کیا کوئی مولوی کہتا کہ آپ میرے مدرسے کے لیے مال دیں؟ تو اللہ نے دین کے لیے چندہ دینے کی یہ حکمت مجھے سمجھائی کہ اسی بہانے کتنے بندوں کو جنت مل جائے گی ان شاء اللہ۔ اب لوگ اپنا مال اللہ کے دین پر خرچ کر رہے ہیں، دارالعلوم بنا رہے ہیں، کتابیں چھاپ رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری کتابیں ساری دنیا میں پڑھی جا رہی ہیں۔

یہ تقریر اس لیے کر رہا ہوں کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر مال دار لوگ پیسے نہ دیں تو مولویوں کے مدرسے بند ہو جائیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا اگر تم چندہ نہ دو گے اور دین کی خدمت نہ کرو گے تو یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ تم کو خدا موت دے گا اور تمہاری جگہ دوسروں کو پیدا کرے گا ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ[۱۸۵] وہ دین کا کام کریں گے، وہ تمہاری طرح نالائق اور کنجوس نہیں ہوں گے۔ اس آیت سے حضرت نے ثابت فرمایا کہ مولویوں پر احسان مت جھاڑو، مولوی کا احسان تم مانو کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہاری کرنسی ٹرانسفر کر رہا ہے، یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے، دیکھو کتنی زبردست دلیل ہے! اگر تم یہ سوچتے ہو کہ میری وجہ سے مدرسہ چل رہا ہے اور اگر ہم چندہ نہ دیں تو مدرسے بند ہو جائیں گے اور مولوی بھوکے مر جائیں گے، تو سمجھ لو کہ تمہاری خیر نہیں ہے یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ تم کو ختم کر دیا جائے گا مگر مولوی نہیں مرے گا، مولوی ایسے ہی کھاتا رہے گا، تم مر جاؤ گے، تم جیسی نالائق قوم کو اللہ ختم کر دیں گے اور تم سے بہتر عاشق پیدا کریں گے جو اللہ کے دین کی مدد کریں گے، ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ جو قوم ہم نالائقوں کو ہٹا کر لائیں گے وہ کیسے نالائق ہو سکتی ہے؟ وہ تمہاری

۱۸۵؎ محمد:۳۸

مثل کیسے ہو سکتی ہے؟ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ جب ہم تبدیل کریں گے تو اچھے بندے پیدا کریں گے، جو میرے دین پر خوب قربانی کریں گے، فدا ہو جائیں گے، پھر ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ آپ جس کو لائق بنا دیں گے وہ کیسے نالائق بن سکتا ہے؟ اللہ جس کو لائق بنا دے تو اس کو ساری دنیا مل کر بھی نالائق نہیں بنا سکتی۔

تو بزرگوں نے یہ سکھایا ہے کہ جب کسی عالم کو دین کے لیے کچھ مال دیں، تو یہ بھی کہیں کہ اللہ کا ہم پر احسان ہے اور مولانا صاحب آپ کا بھی ہم پر یہ احسان ہے کہ آپ نے ہماری کرنسی ٹرانسفر کر دی۔ جب پیر اپنے مال دار مرید میں مال کا نشہ دیکھے تو اس پر فرض ہے کہ اس کی ہوا نکال دے، جیسے جب کوکر (Cooker) میں ہوا زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو کھول کر تھوڑی سی ہوا نکال دیتے ہیں۔ تو جب اللہ کے راستے میں کچھ قربانی دو تو تھوڑا سا رو بھی لو کہ یا اللہ! ہم اس قابل نہیں ہیں، آپ اپنی رحمت سے قبول فرما لیں، آپ کی عظمت غیر محدود کی کوئی حد نہیں ہے، ہم سلطنت دے کر بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے، ایک کروڑ جانیں دے کر بھی اے خدا آپ کی محبت اور عظمت کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہماری طاقت، جان اور مال محدود ہے۔

مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ

آج سے بیس سال پہلے جب میرا مدرسہ بن رہا تھا، تو اس وقت ٹھیکیدار نے بتایا تھا کہ چھ لاکھ میں ایک منزل بن جائے گی، تو میرے ایک دوست نواب صاحب نے کہا کہ عرب ملک کا ایک سفیر میرا دوست ہے میں اس سے بات کرتا ہوں، امید ہے کہ وہ ساری رقم کا بندوبست کر دے گا۔ سفیر نے نواب صاحب کی دوستی میں رقم دینا قبول کر لی، اب نواب صاحب نے مجھے فون کیا کہ جلدی سے آ کر رقم لے لیں، تو میں نے کہا کہ آپ جائیں اور ان سے رقم لے کر مجھے پہنچا دیں، تو انہوں نے کہا: اس کے آفس میں جا کر وہاں سائن (Sign) کرنے پڑیں گے، تو میں نے کہا کہ دیکھیں نواب صاحب! میں نے بزرگوں کی جوتیاں اٹھائی ہیں، اگر بادشاہ کے دروازے پر جا کر پیسہ لیا تو اس خانقاہ کی عزت اور پیشانی پر ہمیشہ کے لیے داغ لگ جائے گا کہ اس خانقاہ کے فقیر نے ایک بادشاہ کے دروازے پر جا کر پیسہ لیا تھا۔ حالاں کہ مجھے اس وقت رقم کی شدید ضرورت تھی، کے ڈی اے نے نوٹس دے دیا تھا کہ اگر مسجد نہیں بناؤ گے تو زمین واپس کرنی پڑے گی، پھر

بھی میں نے کہا کہ نہیں! ہم اس طریقے سے پیسہ لینے نہیں جائیں گے، تو نواب صاحب نے کہا کہ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھانے کی وجہ سے اللہ نے تم کو یہ ہمت دی ہے، ورنہ اگر آج میں اعلان کر دوں تو اس سفیر کے دروازے پر پیسہ لینے والوں کی لائن لگ جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے۔

۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز پیر،
بعد مغرب، بر مکان عبد القادر صاحب، اسٹینگر

اللہ تعالیٰ کے دو حق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۱۸۶]

اللہ تعالیٰ کے دو حق ہیں: نمبر ۱۔ محبت کا حق، جیسے عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، بخاری شریف پڑھنا، امامت کرنا، تبلیغ میں نکلنا غرض جتنے نیک کام ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حق ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنا اور گناہ سے بچنا یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا حق ہے۔ اس کی دلیل ہے:

مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا[۱۸۷]

کیا تم اللہ کی عظمت کا خیال نہیں کرتے ہو! بے باکی اور گستاخانہ طور پر اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور اللہ سے بے خوف ہوتے ہو! اگر خدا کا خوف ہوتا تو گناہ نہیں کر سکتے۔

حفاظتِ نظر کی ہمت کے حصول کے لیے ایک انوکھا فیچر

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں نظر کی حفاظت کی ہمت نہیں ہے ان کے لیے ایک فیچر بتاتا ہوں۔ اگر افریقہ کا ریڈیو اعلان کرے کہ آج ایک لڑکی جو پورے افریقہ میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے جنگل کی سیر

۱۸۶؎ الانفال: ۳۴

۱۸۷؎ نوح: ۱۳

کو جائے گی، اب ایک لالچی اور نظر کے چور اور رومانٹک مزاج نے سوچا کہ آج اچھا موقع ہے، ایسا موقع پھر کب آئے گا۔ کچھ ملے نہ ملے دیکھ تو لو، دیکھ لینے میں کیا حرج ہے، چناں چہ وہ جنگل میں اس لڑکی کو دیکھنے گیا۔ اس جنگل کو میں بھی دیکھ چکا ہوں اور کئی بار دیکھا ہے، مجھے شیر دیکھنے کا شوق ہے۔ ایک مرتبہ وہاں چالیس پچاس ہاتھی نظر آئے اور ہاتھی کے بچے بھی نظر آئے، لوگوں نے بتایا کہ ہاتھی کا یہ بچہ ایک گھنٹہ پہلے پیدا ہوا ہے مگر وہ انسان کے بچوں کی طرح دودھ کی شیشی نہیں پیتا، ایک ہی گھنٹے کے بعد ماں کے ساتھ بھاگنے لگتا ہے۔

توجب وہ نظر باز جنگل میں گیا تو دیکھا کہ وہ لڑکی آرہی ہے، اس نے دل ہی دل میں کہا کہ واہ! آج تو خوب دیکھنے کا موقع ہے، آج تو کام بن گیا۔ اتنے میں ایک شیر جھاڑی سے نکلا اور اس کو غصہ سے دیکھنے لگا، بس اس کا تو پیشاب نکل گیا۔ اب اس لڑکی نے پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ کہا کہ میں آپ کو دیکھنے آیا ہوں، کہا کہ دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ کہا کہ میں آپ کو کیا دیکھوں شیر مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ تو شیر کے خوف سے اور جان کے خوف سے نظر بچا رہا ہے کہ نجانے شیر کب اور کس پوزیشن سے حملہ کردے تو میں اپنی جان کس طرح بچاؤں گا، اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں ہے۔ اب کہاں گئی عاشقی؟ سب غائب ہوگئی نا۔

حسینوں کی ٹانگ دیکھنے والے کو شیطان ٹانگ لیتا ہے

توجو شیر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے ہیں دراصل ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی ہوتی ہے۔ جہاز پر بیٹھتے ہی یہ شخص کالی ہو یا گوری یا پنڈلی تک ٹانگ کھولی ہوئی ہو کسی کو نہیں دیکھتا، جو دیکھتا ہے شیطان اسے ٹانگ لیتا ہے، جو لڑکیوں کی ٹانگ دیکھتا ہے شیطان اس کو ٹانگ لیتا ہے۔ اللہ کے دوست کا پتا یہاں چلتا ہے کہ یہ اللہ کا دوست ہے یا نفس کا دوست ہے، اگر اللہ کا دوست ہے تو اللہ کے فرمان کو توڑ کر اپنے دل کو حرام خوشیوں سے خوش نہیں کرے گا، اپنا دل توڑ دے گا مگر اللہ کا قانون نہیں توڑے گا۔ بتاؤ! ہم غلام ہیں یا نہیں؟ تو مالک کا حکم توڑنا اچھا ہے یا غلام کو اپنا دل توڑ کر مالک کے حکم پر فدا ہونا چاہیے؟

میں زیادہ تقریر نہیں کروں گا، آج کل میری تکلیف بہت بڑھ رہی ہے۔ میں کل ہی ملاوی سے آیا ہوں اور آج یہاں آگیا، آرام کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر بھی چار اعمال بتاتا ہوں، آپ لوگ یہ چار اعمال کرلیں تو ولی اللہ بن جائیں گے ان شاء اللہ۔ اور اگر ان چار اعمال میں کوتاہی کی تو لاکھوں سال بخاری شریف پڑھنے کے باوجود نافرمان لکھے جاؤ گے اور لاکھوں چلّے لگا کر بھی نافرمانوں میں موت آئے گی اور لاکھوں مدرسے کھولنے کے باوجود فاسقین اور نافرمانوں کے رجسٹر سے ایگزٹ (Exit) نہیں ہوسکے گا۔

اللہ نے اپنی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے، آج کل ایک بہت بڑی تعداد ہر سال نفلی حج و عمرہ کررہی ہے۔ ایک بزرگ کا شعر ہے؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے حج کرنے والو! کہاں جارہے ہو؟ تمہارا معشوق تو میرے پاس ہے، اللہ تو میرے پاس ہے، ادھر آؤ ادھر آؤ۔ اگر انسان ایک چلّہ بھی کسی اللہ والے کے ساتھ لگالے، تقویٰ سیکھ لے تو اللہ کا دوست بن جائے گا۔

تو جلدی سے چار اعمال بتاتا ہوں اور ساری دنیا میں یہ بتاتا ہوں کہ آپ نفلی حج و عمرے کے بجائے اللہ کو ناراض نہ کریں۔ چاہے نفل نہ پڑھو لیکن اللہ پاک کو ناراض نہ کرو، ایک سانس بھی مالک کو ناراض کرکے حرام خوشی استیراد نہ کرو۔ ایک شخص فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرتا ہے مگر ایک سانس اللہ کو ناراض کرکے دل میں حرام خوشی درآمد نہیں کرتا؎

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اسے دیکھو جس نے انہیں رنگ بخشا

تو وہ چار اعمال کیا ہیں؟ نمبر ۱۔ داڑھی ایک مٹھی رکھ لو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چاروں اماموں کے نزدیک ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور مونڈنا حرام ہے، بہشتی زیور جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۱۱۵ پر دیکھ لو۔ اور جیسے مونڈنا حرام ہے ایک مٹھی سے کم کرنا بھی حرام ہے۔ بعض لوگ داڑھی تو رکھتے ہیں مگر ایک مٹھی نہیں رکھتے تو حرام سے پھر بھی نہ بچے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں تو ایک مٹھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں حکم ہو یا نہ ہو، میرا رسول جو حکم دے وہ بھی قرآن شریف کا حکم ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[۱۸۸]

جس بات سے میرا نبی منع کردے اس سے رُک جاؤ۔ میرے نبی کے حکم میں اور میرے حکم میں فرق نہ کرو، میرے حکم کا جو درجہ ہے وہی درجہ میرے نبی کے حکم کا ہے، تو نبی نے جس بات سے منع کیا اُس سے رُک جاؤ۔

۱۸۸؎ الحشر:۷

قرآنِ پاک کی آیت ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ[۱۸۹]

نگاہوں کو نیچی رکھو۔ کسی کی بہو، بیٹی، اماں، خالہ، بہن، سالی، بھابھی کو نہ دیکھو۔ اپنی سالی اور بھابھی سے بھی پردہ ہے، اور یہ دو چیزیں بہت فتنے کی ہیں۔ بیوی کی سگی بہن یعنی سالی کو اکثر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو میری بیوی کی سگی بہن ہے اور وہ سالی بھی سرِ تسلیم خم رہتی اور دولہا بھائی، دولہا بھائی کہتی ہے۔ لیکن دولہا بھائی کہنے سے وہ سگا بھائی نہیں ہو جاتا، بہر حال سالی سے پردہ نہ کرنا بہت سخت فتنہ ہے۔

کراچی میں ایک صاحب سالی سے پردہ نہیں کرتے تھے حالاں کہ باریش تھے، دین کی ایک تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے، اتنے دین دار تھے کہ کراچی کے بڑے بڑے اللہ والے لوگ ان کے پاس امانت رکھتے تھے مگر سالی سے پردہ نہیں کرتے تھے لہٰذا بے پردگی کی لعنت سے اس کے عشق میں مبتلا ہو گئے اور رات کو بارہ بجے داڑھی منڈا کر، سب کی امانت لے کر اسی سالی کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر امریکا بھاگ گئے۔ اسی طرح لوگ اپنے سگے بھائی کی بیوی کو کہتے ہیں کہ یہ تو میری بھابھی ہے اور اس سے بھی پردہ نہیں کرتے۔

بس یہی عرض کرتا ہوں کہ زندگی کو غارت مت کرو۔ لاکھ وظیفے کرو، ہر سال حج و عمرے کرو لیکن اگر خدا کی نافرمانی سے نہیں بچتے خاص کر بد نظری سے نہیں بچتے تو ولایت کا خواب بھی مت دیکھو۔ نگاہوں کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، قرآنِ پاک کا حکم ہے **یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے کہ نظر کی حفاظت کرو۔

یہاں بخاری شریف پڑھانے والے بیٹھے ہیں، مولانا ہارون صاحب ڈربن میں شیخ الحدیث ہیں۔ بتاؤ! **زِنَا الۡعَیۡنِ النَّظَرُ** بخاری شریف کی حدیث ہے یا نہیں؟ کہ جو آنکھ نہیں بچاتا وہ آنکھ سے زنا کرتا ہے، تو کیا آنکھ کا زانی ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ یہ شیطان کا دھوکا ہے کہ ہر سال حج و عمرہ کر لیا اور ولی اللہ ہو گئے۔ جو شخص اللہ کو ناراض کرتا ہے وہ ہر گز ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے دو حکم ہیں ایک عبادت کرو، یعنی جس بات سے اللہ خوش ہوں وہ کرو، یہ اللہ کی محبت کا حق ہے، لیکن جس بات سے اللہ نے ہمیں منع کیا اس سے اپنے کو بچانا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا حق ہے جس کی دلیل یہ آیت ہے:

۱۸۹؎ النور:۳۰

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا[190]

ارے ظالمو! تم حج وعمرہ اور وظیفے اور خیر خیرات اور نیک کام تو کرتے ہو مگر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں کرتے یعنی گناہ سے نہیں بچتے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ ایک شخص فرض پڑھتا ہے، واجب ادا کرتا ہے، سنت مؤکدہ ادا کرتا ہے، زیادہ نفل نہیں پڑھتا ہے نہ ہی زیادہ نفلی حج وعمرہ کرتا ہے البتہ ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتا، ایک سانس بھی اللہ پاک کی نافرمانی سے حرام لذت کی جھولی نہیں بھرتا، غیر شریفانہ طور پر مالک کے غیظ وغضب کے اعمال نہیں کرتا، ہر وقت ڈرتا ہے کہ اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ بس اسی غم میں مرا جاتا ہے کہ میرا مالک مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، مجھ سے کوئی قول، کوئی فعل، کوئی عمل ایسا نہ ہو جائے جس پر میرا اللہ مجھ سے ناخوش ہو، یہ ولی اللہ ہے۔ دلیل یہ آیت ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ کے ولی وہی ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں۔

تقویٰ صحبتِ اہل اللہ سے ملتا ہے

پیری مریدی کرنا، شیخ کا دامن اور ہاتھ پکڑنا، خانقاہوں میں جانا، بزرگوں سے دعائیں کرانا سب کا حاصل یہی ہے کہ بندہ متقی ہو جائے، لیکن اگر یہ گناہ نہیں چھوڑتا ہے تو اصلی مرید نہیں ہے، اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہے، جو ہر وقت اللہ کو یاد رکھتا ہے، لیکن عادۃ اللہ یہی ہے کہ تقویٰ شیخ کے ساتھ رہنے سے ملتا ہے، جو اللہ کے لیے شیخ کے ساتھ رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ دے دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[191]

اے ایمان والو! تقویٰ سے رہو تاکہ تم میرے ولی بن جاؤ اور تقویٰ حاصل کرنے کے لیے اہلِ تقویٰ کے ساتھ رہو۔ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بغیر شیخ کامل کے گناہ سے بچنا نصیب نہیں ہوتا چاہے کتنا ہی ارادہ کر لو۔ خالی علم سے بھی گناہ سے نہیں بچ سکتا، علم روشنی ہے لیکن موٹر چلانے کے لیے روشنی کافی نہیں ہوتی پیٹرول بھی چاہیے اور وہ ہے اللہ کا خوف جو اللہ والوں کے سینوں سے ملتا ہے۔

---

[190] نوح:۱۳

[191] التوبۃ:۱۱۹

میرے پاس ایسے ایسے دوست آئے جو اسّی اسّی سال کے ہوگئے تھے، لیکن جب میرے ساتھ رہے تو کہا کہ نظر کی حفاظت اب نصیب ہوئی ہے، اس سے پہلے ہم نظر بازی سے نہیں بچتے تھے۔ اب بتاؤ کتنا سخت عنوان ہے؟ بخاری شریف کی روایت ہے، ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو دیکھو کہ اے ایمان والو! نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے۔ کسی کی بہن، بیٹی، خالہ اور امّاں کو مت دیکھو۔

لوگ لڑکیوں سے دو طرح سے مزہ حرام حاصل کرتے ہیں خاص طور پر ایئر ہوسٹس سے، کیوں کہ آئے دن جہاز پر جانا پڑتا ہے: نمبر ۱) اس کو پیار و محبت سے دیکھتے ہیں کہ آپا ذرا چائے اچھی بنانا اور ایک گلاس نہیں دو گلاس لے آؤ۔ یہ پیار سے حرام لذت لے رہا ہے، اور نمبر ۲) بعض لوگ غصے میں اس کو ڈانٹ لگاتے ہیں، لال لال آنکھوں سے حرام مزہ لیتے ہیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے کراچی میں مجھے بتایا کہ دورانِ تعلیم حضرت مجھے کم عمری کی وجہ سے دیکھتے نہیں تھے، پیار کی نظر سے بھی نہیں دیکھتے تھے اور قصائی کی نظر سے بھی نہیں دیکھتے تھے، یعنی غصے کی نظر سے بھی نہیں دیکھتے تھے، حالاں کہ استاد تو غصہ کرتا ہے کہ نالائق تم نے سبق کیوں یاد نہیں کیا؟ تو غصے سے بھی کبھی نہیں دیکھا۔

قصائی پر یاد آیا کہ میرے ساتھ ملاوی کے ایک سفر میں ایک افریقن قصائی تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ تم گوشت کاٹتے ہو تو بیوی کو مت کاٹنا، کیوں کہ گوشت کاٹتے کاٹتے دل سخت ہوجاتا ہے، لیکن بیوی کو پیار سے رکھنا۔ میں نے اس کو یہی نصیحت کی اور اس نے اس پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔

تو میں اپنا ستّر سال کا تجربہ پیش کرتا ہوں، خاص کر ان لوگوں پر جو میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے ہیں کہ بس یہی ایک عمل کرلو تو تم ولی اللہ ہوجاؤ گے کہ نظر کو خراب مت کرو، دل پر نظر بچانے کا غم اُٹھالو، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس غم سے اللہ مل جائے گا، اور دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ ہر وقت کالی گوری سے نظر بچا بچا کر غم اُٹھا رہا ہے، میرا قانون نہیں توڑتا اپنا دل توڑ دیتا ہے تو اللہ کو اس بندے پر رحم آجاتا ہے اور اللہ اس کے دل کا پیار لے لیتے ہیں اور کیسے پیار لیتے ہیں؟ اس پر میرا ایک شعر سن لو۔

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ایک بچے کو اماں نے کہا کہ بیٹا کباب مت کھاؤ تمہیں موشن (Motion) ہو رہے ہیں، وہ رونے لگا کہ میرے نو بھائی کباب کھا رہے ہیں اور آپ مجھے کباب کھانے سے منع کر رہی ہیں اور رونے لگتا ہے تو ماں اس کو گود میں لے لیتی ہے، اپنے دامن سے اس کے آنسو پونچھتی ہے، اس پر اپنی ٹھڈی رکھتی ہے اور پھر اپنے آنچل سے اس کو چھپا لیتی ہے اور اس کا چما بھی لیتی ہے اور کہتی ہے کہ بیٹا روؤ مت! جب تمہارا مرض اچھا ہو جائے گا تو ہم تمہیں پیٹ بھر کر کباب کھلائیں گے۔

جب ماں کو اتنا پیار آتا ہے تو جس نے ماں کی مامتا اور رحمت کو پیدا کیا اس کو اُس بندے پر رحم نہ آئے گا جو دوسرے بھائیوں کو دیکھ رہا ہے کہ وہ خوب ایئر ہوسٹس سے گپ شپ مار رہے ہیں، ساری دنیا حرام لذت لوٹ رہی ہے اور وہ اللہ کے خوف سے اپنے دل کو بچا کر غم اُٹھا رہا ہے تو کیا ان دونوں بندوں کو، نافرمان کو اور فرماں بردار کو اللہ تعالیٰ برابر کر دے گا؟

حفاظتِ نظر پر لذتِ بے مثل عطا ہوتی ہے

جو اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے اپنے دل کو توڑتے رہتے ہیں، ان کے ٹوٹے ہوئے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قرب اور حلاوتِ ایمانی کی تجلیات ہر وقت نازل ہوتی ہیں، اور کیسے نازل ہوتی ہیں؟ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ۔ اور اس بندے کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جب آپ ان سے ملیں گے تو ان کے قلب کی تجلی سے آپ کو چین ملے گا، ان کے چہرے سے اور آنکھوں سے اور ان کی گفتگو سے آپ کے قلب کو سکون ملے گا۔

اور جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا تو ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے کہ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۱۹۲] اے خدا اس نالائق امتی پر لعنت نازل فرما جو کسی کی بہو بیٹی پر نظر خراب کرتا ہے۔ تو نبی کی لعنت جس پر پڑے گی، نبی کی بد دعا جس پر پڑے گی تو اس کے چہرے پر نور آئے گا؟ اس کے وعظ میں، تقریر میں، تحریر میں نور آئے گا؟

میکدے میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

[۱۹۲] کنز العمال: ۷/۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نظر بچانے سے غم تو آئے گا مگر اللہ کا ایسا پیار، ایسی حلاوتِ ایمانی نصیب ہو گی کہ دنیا میں اس لذت کی کوئی مثال نہیں۔ نہ بوٹی میں، نہ کھجور میں، نہ سموسے میں، نہ بریانی میں، نہ مرنڈا میں دنیا کی کسی چیز میں اس کا کوئی مثل نہیں یہاں تک کہ یہ مزہ جنت میں بھی نہ پاؤ گے۔ نظر بچا کر حلاوتِ ایمانی پانے کا مزہ جنت میں بھی نہیں پاؤ گے، کیوں کہ جنت میں نفس نہیں ہے، وہاں احکام نہیں ہیں، وہاں جزا ہی جزا ہے، سزا ہے ہی نہیں، وہاں شریعت ختم، وہاں اللہ نفس کو ایسا مزکّٰی اور مجلّٰی کر دے گا کہ کسی کو گناہ کا وسوسہ بھی نہیں آئے گا۔

لٰہذا جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے اہلِ جنت کیا دوبارہ دنیا میں جانا چاہتے ہو تو سب کہیں گے کہ ہرگز نہیں۔ البتہ کچھ لوگ ہوں گے جو کہیں گے کہ اے اللہ! ہم دنیا میں دوبارہ جانا چاہتے ہیں، اللہ پاک فرمائیں گے کہ کیا یہاں کچھ کمی ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں کمی ہے، یہاں آپ کی راہ میں گردن کٹانے کا، شہادت کا مزہ نہیں ہے کیوں کہ جنت میں کوئی کافر نہیں ہے جس کی تلوار سر پر لگے اور ہم آپ کے راستے میں شہید ہوں۔ تو نظر بچانے والوں کو بھی ان شاء اللہ شہادت کا درجہ ملے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن میں دیکھ لو کہ جو اپنے دل کو بُری خواہشات سے بچاتے رہتے ہیں اور دل پر غم اُٹھاتے رہتے ہیں اور اندر اندر خونِ آرزو کا دریا بہا دیتے ہیں تو ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، یہ بھی شہیدوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے اور اس شہادت کا نام شہادتِ باطنیہ معنویہ ہے۔

تو چار اعمال بتانے کا میں نے وعدہ کیا تھا، اسی پر مضمون کو ختم کر رہا ہوں۔ بعضے دوست ایسے ہیں جنھوں نے ہم سے کہا تھا کہ دس منٹ سے زیادہ بیان نہ کرنا لٰہذا اب جلدی جلدی چار اعمال بیان کرتا ہوں۔ نمبر ایک تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھ لو، دائیں طرف سے، بائیں طرف سے اور سامنے سے، تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے، اور یہ جو نیچے والے ہونٹ سے نیچے داڑھی کا بچہ ہے اسے بھی نہ کٹاؤ تو آپ کا چہرہ روحانی بیوٹی پارلر ہو جائے گا اور بڑی بڑی مونچھیں نہ رکھو، بخاری شریف کی حدیث ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ، اور جب ایران کے دو سفیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑی مونچھیں رکھ کر اور داڑھی کٹا کر آئے تو آپ نے اپنا چہرۂ مبارک ان سے نفرت سے پھیر لیا، ان کی شکلیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف ہوئی، تو جب قیامت کے دن آدمی بڑی مونچھوں کے ساتھ اُٹھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نفرت ہو گئی تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کیسے ملے گی؟ اس لیے اللہ کے بھروسے پر داڑھی رکھ لو تا کہ قیامت کے دن یہ شعر پڑھ سکو

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اللہ کے پیاروں کی شکل بناؤ، شاہراہِ انبیاء، شاہراہِ اولیاء، انبیاء اور اولیاء اللہ کی اور اللہ کے دوستوں کی سپر ہائی وے مت چھوڑو اور نافرمانوں اور یہودیوں عیسائیوں کی شکل مت بناؤ، ہمت سے کام لو، کوئی کچھ نہیں کہے گا، اگر کوئی ہنسے تو یہ شعر پڑھو؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

اور؎

میرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دِکھائے

تو چہرے کا ایک اسٹر کچر پیش کر دیا۔ اب دوسرا اسٹرکچر ہے کہ ٹخنہ نہ چھپاؤ۔ امریکا کے ہیلتھ سینٹر میں بورڈ لگ گیا ہے کہ جو ٹخنہ چھپائے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ سردی کے موسم میں موزہ پہن لو، نیچے سے جو لباس اوپر آرہا ہو اگر اس سے ٹخنہ چھپ جائے تو جائز ہے جیسے موزہ نیچے سے آرہا ہے، اور بیٹھنے یا لیٹنے کی حالت میں بھی ٹخنہ چھپانا جائز ہے جیسے چادر، کمبل، رضائی وغیرہ اوڑھنے سے اگر ٹخنہ چھپ جائے تو یہ بھی جائز ہے البتہ عورتوں کا ٹخنہ مت کھولنا، یہ حکم مردوں کے لیے ہے، عورتوں کو ٹخنہ چھپانے کا حکم ہے۔

ایک کنجوس کی حکایت

یہ وضاحت اس لیے کر دی تا کہ بات نامکمل نہ رہے جیسے ایک مولوی صاحب نے بیان کیا کہ اگر اللہ کی راہ میں ایک روپیہ دوگے تو اس سے دس گنا زیادہ ملے گا، قرآنِ پاک میں ہے فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [۱۹۳] لیکن مولوی صاحب نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ دس گنا زیادہ آخرت میں ملے گا۔ ایک کنجوس کے پاس دس اشرفیاں تھیں تو اس نے سوچا کہ کسی مولوی صاحب کو دے دوں تو اللہ خوش ہو جائے گا، وہ جلدی سے گیا اور پیٹ کاٹ کاٹ کر جو دس اشرفیاں جمع کی تھیں وہ ایک مولوی صاحب کو دے کر کہا کہ مولوی صاحب یہ

۱۹۳؎ الانعام: ۱۶۰

خیرات لے لو۔ مولوی صاحب کا کیا پوچھنا کہ خیرات مل رہی ہے، سبحان اللہ! مولوی صاحب مقروض تھے، غریب آدمی تھے جلدی سے خیرات لے لی۔ اب اس کنجوس نے کہا کہ اللہ میاں! جلدی ایک سو اشرفیاں دو، کیوں کہ ایک پر دس کا وعدہ ہے، لیکن جب کئی دن تک اس کو سو اشرفیاں نہیں ملیں تو مارے غم کے اس کا بُرا حال ہو گیا، جب غم زیادہ ہوتا ہے تو موشن شروع ہو جاتے ہیں تو اس کو دست شروع ہو گئے، تو وہ باہر موشن کرنے کے لیے گیا کیوں کہ گاؤں کا رہنے والا تھا، وہاں ایک پہاڑی سی تھی، اس میں گاؤں والے پاخانہ کرتے تھے اور گاؤں والوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہگتے ہوئے انگلی سے یا تنکے سے زمین کھودتے رہتے ہیں، تو وہ بھی ایسے ہی زمین کرید رہا تھا تو اچانک ایک تھیلا نظر آیا، کسی زمانے میں وہاں کسی نے اشرفیاں دفن کی تھیں وہ اسے مل گئیں، تو اس نے مارے خوشی کے استنجا بھی نہیں کیا اور جا کے اس مولوی صاحب کو کسی اور گاؤں میں پکڑا اور عین بیان کے وقت کھڑا ہو گیا اور کہا کہ مولوی صاحب! تم نامکمل بیان کرتے ہو، لوگوں نے کہا کہ اس کو دیکھو مولویوں کا استاد بنا ہوا ہے۔ تب اس نے کہا کہ جب بیان کیا کرو تو یہ بھی کہا کرو کہ ایک کے دس تو ملتے ہیں لیکن مروڑے بھی غضب کے آتے ہیں یعنی اس کو دست بھی لگتے ہیں، پیٹ میں بھی درد ہوتا ہے، درد کو اردو میں مروڑ کہتے ہیں۔

تو ہر وہ لباس جو اوپر سے آرہا ہو اس سے ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، یہاں علماء بھی بیٹھے ہیں، میں بہت مدلل بات کہہ رہا ہوں کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡکَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَارِ فِی النَّارِ[۱۹۴]

لباس کا جتنا حصہ ٹخنہ سے نیچے ہو گا تو جسم کا اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔ فتح الباری شرح بخاری چودہ جلدوں میں ہے، اس میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ لکھا ہے فَاِنَّ ظَاھِرَ الۡحَدِیۡثِ یَدُلُّ عَلٰی تَحۡرِیۡمِ الۡاِسۡبَالِ تمام حدیثوں کو سامنے رکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سفیان بن سہل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

یَا سُفۡیَانُ بۡنُ سَھۡلٍ لَا تُسۡبِلۡ فَاِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡبِلِیۡنَ[۱۹۵]

ٹخنہ مت چھپاؤ، ٹخنہ چھپانے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا۔

---

۱۹۴ صحیح البخاری: ۸۶۱/۲ (۵۸۰۶)، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، المکتبۃ المظھریۃ

۱۹۵ سنن ابن ماجۃ: ۳۹۰، باب موضع الازار این ھو، المکتبۃ الرحمانیۃ / فتح الباری: ۲۶۴/۱۰، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، بیروت

تو دو واسٹر کچر ہو گئے۔ اب دو فنشنگ بتاتا ہوں۔ نمبر ۱: نظر کی حفاظت کرو، اگر نہ دیکھنے سے جان بھی چلی جائے تو جان دے دو مگر اپنے مالک کو ناخوش نہیں کرو، آج ارادہ کرو کہ ساری زندگی نظر بچائیں گے۔ اگر کوئی خوبصورت شکل سامنے آجائے تو نظر بچا کر غم اٹھالو، اللہ کے راستے کا کانٹا سارے عالم کے پھولوں سے افضل ہے اور ان شاء اللہ اس غم سے خدا کو پا جاؤ گے اور ایسا دردِ دل نصیب ہو گا کہ آپ تمام اولیاء اللہ سے بڑھ جاؤ گے۔ جو نظر بازی کرتا ہے وہ ولی اللہ نہیں ہو سکتا، لیکن جو ولی اللہ رومانٹک مزاج ہو اور اس عاشقانہ مزاج کے باوجود اپنی نظر بچا کر غم اٹھاتا ہو اس کے درد بھرے دل کی تجلیات اور اس کے درد بھرے دل کے انوار کو دوسرے نہیں پا سکتے۔

آج سے وعدہ کرلو کہ ہم آنکھوں کا زِنا نہیں کریں گے۔ اپنا دل توڑ دیں گے، مگر اللہ کا حکم یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ نہیں توڑیں گے، آج اس بات کا ارادہ کرلو ان شاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ بد نظری کی وجہ سے بعض لوگوں کا خاتمہ خراب ہو گیا، کیوں کہ کوئی حسین یا حسینہ دل میں گھس گئی یا گھس گیا، تو مرتے وقت دل سے وہی نکلا لہٰذا اللہ سے پناہ مانگو، کیوں کہ لوٹے میں جو ہوتا ہے تو ٹونٹی سے وہی نکلتا ہے، اگر دل میں دنیاوی حسین ہوں گے تو ہو سکتا ہے کہ مرتے وقت وہی نکلیں۔

اللہ کے راستے کا غم بہت مزیدار غم ہے، اس میں اتنا مزہ ہے کہ کچھ نہ پوچھو، اور یہ سب مرنے والی لاشیں جو ہیں یہ سب لاشئے ہیں، ان پر تو جب زندگی ہی میں بڑھاپا آجائے گا تو لوگ نفرت کر کے بھاگ جائیں گے اور مرنے کے بعد تو نہ کوئی مجنوں ملے گا نہ کوئی لیلیٰ ملے گی۔ اس پر میرا شعر سن لو۔

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی
ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں
جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

اللہ کی شان ہے کہ لا الٰہ کے بعد الا اللہ دیا یعنی لیلیٰ سے بچو تو اللہ ملتا ہے۔ اگر کوئی کسی لیلیٰ کو پیار کر رہا ہے اور اس لیلیٰ کو اچانک ایک سخت بدبودار موشن آجائے تو بتاؤ پھر کیا ہو گا؟ یہ ہگنے موتنے والی لاشوں پر مرنے والا انٹرنیشنل اُلو اینڈ منکی اینڈ ڈونکی ہے، یہ مولیٰ کو ناراض کر کے لیلیٰ کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ بتاؤ! مرنے والوں پر مرنا عقل مندی ہے؟ چند دن میں شکل بدل جاتی ہے۔

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

اور میر صاحب نے پڑھا تھا۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور چوتھی چیز ہے دل کی حفاظت۔ بس اب اسی پر تقریر ختم کرتا ہوں۔ دل میں گندے خیالات مت آنے دو، کبھی شیطان ایسا اُلو بناتا ہے کہ پرانے گناہ یاد دِلاتا ہے کہ تم نے بچپن میں یا جوانی میں یہ یہ گناہ کیا تھا، اب اُس کا مزہ یاد دِلا رہا ہے، ایسے میں فوراً لاحول پڑھ کر میرا یہ شعر پڑھو۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت پہ مر رہا ہے اور مرنا برائے لیلیٰ ہے، اگر لیلیٰ پر مر گیا اور مولیٰ نہ ملا تو بتاؤ دنیا سے کتنے محروم جاؤ گے! جس پر مرے تھے مثلاً دکان پر، کاروبار پر، موٹر پر، قالین پر، سموسہ پاپڑ پر وہ سب تمہیں بھلا دیں گے اور تم خالی کفن میں قبرستان جاؤ گے، لہٰذا اگر مولیٰ کو بھی نہ پایا اور دنیا بھی چھوٹ گئی تو پھر کیا کرو گے؟ اگر اللہ کو حاصل کرو اور تقویٰ سے رہو تو ان شاء اللہ مولیٰ کے پاس مولیٰ کو ساتھ لے کر جاؤ گے، پھر اُس سے بڑھ کر کون مال دار ہو گا۔

نظر بچانے کا یہ میں نے بہت مشکل پرچہ پیش کیا ہے، اللہ اپنی راہ کو ہم سب پر آسان فرما دیں، نظر بچانے پر ہم کو حلاوتِ ایمانی عطا فرما دیں، اے مولیٰ سب گناہوں سے ہم کو بچا، نافرمانی کی حالت میں موت سے مجھ کو، میری اولاد کو، آپ کو اور آپ سب کی اولاد کو بچا لیجیے۔ بس یہ چار اعمال جو بتائے ہیں ان سب پر عمل کر لو پھر آپ مجھے دعائیں دو گے کیوں کہ یہ اللہ تک پہنچنے کا شارٹ کٹ راستہ ہے۔

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اِس طرف سے مسافت رہے گی کم

نظر بچانا بہت شارٹ کٹ راستہ ہے، حرام عادتوں کو پھانسی دے دو گے تو اللہ ایسے جذب فرمائے گا کہ آپ

حیران رہ جائیں گے کہ آہ میں اتنا نالائق تھا اور اللہ نے مجھے اتنا قرب عطا فرمایا اور مخلوق بھی آپ پر تعجب کرے گی کہ اس کی تقریر میں اب کیسا اثر آگیا ہے۔

آج سے مرنے والوں پر مرنا ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو اور کسی کا فرسٹ فلور مت دیکھو، ورنہ گراؤنڈ فلور سے پالا پڑے گا اور گراؤنڈ فلور میں آگے سے عرقِ گلاب نہیں پاؤ گے اور پیچھے سے زعفران نہیں پاؤ گے۔ بس ایک نصیحت سن لو کہ اپنے مولیٰ کو ناراض کرکے اپنے قلب میں حرام خوشیاں لانے کی غیر شریفانہ حرکت مت کرو، اگر انسان ہو، اگر شرافت وحیا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر حیا ہے، کچھ شرم ہے تو جس کی کھاتے ہو اس کی روٹی کھا کر ان کو ناراض مت کرو۔ اللہ ہم سب کو اس کی ہمت وتوفیق دے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ ؁ھ مطابق ۲۰/ اکتوبر ۱۹۹۸ ؁ء، بروز منگل، بعد مغرب،

بر مکان عبد القادر صاحب، اسٹینگر، جنوبی افریقہ

بیت اللہ کے جغرافیہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں

مجھے یہ خیال آتا تھا کہ سرسبز علاقے اور ایسے مناظر جہاں درختوں کی قطاریں ہوں خوب ہرے بھرے درخت ہوں لوگ اپنا گھر وہاں بناتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر ایسے پہاڑوں میں بنایا جہاں گھاس بھی نہیں ہے، پھر مجھے اس کا جواب بھی آگیا کہ جب تم لوگ انسان ہو کر اچھے پڑوس میں، اچھے گھرانے میں، اچھے ماحول میں اپنا گھر بناتے ہو، تو تمہارا خالق ہو کر میں یہ بات نہ جانوں گا، یہی پڑوس تمہارے لیے مفید ہے، کیوں کہ اگر درختوں کی قطاریں ہوتیں تو تم لوگ میرے گھر سے چمٹنے کے بجائے، ملتزم پر دعائیں مانگنے کے بجائے، کیمرے لے کر درختوں اور باغاتِ حرم میں اور پہاڑوں کے دامن میں بیٹھے ہوئے سینری (Scenery) بناتے اور فوٹو گرافی کرتے اور میری یاد سے غافل ہو جاتے، میری رحمت کے تقاضے نے یہ پسند نہیں کیا کہ میرے عاشقین مجھے یاد کرنے کے بجائے میرے گھر کے پڑوس میں ایسی سینریاں بناتے رہیں جس سے وہ ہمارے پاس کم رہیں اور غیروں میں زیادہ رہیں۔ جو ابّا اپنے بیٹے کا عاشق ہوتا ہے وہ خوبصورت بیوی سے اس کی شادی نہیں کرتا، ورنہ وہ ہر وقت آئی ایم بزی (Busy) کہے گا اور ابّا کے پاس نہیں جائے گا، تو

اللہ تعالیٰ نے ہم کو غیر اللہ میں بزی نہیں ہونے دیا اور لباس بھی احرام کا پہنا دیا تاکہ اس میں کوئی کشش ہی نہ رہے، نہ شکل پرستی باقی رہے نہ ادھر ادھر نظر خراب کریں اور سر بھی منڈوا دیا کہ اچھا تم لوگ بال پرست ہو ہم تمہارے بال بھی اڑا دیتے ہیں۔ میرا ایک شعر ہے؎

جس کی زلفوں پہ میر مرتے تھے
سر منڈا کر کیا سلام اس نے

تو اللہ تعالیٰ نے حرم کا ایسا جغرافیہ رکھ کر ہم کو ہر طرح سے غیر اللہ سے بچالیا۔ ایک بات یہ بھی بتاتا ہوں کہ درخت صبح صبح آکسیجن نکالتے ہیں جو صحت کے لیے مفید ہے اور شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ نکالتے ہیں جس سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے، تو آپ بتاؤ کہ اگر ہم دن بھر حرم میں رہتے تو شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے اللہ کے گھر سے بھاگنا پڑتا یا نہیں؟ یہ اللہ کا پیار ہے کہ میرے بندے صبح شام ہمیشہ میرے پاس حرم میں رہیں، میری یاد میں رہیں، یہاں کسی قسم کی کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی نہ نکلے۔

دینِ اسلام کا مزاج

پھر ہجرت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور دینِ اسلام کا مزاج بتادیا کہ جب تک اپنے گھر سے بے گھر نہیں ہوگے اللہ کی محبت تمہارے دل میں نہیں آئے گی، تم بے گھر ہو جاؤ پھر تمہارے قلب کو اللہ اپنا گھر بنائے گا، تم بے گھر ہو کر بزرگوں کے پاس جاؤ، شیخ کے پاس جاؤ اور اگر شیخ بھی بے گھر ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے، مرید بھی بے گھر ہو، بال بچوں سے، کاروبار سے دور ہو اور شیخ بھی اپنے بال بچوں سے، گھر بار سے دور ہو، دونوں بے وطن ہو جائیں تو اللہ بہت تیز والی پلاتا ہے۔ اختر کا شعر سن لو؎

مانا کہ بہت کیف ہے حُبّ الوطنی میں
ہو جاتی ہے مے تیز غریب الوطنی میں

جب اللہ کے لیے کوئی پردیسی ہوتا ہے، مسافر ہوتا ہے، گھر چھوڑتا ہے، بال بچوں کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تیز والی پلاتا ہے۔ یہی راز ہے ہجرت کا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، اگر اللہ چاہتے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وطن سے بے وطن نہ ہوں، صحابہ وطن سے بے وطن نہ ہوں تو موت کے فرشتہ عزرائیل علیہ السلام بھیج دیتے وہ ابوجہل، ابولہب سب کا گلا دبا دیتے اور ان اذیت پہنچانے والوں کی وجہ سے آپ کو اور صحابہ کو

ہجرت نہ کرنی پڑتی لیکن باوجود قدرتِ کاملہ کے پھر بھی ہجرت کو فرض فرمایا اور ان کی موت فرشتوں سے نہیں صحابہ کی تلواروں سے ہوئی تاکہ میرے صحابہ کو قتلِ کفار کا شرف ملے، عزرائیل علیہ السلام ہی کو ساری فضیلت نہ مل جائے، اور اگر اللہ مکہ ہی میں کافروں کو مار دیتا اور آپ وطن سے بے وطن نہ ہوتے تو اہلِ مدینہ جو آپ پر جان چھڑک رہے تھے ان کو عشق و محبت کا حصہ کیسے ملتا؟ بقول مولانا منصور الحق ناصر کے ؎

اُن سے محبوبِ حقیقی کا پتا ملتا ہے
شیخ پر جان چھڑکنا یوں ہی بے کار نہیں

تو اہلِ مدینہ نے اپنی جان، مال، آبرو اور محبت پیش کی، اللہ تعالیٰ نے عشق کی کرامت پیش کی کہ جو لوگ میرے پیاروں کو پیار کرتے ہیں تو ہم اپنے پیاروں کو اُن پیار کرنے والوں کو دے دیتے ہیں، لہٰذا اہلِ مکہ اس قابل نہیں کہ ہمارا پیارا ان کے ساتھ رہے، کیوں کہ انہوں نے ہماری نعمت کی ناقدری کی ہے، ناقدروں سے اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ جو قدر دانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ صرف نعمت میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ ازدیادِ نعمت کے ساتھ ساتھ وہ محبوب بھی ان کو دے دیتا ہے، لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ مدینہ کو دے دیا۔

اللہ والوں کی قدر دانی پر ایک علمِ عظیم

اس لیے میں نے بہت پہلے افریقہ ڈربن میں مولانا یونس پٹیل کی مسجد میں کہا تھا کہ اللہ والوں کی قدر کر لو، ورنہ تم سے چھین کر اللہ والوں کو اللہ ان بستیوں میں بھیج دے گا جو قدر دان ہیں، اور اس کی دلیل میرے قلب میں یہی عطا ہوئی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود کعبہ شریف، زمزم اور ایک لاکھ ثواب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ مکہ سے چھین لیا اور مدینے شریف کے صحابہ کو دے دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کمپیوٹرائز مذہب نہیں ہے کہ کھاتہ لے کے بیٹھو کہ یہاں ایک لاکھ کا ثواب ہے، جہاں اللہ خوش ہیں ہماری جنت وہیں ہے، ہمارا ثواب وہیں ہے، وہیں ہمارا ایمان ہے، وہیں ہمارا اسلام ہے، وہیں ہمارا احسان ہے۔ ثواب کی کھاتا پیٹری کچھ نہیں ہے۔

اب اگر کوئی بے وقوف کہے کہ ہم نو تاریخ کو کعبہ شریف نہیں چھوڑیں گے، ملتزم پر لپٹے رہیں گے، ہم جنگل میں کیوں جائیں جہاں ہم کو کعبہ نہیں ملے گا۔ تو اس کا حج نہیں ہو گا، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ نے بتا دیا کہ آج کعبہ میں کعبہ والا نہیں ملے گا، آج اللہ عرفات کے جنگل میں ملے گا، بادشاہ جہاں خیمہ لگا دے وہیں پر

پریذیڈنٹ ہاؤس ہے، اللہ آج عرفات کے میدان میں ملے گا، آج ہم سے وہاں مانگو، لہٰذا کعبہ کے پتھروں پر جان مت دو، کعبہ والے پر جان دو۔

اللہ کی شان باخبر لوگوں سے پوچھو

اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اے دوستو! چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہو تاکہ تمہیں کعبہ والا مل جائے، گھر کے لیے تو ہر سال نفلی حج و عمرہ کرتے ہو لیکن اللہ جو مالک ہے، کعبہ کا خالق ہے، گھر والا ہے، ربِّ کعبہ ہے اس کی محبت سیکھنے کے لیے کبھی چالیس دن بھی نہیں نکالتے، تو اس نفلی حج کرنے والے سے بزرگ نے یہ کہا۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے نفلی حج کرنے والو! کہاں جارہے ہو؟ تمہارا معشوق تو میرے دل میں ہے، اللہ تو میرے دل میں ہے، تم لوگ میرے پاس آؤ۔ چناں چہ ایک عالم نفلی حج کرنے جارہے تھے، ایک اللہ والے نے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نفلی حج کرنے جارہا ہوں، فرمایا کہ جس کے گھر جارہے ہو تو کیا گھر والے سے جان پہچان ہے؟ بس تیر لگ گیا اور رونے لگے، پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآنِ پاک کی آیت تلاوت نہیں کی اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا رحمٰن کی شان کو اللہ والوں سے پوچھو، باخبر لوگوں سے پوچھو، جو اللہ سے باخبر ہیں ان سے خبر لو، اللہ میاں کی خبر بے خبروں سے کیا لوگے؟ کعبہ میں حج عمرہ تو ہو جائے گا، مگر اللہ سے ملانے والے اللہ والے ہوتے ہیں جو اللہ سے پہلے ہی سے ملے ہوئے ہیں، جو خود اللہ سے نہیں ملا وہ کیا ملائے گا۔

حکیم الامت کے خلیفہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

جو اللہ سے ملے ہوئے ہیں ان سے ملو، اور کوئی راستہ اس سے اسہل اور قوی تر نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ والوں کے پاس رہے وہ کم عبادت کے باوجود اللہ والے بن گئے۔ نشۂ عبادت سے محفوظ رہے، اللہ والوں کے ظلِ شفقت نے ان کے عجب و کبر کے جراثیم پر ڈی ڈی ٹی چھڑک دی، اور جن لوگوں نے اللہ والوں کو پیر

و مرشد نہیں بنایا، تنہائی کی عبادت کی تو تکبر میں مبتلا ہو گئے، اپنی عبادت پر ناز کیا، ہر ایک کو اپنے سے کمتر سمجھا اور اپنے کو سب کچھ سمجھا اور انا میں مبتلا ہو گئے اور انا فنا ہوتی ہے کسی صاحبِ نسبت اللہ والے کا دامن پکڑنے سے۔ اللہ کے مقبول بندوں سے مقبولیت ملتی ہے جیسے اپنے بچے کے دوست کو بھی باپ پیار کرتا ہے کہ یہ میرے پیارے کا پیارا ہے، تو اللہ کے پیاروں کے ساتھ جو رہتے ہیں وہ بھی پیارے بن جاتے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے، مولوی نہیں تھے لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ان کی عشق و محبت کی وجہ سے علماء کے شیخ ہوئے، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی خواجہ صاحب کو اپنا پیر بنایا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے منیٰ و مزدلفہ کے پہاڑوں پر سبزہ نہ ہونے کا سبب عطا فرمایا۔ اور ایک بات اور ہے، حج کے دنوں میں جب لاکھوں جانوروں کی قربانی ہوتی ہے تو جانوروں کی دس لاکھ انتڑیوں کو ان پہاڑوں پر پھینک دو، اگر وہاں سبزہ ہوتا تو بیماریاں پھیلتیں یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں کے پہاڑوں پر سبزہ نہیں رکھا، کالے کالے پہاڑ بارہ بجے دن میں سورج کی گرمی سے آگ بن جاتے ہیں اور جانوروں کی انتڑیوں کی غلاظتوں سے کوئی جراثیم نہیں پیدا ہونے دیتے اور ہر پہاڑ بزبانِ حال یہ مصرع پڑھتا ہے ؏

جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

لہٰذا وہاں کوئی بیماری نہیں پھیلتی، تو اللہ نے ہماری صحت کا تحفظ کیا اور غیر اللہ سے اور سینریوں میں مشغولیت سے بچایا۔ آہ! جو ہمیں لا الٰہ کا حکم دے رہا ہے وہی ہمیں غیر اللہ سے بھی بچاتا ہے۔ تو جو لوگ اللہ والوں کے پاس کچھ وقت لگا کر حج کو جاتے ہیں ان کو حج میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔

میرا ایک شعر طواف ہی کے لیے مورود ہوا، موزوں نہیں ہوا مورود ہوا یعنی پیدا ہوا، شعر تو پیدا ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اشعار دل سے نکلتے ہیں، دردِ دل سے اشعار نکلتے ہیں اور دردِ زہ سے انسان نکلتے ہیں، پیٹ کے درد سے انسان نکلتے ہیں، جب ماں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تب بچہ پیدا ہوتا ہے۔

دعوت الی اللہ کی شرط

ایک شخص نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہم دعوت الی اللہ کرنا چاہتے ہیں، اس کی کیا شرائط ہیں؟ فرمایا کہ اس کی شرائط بتاتا ہوں اور پھر ایک قصہ سنایا اور اسی میں جواب دے دیا کہ ایک لڑکی نے

اپنی ساس سے کہا کہ اماں ری اماں! جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھ کو جگا دینا، کہا کیوں؟ کہا کہ مجھے بچے سے بہت پیار ہے، ایسا نہ ہو کہ نیند میں بچہ پیدا ہو جائے اور چارپائی سے نیچے گر جائے۔ تو ساس نے کہا: ارے بیٹی! جب بچہ پیدا ہوگا تو اتنا درد اُٹھے گا کہ تُو ایسا زور سے چلّائے گی کہ سارے محلے کو جگائے گی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصے کو بیان کرکے فرمایا کہ جب اللہ کی محبت کا اتنا درد پیدا ہو کہ کوئی تم کو ایک لاکھ نہیں دس لاکھ ڈالر دے کہ آپ کو کیا چاہیے؟ چندہ چاہیے، یہ لو دس لاکھ ڈالر، آپ کو مکان چاہیے؟ یہ لو بیس لاکھ ڈالر کا شاندار بنگلہ بنالو، آپ کو حسین لڑکیاں چاہیے؟ یہ لو چار شادیوں کا کوٹہ پورا کرتا ہوں مگر تم یہ کام چھوڑ دو، اللہ کی محبت کا درد مت بیان کرو اور وہ بدھو میاں چکر میں آجائے، تو سمجھ لو کہ یہ دعوت الی اللہ کے قابل نہیں ہے، دعوت کا وہی وقت صحیح ہے جب دل میں درد پیدا ہو، جیسے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں سارے محلے کو جگا دیتی ہے، صحیح حمل کی علامت یہی ہے کہ بچہ پیدا ہو، ورنہ بعض اوقات آپریشن میں معلوم ہوا کہ گیس تھی، پیٹ میں رسولی یا کوئی اور چربی وغیرہ جم گئی تھی، سارے محلے میں ڈھول بج رہے تھے، مگر جب چیرا تو کچھ بھی نہ نکلا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں بھی نہ نکلا

اور بچے کی حیات کی کیا علامت ہے کہ پیدا ہوتے ہی رونے کی آواز آجائے تو سمجھ لو کہ بچہ پیدا ہوگیا ہے، اگر نہ روئے تو سمجھ لو مردہ ہے، تو جس انسان کو اللہ سے رونے کی توفیق نہ ہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی توفیق نہ ہو، آہ وزاری نصیب نہ ہو تو سمجھ لو ابھی اس کو حیات نہیں ملی۔

حضرتِ والا کا عشقِ شیخ اور مجاہدات

ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ سرائے میر جس میں اختر نے اس حال میں پڑھا ہے کہ ہم کو ناشتہ بھی نہیں ملتا تھا، کئی گھنٹے بلاناشتہ پڑھتے لیکن ہم اس مدرسے کو نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ میرے شیخ کا مدرسہ تھا، چوں کہ حضرت ناشتہ نہیں کرتے تھے تو میں بھی نہیں کرتا تھا، دس سال تک میں نے ناشتہ نہیں کیا، بس ایک بجے اپنے شیخ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا، مجھے غیرت معلوم ہوتی تھی کہ میرا پیر تو ناشتہ نہیں کرتا میں کس بے حیائی سے ناشتہ کروں؟ اور میرے شیخ کی خانقاہ میں غسل خانہ بھی نہیں تھا، جنگل کے تالاب میں نہاتے تھے، وہ دن سوچتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یا اللہ! آپ ہی نے ہمت دی تھی۔ اس خانقاہ کے قریب ہی عید گاہ تھی۔

روحانی زندگی کا آغاز

ایک مرتبہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ عید گاہ کی محراب میں سفید ململ زیب تن کیے ہوئے اوّابین پڑھ رہے تھے، درختوں کی قطاروں میں پتوں کے بیچوں بیچ سے چاند کی چاندنی چھلک کر عید گاہ کی زمین پر آرہی تھی اور میرا شیخ بھی چمک رہا تھا، اوّابین کے بعد دعا مانگ کر حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر اس محراب میں عبد الغنی پیدا ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ جانتے ہو کیسے پیدا ہوا؟ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تھے، انہوں نے ہمیں یہیں بیعت کیا۔

جب کسی اللہ والے سے کوئی بیعت ہوتا ہے تو اب اس کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے گویا اب پیدا ہوا، کیوں کہ اس اللہ والے سے اس کو حیاتِ ایمانیہ ملے گی، آہ وزاری ملے گی، اشکباری ملے گی، گناہوں سے بچنے کی توفیق اور جانبازی ملے گی، بازِ شاہی سے آپ کو شاہبازی ملے گی اور ایک دن آپ کو اس نعمت کے شکریہ میں یہ اعلان کرنا پڑے گا جو مولانا رومی نے اعلان کیا تھا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا تحدیث بالنعمت

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اعلان فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! میں نے اپنے شیخ شمس الدین تبریزی سے کیا نعمت پائی؟ فرماتے ہیں ؎

بازِ سلطانم گشم و نیکو پیم

جلال الدین رومی بازِ سلطاں بن چکا ہے، بازِ شاہی ہمیشہ بادشاہ کی کلائی پر بیٹھتا ہے اور کرگس ایک جانور ہے جسے اُردو میں گدھ کہتے ہیں، جو مردہ بھینسوں پر، لاشوں پر مرتا ہے، تو جو مرنے والوں کے ڈسٹمپر پر اور ان کے ناک کی اٹھان اور کتابی چہرے اور رنگ وروغن پر مرتا ہے، یہ کرگس ہے کہ مرنے والوں پر مر رہا ہے، اگر زندہ حقیقی اس کے دل میں ہوتا تو یہ مردوں پر ہرگز نہ مرتا، اللہ کے ملنے کی علامت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو لیلاؤں سے نجات دیتا ہے کہ کہاں ہگنے موتنے والی لاشوں پر مرتے ہو، لیکن بیویاں مستثنیٰ ہیں، ان کے ساتھ جتنی محبت کرو اتنا ہی اجر وثواب ہے، تو مولانا رومی کی طرح وہ مرید اعلان کرتا ہے ؏

بازِ سلطانم گشم و نیکو پیم

اے دنیا والو! جلال الدین رومی اب بازِ سلطاں بن چکا ہے اور نیک رفتار ہو چکا ہے، اس کے بُرے اخلاق اچھے

اخلاق سے تبدیل ہو چکے ہیں، اب وہ ابدال ہو چکا ہے ؎

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

ابدال کون لوگ ہیں؟ اولیاء اللہ! جو مبدل ہو گئے، جن کے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے تبدیل ہو گئے، اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان کی شراب سرکہ بن گئی۔

ابدال کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق حکیم الامت کا ارشاد

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ میرے گاؤں میں ایک صاحب دعویٰ کر رہے ہیں کہ میں ابدال ہو گیا ہوں، تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ جس کو ابدال بناتا ہے، قطب بناتا ہے، غوث بناتا ہے وہ دعویٰ نہیں کرتا، اپنے کو چھپاتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

کچھ ہونا میرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اور فرماتے تھے کہ جو کہے میں کچھ نہیں ہوں تو سمجھ لو یہ سب کچھ ہے اور جو کہتا ہے آئی ایم وی آئی پی تو سمجھ لو یہ پیے ہوئے ہے، اس کو شراب کا نشہ ہے۔ تو حکیم الامت نے جواب لکھا کہ جو شخص گاؤں میں دعویٰ کر رہا ہے کہ میں ابدال ہو گیا ہوں تو یہ دعویٰ کبر کی وجہ سے ہے، پہلے گوشت تھا "اب دال" ہو گیا ہے۔

دوسری نعمت کا اعلان مولانا رومی نے کیا فرمایا، بہت غور سے سن لو کیوں کہ میرے شیخ فرماتے تھے ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کے اڑ جائیں گے

تو آج ہمارے اکابر سب قبروں میں پہنچ گئے، ایک دن ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہو گا، میں جو بولی بول رہا ہوں اس چڑیا کی آواز کو غور سے سن لو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیارے آدمی ہیں، اپنی مثنوی میں تربیت و سلوک کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا۔ فرمایا کہ ایک بات اور سنو کہ مجھے اپنے پیر شمس الدین تبریزی سے کیا ملا؟ ؎

فارغ از مردارم و کرگس نیم

اے دنیا والو! جلال الدین مردہ کھانے سے فارغ ہوچکا ہے یعنی مرنے والوں سے دل لگانے سے نجات پاچکا ہے، کتنی ہی حسین شکل ہو اب جلال الدین خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

عشقِ مجازی کا انجام صرف ذلت، رسوائی اور پچھتاوا ہے

ارے ظالمو، غدّارو اور بے وفاؤ اور نمک حسینوں کا چکھنے والو! اگر تم سچے وفادار عاشق ہوتے تو جب شکل بگڑ جاتی ہے اس وقت بھی وفاداری دِکھاتے، اس وقت کیوں گدھے کی طرح بھاگتے ہو؟ آہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی کے حسن پر پانچ سال تک خط لکھتا رہا کہ میں بے قرار ہوں، رات بھر تارے گنتا ہوں، نیند نہیں آرہی، تڑپتا ہوں تو اس کے معشوق نے کہا کہ تم کیوں تڑپتے ہو، آجاؤ مجھے دیکھ لو، میری زیارت کرلو، اس نے کہیں سے چندہ کیا، کیوں کہ کرایہ نہیں تھا غریب آدمی تھا جب وہاں پہنچا تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ سال میں اس کی شکل بالکل بگڑ گئی تھی، پانچ سال میں تو حکومت بدل جاتی ہے، پانچ سال بعد الیکشن ہوتا ہے یا نہیں؟ تو چہرے کا بھی الیکشن ہوتا ہے تو اس کی شکل بالکل بدل گئی تھی اور اس کے لبِ نازک جس کو چومنے اور چوسنے کے لیے پریشان تھا وہاں بڑی بڑی مونچھیں نکلی ہوئی تھیں، اب جب شکل دیکھی تو سر جھکا لیا کہ یہ میں حسن کے قبرستان میں کہاں آگیا؟ اس نے سوچا کہ اب کسی طرح سے آبرو بچاؤ تو وہ اپنے پرانے خط پڑھ پڑھ کر سنانے لگا کہ میں نے آپ کو فلاں جنگل میں گیارہ جنوری کو یہ خط لکھا تھا اور فروری میں آپ کو یہ خط لکھا تو معشوق سمجھ گیا کہ اب اس کو میری شکل مزے دار نہیں لگ رہی تو اس نے ایک طمانچہ مارا۔ کہا کہ خط تو آدھی ملاقات ہے، اب آپ میرے پاس آئے ہو تو پوری ملاقات میں مجھے کیوں نہیں دیکھتے ہو؟ پوری ملاقات پر نصف ملاقات کو ترجیح دے رہے ہو یعنی خط پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہو۔

ایک صاحب ایسے ہی اظہارِ محبت کیا کرتے تھے، لیکن جب معشوق کی شکل بگڑ گئی تو اس سے منہ پھیرنے لگے تب معشوق نے آکر ہر روز ستانا شروع کیا پھر عاشق صاحب یہ شعر پڑھتے ؎

وہ اکثر آکے مجھ سے پوچھتے ہیں
میاں کیا حال ہے دردِ جگر کا

ارے ظالمو! اللہ کے نام پر مرنا سیکھو ورنہ جس دن جنازہ دفن ہوگا تب تمہیں جوتے پڑیں گے پھر تم خود کو جوتے لگانے کے قابل سمجھو گے کہ میں نے کہاں غیر اللہ پر جان دی؟ اگر یہ حسن و عشق اچھی چیز ہے تو جب

جغرافیہ بدل جاتا ہے پھر تم اس سے محبت کیوں نہیں کرتے ؟ اس کی شخصیت، اس کی ذات تو موجود ہے، لیکن اب اس کو انڈا اور مرنڈا کیوں نہیں پلاتے ؟ اب اس کو پیار و محبت کیوں نہیں کرتے ؟ کیوں وہاں سے فرار اختیار کرتے ہو ؟ بتاؤ ! کیا اس غدّاری اور بے وفائی پر کوئی انعام ملے گا ؟

اس لیے علماء ایمانیات تو لکھتے ہی ہیں کہ یہ حرام ہے، مگر حکماء یونان نے بھی یہی لکھا ہے تمام اطباء کا اجماع ہے کہ عشقِ مجازی ہمیشہ بے وقوفوں کو ہوتا ہے۔ تو اس عاشق کا جواب سن لو۔ آہ ! میں اس جواب سے بہت سبق لیتا ہوں۔ اس عاشق نے کہا کہ آپ نے مجھے جو طمانچہ مارا تو واقعی صحیح ہے آپ بالکل حق پر ہیں کیوں کہ میں اب آپ کو اس طرح دیکھتا بھی نہیں ہوں جس للچائی ہوئی نظر سے پہلے دیکھتا تھا۔ لیکن میں آپ کو کیوں نہیں دیکھ رہا ؟ اس کا جواب بھی مولانا رومی نے نقل کیا، مولانا رومی کا انداز دیکھو۔ اس عاشق نے کہا کہ میں آپ کے چہرے کے جس پانی پر مرا تھا تو تالاب تو اب بھی وہی ہے مگر جس پانی پر میں پانچ سال پہلے مرا تھا اب وہ پانی نہیں رہا، پانی بدل گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ایمان والوں کو پہلے ہی سبق دے دیا کہ لا الٰہ کو یاد رکھنا، غیر اللہ سے دل مت لگانا بس پھر سارا عالم الا اللہ کے انوار سے بھرا ہوا ملے گا۔

تو حرم کے پہاڑوں کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ علمِ عظیم عطا فرمایا کہ میں نے اپنا گھر بالکل صحیح جغرافیہ میں بنایا ہے تاکہ میرے عاشقین میرے گھر کا چکر لگائیں، درختوں کے پاس بھی نہ جائیں اور رات کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے ان کو مجھ سے بھاگنا نہ پڑے۔

فرضیتِ تقویٰ سے متعلق ایک علمِ عظیم

اور اللہ تعالیٰ نے تقویٰ بھی اسی لیے فرض کیا۔ من جملہ بہت سی وجوہات کے، میں اسرار کو محدود نہیں کرتا مگر ایک راز میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمایا کہ نافرمانی اور گناہ سے بندہ مجھ سے دور ہوتا ہے اور کوئی ماں باپ اپنے بچوں کو دور نہیں رکھنا چاہتے تو میں بھی نہیں چاہتا کہ گناہ کرکے میرے بندے مجھ سے دور ہو جائیں۔ تو میں اپنے حضور میں اور اپنے قرب میں ان کو چپکا کر اپنی رحمت کے پیار میں رکھنا چاہتا ہوں، اس لیے گناہ کو میں حرام کرتا ہوں۔ تقویٰ کے فرض ہونے کا یہ راز عجیب ہے یا نہیں ؟

بتاؤ علماء دین ! یہ عظیم الشان راز ہے یا نہیں ؟ کہ ہر گناہ بندے کو مجھ سے دور کرتا ہے اور جس طرح ماں باپ کی رحمت نہیں چاہتی کہ میرے بچے مجھ سے دور ہوں، تو ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے میرے پاس رہیں، تقویٰ کے ذریعے سے ہم ان کی غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھیں۔ بندے مجھ سے

قریب رہیں، ایک سیکنڈ کو بھی ہم سے جدا نہ ہوں، اس لیے عاشقوں کی حیات اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی پر ہوتی ہے، وہ ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت کا ایک کلو لینا تو درکنار اگر کبھی غلطی سے حرام لذت کا ایک ذرّہ بھی ان کے دل میں آجاتا ہے تو اس حرام لذت کو بھی ندامت واستغفار سے رو رو کر واپس سرکار میں جمع کرادیتے ہیں کہ اے اللہ ان شکلوں سے میرے نفس نے جو کچھ حرام لذت کی چوری کی، ہم اپنے مستلذات محرّمہ مسروقہ سے ندامت کے ساتھ معافی چاہتے ہیں، یعنی ہم نہیں چاہتے کہ آپ کی ناخوشی کے راستے ایک ذرّہ سے بھی ہمارا دل خوش ہو جائے، ایسی خوشی پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جس سے میرا مالک ناخوش ہو۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

جب تک حسینوں کو دیکھنے سے آپ کو بے چینی اور اضطراب اور ندامت نہ ہو تو آپ مولیٰ والے نہیں ہیں اور آپ کے دل کا ترازو صحیح نہیں ہے۔

عاشقانِ حق کا میزانِ قلب انتہائی حسّاس ہوتا ہے

ایک سنار میرا مرید ہے، اکثر دوست اسے جانتے ہیں، اس نے کہا کہ جب ہم سونا تولتے ہیں تو سانس روک لیتے ہیں، سانس سے بھی وزن خراب ہو جاتا ہے، کانٹا ہل جاتا ہے، اتنا نازک ترازو ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو نہایت لطیف اور نازک ترازو دیتا ہے کہ اگر کسی حسین پر اچانک نظر پڑ جائے اور ان کا نفس غیر شعوری طور پر، الفاظ یاد رکھو غیر ارادی، غیر شعوری طور پر بھی ان کے نفس میں، ان کے دل میں، ان کے باطن میں حرام لذت امپورٹ ہو جائے، تو ان کے قلب کے ترازو کا کانٹا فوراً بتادیتا ہے کہ آگیا کوئی زہر، خوشی کی اس ہلکی سی لہر کو بھی وہ ریکارڈ کرتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے ہیں اور اس مضمون سے معافی مانگتے ہیں کہ اے خدا! غیر شعوری طور پر جس کا ہمیں احساس بھی نہ ہوا ہو، لیکن پھر بھی میرے نفس نے اگر کوئی حرام لذت درآمد کی ہو، آپ کے علم میں جو ذرّات، جو اعشاریہ بلکہ اعشاریہ کا بھی سواں حصہ اگر میں نے کسی وقت بھی جب سے بالغ ہوا ہوں آپ کی ناخوشی کی راہوں سے جتنی خوشیاں بھی حاصل کی ہیں، میں ندامت کے ساتھ اور خون کے آنسوؤں کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوں، اس لیے کہ ہم اس خوشی کو مبارک نہیں سمجھتے جس سے آپ ناخوش ہوں، کیوں کہ آپ ہمارے وجود کے خالق ہیں، ہمارے رب یعنی پالنے والے ہیں، ہم ہر سانس آپ کے احسانات میں دبے ہوئے ہیں۔

نظر بازی شرافتِ عبدیت کے خلاف ہے

بتاؤ! یہ شرافتِ عبدیت ہے یا نہیں؟ جو ظالم حسینوں کو دیکھ دیکھ کر حرام مزہ لیتا ہے واللہ ایسے بے غیرت کا کائنات میں کوئی نہیں، اور یہ حیا کے بھی خلاف ہے، جو ہمیں پیدا کرے، جو ہمیں پالے اس کا زیادہ حق ہے یا اس نفس دشمن کا زیادہ حق ہے؟ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جب کوئی کسی حسین لڑکی یا لڑکے کو دیکھتا ہے تو اس ظالم کو اس وقت اس کا احساس بھی نہیں رہتا کہ میرا کوئی مالک بھی ہے، میرا کوئی خالق بھی ہے، میرا کوئی پالنے والا بھی ہے۔ اس کو اپنا شیخ، اپنی خانقاہ، اپنا پالنے والا سب بھول جاتا ہے، وہ سر سے پیر تک شیطان بن جاتا ہے، اس پر نفس غالب ہو جاتا ہے، اس کی حیا بھی ختم ہو جاتی ہے، وہ بے غیرت مخبوط الحواس نہایت درجے کا کمینہ ہوتا ہے، اگر اس وقت یہ احساس ہوتا کہ میری نظر کو میرا اللہ بھی دیکھ رہا ہے تو کیسے بد نظری کی ہمت پڑتی۔

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

اولیائے صدیقین کا نصاب

میں اولیاء کے سب سے بڑے درجہ کا کورس پڑھا رہا ہوں، دعویٰ نہیں کرتا لیکن آج کل غیر اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ مجھے اولیائے صدیقین کے مقامات پر سارے عالم میں تقریر کرا رہا ہے یعنی اسپیشلسٹ سے بھی اوپر پی ایچ ڈی سے بھی اوپر کا مضمون، کیوں کہ صدیقین سب سے بڑے اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تین تعریفیں بیان کی ہیں۔ نمبر ایک:

اَلصِّدِّیْقُ ھُوَ الَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ

جس کی زبان اور دل ایک ہو جائے، جو دل میں ہو وہی زبان پر ہو، منافقانہ بات نہ ہو۔ نمبر دو:

اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ

جس کا باطن ظاہری ماحول سے متاثر نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے برابر رابطہ رکھے، تو سمجھ لو اللہ اس کو پیار کر رہا ہے

اور یہ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ [۱۹۶] کا مظہر ہے، قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحابِ کہف غریب تھے، لیکن بادشاہ کو جرأت سے ڈٹ کر جواب دے رہے ہیں کہ ہمارا رب ہمارا اللہ ہے، تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کا کمال نہیں تھا، یہ غریب مسکین کیا جانیں کہ بادشاہ کی عظمت اور تلواروں کے سائے میں کیا کہیں، انہوں نے جو یہ جملہ کہا اس کی وجہ تھی وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہ ہم نے ان کے دلوں کو رابطۂ خاصہ یعنی اولیائے صدیقین کی سطح کا رابطہ نصیب فرمایا تھا، ہم نے ان کے دلوں سے رابطہ قائم کیا ہوا تھا پھر ان کے دل کو کون ڈرا سکتا تھا؟ جس لومڑی کے سر پر شیر ہاتھ رکھ دے کہ گھبر انا مت ہم تمہارے ساتھ ہیں، تو وہ لومڑی چیتے کا کلہ پھاڑ دیتی ہے۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

روبہے کہ ہست او را شیر پشت
بشکند کلّۂ پلنگاں را بہ مشت

اور اس رابطۂ خاصہ کے بارے میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

اللہ والوں کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے باتیں نصیب ہوتی ہیں مگر اس میں آواز نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی آواز محتاجِ آواز نہیں ہے۔ آپ دیکھیے ٹیلی گرام میں فقط کٹ کٹ کٹ کی آواز آتی ہے مگر اسی سے حروف بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی آواز محتاجِ آواز نہیں ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے آج اشرف علی کا یہ حال ہے کہ ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ اشرف علی یہ کرو یہ نہ کرو۔ خواجہ صاحب نے اسی مقام کو شعر میں پیش کر دیا ؎

تم سا کوئی ہم دم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

۱۹۶؎ الکھف: ۱۴

کرامتِ صحبتِ اہل اللہ

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو سونے کا ترازو بنادے، ایک اعشاریہ حرام لذت آجائے تو دل تڑپ جائے۔ آپ بتاؤ مچھلی کو دریا سے نکال کر تپتی ہوئی ریت پر ایک سیکنڈ کے لیے رکھ دو تو تڑپتی ہے یا نہیں؟ تو کیا وجہ ہے کہ ایک اعشاریہ حرام لذت سے ہمارا دل نہ تڑپے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم سانپ ہیں مچھلی نہیں ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

آہ! ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھنا یہ اللہ والوں کا کام ہے، سانپوں کو یہ مقام کہاں حاصل ہے۔ سانپ میں زہر بھرا ہوا ہے۔ جس کے نفس میں حرام لذت کی عادت پڑی ہوئی ہو اس کو پاک ہونے کے لیے ایک زمانہ چاہیے، وہ دوسروں سے زیادہ جان کی بازی لگائے، زیادہ اللہ والوں کے ساتھ رہے، سانپ تو مچھلی کے ساتھ ہزار سال بھی رہے تو سانپ ہی رہے گا لیکن اگر گناہ گار اللہ والوں کے ساتھ رہیں تو ان کی ماہیت بدل جاتی ہے، اللہ ان سانپوں کو یعنی ان گناہ گاروں کو مچھلی بنادیتا ہے، صاحبِ نسبت کردیتا ہے، ایسی قوی تجلی دیتا ہے کہ جن کے صدقے میں پھر ان سے ہزاروں اہلِ نظر پیدا ہوتے ہیں، یہ ایسے دیوانے بنتے ہیں کہ دیوانہ سازی بھی جانتے ہیں اور کسی لباس میں ہوں کسی حال میں ہوں چاہے بریانی کا لقمہ ہو چاہے چٹنی روٹی ہو چاہے کروڑوں روپے کا لباس و سلطنت و مرسڈیز ہو، ان کے نزدیک کوئی حجابات نہیں رہتے ؎

اُڑا دیتا ہوں اب بھی تار تارِ ہست و بود اصغرؔ
لباسِ زہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

تو دوستو! مزہ لوٹ لو، واللہ کہتا ہوں کہ ایک دن جب موت آئے گی تو فیلڈ ختم ہو جائے گی، اللہ پر مرنے کے لیے زندگی چاہیے اور جب موت آگئی تو اب اللہ پر کیا فدا کرو گے؟ اللہ مردہ نہیں خریدتا، زندوں کو حکم دیتا ہے کہ مجھ پر فدا ہو جاؤ تو زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرلو، ایک ایک سانس کی قدر کرلو، ایک ہی سانس میں آپ اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ سکتے ہیں، صرف اس ارادے سے کہ آج سے اپنے مولیٰ کو

ناراض کر کے حرام لذت کو امپورٹ نہیں کروں گا، ارادہ پیدا ہوا اور اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک آپ کی روح پہنچ گئی لہٰذا ارادہ کر لو اور ہمت کر لو۔

ہر ایک میں منتہائے ولایت تک پہنچنے کی ہمت ہے

لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے اس کی ہمت دی ہے کہ آپ اولیائے صدیقین کی آخری حد تک پہنچ جائیں اور اس کی دلیل کیا ہے؟ ایک نہایت تگڑا آدمی پستول لیے ہوئے کھڑا ہو اور کہے کہ یہ میری حسین بیٹی ہے اور یہ میرا نمکین بیٹا ہے، سنا ہے کہ آپ نظر بازی کے پرانے عادی ہیں ذرا دیکھو تو اب، تم کو جوتے مارتا ہوں، یہ کھوپڑی جو چاند جیسی ہے بال تو پہلے ہی سے نہیں ہیں، اس کو مار مار کے اور بھی زخمی کر دوں گا، تو وہاں بڑے بڑے عاشق مزاج اور رومانٹک بھی ہاتھ جوڑ دیں گے۔ کیا وجہ ہے کہ تمہاری غیرت اللہ سے غیرت نہیں کھاتی؟ کیا تم جوتے ہی کے آدمی ہو، اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے ہو؟ مرنے کے بعد وہ لوگ اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے جب اللہ پوچھے گا کہ زندگی کہاں قربان کی؟ لہٰذا حسینوں کو نہ غصے سے دیکھو نہ پیار سے دیکھو اور نہ ریسرچ آفیسر کی حیثیت سے دیکھو۔

بد نظری میں مبتلا کرنے کے لیے شیطان کا ایک فریب

استنبول میں مختلف ڈیزائن کی عورتیں تھیں، کوئی گھٹنوں تک ٹانگیں کھولے ہوئے تھی کوئی رانوں تک، تو شیطان پہنچ گیا، اس نے کہا کہ ہم مولوی لوگ ہیں، یہاں عریانی کا اچھی طرح مشاہدہ کر لو تاکہ اپنے اپنے ملکوں میں سمجھانے میں آسانی ہو اور ہم لوگوں کو بتا سکیں کہ ترکی میں بے پردگی کے کیا کیا ڈیزائن ہیں، تو میں نے شیطان کی بات کو تاڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہم کو حسن کا ریسرچ آفیسر نہیں بنایا، ہم کوئی تحقیقاتی کمیٹی کے چیئرمین بھی نہیں ہیں، یہاں کوئی کیا کر رہا ہے کسی کو مت دیکھیے۔

دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میں اپنے لیے بھی اور آپ سب کے لیے بھی دردِ دل سے چاہتا ہوں کہ ہم سب اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے جس کے آگے ولایت ختم ہے آگے نبوت کے بند دروازے ہیں تو اللہ تعالیٰ اختر کو، میری اولاد کو اور میرے احباب کو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا کر پھر ہماری روح کو قبض کرے، ہم میں سے ایک بھی محروم نہ رہے۔

اولیائے صدیقین کی تیسری تعریف ہے:

اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ[۱۹۷]

جو اپنی دنیا و آخرت دونوں جہاں اللہ پر فدا کر دے۔ اور فدا کرنے سے آپ غریب نہیں ہوں گے، جس کو اللہ پیار کرلے اس سے بڑا کوئی رئیس نہیں، بڑے بڑے مال دار اس کی جوتیاں اٹھانے کو فخر سمجھتے ہیں، اور کوئی سمجھے نہ سمجھے اللہ والوں کی سلطنت خود ان کے دل میں ہوتی ہے، ان کی سلطنت فوج پر نہیں ہوتی، ان کی سلطنت دولت پر نہیں ہوتی۔ سنو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شاہ آں باشد کہ از خود شہ شود
نے ز لشکر نے ز دولت شہ شود

اصلی شاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے شاہ ہو، اس کی سلطنت دل میں ہو، فوج اور دولت سے بادشاہت خطرے میں ہوتی ہے، فوج بگڑ گئی بادشاہت گئی، دولت ختم ہوگئی حکومت کنگال ہوگئی۔ تو آپ نے علامہ آلوسی کی اولیائے صدیقین کی تین تعریفیں سن لیں۔

اولیائے صدیقین کی ایک انوکھی تعریف

اولیائے صدیقین کی چوتھی تعریف اُسی مبدأ فیاض سے اختر کو عطا ہوئی ہے جس سے علامہ آلوسی کو عطا ہوئی کہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد پر وہ شخص پہنچا ہوا ہے جو اپنی زندگی کی ہر سانس کو اپنے مالک کی خوشیوں کے اعمال پر فدا کر دے اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض کرکے حرام لذت کو امپورٹ نہ ہونے دے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے، کیوں کہ بشر ہے، تو رو رو کے سجدہ گاہ کو تر کر دے، اتنا زیادہ روئے کہ فرشتوں کو رحم آجائے اور فرشتے بھی رونے لگیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چوں بنالم چرخہا نالاں شود

جب جلال الدین روتا ہے تو میرے ساتھ ایک مخلوق روتی ہے، جب جلال الدین آہ و نالہ کرتا ہے تو آسمان میرے ساتھ آہ و نالہ کرتے ہیں، اور فرمایا کہ ؎

---

[۱۹۷] روح المعانی: ۱۳/۸۷، یوسف (۴۶)، داراحیاء التراث، بیروت

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

زمین پر کہیں دیکھنا کہ خون پڑا ہے تو یقین کرلینا کہ یہاں جلال الدین رویا ہوگا، اور فرمایا ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بودے
تا نثارِ دلبرے زیبا شدے

کاش! میرے آنسو دریا ہوجاتے تاکہ اے خدا میں دریا کا دریا آنسو آپ پر قربان کردیتا۔ جس مقام سے اللہ والے روتے ہیں غیر اولیاء اس کو کیا جانیں۔ غیر ولی اللہ والوں کی اشک ندامت اور آہ وزاری کو سمجھ ہی نہیں سکتا کیوں کہ ان کی آہ وزاری کی قیمت بقدرِ یاری اور بقدرِ فضل باری ہے۔

اللہ اللہ ہے۔ اگر اللہ کو نہ پایا تو بہت بُری موت آئے گی، سن لو اس کو! یہ حسین لونڈے آپ کی قبروں میں نہیں جائیں گے، ان سے تو تم زندگی ہی میں بھاگتے ہو جب ان کا حسن زوال پذیر ہوتا ہے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

بگڑنے والے پر جو بگڑتا ہے وہ باگڑ بلّا ہوتا ہے عارف باللہ نہیں ہوتا۔

اللہ کا راستہ انتہائی آسان ہے

اللہ کو حاصل کرنا بہت آسان ہے، ولی اللہ بننا اتنا آسان ہے کہ اس سے آسان کام دنیا میں کوئی اور نہیں ہے، بزنس کرو تو مشکلات، رات دن فکر لگی ہوئی ہے، کوئی آسٹریلیا جارہا ہے کوئی جاپان جارہا ہے، نیندیں حرام ہیں، مال لارہے ہیں پھر گاہک نہیں آرہے ہیں تو رورہے ہیں یا اس کے پاس کسی نے ایک دکان اور کھول لی اب روتے ہوئے آرہے ہیں کہ صاحب جب سے دوسری دکان کھلی ہے میری تو مارکیٹ خراب ہوگئی ہے، ہزاروں غم ہیں، اور اللہ کا راستہ اتنا آسان ہے کہ کام نہ کرو، تجارت میں تو کام کرنا پڑے گا اور اللہ کی محبت میں کوئی کام نہ کرو، بس فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرلو اور آرام سے بیٹھو یعنی صرف ایک کام کرو کہ رام رام نہ کرو یعنی وہ کام نہ کرو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو، خوب سوؤ، خوب دوستوں میں سموسے کھاؤ،

کینیا کی چائے پیو، خوش طبعی کرو، سمندروں میں نہاؤ مگر طغیانی والے سمندر میں مت نہانا کہیں ڈوب جاؤ، بس اللہ کو ناخوش نہ کرو اور آرام سے رہو۔ دیکھو جہاز پر ایئر ہوسٹس پر نظر مار کر دل کو تڑپانا کہ ہائے میری گھر والی تو ایسی نہیں ہے اور یہ تو ایسی ہے ویسی ہے ؎

ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے
کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے

میاں! ان چکروں میں کیا پڑے ہو! نظر بچاؤ تو یہ سب کچھ بھول جاؤ گے، اور نظر بچا کر دل میں کہو کہ یا اللہ جو آپ نے مجھے حلال کی بیوی دی ہے، جو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ہم کو عطا فرمائی ہے ہمارے لیے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی لیلیٰ نہیں ہے۔ اب میرا شعر سنو جو تازہ ہوا ہے بعض لوگوں نے نہیں سنا ہو گا، اپنی بیویوں کے بارے میں ایک شعر پڑھا کرو ؎

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مرا دادہ ست او مولائے من

میری بیوی میرے لیے لیلیٰ ہے جو میرے مولیٰ نے مجھے دی ہے اور یہ بھی جنت میں جا کر حوروں سے زیادہ خوبصورت ہو جائے گی۔

بد نظری تجلیاتِ متواترہ، بازغہ، وافرہ سے محرومی کا سبب ہے

جس وقت کوئی حسین کو دیکھتا ہے خدائے تعالیٰ کی رحمت کا سایہ اس پر سے ہٹ جاتا ہے اور لعنت کا سایہ آجاتا ہے اور پھر اس سے نفس ظالم جو بدمعاشی کرالے کم ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نفسِ امارہ سے حفاظت کے لیے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا جو استثناء فرمایا ہے کہ اگر میری رحمت کا سایہ تم پر ہو تو نفسِ امارہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتا اور بد نظری سے سایۂ رحمت اٹھ جاتا ہے، بلکہ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ کا مستحق ہو جاتا ہے کہ جو حسینوں پر نظر ڈالتا ہے اے اللہ! اس پر لعنت فرما۔ کیا نبی کی بد دعا رائیگاں جائے گی؟ تو لعنت کے سائے کے ہوتے ہوئے رحمت کا سایہ نہیں رہے گا، پھر تو نفس تم سے زِنا بھی کرائے گا اور ہر بدمعاشی اور خبیث حرکت کرا سکتا ہے، کم سے کم دل میں تو زِنا کے خیالات لائے گا۔ تمہارا دل جو مولیٰ کا پریذیڈنٹ ہاؤس تھا، تجلیاتِ الٰہیہ کا محور، مخزن، مورد اور منزل تھا وہی قلب اب پاخانے کے مقام میں داخل ہونے کے لیے خیالات گانٹھ رہا ہے، عورتوں کی شرمگاہ میں داخل ہونے کے لیے گندے خیالات دل میں

آرہے ہیں۔ آہ! مومن کا قلب جو اللہ کی تجلیاتِ متواترہ مسلسلہ بازغہ وافرہ کا محل تھا، بد نظری کی لعنت سے اس میں حسینوں کے پاخانے اور پیشاب کے مقامات میں عبور اور مرور کے خیالات آرہے ہیں۔

تو اولیائے صدیقین کی میری جو چوتھی تعریف ہے اگر علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ باحیات ہوتے تو اُٹھ کر مجھ سے معانقہ کرتے۔ میری چوتھی تعریف آسان بھی ہے اور اہم بھی کہ ہماری زندگی کا کوئی لمحہ اور زندگی کی کوئی سانس اور کوئی سیکنڈ، کوئی دقیقہ اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے اور دقیقہ سے عقیقہ کا وزن ملتا ہے یعنی آپ ہر وقت عقیقہ کرتے رہو یعنی حرام خواہش کی قربانی کرکے اللہ میاں کے لیے عقیقہ کرتے رہو۔ بتایئے! دقیقہ سے عقیقہ کا ربط کیسا ملایا!

آہ! میرے دل میں ہر وقت نئے نئے مضامین آتے ہیں کیوں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت نصیب ہورہی ہے۔ تو جب دل میں حرام خواہشیں آئیں تو ان کو ذبح کرکے عقیقہ کرو، بُری خواہش کے بکرے دنبے ذبح کرکے ہر وقت عقیقہ کرو، لیکن ایک دقیقہ بھی اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت کو امپورٹ نہ کرو، بس اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک ان شاء اللہ پہنچ جاؤ گے۔

مستغفرین بروزِ قیامت بمنزلۂ متقین ہوں گے

اگر کبھی غلطی ہوجائے کیوں کہ انسان ہے تو فوراً اللہ سے رجوع کرو، تو استغفار و ندامت سے بھی آپ اسی درجے میں رہیں گے، ذرا بھی اولیائے صدیقین کی آخری سرحد سے ہٹائے نہیں جائیں گے، کیوں کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاستغفار میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نَزَلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ [۱۹۸]

مستغفرین یعنی اللہ سے معافی مانگنے والے بھی متقیوں کے درجے میں ہوں گے۔

دیکھو! میں نے آپ کو میٹرک نہیں پڑھایا، انٹر نہیں پڑھایا، ایم ایس نہیں پڑھایا، پی ایچ ڈی بھی نہیں پڑھایا، بلکہ سب سے آخری درجہ جہاں ولایت ختم ہوتی ہے اور آگے نبوت شروع ہوتی ہے میں اس سیل (Seal) دروازے تک آپ کو پہنچانے کی کوشش کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی، آپ کو بھی، میری

---

۱۹۸ مرقاۃ المفاتیح: ۱۳۵/۵، باب الاستغفار و التوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اولاد کو بھی اور سارے عالم کے حاضرین اور غائبین احباب کو اس مقام تک پہنچادے کہ جہاں ہماری حیات ہر وقت اللہ کی آغوشِ رحمت میں رہے، آغوشِ قرب میں رہے، ایک لمحہ بھی ہم نالائقی اور نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ سے دور نہ ہوں، ہمارے قلب و جان اللہ سے اس طرح سے چپکے ہوں جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپٹ کر دودھ پیتا رہتا ہے، ہمارے دل و جان کو اللہ تعالیٰ بلا استحقاق اپنی رحمت سے ایسے چپٹالے کہ ہمارے دل و جان چپکے چپکے اللہ کے قرب کی لذت کا دودھ پیتے رہیں۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! سارے عالم میں میرے دردِ دل کی خوشبو نشر کردے اور اختر کو ایک گروہِ عاشقاں عطا فرمادے اور سارے عالم میں اپنے دین کے لیے اختر کو بمع احباب، گروہِ عاشقاں اور صادقاں پھرادے، سارے عالم میں ساری عالمی زبانوں میں اس کی اشاعت بھی فرمادے اور میرا ایک دوست بھی محروم نہ رہے، میری ایک اولاد بھی محروم نہ رہے، میری یہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، مسافر کی دعا اللہ قبول فرماتے ہیں۔ میں قصور کار ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نعمت عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقامِ نبوت کے سیل بند دروازے تک دِکھائے کہ ان پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچنے کا مضمون مالک کے کرم سے اختر نے بیان کردیا، اللہ پاک مجھے بھی اور آپ سب کو وہاں تک پہنچائے۔

(یہاں حضرت والا نے اپنے مقام سے نزول فرماتے ہوئے اپنے اولیائے صدیقین کی آخری سرحد والی نسبت کو چھپالیا۔ جس پر احقر راقم الحروف نے حضرت والا سے عرض کیا کہ تکویناً حضرت والا کا مقام ظاہر ہوگیا، کیوں کہ نبوت کے بند دروازے پر لگے ہوئے تالے وہی دیکھ سکتا ہے جو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد پر ہو۔ اس پر حضرت اقدس دامت برکاتہم نے خاموشی اختیار فرمائی۔)

اب آگے تو نبوت کا دروازہ ہے جس پر تالے لگے ہوئے ہیں، اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا، مگر بتائیے کہ ولایت کے اس مقام پر پہنچ کر اگر ہم کو موت آجائے، تو یہ بہتر ہے یا گنے موتنے اور مرنے والوں کی لاشوں پر جان دیتے ہوئے مریں؟ یہ کیسی موت ہوگی؟ لہٰذا ہمت کرلو، ان شاء اللہ آپ جیسے ہی یُرِیْدُوْنَ بنیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو مراد بنالیں گے۔ صحابہ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کے دل میں مراد ہوں۔ بس اتنا ارادہ کرلو کہ اللہ کو مراد بنانا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آپ کو مراد بنالے گا اور مرادیت کے مقام پر فائز فرمائے گا۔

مقاماتِ گندگی چھوڑ کر شاہراہِ اولیاء پر آجاؤ

اللہ نے ہمت و حوصلہ دیا ہے، اگر ہمت و حوصلہ نہ دیتا تو اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچنے کا حکم نہ دیتا، ہمت موجود ہے، بس اپنی خبیث عادتیں چھوڑ دو، غلط مقامات اور گندی نالیوں سے چمگادڑ کی طرح گو اور موت چوسنا چھوڑ دو اور مشک اور زعفران کے راستے پر آجاؤ، اولیاء اللہ کی خوشبو اور غذائے اولیاء اور غذائے دوستاں کھانا شروع کردو۔

خوئے معدہ زیں کہ وجو باز کن
خوردنِ ریحان و گُل آغاز کن

آہ! صاحبِ قونیہ فرمارہے ہیں کہ اپنے معدہ کو یہ گھاس بھوسہ جو کھلا رہے ہو اس سے باز آجاؤ اور ریحان و گل کھانا شروع کرو یعنی اللہ کی محبت اور قرب کی لذت اور غمِ تقویٰ اور غمِ اولیاء اور غذائے اولیاء کھانا شروع کردو، ان کے راستے کا غم اٹھانا شروع کردو۔ واللہ! اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خوشی نہیں ہے۔ جو ان کے راستے کا غم اٹھاتا ہے، جو خدا کے راستے میں گناہ چھوڑنے کا غم اٹھاتا ہے اس سے بڑی دونوں جہاں میں کوئی خوشی نہیں ہے، یہ خوشی جنت میں بھی آپ کو نہیں ملے گی۔ گناہ سے بچنے کا غم، حسینوں سے نظر بچانے کا غم وہاں نہیں ملے گا، وہاں شریعت ختم ہوجائے گی کیوں کہ نفس ہی نہیں رہے گا، لہٰذا جو کمانا ہے اسی دنیا میں کمالو۔

کمالو میری جاں کمانے کے دن ہیں

دین کا کثیر حصہ اُردو زبان میں محفوظ ہے

آہ! کیسا مصرع پڑھا، نظر بچا بچا کر غم اٹھاؤ اور غم اٹھا کر اولیاء اللہ بن جاؤ اور اس کمانے کی فیلڈ سے فائدہ اٹھالو۔ بتایئے! کیسا رومانٹک مصرع ہے یہ۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اُردو سیکھ لو دوستو! کیوں کہ ہمارے دین کا کثیر حصہ اُردو میں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب اُردو سیکھنا تو بہت مشکل ہے تو میں کہتا ہوں کہ کچھ مشکل نہیں ہے اور اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ فرض کرلو کہ ایک بہت ہی حسین لڑکی ہے، نہایت خوبصورت نازک کتابی چہرہ، ہرن جیسی آنکھیں اور گلاب کی پنکھڑی جیسے ہونٹ اور کمر ایسی کہ ٹٹولنے سے محسوس ہی نہ ہو۔

سنا کرتے ہیں ان کی بھی کمر ہے
کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

اور وہ لڑکی اعلیٰ درجے کی اُردو بولتی ہو، پہلی رات ہی آکر گجراتی بھائی سے یہ کہے کہ مزاجِ مبارک، مزاجِ عالی، مزاج شریف۔ اب وہ پریشانی کے عالم میں ایک طرف کو لیٹے ہیں، بڑی مشکل سے رات گزار رہے ہیں اور رات بھر کہہ رہے ہیں گزر رات گزر رات۔ آج معلوم ہوا کہ گجرات کے کیا معنیٰ ہیں۔ ایک گجراتی عاشق کی رات نہیں گزر رہی تھی، اس کی دلہن صبح آنی تھی، اب وہ رات سے کہتا ہے کہ گزر رات، گزر رات اور گزر رات، بگڑتے بگڑتے گجرات ہو گیا۔

تو جب یہ گجراتی بھائی اس حسین و جمیل لڑکی کی اعلیٰ اُردو سنے گا، تو صبح ہوتے ہی کسی اُردو دان کو ڈھونڈے گا یا نہیں؟ کہ ہم کو بھی اُردو سکھا دو۔ تو یہ کیا بات ہے کہ لیلیٰ کے لیے تو اُردو سیکھنا آسان اور مولیٰ کے لیے اُردو مشکل، لٰہذا اپنے بچوں کو اُردو سکھاؤ کیوں کہ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اسی میں ہے۔

بُرے خوابوں سے پریشان نہ ہوں

ایک صاحب بُرا خواب دیکھ کر پریشان تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ خواب سے کچھ نہیں ہوتا، اگر بُرا خواب نظر آجائے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم پڑھ کے بائیں طرف تین دفعہ تھوک دو۔ اللہ نے ہم کو خوابوں کے حوالے نہیں کیا، نہ خواب سے جنت ہے نہ خواب سے جہنم ہے، سب عمل سے ہے، ورنہ اگر کوئی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو کیا صحابی ہو جائے گا؟ اور اگر خواب میں کوئی زِنا کرلے تو کیا اس کو زِنا کی سزا ملے گی؟ کبھی شیطان مومن کو ڈرانے کے لیے خواب بدل دیتا ہے، کبھی آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ میرا لڑکا آگ میں جل رہا ہے، کبھی دیکھتا ہے کہ میرا لڑکا کنویں میں گر گیا ہے تو شیطان بڑا چکر باز ہے، کبھی دکھائے گا کہ شیخ ہم سے بہت ناراض ہے، ڈانٹ رہا ہے لٰہذا ان سب چکروں میں مت پڑو، جب شیخ بیداری میں خوش ہے تو خواب سے کیا ہوتا ہے۔

اچھا بتاؤ! ایک آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ شیخ مجھ سے خوب خوش ہے، ہم کو گلاب جامن اور لڈو کھلا رہا ہے مگر بیداری میں ناراض ہے تو بیداری میں اس سے معافی مانگنا فرض ہے یا کہے گا کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ہم سے بالکل خوش ہیں، اب ہم آپ کو راضی نہیں کریں گے۔

خباثتِ عقلیہ وخباثتِ طبعیہ اور ان کا علاج

ارشاد فرمایا کہ۔

اے ہوائے کوئے جاناں اس قدر خوشبو ہے کیوں
سخت حیرت ہے کہ سب کی ناک پر انگلی ہے کیوں

یہ میرا شعر ہے، میری شاعری مذاق نہیں ہے، یہ شعر میں نے اپنے دوستوں کو غیر اللہ سے بچانے کے لیے کہا ہے، کیوں کہ اگر ہمارے قلب سے لیلیٰ نکل جائے تو پھر مولیٰ ہی مولیٰ ہے، البتہ بیوی مستثنیٰ ہے، اس کی محبت حُبِّ مولیٰ میں داخل ہے، کیوں کہ حکم ہے عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[۱۹۹] اپنی بیویوں سے اچھے سلوک سے پیش آؤ، وہاں خان صاحب نہ بنو، تو ان اشعار سے لیلاؤں کی عظمتیں ختم ہو جاتی ہیں، ہاں خباثتِ طبع اور بات ہے، خباثتِ عقلیہ کا علاج ہو جاتا ہے، خباثتِ طبعیہ کے علاج کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ دن تک رہو، یہاں تک کہ اللہ پاک کی محبت اس پر غالب ہو جائے۔ تو میں نے حسنِ مجاز اور عشقِ مجاز کی عظمتوں کا قلعہ اس شعر سے منہدم کر دیا تاکہ عقلی طور پر ان کی عظمت نہ آنے پائے ورنہ پھر اس کی اصلاح مشکل ہے، اور اصلاح عقلاً ہی مقصود ہوتی ہے طبعاً نہیں اور طبعاً پر مواخذہ بھی نہیں ہے مگر آہستہ آہستہ طبعاً بھی وحشت ہو جائے گی۔

ایک چور کی ہیر اپھیری کا واقعہ

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک چور نے چوری سے توبہ کی، مگر کبھی کبھی نمازیوں کے جوتے اِدھر اُدھر کر دیتا تھا، اب لوگ پریشان ہونے لگے، بعد میں پتا چلا کہ وہی چور ہے جس نے توبہ کی تھی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا کر پوچھا کہ جب تم نے چوری سے توبہ کرلی تو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا حضرت یہ چوری نہیں ہے، یہ ہیر اپھیری کر رہا ہوں۔ میرے نفس میں جب چوری کا تقاضا ہوتا ہے تو میں چوری کرنا تو حرام سمجھتا ہوں، لیکن تھوڑی سی ہیر اپھیری کر کے نفس کو تسلی دیتا ہوں۔ اس لیے مزاج رومانٹک رکھو تاکہ نفس کو تسلی رہے، ورنہ کہے گا ہائے کس خشک مُلّا کے ہاتھ لگ گیا۔

---

[۱۹۹] النسآء: ۱۹

اے ہوائے کوئے جاناں اس قدر خوشبو ہے کیوں
سخت حیرت ہے کہ سب کی ناک پر انگلی ہے کیوں

عبارۃ النص کی تکمیل اشارۃ النص سے کر رہا ہوں، انگریزی میں اس کا نام کمپلیٹنگ ہے۔ اب دوسرا شعر سن لیجیے۔

ماہ رو کو جاجرو میں دیکھیے
پاؤ گے پولینڈ اور اسکاٹ لینڈ

یعنی ان سے نفرت کے لیے مراقبے میں دیکھیے، یہ نہیں کہ جا کے دروازہ کھول دو ورنہ تو مار پٹائی شروع ہو جائے گی۔ اور تیسرا شعر ہے۔

جب ہوا کھولی کسی معشوق نے
میر بولے واہ میرے پادشاہ

بولیے حسینوں کی عظمت ختم ہوئی یا نہیں؟ بادشاہ کو فارسی میں پادشاہ اور بادشاہی کو پادشاہی، بادشاہان کو پادشاہان بولا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، لہٰذا اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں لا اللہ کو مقدم کر کے یہ حقیقت سمجھا دی کہ۔

لا الٰہ ہے مقدم کلمۂ توحید میں
غیر حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے

کیوں کہ چہرہ ترجمان ہے قلب کا، قلب میں اگر نفاق ہے تو چہرہ ترجمانِ نفاق ہو گا، کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہو گا، لیلیٰ ہے تو چہرہ ترجمانِ لیلیٰ ہوتا ہے بمع اس کے گراؤنڈ فلور، اس کے چہرے اور اس کی شرم گاہ کے جغرافیہ کے اور لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[200] کی حدیث کی رُو سے بد نظری کے گناہ کی نحوست کی لعنت الگ برستی ہے، اور جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے تو اس کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوتا ہے۔

یہ حدیث اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ[201] کی شرح ہو رہی ہے یعنی اللہ والے وہی ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے کیوں کہ ان کے قلب میں مولیٰ ہے، وہ اپنے قلب کے نور کو غیر اللہ سے پاک کرتے رہتے ہیں، اس لیے ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوتا ہے۔ جیسے افریقہ میں جہاں سونا نکلتا ہے تو سونے کی صحبت کی وجہ سے وہاں کی

---

[200] کنزالعمال: ۳۳۸/۷ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[201] سنن ابن ماجۃ: ۳۰۶ (۳۸۱۸)، کتاب الآداب، باب الاستغفار، المکتبۃ الرحمانیۃ

مٹی کا رنگ بھی پیلا ہوتا ہے، کیوں کہ وہ مٹی ترجمانِ سونا ہوتی ہے کہ یہاں سونا ہے۔ تو سونا تو مٹی کا رنگ بدل دے اور اللہ کا نور اللہ والوں کے چہرے کا رنگ نہ بدلے گا؟ کیا زر خالقِ زر سے بڑھ جائے گا؟ بولو کتنا اہم مضمون ہے **وَلَوْ كَانَ قَلِيْلًا** مضمون تھا تو قلیل، لیکن اگر غیر اللہ سے قلب پاک ہوجائے تو سارا سلوک طے ہوگیا۔

سالک کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا ایک خاص حربہ

میں نے پورا تصوف پیش کر دیا ہے۔ بہت سے صوفی غیر اللہ ہی سے ہلاک ہوئے ہیں اور نسبتِ اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک نہیں پہنچ سکے، جیسے شکاری چڑیا کے پر میں گوند لگا دیتا ہے تاکہ وہ اُڑ نہ سکے، تو شیطان بھی دیکھتا ہے کہ یہ بندہ بہت تیزی سے اللہ والا بننے والا ہے کیوں کہ عشقِ شیخ میں کمال رکھتا ہے، ہر وقت صوفیوں کے ساتھ رہتا ہے تو شیطان اسے کسی اَمرد یا کسی لڑکی کے چکر میں ڈال دیتا ہے، تاکہ یہ گراؤنڈ فلور میں گھسا رہے اور عرشِ اعظم کی طرف پرواز نہ کرسکے اور ربِّ عرشِ اعظم کو نہ پاسکے، وہ چاہتا ہے کہ اس بندے کو پاخانے کا کیڑا بنادو تاکہ وہ پاخانے کے مقامات میں گھسا ہائے ہائے کرتا رہے۔

کبھی اس مال کو دیکھا کبھی اُس مال کو دیکھا

اسمال یہاں گجراتیوں کا ٹائٹل ہے، دیکھیے میں نے اسمال کو کہاں استعمال کیا، وزن ملانا بھی شعر کا بہت اہم مسئلہ ہے۔ اب دیکھو کہن کے معنیٰ پرانا ہیں، لیکن جب ہمارے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ شعر پڑھایا کہ۔

خود قوی تر می شود خمر کہن

پرانی شراب کا نشہ تیز ہوتا ہے، لہٰذا جب پیر بڈھا ہوجائے تو یہ مت سمجھو کہ اب کام کا نہیں رہا، اب اس کا نشہ اور تیز ہوگیا۔ اب دیکھو کہ اگلا مصرع کیا ہے۔

خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

خاص وہ شراب جو اللہ سے عطا ہو، آسمانی ہو، مخرج من الارض نہ ہو، منزل من السماء ہو۔ تو حضرت نے فرمایا کہ چوں کہ اگلے مصرع میں لدن آرہا ہے تو یہاں کہن پڑھنا پڑے گا۔ ایک دنیاوی شاعر قمر تخلص رکھتا تھا، اس کا ایک شعر ہے۔

قمؔر رو رہا ہے پیہم
کبھی یہ خیال کر کے
کبھی وہ خیال کر کے

میں نے کہا ان کی قسمت میں رونا ہی ہے، میں اس شعر کی اصلاح کرتا ہوں، اس شعر کو مسلمان بناتا ہوں۔ اب سنو میں نے اس شعر میں کیا ترمیم کی۔

قمؔر ہنس رہا ہے پیہم
کبھی یہ خیال کر کے
کبھی وہ خیال کر کے

تو اسمال میں مزہ آیا کہ نہیں؟ تو جن کی ذات اسمال ہے وہ بہت خوش ہوں گے کہ کسی طرح ہمارا نام شیخ کی زبان پر تو آیا۔

۲۹؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز بدھ، بعد عشاء، مدرسۃ البنات، ڈربن

لذتِ باقیہ، دائمہ، غیر فانیہ حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا کا مزہ لینا ہے تو خالقِ عالم سے رابطہ کر لو ورنہ ایک دن پچھتانا پڑے گا۔ جن چیزوں کو ہم اپنے قلب کا سہارا بنائے ہوئے ہیں جیتے جی ہمارے یہ سہارے ختم ہو جائیں گے، جن گالوں سے اور کالے بالوں سے ہم مست ہو رہے ہیں جب دانت ٹوٹ جائیں گے اور گال پچک جائیں گے اور آنکھوں میں وہ رسیلا پن نہ رہے گا، سن لو بزبانِ ملّا کیا رومانٹک جملہ ہے، تو پھر کہاں جاؤ گے۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زُحل مُشتری اور مریخ لے کر

یہ اختر کی رباعی ہے، یہ ملّا جو آپ سے خطاب کر رہا ہے یہ اسی کے اشعار ہیں۔ اس لیے واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں

بحیثیت ایک مسلمان کے میری قسم پر اعتماد کرو، ستّر سال کا نچوڑ پیش کررہاہوں کہ دنیا ہر وقت فنا کے سیلاب میں بہہ رہی ہے، بچہ جوان ہو رہاہے، جوان بڈھے ہو رہے ہیں اور بڈھے قبر میں جارہے ہیں، مبارک ہے وہ جان، مبارک وہ روح ہے جو اللہ پر فدا ہو کر مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ہو رہی ہے، اور نہایت خسارے میں ہیں وہ روحیں جو اپنے نفس کی لذتوں میں مشغول ہو کر مَا عِنۡدَکُمۡ ہو کر یَنۡفَدُ ہو رہی ہیں۔ جو جوانی، جو حیات اللہ پر فدا ہوتی ہے وہ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ ہو کر بَاقٍ ہے، اس کو ہر وقت لذتِ باقیہ، دائمہ، غیر فانیہ ملتی ہے، اور جو حرام لذتوں میں غرق ہے اسے لذتِ فانیہ ملتی ہے جو محدود بھی ہے اور ہزاروں دردِ سر کے ساتھ ہے، اللہ کے ذکر کے بغیر وہ ہر وقت بے چین ہے، تو مَا عِنۡدَکُمۡ پر اپنی زندگی خراب مت کرو۔

زندگانی میں بہارِ غیر فانی کا حصول

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر تم نے ذاتی مفادات پر اور نفسانی خواہشات پر اپنی حیات کو خرچ کیا تو ایک دن یہ سب ختم ہو جائے گا، اور اگر تم نے اپنی حیات کو اللہ پر فدا کیا تو تمہاری حیات نہ صرف یہ کہ مست ہو گی بلکہ مست ساز بھی ہو گی، صرف دیوانہ نہیں ہو گی دیوانہ ساز بھی ہو گی، تم صرف ولی نہیں بنو گے بلکہ ولی سازی بھی کرو گے۔ اب میرا ایک شعر سنیے ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

ہر شخص سوچتا ہے کہ پتا نہیں زندگی پر کیسے بہار آئے گی؟ جب زندگی خالقِ زندگی پر اپنی بندگی سے فدا ہوتی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ کیا وہ اپنے بندوں کو غیر فانی بہار اور رشکِ لذتِ دوجہاں نہیں دیں گے؟ میرا ہی شعر ہے ؎

وہ شاہِ دوجہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

صحبتِ اہل اللہ سے بے نیازی کا انجام

اس عالم میں کتنے لوگ ہیں کہ نہ گوری کو چھوڑتے ہیں نہ کالی کو، ان کی نظر مثلِ سانڈ ہوتی ہے، ڈال

پر قلقلہ بھی کرتا ہوں تاکہ اہلِ قرأت کو مزہ آجائے، کیوں کہ قلقلہ بھی بڑی اہم چیز ہے۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو سانڈ کی طرح رہنا چاہتے ہیں، وہ ہر کھیت میں منہ ڈال کر مزہ لیتا ہے، مگر ذرا اس کی کھال کو بھی ملاحظہ کرو کہ اس کو کتنی لاٹھیاں پڑتی ہیں اور جب بیمار ہوتا ہے تو اس کا کوئی مالک نہیں ہوتا، مویشی کے ڈاکٹر کے پاس کوئی لے جانے والا نہیں ہوتا اور جب مر جاتا ہے تو چیل کوے کھاتے ہیں، اور جو بیل کسی کسان کی تابع داری میں رہتا ہے اور اس کی رسّی اپنی گردن میں ڈال دیتا ہے وہ اس کو دونوں وقت کھانا بھی کھلاتا ہے، بیمار ہو جاتا ہے تو علاج بھی کراتا ہے، مر جاتا ہے تو مرنے سے پہلے ہی آثار دیکھ کر ذبح کر کے کھا جاتا ہے، تو ایسے ہی کسی شیخ سے وابستہ ہو جاؤ ان شاء اللہ یہ چیز کام آئے گی۔

جب اَیۡنَ الۡمُتَحَابُّوۡنَ فِیَّ[۲۰۲] کا اعلان ہو گا کہ جو لوگ حساب کتاب سے پریشان ہیں، میدانِ محشر ہے، سورج بہت قریب ہے، لوگ تمازتِ آفتاب سے پسینے پسینے ہو رہے ہیں، لیکن جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے، نہ علاقائی تعلق تھا نہ خاندانی، نہ ضلعی نہ مفاداتی، نہ بلدیاتی نہ صوبائی، نہ ملکی نہ بین الاقوامی، صرف ہماری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے وہ عرش کے سائے میں آجائیں۔

زبان ورنگ کا اختلاف اللہ کی نشانی ہے... ایک علمِ عظیم

اسی سفر افریقہ وملاوی میں میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا علم عطا فرمایا۔ اصل میں رات کو دو بجے مجھے ایک کتے کے بھونکنے کی آواز آئی، تو میں نے دل میں سوچا کہ یہ کیا بات ہے کہ سارے عالم کے کتے ایک ہی آواز سے بھونکتے ہیں، ان کی زبانوں میں اختلاف کیوں نہیں ہے؟ جبکہ اللہ پاک انسانوں کے لیے فرماتے ہیں وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ[۲۰۳] ہم نے انسانوں کے اختلافِ اَلۡسِنَہ اور اختلافِ الوان یعنی زبان اور رنگ کے اختلاف میں اپنی نشانی رکھی ہے اور کیسی نشانی کہ آسمان وزمین کی تخلیق پر ہم اس کو عطف کر رہے ہیں، شکل ایک ہی ہے، زبان وہی دو تین انچ کی ہے، مگر زبان کی بولی میں اختلاف ہے، کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی بنگالی، کوئی پنجابی، کوئی پشتو، کوئی کچھ کوئی کچھ، تو چوں کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کو معرفت دینی ہے، عارف باللہ بنانا ہے، اسی لیے اس کو حالاتِ معرفت، آلاتِ معرفت، آثارِ معرفت اور نشاناتِ معرفت عطا فرمائے، اور جانوروں کو عارف باللہ نہیں بنانا ہے اس لیے

۲۰۲؎ مسند الطیالسی: ۹۶/۴، باب ما روی سعید بن یسار، دار ھجر لطباعۃ النشر والتوزیع

۲۰۳؎ الروم: ۲۲

سارے عالم کی بلی میاؤں ہی بولے گی، سارے کتے بھوں بھوں ہی کریں گے، سارے عالم کا گدھا ایک ہی بولی بولے گا، سعودیہ کا گدھا عربی میں نہیں چلاّئے گا۔ یہ بہت اہم سوغات میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمائی، یہ معمولی علم نہیں ہے۔

ایک بنگلہ دیشی نے بہت عمدہ بات بتائی کہ میاؤں کی تحقیق کیا ہے؟ بلی جو میاؤں کہتی ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ میں بھی آؤں دستر خوان پر؟ جو آپ اکیلے اکیلے ٹھونس رہے ہیں۔ تو وہ اپنے لیے انسان سے دستر خوان پر آنے کی پرمیشن (Permission) مانگ رہی ہے، میاؤں یعنی میں آؤں اکیلے اکیلے ٹھونسنے والو!

کیفیاتِ احسانیہ قلوبِ اولیاء سے ملتی ہیں

تو دوستو! بڑے دردِ دل سے بتلا رہا ہوں کہ ہم نے جن چیزوں کو اپنے قلب کی لذتوں کا سہارا بنایا ہے یہ سہارے ختم ہونے والے ہیں، ہم مر جائیں گے یا یہ سہارے مر جائیں گے، اور اگر زندگی میں اللہ برکت دے تو ایک دن بڈھا عاشق اور بڈھی معشوقہ سب کا کیا حال ہو گا؟ ایک دن لذتِ حرام لینے کے بھی قابل نہ رہو گے، لہٰذا مبارک وہ جوانی ہے اور مبارک وہ حیات ہے اور مبارک وہ دل ہے جو اللہ پر فدا ہونا سیکھ لے۔ اللہ پر مرنا اور اللہ پر فدا ہونا کتابوں سے نہیں آئے گا، کتابوں سے ہمیں اعمال کی کمیات اور مقادیر مل سکتی ہیں کہ مغرب کی تین رکعات ہے، مگر ہم کیسے سجدہ کریں، کیسے رکوع کریں، نماز میں کس طرح اپنے قلب کو اور روح کو بچھا دیں۔

تیرے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

یہ کیفیاتِ احسانیہ صحابہ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے ملی ہیں، اس لیے قیامت تک ایسا احسان اب کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا، یہ وہ امتی ہیں جن کو قلبِ پیغمبر سے احسان کی کیفیت منتقل ہوئی تو اب نبی کا قلب کس امتی کو مل سکتا ہے؟ لہٰذا صحابہ کو جو احسانی کیفیت حاصل ہے ان کا ایک مشت جو اور گندم دینا ہمارے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بڑھ کر ہے، وجہ یہ ہے کہ اعمال کے درجات میں جو تفاوت ہے وہ بقدرِ کیفیاتِ احسانیہ ہے اور اللہ والوں سے یہ کیفیاتِ احسانیہ لی جاتی ہیں، علم ایک نعمت ہے عمل مستزاد ہے مگر حقیقت میں اہل اللہ کے سینوں سے اللہ کی محبت کا درد اور کیفیاتِ احسانیہ ملتی ہیں۔ مدارس

ہمیں کمیات دیتے ہیں اہل اللہ ہمیں کیفیات دیتے ہیں، مدارس ہمیں عالمِ منزل بناتے ہیں اللہ والے ہمیں بالغِ منزل بناتے ہیں۔

عشقِ مجازی نالائقی، بے وفائی اور نمک حرامی ہے

بس اتنی بات پیش کردی، لہٰذا اب جلدی فکر و کوشش کرو کہ غیر اللہ سے چھوٹ جاؤ۔ مرنے والوں سے چپٹنے سے کام نہیں بنے گا، کیوں کہ حسین خود اپنی عافیت کے لیے اللہ کے محتاج ہیں، اگر کسی کے عاشق کا گردہ خراب ہوجائے یا کینسر ہوجائے تو دنیا میں کون معشوق ہے جو اسے عافیت دے سکے؟ لہٰذا عشقِ مجازی بہت بڑی نالائقی اور نہایت بے وفائی اور نمک حرامی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[۲۰۴]

جو اللہ کو سکھ میں یاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دکھ میں یاد کرتے ہیں۔ ورنہ ایک دن کوئی آپ کو پوچھنے والا بھی نہیں ہوگا۔ ہاسپٹل میں جاکے دیکھ لو کسی کے گردے بے کار ہو رہے ہیں، کسی کو پیشاب نہیں ہو رہا، رومانٹک والوں کا کوئی بھی معشوق یا معشوقہ قریب نہیں آتے، بلکہ جب معشوق دیکھتا ہے کہ اب ان کے پاس پیسہ رہا نہ ان کے اندر جان اور توانائی رہی تو وہ ایک لات اور مارتے ہیں، کس مقام پر؟ الیتین پر۔ بتایئے! لات کو الیتین سے کچھ مشابہت ہے کہ نہیں؟ تو لات و منات سے جان چھڑاؤ اور مولیٰ سے دل لگاؤ۔

اللہ والوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں

دیکھو! بڑے بڑے معزز خاندان کے عاشقِ لیلیٰ عین وقت پر رنگے ہاتھوں گناہ کرتے جب پکڑے جاتے ہیں تو پورے گاؤں کے لوگ ان کے مکان کا محاصرہ کرلیتے ہیں اور وہ زمانے بھر میں رُسوا ہوجاتا ہے، اور عاشقِ مولیٰ اگر تہجد پڑھتا ہوا پایا جائے کہ اپنے کو چھپا کر سجدے میں بے تحاشہ رو رہا ہے اور کسی نے دیکھ لیا تو وہ کہتا ہے کہ اللہ اکبر کیسے قسمت والے ہیں۔ تو عاشقِ مولیٰ کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور عاشقِ لیلیٰ کی کھوپڑی پر جوتے مارے جاتے ہیں۔ حسینوں کے عاشقوں کو اس حسین کے ماں باپ اور خاندان والے کہتے ہیں کہ تم نے کیوں اس کو چھیڑا؟ اس کے ساتھ کیوں ایسی حرکت کی؟ اور عاشقِ مولیٰ کے لوگ جوتے اٹھاتے ہیں، پوچھتے ہیں حضرت کا جوتا کہاں رکھا ہے؟

---

[۲۰۴] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاك بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

چین و سکون اللہ کی یاد ہی میں ملتا ہے

واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پوری کائنات کے عاشقِ لیلیٰ جو مولیٰ سے دور ہیں، بے چین ہیں، کیوں کہ ہماری روح وہیں سے آئی ہے، ہماری روح کا پانی اللہ کا دریائے قرب ہے، جتنا زیادہ اللہ کے دریائے قرب کی گہرائیوں میں رہو گے اتنا ہی سکون پاؤ گے، بحیثیت مسلمان اس آیت پر ایمان لاؤ:

اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَىٕنُّ الۡقُلُوۡبُ[۲۰۵]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ میں جو با ہے وہ معنیٰ میں فی کے ہے یعنی اللہ کے ذکر کے ساتھ نہیں رہو بلکہ ذکر میں ڈوب جاؤ کَمَا اَنَّ السَّمَکَۃَ تَطۡمَىٕنُّ فِی الۡمَاءِ لَا بِالۡمَاءِ[۲۰۶] مچھلی پانی کے ساتھ چین نہیں پاتی، پانی میں ڈوب جاتی ہے، کوئی حصہ پانی سے باہر نہ نکلا ہو، سر سے پیر تک ہم اللہ کی یاد میں ڈوب جائیں اور نافرمانی سے بچ جائیں، پھر دیکھو قلب میں ایسا چین ملے گا کہ سارے عالم میں وہ بے مثل ہو گا۔ اللہ بے مثل ہے، ان کے نام کی مٹھاس بھی بے مثل ہے، اللہ والوں کے پاس بیٹھ کے دیکھو، ان شاء اللہ وہ لذتِ بے مثل پاؤ گے جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، وہ دنیا ہی میں خالقِ جنت لیے ہوئے ہیں۔ جنت بھی اللہ کے نام کی لذت کے مساوی نہیں ہو سکتی، کیوں؟ علمی دلیل پیش کرتا ہوں، جنت مخلوق ہے، حادِث ہے، پہلے نہیں تھی، اللہ نے پیدا کیا یعنی جنت ابدی تو ہے لیکن ازلی نہیں ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اللہ کی ذات ازلی ابدی ہے، تو جنت ازلاً ابداً ذاتِ قدیم کے مقابلے میں کیسے آسکتی ہے؟ اس لیے میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب جنت میں اللہ کا دیدار ہو گا تو اہلِ جنت کو جنت کی کسی نعمت کو یاد کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہے گی، یعنی قصداً بھی چاہیں کہ جنت یاد آجائے تو یاد ہی نہ آئے گی۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

---

۲۰۵ الرعد:۲۸

۲۰۶ التفسیر المظھری:۱۰/۲۶۱،الرعد:۲۸

تیرے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی

زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

نعمتِ جنت سر آنکھوں پر ہے، ہم نعمت کی اہانت کو حرام سمجھتے ہیں، لیکن نعمت منعم یعنی نعمت دینے والے کو کیسے پاسکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ[۲۰۷]

تم ہمیں یاد کرو ہم تمہیں یاد کریں گے اور شکر کو بعد میں ذکر کیا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدَّمَ ذِكْرَهٗ عَلٰى شُكْرِهٖ لِاَنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ اَلْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ وَاِنَّ حَاصِلَ الشُّكْرِ اَلْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ وَالْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِالنِّعْمَةِ[۲۰۸]

ایک آدمی اپنے نعمت دینے والے کی یاد میں ہے، اللہ کی یاد میں ہے اور ایک آدمی اللہ کی نعمتیں سموسے اور پاپڑ کھارہا ہے۔ بتایئے! کس کا درجہ زیادہ ہے؟

۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات، جھیل کے کنارے

تصویر کشی کی حرمت کی ایک حکمت

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ایک سوال پوچھا گیا کہ اسلام نے تصویر کو کیوں حرام کیا؟ میں نے کہا کہ اس کی ایک وجہ میرے قلب کو اللہ نے عطا فرمائی کہ ایک نوجوان مسلمان لڑکا آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے، ایک انگریز لڑکی اس پر فریفتہ ہوگئی، دونوں طرف سے فریفتگی کا تبادلہ شروع ہوگیا، ایک کلاس فیلو نے اسی وقت فوٹو لے لیا۔ بعد میں وہ لڑکا کسی شیخ سے بیعت ہوگیا، توبہ کرلی اور حج وعمرہ کرآیا، شیخ نے اس کو خلافت بھی دے دی، پھر اس نے ایک خانقاہ بنالی، اب اس خانقاہ میں ایک لاکھ مرید بیٹھے ہیں اور تصوف اور مسائلِ سلوک کا بیان ہورہا ہے، اتنے میں وہ لڑکا آگیا جس نے تصویر کھینچی تھی، اس کو پتا چل گیا کہ کل جو کسی

۲۰۷؎ البقرۃ:۱۵۲

۲۰۸؎ روح المعانی:۱۹/۲، البقرۃ(۱۵۲)، داراحیاء التراث، بیروت/ ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاتہ تعالیٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمتہ والاشتغال بذاتہ تعالیٰ اولیٰ من الاشتغال بنعمتہ

انگریز لڑکی کے ساتھ مصروف تھا آج یہ پیر بنا ہوا ہے، اس نے کہا کہ اے مریدو! ذرا اپنے حضرت صاحب کو دیکھو یہ کیا کر رہے ہیں؟

ایسی ہی مثال اس لڑکی کی بھی سوچو کہ وہ لڑکی بھی مسلمان ہو کر رابعہ بصریہ ہو جائے اور ساری خواتین اس سے دعائیں لینے آئیں اور کوئی اس کا پرانا فوٹو دوسری خواتین کو دکھانے لگے، تو اُسی پر اِس کو بھی قیاس کر لو۔ اس لیے میں نے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اپنے بندوں کے ماضی کی تمام بُری دستاویزات کی تصویر کشی کو حرام فرما کر ہماری بُرائیوں کے ثبوت کو ختم کر دیا۔

اولیاء اللہ کی کیفیاتِ قلبیہ ایک دوسرے سے مخفی ہونے کی وجہ ... ایک علمِ عظیم

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ[۲۰۹]

ہم اپنے عاشقوں کو جو آنکھ کی ٹھنڈک دیں گے اسے تمام لوگوں سے اخفا کیا ہوا ہے۔ اس آیت پر میرے قلب کو اللہ پاک نے ایک علمِ عظیم عطا فرمایا کہ اس آیت میں نَفۡسٌ نکرہ تحت النفی ہے یعنی کوئی نفس اس میں مستثنیٰ نہیں ہے، اس میں اولیاء بھی شامل ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اپنے پیاروں کی نظر سے بھی بچاتا ہے، جیسے ماں جب اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے تو دودھ کی شیشی پر کپڑا لپیٹ کر دیتی ہے حالاں کہ بعض وقت تو محلہ کا کوئی بچہ بھی نہیں ہوتا، اپنے ہی بچے ہوتے ہیں، مگر اپنے پیاروں سے بھی اپنے پیارے کو بچاتی ہے، اپنے ہر بچے کی دودھ کی شیشی پر کپڑا لپیٹتی ہے کہ کہیں میرے ہی بچے کی نظر میرے بچے کو نہ لگ جائے، تو اللہ تعالیٰ بھی کسی ولی کو دوسرے ولی کی آنکھ کی ٹھنڈک پر مطلع نہیں ہونے دیتے، کیوں کہ ولی کی نظر بھی دوسرے ولی کو لگ سکتی ہے، مالک پیاروں کی نظر سے بھی پیاروں کو بچاتا ہے۔ اسی لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اجمالی طور پر تو نسبت کا پتا چل جاتا ہے کہ یہ شخص صاحبِ نسبت ہے، مگر اس کے قلب میں تعلق مع اللہ کی کیا تفصیل ہے؟ لذتِ مناجات کا کیا عالم ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے قرب کی تجلیات کا کیا عالم ہے؟ اس کو دوسرا ولی بھی نہیں سمجھ سکتا۔

---

[۲۰۹] السجدۃ:۱۷

عورت میں اِمارت کی صلاحیت من جانب اللہ مفقود ہے

ارشاد فرمایا کہ ابھی حال ہی میں میرے قلب کو اللہ پاک نے ایک نیا علم عطا فرمایا کہ عورت کو سربراہ، وزیراعظم یا خلیفہ بنانا کیوں ناجائز ہے؟ حدیثِ پاک ہے کہ جس ملک کی سربراہ عورت ہو وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی۔ ہمارے لیے تو حدیث پاک کافی ہے مگر مثالوں سے بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔ تو اس کی وجہ میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ امیر المؤمنین اور خلیفہ اگر کوئی عورت ہو اور اچانک کوئی مصیبت آجائے مثلاً دشمن ملک حملہ کردے، تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ تو فوراً نماز میں مشغول ہوجاتے تھے، تو اگر مملکت پر کوئی بلا آئے اور عورت سربراہ ہے اور حالتِ حیض میں ہے تو وہ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ سے محروم رہے گی اور یہی کہے گی کہ ہم تو نماز نہیں پڑھ سکتے، مولوی لوگو! تم ہی پڑھو، دس دن کے بعد جب ہم نہا دھولیں گے پھر پڑھیں گے، ابھی اس وقت ہم مجبور ہیں، تو جو نماز اور اللہ کی حضوری سے مجبور ہے اس کو کیوں سربراہ بناتے ہو؟

دوسری مثال یہ ہے کہ دشمن ملک نے حملہ کردیا، اب بری، بحری اور فضائی تینوں افواج کے کمانڈر آگئے کہ حضور آرڈر کیجیے کہ ہم بھی حملہ کردیں ورنہ ملک ہاتھ سے جارہا ہے، تو اندر سے آواز آئی کہ بیگم صاحبہ انڈر کلوروفارم ہیں، ان کے آپریشن سے بچہ پیدا ہورہا ہے، کم سے کم ایک گھنٹے بعد ہوش آئے گا۔ ایک گھنٹے میں تو ملک اِدھر سے اُدھر ہوجاتا ہے۔

عشقِ مجازی کی حرمت فطرتِ انسانی کے عین موافق ہے

ارشاد فرمایا کہ شریعت نے عشق بازی کو کیوں حرام کیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ جس سے ہم عشق بازی کرتے ہیں وہ کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی پھوپھی ہوگی۔ کیا آپ بحیثیت شرافتِ انسانی اس کو پسند کریں گے کہ آپ کی بیٹی، آپ کی پھوپھی، آپ کی خالہ یا آپ کی بہن کے ساتھ کوئی معاشقہ اور آشنائی پیدا کرے؟ تو عشق بازی عین فطرتِ انسانیت کی وجہ سے حرام کردی گئی کہ کوئی کسی کی بہن، بیٹی سے نہ نظر لڑائے نہ معاشقہ کرے، لیکن میں ایک طبی بات پیش کرتا ہوں جو آپ زندگی میں پہلی دفعہ سنیں گے۔

انسان کی روح عناصرِ اربعہ کو کنٹرول کرتی ہے اور عناصرِ اربعہ متضادہ ہیں، آگ پانی مٹی اور ہوا یہ ایک دوسرے کے متضاد ہیں، روح ان عناصر کو کنٹرول کرتی ہے، اللہ والوں کی روح اللہ کے نام سے قوی ہوتی ہے،

اس لیے وہ سکون سے رہتے ہیں، ان کا کنٹرول آفس، کیپٹل، دارالخلافہ اور وفاق بڑا مضبوط ہوتا ہے جس سے ان کی آنکھوں کے صوبے میں اور کانوں کے صوبے میں بغاوت نہیں ہوتی، اللہ کے نام کی برکت سے، تقویٰ کی برکت سے اور اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے روحانیت قوی رہتی ہے، تو وہ زیادہ سکون سے رہتے ہیں، اور گناہ سے، عشق بازی سے اور نافرمانی سے روح کمزور ہوتی ہے، ہر نافرمانی روح کو کمزور کرتی ہے تو جب روح کمزور ہوگئی تو اس کا صوبوں میں جو کنٹرول تھا وہ ڈھیلا ہوگیا، وفاق کمزور ہوگیا تو صوبوں میں بغاوت شروع ہوگئی اور پھر جب ایک عاشق کسی معشوق پر فدا ہوگیا تو اس کے عناصرِ اربعہ متضادہ بھی اس پر پڑجاتے ہیں، تو اپنے چار عناصر اور اپوزیشن کے چار عناصر، یہ دونوں کا بوجھ اٹھارہا ہے، تو اپوزیشن کی تعداد چار کے بجائے آٹھ ہوگئی، اپنا کنٹرول بھی مشکل تھا کہ اب معشوق کا خیال بھی ہر وقت مسلط ہے، اس کی پریشانی سے یہ بھی پریشان رہتا ہے۔

مجنوں سے جب کہا گیا کہ رگ کھلوالے اچھا ہوجائے گا، تو اس نے کہا کہ میری اور میری لیلیٰ کی رگ ایک ہی ہے، اگر تم ادھر سے خون نکالوگے تو میری لیلیٰ کی اس رگ سے خون جاری ہوجائے گا ہم دو نہیں ہیں۔ تو بتاؤ جب اپوزیشن کی تعداد بڑھتی ہے تو بغاوت زیادہ ہوتی ہے اور وفاق میں پریشانی رہتی ہے یا نہیں؟ تو ایسے شخص کے قلب کو ہر وقت پریشانی رہتی ہے، دنیا میں کوئی عاشقِ مجاز ایسا نہیں جو سکون سے ہو۔

فراقِ لیلیٰ یقینی اور فراقِ مولیٰ ناممکن

ارشاد فرمایا کہ فراقِ لیلیٰ سے بچنا مشکل ہے اور فراقِ مولیٰ ناممکن ہے، ہم ان کو بھول جاتے ہیں مگر وہ ہم کو نہیں بھولتے، ہم ان سے دور ہوجاتے ہیں نافرمانی کرکے، مگر اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہے **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** جہاں بھی ہم رہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو معلوم ہوا مولیٰ ایسی ذاتِ پاک ہے جن سے فراق کا امکان ہی نہیں ہے۔ فراق عاشق کے لیے مصیبت اور عذاب ہوتا ہے، اس عذاب سے اللہ والے محفوظ ہیں۔ لیلیٰ کتنی ہی آپ کے پاس ہو، لیکن مائی کے یعنی میکے تو جائے گی پھر اتنے دن کیا کروگے؟ اچھا مان لو کہ تم نے ایسی لیلیٰ کا انتخاب کیا جس کے ماں باپ بھائی سب مرگئے کوئی نہیں ہے، تو کبھی جاجرو تو جائے گی، گجراتی میں جاجرو لیٹرین کو کہتے ہیں، تو جتنی دیر تک وہ جاجرو میں رہے گی اتنی دیر تک جدائی ہوگی کہ نہیں؟ یہ باتیں حرام عشق سے نفرت دلانے کے لیے ہیں، لیکن حلال بیوی کے لیے مالک کا حکم ہے **عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**[۲۱۰] بیویوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔

---

[۲۱۰] النسآء:۱۹

فرضیتِ تقویٰ اللہ کی شانِ رحمت کا ظہور ہے

ارشاد فرمایا کہ غیر اللہ سے دل لگا کر، نظر بازی کر کے حرام لذت امپورٹ کرنا، درآمد کرنا اور استیراد کرنا حرام ہے۔ زندگی نہایت پریشان ہو جاتی ہے اور اللہ سے دوری کا عذاب الگ ہے، اس لیے اللہ نے نظر بازی کو حرام کر دیا کہ گناہ کر کے میرے بندے مجھ سے دور ہو جاتے ہیں، میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ گناہ سے محفوظ رہیں تا کہ حضورِ حق، میری معیت اور قرب سے مشرف رہیں، میری نظر سے ایک لمحے کو دور نہ رہیں۔ تقویٰ اس لیے فرض ہے کہ بندے میرے مقرب رہیں، بُعد کے عذاب میں مبتلا نہ ہوں، قرب سے مشرف رہیں، اور قرب کی بنیاد اللہ نے تقویٰ پر رکھی ہے، ہر گناہ بندے کو اللہ سے دور کرتا ہے تو فرضیتِ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غلام آسمان کے اوپر بھی غلام تو تھے مگر ولی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اعضائے جسمانیہ عطا فرما کر سجدے کے لیے سر عطا فرمایا، تلاوت کے لیے زبان بخشی، طواف کے لیے پاؤں عطا فرمائے، اللہ والوں سے مصافحے کے لیے ہاتھ عطا فرمائے۔ جسم عطا فرما کر ہمیں اعضائے ولایت کے ساتھ اعمالِ ولایت بخشے، تا کہ اپنے غلاموں کو آسمان سے اتار کر عبادت کے ذریعے ان کی غلامی کے سر پر تاجِ دوستی رکھ دوں۔ جو ظالم تقویٰ اختیار نہ کر کے تاجِ دوستی کے بغیر مرے گا اس کی حسرت، اس کے خسارے کی کوئی انتہا نہیں ہے، کیوں کہ جن پر مر رہا ہے وہ سب چھوٹ جائیں گے، جب جنازہ قبر میں اترے گا بتاؤ کوئی لیلیٰ ساتھ جائے گی؟ کوئی معشوقہ یا معشوق ساتھ جائے گا؟ ارے میاں حلال نعمتیں بھی ساتھ نہیں جائیں گی۔ کوئی نہیں جو سموسہ، پاپڑ، قالین، مرسڈیز اور گھڑی ساتھ لے جائے ؎

بس اکیلا جائے ہے سب دھرا رہ جائے ہے

جب ہم مولیٰ کے پاس جائیں تو مولیٰ کو اپنے ساتھ لے کر کیوں نہ جائیں؟ جو اللہ والا بن کر اس دنیا سے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اللہ کو لے کے جاتا ہے، مولیٰ کے پاس مولیٰ کو لے کے جاتا ہے، کہتا ہے کہ میں آپ ہی کو لایا ہوں، ہم وہاں بھی آپ کے بن کے رہے اور یہاں بھی اپنے دل میں آپ کی تجلّیات لے کے آئے ہیں۔

بس تقویٰ سے رہو ان شاء اللہ دنیا میں بھی چین سے رہو گے اور آخرت میں بھی عزت سے رہو گے، لیکن عزت مقصود نہیں ہے ربّ العزت کو مقصود بناؤ، کیوں کہ بعضے اولیاء اللہ نے اس طرح گمنامی میں زندگی بسر کی کہ دنیا نے جانا ہی نہیں کہ یہ ولی اللہ ہے، لہٰذا ربّ العزت کے لیے اللہ پر مرو اور ربّ العزت کے لیے کسی اللہ والے پر مرو۔ اللہ پر مرنا جب ہی آتا ہے جب انسان کسی اللہ والے پر مرتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام

سے لے کر آج تک یہ عادت اللہ چلی آ رہی ہے، اللہ ان ہی کو ملا ہے جو کسی اللہ والے پر مرے ہیں۔

میرے شیخ مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میاں سنو! کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، آم ملتا ہے آم والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ میں اکثر آخر میں کباب کہتا ہوں، کیوں کہ مجھے کباب سب سے زیادہ پسند ہے کیوں کہ اس کا وزن شباب سے ملتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

اور ایک وجہ بزرگوں نے یہ بھی فرمائی ہے کہ اللہ والوں کو اور ان کے غلاموں کو کباب اس لیے زیادہ پسند آتا ہے کہ ان کا دل بھی جلا بھنا رہتا ہے، تقویٰ کی راہ میں غم اُٹھا کر اور کالی اور گوری حسینوں سے نظر بچا بچا کر وہ زخمِ حسرت کھاتے ہیں۔ آہ! یہ زخمِ حسرت اور غمِ تقویٰ اتنا قیمتی ہے کہ سارے عالم کی خوشیاں اس کو گارڈ آف آنر یعنی سلامی پیش کریں تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے کے ایک ذرّۂ غم کا حق ادا نہیں کرسکتے، اور اللہ کو راضی کرنے میں کوئی کانٹا آجائے اور سارے عالم کے پھول اس کو گارڈ آف آنر پیش کریں تو اللہ کے راستے کے کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ نظر بچانے کی لذت جنت میں بھی نہیں پاؤ گے کیوں کہ وہاں شریعت نہیں ہے، لٰہذا جو لوٹنا ہے یہیں لوٹ لو۔

نظر بچانے کا غم اللہ کے پیار کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جو ہر وقت نظر بچانے سے غم اٹھاتا ہے وہ بہت سکون سے رہتا ہے، کیوں کہ جب ہر وقت غم اٹھاتا ہے تو اللہ کو اس پر رحم آتا ہے کہ ساری دنیا عورتوں کو دیکھ رہی ہے، مگر میرا یہ بندہ نظر بچا بچا کر غم اٹھا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کا چما لیتا ہے، پیار لیتا ہے، اور کیسے پیار لیتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کو کہتی ہے کہ تم کباب مت کھاؤ، آج کل تمہیں دست آرہے ہیں اور اس کے نو بھائی کباب اڑا رہے ہیں، تو وہ رو کے کہتا ہے کہ اماں یہ مجھ پر کیا ظلم ہو رہا ہے؟ میرے نو بھائی کباب کھا رہے ہیں اور آپ مجھے منع کر رہی ہیں اور رونے لگتا ہے، تو ماں اسے گود میں اٹھا لیتی ہے، اپنے دامن سے اس کے آنسو پونچھتی ہے، اس کے بعد کہتی ہے کہ بیٹا جب اچھے ہو جاؤ گے تو خوب کباب کھلا دیں گے ایسے ہی اللہ تعالیٰ ان بندوں کے قلب کا پیار لیتا ہے جو زخمِ حسرت اور غمِ تقویٰ اٹھاتے ہیں اور کسی بھی صورت ایئر ہوسٹس سے، جہاز پر، ریلوے اسٹیشن پر، مارکیٹ

میں ہر جگہ نظر بچا کے غم اٹھاتے ہیں تو ایسے قلب کا اللہ پیار لیتا ہے، آغوشِ رحمت میں اٹھا کر اس کے آنسوؤں کو اپنے دامنِ رحمت سے پونچھتا ہے۔اس کے بعد اس کو کیا مزہ آتا ہے! میرا شعر سنو؎

ہمارے زخمِ حسرت پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

اور ایسے دلوں پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد یہ فیلڈ نہیں رہے گی، لہٰذا غنیمت جان لو اور زندگی کی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرنا سیکھ لو ان شاء اللہ تعالیٰ سارے عالم کا مزہ پا جاؤ گے۔

جب میں مڈل اسکول میں پڑھتا تھا، تو بعضے ہل جوتنے والے ایک شعر پڑھتے جاتے تھے، میں سوچتا تھا کہ یہ جاہل لوگ ہیں مگر شعر کیسا بہترین پڑھتے ہیں۔ وہ شعر تھا؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدستِ دِگرے دادن و حیراں بودن

سوئے زلفش گہہ نظر کردن و رویش دیدن
گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

یہ ایک اللہ والے کا کلام ہے، یہاں جاناں سے مراد شیخ ہے کہ شیخ کے کالے بالوں کو دیکھ کر اللہ کی تجلیاتِ اسود کا مشاہدہ کرو، اس کا تعلق روح سے ہے، روح کو اندھیرے میں زیادہ فیض ہوتا ہے، اس لیے اکثر روشنی بند کر کے ذکر کیا جاتا ہے، سیاہ زلفوں میں تجلیاتِ قبض ہے اور چہرے پر تجلیاتِ بسط کا مشاہدہ ہے یعنی عالمِ عشق کے شب وروز دیکھتا ہوں، جب محبوب شیخ کے کالے بال دیکھتا ہوں تو عالمِ عشق کی شب میں آجاتا ہوں اور جب چہرہ دیکھتا ہوں تو عالمِ عشق کے دن کا مشاہدہ ہوتا ہے، گویا سورج نکل آتا ہے، دن اور رات دونوں کے تجلیاتِ لیلیہ ونہاریہ دیکھتا ہوں۔

یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات، بعد عشاء، ڈربن

شیخ سے ہر حال میں وفاداری کا سبق

ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک تلخ تجربہ ہوا۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دو سو آدمیوں کا مجمع لگتا تھا، لیکن جب حضرت کو فالج ہو گیا تو مجمع آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور صرف دس بارہ آدمی رہ

گئے۔ کیا شیخ بیمار ہوجائے تو اس کے معنٰی یہی ہیں کہ اس کی زیارت بھی نہ کرو؟ اگر باپ تقریر کرے تو اس کے پاس آؤ اور جب ابّا بیمار ہوجائے تو ابّا کو چھوڑدو! شیخ بھی تو روحانی باپ ہے۔ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا[۲۱۱] اے میرے پالنے والے! میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں مسائل السلوک میں ہے کہ روحانی مربّی کے لیے دعا مانگنا اس آیت سے ثابت ہے، معلوم ہوا کہ پیر بھی روحانی مربّی ہے، اس کے لیے بھی دعا کرو۔

بمبئی میں میری تقریر ہوئی جس کا موضوع تھا صحت۔ اس کا خلاصہ آپ کو سنادیتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ[۲۱۲]

اے اللہ! ہم آپ سے صحت مانگتے ہیں۔ تو صحت اگر مقصود و مطلوب اور اچھی چیز نہ ہوتی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مانگتے؟ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں جب مکہ شریف میں اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مثنوی شریف پڑھ رہا تھا، تو حضرت حاجی نے فرمایا کہ بیماری بھی نعمت ہے اور صحت بھی نعمت ہے، بیماری سے تکبر ٹوٹ جاتا ہے کہ ارے میاں ہم کچھ نہیں ہیں، ساری تقریر اور سارا جوش و خروش سب ختم ہوجاتا ہے، نڈھال لیٹے ہوئے ہیں، نفس ٹوٹ جاتا ہے، عجب و تکبر غائب ہوجاتا ہے۔ اللہ سے عاجزی اور فریاد، کیفیت احسانی، تضرع، تذلل، عاجزی کی برکت سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ اور ایک بات اور ہے، اس کی برکت سے معالجین بھی صاحبِ نسبت ہوجاتے ہیں۔

اللہ والوں کے معالج بھی ولی اللہ ہوجاتے ہیں

اللہ والے جب بیمار ہوتے ہیں تو ان کا علاج معالجہ کرنے والے بھی ولی اللہ ہوجاتے ہیں۔ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کی جب ٹانگ کاٹی گئی، تو ڈاکٹروں نے کہا بے ہوش کریں گے، فرمایا کہ ہرگز بے ہوش مت کرو، تسبیح لاؤ، ہم اللہ اللہ کریں گے، تم میری ٹانگ کاٹ دو۔ حضرت نے

---

[۲۱۱] بنی اسرآءیل: ۲۴

[۲۱۲] شعب الایمان للبیهقی: ۱۹۲/۱ (۱۹۴)، باب فی الایمان بالملائکة، مكتبة الرشد

اللہ اللہ شروع کیا اور باقاعدہ ہوش میں آری سے حضرت کی ٹانگ کاٹی گئی، ہڈی کاٹی جارہی ہے اور حضرت اللہ اللہ کررہے ہیں، تو وہاں جتنے ڈاکٹر تھے سب کے سب حضرت سے مرید ہوگئے۔

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب علاج کے لیے بمبئی تشریف لے گئے، تو بمبئی کے کتنے سیٹھ، علماء اور حکماء حضرت سے بیعت ہوگئے، نہ وہ بیمار ہوتے نہ وہاں جاتے نہ اتنے لوگ اللہ والے بنتے ؎

چلی نہ شوخی کچھ بادِ صبا کی
بگڑنے میں بھی زُلف اس کی بنا کی

ثمرۂ استغفار اور مقامِ اشکِ ندامت

بعض وقت بعض بندوں سے گناہ صادر ہوا، لیکن ان پر اتنی ندامت طاری ہوئی کہ وہ استغفار و توبہ اور آہ و زاری سے بہت بڑے ولی اللہ ہوگئے۔ بعض وقت میں اللہ پاک کا کرم شر کو سببِ خیر بنا دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی خطاؤں کے بعد معافی مانگ لیں تو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدث عظیم شرح مشکوٰۃ میں یہ حدیثِ پاک لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نَزَلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ [۲۱۳]

جو اللہ سے رو کے معافی مانگ لے وہ اولیاء اللہ اور متقیوں کی صف میں داخل ہو جاتا ہے۔ استغفار ایک نعمت ہے جو بگڑی بنا دیتی ہے۔ آہ و زاری، اشکباری اور استغفار ہماری بگڑی بنا دیتا ہے۔ شیطان تو ہم سے گناہ کرا کر ہمارے حالوں کو بگاڑ دیتا ہے، ہمارے جمالِ تقویٰ کو منتشر کر دیتا ہے، جس طرح بادِ صبا آکر کسی محبوب کی زُلف کو بکھیر دے، لیکن اللہ تعالیٰ توفیقِ توبہ و استغفار دے کر اس کو پہلے سے بھی اونچے مقام پر پہنچا دیتے ہیں، اس لیے اس موقع پر اس شعر کی فٹنگ معمولی بات نہیں ہے ؎

چلی نہ شوخی کچھ بادِ صبا کی
بگڑنے میں بھی زُلف اس کی بنا کی

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تہجد قضا ہوگئی، اور یہ قضا کیسے ہوئی؟ کہ شیطان نے جا کر ان کا پیر دبایا، آرام پہنچایا کہ نیند آجائے، فجر پڑھنے کے بعد جب سورج نکلا تو انہوں نے قضا ادا کی اور

۲۱۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱۳۵/۵، باب الاستغفار و التوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

بہت روئے، وہ صحابی تہجد کی قضا پر اتنا زیادہ روئے کہ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی اشکباری اور آہ وزاری سے اور اونچا مقام ان کو نصیب ہوا۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ یہ تو بہت اونچے مقام پر جارہے ہیں، ہم نے تہجد چھڑائی تھی کہ یہ نیچے ہوں، مگر ان کی آہ وزاری نے تو ان کو اور اونچا کر دیا۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ گناہ گاروں کے آنسوؤں کی قیمت اللہ نے خونِ شہید کے برابر کیوں رکھ دی۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کے آنسوؤں کو وزن میں شہید کے خون کے برابر کرتے ہیں۔ اب اِشکال ہوتا ہے کہ کہاں شہید کا خون اور کہاں آنسو! آنسو تو پانی ہے، پانی اور خونِ شہادت کا مساوی ہونا تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا جواب مولانا رومی نے دیا ہے کہ جب گناہ گار بندہ اللہ کے خوف سے روتا ہے تو یہ آنسو پانی نہیں ہوتے، یہ جگر کا خون ہوتا ہے جو خوفِ خدا سے پانی ہو جاتا ہے۔ گناہ گاروں کے آہ ونالوں سے جو آنسو نکلتے ہیں ان کو پانی مت سمجھو، یہ خونِ جگر ہے، خوفِ خدا سے جگر کا خون پانی ہو جاتا ہے۔

حدیث لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ... الخ کی انوکھی شرح

مفتی بغداد تفسیر روح المعانی کے مصنف علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کائنات میں عربی زبان میں روح المعانی جیسی کوئی تفسیر نہیں ہے۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ پارہ نمبر تیس سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب گناہ گار بندے اللہ کے خوف سے روتے ہیں کہ یا اللہ! قیامت کے دن ہمارا کیا حال ہو گا؟ ہمیں معاف کر دیجیے، رُسوا نہ فرمائیے، تو جب وہ روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی آہ وزاری، آہ وفغاں اور اشکبار آنکھوں کو تسبیح پڑھنے والوں سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ یہ حدیثِ قدسی کے الفاظ ہیں۔ اور شریعت میں حدیثِ قدسی اسے کہتے ہیں:

اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ هُوَ الْکَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُهُ النَّبِیُّ بِلَفْظِهٖ وَیُنْسِبُهٗ اِلٰی رَبِّهٖ[۲۱۴]

نبی اس کلام کو اپنی زبانِ نبوت سے ادا کرے، مگر اس کی نسبت اللہ کی طرف کرے کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے،

---

[۲۱۴] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۰، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ایسی حدیثوں کو اصطلاحِ حدیث میں حدیثِ قدسی کہا جاتا ہے۔ تو حدیثِ قدسی ہے:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۲۱۵]

گناہ گاروں کا رونا، آہ وزاری کرنا، رو رو کے معافی مانگنا سارے عالم کے **مسبّحین** یعنی عالمِ ملکوت کے فرشتوں کی تسبیحات اور عالمِ ناسوت یعنی اس زمین پر سبحان اللہ کہنے والوں سے زیادہ اللہ کو پسند آتا ہے، اللہ کو اپنے گناہ گار بندوں کا رونا تسبیحات سے زیادہ محبوب ہے، یہی دلیل ہے کہ اللہ اللہ ہے، کیوں کہ جب دنیاوی سلاطین اور بادشاہ کا استقبالیہ ہوتا ہے اور وہاں کوئی رونے والا آجائے تو دھکا مارا جاتا ہے کہ بادشاہ کا استقبالیہ ہو رہا ہے، تو کیوں رنگ میں بھنگ ڈالتا ہے؟ نکل یہاں سے نالائق، کل آنا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے استقبالیہ یعنی تسبیحات کی اتنی قدر نہیں کرتے، کیوں کہ ہمارے سبحان اللہ کہنے سے اللہ پاک نہیں ہوتے، ہم پاک ہوتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں؎

من نگردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے

اے دنیا والو! جب تم سبحان اللہ کہتے ہو تو تمہاری سبحان اللہ سے ہم نہیں پاک ہوتے۔ اگر سارا عالم سبحان اللہ کہے، سارا عالم سربسجود ہو جائے، سارے عالم میں ایک بھی کافر نہ رہے سب مسلمان ہو جائیں، سب ولی اللہ بھی ہو جائیں اور اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک بھی پہنچ جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت میں ایک ذرّہ اضافہ نہیں ہو گا، کیوں کہ سارے عالم کے سربسجود ہونے سے اور ان کے ایمان لانے سے اور اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے سے اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک اعشاریہ اضافہ ہو جائے تو یہ اضافہ دلیلِ احتیاج ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج تھا کہ اتنا اعشاریہ اللہ کی عظمت میں اپنے بندوں کی تعریف اور تعظیم اور تکریم اور توقیر سے اضافہ ہوا، اور اگر سارا عالم کافر ہو جائے، پوری دنیا میں ایک مسلمان بھی نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچے گا، اگر نقصان پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ اس عالم سے اللہ تعالیٰ کا احتیاج ثابت ہو رہا ہے جو محال اور ناممکن ہے۔

---

۲۱۵ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸ (۸۰۵)، باب حرف الهمزة مع النون / روح المعانی: ۱۹۶/۳۰، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

صمد کی تعریف وتوضیح

اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص میں اپنی شان میں صمد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر نقل کی ہے:

اَلْمُرَادُ بِالصَّمَدِ الْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ[۲۱۶]

اللہ تعالیٰ سارے عالم سے مستغنی ہیں اور ذرّہ ذرّہ اللہ کا محتاج ہے۔ اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں ذُوالْجَلَالِ کی تفسیر کی ہے صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَق کسی انسان کے متعلق تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بھئی ان کا مزاج بڑا مستغنی ہے، کسی کے کام نہیں آتے، بڑے مستغنی المزاج ہیں، لیکن اللہ نے اپنے اس اسمِ مبارک کے بعد وَالْاِکْرَامِ بھی فرمادیا یعنی صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ[۲۱۷] یہ تفسیر روح المعانی پیش کررہا ہوں جو دنیا کی ایک بڑی مستند کتاب ہے، تو سارے عالم سے مستغنی ہونے کے باوجود عالم کے ہر ذرّے پر اللہ تعالیٰ کا فیض ہے، وہ کافروں کو بھی روٹی دیتا ہے، لہٰذا اگر اپنی بگڑی بنانی ہے تو آہ وزاری سیکھو، اشکباری سیکھو۔

تعلیم اُمیدِ رحمت

ایک عالم نے بیت اللہ شریف میں مجھ سے کہا کہ میرا دل سخت ہوگیا ہے، میں نے سوچا تھا کہ جب اپنے ملک سے یہاں حاضر ہوں گا تو اللہ سے خوب رو رو کے اپنی قسمت بناؤں گا۔ غالب نے کہا تھا ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ غالب اللہ کی رحمت کیا جانے، اس ظالم نے تو امت کو مایوس کردیا یعنی اللہ کے گھر نہ جاؤ، غلاظت کے جزیرے میں گناہوں کی نجاست اور غلاظت میں لت پت پڑے رہو، تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس شعر کی اصلاح کردی تاکہ کسی مومن کو مایوسی نہ ہو۔ اب ایک اللہ والے کا شعر سنیے ؎

---

[۲۱۶] روح المعانی: ۳۰/۲۷۴، الاخلاص (۲)، داراحیاء التراث، بیروت

[۲۱۷] روح المعانی: ۲۷/۱۰۹، الرحمٰن (۲۷)، داراحیاء التراث، بیروت

ہم اسی منہ سے کعبہ جائیں گے
شرم کو خاک میں ملائیں گے

ان کو رو رو کے ہم منائیں گے
اپنی بگڑی کو یوں بنائیں گے

ہم اسی گناہ گار منہ سے کعبہ جائیں گے۔ اگر ایک کروڑ گناہ بھی ہوں تو ندامت کا ایک آنسو بھی معافی کے لیے کافی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مصرع ہے ؏

بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

ندامت کے آنسوؤں کے قیمتی ہونے کی وجہ

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ندامت کے آنسوؤں کو اتنی قیمت کیوں دیتا ہے؟ یہ مثال میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی کہ جب کوئی بادشاہ کسی دوسرے ملک سے کوئی چیز منگاتا ہے تو اس کی زیادہ قدر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ملک عظمت و جبروت میں آنسو نہیں ہیں، وہاں رونے والا کوئی نہیں ہے، فرشتوں کو رونا نہیں آتا، کیوں کہ ان کے پاس ندامت نہیں ہے، آنسو جب گرتے ہیں جب ندامت ہو اور ندامت جب ہو کہ جب معصیت ہو اور فرشتوں کو اللہ نے معصوم بنایا ہے، لہٰذا ایک مخلوق ایسی پیدا کی جو رونا جانتی ہو، جن سے معصیت ہوتی ہو، جن کی اشکباری سے آسمان ہل جاتا ہے اور جن کی آہ وزاری سے فرشتے کانپنے لگتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چوں بنالم چرخہا نالاں شود

جب جلال الدین رومی روتا ہے تو ایک مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اور جب جلال الدین آہ و نالہ کرتا ہے تو آسمان بھی میرے نالے میں شریک ہوتا ہے۔ تو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نادمین اور گناہ گار بندوں کے آنسوؤں کو عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت میں عالمِ ناسوت سے درآمد کرتے ہیں، اس لیے ان کی بہت قدر فرماتے ہیں۔

آیت اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ...الخ کی تفسیر

دین میں مایوسی تو ہے ہی نہیں، اگر کبھی خطا ہو جائے تو اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے معافی مانگو، اگر اللہ کو معاف نہ کرنا ہوتا تو یہ آیت کیوں نازل فرماتے؟ جب ابّا اپنے بچوں سے کہے کہ نالائقو ادھر آؤ اور اپنے ابا سے معافی مانگو، اس سے معلوم ہوا کہ ابّا معاف کرنا چاہتا ہے جبھی تو بلا کر معافی منگوا رہا ہے، لہٰذا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا[۲۱۸] وہ بہت معافی دینے والا ہے۔ اس آیت کی شرح و تفسیر میں ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ اے میری امت کے لوگو! اللہ سے یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[۲۱۹]

اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، کرم کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو محبوب رکھتے ہیں، پس جلدی سے مجھے معاف کر دیجیے۔

عَفُوٌّ کی شرح

یہاں عَفُوٌّ اسمِ مبالغہ ہے، اِنَّکَ عَفُوٌّ کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدث عظیم نے لکھا ہے اَیْ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ[۲۲۰] آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، کَثِیْرُ الْعَفْوِ تو آپ ہیں، لیکن بعض وقت کَثِیْرُ الْعَفْوِ کو بھی بار بار معاف کرنے سے تکلیف ہو سکتی ہے کہ میں نے اتنی مرتبہ معاف کیا مگر یہ پھر بھی باز نہیں آتا، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا کہ تم اللہ سے تُحِبُّ الْعَفْوَ بھی کہو، کیوں؟ میں اللہ کا مزاج سمجھتا ہوں، اللہ کا مجھ سے بڑھ کر مزاج شناس کائنات میں نہ کوئی تھا، نہ ہے، نہ آیندہ ہوگا کہ آپ کَثِیْرُ الْعَفْوِ ہی نہیں ہیں، صرف بہت زیادہ معاف کرنے والے ہی نہیں ہیں، بلکہ معاف کرنے کو محبوب بھی رکھتے ہیں۔

۲۱۸؎ نوح:۱۰

۲۱۹؎ جامع الترمذی:۱۹۱/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۲۲۰؎ مرقاۃ المفاتیح:۳۲۱/۴، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

کَرِیْمٌ کی شرح

اور کَرِیْمٌ کے معنیٰ ہیں کہ جو نالائق ہیں، گناہ کرتے کرتے نہایت ہی زیادہ بے غیرت ہو چکے ہیں اور قانونی طور پر وہ معافی کے اہل نہیں رہے، لیکن آپ نالائقوں کو بھی معاف کرنے پر قادر ہیں۔ اَلْکَرِیْمُ هُوَالَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ کہ ہمارا حق نہیں بنتا، مگر آپ اپنی رحمت اور مہربانی سے ہم کو محروم نہیں فرمائیے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہورہا تھا تو وہ یہی نام یعنی یاکریم یاکریم لیتے لیتے دنیا سے چلے گئے۔

توکریم کی چار تعریفوں کا استحضار رکھیے: نمبر۱) اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ جو نالائقوں کو بھی معاف کردے۔ نمبر۲) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَ لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو اتنی مہربانی کرے، اتنی عطا کرے کہ اس کے ختم ہونے کا اس کو اندیشہ بھی نہ ہو، جو غیر محدود خزانہ رکھتا ہو۔ نمبر۳) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّلَا سُؤَالٍ جو بن مانگے دیتا ہے، بغیر سوال کے بھی مہربانی کرتا ہے۔ کیا ہم لوگوں نے عالمِ ارواح میں اللہ میاں کو درخواست پیش کی تھی کہ ہم کو مسلمان گھرانے میں پیدا کریں؟ کیا یہ مالک کا کرم نہیں ہے کہ ہم کو مسلمان پیدا کیا؟ اگر یہودی یا ہندو کے یہاں پیدا ہوتے تو رام نرائن ہوتے، مسٹر چندر پرکاش یا سیتارام ہوتے۔ ایک دفعہ الٰہ آباد میں ایک مشاعرہ ہوا، مشاعرہ کے صدر کا نام سیتارام تھا۔ اکبر الٰہ آبادی بڑے ظریف الطبع شاعر تھے، انہوں نے ایسا شعر کہا کہ سیتارام مارے شرم کے اسٹیج چھوڑ کر چپکے سے کھسک گیا۔ وہ شعر تھا ؎

نر ہے یا مادہ عجب ترکیب ہے اس نام کی
کچھ حقیقت ہی نہیں کھلتی ہے سیتارام کی

سیتا عورت کا نام ہے اور رام مرد کا۔ اور کریم کی چوتھی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِهٖ[۲۲۱] جو ہماری تمناؤں سے زیادہ دیتا ہے۔ مانگی تھی ایک بوتل شہد، دے دی ڈھائی من کی مشک۔

جب کوئی حج عمرہ کرنے جاتا ہے تو میں یہ سکھاتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ ضرور پڑھنا کیوں کہ بادشاہوں کے یہاں جب لوگ جاتے ہیں تو بادشاہ کی پسند ناپسند کا علم اس کے قریب والوں سے ہوتا ہے تو

۲۲۱؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۱۲، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اللہ تعالیٰ کو کیا چیز پسند ہے وہ ہمیں ترمذی شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئی کہ جب کعبہ شریف جاؤ، حج کرنے یا عمرہ کرنے تو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ زیادہ پڑھو۔ یہ اللہ کے دربار کی حاضری کے لیے بندوں کی طرف سے عجیب و غریب، عظیم الشان تحفہ ہے۔

جو میرے خصوصی احباب ہیں وہ یہ نہ سوچیں یہ تو میں سن چکا ہوں، یہ شیطان کی بہت بڑی تلبیس ہے، شیخ اور مربّی سے اضافۂ علوم کی فکر مت کرو، اضافۂ کیفیتِ احسانیہ لو، کہ جو درد اس کے دل میں ہے وہ درد ہمارے اندر آجائے چاہے ایک مضمون کو وہ پچاس دفعہ بیان کرے، مگر ہر دفعہ اس کی کیفیتِ احسانیہ الگ ہوگی تو شیطان بے وقوف بناتا ہے کہ یہ مضمون تو میں بہت سن چکا ہوں، لہٰذا اضافۂ علم کا وسوسہ بھی نہ لاؤ بس یہی سوچو کہ مرے مربّی کے قلب کا دردِ دل اور کیفیتِ احسانیہ میرے قلب میں منتقل ہو جائے۔

علوم کی کمیات تو آپ کو مدرسوں سے ملتی ہیں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں سے کمیاتِ علمیہ نہیں کیفیاتِ احسانیہ ملتی ہیں، مدرسہ ہمیں علمِ منزل دیتا ہے اور اہل اللہ ہم کو بلوغِ منزل دیتے ہیں، مدرسہ ہمیں عالمِ منزل بناتا ہے خانقاہیں اور اللہ والے ہمیں بالغِ منزل بناتے ہیں کیوں کہ ہدایت کے دو مفہوم ہیں اِرَاءَةُ الطَّرِیْق اور اِیْصَالٌ اِلَی الْمَطْلُوْبِ،[۲۲۲] تو مدرسہ ہمیں اِرَاءَةُ الطَّرِیْق کرتا ہے اور اللہ والے ہمیں اِیْصَالٌ اِلَی الْمَطْلُوْبِ کرتے ہیں یعنی منزل تک پہنچاتے ہیں۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح

تو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ اے اللہ! آپ بہت کثیر العفو ہیں، کریم ہیں! آگے عجیب و غریب جملہ ہے تُحِبُّ الْعَفْوَ بس یہ تحفہ ہے، بادشاہوں کے ہاں جاتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ بادشاہ کو کیا پسند ہے؟ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بڑھ کر ہم اللہ کے قابلِ محبوب تحفہ کہاں سے لاتے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر احسان فرمایا کہ مزاجِ الوہیت کی صحیح صحیح شناسی اور معرفت حاصل کر کے امت کو بتادیا کہ تم اللہ کو یہ تحفہ دیا کرو، اللہ کے لائق تمہارے پاس کچھ نہیں ہے، بس یہ کہو کہ تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ کا محبوب تحفہ یہ ہے کہ جب آپ کسی بندے کو معافی دیتے ہیں تو معافی دینے کا عمل آپ کو بہت محبوب ہے، جب معاف کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے، محبوب شکار ہے، محبوب عمل ہے، تو پھر محبوب عمل میں آپ دیر نہ کیجیے فَاعْفُ عَنِّیْ میں فائے تعقیبیہ ہے یعنی بس جلدی سے معاف کر دیجیے، کیوں کہ شکار کا شوقین سامنے

[۲۲۲] شرح التھذیب:۲،ایچ ایم سعید

آنے پر اس کو شکار کرنے میں تاخیر نہیں کرتا، تو اے خدا! آپ بھی تاخیر نہ فرمایئے اور جلدی سے ہمیں معاف کرکے آپ اپنا محبوب عمل فرمالیں تاکہ ہمارا بیڑا پار ہوجائے۔

یہ بتاؤ کہ کوئی شخص ہرن کا شکاری ہو، جنگل میں جارہا ہو کہ اچانک ہرن نظر آجائے، تو اسے خوشی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو جب کعبہ شریف جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے یہی کہو کہ آپ کو اپنے محبوب عمل یعنی معافی دینے کے لیے شکار کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم خود ہی اپنے گناہوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوگئے ہیں، آپ اپنی رحمت سے ہم کو معاف کردیجیے۔ یہ دعا اپنے ملکوں میں بھی کرسکتے ہیں کہ اے اللہ! یہاں بھی اپنا محبوب عمل جاری فرمادیجیے۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدث عظیم فرماتے ہیں اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰى عِبَادِكَ[۲۲۳] آپ اپنے بندوں پر اپنی ظہور معافی کی صفت کو محبوب رکھتے ہیں فَاعْفُ عَنِّیْ تو اس صفت کے ظہور میں آپ بالکل تاخیر نہ فرمایئے، اپنے کرم سے جلدی سے معافی دے دیجیے کہ آپ کا محبوب عمل ہوجائے اور ہمارا کام ہوجائے۔ اس دعا کو یاد کرلو۔ حج ہو، عمرہ ہو، جنگل ہو، میدان ہو، اپنا گھر ہو اس کو ضرور مانگو، ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

مقامِ آہ وزاری

اب ان صحابی کا قصہ سنیے جن سے شیطان نے تہجد کی نماز قضا کرادی تھی۔ جب شیطان نے دیکھا کہ میں نے ان کی تہجد کی نماز چھڑادی اور یہ اُس کے غم میں اتنا روئے اور آٹھ دس رکعت جو روزانہ پڑھتے تھے وہ بھی ادا کی تو قضا بھی ادا ہوگئی اور ان کے آنسوؤں نے مستزاد ہوکر مجھے تباہ کردیا، میرا مقصد تھا کہ یہ تہجد نہ پڑھیں، اللہ سے کچھ دور ہوجائیں، مگر ان کی اشکبار آنکھوں نے تو ان کو کہاں سے کہاں پہنچادیا، ہمارا کاروبار اور بزنس لاس (Loss) میں گیا، لہٰذا دوسرے دن ابلیس انسان کی شکل میں آیا اور امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بالاخانے پر پہنچ کر ان کے پیر دبانے لگا اور کہا: حضرت امیر المؤمنین اُٹھ جایئے تہجد پڑھ لیجیے۔

مولانا رومی نے یہ قصہ بیان کیا ہے۔ تو حضرت امیر المؤمنین نے ابلیس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ امیر المؤمنین کے گھر میں بالاخانے پر کہاں سے آگئے؟ حالاں کہ باہر چوکیدار موجود ہے، تو اس نے کہا کہ میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں، تو فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام نہ پوچھئے میں بہت بدنام ہوں،

---

[۲۲۳] مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۱/۴، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

انہوں نے فرمایا کہ بتانا پڑے گا ورنہ ابھی ڈنڈے لگاتا ہوں، اس نے کہا میرا نام ابلیس ہے، تو فرمایا ظالم تو تو گناہ کی طرف لے جاتا ہے مجھے تہجد کے لیے کیوں اٹھایا؟ آج نیک کام کیسے کر لیا؟ اس نے کہا کہ حضور پہلے میں نیک کام ہی کیا کرتا تھا، پرانی عادت کبھی کبھی عود کر آتی ہے، کہا چکّر باز مکّار، اس میں تیری کوئی نہ کوئی بدمعاشی موجود ہے، بظاہر تو نیک کام کر رہا ہے لیکن تیری اس نیکی میں بھی کوئی بدی، کوئی بُرائی پوشیدہ ہوگی تجھے بتانا پڑے گا، تو اس نے کہا کہ اچھا جب آپ اتنا مجبور کرتے ہیں تو بتاتا ہوں کہ اس نیکی میں میری بُرائی کی نیت ہے، کیوں کہ کل میں نے آپ کی تہجد قضا کرائی تو آپ نے تہجد کی قضا تو ادا کی، مگر اللہ سے ندامت کے ساتھ اتنا زیادہ روئے کہ میں نے آپ کا مقام دیکھا کہ آپ انتہائی عروج پر پہنچ گئے ہیں، تو میں نے آج سوچا کہ آپ زیادہ اونچے نہ جائیں تھوڑا نیچے رہیں۔

شیطان کا ایک وار

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بعض وقت شیطان بڑی نیکی سے چھڑا کر چھوٹی نیکی میں لگا دیتا ہے، جیسے کوئی اللہ والا آیا ہے یا بزرگ آیا ہے یا شیخ آیا ہے اب وہ اپنی الگ عبادت اور نفلوں میں لگا رہتا ہے کہ تم یہیں آہ وزاری کرو، اب وہ مسجد میں الگ کہیں کونے میں تلاوت کر رہے ہیں اور وہاں بیان ہو رہا ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دین کے ایک مسئلہ کے سیکھ لینے کا ثواب سو رکعات کے برابر ہے اور ایک مضمون سیکھ لینے کا ثواب ایک ہزار رکعات کے برابر ہے۔

صحبتِ اہل اللہ محافظِ ایمان ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

تو کیا واقعی اللہ والوں کے پاس بیٹھنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے؟ حکیم الامت نے فرمایا کہ آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال کی عبادت سے بہتر ہے، یہ شاعر نے کم بیان کیا ہے ؎

بہتر از لکھ سالہ طاعتِ بے ریا

اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی، مگر کثرتِ عبادت سے دائرۂ مردودیت سے نہیں بچ سکا، دائرۂ اسلام سے اس کا خروج ہو گیا، لیکن جو اللہ والوں کے صحبت یافتہ ہوتے ہیں تو خطائیں تو ان سے ہو سکتی ہیں مگر دائرۂ اسلام سے ان کا خروج نہیں ہو سکتا، ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ پر نعمت حسنِ خاتمہ کی دلیل

حضرت نے اس کی اور کوئی دلیل نہیں لکھی بس یہی شیطان والی مثال فرمائی، مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف کی حدیث میں اس کی دلیل عطا فرمادی:

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ[۲۲۴]

کہ جو شخص کسی اللہ والے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے گا اس کو حلاوتِ ایمانی ملے گی، یہ صغریٰ ہو گیا اب کبریٰ سنیے۔ حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا

جس کے قلب میں ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی آجائے، تو پھر اللہ اپنے اس شاہی عطیہ کو غیرت کی وجہ سے واپس نہیں لیتا۔ بادشاہوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ جب عطیہ دے دیا تو واپس نہیں لیتے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ[۲۲۵]

اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ تو جو کسی اللہ والے سے اللہ کے لیے محبت کرے گا اللہ اس کو حلاوتِ ایمانی دے گا اور حلاوتِ ایمانی کبھی واپس نہیں لے گا، پس اس کے اندر دلیل ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

بزرگوں کی صحبت سے عقل میں روشنی آتی ہے

اسی طرح جو حسینوں سے نظر بچائے گا، کالی ہو یا گوری ہو، نمکین ہو یا نمکینہ ہو، چمکین ہو یا چمکینہ ہو،

---

۲۲۴ صحیح البخاری:۱/۷، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، المکتبۃ القدیمیۃ

۲۲۵ مرقاۃ المفاتیح:۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

دلکین ہو یا دلکینہ ہو اور حسین ہو یا حسینہ ہو، لیکن میں بنگلہ دیش میں یہ جملہ نہیں کہتا کیوں کہ وہاں کی وزیر اعظم کا نام حسینہ ہے، وہاں میں احتیاط کرتا ہوں۔ ملّا کو تم کیا سمجھتے ہو! ملّا ایسا بے وقوف نہیں ہوتا جتنا آپ لوگ سمجھتے ہو، لہٰذا میں وہاں احتیاط کرتا ہوں، پتا چلا کہ سی آئی ڈی دوڑی دوڑی گئی کہ یہ آپ کا نام لیتا ہے، ان کے لیے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ پاکستان سے ایک ملّا آیا ہے اور اس نے آپ کا نام لیا ہے۔

اسی طرح پاکستان میں کوئی چیز بے مثل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لَا مِثْلَ لَہٗ اس کی مثال نہیں، یہ بے مثل ہے، وہاں بے نظیر نہیں کہتے، کیوں کہ بے نظیر وہاں کی وزیر اعظم کا نام ہے، یہ مالک کا کرم ہے، بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے سے اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمادیتے ہیں۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا تھا کہ میں ہندوستان میں کافر کے لفظ کے بجائے غیر مسلم کہتا ہوں۔ بزرگوں کی صحبت سے عقل میں روشنی اور ادب اور سمجھ آتی ہے۔

تو عرض کر دیا کہ اللہ سے معافی مانگنے کے لیے بخاری شریف کی یہ دعا یاد کرلو تاکہ میرا سفر وصول ہو جائے۔ اس کو میرے ساتھ تین دفعہ پڑھ لو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[۲۲۶] اب بھی اگر کسی کو یاد نہ ہو تو مولانا یونس پٹیل سے پوچھ لو۔ میرا بیان کل جمعہ کے بعد بھی ہے اور طاقت رہی تو عشاء کے بعد بھی مجلس ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سنیچر کو میری روانگی ہے، اب آہستہ آہستہ میں سفر کی مقدار کو کم کر رہا ہوں بوجہ اپنی صحت کے۔

تو خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ ایک دن موت آنی ہے یا نہیں؟ یا اس میں شک ہے؟ کسی کافر یہودی اور ہندو کو بھی شک نہیں، تو جب جنازہ قبرستان جائے گا تو آپ کے ساتھ سموسہ پاپڑ جائے گا؟ آپ کی مرغوبات اور آپ کے قالین جائیں گے؟ صوفے، موبائل، مرسڈیز، کرسی اور کچھ معشوقات یا معشوقیاں جائیں گی؟ دل کے بہلانے کا کوئی سامان جائے گا؟ نمکین شکلیں جائیں گی؟ تو اُس دن کے لیے ہمیں ابھی سے فکر کرنی چاہیے۔ جن سے ہمیں چھوٹنا ہے ہم پہلے ہی ان سے کیوں نہ چھوٹ جائیں؟ اُس وقت تو چھوٹنا مجبوری ہے۔

عشقِ مجازی در حقیقت بے وفائی اور مطلب پرستی ہے

بعض نمک پرست اور حسن پرست اور شکل پرست لوگ جب معشوق کی شکل بگڑ جاتی ہے تب

---

۲۲۶ جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

بھاگتے ہیں، یہ اللہ کے دوستوں کی علامت نہیں ہے، یہ تو ہندو بھی کرتا ہے، یہودی بھی کرتا ہے، عیسائی بھی کرتا ہے، مجوسی بھی کرتا ہے، کسی حسین کا حسن بگڑ جائے تو ساری دنیا کے کافر بھی اس سے بھاگ جاتے ہیں، کیوں کہ وہ طبیعت کے غلام ہوتے ہیں، طبیعت کے تقاضے سے عشق بازی کی اور جب حسن نہ رہا، شکل، بگڑ گئی تو بھاگ لیے۔

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ ملّا سائنس نہیں جانتا، ابھی دیکھو میرے شعر میں کیسی کیسی سائنٹفک چیزیں آرہی ہیں۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زُحل مُشتری اور مرّیخ لے کر

جب شکل بگڑ جاتی ہے پھر کیوں اشکباری، اختر شماری اور بے قراری نہیں ہوتی؟ معشوق کی شکل بھی نہیں دیکھتے، گدھے کی طرح بھاگ جاتے ہیں۔ غدّار، نالائق، خبیث الطبع۔ اگر محبت کی حقیقت ہوتی تو مرتے دم تک اس کا ساتھ دیتا۔ معلوم ہوا یہ مطلب پرست، شہوت پرست نفس پرست ہے۔ جب حسن ہوتا ہے تو مرغا، مرنڈا اور تمام چیزیں لیے آگے پیچھے پھرتا ہے اور جب شکل بگڑ جاتی ہے تو پھر کیوں نہیں اسے مرنڈا پلاتا پھر اس کو دیکھ کر کیوں بھاگتا ہے؟ یہ انسانیت ہے؟ کتے اور سور سے بدتر ہے یہ خبیث۔

واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں جتنے عاشقِ مجاز ہیں یہ سب غدّار اور بے وفا ہیں، انسانیت کا خون کرنے والے ہیں، آبروئے انسانیت کو قبر میں دفن کرتے ہیں، کوئی عاشقِ مجاز میرے پاس آئے تو میں اس سے پوچھوں گا کہ جب شکل بگڑی تو تم کیوں بھاگے؟ تم نے اس سے آنکھ بھی نہیں ملائی، منہ اُدھر کرکے پوچھتے ہو کہ کیا حال ہے، آپ کے بال بچے ٹھیک ہیں؟ ارے ظالم! کیوں اس خبیث حرکت میں مبتلا ہوئے تھے؟

اگر دنیا میں محبت کوئی چیز ہے تو صرف اللہ کی ہے اور اللہ والوں کی ہے اور بیوی بچوں کی ہے اور جو چیزیں حلال ہیں۔ اللہ جہاں ہوگا وہیں سچائی ہوگی۔ اللہ کے لیے بیوی سے پیار کرو، بیوی کی پٹائی مت کرو، ان

کی خطاؤں کو معاف کرو، یہ بھی اللہ کی وفاداری میں داخل ہے۔ اللہ والی محبت میں کتنی تیزی ہوتی ہے، کتنا مزہ آتا ہے، یہ اللہ والی محبت تو اتنی عظیم چیز ہے کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میری جنت کی نعمتوں کو مت دیکھو، پہلے میرے عاشقوں سے ملو فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ[۲۲۷]؛ کیوں کہ یہ بندے حاملِ خالقِ جنت ہیں، جنت نعمت ہے اور یہ حاملِ منعم ہیں، ان کے قلب میں میری ذات ہے اور دنیا میں بھی جہاں کوئی اللہ والا پاؤ اس سے محبت کرو، محبت ہمیں عرش کا سایہ دلائے گی۔

محبت للّٰہیہ سایۂ عرش دلائے گی

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو دو آدمی اللہ کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں گے ان کو عرش کا سایہ ملے گا۔[۲۲۸] اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے[۲۲۹]؟ تو اللہ والی محبت سے عرش کا سایہ ملے گا اور جس کو عرش کا سایہ ملے گا وہ بے حساب بخشا جائے گا۔

اس کی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عجیب وغریب عطا فرمائی ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ بتاؤ کیسی دلیل ہے یہ؟ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ عرش میں بلائیں گے تو وہاں حساب نہیں ہوگا بے حساب جنت میں جاؤ گے کیوں کہ قیامت کے دن جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا اور جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا، لہٰذا بے حساب جنت چاہتے ہو تو اللہ والوں سے محبت کرو۔

اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر چکا ہوں۔ مجھے بچپن ہی سے اللہ والوں سے اتنی محبت تھی کہ تین سال تک میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں عصر کے بعد سے لے کر گیارہ بجے رات تک رہتا تھا پھر شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پھولپور میں۔ مولانا سلمان نے دیکھا ہے کہ پھولپور بالکل جنگل تھا اور میری جوانی کا عالم تھا اور حضرت سترّ سال کے بوڑھے تھے، کوئی نوجوان لڑکا اپنی جوانی ایک

۲۲۷؎ الفجر:۲۹

۲۲۸؎ صحیح البخاری:۹۱/۱،باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ،المکتبۃ المظھریۃ

۲۲۹؎ مسند الطیالسی:۹۶/۴،باب ما روی سعید بن یسار،طباعۃ النشر والتوزیع

بوڑھے کے ساتھ گزار سکتا ہے؟ مگر جب حضرت اللہ کہتے تھے، تو مجھے اتنا مزہ آتا جیسے دنیا سمٹ کر میرے شیخ کے قدموں میں آگئی ہو۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

یہ میرا شعر ہے اپنے شیخ کے بارے میں۔

اللہ والوں کے انوارِ قلب ان کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں

کوئی اللہ والا کہیں مل جائے تو سمجھ لو وہ اکیلا نہیں ہے وہ حاصلِ دوجہاں ہے، کیوں کہ خالقِ دوجہاں کو لیے ہوئے ہے اور اس کے دل میں اللہ کی عبادت کا نور ہے۔ جب عبادت کا نور دل کے اندر بھر جاتا ہے تو قلب سے چھلکنے لگتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کے انوارِ قلب جب دل سے چھلک کر چہرے سے جھلکنے لگے اور آنکھوں سے ٹپکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ ان کے چہروں پر ان کے باطن کے انوارات کی علامات موجود ہوتی ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سِیۡمَا کی تفسیر کی ہے کہ سِیۡمَا کیا چیز ہے؟

سِیۡمَا ھُوَ نُوۡرٌ یَّظۡھَرُ عَلَی الۡعَابِدِیۡنَ یَبۡدُوۡ مِنۡ بَاطِنِھِمۡ عَلٰی ظَاھِرِھِمۡ [۲۳۰]

سیما ایک نور ہے جو عبادت کرنے والوں کے جسم پر ان کے باطن سے ظاہر ہوتا ہے، جب باطن بھر جاتا ہے تو چھلک کر آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے اور چہرے سے جھلکنے لگتا ہے۔

نگاہِ اولیاء کی کرامت

تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ کے بیٹے، جنہوں نے چودہ سال میں تفسیر موضح القرآن لکھی اور جس پتھر پر ہاتھ سے ٹیک لگا کر لکھتے تھے اس پتھر پر گڑھا پڑ گیا تھا، تو کئی گھنٹے عبادت کے بعد جب وہ باہر نکلے تو ایک کتا بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔ اس کتے کی یہ حالت ہوگئی کہ دِلّی میں جہاں جاتا تھا ساری دِلّی کے کتے اس کے پاس ادب سے بیٹھتے تھے۔ آہ! یہ اللہ کا نور ہے، مخلوق کا نور

۲۳۰؎ روح المعانی: ۱۲۵/۲۶، الفتح (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت

نہیں ہے، قلب سے آنکھوں میں آیا اور آنکھوں سے کتے پر پڑا، آنکھوں کا نور شعاعِ بصریہ کے ساتھ ایک کتے پر پڑ گیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتوں کا مزاج یہ ہے کہ دوسرا کتا ان کے پاس چلا جائے تو بھونکنے لگتے ہیں اور جب تک وہ کتا دونوں ٹانگوں کے بیچ میں دم نہ دبا لے، علامتِ شکست نہ پیش کرے چھوڑتے نہیں ہیں، لیکن اس کتے کو اللہ نے وہ عزت دی کہ پوری دِلّی میں جہاں جاتا تھا سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے گویا کہ کتوں کا پیر بن گیا تھا۔ اصحابِ کہف کا جو کتا تھا قطمیر، اس کے لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چوں کہ اللہ والوں کی نظر برابر اس پر پڑتی رہی تو وہ جنت میں جائے گا۔ تو جب اللہ والوں کی نگاہوں سے کتا جنتی بن سکتا ہے تو انسان کا کیا حال ہو گا!

اب میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ نقل کرتا ہوں، فرمایا کہ آہ جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہے گا؟ تو اللہ کا شکر ہے کہ اختر پر تین سال مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی، سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی اور اب شیخ و مرشد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی نظر پڑ رہی ہے۔ حضرت جب کراچی آتے ہیں پھر میں گھر میں نہیں رہتا، جہاں جہاں حضرت جاتے ہیں میں حضرت کے ساتھ رہتا ہوں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ بھئی شیخ کے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟ میں نے کہا کہ کراچی سے خیبر تک، جب میرا شیخ باڈر کراس کرے گا تو مجبوری ہے۔

تو اہل اللہ سے محبت کرنا جنتی ذوق ہے، جنتی ہونے کی علامت ہے۔ اللہ فرمائیں گے کہ جنت میں جا تو رہے ہو، لیکن فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔ حاملِ نسبتِ الٰہیہ، حاملِ تجلیاتِ الٰہیہ، حامل خالقِ جنت جو بیٹھے ہیں پہلے ان سے ملو، حوریں اور جنت مخلوق ہے اور وہ خالق کو دل میں لیے بیٹھے ہیں، لہٰذا جنت کو بعد میں دیکھنا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جنت مکان ہے اور اہل اللہ اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ تو جب افضل اور فاضل دو چیزیں ہوں تو پہلے افضل کو لیں گے، لہٰذا افضل کی ملاقات پہلے ہے۔

بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو

آپ سب لوگ دعا کرو کہ اللہ میری جان میں ایک کروڑ جانیں عطا فرمادے، میں خاموش رہتا ہوں مگر میرے دل پر کیا گزر جاتی ہے میں ہی جانتا ہوں، میں ضعف کی وجہ سے مجبوراً خاموش ہوتا ہوں، ورنہ میرا

درد مجھے خاموش نہیں رہنے دیتا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اصل میں دعوت الی اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بہونے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جان جب میرے بچہ پیدا ہو تو جگا دینا، تو ساس نے کہا کہ جب بچہ پیدا ہو گا تو تجھے جگانا نہیں پڑے گا، بلکہ تو ایسا چلّائے گی کہ سارے محلے کو جگائے گی، تو فرمایا کہ جسے اللہ کی محبت کا درد عطا ہوتا ہے وہ خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں اس وجہ سے خاموش رہتا ہوں کہ کچھ دیر آرام کرلوں ورنہ طبیعت زیادہ خراب ہو جائے گی۔ تو میں آپ لوگوں سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری جانِ ناتواں کو ایک کروڑ جانِ توانا نصیب فرمائے اور اپنی راہ پر فدا کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

حرام آرزوؤں کا خون کرنا معراجِ بندگی ہے

واللہ کہتا ہوں کہ جو سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو، تو شکر ادا کرو کہ آپ کی زندگی سوارت ہوگئی۔ خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ اپنی آرزوؤں کو خاک میں ملا دو اور یہ نہ سمجھو کہ آرزو خاک ہوگئی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بلکہ سمجھو لو آج مٹی سوارت ہوگئی اور خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھو۔

خاک میں کس نے ملایا یہ تو دیکھ
شکر کر مٹی سوارت ہوگئی

آپ خدا کے حکم سے نظر بچا رہے ہو، حسینوں کو نہیں دیکھ رہے ہو تو آرزو تو خاک ہو رہی ہے، مگر یہ تو دیکھو کہ کس کے حکم سے ایسا کر رہے ہو؟ دل کو ہر وقت شکستہ کرنا یہ بڑے نصیبے کی بات ہے، یہ نصیبِ دوستاں ہے، یہ اللہ کے اولیاء کا نصیبہ ہے، جو نظر بچا کر دل توڑتے ہیں مگر خدا کے قانون کو نہیں توڑتے، ورنہ آپ بتاؤ آپ کی شرافتِ عبدیت کا کیا تقاضا ہے؟ اللہ کے قانون کو توڑ کر حرام مزہ لوٹ لینا یا اپنا دل توڑ کر اللہ تعالیٰ کو خوش کر دینا؟ بندگی کی معراج اور حق تعالیٰ کی رضا کی کیا قیمت ہے؟

اب اگر اس زمانے میں کوئی کہے کہ صاحب بڑی عریانی ہے، کہاں تک بچیں، تو یہ بتائیے کہ اگر مٹھائی کی دکانیں زیادہ کھل جائیں تو آپ کا کیا نقصان ہے؟ عریانی زیادہ ہے تو حلوۂ ایمانی کی فراوانی بھی تو ہے، اگر کثرتِ عریانی ہے تو حلوۂ ایمانی کی فراوانی ہے، نظر بچاؤ اور غم اُٹھاؤ، ایسے دل پر جو ہر وقت غم اٹھائے گا اللہ تعالیٰ کو پیار نہ آئے گا؟ ایسے دلوں پر حق تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ کا نزول ہر وقت رہے گا۔

یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعہ، بعد فجر، دریا کے کنارے

نسبت مع اللہ کی خوشبو

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ سفر فرمارہے تھے، یمن سے دو سو میل پر آپ نے فرمایا ٹھہرو پھر آپ نے زور سے سونگھا اور ایک بات ارشاد فرمائی۔ آپ کے اس ارشاد کو مولانا جلال الدین رومی نے اس شعر میں بیان کیا۔

گفت پیغمبر کہ بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بوئے خدا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ صبا کے دوش پر، ہواؤں کے کندھے پر مجھے یمن سے اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ یمن میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جب ڈھائی سو میل تک اللہ والوں کی خوشبو جاسکتی ہے تو قریب رہ کر سونگھو، مگر اتنا زور سے مت سونگھو کہ شیخ ناک میں گھس جائے، معلوم ہوا کہ شیخ ہی غائب ہوگیا، مریدوں نے سونگھ لیا، آہستہ آہستہ سونگھو، مراقبہ کرو کہ اس کے قلب کا نور ہمارے دل میں آرہا ہے۔

عشرت و حسرت

ایک شخص کی سب نیک تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوگئیں تو اس کا نام میں نے عشرت رکھا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس بے چارے کی ہر آرزو پوری نہیں ہوئی اس کا نام میں نے رکھا ہے حسرت۔ تو عشرت جارہے تھے اور حسرت اُدھر سے آرہے تھے، دونوں میں ملاقات ہوگئی تو۔

عشرت نے کہا حسرت حسرت نے کہا عشرت
دونوں لپٹ کے روئے پھر ہنس کے کہا او کے

یعنی حسرت نے کہا کہ بھئی تیری تو سب تمنا پوری ہوئی اور میری کوئی آرزو پوری نہیں ہوئی، اس نے کہا بھئی ہم دونوں کی منزل ایک ہے، فرق یہ ہے کہ میں شکر سے مالک تک پہنچ رہا ہوں تو صبر سے اللہ تک پہنچ جائے گا، مقصد تو اللہ میاں کی ذات ہے۔ تو جو فیچر میں نے پیش کیا اس پر اب اس ٹیچر کا شعر سنیے۔

عشرت نے کہا حسرت حسرت نے کہا عشرت
دونوں لپٹ کے روئے پھر ہنس کے کہا او کے

یعنی دونوں کو تسلی ہوگئی۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ لا الٰہ کی برکت سے قلب کو غیر سے اللہ پاک فرمائے اور الا اللہ سے ہمارے دلوں میں اللہ اپنی محبت کا نور بھر دے اور اسی پر خاتمہ بھی نصیب فرمادے، آمین۔

حضرتِ والا کا ذکر کے لیے لبِ دریا کا انتخاب

ارشاد فرمایا کہ میں ذکر کے لیے جو دریا کے کنارے کا انتخاب کرتا ہوں اس میں کیا راز ہے؟ راز نمبر ایک: اللہ تعالیٰ کا عرش پہلے پانی پر تھا وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ تو پانی اللہ سے بہت مقرب تھا، اس لیے اس میں آثارِ قرب موجود ہیں، اسی لیے جنت میں سب سے پہلے مچھلی کا جگر کھلایا جائے گا کہ مچھلی اللہ سے قریب تھی عرش کے سائے میں تھی، اللہ کا عرش پانی پر تھا اور مچھلیاں پانی میں تھیں تو مقرّبین کو مقرّب غذا دینی چاہیے۔ اور راز نمبر دو کہ پانی کی موجوں میں دل کی موج کا ایک اثر ہے، پانی کی موجوں سے دل موج میں آجاتا ہے، اس میں جو لہریں اٹھتی ہیں تو دل بھی لہرا جاتا ہے۔ راز نمبر تین کہ پانی کی ہوا میں نمی ہوتی ہے اور صوفیا کو ذکر کی وجہ سے دماغ میں خشکی آجاتی ہے تو اس نمی کی وجہ سے خشکی دور ہو جاتی ہے، پانی سے جب ہوا ٹچ ہو کر آتی ہے تو پانی کی ملاقات سے ہوائیں اپنے اندر رطوبت رکھ کر صوفیوں کے دماغ میں جا کر یبوست کو دفع کرتی ہیں جو نیند کے لیے بھی مفید ہے، سمندر ہو یا دریا ہو لیکن دریا زیادہ مفید ہے، اس لیے کہ سمندر نمکین ہوتا ہے، نمکینوں سے ذرا دور ہی رہیں تو اچھا ہے، میٹھے پانی کا دریا اگر مل جائے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ سمندر ہی سہی۔

دماغ کی خشکی کا ایک طبّی علاج

اسی لیے اطباء نے لکھا ہے کہ جس کے دماغ کی خشکی بڑھ جائے، نیند نہ آئے تو اس کے لیے دریا میں کشتی میں چارپائی بچھادو، وہ وہیں سوئے، ایک ہفتے کے بعد دیکھو کیسے سوتا ہے، کشتی میں اس کی چارپائی بچھادو اور کشتی کو لنگر لگادو ایسا نہ ہو کہ طوفان آئے تو کہیں نیند کے بجائے خود غائب ہو جائے اور اگر درخت بھی ہو اور وہاں صبح کا وقت ہو تو بہت اچھا ہے۔ ماریشس کے سمندر کے کنارے ماشاء اللہ خوب درخت ہیں، تو میں اللہ سے اپنے سفر کے لیے گروہِ عاشقاں مانگتا ہوں اور اپنے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے لیے بھی۔

گروہِ عاشقاں کا سبق میں نے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ سے لیا ہے، کیوں کہ اللہ نے فَادْخُلِیْ فِیْ عَبْدِیْ نہیں فرمایا، جمع فرمایا، اس لیے گروہ مانگتا ہوں، اگر یہ کہوں کہ اللہ اپنا کوئی بندہ دے دے، اس کے ساتھ سفر کروں تو عبد میں وہ مزہ نہیں ہے جو عباد میں مزہ ہے، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ جمع ہے یا نہیں؟ تو یہ آپ لوگ جو مجھے ملے ہو یہاں دریا کے کنارے، تو میرے مانگے ہوئے ملے ہو خود سے نہیں آئے ہو، لہٰذا یہ کہہ سکتے ہو۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
آہِ اختر سے گرمایا گیا ہوں

اللہ کا شکر ہے کہ جس ملک میں جارہا ہوں اللہ پاک گروہِ عاشقاں دے رہا ہے۔ اللہ سے جو مانگو ملے گا، یہ شاہ کا وعدہ ہے۔

صراطِ مستقیم صحبتِ اہل اللہ سے ملتا ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ منعم علیہم ہیں، ان ہی سے اللہ ملے گا اور اللہ کا راستہ ملے گا، اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق بھی ملے گا اور اِیْصَال اِلَی الْمَطْلُوْب بھی پاؤ گے اور یہ بدل الکل ہیں صراطِ مستقیم کے اور ترکیب بدل میں بدل ہی مقصود ہوتا ہے، لہٰذا اللہ والے ہی مقصود ہیں اگر اللہ تک پہنچنا ہے۔

اب کوئی اِشکال کرے کہ ترکیبِ بدل میں بدل مقصود ہوتا ہے تو مبدل منہ کا غیر مقصود ہونا ثابت ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں غیر مقصود کہنا خلافِ ادب ہے، تو اس کا جواب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عطا فرمایا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ[۲۳۱] میں یہ مبدل منہ جو ہے اس میں ایک صفت اللہ نے مستقیم کی رکھ دی اور آگے بدل میں مستقیم کی صفت نہیں رکھی، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ فرمایا، لہٰذا علماء نحو کا جو اجماعی مسئلہ ہے کہ ترکیبِ بدل میں مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا تو علماء نحو کے اجماع کو اللہ نے کاٹ دیا کہ میں خالقِ نحو ہوں، تم کیا جانو؟ ہم جو کہیں گے وہی قانون بن جائے گا، لہٰذا کتاب پڑھ کر صراطِ مستقیم کوئی نہیں پاسکتا جب تک کہ اللہ والوں کے ساتھ نہ رہے۔

---

[۲۳۱] الفاتحۃ:۵

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال دیتے تھے کہ کتاب میں تیرنے کے سارے طریقے لکھے ہیں، ہر صفحے پر مختلف نقشے ہیں کہ ایسے ہاتھ چلاؤ، ایسے لیٹو، لیکن کتاب دیکھ کر کوئی دریا میں اتر جائے اور تیر کے دکھادے، تو شیخ نے فرمایا کہ تیرنے کی کتاب دس ہزار صفحے کی ہو، بین الاقوامی کتاب ہو، اس کا مثل نہ ہو، مگر کتاب لے کے دریا میں جاؤ اور تیرنے کی مشق کرو تو کتاب بھی ڈوبے گی اور کتاب پڑھنے والا بھی ڈوبے گا، اور کسی تیرنے والے کے ساتھ رہو تو خود ہی تیرنے لگو گے۔ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے لوگ اللہ والے ہوگئے اور مولوی کتاب پڑھ کر اللہ والے نہ بنے، کیوں کہ انہوں نے اراءۃ الطریق تو لیا، علمِ منزل تو حاصل کیا لیکن کسی بالغ منزل کی صحبت نہیں اٹھائی۔

اللہ والوں کے پاس حصولِ کیفیاتِ احسانیہ کی نیت سے جانا چاہیے

اللہ والوں سے اضافۂ علم کے لیے مت ملو، کیفیاتِ احسانیہ لینے کے لیے جاؤ، پھر آپ کی دو رکعات ایک لاکھ رکعت کے برابر ہو جائے گی۔ کیفیاتِ احسانیہ وہ نعمت ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے کیفیاتِ احسانیہ حاصل کیں، چوں کہ قیامت تک اب نبی کا قلب نہیں ملے گا، لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہوسکے گا۔ کیفیاتِ احسانیہ سے عمل میں وزن بڑھ جاتا ہے، ورنہ عبادت کروگے تو محنت و مشقت ہی رہے گی قبولیت نہیں رہے گی، روحانیت نہیں رہے گی۔ اللہ والے بالغِ منزل ہیں، مدارس اور کتابیں ہمیں عالمِ منزل بناتی ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے بندہ بالغِ منزل ہو جاتا ہے، بہت سے مجنوں ایسے ہیں جو جغرافیہ پڑھاتے ہیں لیلیٰ کا اور تنخواہ لیتے ہیں، پروفیسر تو ہیں مگر خود لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام عاشقوں میں نہیں ہے، لیلیٰ بھی سمجھتی ہے کہ یہ پڑھائی کی تنخواہ لے رہا ہے، میرے نام پر روٹیاں کھا رہا ہے، اگر مجھ سے محبت ہوتی تو پہلے میرے پاس آتا، اور جو مجنوں لیلیٰ سے مل کر لیلیٰ کا جغرافیہ پڑھائے گا اس کی پڑھانے کی شان اور ہوگی۔

تو بہت سے لوگ دراساتِ مولیٰ پڑھا رہے ہیں، پیٹ کے لیے تنخواہ لیتے ہیں، لیکن جو مولیٰ تک پہنچا ہو اس کے درس کا مزہ کچھ اور ہے۔ ایک شخص جو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مناسك الحج پڑھا رہا ہے اور کبھی حج نہیں کیا، اس کے اندازِ گفتگو سے اور آنکھوں سے معلوم ہوگا کہ یہ ایسے ہی ہے، یہ وہ چڑیا ہے جو خود گم گشتہ آشیاں ہے۔

اک نظر میں آشیاں گم گشتہ کو
بھانپ لیں ہم ہیئتِ پرواز سے

جب چڑیا آشیاں بھول جاتی ہے تو اس کی پرواز کی جو ہیئت ہے وہ بتادیتی ہے کہ یہ آشیاں بھول گئی ہے، اس کو اپنا گھونسلہ یاد نہیں رہا۔

صحبتِ اہل اللہ فرضِ عین ہے

حکیم الامت نے فرمایا کہ میں اہل اللہ کی صحبت کو فرضِ عین قرار دیتا ہوں۔ یہ جملہ میں نے خود پڑھا اور میرے بزرگوں نے مجھ کو بتایا کہ جب تقویٰ فرضِ عین ہے اور تقویٰ بدون اہلِ تقویٰ کی صحبت کے نہیں ملتا تو فرض کا سبب بھی فرض ہے۔ مقدمۂ فرض، فرض ہوتا ہے، اور جو حرام کا سبب بن جائے تو مقدمہ حرام کا حرام ہوتا ہے اگرچہ ابھی وہ حرام کام نہیں کررہا ہے، مگر حسین لڑکیوں کو یا لڑکوں کو دیکھ رہا ہے اور لڑکوں سے پیر دبوا رہا ہے تو اس کا یہ عمل کسی زمانے میں حرام کا سبب بن جائے گا، اسی لیے مقدمۂ حرام، حرام ہوتا ہے۔

بدنظری اسی لیے حرام ہے کہ دنیا میں جتنے زِنا ہوئے ہیں پہلے نظر ہی خراب ہوئی ہے، نظر خراب ہونے کے بعد پھر منظور خان یا منظورہ خانم کو تلاش کرتا ہے۔ میں نے پٹھانوں کے لیے ایک شعر کہا، سارے پٹھان آج تک شکریہ ادا کررہے ہیں، میں نے کمسن حسینوں کا نام ملائم خاں رکھا ہے اور جب زیادہ عمر ہوگئی تو خشب خاں رکھا، خشب معنیٰ لکڑی یعنی اعضا لکڑی کی طرح سخت اور کھردرے ہوجاتے ہیں تو میں نے کہا ؎

جب ملائم خاں خشب خاں ہوگئے
سارے عاشق پھر کھسک خاں ہوگئے

باوفا بندے کون ہیں؟

جب عمر زیادہ ہوگئی تو سب عاشق بھاگ گئے۔ آہ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو باوفا بنائے، اللہ کا باوفا بن کر دیکھو کہ اللہ کیا انعام دیتا ہے، جب انسان اپنے باوفا دوستوں کو نوازتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے باوفا اولیاء کو کتنا نوازے گا؟ اور باوفا کون ہیں؟ جو سر سے پیر تک مالک کو ناراض نہ کرے یعنی جو بندہ بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَعْضَاءِہٖ مالک کو ایک لمحہ ناراض نہ کرے بس وہ باوفا ہے۔ اللہ کو ناخوش کرکے حرام خوشیاں امپورٹ کرنا، درآمد کرنا، استیراد کرنا، تین زبانیں بول رہا ہوں انگلش، فارسی اور عربی، تو اللہ کو ناراض کرکے ان کی ناخوشی کی راہوں سے اپنے دل میں حرام خوشیوں کو لانا یہی بے وفائی ہے۔

غیر شعوری حرام لذت پر بھی استغفار کرو

بس ایک ہی جملہ آج یاد کرلو ہمارا اور آپ کا سفر ڈر بن حاصل ہو جائے گا کہ ہر سانس اللہ تعالیٰ کے باوفا رہو، ایک لمحہ بھی مالک کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو اپنے دل میں نہ آنے دو، اگر کبھی بشریت سے دل میں کچھ حرام خوشی آجائے تو استغفار و توبہ کرو اور اللہ سے یہ کہو کہ اے خدا! شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر ارادتاً یا بغیر ارادہ ہمارے قلب نے کوئی حرام خوشی آپ کی ناخوشی سے حاصل کی ہو، نمکینوں کا نمک حرام چکھا ہو تو ہم اپنی تمام مستلذاتِ محرمہ، میرے الفاظ یاد رکھو امپورٹ شدہ مال کو مستلذات کہتے ہیں، استیراد کیے ہوئے امپورٹ شدہ مال کا نام میں نے رکھا ہے مستلذاتِ محرمہ، مسروقہ، خبیثہ سے ہم معافی چاہتے ہیں۔ ہمیں وہ خوشی زیب نہیں دیتی کہ ہم آپ کے غلام ہو کر آپ کو ناخوش کر کے اپنے دل کو خوش کرلیں، ہم کیسے نالائق و بے وفا ہیں، رزق تو آپ کا کھائیں اور خوش کریں نفس و شیطان اور ماحول کو۔

اگر اس پر آپ لوگ عمل کرلیں تو میں اللہ کے بھروسے پر یقین سے کہتا ہوں کہ آپ سب لوگ معمولی ولی اللہ نہیں بنیں گے، اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچیں گے ان شاء اللہ، جہاں آگے بابِ نبوت پر لگے تالے نظر آئیں گے، مہرِ نبوت کے تالے تک نظر آجائیں گے، اس مقام تک اختر پہنچنا چاہتا ہے اور پہنچانا چاہتا ہے۔ اگر آپ باوفا ہو جائیں، اپنا ہر نفس، ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا کرنا سیکھ لیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ جائیں گے جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے، اس سے آگے آپ کو بابِ نبوت کا تالا بھی نظر آئے گا ان شاء اللہ جس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

میرا یہ مضمون آج کل جو بیان ہو رہا ہے یہ میٹرک کا نہیں ہے، یہ انٹر کا نہیں ہے، یہ بی اے کا بھی نہیں ہے، بی ایس سی کا بھی نہیں ہے، ایم ایس کا بھی نہیں ہے، پی ایچ ڈی کا بھی نہیں، بس سمجھ لو اس کے بعد کوئی مضمون نہیں ہے، یہ وہ مضمون ہے جس کے بعد کوئی مضمون نہیں ہے۔ جب اللہ کو پاگئے تو اب اور کیا مضمون چاہیے۔

شیخ سے حسنِ ظن کی تلقین

اور اپنے شیخ سے حسنِ ظن رکھو۔ مان لو ایک پیر ہے، رات بھر بیس رکعت پڑھتا ہے اور ایک شیخ ہے ضعف کی وجہ سے رات کو اٹھ کر تہجد نہیں پڑھتا، عشاء کے وقت تہجد پڑھ لیتا ہے تو اس کو کم مت سمجھو۔ دیکھو ایک بچہ ہے جو اماں سے دور بیٹھا ہوا ہے اور تسبیح کے دانے پر اماں اماں کر رہا ہے، عام بے وقوف اور

نادان لوگ سمجھیں گے کہ اس سے بڑھ کر اماں کا عاشق کوئی نہیں ہے اور ایک بچہ جو ماں کی گود میں گردن سے لپٹا ہوا دودھ پی رہا ہے اور ایک دفعہ بھی اماں نہیں کہتا تو بتاؤ کون زیادہ مقرب ہے؟ تو بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اللہ سے ہر وقت ان کے قلب و جان چپکے ہوئے ہیں اور اللہ کے قرب کا دودھ پی رہے ہیں، اس لیے اہل اللہ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بعض ضعیف اولیاء کو تہجد کے لیے رات کو اٹھنے نہیں دیتے اگر وہ اٹھنا بھی چاہیں تو فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ ان کا پیر دباؤ اور سلاؤ تا کہ تازہ دم ہو جائیں اور میرے بندوں کو میری محبت سکھائیں جیسے کسی کا ایک ہی پیارا بیٹا بیمار ہو جائے اور اٹھ کر کوئی کام کرے اور باپ سمجھ جائے کہ ابھی اس کو کمزوری ہے تو باپ اپنے نوکروں سے کہے گا کہ ایسا دباؤ کہ اٹھنے ہی نہ پائے، تو فرمایا بعض تہجد نہ پڑھ کر مقبول ہیں اور بعض تہجد پڑھ کر دور ہیں۔ یہ میں معذور کے لیے کہہ رہا ہوں، یہ نہیں کہ بس آج سے سب لوگ ٹانگ پھیلا کر سو جائیں۔ جو معذور ہیں، جن کو تکلیف ہے، ضعف ہے، بیمار ہیں تو مریض اور مسافر کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا وہ حالتِ صحت میں نیک اعمال کرتا تھا۔

بزرگوں کے دورِ جوانی کے مجاہدات دیکھنے چاہئیں

اس لیے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بزرگوں کی جوانی کو دیکھو کہ کتنے مجاہدات کیے، حالتِ پیری اور ضعف کو مت دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، میں جس طرح اپنے شیخ مولانا شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتا تھا، اس کے بارے میں میرے ایک پیر بھائی نے مولانا ابرار الحق صاحب سے عرض کیا کہ اختر یہاں جتنا مجاہدہ کر رہا ہے اور جتنی تکلیفیں اٹھا رہا ہے ہم ایک دن بھی نہیں اٹھا سکتے۔ میں نے دس سال جنگل میں گزارے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اب مالک کا شکر ادا کرتا ہوں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے چوبیس گھنٹہ دیکھا کہ دنیا جانتے ہی نہیں تھے، اللہ والے وہ ہیں جو چوبیس گھنٹہ سراپا ذکر رہتے ہیں، حضرت فرماتے تھے کہ جب میرے احباب آئے ہوئے ہوتے ہیں تو پھر میں ان میں بیٹھتا ہوں، نوافل بھی نہیں پڑھتا اور تسبیح بھی نہیں پڑھتا، اب اللہ کے جو بندے آئے ہوئے ہیں ان کو وقت دیتا ہوں، پھر فرمایا کہ

بظاہر ذاکر و شاغل نہیں ہوں
زباں خاموش دل غافل نہیں ہے

ہمیں احباب کی خاطر ہے منظور
یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے

آہ! ان بزرگوں کی صحبت سے الحمد للہ ہر معاملے میں ہم اپنے بزرگوں کی شاہراہ پر ہیں۔

اب دعا کرو کہ اللہ اپنے فضل سے عقلِ سلیم عطا فرمائے، اے خدا! اپنا دردِ محبت جو آپ اپنے اولیاء کے سینوں میں عطا فرماتے ہیں، جس کے لیے میرے پاس تعبیرات کے الفاظ نہیں ہیں، ہم عاجز ہو کر آپ ہی سے فریاد کرتے ہیں کہ اختر کی روح کو بھی اور میرے سامعین کی روحوں کو آپ فضل فرما کر اپنی قوتِ جذب سے زبردستی اپنا بنالیں، جیسے ابّا کی شفقت بچے کو ڈھونڈ لیتی ہے اسی طرح اگر ہم نالائقی سے آپ کے نہیں بن رہے ہیں تو بھی آپ اپنے جذب سے ہم سب کو اپنا بنالیں اور اپنے اس درد سے ہماری جانوں کو آشنا فرمایئے جو آپ اپنے اولیائے صدیقین کو عطا فرماتے ہیں، اے خدا! ہمیں اپنی مٹی کو مٹی کے کھلونوں پر تباہ کرنے سے بچا لیجیے، ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کو اللہ والا بنالیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعۃ المبارک، بمقام ڈربن

غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [۲۳۲]

وَقَالَ تَعَالٰی: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ [۲۳۳]

وَقَالَ تَعَالٰی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [۲۳۴]

۲۳۲ے التوبۃ:۱۱۹

۲۳۳ے العنکبوت:۶۹

۲۳۴ے اٰل عمرٰن:۱۰۲

تقویٰ فرضِ عین ہے

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم سب لوگوں پر تقویٰ کو فرض قرار دیا ہے۔ عالم ہونا، حافظ ہونا، قاری ہونا فرضِ کفایہ ہے جیسے نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ جنازے میں شریک ہوجائیں تو پوری بستی کی طرف سے ادا ہوجاتا ہے، اگر بستی میں چند لوگ بھی عالم اور حافظ ہوگئے تو سب کا فرض ادا ہوگیا، لیکن متقی ہونا اور اللہ کا ولی بننا اللہ نے سب پر فرضِ عین فرمادیا کہ دنیا سے کوئی بندہ واپس ہوکر میرے پاس نہ آئے جب تک کہ ولی اللہ نہ ہوجائے۔ پردیس کی کمائی میں سے ہم کچھ نہیں چاہتے، نہ ہم تمہاری بلڈنگ چاہتے ہیں، نہ تمہارا بینک بیلنس چاہتے ہیں، نہ تمہارے قالین چاہتے ہیں، نہ تمہاری فیکٹریاں چاہتے ہیں، ہم تم سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے، صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم غلام بن کر دنیا میں آئے ہو لیکن ہمارے ولی بن کر ہمارے پاس آؤ، یہاں ایسا عمل کرو کہ ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھیں اور پھر تم کو قیامت کے دن بھی عزت، جنت اور راحت دیں اور تم ایسے ولی اللہ بن جاؤ کہ جو تمہارے پاس بیٹھ جائے وہ بھی ولی اللہ ہوجائے، ایسے لنگڑے آم بنو کہ دیسی آم تمہاری قلم کھا جائے تو وہ بھی لنگڑا آم بن جائے۔ میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے، لیکن دیسی دل اللہ والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں بنتا تنگڑا دل بنتا ہے، ایسا تنگڑا دل کہ جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی ولی اللہ ہوجاتا ہے۔

عزت صرف ربُّ العزت کی فرماں برداری میں ہے

تو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ جن چیزوں کو تم اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے ہو کہ ہماری چار فیکٹریاں ہیں، ہمارا کروڑوں کا بیلنس ہے اور ہماری اتنی کاریں، اتنی موٹریں ہیں، ان چیزوں سے تمہاری عزت نہیں ہے، عزت اس کی ہے جو ربّ العزت کو خوش کردے اور اپنے اللہ کو خوش کرکے اپنی غلامی کے سر پر تاجِ دوستی رکھ کر اللہ کے یہاں واپسی کرے۔ آپ بتاؤ بادشاہوں کے جو دوست ہوتے ہیں دنیا میں لوگ ان کو عزت سے دیکھتے ہیں یا نہیں؟ تو جو اللہ کا دوست ہوگا اس کو کتنی عزت ملے گی! لیکن عزت کے لیے اللہ کی دوستی مت کرو، ربّ العزت کے لیے اللہ کی دوستی کرو، اللہ کے لیے اللہ کو چاہو، اللہ کے لیے اللہ سے محبت سیکھو۔

تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو فرضِ عین کر دیا، کوئی مسلمان ایسا نہیں جس پر تقویٰ فرض نہ ہو۔ قرآنِ

پاک کا حکم ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تاکہ تم بھی متقی بن کر اللہ والے بن جاؤ۔ تل کو کولہو میں پیلنے سے تل ہی کا تیل نکلے گا روغنِ چنبیلی نہیں نکلے گا، لیکن اگر تل کو چنبیلی کے پھول کی صحبت میں رکھ کر اس کا تیل نکالو تو روغنِ چنبیلی نکلے گا حالاں کہ چنبیلی کے پھول میں تیل نہیں ہوتا، مگر چنبیلی کے پھول کی صحبت سے اس کو اب تل کا تیل کہنا جائز نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گلاب کی صحبت سے تل کا تیل روغنِ گل ہوجاتا ہے اب اس کو روغنِ کنجد اور تلی کا تیل کہنا اس کی توہین ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عجیب نسخہ آسان عطا فرمایا کہ تم کتنی ہی عبادت کرو تل کے تل ہی رہوگے، لیکن اگر اللہ والے پھول کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرو تو پھر جو تیل نکلے گا اس میں اللہ کی ولایت کی خوشبو ہوگی۔

بمبئی میں میرے ایک دوست سرسوں، چنبیلی وغیرہ کا تیل نکالتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے نفس کا بھی تیل نکالیے اس کا نام روغنِ نفس ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسے نکلے گا؟ میں نے کہا کہ نفس کی بُری خواہش پر عمل نہ کرو بس نفس کا تیل نکل آیا۔ کہنے لگے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ میں نے کہا روغنِ نفس ایسا مفید ہے کہ جس انسان کو لگادوگے وہ ولی اللہ بن جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نفس کی مخالفت اور بُری خواہش کے توڑنے والے کو پیار کرتے ہیں، لہٰذا نفس کی بُری خواہش سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

گناہ کا تقاضا بُرا نہیں، اس پر عمل بُرا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب! بڑے گندے گندے وسوسے اور خیالات آرہے ہیں، ہر ٹیڈی کو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے، ہر گناہ کرنے کو دل چاہ رہا ہے، سینما، وی سی آر کو ہر وقت دل چاہتا ہے، تو دل کے چاہنے سے آپ بالکل مت گھبراؤ، دل کی اس بُری خواہش پر عمل نہ کرو۔ جیسے رمضان شریف کا مہینہ ہے، گرمی کا روزہ ہے، لو چل رہی ہے، پیاس لگ رہی ہے، آپ دس دفعہ فریج کھولتے ہیں اور ٹھنڈی بوتل دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ پی لیں، لیکن اگر کوئی نہ پیے تو اس کا روزہ رہے گا یا نہیں؟ تو اگر کسی کو روزانہ ایک ہزار مرتبہ گناہ کا تقاضا ہو مگر وہ تقاضے کو برداشت کرتا ہے، اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ ان لوگوں سے بڑا ولی اللہ ہے جن کو تقاضا نہیں ہوتا، کیوں کہ اِس کو زیادہ غم اُٹھانا پڑرہا ہے۔ تو جو ایسے ماحول میں رہتے ہیں جیسے ڈاکٹر ہے جنہیں ٹیڈیوں کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے یا کوئی ہوائی جہاز پر سروس کرتا ہے جہاں ایئر ہوسٹس ننگی رانیں کھولے ہوتی ہیں جیسے برطانیہ اور ہیتھرو ایئرپورٹ پر، تو ایسے لوگوں کو نظر بچانے پر زیادہ اجر ہے کیوں کہ وہ ہر وقت نظر بچانے کا غم اٹھاتے ہیں۔

خونِ آرزو اور اس کی قیمت

آپ کے پاس آپ کے تین دوست آئے، ایک کو دشمن نے ایک زخم لگایا لیکن اس نے پھر بھی آپ کو نہیں چھوڑا اور آپ کے پاس آگیا، آپ پوچھتے ہیں کہ بھئی تمہارا خون کیوں بہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب آپ کی محبت میں آرہا تھا، کچھ دشمن ایسے تھے جو آپ کے پاس آنے نہیں دے رہے تھے، انہوں نے زخمی کردیا۔ اب دوسرا دوست آیا جس کو دشمن نے دس زخم لگائے پھر تیسرا دوست آیا جس کو ایک ہزار زخم لگے تو آپ کس کو زیادہ نمبر دیں گے؟ تو جس کو ہزار دفعہ گناہ کا تقاضا ہو اور ہزار دفعہ ٹیڈیاں سامنے آئیں اور وہ ہزار دفعہ نظر بچا کر ہزار غم اٹھائے تو کیا اللہ سب کو برابر کردے گا؟ کس کا درجہ زیادہ ہوگا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ تم ہمارے لیے کیا لائے ہو؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں خونِ آرزو کا ایک پیالہ لایا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اپنی بُری بُری خواہشوں کا خون پیا ہے اور میں نے گناہ کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا، تو میرا خونِ آرزو ایک صراحی کے برابر ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میرا خونِ آرزو ایک دریا کے برابر ہے اور چوتھا کہتا ہے کہ میرا خونِ آرزو ایک سمندر کے برابر ہے۔

یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا

یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طورِ سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لا مکاں ہے
مرا درد جاوداں ہے

مرا قصہ دلستاں ہے
مری رگ سے خوں رواں ہے

مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ اللہ کا راستہ ہے۔ جو مالک کے راستے میں جتنا زیادہ غم اٹھاتا ہے اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور کوئی کتنا ہی بڑا مولانا ہو، کتنی ہی بڑی داڑھی اور گول ٹوپی ہے مگر بُرے تقاضوں پر عمل کرتا ہے، تو یہ صالحین کی شکل ہے مگر اندر سے اس کا دل نیک نہیں ہے، یہ عالم ہے عامل نہیں ہے۔

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے

اگر آپ کباب کی دکان پر جائیں اور وہاں کباب تو ہوں مگر کچے ہوں، یعنی ان کی ظاہری شکل بالکل کباب کی سی ہو، تو جب آپ نے کباب کو آنکھ سے دیکھا تو سرخی نہیں تھی، کباب تلنے کے بعد لال ہو جاتا ہے نا اور جب آپ نے چکھا تو قے ہو گئی، کیوں کہ کباب کچے تھے، تیل میں تلے ہوئے نہیں تھے اور خوشبو بھی نہیں تھی، آپ کو پہلے ہی شک ہو گیا تھا کہ یہ کیسے کباب ہیں؟ کباب ہیں تو ان میں خوشبو ہونی چاہیے اور جب چکھا تو اور یقین آگیا۔ صورت دیکھ کر تو عین الیقین ہوا کہ خوشبو نہیں ہے اور جب چکھا تو حق الیقین ہو گیا کہ کہاں پھنس گئے؟ اس کباب میں تو کوئی مزہ نہیں، پھر یہ شعر پڑھا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں بھی نہ نکلا

ایسے ہی انسان جب کسی گول ٹوپی، لمبے کرتے والے کو دیکھتا ہے، تو اس کا چہرہ دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے قلب میں انوارِ مجاہدہ نہیں ہیں، دل میں خیمہ تو لیلیٰ کا ہے مگر اندر کتا بندھا ہوا ہے، شکل تو مولیٰ والی ہے مگر دل میں مولیٰ نہیں ہے، اس کے دل میں مرنے والے مردہ حسینوں کے خیالات بھرے ہوئے ہیں، پھر جب اس کی باتیں سنتا ہے تو اس کو کوستا ہے کہ شکل ولی اللہ کی ہے لیکن خوشبو ولی اللہ کی نہیں ہے، ولی اللہ وہ ہے جس کی خوشبو دور دور تک جائے۔

نسبت مع اللہ کا فیضان

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ سفر فرما رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اے صحابہ! ؎

گفت پیغمبر کہ بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بوئے خدا

ہواؤں کے کندھے پر مجھے یمن سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آرہی ہے:

اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ [۲۳۵]

مجھے دو سو میل دور یمن سے اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ ایک ولی اللہ کی خوشبو تھی جن کا نام حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ تو اللہ کا ولی وہ ہے جس کی خوشبو سینکڑوں میل دور تک جائے، جب اللہ کے عشق میں دل جلے گا تو کیا اس کی خوشبو نہیں اڑے گی؟ جیسے کباب تلا جائے تو اس کی خوشبو محلے بھر میں پھیل جاتی ہے۔ ایک کافر نے دیکھا کہ گائے کا کباب تلا جارہا ہے، تو اس کافر نے کہا: بوئے کباب مارا مسلماں کرد، اس کباب کی خوشبو نے تو مجھ کو مسلمان کرڈالا۔

غمِ ولایت کسے کہتے ہیں؟

تو جو جتنا زیادہ اللہ کی یاد میں اور اللہ کو راضی کرنے میں غم اٹھاتا ہے اور اتنا مجاہدہ کرتا ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ، زندگی کی ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کرکے حرام خوشیوں کو اپنے کمینے پن اور بے غیرتی سے امپورٹ اور استیراد اور درآمد نہیں ہونے دیتا اور ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے خوش رہے تو یہ غمِ ولایت کا حامل ہے، جس کو یہ غم نہ لگے وہ ولی اللہ نہیں، ولایت اس غم کا نام ہے کہ ہر وقت یہ فکر رہے کہ میں اپنے مولیٰ اور پالنے والے اور پیدا کرنے والے کو لمحہ بھر بھی ناخوش نہ کروں، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت دل میں نہ آنے دوں، میری جو بھی حالت ہوجائے ہوجانے دو۔

میری جو ہونی تھی حالت ہوچکی
خیر اک دنیا کو عبرت ہوگئی

نسبت مع اللہ کی لذت

اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کا یہی راستہ رکھا ہے، لیکن اس میں اتنا مزہ رکھا ہے اتنا مزہ رکھا ہے کہ

---

۲۳۵ مرقاۃُ المفاتیح: ۱۱/۴۰۹، باب ذکر الیمن والشام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

یہ سودا سستا معلوم ہوتا ہے۔ جس کے دل میں مولیٰ آگیا اور اس نے مولیٰ کو خوش کرڈالا اس کے دل میں دونوں جہاں کے مزے سے زیادہ مزہ رہتا ہے۔ اختر کا اُردو شعر ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کیوں کہ دونوں جہاں کی لذت اور مزہ پیدا کرنے والا اللہ ہے، جب اللہ قلب میں آئے گا تو کیا دونوں جہاں کا مزہ الگ کرکے آئے گا؟ اللہ کی صفت اللہ سے الگ ہو ہی نہیں سکتی۔ جس اللہ نے حوروں کو پیدا کیا اور دنیا میں لیلاؤں کو پیدا کیا اور لیلاؤں کو نمک دیا، تو جس دل میں وہ اللہ آتا ہے تو اپنی تمام صفات کے ساتھ آتا ہے، دنیا کی لذتوں کی خالقیت کی صفت اور جنت کی تمام نعمتوں کی تخلیقی صفت کے ساتھ آتا ہے اور وہ بندہ دونوں جہاں کے مزے سے بڑھ کے مزہ پاتا ہے۔ آپ بتلاؤ! جنت زیادہ مزے دار ہے یا اللہ؟ جنت مخلوق ہے، حادِث ہے، محدود ہے تو کیا مخلوق کی لذت اور خالق کی لذت برابر ہوگی؟ خالق غیر محدود ہے، جس کے دل میں اللہ مع اپنی تجلیاتِ خاصہ آتا ہے اس کو غیر محدود لذت ملتی ہے۔

تذکرۂ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! مجھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت نصیب ہوئی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور میں نے خواب میں پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا عبد الغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عبد الغنی، آج تم نے اللہ کے رسول کو خوب دیکھ لیا۔ میرے شیخ کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ محبی و محبوبی شاہ عبد الغنی جیسے القاب لکھتے تھے یعنی جیسے القاب مرید اپنے پیر کو لکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ایسے پیر کے ساتھ اختر نے جنگل میں دس سال زندگی گزاری، لیکن قصبہ قریب تھا تقریباً دس منٹ کا راستہ تھا، لیکن وہاں قصبہ کی کوئی آواز نہیں آتی تھی، بس میں تھا اور میرے شیخ کی آہ وفغاں تھی اور حضرت جب اللہ کہتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جہاں کی نعمتیں برس رہی ہیں۔ اللہ والوں کے پاس رہنے کا مزہ، اللہ کے نام کا مزہ عام انسان کیا جانے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انسان کو یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے نام کا مزہ لو کیوں کہ اللہ والا بننے میں تو وقت لگتا ہے، لہٰذا اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ولی اللہ بننے

میں تو وقت لگے گا، لیکن اگر تم کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھو گے تو ان کے دل میں مولیٰ پاؤ گے، میرے نام کی لذت پاؤ گے، میگنٹ کا خالق ان کے دل میں ہے تو ان کے دل میں بھی میگنٹ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے آہستہ آہستہ اللہ والے بن جاتے ہیں۔

کیا کہوں میرے شیخ ایک جملہ فرماتے تھے۔ آہ! اپنے پیر کی بات نقل کرتا ہوں تو دل رونے لگتا ہے، آج تو وہ زمین کے نیچے ہیں، لیکن جب زندہ تھے تو میں یہی سمجھتا تھا کہ جب میرے شیخ کا انتقال ہوگا تو شدّتِ غم سے میں بھی مر جاؤں گا، لیکن اللہ کی شان ہے کہ میں زندہ ہوں۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ اختر اللہ کا راستہ مشکل ہے، نفس کا مقابلہ کرنا یعنی گناہ چھوڑنا مشکل ہے، لیکن اگر کسی اللہ والے کا ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف آسان ہی نہیں مزے دار بھی ہو جاتا ہے۔

اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے

میں اللہ والوں کے غلاموں کا ادنیٰ غلام ہوں، لیکن جو لوگ میرے ساتھ سفر کر چکے ہیں چھوٹا سفر ہو یا بڑا ان سے پوچھو کہ انہیں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ دیکھو اس وقت اللہ کی محبت میں موریشس سے دو عالم آئے ہوئے ہیں اور برطانیہ سے بھی کچھ لوگ آئے ہیں، اگر یقین نہ آئے تو ان سے حلف لے کر پوچھو کہ ان کو میرے پاس کیا ملتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ سنا ہے کہ جو آپ سے ٹچ ہوتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟ تو پارس پتھر نے لوہے سے کہا کہ اے بے وقوف! انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ مونکی! مجھ سے دلیل مت پوچھ، مجھ سے ٹچ ہو کر دیکھ، اگر سونا نہ بنے تو کہنا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر دلیل مانگنے والا بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ اس آیت کی تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ **خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ**[۲۳۶] لیکن اس میں اخلاص شرط ہے ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔

۲۳۶؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

ایک غیر مخلص مرید کا واقعہ

ایک آدمی میرے مربّی اوّل مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے آپ سے بڑا فیض ہو رہا ہے، میں تو بالکل عرشِ اعظم پر پہنچ گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مکّار ہے، اس کے دل میں اللہ کا ارادہ نہیں ہے، یہ لقمۂ تر کے لیے میرے ساتھ ہے کہ کھانے پینے کو خوب ملے گا اور ٹائم اچھا پاس ہو جائے گا، اس میں اخلاص نہیں ہے، اس کے بعد حضرت نے میزبان سے فرمایا کہ جو کی روٹی اور دال پکانا اور خبردار اس میں گھی بھی نہ ڈالنا۔ اب اس آدمی نے دیکھا کہ یہاں تو دال رکھی ہوئی ہے پھر جب دوسرے دن بھی یہی ہوا اور تیسرے دن بھی ایسے ہی ہوا تو تین دن کے بعد وہ آدھی رات کو بھاگ گیا، تب حضرت نے فرمایا کہ دیکھا! میرا دل کہتا تھا کہ یہ اللہ والوں کے پاس اللہ کے ارادے سے نہیں آیا، یہ کھانے پینے کے لیے آیا ہے اسی لیے بھاگ گیا، اس میں اخلاص نہیں تھا۔

نصابِ ولایت

اگر تین چیزیں ہوں تو آدمی ولی اللہ بن جائے گا:

۱) شیخ کی صحبت جو وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صحابہ کو بھی وقت دیجیے، ان کے پاس رہیے، چاہے اس کے لیے آپ کو تکلیف اُٹھانی پڑے لیکن آپ صبر کیجیے اور اپنے پھول سے ان کو خوشبودار کر دیجیے، کیوں کہ آپ کی صحبت سے ہمیں اسلام پھیلانا ہے۔

۲) یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ ذکر بھی کرو، اللہ کا نام بھی لو تاکہ اللہ تک پہنچ جاؤ کیوں کہ اللہ کے نام میں میگنٹ ہے، جو میگنٹ پیدا کرتا ہے کیا اس کے نام میں میگنٹ نہیں ہو گا؟ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچاتا ہے، اللہ اللہ کرنا ہمیں اللہ تک پہنچاتا ہے۔ تو دو چیزیں ہو گئیں، شیخ کی صحبت اور ذکر اللہ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جا رہا ہے کہ وَ اصۡبِرۡ آپ صحابہ کے ساتھ صبر کر کے رہیے کیوں کہ یہ لوگ ہمارا ذکر کر رہے ہیں، ہم آپ کو غیروں کے پاس بیٹھنے کو نہیں کہہ رہے ہیں، آپ میرے عاشقوں میں بیٹھیے۔

۳) یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ان صحابہ کے قلب میں میں مراد ہوں۔ یُرِیۡدُوۡنَ مضارع ہے جس میں دو زمانے

ہوتے ہیں حال اور استقبال، کیا مطلب؟ کہ ان کے دل میں اس وقت بھی میری ذات مراد ہے، یہ محض کھانے پینے والے نہیں ہیں، میں ان کا مراد ہوں۔ اصلی مرید وہ ہے جس کے دل میں اللہ مراد ہو، اللہ کے سوا کوئی غیر اللہ مراد نہ ہو۔ جو شیخ کے ساتھ رہے وہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہ لائے کہ شیخ کے ساتھ سفر کروں گا اور طرح طرح کے شہر دیکھوں گا، طرح طرح کی شکلیں دیکھوں گا، شیخ کے پاس صرف اس لیے رہو کہ ہم کو اللہ مل جائے۔ اور مضارع میں دوسرا زمانہ مستقبل کا ہے یعنی آیندہ بھی یہی ارادہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو مل جائے تو ان شاء اللہ ایک دن اللہ مل جائے گا۔

مخلص مرید پر شیخ بھی فدا ہوتا ہے

آگے اللہ تعالیٰ نے سفارش فرمائی وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ[۲۳۷] اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی نظر عنایت کو ان سے الگ نہ کیجیے۔ شیخ کا دل بھی اس مرید پر فدا ہوتا ہے جو اللہ پر فدا ہوتا ہے۔ بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اللہ کی محبت سیکھنے میرے پاس آتا ہے اور میں اسے اللہ اللہ کرنا سکھاتا ہوں، گناہوں سے بچنے کی ترکیب سکھاتا ہوں، یہاں تک کہ تقویٰ کی برکت سے گناہ کی گندگی سے پاک کر کے میں اسے اللہ کی محبت کا عود لگا دیتا ہوں، اور جو گناہ نہیں چھوڑتا شیخ لاکھ اس کو اللہ کی محبت کا عود لگائے مگر غلاظت اور نجاست کی وجہ سے وہ ظالم بدبودار ہی رہتا ہے۔ تو جب میں اللہ کی محبت سکھاتا ہوں اور اللہ کی محبت کا عود لگاتا ہوں اور غیر اللہ کی نجاست اور مردہ خوری اور کرگسی صفت سے وہ پاک ہو جاتا ہے، میری تھوڑی سی محنت، توجہ اور آہ وزاری اور راتوں کی دعاؤں سے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے، تو بجائے اس کے کہ مرید مجھ پر فدا ہو میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہی اس مرید پر قربان ہو جاؤں۔

اصلی شیخ اور اس کا شرف

اصل شیخ وہ ہے جو تنہائیوں میں راتوں کو اپنے مریدوں کی اصلاح کے لیے اللہ سے روتا بھی ہو، کیوں کہ وہ ہماری نیکیوں کی فیکٹری ہیں، ہماری سلطنت ہیں۔ اگر ایک بندہ بھی ولی اللہ ہو جائے تو شیخ کا درجہ کتنا بلند ہو جاتا ہے! اگر کوئی آپ کا کھویا ہوا بیٹا ڈھونڈ کر لائے تو آپ پہلے اس لانے والے کو پیار کریں گے، بیٹے کو بعد

---

[۲۳۷] الکھف:۲۸

میں پیار کریں گے کہ اللہ آپ کو جزا دے، آپ میری آنکھ کی ٹھنڈک، میرے جگر کا ٹکڑا تلاش کرکے لائے، تو جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی محبت سکھاتا ہے اور اللہ سے جوڑتا ہے اور غفلت اور گناہوں کی گندگیوں کے جنگلوں سے پکڑ پکڑ کر انہیں اللہ کی محبت سکھاتا ہے، تو جب کسی اللہ والے سے اور اللہ والوں کے غلاموں سے کوئی اللہ والا بن جاتا ہے، تو پہلا پیار اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے اور اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور پھر اس کے بعد جو ولی اللہ ہوتا ہے اس کو پیار کرتا ہے، لیکن پہلا پیار اسے نصیب ہوتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے۔

مجاہدہ کی ایک مثال

تو اللہ تعالیٰ کو پانے کی پہلی شرط صحبتِ اہل اللہ اور دوسری شرط مجاہدہ ہے۔ مجاہدہ کرنے والے کی مثال سوکھی لکڑی کی طرح ہے۔ اگر کوئی لکڑی جلانے بیٹھے تو سوکھی لکڑی فوراً آگ پکڑ لے گی اور گیلی لکڑی سوں ساں کرکے بجھ جائے گی۔

ایک مرید کسی اللہ والے کے پاس گیا اور چالیس دن میں ولی اللہ ہوگیا اور خلافت بھی پا گیا، دوسرا مرید دس سال سے تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ مجھے خلافت نہیں دی، میں تو دس سال سے شیخ کے پاس ہوں، شیخ کو منکشف ہوگیا، انہوں نے کچھ گیلی اور کچھ سوکھی لکڑیاں لانے کو کہا، پھر فرمایا کہ انہیں آگ لگاؤ۔ تو سوکھی لکڑیاں فوراً جل گئیں اور گیلی لکڑیاں بار بار بجھ جاتی تھیں، تب شیخ نے فرمایا کہ تو ہری لکڑی ہے اور وہ سوکھی لکڑی ہے۔ اس لیے تجھے جلاتا اور سلگاتا رہتا ہوں۔ جب تیرے نفس کا گیلا پن مجاہدات کی آگ سے ختم ہوجائے گا تو تو بھی اُڑ جائے گا۔

غمِ اولیاء

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر کرنا اور ان کی ناراضگی سے اپنے کو بچانے کا غم اُٹھانا اسی کا نام مجاہدہ ہے اور بس پورا اسلام یہی ہے۔ جو بندہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھے اور ایک سانس، ایک لمحہ، ایک سیکنڈ، ایک دقیقہ بھی ناراض نہ کرے تو سمجھ لو کہ اس کو غمِ اولیاء حاصل ہے اور اس غم کی قیمت یہ ہے کہ زمین و آسمان اس غم کو نہیں اُٹھا سکے، یہ وہ غم ہے جس سے انسان اولیائے صدیقین میں شامل ہوجاتا ہے، ہر لمحہ یہ غم رہے کہ میرے عمل سے اللہ خوش رہے اور میرے کسی عمل سے اللہ تعالیٰ ناخوش نہ ہو۔ علامہ سید سلیمان ندوی

رحمۃ اللہ علیہ جن کے صاحب زادے مولانا سلمان یہاں تشریف فرما ہیں، فرماتے تھے ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دوجہاں سے فراغت ملے

اگر اللہ تعالیٰ کے غم کا ایک ذرّہ نصیب ہو جائے تو دونوں جہاں کے غم سے ہم کو نجات مل جائے۔ اللہ کا غم جس کو ملا اس کو نہ دنیا کا غم ہے نہ آخرت کا غم ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی پھینکی تو وہ اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپ اور بچھوؤں کو نگل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے غم میں یہی تاثیر رکھی ہے کہ جس کو خدا کا غم ملتا ہے وہ دونوں جہاں کے غم کو نگل جاتا ہے، یہ غم عصائے موسوی سے کم نہیں ہے، عصائے موسوی سے اعلیٰ مقام کی چیز ہے، یہ اللہ کی محبت کا غم ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔

غمِ تقویٰ نصیبِ دوستاں ہے

میں یہی کہتا ہوں کہ بس اللہ کی محبت کا غم مل جائے، ایک ذرّہ اللہ کی محبت کا غم یہی ہے کہ مالک کو ناخوش کرکے حرام خوشیاں اپنے دل میں نہ آنے دو اور ہر وقت خدا پر فدا رہو اور اس غم کی یہ حقیقت ہے کہ اگر سارے عالم کی خوشیاں اس غم کو استقبالیہ اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو واللہ کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کے ایک ذرّہ غم کا حق ادا نہیں ہو سکتا، یہ نصیبِ دشمناں نہیں ہے، یہ نصیبِ دوستاں ہے، اللہ اپنے دوستوں کو یہ غم دیتا ہے، اور نافرمانی کی حرام لذتیں یہ نصیبِ دشمناں ہے، نصیبِ فاسقاں ہے، نصیبِ عاصیاں ہے۔

غمِ تقویٰ کا مقام

اللہ کے راستے کے ایک ذرّہ غم کا تو یہ مقام ہے، اور اگر اللہ کے راستے کا ایک کانٹا چبھ جائے، دل کو دُکھ پہنچ جائے، زخمِ حسرت لگ جائے کہ آہ کیسی شکلیں تھیں کاش کہ دیکھتے مگر میرے مولیٰ آپ نے منع کردیا، ہم اپنے دل کو آپ پر فدا کرتے ہیں، قلب کو بھی اور جذبات کو بھی یعنی ظرف بھی اور مظروف بھی، ہم خونِ آرزو کے لیے تیار ہیں، لاکھ ہمارا خون آپ پر بہہ جائے تو بھی آپ کی قیمت ہم سے ادا نہیں ہو سکتی، اور خونِ آرزو کیا چیز ہے! ہم اپنی گردن کا خون بھی آپ پر پیش کرنے کے لیے تیار ہیں، اگر اللہ کے راستے میں

ایک کانٹا چبھ جائے تو اگر اس کانٹے کو سارے عالم کے پھول سلامی اور گارڈ آف آنر دیں تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے جس کو اللہ والا بننا ہو وہ اللہ کے راستے کا غم اٹھانے کا حوصلہ کرے۔

یا مکن با پیل باناں دوستی
یا بنا کن خانہ بر اندازِ پیل

یا تو ہاتھی بان سے دوستی نہ کرو یا اپنے گھر کا دروازہ بڑا کرلو، کیوں کہ جب وہ ہاتھی پر بیٹھ کر آئے گا تو چھوٹے دروازے سے گھر کے اندر کیسے آئے گا؟ لہٰذا اگر اللہ سے دوستی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنے دل کا دروازہ بڑا رکھو، حوصلہ بلند کرو۔ جن پر ہم لوگ جان دے رہے ہیں یہ جان دینے والے نہیں ہیں، جان تو خدا نے دی ہے اور تم اسے دوسروں کو دیتے ہو، مرنے والے حسینوں کے ڈسٹمپر پر جان دیتے ہو! سوچو تو سہی کہ کس سے جوڑتے ہو اور کس سے توڑتے ہو۔

بقولِ دشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں از کہ بُریدی وبا کہ پیوستی

دشمن کے کہنے سے اللہ کے پیمان اور وعدے کو توڑتے ہو، دیکھو تو کس سے رشتہ جوڑتے ہو اور کس سے توڑتے ہو۔

اللہ والوں کی تاریخ زندہ رہتی ہے

لیلائیں تو تمہیں لات وگھونسے اور جوتیاں لگائیں گی، کیوں کہ حسینوں کو ہینڈل کرنے والوں کے سر پر جوتیاں پڑتی ہیں اور مولیٰ پر فدا ہونے والوں کے جوتے اُٹھائے جاتے ہیں اور نافرمانوں کی تو مرنے کے بعد بھی تاریخ لعنتی رہتی ہے کہ یہ ظالم تھا، بدمعاشیاں کیا کرتا تھا، اور اللہ والوں کی مرنے کے بعد بھی تعریفیں ہوتی ہیں۔ آہ! جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ قونیہ، شاہ خوارزم کے نواسے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، فرماتے ہیں۔

نیکواں رفتند و سنتہا بماند
وز لئیما ظلم و لعنتہا بماند

نیک بندے جاتے ہیں تو ان کے تذکرے، ان کی سنتیں، ان کے طریقے، ان کی تاریخ زندہ رہتی ہے اور کمینے

لوگ بد معاشیاں تو کر گئے، تھوڑی دیر کے لیے حرام لذت لوٹ کر منہ کالا کر گئے مگر ان کی لعنتیں ہمیشہ قائم رہیں گی، ان کی بد معاشیوں کے تذکرے ہوتے رہیں گے، ان کے ظلم اور لعنتیں اور ان کے بُرے طریقے جاری رہتے ہیں، جس کے ساتھ یہ بد فعلی کرتا ہے وہ اگلے سے بد فعلی کرتا ہے، قیامت کے دن معلوم ہو گا اس خبیث حرکت کا، اس لیے توبہ کریں ایسے لوگ اور یہ بھی کہیں کہ یااللہ! میرے گناہوں کی معافی بھی دیجیے اور اس کے نقصاناتِ لازمہ اور متعدیہ کی تلافی بھی کیجیے، بالغ ہونے کے بعد سے ہم سے جو گناہ ہو گئے ان کی معافی بھی دیجیے اور آپ کی مخلوق کو میری ذات سے جو نقصان پہنچا کہ میں نے ان کی عادت خراب کی ان نقصانات کی بھی تلافی فرما دیجیے یعنی جذب کر کے ان کو بھی اللہ والا بنا دیجیے، ایسا نہ ہو کہ میرے بُرے عمل کی تقلید کرتے ہوئے وہ آگے گناہ کریں تو اس کا وبال بھی ہمارے سر آئے۔

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے

وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

جو اللہ سے اللہ کو مانگتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اللہ ملنے والا ہے، کیوں کہ درخواست کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔

انہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اور جگرؔ کے استاد اصغر گونڈوی کا شعر ہے۔

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

درخواست کی توفیق ان کو دیتا ہے جن کو دینا ہوتا ہے۔ جس بچے کو لڈو دینا ہوتا ہے تو ابّا کہتا ہے کہ بیٹا مجھ سے لڈو مانگو، تو جس کو اللہ اپنا بنانا چاہتا ہے اور اپنی محبت کا غم اور نسبتِ ولایت دینا چاہتا ہے اسی کو درخواست بھی سکھاتا ہے۔

حسینوں پر مرنے والا قربِ خداوندی سے محروم رہتا ہے

اور جو مرنے والوں پر مرنا نہیں چھوڑتا تو اس کی مثال مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے کہ ایک کیڑے کو تواتر سے یہ خبر ملی کہ اس درخت پر انگور لگے ہوئے ہیں۔ اس خبر کی وجہ سے وہ کیڑا اچلا اور ہرے پتّے کو انگور سمجھ کر ظالم نے اسی پتّے کو کھانا شروع کر دیا اور غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے، ساری زندگی پتّا کھاتا رہا یہاں تک کہ مر گیا، انگور کے پتّے پر اس کی قبر بھی بن گئی اور اس گروہ کے اور حمقاء بھی وہیں مر گئے اور کیڑوں کا قبرستان بن گیا، اور کچھ خوش نصیب کیڑے اس پتّے سے نظر بچا کر، صرفِ نظر کر کے آگے بڑھے، لیلاؤں سے نظر بچائی اور انگور پا گئے، اور جنہوں نے غلطی سے کبھی ہرے پتّے کو چکھا تھا انہوں نے کہا کہ آہ! میری زندگی کہاں غارت ہوئی، میں پتّوں میں لگا ہوا تھا، ارے انگور تو یہاں ہے۔

تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی حیاتِ فانیہ کو حسنِ فانی پر یعنی لڑکیوں اور لڑکوں کے حسن پر اپنی بے وقوفی اور حماقتوں سے غارت کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے انگور سے محروم رہے اور قُرب کے انگور سے جب محروم رہے تو ساری زندگی لنگور رہے۔

حضرتِ والا کی حاضر جوابی

انگور پر ایک واقعہ یاد آیا، آج سے تیس برس پہلے میں ناظم آباد میں انگور خرید رہا تھا، تو ایک مسٹر نے میرا مذاق اڑایا اور کہا کہ اچھا آج کل مولوی لوگ بھی انگور کھاتے ہیں۔ میرے دل میں فوراً جواب آ گیا، میں نے کہا: تو کیا انگور صرف لنگور ہی کھاتے ہیں؟

سماع چار شرائط سے جائز ہے

اب مولانا منصور صاحب اشعار سنائیں گے۔ انہوں نے کبھی قوالی نہیں سنی لیکن آج جائز قوالی سنائیں گے، جس کی چار شرائط ہیں جنہیں علامہ شامی اور حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، ان شرائطِ اربعہ کو یاد کر لو:

۱) مسمع اَمرد وزن نباشد۔ ۲) مضمون خلافِ شرع نباشد۔ ۳) آلۂ لہو و لعب نباشد۔ ۴) سامع اہلِ ہویٰ نباشد۔

نمبر ایک: سنانے والا اَمرد لڑکا اور عورت نہ ہو، اَمرد یعنی جس کی داڑھی مونچھ نہ ہو، لیکن اب شرطِ اوّل میں اس قید کا اضافہ کیا جا رہا ہے کہ اگر داڑھی مونچھ ہو، مگر ہلکی ہو تب بھی اس سے اشعار نہ سننا چاہیے۔

نمبر دو: ڈھول، سارنگی، باجہ غرض آلۂ ساز نہ ہو، ورنہ طبیعت ناساز ہو جائے گی۔

نمبر تین: مضمون خلافِ شرع نہ ہو۔

نمبر چار: سننے والے اہلِ ہویٰ نہ ہوں، نفس پرست نہ ہوں۔ اور اگر اشعار حکمت و موعظت پر مبنی ہوں تو سامعین کے اہلِ ہویٰ نہ ہونے کی شرط نہیں ہے، کیوں کہ ایسے اشعار سے اہلِ ہویٰ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاتے ہیں اور ان کا عشقِ لیلیٰ عشقِ مولیٰ سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

مولانا جو اشعار سنا رہے ہیں تو اَمرد اور زن میں ان کا شمار نہیں ہوتا، مضمون خلافِ شرع نہیں ہے، آلۂ لہو و لعب یعنی سارنگی، ڈھولک، طبلہ وغیرہ نہیں ہے اور سننے والے الحمد للہ سب صالحین ہیں، لہٰذا آج جائز قوالی سن لو، نہ اس میں ساز ہے نہ باجا اور پڑھنے والا مرد ہے، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔ مزہ لوٹ لو یہ راتیں پھر کہاں ملیں گی؟ ان شاء اللہ اگلے سال بخیر زندگی اللہ رکھے تو پھر حاضری ہوگی۔ تو چار شرطیں بتا دیں، اب مجلس پر کسی قسم کا اعتراض کرنے والا خود بے وقوف ہوگا بلکہ امیر الحمقاء ہوگا، میں پہلے مالہٗ وماعلیہ ٹھیک کر دیتا ہوں۔ ہمارا ایک دوست ہے، میرا مرید بھی ہے، غضب کا شاعر ہے، تائب آس کا نام ہے۔ اس کا ایک شعر ہے ؎

ہماری آہ و فغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں
ہمارے زخم سیاق و سباق رکھتے ہیں

ظالم نے مولویانہ شعر کہا ہے، کیوں کہ اساتذہ سیاق و سباق بہت بتاتے ہیں۔

جو جان اللہ پر فدا نہ ہو وہ بڑی ہی محروم جان ہے، اور جان اللہ پر فدا کرنے کی پہلی شرط یہی ہے کہ مرنے والوں سے بچو، کیوں کہ زندہ حقیقی اُس قلب میں اپنی تجلیات کے ساتھ متجلی نہیں ہوتا جس قلب میں مردے لیٹے ہوئے ہوں۔ (پھر مولانا منصور الحق صاحب نے حضرتِ والا دامت برکاتہم کے اشعار سنائے جن میں سے چند کی حضرتِ والا نے تشریح بھی فرمائی)

اہلِ دل کون ہیں؟

صحبتِ اہلِ دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں

اہلِ دل سے مراد اہل اللہ ہیں، اور اللہ والوں کو اہلِ دل کیوں کہتے ہیں؟ اس کا جواب میں نے اپنے فارسی شعر

میں دیا ہے جس کو پڑھ کر مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ وجد میں آگئے تھے۔ وہ شعر ہے ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل را می دہد

اہلِ دل وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے خالق پر، اللہ پر فدا کر دے، اس کو دل دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ دیکھو مکھیوں کے پاس پر ہے یا نہیں؟ لیکن مکھی کو پروانہ نہیں کہتے، کیوں کہ وہ پیشاب اور پاخانہ کی نالیاں چوستی ہے، تو جس کا دل پیشاب پاخانے کے مقام پر مرتا ہے وہ دل اس قابل نہیں ہے کہ اسے دل کہا جائے، دل وہی ہے جو اللہ پر فدا ہوتا ہے، مکھی کے پر ہیں مگر دنیائے لغت نے اسے پروانہ تسلیم نہیں کیا، لہٰذا اپنی قیمت کو گراؤنڈ فلور کے چکروں میں ضایع مت کرو۔

لذاتِ دوجہاں کے لیے خالقِ دوجہاں کافی ہے

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ[۲۳۸]

کیا تمہارے دل کی بہاروں کی لطف اندوزی، سہارے، سکون اور لذتِ دوجہاں کے لیے تمہارا خالقِ دوجہاں کافی نہیں ہے؟ جو لیلاؤں کو نمک دے سکتا ہے وہ تمہارے قلب کو حاصلِ نمکیاتِ لیلائے کائنات نہیں دے سکتا؟ اَلَیۡسَ اللّٰہُ نکرہ تحت النفی ہے اور قاعدہ ہے اِنَّ النَّکِرَۃَ اِذَا وَقَعَتۡ تَحۡتَ النَّفۡیِ تُفِیۡدُ الۡعُمُوۡمَ آہ! قرآنِ پاک پر ایمان لانے والو کچھ تو سوچو، اس آیت پر ایمان لانا تو علم الیقین ہے کہ قرآن سچا ہے، سب مانتے ہیں مگر ذرا عین الیقین بھی حاصل کرو، کسی اللہ والے کو جا کر دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے مولیٰ کی یاد میں مست ہے، بڑے سے بڑے حسین کو نظر اٹھا کے نہیں دیکھتا، یہ عین الیقین ہے، لیکن جب ان کے صدقے میں خود اللہ آپ کے دل میں آئے گا تو حق الیقین پا جاؤ گے۔ دیکھو اگر کوئی کہے کہ شامی کباب مزیدار ہوتا ہے تو علم الیقین مل گیا ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

۲۳۸؎ الزمر: ۳۶

اور کسی کو کباب کھاتے ہوئے دیکھا کہ کیسے مزے سے کھا رہا ہے تو یہ عین الیقین ہے۔ پہلے صرف علم حاصل ہوا تھا کہ شامی کباب مزیدار ہوتا ہے، اب کسی کو کھاتے ہوئے آنکھ سے دیکھ لیا تو یقینِ علمی کے ساتھ یقینِ عینی بھی حاصل ہوگیا، اور جب خود کباب کھالیا، کسی نے منہ میں ڈال دیا تو حق الیقین حاصل ہوجائے گا۔ بس یہ تین درجے ہیں علم کے۔ قرآن پاک پر ایمان لانا علم الیقین ہے، کسی اللہ والے کو دیکھو تو عین الیقین مل جائے گا اور جب خود اللہ کو پاجاؤ گے تو حق الیقین مل گیا۔ اس مضمون کو یعنی علم کے تین درجوں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کو سمجھانے کے لیے استادوں کو پسینے آجاتے ہیں، لیکن بتاؤ آپ کو مزے سے سمجھ آگیا کہ نہیں؟ اور یہ مسئلہ ظالم کباب نے آپ کو سمجھایا ہے۔

فلسفہ کے ایک مسئلہ کا حل دعوتِ طعام کی مثال سے

اسی طرح فلسفہ کا ایک اور مسئلہ ہے جو بڑے بڑے استاد نہ خود سمجھتے ہیں نہ سمجھا پاتے ہیں اِلَّا ماشاء اللہ، اور وہ مسئلہ ہے بشرطِ شے، بشرطِ لا شے، لا بشرطِ شے۔

بتایئے چکّر آگیا یا نہیں؟ ایک دفعہ میرے دو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور ڈھاکہ کے حافظ جی حضور جو حکیم الامت کے خلیفہ تھے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت فلسفے کا ایک مسئلہ اختر اس طرح سمجھاتا ہے کہ اس سے طالب علم اور استاد بہت جلدی سمجھ جاتے ہیں۔ جیسے کسی نے آپ کی دعوت کی، آپ کہیں کہ صاحب اس شرط پر دعوت قبول ہے کہ آپ شامی کباب کھلائیں گے، آپ نے دعوت میں شامی کباب کی شرط لگادی، اس کا نام ہے دعوت بشرطِ شے، اور اگر آپ کہیں کہ مجھے گائے یا بیل کا بڑا گوشت نقصان کرتا ہے، لہٰذا بڑا گوشت نہ کھلانا تو اس کا نام ہے دعوت بشرط لا شے کیوں کہ بیل کا گوشت لا شے ہوگیا۔ پہلی شرط میں حصول تھا کہ کباب لاؤ، یہاں بشرط لا شے ہے کہ بیل کا گوشت نہ ہو، بکرا کھلانا۔ دو مسئلے حل ہوگئے، بشرطِ شے کباب سے حل ہوا اور بشرطِ لا شے بڑے گوشت سے حل ہوا۔ اب اگر آپ نے کہا کہ صاحب کوئی قید نہیں، آپ کی مرضی پر ہے چاہے کباب کھلاؤ، چاہے بیل کا گوشت کھلاؤ، جو چاہو کھلاؤ، جو چاہو نہ کھلاؤ، اس کا نام ہے دعوت لا بشرط شے۔ جب میں نے اس کو بیان کیا تو سب علماء اور میرے مشایخ بھی ہنسے اور شاباشی دی۔ تو دیکھا آپ نے دعوت کی کرامت! کہ یہ فلسفے کے مسائل حل کردیتی ہے۔

حکیم الامت نے فرمایا کہ دو نعمتوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم جاتی ہے: (۱) دعوت کا کھانا اور

(۲)جماعت کی نماز۔ جس کو دعوت مل جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کا شکر ادا کرو، اور جماعت سے نماز مل جائے تو بھی اللہ کا شکر ادا کرو، کیوں کہ جماعت میں ساری محنت امام کررہا ہے، جماعت کی نماز میں محنت امام کی اور کام آپ کا بن گیا اور ثواب بھی ستائیس گنا زیادہ۔

نماز باجماعت کے وجوب کی ایک حکمت

اور میں اسی سے مسئلہ بتاتا ہوں کہ خالی تنہائیوں کی عبادت اللہ کو پسند تو ہے، مگر اپنے عاشقوں کی ملاقات کو اللہ نے ترجیح دی اور جماعت کی نماز کو واجب قرار دیا کہ گھر میں اکیلے نماز مت پڑھو، میرے عاشقوں سے بھی ملو، جماعت کا وجوب ملاقاتِ عاشقاں کا ایک بڑا ذریعہ ہے، ملاقاتِ دوستاں کا ذریعہ ہے، اور پھر عاشقوں کی اسی تعداد پر قناعت مت کرو، جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو پھر عید بقرہ عید کو اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور حج عمرہ نصیب ہو تو بین الاقوامی عاشقوں سے ملاقات اور زیارت کرو۔ میں بھی سارے عالم کے سفر کے لیے اللہ سے گروہِ عاشقاں مانگتا ہوں۔ مولانا منصور صاحب کا مصرع ہے ؏

کبھی چلو میرے مرشد کے ہم سفر ہو کر

اپنے مربّی کے ساتھ سفر کا فائدہ

حضرت حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ اپنے مربّی کے ساتھ سفر کرو، جب وہ بھی بے وطن ہو، اپنے بال بچوں سے دور ہو اور مرید بھی اپنے بال بچوں سے دور ہو، پھر دیکھو کہ اللہ کتنی تیز والی پلاتا ہے۔

مانا کہ بہت کیف ہے حبّ الوطنی میں
ہو جاتی ہے مے تیز غریب الوطنی میں

اس لیے مجددِ زمانہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ ہے کہ اپنے مربیوں کے ساتھ سفر بھی کیا کرو، تاکہ مربّی بھی اور تم بھی وطن سے بے وطن ہو اور بال بچوں سے جدا ہو، طالب و مطلوب، مرید و شیخ، استاد و شاگرد سب بے وطن ہو جاؤ تاکہ ہجرت کی مشابہت ہو جائے۔ اگر صحبتِ مرشد کی اہمیت نہ ہوتی تو صحابہ کو اجازت مل جاتی کہ ہمارا نبی مدینہ پاک ہجرت کررہا ہے لیکن تم مکہ ہی میں رہ سکتے ہو، لیکن فرمایا کہ کعبہ سے چپٹے رہوگے تو گھر تو مل جائے گا مگر گھر والا نہیں پاؤگے، لہٰذا میرے نبی کے ساتھ جاؤ، رسول اللہ سے اللہ ملے گا۔ کعبۃُ اللہ سے کعبہ ملے گا اور اللہ والوں سے اللہ ملے گا۔

اس لیے آج اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں یہ مضمون عطا فرمایا کہ جو اخلاقِ رذیلہ اور گناہوں کے تقاضوں کے کڑوے پانی سے بھرے ہوئے ہوں اور اللہ کا کوئی بندہ ان کے پاس آجائے تو اس کے ساتھ سفر کرلو، پھر جب تم بادلوں کی طرح برسو گے تو کڑوے نہیں رہو گے میٹھے برسو گے، اس لیے اگر وہ اللہ والا تمہیں ہائی جیک کرلے تو خوشی خوشی اس کے ساتھ چلے جاؤ اور یہ سمجھو کہ یہ میرے کڑوے پانی کو میٹھا پانی بنائیں گے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کو بادل سمجھو اور اس پر ایک شعر فرمایا تھا۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

اس لیے سارے عالم میں علماء دین کے سفر کو نعمت سمجھو اور جلدی سے اس کے ہائی جیک میں شامل ہو جاؤ پھر ان شاء اللہ تم ایسے میٹھے بنو گے کہ میٹھے برسو گے بھی، تمہارا پانی بھی میٹھا برسے گا اور چند دن کے بعد تم خود حیرت میں آجاؤ گے۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

حیرت کرو گے کہ ہم کیا تھے اور کیا سے کیا ہو گئے۔ بھیکا شاہ نے اپنے شیخ شاہ ابو المعالی سے کہا کہ۔

بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار
کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اے بھیکا شاہ! اپنے شیخ شاہ ابو المعالی پر دن میں سو سو بار قربان ہو جا کہ تو کوّا تھا، گو کھاتا تھا، گناہ کرتا تھا، اللہ نے تیرے مرشد شاہ ابو المعالی کے صدقے میں تجھے کوے سے ہنس چڑیا بنا دیا اور دیر بھی نہیں لگائی۔ اس طرح اللہ انقلاب دیتا ہے۔ کیا کہیں دوستو! ایک دن آنکھ بند ہو جائے گی پھر پچھتانے سے کچھ نہیں ہو گا، جلدی کرو، اللہ والا بننے میں دیر مت کرو، کیوں کہ کچھ بھروسہ نہیں کہ اللہ کب بلالے۔ میرے شیخ اعظم گڑھ کی پوربی زبان میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

اشعار کے درمیان تھوڑی تھوڑی نثر پیش کررہاہوں تاکہ تجلیاتِ نظم بھی دیکھو اور تجلیاتِ نثر کا بھی مشاہدہ کرو، آہ نثراً ہو یا نظماً ہو، دونوں ان شاء اللہ ہمارے دل میں نور کا ذریعہ بنیں گے۔

نسبت مع اللہ سے محرومی کی دلیل

غیرِ حق سے لگاتا ہے جو اپنا دل
تیری اُلفت کے غم کا وہ حامل نہیں

اس کی شرح سنو! جس کا دل غیر اللہ پر اور مرنے والوں پر مرتا ہے ان کے عارضی جمال اور ڈسٹمپر کو دیکھتا ہے، یہ دلیل ہے کہ اس کے قلب میں مولیٰ نہیں ہے اور اس دلیل کی دلیل پیش کرتا ہوں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ اور اللہ کے قرب کی دولت نہیں ہوتی وہی آنکھوں سے حسینوں کو دیکھتا ہے، جس کی نظر کا تالا کھلا رہتا ہے یہی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا گھر ویران اور خالی ہے، آپ نے کبھی دیکھا کہ کسی مال دار کے گھر کا تالا کھلا رہتا ہو، تو جس کی آنکھیں کالی اور گوریوں پر کھلی رہتی ہیں یہ دلیل ہے کہ یہ شخص نسبت مع اللہ کی دولت سے محروم ہے۔ کیوں صاحب! یہ دلیل کیسی ہے؟ آسان بھی ہے اور قریب الفہم بھی ہے۔

ابھی اس نظم کے بعد ایک نعت شریف سنوانے کا ارادہ ہے، کبھی ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کی جاتی ہے، آج کل جہازوں میں یہی ہو رہا ہے، پہلے سلاد ٹماٹر وغیرہ پیش کرکے آدھا پیٹ بھر دیتے ہیں، بریانی وغیرہ بعد میں لاتے ہیں۔ بعض وقت تو مجھ کو دھوکا لگ گیا، میں سمجھا کہ شاید یہی ملے گا تو میں نے پیٹ بھر لیا، بعد میں جب بریانی آئی تو میں نے کہا ''قہرِ دُرویش بر جانِ دُرویش''۔

آپ کا ہوں میں بس اور کسی کا نہیں
کوئی لیلیٰ نہیں کوئی محمل نہیں

آہ! کہاں مرتے ہو جغرافیہ بدلنے والوں پر۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

جتنے حسین دوست تھے ان کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

اب کیوں نہیں تارے گنتے؟ جو مرنے والوں پر مرتا ہے اور اللہ کے غضب کو خریدتا ہے، یاد رکھو اس کے آنسو گدھے کے پیشاب سے بدتر ہیں اور دیوانِ غالب کی غزل بھی وہاں کام نہیں آئے گی۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس درد کی دوا جوتے ہیں۔ ایک آدمی ایک لڑکی کے پیچھے لگا ہوا تھا تو اس نے سینڈل اتار کر دس بیس جوتے لگائے، دوسرے دن اخبار میں آگیا کہ ''عشق کا علاج جوتا''۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اگر اللہ پر مرتے تو تمہارے جوتے اٹھائے جاتے۔

مربّی کس کو بنانا چاہیے؟

صحبتِ شیخ سے جو بھی محروم ہے
بن کے رہبر بھی وہ شیخِ کامل نہیں

ہمارے یہاں پاکستان میں ایک صاحب ہیں جو کسی شیخ سے بیعت نہیں ہیں، ان کا کوئی مربّی نہیں ہے اور خود مربّی بنے ہوئے ہیں تو جدہ سے دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ہم ان سے بیعت ہو جائیں؟ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی مربّی ہے؟ کہا کہ ان کا تو کوئی مربّی نہیں ہے، اس پر میں نے کہا لَاتَاخُذُوْہُ بَابَا مَنْ لَّا بَابَا لَہٗ اس کو بابا مت بناؤ جس کا کوئی بابا نہ ہو۔ وہ دونوں ہنسے اور کہا آئی ایم سوری۔ پھر فرمایا: مولانا پڑھیے۔ مولانا منصور کا ادب دیکھا آپ نے! درجۂ ضرورت میں میرے ساتھ بیٹھے تھے اور جب میں گفتگو کرنے لگا تو نیچے بیٹھ گئے۔ (پھر مولانا منصور صاحب نے یہ شعر پڑھا۔ جامع)۔

عشقِ مجازی کی ابتدا نظر بازی اور انتہا بربادی ہے

عشقِ ناداں کا تھا جو بھرم کھل گیا
میر اب منہ دکھانے کے قابل نہیں

عشقِ ناداں کا بھرم کھل جاتا ہے آخر میں، پہلے تو یہی کہتا ہے کہ مجھے آپ سے پاک محبت ہے، میں تو اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، آخر کار یہ گلاب جامن اور رس ملائی ایک دن رنگ دِکھاتی ہے۔ عاشق پہلے تو

خوب مرنڈا پلاتا ہے، لیکن جب ڈنڈا دکھاتا ہے تب معشوق کہتا ہے توبہ توبہ! ہمیں کیا خبر تھی کہ آپ اتنے نالائق اور خبیث الطبع ہیں، ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ ہم سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، عاشقِ فرسٹ فلور ہیں، اب معلوم ہوا کہ آپ عاشقِ گراؤنڈ فلور تھے۔ اسی لیے عشقِ مجازی کی انتہا کی بربادی کی وجہ سے اللہ نے ابتدا یعنی نظر کو حرام فرمایا۔

عشقِ بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

یہ میرا ہی شعر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے نظر بازی کو حرام فرمادیا، نہ نظر خراب کرو، نہ اپنے مولیٰ سے دور رہو۔ میر تقی میرؔ شاعر تھا اس نے کہا تھا۔

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

لیکن اب اِس زمانے میں میر لوگ ٹوپی پہنتے ہیں، پگڑی کا رواج ختم ہو گیا، تو اب مجھے شعر بدلنا پڑا۔

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے شلوار

کیا کریں وزن تولانا ہے، دستار کے وزن پر شلوار ہے۔

شرافتِ عبدیت کا تقاضا

سارے عالم میں اخترؔ کی ہے یہ صدا
وہ کمینہ ہے جو ان کا سائل نہیں

سائل سے مراد وہ سائل ہے جو اللہ کو ڈھونڈے۔ جو اللہ کو ڈھونڈتا ہے یہ اس کی شرافت ہے کہ آسمان وزمین اور شمس وقمر کے خالق کو تلاش کرتا ہے کہ جس کی ربوبیت اور پرورش میں سارا نظامِ عالم ہے، وہ اس خالقِ عالم اور خالقِ نظامِ عالم کو ڈھونڈتا ہے، اس کا ڈھونڈنا عین عقل اور شرافتِ طبع ہے۔

دو قسم کے لوگ

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مسافر کئی روز سے جنگل میں بھوکا پیاسا میلے لباس میں بھٹک رہا تھا کہ اچانک اس کو ایک بنگلہ نظر آیا، اس نے بنگلہ کے چوکیدار سے پوچھا کہ یہاں کھانا پانی مل جائے گا؟ اس نے کہا کہ پہلے ہم آپ کے میلے کپڑوں کی جگہ نیا کپڑا پہنائیں گے پھر آپ سموسے، پاپڑ اور کڑھی کھائیے، وہ مسافر گجراتی تھا، اس کے تو مزے آگئے۔ گجراتیوں کو سموسہ بہت پسند ہے، یہاں تک کہ افریقہ کے تین سو ساٹھ کلو میٹر کے جنگل میں ہرن دیکھ کر ایک گجراتی نے میرے کان میں کہا کہ یہ شیروں کا سموسہ ہے، میں نے کہا کہ واہ رے شاباش! جنگل میں بھی سموسہ یاد آگیا۔

تو مسافر تھکا ماندہ تھا، نہا دھو کر کھانا کھا کر سو گیا، جاگنے کے بعد اس نے پوچھا کہ بھئی یہ بنگلہ کس کا ہے اور مسافروں کی راحت کا یہ انتظام کس نے کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک سیٹھ صاحب ہیں جنہوں نے یہاں مسافر خانہ بنا دیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اللہ ایسے سیٹھ کو جزائے خیر دے، آپ مجھے ایڈریس دیجیے، میں ملاقات کرکے ان کا شکریہ ادا کروں گا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ یہ شریف مسافر ہے۔

اب دوسرا مسافر آیا، نہایا دھویا، مفت کے کپڑے بدلے، مفت کا سموسہ نگلا اور کھا پی کے سو کے چلا گیا اور پاسبان سے پوچھا بھی نہیں کہ یہ بنگلہ کس کا ہے یا ہمارے لیے ان نعمتوں کا انتظام کس نے کیا ہے؟ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ پہلا مسافر شریف ہے دوسرا مسافر کمینہ ہے، طبعی طور پر بے غیرت ہے، بے حس ہے، جانور ہے، انسان نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح دنیا میں بھی دونوں قسم کے لوگ ہیں، شریف بھی ہیں اور کمینے بھی ہیں، کمینے وہ ہیں جو کھاتے پیتے ہیں، مگر کبھی نہیں پوچھتے کہ جس سورج نے غلّہ پکایا ہے یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ اس سورج کا خالق کون ہے؟ جس سمندر سے بادل اُٹھے اس سمندر کا خالق کون ہے؟ اور یہ بادل جنہوں نے سمندر کے کڑوے پانی سے میٹھا پانی برسایا تو ان میں کون سا فلٹر پلانٹ ہے؟

عارفانہ اشعار کو غیر دین سمجھنا جہالت ہے

اب ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگ خشک ہیں، خوش نہیں ہیں۔ حضرت مسیح اللہ خاں جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خوش رہو مگر خشک نہ رہو، بعض خشک لوگ سمجھتے ہیں کہ اشعار وغیرہ یہ غیر دین ہے، یہ جہالت کے زبردست جراثیم ہیں۔ یہ بتاؤ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

حسان رضی اللہ عنہ صحابی سے اشعار سنے ہیں یا نہیں؟ علماء دین بتائیں! حکیمانہ، عارفانہ، عاشقانہ، ناصحانہ اشعار سننا یہ سنتِ پیغمبر ہے اور سنانا سنتِ صحابی ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو باقاعدہ چادر بچھا کر تخت پر بٹھا کر اشعار سنتے تھے اور تفسیر قرطبی میں میں نے خود دیکھا کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ مجھے فلاں شاعر کا شعر سناؤ، انہوں نے ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اور سناؤ، صحابی کہتے ہیں حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ بَیْتٍ[۲۳۹] میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سو شعر سنائے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو سو شعر مسلسل سنیں اور آج کل کا خشک مُلّا سمجھتا ہے کہ یہ سب چیزیں دین نہیں ہیں، ایسی حماقتوں سے توبہ کرو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار جس جنگل میں دردِ دل اور آہ و فغاں کے ساتھ کہے، اختر نے وہ جنگل قونیہ میں جاکر دیکھا جس کا یہ شعر خاص طور سے قابلِ سماعت ہے۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیر خدا محرم نبود

اے دنیا والو! جلال الدین اللہ کی یاد میں ایسی جگہ آہ کرتا ہے جہاں سوائے آسمان کے کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا اور میری محبت کے اس بھید کو سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ میرے سفر قونیہ میں مولانا ایوب صاحب بھی تھے اور وہاں کے بہت سے لوگ تھے، مولانا ہارون صاحب بھی تھے۔ کیا کہیں کیسا سفر تھا! اختر نے درسِ مثنوی جلال الدین رومی کی خانقاہ میں بھی دیا اور اس میں علماء کافی تھے انہوں نے فرمایش کی اور اجازت بھی مانگی کہ ہم بھی مثنوی پڑھنا چاہتے ہیں اور وہاں کے لوگ خانقاہ رومیہ میں اس فقیر کے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ بھی ہوئے۔ تو اس لیے بتادیا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیسا مجمع ہے جہاں شعر و شاعری ہو رہی ہے۔ ارے ظالمو! یہ لیلیٰ مجنوں کی شعر و شاعری نہیں ہے یہ مولیٰ کی یاد میں کلام ہے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ عشاء کے بعد میری مجلس شروع ہوئی جس میں لکھنؤ کے علماء ندوہ بھی تھے، تہجد تک میرے اشعار پڑھے گئے پھر سب نے تہجد پڑھی اس کے بعد پھر اشعار شروع ہوئے پھر فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر میرے اشعار کا سلسلہ رہا اور اشراق پڑھ کر چائے پی کر لوگ گئے۔ ہم نے تو ایسے بزرگوں کی صحبت پائی ہے۔ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

۲۳۹؎ تفسیر القرطبی: ۱۳/۱۴۵، الشعرآء: (۲۲۴)، دار الکتب المصریۃ، القاھرۃ

ان کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اُٹھا کرتے ہیں ہم

ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

یہاں ایک بلبلہ خاندان بھی بیٹھا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ کو کہہ رہے ہیں، بعض وقت غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ لیکن جس کے قلب کو میرے قلب سے مناسبت ہو بس وہ میرا بلبل ہے۔ اس پر دو لطیفے سناتا ہوں۔

دو لطیفے

ایک بڑے جامعہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث نے مکہ شریف میں مجھ سے فرمایا کہ میں پیشاب کرنے جارہا ہوں تو میں نے کہا بلبل، مولانا نہیں سمجھے اور چلے گئے، بیت الخلاء میں سوچا کہ اختر نے یہ بے موقع بلبل کیوں کہا؟ بیت الخلاء میں سمجھ میں آیا کہ بَالَ یَبُوْلُ کا امر بُلْ آتا ہے، بُلْ بُلْ تاکید تھی کہ ہاں مُوت لے، مُوت لے۔ اس کا دیسی ترجمہ پوربی زبان میں ہے مُوت لے، تو جب مولانا بیت الخلاء سے آئے تو ہنستے ہوئے آئے کہ بھئی تم نے آج کمال کر دیا، تم نے بُلْ بُلْ کہہ کر مجھے تو چکر میں ڈال دیا، مجھے کیا معلوم کہ تم مجھے پیشاب کی ڈبل اجازت دے رہے ہو۔

اب دوسرا لطیفہ سنو! بیت العلوم میں ایک عالم آئے، میرے شیخ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو انہوں نے کہا کہ بعض وقت آدمی سنتا کچھ ہے اور اس میں غلط فہمی ہو جاتی ہے، ایک چور، ھَسُّو نام کے آدمی کی دری چرا کر ایک مشاعرے میں چلا آگیا، اُس وقت شاعر یہ مصرع پڑھ رہا تھا ؏

ہر سو کہ دویدیم

تو اس ظالم کو یہ سنائی دیا کہ ھَسُّو کی دری دے، شاعر نے کیا پڑھا ہر سو کہ دویدیم یعنی ہم جدھر جاتے ہیں اللہ نظر آتا ہے، کیا غضب کا شعر سنایا، لیکن چور جس کے بغل میں ھَسُّو کی دری تھی وہ ہر سو کو ھَسُّو سمجھا اور دویدیم کو سمجھا کہ دری دے، اس نے سوچا کہ یہ تو بے عزت کر رہا ہے، پتا نہیں اس کو کس نے بتا دیا کہ یہ ھَسُّو کی دری چرا کر لایا ہے، چور نے اس سستی کے زمانے میں پانچ روپیہ اس کو ہدیہ کر دیا کہ اب یہ شعر نہ پڑھے، میرا راز چھپالے، مجھ کو ذلیل نہ کرے، لیکن قوال نے سمجھا کہ اس کو بہت مزہ آیا ہے، مشاعرے کے

قاعدہ کی رُو سے اس نے یہ سمجھا کہ یہ پانچ روپیہ ہدیہ مکرر ارشاد کے بدلے میں اس نے خوش ہو کر دیا ہے یعنی یہ دوبارہ یہی شعر سننا چاہتا ہے تو اس نے پھر کہا ہر سو کہ دویدیم، اس نے پھر پانچ روپیہ دیا، اس کے بعد اس نے سوچا شاید اب خاموش ہو جائے، پانچ روپیہ کم تھا اب دس دیتا ہوں تاکہ اب مجھے ذلیل نہیں کرے، یہ شعر نہیں پڑھے، لیکن اس نے سمجھا کہ شاید اس کو بہت زیادہ مزہ آیا ہے تو اس نے تیسری بار جب پڑھا تو چور نے حساب لگایا کہ **هَسُّو** کی دری کی قیمت تو اس نے لے لی، اب تو یہ دری بے کار ہے، تو اس نے پانچ روپے اور دینے کے بجائے دری اس کے منہ پر ماری اور کہا کم بخت! لے **هَسُّو** کی دری، اب میں بھاگتا ہوں یہاں سے، معلوم ہوتا ہے کہ چھوڑے گا نہیں۔ بس اب دعا کیجیے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز ہفتہ، بعد فجر، بمقام ڈربن

اَمرد کے معنیٰ

مولوی سعید صاحب نے حضرت والا کا یہ شعر پڑھا ؎

بچو گندے عمل سے اَمردوں سے دور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا تو خدا پتھر نہ برساتا

ارشاد فرمایا کہ اَمرد اُس نوجوان کو کہتے ہیں جس کی ابھی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا آئی ہو تو ہلکی ہو، تو بعض اَمرد ہوتے ہیں اور بعض **کالامرد** ہوتے ہیں، داڑھی آ تو گئی مگر اتنی ہلکی ہے کہ وہ مثل اَمرد ہی کے ہوتے ہیں، بعض فاسقین ہلکی داڑھی والوں کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ شامی نے لکھا ہے:

بَعْضُ الْفَسَقَةِ یُفَضِّلُ مَنْ نَبَتَ عِذَارُہٗ عَلَی الْاَمْرَدِ خَالِی الْعِذَارِ

بعض طبائع تھوڑی داڑھی والوں کو معشوق بنانے کو ترجیح دیتے ہیں اُن پر جن کی داڑھی مونچھ ابھی نہیں آئی۔ میں نے ایک بی اے پاس سے اَمرد کے معنیٰ پوچھا کہ بھائی بتاؤ اَمرد کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اَمرد کے دو معنیٰ ہیں ایک امرود اور دوسرے امرت دھارا۔ میں نے کہا دھت تیری! انگریزی پڑھنے سے علم تھوڑی آتا ہے، یہ تو عربی کا لفظ ہے اور اس کی تعریف ہے:

اَلْاَمْرَدُ الْحَسَنُ هُوَ الَّذِیْ طَرَّ شَارِبُهٗ وَلَمْ تَنْبُتْ لِحْیَتُهٗ فَحُكْمُهٗ كَحُكْمِ الْمَرْأَةِ لَا یَجُوْزُ النَّظَرُ مِنْ فَوْقِهٖ اِلٰی قَدَمِهٖ [۲۴۰]

اَمرد وہ ہے جس کی مونچھ بھیگ رہی ہو، سبزہ کا آغاز ہو رہا ہو ابھی داڑھی نہ آئی ہو، اس کا حکم عورت جیسا ہے، اس کے سر سے پیر تک دیکھنا جائز نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کے لیے ایک خاص طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ایک طریقہ بتاتا ہوں کہ کسی نہر یا تالاب میں اتنے پانی میں چلے جاؤ کہ تمہارا جسم ڈھک جائے، ستر عورت ہو جائے اور تھوڑا سا پانی پی بھی لو، مگر سمندر کا نمکین پانی نقصان کرے گا، اس کے بعد وضو کر کے غوطہ مار لو تاکہ غسل بھی ہو جائے، اب جو دعا مانگو گے قبول ہو گی ان شاء اللہ۔ یہ ارشاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جسے میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے نقل فرمایا۔

ایک مرتبہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے پھولپور کی ندی کے پانی میں گھس کر اور نہا کر بہت دیر تک دعا مانگی پھر مجھے یہ راز بتایا کہ میں نے پانی میں اس لیے دعا مانگی تاکہ پیٹ میں پانی کی غذا ہو اور جسم پر پانی کا لباس ہو، پاک پانی معدے میں ہو اور پاک پانی کا لباس جسم پر ہو، اب قبولیتِ دعا میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، قبولیتِ دعا کی ممانعت کا سبب بننے والی غذائے حرام اور لباسِ حرام کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

حضرتِ والا کا ذوقِ عاشقانہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے کراچی سے ساٹھ کلومیٹر دور ایک دریا کے کنارے، کھلے آسمان کے نیچے، دریا کی ریت پر آٹھ دن اسی طرح پانی میں اُتر کر دعا مانگی۔ وہاں کوئی چھت، کوئی مکان، کوئی ہوٹل، کوئی بنگلہ نہیں تھا۔ بس آسمان کے نیچے ریت پر چادر بچھائی اور سو گئے اور کھانا پکانے کے لیے کڑھائی ساتھ تھی، جال میں مچھلی پھنسائی اور کڑھائی میں پکائی اور ایک میل دور ایک ہوٹل تھا، ایک آدمی گرما گرم روٹیاں تیزی سے دوڑ کے لے آتا تھا۔ بس کھانا کھایا اور پھر اللہ کا ذکر شروع ہو گیا۔ میرا یہ ذوق بہت پرانا ہے، بچپن ہی سے جب میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا جنگل کے سناٹے اور سکوتِ صحرا کے لیے نکل جاتا تھا، جنگل میں ایک مسجد میں

---

[۲۴۰] ردالمحتار: ۲/۸۰، باب شروط الصلوٰۃ، مطلب فی النظر الی وجه الامرد، عالم الکتب، الریاض

جا کر نماز پڑھتا تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں جنات ہیں۔ میں وہاں جا کر اللہ کی یاد میں یہ شعر پڑھتا تھا ؎

اپنے ملنے کا پتا کوئی نشاں
تو بتادے مجھ کو اے ربِّ جہاں

ہر ملک میں میرا یہ ذوق ہے۔ دنیا میں جہاں جاتا ہوں لبِ دریا، ساحلِ سمندر، دامنِ کوہ اور سکوتِ صحرا ڈھونڈتا ہوں، اگر یہ نہ ملے تو پھر عشق کا مدرسہ ختم، محبت کی تاریخ آج کل اِن ہی جغرافیوں میں مل رہی ہے۔

جنات بھی انسانوں کے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ ہوتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جتنے مشائخ ہوتے ہیں ان سے جنات بھی مرید ہوتے ہیں، جنات بھی ولی اللہ ہوتے ہیں اور ان کو بھی پیری مریدی کا شوق ہوتا ہے، مگر وہ اپنے شیخ کو بتاتے نہیں ہیں کہ میں جنات میں سے ہوں اور آپ سے مرید ہو رہا ہوں، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر بتادوں کہ میں جن ہوں تو میرے شیخ کو تکلیف پہنچے گی اس لیے وہ اطلاع نہیں کرتے تاکہ میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے، لیکن جب ان کے پیر بھائی کو کوئی جن ستاتا ہے تو پھر وہ پیر بھائی ہونے کی حیثیت سے اس جن سے لڑتے ہیں کہ دیکھ جس پر تو اثر کرتا ہے، جسے تو تکلیف پہنچاتا ہے وہ میرا پیر بھائی ہے، خبردار جو اس کو ستایا۔

مرید ہونے کا ایک ضمنی فائدہ

یہ بات مفتی محمود الحسن گنگوہی نے فرمائی کہ مرید ہونے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنے پیر بھائی جنات میں ہوتے ہیں وہ اس کا دفاع کرتے ہیں۔ میرے بارے میں بہت سے لوگوں نے بتایا جو جن کے عاملین ہیں کہ ایک جن نے بتایا کہ تمہارے شیخ سے ہم بھی بیعت ہیں، بلکہ ہمارا پورا قبیلہ جو بہت بڑا ہے اس کے بھی کافی لوگ بیعت ہیں۔

شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر شیخ کی مجلس میں بادشاہ آکر بیٹھ جائے اور مرید بجائے شیخ کے بادشاہ کو دیکھنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ مرید محروم ہے، ابھی اس کو نسبت عطا نہیں ہوئی، یہ عارف باللہ نہیں ہے ورنہ اسے شیخ سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نظر نہ آتا، جس کو اللہ اپنی معرفت دیتا ہے پھر اس کو مرشد کی معرفت بھی ہوتی ہے۔

(حضرتِ والا نے درسِ مثنوی کے دوران فرمایا کہ) جب شیخ کے پاس بیٹھو تو سمجھو کہ گویا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو۔ شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جو مجددِ زمانہ اور حکیم الامت تھے کہ جو شخص اپنے شیخ کے پاس بیٹھتا ہے تو گویا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا ہے۔ ''گویا'' کا لفظ یاد رکھنا ورنہ فتویٰ لگ جائے گا۔ تو شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے۔(میر صاحب سے فرمایا کہ) آیندہ سے اطلاع بھی مت کرو کہ لوگ یہ چاہتے ہیں، آپ کیوں وکیل بنتے ہو؟ آپ کو تو وکالت سے بھی منع کیا ہوا ہے، حماقت کا ثبوت پیش کرتے ہو۔

شیخ کی عظمت قلب میں دائمی ہونی چاہیے

جو نور شیخ کے پاس خاموشی اور اس کی عظمت میں ملتا ہے وہ نور بولنے میں نہیں ملتا، بولنے سے نور نکلتا ہے آتا نہیں ہے اور خاموش رہنے میں نور جمع ہوتا ہے، یہ میرا تجربہ ہے۔ میں اپنے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے پاس بالکل خاموش رہتا ہوں، مولانا ایوب نے تو کبھی نہیں دیکھا مگر میر صاحب تو دیکھتے ہیں، اس سے قلب میں نور جمع ہوتا ہے اور زیادہ بولنے سے نور نکل جاتا ہے اور اگر کوئی غلطی ہوگئی تو ڈانٹ بھی پڑتی ہے اور شیخ کا احتمالِ تکدر بھی ہوتا ہے تو کیوں خطرے میں پڑتے ہو؟ جیسے اللہ کے حضور میں باادب بیٹھتے ہو اہل اللہ کے حضور میں بھی باادب ہی رہو، کیوں کہ اللہ والوں سے محبت اللہ ہی کے لیے تو ہے، لہٰذا ہر وقت شیخ کی عظمت رہنی چاہیے، یہ نہیں کہ جب کھا رہے ہیں تو بھول گئے کہ اللہ کہاں ہے شیخ کدھر ہے، شیخ کے سامنے عظمتِ دائمہ رہنی چاہیے، کھاتے وقت بھی ایسی کوئی بے تکلفی کی بات مت کرو جس سے معلوم ہو کہ دل میں شیخ کی عظمت نہیں ہے۔

آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ...الخ سے شیخ کے ادب کی تعلیم

سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا ادب سکھایا ہے کہ میرے نبی کے سامنے اپنی آوازیں بلند مت کرو اور فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی آوازوں کو میرے نبی کے سامنے پست کردیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ نے عِنۡدَ صَوۡتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ نہیں عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ فرمایا کہ جب صحابہ میرے نبی کے سامنے بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔ سورۂ حجرات کس کے لیے نازل ہوئی؟ شیخ سے بے تکلف

ہو جانا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور نسبت مع اللہ حاصل نہ ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت جتنی قوی ہوگی شیخ کا ادب اتنا ہی زیادہ ہوگا، جتنی انسان کے قلب کو اللہ کی قوی نسبت حاصل ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ شیخ کا ادب کرے گا کہ اس کے ذریعے سے تو ہمیں خدا ملا ہے، تو جب اللہ کی طرف نسبت ہوگی تو سوچے گا کہ جس کے ذریعے سے ہم کو اتنی بڑی دولت ملی اس پر جان بھی دے دیں تو کم ہے۔

شیخ کی محبت پر عظمت غالب رکھنا ضروری ہے

بعض لوگوں میں محبت زیادہ ہوتی ہے لیکن عظمت کم ہوتی ہے، عظمت کی نفی نہیں ہے مگر محبت غالب رہتی ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہنی چاہیے، شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو۔ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے جو ادب سکھایا یہی اس کی دلیل ہے کہ میرے نبی کے سامنے آواز پست کرو لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ آوازیں بلند نہ ہونے پائیں، تو معلوم ہوا کہ عظمت کو غالب رکھو محبت پر۔ صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی! کون ظالم ہے جو نہیں جانتا کہ ان کو اللہ کے رسول سے کیسی محبت تھی؟ ہر وقت جان دینے کے لیے تیار رہتے تھے، لیکن جان دینے کی تیاری مقبول نہیں ہے جب تک اس پر عظمت غالب نہ ہو۔ جو لوگ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، میرے نبی کا ادب کرتے ہیں، ان پر غلبۂ ادب ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى[۲۴۱]

ادب کی برکت سے ہم نے ان کے دلوں کو اپنی ولایت اور دوستی کے لیے منتخب کرلیا۔ یہ ہے اِمْتَحَنَ کے معنیٰ، یہاں عام امتحان مراد نہیں ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک عرب کے محاورے پر نازل ہوا، اہلِ عرب جب سونے کو آگ میں ڈال کر سونے کا میل کچیل نکال دیتے تھے اور سونا چمک جاتا تھا تب بولتے تھے اِمْتَحَنْتُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ ہم نے سونے کو آگ میں ڈال کر چمکا دیا تو جب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ محاورۂ عرب تلاش کیا پھر اس کا ترجمہ اَخْلَصَ سے کیا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ اَيْ اَخْلَصَ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى اللہ نے خالص کردیا اپنے اصحاب کے قلوب کو یعنی اپنی دوستی کے لیے ان کو خالص کرلیا، اور خالص کے معنیٰ ہیں اَللّٰهُمَّ اَخْلِصْنَا بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ اے اللہ!

---

[۲۴۱] الحجرٰت:۳

ہمیں آخرت کے لیے خالص فرمالیجیے۔ جس کا ہر لمحۂ حیات آخرت پر فدا ہو، اللہ پر ایسا فدا ہو کہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہ دنیا میں رہتا ہے۔

رہتے ہیں ہم جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
اُنہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

اصلی شکر گزار بندہ کون ہے؟

اللہ کے نام کے علاوہ اللہ کے عاشقوں کو کہیں مزہ نہیں ملتا، اصلی عاشق وہی ہے جس کو دنیا میں کوئی مزہ نہ آئے اَلْعَاشِقُوْنَ الَّذِیْنَ لَا لَذَّۃَ لَھُمْ اِلَّا بِذِکْرِكَ وَلَا نِعْمَۃَ لَھُمْ اِلَّا بِشُکْرِكَ اللہ کا عاشق وہ ہے جس کو بغیر اللہ کی یاد کے مزہ ہی نہ آئے اور نعمت کا مزہ بھی اس وقت تک نہ آئے جب تک شکرِ نعمت نہ کرلے، اور شکرِ نعمت کیا ہے؟ تقویٰ۔ خالی یہ کہنا کہ اللہ تیرا شکر ہے کافی نہیں ہے، اصل شکر کرنے والا وہ ہے جو اللہ کو ناراض نہیں کرتا اور تقویٰ سے رہتا ہے، اس کی دلیل بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ[۲۴۲] ہم نے تمہاری جنگ بدر میں مدد کی، یہاں واؤ حالیہ ہے، درآنحالیکہ تم نہایت کمزور تھے تو تم اللہ کی نافرمانی سے بچو تاکہ شکر گزار بندے بن جاؤ۔ یہ ترجمہ بیان القرآن میں حکیم الامت نے فرمایا ہے، تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ جو تقویٰ سے رہتا ہے، اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچتا ہے یہ شخص شکر گزار ہے، سموسہ پاپڑ کھا کر اللہ تیرا شکر ہے کہنا، مگر جہاں نظر بچانے کا موقع آیا وہاں بد نظری کرنے والا اصلی شکر گزار نہیں ہے۔ اگر ایک اعشاریہ حرام لذت چکھ لی تو تم ناشکرے ہو، تمہارے دل کا ستیاناس ہو جائے گا، پیٹ بھر کے گناہ کرنا تو بڑی چیز ہے اگر ایک اعشاریہ نمک حرام قلب میں داخل ہو جائے گا تو وہ قلب کا قبلہ بدل دے گا اور قلب کو نقصان پہنچادے گا اور قلب محلِ تجلیاتِ الٰہیہ نہیں رہے گا۔

تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب پر اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا انعام رکھ دیا اِمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی، صحابہ کے قلوب کو اللہ نے اپنی دوستی اور ولایت کے لیے خالص

۲۴۲؎ اٰل عمرٰن:۱۲۳

کرلیا۔ اور بے ادبی کرنے والوں کے لیے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ[۲۴۳]

اگر تم میرے نبی کا ادب نہیں کروگے اور اس کی آواز پر اپنی آواز بلند کروگے تو تمہارے اعمال ضایع ہوجائیں گے اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوگا۔ یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ آدمی کو اپنے اعمال ضایع ہونے کا شعور بھی نہ ہو۔ اگر آدمی کو اپنے مال کے نقصان کا علم ہوجائے تو اس کی تلافی بھی کرلے، لیکن وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ایسا عذاب ہے کہ پھر تم تلافی بھی نہ کرسکوگے۔

اس لیے ہمیشہ یاد رکھو کہ شیخ کے سامنے جانوروں کی طرح مت رہو، ہر وقت صاحبِ نسبت رہو، ایک ہی وقت میں حضورِ حق بھی رہے اور ایک ہی وقت میں حضورِ شیخ بھی رہے۔ اگر کوئی کہے صاحب کہ یہ تو بڑا مشکل پرچہ ہے، ارے میاں اللہ سے چمٹنے میں وہ مزہ ہے کہ بچہ کیا جانے ماں کے ساتھ چمٹ کر دودھ پینے کا مزہ۔ ایک بچہ بھوکا ہے اور ماں سے چپٹا ہوا ہے اور گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر دودھ پی رہا ہے وہ بھی اللہ کے قرب کی لذت کو کیا جانے اور ماں کیا جانے اللہ کی محبت کو اور شکر کیا جانے مالک کی مٹھاس کو۔ اللہ تعالیٰ مولانا رومی کی قبر کو نور سے بھر دے، فرماتے ہیں ؂

با لبِ یارم شکر را چہ خبر

اے دنیا والو! شکر کو کیا پتا کہ میرا مولیٰ کتنا میٹھا ہے؟ کیوں کہ شکر مخلوق ہے، محدود ہے، فانی ہے، حادِث ہے اور میرا اللہ قدیم، واجب الوجود ہے، غیر فانی ہے، لامثل لہٗ ہے تو اس کی مٹھاس کی مثل کہاں ہوسکتی ہے۔

اولیاء اللہ کے لیے اللہ کی ایک خاص نعمت

وہ ظالم ہے جو دنیا میں پیدا ہوکر اللہ کے نام کی مٹھاس نہ چکھے، وہ ظالم ہے، خائب و خاسر ہے، اس نے دنیا سے کچھ نہیں پایا۔ کھانا تو کافر بھی تم سے اچھا کھالیتا ہے، جو چیز مشترک ہو دشمن میں اور دوست میں، اولیاء اللہ میں اور کافروں میں وہ اولیاء اللہ کی خاص نعمت نہیں ہوسکتی۔ عورت بھی کافر اور مومن میں مشترک ہے یا نہیں؟

۲۴۳؎ الحجرات:۲

کافر بھی عورت سے شادی کرتا ہے، یہ کیا کمال ہوا کہ بیوی حسین مل گئی، سموسے پاپڑ تو کافر بھی کھاتا ہے، ہم نے بھی کھالیے تو اس میں کیا کمال ہوا؟ بادشاہ تو کافر بھی بن جاتا ہے، بڑی سی بلڈنگ تو کافر بھی بنالیتا ہے، بڑی سی مرسڈیز کار تو کافر کے پاس بھی ہے، برف کا ٹھنڈا پانی اور ہری مرچ تو کافر بھی کھاتا ہے، تو جو نعمت کافروں میں اور اولیاء اللہ میں مشترک ہو، جو نعمت دوستوں اور دشمنوں میں مشترک ہو وہ ہماری خاص نعمت نہیں۔

دوستوں کی خاص نعمت اللہ پر ہر وقت فدا رہنا اور قلب کی نظر سے ہر وقت مشاہدۂ تجلیات کرنا ہے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **اَنْ یُّشَاهِدَ رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَى اللهَ تَعَالٰى شَاْنُهٗ بِعَيْنِهٖ**[۲۴۴] قلب کو اپنے رب کا ایسا مشاہدہ نصیب ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ جب بندہ ہر وقت احسانی کیفیت میں ڈوبا رہے پھر کھانے پینے کا مزہ ہے، ہنسنے بولنے کا مزہ ہے۔ جب نسبت الی اللہ قائم ہو، احسانی کیفیت کا غلبہ ہو تو ہنسنے میں بھی مزہ آتا ہے، بندے کو یہ تصور ہوتا ہے کہ اس وقت ربا خوش ہو رہا ہے کہ میرا بندہ کیسا ہنس رہا ہے، اور غفلت کے ساتھ ہنسنا، نافرمانی کے ساتھ ہنسنا اس کے تبسم پر بھی جوتا مارنے کو دل چاہتا ہے۔ کسی کا لڑکا نافرمان ہو اور مسکرا بھی رہا ہو بولو باپ کا کیا دل چاہتا ہے کہ ایک جوتا اس کی کھوپڑی پر مارو، اور جو ابا کا لائق بیٹا ہو، ابا کو خوش رکھتا ہو تو ابا بھی خوش ہوتا ہے کہ میرا بیٹا خوش ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے مقبول اور پیاروں کے ہنسنے سے خوش ہوتا ہے۔

ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی کہ جب تم اللہ سے ملو تو تم اللہ کو دیکھ کر ہنس پڑو اور اللہ تمہیں دیکھ کر ہنس پڑے۔ کیا کہیں، دنیا کے مزے سے مجھ کو مزہ نہیں آتا جب تک کہ اللہ پر فدا ہونا نصیب نہ ہو، روح ہر وقت خدا پر فدا ہو، اور جب کوئی نعمت حاصل ہو تو فوراً کہو ؎

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

اللہ سے غافل ہونا اور اللہ کی حضوری کا غلبہ نہ رہنا، حق تعالیٰ کی عظمت اور اللہ کے قرب کا غلبہ نہ رہنا یہ حیوانی زندگی ہے۔ اولیائے صدیقین کی کیفیتِ احسانیہ کا لطف دنیا میں کسی کو حاصل نہیں، سلاطین کے تاج و تخت اس کو کیا جانیں؟ اور ناچنے گانے، مگنے موتنے اور شرابی اور بدکار ان کے قرب کی لذت کو کیا جانیں؟ ان کے منہ میں کباب اور دل پر عذاب ہے۔

---

۲۴۴ فتح الباری: ۱/۳۷ (۵۰)، باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ذکرہ بلفظ کأنہ یراہ بقلبہ فیکون مستحضرًا ببصیرتہ وفکرتہ، المکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ

آہ! نابالغ کیا جانے بلوغت کی لذت! حالاں کہ یہ دنیائے فانی کی مثال ہے۔ جن کی روح پر اللہ کا شکر غالب ہو وہ اللہ پر فدا ہوتے ہیں، شیخ کو پتا چل جاتا ہے جب اس کے کسی مرید کا قلب قلبًا باطنًا ہر وقت خدا پر فدا رہتا ہے، اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے مگر شیخ کا قلب محسوس کرلیتا ہے کہ اس کی روح ہر وقت اللہ پر فدا ہے اور وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

آیت وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ...الخ کی تفسیر

دیکھو! جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ [۲۴۵]

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جاکر ان کے ساتھ بیٹھیے جو صبح وشام مجھے یاد کررہے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے اور ڈھونڈنے لگے کہ یہ آیت کن لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے۔ خدا پر فدا ہو کر تو دیکھو! شیخ خود تم پر فدا ہوگا۔ صحابہ اللہ پر فدا ہوتے تھے تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اے نبی آپ صحابہ کے پاس جاکر بیٹھیے اور فرمایا وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ آپ نظرِ عنایت اور زیادہ کردیجیے۔ حضرت حکیم الامت نے بیان القرآن میں فرمایا کہ یہاں جو نفی ہے کہ آپ صحابہ سے نظرِ عنایت نہ ہٹائیے تو یہاں نفی مقصود نہیں ہے، صحابہ پر آپ کی نظرِ عنایت تو ہے ہی، مطلب یہ کہ نظرِ عنایت اور زیادہ کردیجیے۔ تو جس پر شیخ کی نظرِ عنایت ہو وہ اللہ پر فدا ہو۔

نِری خدمت سے خدا نہیں ملتا

شیخ کی ٹانگ دبانے سے اللہ نہیں ملے گا، سن لو اس کو! اگرچہ مرید کی اس محبت سے آرام ملتا ہے، دعا بھی نکلتی ہے، میں اس کی ناقدری نہیں کرتا، مگر اس کو بنیاد مت بناؤ کہ پیر کے پیر دبا کے ولی اللہ ہو جائیں گے، ولی اللہ تقویٰ سے بنوگے یعنی ایک لمحہ مالک کو ناراض نہ کرو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کبھی نہیں دبائے، ایک دفعہ پنکھا ہانکا تو ہاتھ میں درد ہوگیا، مگر بتاؤ! تقویٰ کی وجہ سے مجدد ہوئے یا نہیں؟ اِنۡ اَوۡلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ جس کا تقویٰ جتنا زیادہ ہوگا وہ اتنا ہی بڑا ولی بنے گا۔

۲۴۵؎ الکھف:۲۸

جتنا عظیم تقویٰ اتنی عظیم ولایت

دیکھو جس عمارت کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اس میں سیمنٹ، بجری اور لوہا خوب استعمال ہوتا ہے، تو آدمی بنیاد کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ کوئی عظیم عمارت بننے والی ہے، تو اللہ کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے، جتنا تقویٰ عظیم عظیم عظیم ہوگا اتنی ہی اللہ کی دوستی عظیم عظیم عظیم نصیب ہوگی اور اس کو لذتِ ولایت بھی عظیم عظیم عطا ہوگی۔ مولانا رومی بہت بڑے شخص ہیں، وہ اللہ کے قرب کی لذت ایسے بیان کرتے ہیں ؎

بالبِ یارم شکر را چہ خبر

جب میں اللہ کہتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ اس مٹھاس کو شکر کیا جانے! حالاں کہ شکر خود اتنی میٹھی ہوتی ہے کہ دوسری چیزوں کو میٹھا کرتی ہے، شکر خالی شیریں نہیں ہوتی شیریں ساز ہوتی ہے، مگر یہ مولانا رومی کا دعویٰ ہے، کسی معمولی آدمی کا نہیں کہ شکر کیا جانے میرے مالک کے نام کی مٹھاس کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اور قیامت تک سارے عالم کو شکر دے رہا ہے اور گنے میں کروڑوں اربوں ٹن رس پیدا کر رہا ہے پھر جب ایک چمچی شکر چائے میں ڈال دی جائے تو ؎

چند چمچہ چائے میں چینی چلا
چھان کر چچا و چچی کو پلا

اس شعر میں کتنے ''چ'' آ گئے!

صحبتِ بد کا نقصانِ عظیم

آہ! حکیم الامت فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے میں کسی طرح اپنا دل اپنے احباب کے سینے میں ڈال دوں، مگر قسمت و مقدر کو کیا کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو چاہتے تھے کہ میری کشتی میں بیٹھ جائے، مگر ؎

پسرِ نوح با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد

نوح علیہ السلام کا لڑکا بُروں کے ساتھ بیٹھا اور نبوت کے خاندان کو چھوڑ دیا۔ ایسے ہی جو لوگ نفس و شیطان کے ساتھ رہتے ہیں یہ با بداں بنشست ہیں، شیخ کی آہ و فغاں ان کے دل میں نہیں گھسے گی، اس لیے شیخ کا فیض

اسی کو ملتا ہے جو نفس و شیطان کی دوستی سے توبہ کرلیتا ہے اور ہر وقت اللہ سے باخدا رہتا ہے، ہر وقت مالک پر فدا رہتا ہے۔

اللہ اپنے عاشقوں کا بڑا قدر دان ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ کے بعد یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ اللہ کو اپنی مراد رکھتے ہیں، سارے عالم سے ان کا قلب پاک ہوجاتا ہے اور وہ اللہ کو مراد رکھتے ہیں، تو جن کے قلب میں اللہ مراد ہوتا ہے ان کے بارے میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہورہا ہے کہ آپ جا کے وہاں بیٹھیے، یہ معمولی بات نہیں ہے، اللہ اپنے عاشقوں کا اتنا قدر دان ہے کہ صحابہ مسکین تھے، حدیث میں آتا ہے کہ جن کے پاس بیٹھنے کا حکم ہو رہا ہے ان کی تین صفات تھیں، اس ذوالحال کے تین حال تھے، نمبر ۱: جَافَّ الۡجِلۡدِ فاقے سے کھال خشک تھی۔ نمبر ۲: ذَاالثَّوۡبِ الۡوَاحِدِ ایک لباس میں تھے۔ اور نمبر ۳: اَشۡعَثَ الرَّأۡسِ[۲۴۶] بال بکھرے ہوئے تھے۔

دنیاوی لحاظ سے کس قدر مسکین اور کتنے بے قیمت تھے، لیکن اللہ کے ہاں ان کی یہ قیمت تھی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہورہا ہے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ آپ اپنے نفس پر تکلیف اٹھا کر جائیے اور میرے عاشقوں میں بیٹھیے۔ اللہ نے اپنے عاشقوں کی کتنی قدر کی کہ مدینے کے عاشقوں کے لیے نبی کو ہجرت کا حکم دے دیا کہ اے نبی! آپ ہمارے عاشقوں کے پاس تشریف لے جائیے۔

عاشقِ حق ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا کرتا ہے

عاشق بن کے تو دیکھو، خالی سموسہ ٹھونسنے سے اللہ نہیں ملتا، وَلَا یَرُوۡغُ رَوۡغَانَ الثَّعَالِبِ[۲۴۷] یہ لومڑیوں کا کام نہیں ہے۔ میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ ایک دن آپ اختر کو زمین کے اوپر نہیں پائیں گے، قبل اس کے کہ میرا جنازہ دفن ہو، میرے دردِ دل کو اپنے دلوں میں حاصل کرلو ورنہ پچھتاؤ گے، پھر یہ سموسے پاپڑ تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے، لہٰذا ہیجڑے بن کے مت رہو، یہ مخنثوں کا راستہ نہیں ہے؎

اے مخنث نے تو مردے نے تو زن

۲۴۶؎ الدر المنثور: ۹/۵۲۳، الکھف (۲۸)، مرکز ھجر للبحوث العربیۃ

۲۴۷؎ روح المعانی: ۲۴/۱۲۰، سورۃ فصلت (۳۰)، دار احیاء التراث، بیروت

اے سالک! جو اپنے نفس کی غلامی سے دست بردار نہیں ہوتا، مان لو گناہ سے تو محفوظ ہے مگر اپنی روح کو اللہ پر فدا نہیں کرتا، میں دو چیزیں بتارہا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ گناہ تو نہیں کرتا مگر اپنی روح کو ہر سانس اور ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا نہیں کرتا اور دوسرا وہ ہے جو گناہ بھی نہیں کرتا اور ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا کرتا ہے، یہ ہے عاشق۔ اللہ کے عاشقوں کی روح ہر وقت اللہ پر فدا رہتی ہے، اللہ والوں سے اسی کو سیکھنا پڑتا ہے۔

شیخ سے اللہ کے ساتھ وفاداری اور فداکاری سیکھو

الحمدللہ! اختر کو نظر آتا ہے کہ بابِ نبوت پر تالے لگے ہوئے ہیں، لیکن اس حد تک تو پہنچ جاؤ کہ ہر وقت روح کو اللہ پر فدا کرو، یہ فداکاری سیکھنا ہے تب شیخ کے ساتھ رہو، فداکاری اور اللہ پر وفاداری اور اللہ پر بے قراری۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہو، میں ہنسنے بولنے کو منع نہیں کرتا مگر ہنستے ہوئے بھی دل بے چین رہے اور اللہ پر فداکاری جاری رہے۔ اللہ پر فداکاری کے ساتھ اگر ہمیں ہنسنا بولنا نصیب ہے تو وہ مبارک ہے، مگر غفلت کے ساتھ نہ ہو، خدا ہم سب کو بچائے، ہم ایسا ہنسنا بولنا نہیں چاہتے، ہم قصہ کہانی کے لیے نہیں پیدا ہوئے، ہمیں میدانِ محشر میں اللہ کو حساب دینا ہے۔

مرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

بس اس وقت جو تھوڑا سا دل میں آیا پیش کر دیا اور پھر یہی میڈان لندن شعر پڑھتا ہوں؎

مری آہ کو رائیگاں کرنے والو
مرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

پھر کہتا ہوں واللہ! اختر ایک دن زمین کے اوپر نہیں ہوگا زمین کے نیچے ہوگا ستّر سے اوپر ہو چکا ہوں، نجانے کس وقت بلاوا آجائے۔ اس لیے دوستو! یہ کہتا ہوں دردِ دل سے، خاص کر میر صاحب کو خطاب کرتا ہوں، ان کو زیادہ کہتا ہوں، کیوں کہ اس شخص نے ہمیں اپنی پوری زندگی دے دی، یہ شخص وقفِ خانقاہ ہے۔ اس لیے میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو، اگر مگر سے اللہ نہیں ملتا، یہ سوچو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، میرا مقصد سمجھ لیا؟ اگرچہ جسم سے کچھ بھی آپ کام کرتے رہیں مگر ہر وقت آپ کی روح اللہ پر فدا ہوتی رہے، ایک لمحہ ایسا نہ ہو کہ آپ کی روح اللہ سے غافل ہو جائے، اللہ پر فدا ہونا یہ عاشقوں سے پوچھو۔

اللہ کی ذات بے مثل ہے

اگر کسی کو کوئی زبردست قسم کی حسین لیلیٰ مل جائے تو جو عاشق مزاج ہوتا ہے اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اگر مجھے کروڑوں جانیں مل جائیں تو ہم اس پر فدا کردیں۔ تو یہ مولیٰ کا حق ہے کہ ان پر مرو، یہ حسین تو خود ہی مرنے والے ہیں، مرنے والوں پر مرنے کی کوئی قیمت نہیں ہے، مردہ مثبت مردہ ٹوٹل مردہ۔ لہٰذا زندہ حقیقی پر مرنا سیکھو، مرتبۂ روح میں اللہ پر فدا ہوتے رہو۔ انسان کے پاس دو مرتبے ہیں، ایک جسم کے لحاظ سے اللہ پر فدا ہوتے ہیں، دوسرا روح کے اعتبار سے اللہ پر فدا ہوتے ہیں، پھر دیکھو زندگی کا مزہ کیا ہے؟ اللہ اتنا پیارا ہے کہ جنت میں جا کر کے جب اللہ کو دیکھو گے تو جنت ہی کو بھول جاؤ گے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ سامنے ہوگا، جب جنت میں اللہ کا دیدار ہوگا تو اتنا مزہ آئے گا، اتنا مزہ آئے گا کہ جنت کی کوئی نعمت یاد ہی نہیں رہے گی۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظامِ کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگسِ خمار آلود

تیرے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

سب ٹکٹکی باندھے اللہ کو دیکھیں گے، جنت کا خیال بھی نہیں آئے گا کہ کہاں ہے۔ اللہ اللہ ہے، اللہ بے مثل ذات ہے، غیر محدود ہے، جنت کا خالق ہے، لیلاؤں میں ذرا سا نمک رکھ دیتا ہے تو لوگ پاگل ہوجاتے ہیں، تو اللہ کو دیکھنے کے بعد کیا حال ہوگا؟ میری بات سمجھ میں آرہی ہے کہ نہیں، یا مشکل مضمون ہے؟ بولو بھئی! اور عاشقوں کو تو یہ بات بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے، رومانٹک مزاج والوں کو اپنے کو فدا کرنا بہت جلد سمجھ میں آجاتا ہے۔ میر صاحب کا مصرع ہے ؏

سر کٹانے کی تمنا تیرے دیوانے میں ہے

اب میرے پاس الفاظ نہیں رہے، اب میرے پاس لغت ختم ہوگئی، اللہ کی غیر محدود عظمتوں کو اختر فانی اور محدود لغتوں سے تعبیر کرنے سے قاصر اور معافی کا خواستگار ہے۔ اب دعا کرو کہ اللہ آپ اپنی رحمت سے کسی کو محروم نہ فرمائیے، نہ اختر کو، نہ میرے دوستوں کو، نہ میری اولاد کو، ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خطِ منتہا

تک جلد پہنچا دیجیے، ہر لمحۂ حیات اپنی ذاتِ پاک پر فدا ہونے کا شرف ہماری روحوں کو نصیب فرما دیجیے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

۲/رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز ہفتہ، بعد فجر بوقت سیر، بمقام ڈربن

کفار کی تعریف میں اندیشۂ کفر ہے

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اسلام عطا فرمایا، بعض بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یورپ کے لوگوں میں بڑی ایمان داری ہے، وہاں اخبار رکھا رہتا ہے اور کوئی آدمی بھی نہیں ہوتا مگر کوئی اخبار نہیں چراتا، سب پیسے رکھ کر اخبار اٹھاتے ہیں۔

یہ مسئلہ سن لو کہ کافروں کی تعریف جائز نہیں ہے، اس میں اندیشۂ کفر ہے، فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے لَوْسَلَّمَ الْكَافِرَ تَبْجِيْلًا فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ[۲۴۸] جو کسی کافر کو اکرام سے سلام کرے گا اس کے کفر میں شک نہیں، کیوں کہ یہ اللہ کے دشمن کو دشمن نہیں سمجھتا، لہٰذا جب انگریز صبح ٹہلتے وقت گڈ مارننگ کہے تو میں نے یہ سکھایا ہے کہ تم گڈ مارننگ کہتے وقت یہ نیت کرو کہ مار معنیٰ مارنا ہے اور گڈ معنیٰ اچھا اور ننگ معنیٰ ننگا تو ننگا کر کے اچھی طرح پٹائی کروں گا۔

یہ میں نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے، ان کے پاس ہندو پوسٹ مین خط لے کر آتا تھا تو وہ کہتا تھا مولوی صاحب آداب عرض، تو حضرت فرماتے تھے آ... داب اور فرمایا کہ میں یہ نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب۔

فیضانِ صحبت

بزرگوں کی صحبت سے جینا بھی آتا ہے اور مرنا بھی آتا ہے، کتابیں پڑھنے سے جینا نہیں آتا، اسی لیے جب قرآن پاک کی ایک آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے نوازا گیا، تو اس وقت جو لوگ اس ایک آیت پر اور نبی کی نبوت پر ایمان لائے وہ تئیس سال بعد مکمل کتاب پر ایمان لانے والوں سے آگے بڑھ گئے، بفیضِ صحبتِ نبوت ایک آیت پر ایمان لانے والوں کا درجہ بعد کے لوگوں

---

[۲۴۸] الدر المختار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ایچ ایم سعید

سے زیادہ ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ کتاب سے زیادہ صحبت کی اہمیت ہے، اگر کتاب سے زیادہ صحبتِ نبوت کی اہمیت نہ ہوتی تو تیئیس سال مکمل کتاب نازل ہونے کے بعد جو صحابہ اللہ پر ایمان لائے ان کا درجہ زیادہ ہونا چاہیے، لیکن ایک ہی آیت پر ایمان لانے والے آگے بڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے فیضانِ صحبتِ نبوت کے صدقے میں انہیں اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کا لقب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحبت بہت اہم چیز ہے، اہل اللہ کی صحبت کو اکسیر سمجھو اکسیر۔

کیا کہوں دوستو! اگر لوگوں کو اللہ والوں کی صحبت کا فائدہ تفصیل کے ساتھ، علمِ یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے تو آج کوئی گھر میں نہیں رہے گا، نہ تجارت گاہوں میں رہے گا۔ اصل میں ہر شخص جَاهِلٌ عَنِ الْفَائِدَةِ ہے، آج اگر صحیح فائدہ معلوم ہو جائے تو سب اپنے مدرسوں، اپنی تجارتوں اور اپنے کاروبار کو چھوڑ کر یار کی تلاش میں نکل جائیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے کے پاس کم سے کم ایک چلّہ لگالو۔ چوں کہ لوگوں کو فائدہ نہیں معلوم، لہٰذا قاعدۂ حیات سے محروم ہیں۔

دو ساتھ شیخ کا اتنا کہ ان کے مثل بنو تم
کبھی کبھار وِزٹ کو تو کمپنی نہیں کہتے

غیر اختیاری حرام مزہ پر بھی استغفار کیجیے

عاشقوں کے لیے ایک نصیحت کرتا ہوں کہ جب کسی کی شکل اچھی معلوم ہو، کسی کی شکل جو حسین ہو، نمکین ہو اور اس سے نفس میں خوشی محسوس ہو اگرچہ وہ غیر ارادی، غیر اختیاری اور غیر شعوری ہو اس سے بھی معافی مانگ لو کہ اے خدا! آپ کی ناخوشی کے راستے سے ہماری وہ خوشیاں جس میں ہمارے ارادے کو، ہمارے شعور کو دخل نہیں ہے اے میرے پروردگار ہم اس سے بھی شرمسار ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختر کو بعض وقت الفاظ عطا ہوتے ہیں۔ اے میرے پروردگار! ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں اور شرمسار ہیں کہ آپ جن چیزوں سے ناخوش ہیں یہ ظالم نفس ان ہی چیزوں سے خوشی محسوس کرتا ہے، قیامت کے دن ہماری مغفرت کا استغفار ہی سے گزارہ ہوگا۔

کوئی شخص اپنے عمل سے نہیں بخشا جائے گا سب اللہ پاک کی رحمت سے بخشے جائیں گے، مگر استغفار کرنے سے اللہ کا پیار ملتا ہے کہ میرے بندے کا گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں ہوا حالاں کہ اچانک نظر معاف ہے لیکن یہ معاف شدہ خطاؤں کی بھی معافی مانگتا ہے، کمال عشق ہے اس کا! یہ ہے محبت کا اعلیٰ مقام کہ محبوب

کہتا ہے کہ نو پرابلم کوئی بات نہیں، ہمارے نزدیک گویا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے مگر اصلی عاشق ہے تو نو پرابلم کہنے کے بعد بھی میرا بالم میرا بالم کہے گا، عاشق تو نو پرابلم میں بھی کہے گا کہ میرے بالم مجھے معاف کر دو۔ کیا کہیں بس اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے اور اپنے عشق و محبت کے راز اور بڑی بڑی باریکیاں بھی ہم سب کو عطا کر دے اور محبتِ الٰہیہ میں پی ایچ ڈی کرادے۔

نفس میں حسینوں کو دیکھ کر غیر شعوری، غیر ارادی طور پر جو خوشی آئی جو قابلِ معافی بھی ہے، بتاؤ اچانک نظر معاف ہے یا نہیں؟ لیکن ہم اس احساسِ خوشی سے بھی شرمسار ہیں کہ آپ اس سے خوش نہیں ہیں، جس بات سے آپ خوش نہ ہوں ہم اس سے کیوں خوش ہو رہے ہیں؟ اپنی اس نالائقی پر شرمسار ہو کر اے میرے پروردگار ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں۔ دیکھو کتنا قرب بڑھتا ہے! اللہ کو کتنا پیار آئے گا کہ میرا بندہ شریعت کے مسئلے سے واقف ہے، جانتا ہے کہ اچانک نظر معاف ہے لیکن اچانک نظر سے بھی تو اس کے نفس میں مزہ اور خوشی آئی، میرا بندہ معاف شدہ اور معاف کردہ خطاؤں کی بھی معافی مانگ رہا ہے تو اللہ کو کتنا پیار آئے گا۔

غیر اللہ پر مرنے والی جماعت بے وقوفوں کی ہے

واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اللہ کے پیار کا مزہ مل جائے تو سارے گناہوں کو بھول جاؤ گے۔ جو مولائے کائنات دل کو پیدا کر سکتا ہے وہ دل کو مزیدار اور پُر بہار بھی کر سکتا ہے، دوسرے ہمارے دل کو کیا بہار دے سکتے ہیں؟ جو خود مخلوق ہیں ان کی بہار خود ان کے اختیار میں نہیں ہے، ابھی جس لیلیٰ کو دیکھ کر مزے لوٹ رہے ہو اگر اسی لیلیٰ کو کینسر ہو جائے، پیشاب بند ہو جائے اور ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہو کر ہائے مرے! ہائے مرے! کرے تب دیکھو کہ مجنوں لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ بیمار ہونے والے، سقیم ہونے والے عیب داروں اور ہگنے موتنے والوں اور ہوا کھولنے والوں پر مرنا مومن کا کام نہیں، ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر سانس اللہ پر مرے، غیر اللہ پر مرنے والی جماعت بے وقوفوں کی ہے، اس لیے میرا ایک شعر سن لو۔

جب ہوا کھولی کسی معشوق نے
میر بولے واہ میرے پاد شاہ

دیکھو یہاں پاد کے معنیٰ عجیب وغریب ہیں، جو لوگ فارسی پڑھے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ سلاطین کو فارسی میں پادشاہ کہا جاتا ہے لیکن میر صاحب نے یہاں پاد نے کے بعد "واہ میرے پادشاہ" استعمال کیا۔

دوستو! فرسٹ فلور مت دیکھو، ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور میں پیشاب پاخانہ، گندی ہوا اور گندگی کا ذخیرہ ہے۔ اگر کوئی سائنس دان پوچھے کہ صاحب یہ جو بدبودار ہوا نکلی ہے جس کو پادنا کہتے ہیں یہ بدبودار کیوں ہوتی ہے؟ تو میں سائنسدانوں کو یہ جواب دوں گا کہ چوں کہ یہ گندی ہوا پاخانے سے ٹچ ہو کر نکلتی ہے، انتڑیوں میں کیا بھرا ہوا ہے؟ کیا مشک وزعفران ہے؟ پاخانہ ہی تو ہے، تو جو ہوا پاخانے کی صحبت یافتہ ہو کر نکلتی ہے تو "جمالِ ہمنشین در من اثر کرد" تو پاخانے کا اثر اس میں بھی آجاتا ہے، یہ تَاکِیْدُ الذَّمِّ بِمَا یُشْبَہُ الْمَدْحَ ہے، پاخانے کی وجہ سے وہ بھی بدبودار ہو جاتی ہے۔

گمراہوں کی تقریر و تحریر سب مضر ہے

اسی طرح جو بے وقوف یہ کہتے ہیں کہ ہر طرح کا لٹریچر پڑھو، اس میں سے اچھی بات لے لو اور بُری بات چھوڑ دو تو خراب چیز میں سے تم اچھی بات کیسے لے سکتے ہو؟ جیسے پاد سے کوئی کہے کہ ہم تم میں سے عود کی خوشبو لے لیں گے اور بدبو کو نہیں سونگھیں گے تو وہ پاد میں کہاں سے عود پائے گا؟ لہٰذا گمراہ لوگوں کا لٹریچر بھی مت پڑھو۔

ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو لوگ گمراہ ہوتے ہیں ان کے لٹریچر میں چاہے قرآنِ پاک ہی کیوں نہ ہو، حدیث پاک ہی کیوں نہ ہو وہ بھی مت پڑھو کیوں کہ ان کے قلب میں گمراہی ہے اور زبان اور قلم ترجمانِ دل ہوتا ہے تو ان کے قلم سے ان کے گمراہ قلب کی ترجمانی ہوگی اور یہ گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اسمِ مضل کا مظہر ہوتے ہیں، ان میں گمراہ کرنے والی صفت کا اثر ہوتا ہے اور تم اللہ کے اسمِ مضل سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کتنے لوگوں نے کتابیں پڑھیں مگر گمراہ ہوگئے اور بزرگوں سے بھی بھاگ گئے، اپنے مربّی سے بھی بھاگ گئے۔ اس لیے کوئی کتاب مت پڑھو بس اللہ والوں کی کتابیں پڑھو کیوں کہ ان کے دل میں اللہ ہوتا ہے اس لیے ان کی تحریر میں اللہ کا نور ہوتا ہے، ان کی تقریر میں اللہ کا نور ہوتا ہے، ان کے مصلیٰ پر اللہ کا نور ہوتا ہے، ان کی تسبیح پر اللہ کا نور ہوتا ہے، وہ جہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کرلیں اس زمین پر بھی اللہ کا نور ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مولویوں کی بات کون سنتا ہے۔

کون سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

لیکن آپ لوگ میری کہانی کیوں سن رہے ہیں؟

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

صحبت یافتہ عالم ذلیل ورسوا نہیں ہوسکتا

اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاؤ پھر دیکھو مولویو! تمہارے علم میں اللہ کیا خوشبو دیتا ہے۔ مدارس سے عالمِ منزل بن کر نکلنے والوں کو اسی لیے کوئی نہیں پوچھتا کہ عالمِ منزل ہے اور بالغِ منزل نہیں ہے۔ آپ روئے زمین پر ایک عالم کو ثابت نہیں کرسکتے جس نے ایک معتد بہ زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت اٹھائی ہو اور وہ ذلیل یا رُسوا ہوا ہو، مقبول بین الخلق نہ ہو۔ یہ جو آج کل کا طریقہ ہے کہ مولوی لوگ قربانی کی کھالوں کے لیے دروازے دروازے جاتے ہیں یہ وہی عالم کرسکتا ہے جس نے کسی اللہ والے کی جوتیاں نہیں اٹھائی ہوں، جو لوگ صاحبِ باطن ہیں اور باطن میں اللہ کو رکھتے ہیں ان کو اللہ غیرت بھی دیتا ہے، وہ کبھی کسی کے پاس نہیں جاتے۔

میرے بیٹے مولانا مظہر نے مولانا ابرار الحق صاحب کی خدمت کی، عشاء کے بعد سر میں تیل لگایا تو فجر ہوگئی تو حضرت کو بھی حیرت ہوئی، لیکن اس خدمت کا یہ انعام ملا کہ آج وہ مجازِ بیعت ہیں اور ایک بہت بڑا مدرسہ چلا رہے ہیں اور علماء ان سے بیعت ہو رہے ہیں۔ میں تو آپ ہی لوگوں کو چلا رہا ہوں، میں اب مدرسہ چلانے کے قابل نہیں ہوں بس گروہِ عاشقاں پر عاشق ہوں، اللہ کے عاشقوں پر عاشق ہوں، سڑک ہو، دریا کا کنارہ ہو، جنگل ہو میری یہی خانقاہ ہے۔ بولو اس وقت یہ زمین اور یہ سڑک خانقاہ ہے یا نہیں؟

خانقاہ کسے کہتے ہیں؟

خانقاہ فارسی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنیٰ غیاث اللغات میں لکھے ہیں ''جائے بودنِ دُرویشاں'' جہاں چند اللہ والے دُرویش بیٹھ جائیں بس وہی خانقاہ ہے۔ خانقاہ محتاجِ چھت و عمارت و دہلیز نہیں ہے، خانقاہ نام ہے ''جائے بودنِ دُرویشاں'' دُرویشوں کی رہنے کی جگہ جہاں اللہ والے بیٹھ جائیں۔ اب آپ لوگ یہاں بیٹھ گئے، بس یہی خانقاہ ہے۔

تو میں بتا رہا تھا کہ ایک شخص نے قربانی کے زمانے میں میرے بیٹے مولانا مظہر کو ٹیلی فون کیا کہ گائے کی کھال رکھی ہوئی ہے، کوئی آدمی بھیج دیجیے، میں آپ کے مدرسہ میں دینا چاہتا ہوں۔ مولانا مظہر میاں نے ان کو جواب دیا کہ آپ آدمی کیوں مانگتے ہیں کیا آپ آدمی نہیں ہیں؟ آہ! بعض وقت ایسی بات ان کے منہ

سے نکلتی ہے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ایک دفعہ اللہ پاک نے ان کے دل میں یہ علم ڈالا کہ بعض بندے قابل ہوتے ہیں مگر مقبول نہیں ہوتے اور بعضے مقبول ہوتے ہیں مگر قابل نہیں ہوتے اور بعضے دونوں ہوتے ہیں مقبول بھی ہوتے ہیں قابل بھی ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ خالی علم کا سمندر مت دیکھو، یہ دیکھو کہ یہ قلندر بھی ہے یا نہیں، اللہ والا بھی ہے یا نہیں، قسمت کا سکندر بھی ہے یا نہیں، ورنہ بڑے بڑے علم کے سمندر اعمال میں اور اخلاق میں بندر، نفس کے تابع ہیں۔

جنت خالقِ جنت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری جو بہت بڑے عالم اور لاہور کے جامعہ اشرفیہ کے بانی ہیں انہوں نے حکیم الامت تھانوی سے عرض کیا کہ اگر میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں اور پھر ہزار سال سجدے میں پڑا رہوں تو بھی ہزار سال سجدے سے اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور عرض کیا کہ اگر ایک طرف جنت ہو اور ایک طرف آپ کی مجلس ہو تو میں آپ کی مجلس میں جاؤں گا۔ تو حضرت خوش ہوگئے اور فرمایا کہ شاباش آپ کو یہی کرنا چاہیے کیوں کہ یہاں جنت اور اشرف علی کی مجلس کا مقابلہ نہیں ہے اللہ کا اور جنت کا مقابلہ ہے کیوں کہ پیر کو پیر اللہ کے لیے کیا جاتا ہے، یہاں اللہ اور جنت کا تقابل ہے، اگر اللہ بلائے کہ میرے پاس آؤ اور کوئی کہے کہ نہیں ہم تو جنت میں جائیں گے تو یہ بے وقوف ہے یا نہیں؟ یہ حکیم الامت کا جواب ہے۔ اور فرمایا کہ اصل میں میرے ساتھ جو محبت ہے یہ اللہ کے لیے ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ تو مولیٰ حاصل کرے گا یا جنت چاہتا ہے تو ایک طرف مولیٰ ہے ایک طرف جنت۔

دنیا ہی میں جس کو مولیٰ مل گیا وہ جنت سے زیادہ مزے میں ہے، اور جو پرانی عادت کی وجہ سے لیلاؤں کے چکر میں ہیں وہ خسارے میں ہیں۔ ایک گھوڑے کو لید سونگھنے کی عادت تھی، ایک مرتبہ اس کے مالک نے اس کو دس ڈنڈے مارے اور کہا خبردار لید نہیں سونگھنے دوں گا، جب وہ منزل پر پہنچا اور سو گیا تو گھوڑے نے جہاں جہاں لید کی تھی اسے سونگھنے دس میل پیچھے واپس گیا۔ پرانی عادت جو ہوتی ہے وہ بڑی مشکل سے جاتی ہے، مگر جب جان کی بازی لگادے اور مولیٰ کو دل میں پاجائے تو پھر زندہ حقیقی اور مردے جمع نہیں ہوسکتے، جہاں مولیٰ ہوگا وہاں سے لیلیٰ گھوڑی، متوڑی اور پدوڑی اپنی ریڑھی لے کر بھاگ جائے گی، بیویوں کو جو اللہ نے حلال فرمایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اولاد پیدا ہو۔

آج مولانا حسین نے کہا کہ میر صاحب آپ کی خانقاہ میں مثل عضو کے ہیں تو میں نے کہا خالی عضو

مت کہو، عضوِ مخصوص کہو ورنہ پھر میر صاحب کی خصوصیت کیا ہوئی، یہ مخصوص احباب میں سے ہیں، ان کے لیے دعا کرو، یہ میرے سارے مضامین لکھتے ہیں، ان کو چھاپتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے، عمر میں برکت دے، اخلاص دے اور جمنے کی توفیق دے، ہمارا سارا مال کاغذ پر آجائے اور ہمارے دلوں میں بھی آجائے، اللہ ہم سب کو اللہ والا بنادے، اے اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، سب لوگ کہو یا اللہ آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے ہم سب پر، ہماری اولاد پر، ہمارے احبابِ حاضرین وغائبین پر، امتِ مسلمہ پر اتنا ہی رحم اور مہربانی فرمادیجیے، آمین۔

احکامِ الٰہیہ عین رحمتِ الٰہیہ ہیں

میراث کا مسئلہ ہے کہ لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ ہے۔ یورپ والے کافر اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کا یہ حکم ظلم ہے کہ میراث میں لڑکے کو دو اور لڑکی کو ایک حصہ دیتے ہیں، اس کی سب تفصیل میری کتاب ''مواہبِ ربانیہ'' میں ہے۔ اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب کو عطا ہوا کہ یہ ظلم نہیں ہے عین رحمت ہے، کیوں کہ لڑکوں پر دو ذمہ داریاں ہوتی ہیں ایک اپنی روٹی، کپڑا اور مکان اور دوسری بیوی کی روٹی، کپڑا اور مکان، اور لڑکیوں کا روٹی، کپڑا اور مکان شوہر کے ذمہ ہے۔ لیکن عورت کے پاس بھی تھوڑے بہت پیسے ہونے چاہئیں تاکہ اگر اس کے ماں باپ، بہن بھائی یا کوئی اور خاندان والا ملنے آجائے تو اس کی خاطر تواضع کردے، اپنے ذاتی پیسے سے مرنڈا وغیرہ پلادے اور اسے شوہر سے پیسہ مانگتے ہوئے شرم نہ آئے، بعضے شوہر بخیل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ جب دیکھو تمہارے خاندان والے یہاں پڑے رہتے ہیں اور تم ہماری محنت کی کمائی خرچ کرتی رہتی ہو تو اللہ نے میراث میں عورت کا بھی ایک حصہ رکھ دیا تاکہ اپنے اعزا و اقرباء کو اپنے پیسوں سے کھلائے پلائے، لیکن جس پر ڈبل فکر تھی اس کو ڈبل حصہ دیا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھ دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا عین عدل ہے۔ اس جواب پر یورپ والے خاموش ہوجاتے ہیں۔

ایک عیسائی نے مجھ سے پوچھا کہ اسلام میں زِنا کیوں حرام ہے؟ اب اس کے لیے کافروں کو قرآن سے تو دلائل نہیں دے سکتے، کیوں کہ قرآن پر ان کا ایمان ہی نہیں ہے اس لیے وہ قرآنِ پاک سے دلائل نہیں مانتے، لہٰذا میں نے ایک جملہ کہہ دیا جس پر وہ خاموش اور ٹھنڈا ہوگیا، خالی خاموش نہیں ہوا ٹھنڈا بھی ہوگیا۔ میں نے کہا کہ زِنا اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے بندے حرامی پیدا ہوں۔ کہیے جناب یہ کیسا جواب ہے! بس خاموش ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ آج کسی انگریز سے پوچھو کہ تیرے باپ کا کیا نام ہے تو وہ بہت زور سے چلّا کر کہتا ہے

کہ شٹ اپ (Shutup) خاموش۔ کسی نے پوچھا کہ بھئی تم نے شٹ اپ کیوں کہا؟ تو کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ میری ماں کا شٹر کھلا ہوا تھا، وہ دولتِ مشترکہ تھی، روزانہ اس کے پاس آٹھ دس انگریز آتے تھے، اب مجھے کیا پتا کہ میں کس کا ہوں۔ اس لیے ہر انگریز اپنے کو حرامی سمجھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں ماں باپ کی محبت نہیں ہوتی، والدین کی جو محبت ہمارے ایشیا میں ہے وہ یورپ میں نہیں ہے، ایشیا کا چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو لیکن زنا سے وہ بھی بچتا ہے، ہندو بھی اس کا خیال رکھتا ہے۔ تو جب رگوں میں ماں باپ کا خون نہ ہو تو ان سے محبت کیسے ہو؟ میں نے برطانیہ میں انگریزوں کو دیکھا کہ وہ پارک جہاں ہم صبح سویرے نماز کے بعد تازہ آکسیجن کے لیے ٹہلتے تھے تو انگریز بھی اپنے کتوں کو ٹہلاتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں دستانے بھی پہنے ہوتے تھے تاکہ اگر کتا پاخانہ کرے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر ڈسٹ بن میں ڈال دیں کیوں کہ وہاں راستوں میں گندگی پھیلانا سخت جرم ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز ہفتہ، بعد عشاء، رسٹن برگ

عظمتِ عشقِ مولیٰ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی باتیں سب غذا ہیں، تو چٹنی تھوڑی ہوتی ہے غذا کے تناسب سے، اگر زیادہ اشعار ہی میں لگے رہو گے تو چٹنی سے پیچش شروع ہو جائے گی، اشعار بہت قلیل ہوں دوسری چیزیں زیادہ ہوں، چٹنی بھی تھوڑی سی ہو تاکہ چٹنی چاٹ لیں، چٹنی چاٹنے کے لیے ہے کھانے کے لیے نہیں ہے۔ یہ اس لیے بتا دیا کہ ہم نے اس وقت کسی کو سنانے کا موقع نہیں دیا، اس کے لیے افسوس نہ کرنا، اللہ پر فدا ہونا کروڑہا چٹنی سے افضل ہے۔ یہ چٹنی جو میں نے چٹائی ہے یہ چٹائی پر ملتی ہے، میں نے اس وقت جو چٹنی چٹائی ہے یہ چٹائی پر بادشاہت دِلاتی ہے۔

ہر نعمت منعم کی مشیت سے ملتی ہے

دلّی سے علی عاشقان نامی ایک شخص شاہ عبد القدوس نظام آبادی عرف قرن شاہ کے پاس نظام آباد آیا، نظام آباد اعظم گڑھ میں ہے، شاہ نظام الدین کا قد بہت لمبا تھا، ان کی بہت لمبی قبر سرائے میر میں مدرسے کے قریب ہے۔ شاہ نظام الدین کے سات لڑکے تھے، اللہ کی شان کہ ساتوں کے ساتوں نالائق نکلے۔ یہ

قسمت کی بات ہے۔ اللہ بھی تقدیر سے ملتا ہے جیسے روزی تقدیر سے ملتی ہے، اولاد تقدیر سے ملتی ہے، ہر نعمت منعم کی مشیت سے ملتی ہے تو اللہ بھی تقدیر سے ملتا ہے۔ تو ایک مرتبہ شاہ صاحب اپنی اولاد پر بہت روئے کیوں کہ اولاد سے تعلق ہوتا ہے تو دل میں درد بھی ہوتا ہے تو روتے ہوئے فرمایا ؎

شاہ کدن کے سات پوت ساتوں نکھٹّا
ساری کمائی شاہ کدن کی علی عاشقان لُٹّا

یعنی شاہ قرن کے ساتوں بیٹے تو نالائق نکلے اور شاہ قرن کی ساری کی ساری کمائی دہلی سے علی عاشقان لوٹ کر لے گیا اور قریب والے رہ گئے۔ اس لیے قریب سے مراد قربِ حسی اور قربِ جسمانی نہیں ہے قربِ قلبی وروحانی ہے۔ ایک شخص کعبہ میں ہے اور اللہ سے دور ہے، بوجہ نافرمانی وغفلت کے اللہ کے گھر میں اللہ سے دور ہے، اس کو میں کس طرح سمجھاؤں کہ روح ہر وقت فدا ہوتی رہے ؎

دل وجاں اے شاہ قربانت کنم

اے اللہ! میرا دل اور میری جان ہر وقت آپ پر فدا ہوں۔ یہ مضمون کیسے سمجھاؤں اس کے لیے الفاظ نہیں ہیں میرے پاس۔ اے خدا! میرے دل وجاں ہر لحہ آپ پر فدا ہوں، ہر سانس آپ پر فدا ہو، اب کیسے فدا ہو اس کو کیسے سمجھاؤں، اگر نہیں سمجھ میں آتا تو عشقِ مولیٰ کو عشقِ لیلیٰ سے سمجھ لیں۔ اگر کوئی کسی لیلیٰ پر عاشق ہو جائے تو کہتا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ میں ہر سانس، ہر لحہ اپنی جان آپ پر فدا کروں اور اگر مجھے ایک کروڑ جان ملتی تو میں ہر سانس تم پر فدا کرتا۔ بتایئے! مرنے والے پر یہ حال ہے، جب اس کی شکل بگڑ جائے گی تو ایک جان بھی نہیں دے گا اور جان تو دینا درکنار اگر معشوق کو لقوہ ہو جائے، منہ ٹیڑھا ہو جائے تو اس کو دیکھے گا بھی نہیں، عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ تو سیکھو مگر عشقِ لیلیٰ کرنا حرام ہے۔ نیک بندہ وہ ہے جو دوسروں سے سبق سیکھے تو کیوں نہ ہم قیس سے سبق لیں کہ ریت پر لیلیٰ لیلیٰ لکھ رہا تھا تو ہم کیوں نہ زبان سے مولیٰ مولیٰ کریں۔

۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز اتوار،
بعد فجر ۶ بجے، بر مکان جناب یوسف حافظ جی، رسٹن برگ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیتِ الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا کہ اُمت کے سارے صحابہ، سارے

ابدال، سارے غوث و اقطاب میں کسی کی معیتِ الٰہیہ منصوص من اللہ نہیں ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق مع اللہ منصوص من اللہ ہے، کیوں کہ ان کا تعلق مع اللہ قرآنِ پاک میں نازل ہوا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا تھا **لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**[۲۴۹] پس جس کے تعلق مع اللہ کا وحی الٰہی سے ثبوت مل جائے اس میں شک کرنا کفر ہے۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر کے تعلق مع اللہ میں شک کرنا کفر ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب حضرت صدیق اکبر نے مرتدین سے جہاد کا اعلان کیا تو کسی صحابی کو اس وقت جہاد کے متعلق شرح صدر نہیں تھا۔ اس وقت ایک صحابی نے بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی آپ کے موافق نہیں تھی، اس وقت حضرت صدیق اکبر نے اپنی تلوار نکالی اور اکیلے جہاد کے لیے چل دیے **فَاَخۡرَجَ سَیۡفَہٗ وَ خَرَجَ وَحۡدَہٗ** اور فرمایا کہ اگر آپ لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے تو مجھے کوئی غم نہیں، میں تنہا جہاد کروں گا کیوں کہ اے عمر، اے عثمان، اے علی اور اے جملہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت **لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** تمہارے لیے نازل نہیں ہوئی۔ غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے صدیق کے اور کوئی نہیں تھا، یہ آیت میرے لیے نازل ہوئی، میرا تعلق مع اللہ منصوص من اللہ ہے۔ اللہ میرے ساتھ ہے لہٰذا میں اکیلے جہاد کروں گا۔ پس تمام صحابہ کو اسی وقت شرح صدر ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا **شِمۡ سَیۡفَکَ لَا تُفۡجِعۡنَا بِنَفۡسِکَ**[۲۵۰] اپنی تلوار کو میان میں رکھ لیجیے اور ہم لوگوں کو اپنی جدائی سے غمگین نہ کیجیے۔

اور یہ وہی جملہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا جب حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ سے آپ کا خون نہیں دیکھا جاتا اور تلوار نکال لی اور کہا کہ یا آج میں کسی کافر کو نہیں چھوڑوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا **شِمۡ سَیۡفَکَ لَا تُفۡجِعۡنَا بِنَفۡسِکَ** اے صدیق! اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے اور اپنی جدائی سے مجھے غمگین نہ کر۔

---

۲۴۹ التوبۃ:۴۰

۲۵۰ کنزالعمال:۶۵۸/۵(۱۴۱۵۸)،فصل فی خلافۃ الخلفاء،مؤسسۃ الرسالۃ

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جانِ پیغمبر جانِ صدیق کی عاشق ہوتی ہے، صدیق کی جانِ محبوب جانِ نبوت ہوتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صدیق کا درجہ شہید سے افضل ہے کیوں کہ نبی کسی اُمتی کو درجۂ فضیلت سے محروم نہیں کر سکتا لیکن چوں کہ صدیق شہید سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ نے افضل کو فاضل ہونے سے روک لیا، اور صدیق افضل کیوں ہوتا ہے؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ صدیق کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے اسی لیے مِنَ النَّبِيّٖنَ کے بعد وَ الصِّدِّيْقِيْنَ ہے، وَالشُّهَدَآءِ[۲۵۱] بعد میں ہے۔ صدیق ایک لمحہ کے لیے اللہ کو ناراض نہیں کرتا وہ زندہ شہید ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اسی مقام کو بیان فرمایا۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اور مولانا رومی نے اسی کی سند میں یہ شعر پیش کیا۔

اے بسا زندہ شہیدے معتمد

اے دنیا والو! بہت سے اللہ کے عاشق زندہ شہید ہیں، اگرچہ گردن پر سر موجود ہے، زندہ ہیں اور کارِ نبوت انجام دے رہے ہیں لیکن باطناً شہید ہیں کیوں کہ اپنی بُری خواہش کو شہید کرتے رہتے ہیں، ان کی شہادت معتمد ہے۔ پس اگر سب بڑے بڑے علماء شہید ہو جائیں تو دین کیسے رہے گا؟ اس لیے بڑے علماء کو جہاد میں شہید ہونے کے لیے صفِ اوّل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو جہاد میں پیش پیش رہتے تھے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی کفالت فرمائی تھی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[۲۵۲] اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہوتے ہی پہرہ بھی ہٹا دیا کہ اب پہرہ مت دو۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمالی۔

تو جب حضرت صدیق اکبر نے تلوار اُٹھائی تو سب صحابہ نے کہا کہ اب ہم کو شرح صدر ہو گیا کہ آپ حق پر ہیں لہٰذا ہم سب آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر

۲۵۱؎ النسآء:۶۹

۲۵۲؎ المآئدۃ:۶۷

رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایمان کسی کا نہیں تھا، لیکن یہ ایمان ملا کیسے ؟ صرف فدا کاری، ادب اور وفاداری سے۔ سرورِ عالم، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان سے بڑھ کر کوئی فدا نہیں ہوا تو ان سے بڑھ کر کوئی خدا پر بھی فدا نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان کتنا قوی تھا! لیکن فدا کاری اور وفاداری اور جان و مال پیش کرنے میں وہ کبھی حضرت صدیق اکبر سے آگے نہ بڑھ سکے، ہمیشہ صدیق اکبر اوّل آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جب تک شیخ پر عاشق نہیں ہوگے اللہ پر عاشق نہیں آسکتی، جس کو شیخ پر فدا ہونا نصیب نہیں ہوگا اس کو اللہ پر فدا ہونا بھی نصیب نہیں ہوگا۔ اُمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو ان سے بڑا اللہ کا بھی کوئی عاشق نہیں تھا۔ چناں چہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صدیق کو اتنا اونچا مقام جو حاصل ہوا کہ ان کا ایمان اور ان کا تعلق مع اللہ سارے صحابہ کے ایمان سے زیادہ قوی ہے، میری اُمت کے صحابہ کا اور تمام نبیوں کے صحابہ کا ایمان اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور صدیق اکبر کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو میرے صدیق کے ایمان کا پلڑا بھاری ہو جائے گا، میرے صحابہ کا ایمان اور تمام انبیاء کے صحابہ کا ایمان میرے صدیق کے ایمان کو نہیں پاسکتا۔

علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے **اتحاف السادۃ المتقین** میں بکر بن عبد اللہ المزنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: **مَا فُضِّلَ اَبُوْبَکْرٍ النَّاسَ بِفَضْلِ صَلٰوۃٍ وَّ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَّلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ وَّفَتْوٰی وَّکَلَامٍ وَّلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ**[۲۵۳] میں الف لام استغراق کا ہے لہٰذا اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام نبیوں کے اصحاب شامل ہیں یعنی غیر نبی سب اس میں شامل ہیں، نبی شامل نہیں ہیں کیوں کہ نبی دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں وہ **بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ** تو ہیں مگر **یُوْحٰۤی اِلَیَّ**[۲۵۴] سے وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہیں۔ پس انبیاء کے ایمان کو کوئی امتی نہیں پاسکتا اس لیے یہاں "**اَلنَّاسَ**" سے تمام غیر نبی مراد ہیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیق تمام انسانوں پر کثرتِ عبادت کی وجہ سے فضیلت نہیں دیے گئے۔ بعض صحابہ ان سے کہیں زیادہ عبادت کرتے تھے لیکن حضرت صدیق اکبر سے افضل نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ وجہِ فضیلت ان کی عبادت نہیں ہے۔

---

۲۵۳ مرقاۃ المفاتیح: ۱۱/۲۷۴، باب مناقب العشرۃ المبشرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۵۴ فُصّلت: ۶

آہ! آج کل لوگ پوچھتے ہیں کہ پیر صاحب رات کو کتنی عبادت کرتے ہیں، کتنا ذکر کرتے ہیں، ان کا وظیفہ کیا ہے؟ لیکن کسی کی کثرتِ عبادت سے اس کی ولایت کا فیصلہ نہ کیجیے۔ ولایت کی بنیاد تقویٰ ہے۔ بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا جو نفلی حج و عمرہ کرنے والے، دعا میں بہت دیر تک رونے والے لیکن گناہِ کبیرہ میں عادتاً مبتلا رہنے کا اقرار خود انہوں نے کیا۔ لہٰذا کثرتِ عبادت ولایت کا معیار نہیں۔ یہ دیکھو کہ اس کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو رہی ہے یا نہیں اور اللہ کو ناراض کرکے کوئی سانس حرام لذت تو درآمد نہیں کر رہا ہے۔ اگر وہ ہر وقت اللہ پر جان کی بازی لگا رہا ہے تو وہ بازِ شاہ ہے پھر اس بازِ شاہی کی شاہبازی دیکھو کہ یہ اللہ پر کس طرح فدا ہوتا ہے۔

دوستو! کیا کہوں، کس دردِ دل سے میں اس مضمون کو بیان کروں کہ بعض اللہ کے عاشقین ایسے ہیں کہ جن کی روح ہر لمحہ اللہ پر فدا ہوتی ہے اور ان کا جسم ہمارے آپ کے اندر بیٹھا ہوا نظر آتا ہے لیکن ان کی فداکاری مخلوق کی نظر سے مخفی رہتی ہے۔ بظاہر وہ ہم میں ہنستے بولتے ہیں لیکن ان کی روح ہر لمحہ خدا پر فدا رہتی ہے جیسے چھوٹا بچہ ماں سے لپٹ کر دونوں ہاتھوں سے ماں کی گردن پکڑے ہوئے دودھ پیتا رہتا ہے اسی طرح بعض بندے مرتبۂ روح میں اللہ تعالیٰ سے اسی طرح چمٹے ہوئے ہیں کہ اللہ کے قُرب کی لذت کا دودھ پیتے رہتے ہیں، وہ باعتبارِ روح کے اللہ سے لپٹے ہوئے ہیں مگر ان کا جسم ہمارے آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور جس طرح ماں سے لپٹے ہوئے چھوٹے بچے کو کوئی دشمن پاؤں پکڑ کر کھینچے تو بچہ پہلے تو ماں سے اور چمٹتا ہے، ہاتھ پیر چلاتا ہے، اپنی پوری قوت سے کوشش کرلیتا ہے کہ ماں سے الگ نہ ہو لیکن جب اپنی کوشش کو ناکام دیکھتا ہے کہ کھینچنے والا قوی تر ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ مجھے کھینچ کر میری ماں سے جدا کردے گا تو چلّاتا ہے کہ اماں بچاؤ، یہ مجھے آپ سے الگ کر رہا ہے، اسی طرح اللہ کے عاشق اور باوفا بندے وہ ہیں جو دل و جان سے پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی حسین کے ہاتھوں اغوا نہ ہو جائیں، کوئی حسین ان کو اپنی طرف نہ کھینچ لے، وہ ہر لمحہ اللہ کے وفادار اور فداکار ہیں اور ایک لمحہ کو بھی اپنے مالک کو ناراض کرکے حرام لذت کو اینٹھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ جب کوئی حسین نظر آنے لگے تو ان کے قلب میں بے چینی شروع ہو جاتی ہے کہ آہ! میرے ایمان کا فتنہ گر آرہا ہے، یہ ستم گر میرے دین پر ڈاکہ ڈالنے آرہا ہے، اے اللہ! مجھے بچائیے، لیکن جب کمزور پڑنے لگتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس حسین کا خیال بار بار ستا رہا ہے تو پھر وہ روتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم ان حسینوں کے مقابلے میں نفس و شیطان سے کمزور پڑ رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ ہم کو آپ سے جدا کرکے کسی گناہ میں مبتلا کردیں لہٰذا آپ اپنی غیر محدود طاقت سے ہمیں جذب کرکے ان

دشمنوں کی محدود طاقت کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیے۔ یہ نعمت تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور فدا کاری جسے حاصل ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی فضیلت کی وجہ کثرتِ عبادت نہیں ہے، لہٰذا اگر سمجھنا ہے کہ کون کتنے اونچے درجہ کا ولی اللہ ہے تو کثرتِ عبادت کو نہ دیکھو بلکہ اس کی استقامت علی التقویٰ دیکھو کہ نہ حسینوں سے، نہ مال و دولت سے، نہ تخت و تاج و سلطنت سے بکتا ہو، نہ عالم کے چاند و سورج اسے خرید سکیں تب سمجھ لو کہ یہ شخص اللہ والا ہے۔

تو حضرت صدیق اکبر کو جو فضیلت حاصل ہوئی وہ لَا بِفَضْلِ صَلٰوۃٍ نہ کثرتِ نماز و عبادت کی وجہ سے ہے، لَا بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ نہ روزوں کی کثرت کی وجہ سے ہے وَلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ نہ کثرتِ روایت کی وجہ سے ہے، علماء حضرات جانتے ہیں کہ ان کی روایات بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وَفَتْوٰی وَکَلَامٍ اور نہ فتووں کی کثرت کی وجہ سے ہے، ان کے فتاویٰ بھی زیادہ نہیں ہیں وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ[۲۵۵] لیکن ان کے سینے میں ایک چیز تھی جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوا ہے اور وہ ہے اللہ اور رسول پر جان قربان کرنے کا جذبہ۔ صدیقیت محبت کا اعلیٰ مقام ہے۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیتِ الٰہیہ اور تعلّق مع اللہ آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا[۲۵۶] سے منصوص من اللہ ہے اور یہ شرف سوائے ان کے کسی اور امتی کو حاصل نہیں۔

اچھا اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ میری حاضری کو اور میرے احباب جو یہاں بیٹھے ہیں اور جو چلے گئے اور احبابِ غائبین کو، میری اولاد و ذریات کو، آپ سب کو، آپ کے خاندان واولاد کو جذب فرما کر نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک اپنی رحمت سے بلا استحقاق محض اپنے کرم سے پہنچا دے اور میری حاضری کو قبول فرمالے۔ اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کی حیات میں برکت دے اور بار بار ملاقات نصیب فرمائے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

---

۲۵۵ مرقاۃ المفاتیح:۱۱/۲۷۴، باب مناقب العشرۃ المبشرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۵۶ التوبۃ:۴۰

سنّتِ غارِ حرا

اس مجلس کے بعد حضرتِ والا صبح کی سیر کے لیے رسٹن برگ کے ایک جنگل میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جنگل کے سناٹوں میں اللہ کو یاد کرنا سنت غارِ حرا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

غارِ حرا کی خلوتوں ہی سے آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔

سالکین کے لیے دو اہم سبق

ارشاد فرمایا کہ یہ دو جملے میرے دل سے نکلے اور زبان نے اس کا ترجمہ کیا کہ گناہ سے بچنے میں جتنا عظیم اور شدید سے شدید غم آئے یہاں تک کہ ہارٹ فیل ہونے کا اندیشہ بھی ہو جائے تو ہارٹ فیل ہونا اور اللہ پر مر جانا قبول کرلو لیکن اللہ کو ناراض نہ کرنے کی عزت کو سر آنکھوں پر رکھ لو، اور دوسرا جملہ یہ ہے کہ اللہ کو خوش کرنا جنت سے عظیم نعمت سمجھو۔ دلیل کیا ہے؟ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا کا سوال کرتا ہوں اور جنت کا۔ جب رضا مقدم ہے تو معلوم ہوا کہ جنت درجۂ ثانوی میں ہے۔ اگر اللہ کی رضا جنت سے زیادہ عظیم نعمت نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جنت پر مقدم نہ فرماتے، اور فرمایا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ[۲۵۷] اور اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور جہنم سے۔ دوزخ کی آگ درجۂ ثانوی میں ہے۔ دوزخ کی آگ سے بڑی آگ یہ ہے کہ آپ ہم سے ناراض ہو جائیں۔ اے اللہ! ایسا ایمانِ صدیقین مجھے اور میری اولاد کو اور میرے احبابِ حاضرین و غائبین کو اور ساری اُمت کو عطا فرمادے کہ آپ کی خوشی ہمیں جنت سے زیادہ عزیز ہو جائے اور آپ کی ناراضگی دوزخ سے اشد معلوم ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

---

[۲۵۷] المسند للامام الشافعی: ۱۲۳/ تفسیر اللباب لابن عادل، سورۃ الفتح

۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز اتوار، بعد فجر، دوسری مجلس

بزرگوں سے اپنے بچوں کے لیے دعا کروانا سنتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں امِ سلیم نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا کہ اب یہ دس سال کا بچہ آپ کی خدمت میں رہے گا، یہ خادم نہیں ہے یہ خویدم ہے فَادْعُ اللهَ لَهٗ آپ اس کو دعا دے دیں۔ معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں سے اپنے بچوں کے لیے دعا کی درخواست کرنا یہ بھی سنتِ صحابہ ہے۔ جب بچوں کو بزرگوں کے پاس لے جاؤ تو کہو کہ آپ اس کو دعا دیجیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار دعائیں اور ان کا ظہور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو چار دعائیں دیں، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ اے اللہ! انس کے مال میں برکت دے، وَوَلَدِهٖ اور اولاد میں برکت دے، وَاَطِلْ عُمْرَهٗ اس کی عمر زیادہ کردے، وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ[۲۵۸] اس کو معاف کردے۔ تو حضرت انس صحابی فرماتے ہیں کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ اہلِ مدینہ کے کھجور کے درخت سال میں ایک بار پھل دیتے تھے مگر میرے درخت سال میں دو بار پھل دینے لگے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے درخت لگایا لیکن جب سنا کہ اللہ نے حضرت انس کو یہ فضیلت دی ہے تو حضرت انس سے درخواست کی کہ آپ اس درخت کو اکھاڑ کر دوبارہ لگا دیں تاکہ آپ کا ہاتھ لگ جائے کیوں کہ آپ کے ہاتھ کو نبی کی دعا حاصل ہے۔ آپ نے اس کا درخت اکھاڑ کے لگا دیا تو اس میں بھی دو فصل آنے لگیں۔ اور وَبَارِكْ فِیْ وَلَدِهٖ کی دعا کے بارے میں فرمایا کہ میرے اتنے بچے ہوئے کہ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِائَةً اِلَّا اثْنَیْنِ میں نے دو کم سو اولاد خود دفن کیں۔ اٹھانوے کو کس طرح بیان کیا! یہ بھی عربوں میں ایک طریقہ ہے ورنہ کیا وہ اٹھانوے نہیں بول سکتے تھے کہ ثَمَانِیَةً وَّ تِسْعِیْنَ لیکن فرمایا کہ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِائَةً اِلَّا اثْنَیْنِ بلاغت کا ایک طرز یہ بھی ہے۔ اور عمر کے بارے میں فرمایا کہ اَطِلْ عُمْرَهٗ کی دعا نے وہ کام دکھایا کہ نہ پوچھو فَبَقِیْتُ حَتّٰی سَئِمْتُ الْحَیَاةَ میں اتنا زندہ رہا کہ جیتے جیتے تھک گیا، سَئِمْتُ الْحَیَاةَ اپنی زندگی سے تھک گیا۔

۲۵۸؎ صحیح البخاری: ۹۳۹/۲ (۶۳۷۸)، باب دعوۃ النبی لخادمہ بطول العمر، المکتبۃ المظہریۃ- ذکرہ بلفظ ''اکثر مالہ وولدہ، وبارك لہ فیما اعطیتہ''

یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں **وَھُوَاٰخِرُ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصَّحَا بَةِ بِا الْبَصْرَةِ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ** یعنی بصرہ کے آخری صحابی یہی ہیں، ان کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہو گیا۔ اور فرمایا کہ جب اللہ کے رسول کی تین دعائیں قبول ہو گئیں تو **اَرْجُو الرَّابِعَةَ**[۲۵۹] میں چوتھی دعا کی بھی امید رکھتا ہوں کہ میرے نبی کی دعا رد نہیں جائے گی۔

ایسے ہی شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے، شیخ کی دعا بھی رد نہیں جاتی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب شیخ کے پاس بیٹھو تو سمجھ لو گویا کہ تم نبی کے پاس بیٹھے ہو، لفظ ''گویا'' یادرکھنا ورنہ فتویٰ لگ جائے گا، اور اس کی وجہ بھی حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے۔

فانی فی الشیخ فانی فی اللہ ہو جاتا ہے

اب میں یہاں اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی دعا اولاد کی دعا سے پہلے کیوں دی؟ یہ ہے **اِتِّبَاعًا لِّرَبِّہٖ** کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا[۲۶۰]

تو اس آیت میں اولاد سے پہلے مال ہے یا نہیں؟ تو پیغمبر جو ہوتا ہے وہ ہر لمحۂ حیات میں **اِتِّبَاعًا لِّرَبِّہٖ** کام کرتا ہے، وہ اپنے رب کی اتباع میں کلام کرتا ہے، کلامِ رسول مقتبس من کلام اللہ ہوتا ہے، مزاجِ نبوت مزاجِ الوہیت میں فنا ہوتا ہے، نبی فانی فی اللہ ہوتا ہے، ایسے ہی جو مرید فانی فی الشیخ ہوتا ہے بعد میں وہ بھی فانی فی اللہ ہو جاتا ہے، شیخ کے مضامین اس کے دل میں ابلنے اور سینے سے نکلنے لگتے ہیں، شیخ کی باتیں قصداً یاد نہیں کرتا، وہ خود بخود اس کے سر پر سوار ہو جاتی ہیں ؏

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

اگر بھلا بھی دے کہ مجھے آج شیخ کی بات یاد نہ آئے میں اپنی تحقیقات پیش کروں، تو شیخ ہی کی بات زبان پر چڑھ جائے گی، غلبہ اسی کا ہوتا ہے۔

۲۵۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۱۳۹، کتاب الایمان

۲۶۰؎ نوح: ۱۰-۱۲

حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ ...الخ سے ایک عجیب استدلال

میرے شیخ فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں ہے:

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ ...الخ

جو عبادت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کرم سے بلا استحقاق اللہ کا پیارا اور ولی اللہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے، میں اپنے اولیاء کی زبان بن جاتا ہوں وہ میری زبان سے بولتا ہے، میں اپنے اولیاء کے پیر بن جاتا ہوں وہ میرے پیر سے چلتا ہے اور میں اپنے اولیاء کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ تو جب کوئی ولی اللہ مصافحہ کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہے۔ بتاؤ استدلال بالحدیث ہو گیا کہ نہیں!

اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرما رہے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کی نظر بن جاتا ہوں وہ میری نظر سے دیکھتا ہے، تو جب ولی اللہ اپنے مریدوں کو دیکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے۔ (پھر خوب جوش سے فرمایا) ارے علماء دین! اس حدیث سے یہ استدلال آج زندگی میں پہلی دفعہ بیان کر رہا ہوں۔ روئے زمین پر ستّر سال کی عمر میں آج یہ مضمون پہلی دفعہ بیان کر رہا ہوں حق تعالیٰ کے کرم اور مہربانی سے وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ، اختر کا کوئی کمال نہیں ہے، یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حدیث شریف میں فرما رہے ہیں کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ جب میرا بندہ کثرتِ نوافل یعنی کثرتِ عبادات سے، نوافل سے یہاں مراد محض نفل نماز نہیں ہے، صدقۂ نافلہ بھی ہے، نفل حج بھی ہے، عمرہ بھی ہے تو معلوم ہوا کہ قرب کا خاص ذریعہ خالی فرائض نہیں ہیں، فرائض آپ کو دوزخ سے بچائیں گے اور نوافل اللہ کا پیار دلائیں گے، نوافل اللہ سے تقرب دلائیں گے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے حدیث میں فرمادیا کہ میں اپنے ان بندوں سے جو کثرتِ نوافل یعنی فرائض کے علاوہ بھی ہمیں پیار کرتے ہیں خالی اہلِ ضابطہ نہیں ہیں، اہلِ رابطہ بھی ہیں تو جو میرے اہلِ رابطہ ہیں میں ان کی آنکھ بن جاتا ہوں، وہ میری آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے اولیاء میری آنکھ سے دیکھتے ہیں تو یاد رکھو! جب کوئی ولی اللہ کسی مرید کو دیکھے تو وہ یوں سمجھے کہ گویا آج مجھے اللہ دیکھ رہا ہے اور جب مصافحہ کرے وہ تو سمجھو آج میرے اللہ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ مولانا ایوب! کیسا مضمون ہے؟ مستدل بالحدیث ہے یا نہیں؟ جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے، تو جب اپنے شیخ سے مصافحہ کرو تو اس سے یہ حسنِ ظن رکھو، نیک

گمانی سے اس سے مصافحہ کرکے یہ مزہ لوٹ لو کہ آج میرا مصافحہ میرے اللہ نے کرلیا۔

ہم تو ابھی باہر نکلنے والے تھے ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ علمِ عظیم عطا ہونے والا ہے، لیکن جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو بادل کو ہٹنے کی اجازت نہیں ہوتی جب تک برس نہ جائے۔ میں نے سوچا کہ جلدی نکل چلوں تازہ ہوا کی آکسیجن لینے لیکن میرے مالک کے سامنے کروڑوں آکسیجن فدا ہیں، آکسیجن کا مقصد صحت ہے، اللہ بغیر آکسیجن صحت دینے پر قادر ہے۔ بتاؤ! یہ مضمون کبھی سنا؟ آج مجھے بہت مزہ آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ پاک میں فرمایا کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ[۲۶۱] یہاں تک کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے، تو جو ولی اللہ کے سامنے آتے ہیں اور ولی اللہ دیکھتا ہے تو گویا اللہ دیکھتا ہے اور شیخ سے اپنا حال بیان کرنا گویا کہ اپنے اللہ کو اپنا غم سنا دینا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کان سے سنتا ہے۔ جو اپنے شیخ پر اپنے مصائب و غم اور فکر اور پریشانی پیش کرتا ہے گویا کہ اللہ کو سنا دیا، اللہ کو سنانے عرشِ اعظم پر کہاں جاؤ گے فرش پر یہ نعمت لے لو، اور سنو! اللہ فرماتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے تو جب شیخ نے ہاتھ پکڑا اور شیخ کے بارے میں اتنا تو نیک گمان رکھو کہ شاید کہ یہ ولی اللہ ہو، امکانِ ولایت ہے یا نہیں؟ بتاؤ ظالمو! اگر یقین نہ کرو تو کم سے کم درجۂ گمان میں قضیۂ ممکنہ ہی پر عمل کرلو اور دل میں مزہ لے لو کہ آج میرے اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

یہ مضمون آج زندگی میں پہلی دفعہ بیان کررہا ہوں اور یہ بھی سوچ لو کہ میں سبزی منڈی میں نہیں ہوں، اس وقت علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور علماء بھی کیسے، مولانا ایوب صاحب ترکیشور میں محدث ہیں، بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، میں سارے عالم میں ان کے شاگردوں کو دیکھ رہا ہوں اور جو لوگ اہلِ خیر ہیں میں ان کے لیے سفارش بھی کرتا ہوں کہ جنہوں نے مولانا ایوب کی دعوۃ الحق کی مدد کی انہوں نے اختر کی مدد کی، میں ان کو اپنا سمجھتا ہوں۔ آج میں نے زندگی میں پہلی دفعہ یہ بات کہی ہے، مولانا ایوب! بتاؤ کہیں میں نے یہ کہا؟ پوری دنیا میں میں نے نہیں کہا آج نکل گئی ؎

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر

---

[۲۶۱] صحیح البخاری: ۲/۹۶۳ (۶۵۴۱)، باب التواضع، المکتبۃ المظہریۃ

چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اخترؔ ہو کر
جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

تو کتنی بڑی عظیم نعمت آج مجھے ملی! اللہ والے تم کو دیکھ لیں تو سمجھ لو کہ آج اللہ میاں نے تم کو دیکھ لیا، وہ تمہارا مصافحہ کرلیں تو سمجھ لو کہ آج اللہ میاں نے ہمارا ہاتھ پکڑ لیا۔ بتاؤ! حدیث سے ثابت ہے یا نہیں کہ میں اپنے نیک بندوں کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتے ہیں اور ان بندوں نے تمہارا ہاتھ پکڑ لیا تو گویا اللہ نے پکڑلیا، اور وہ جب بولتے ہیں تو میں ان کی زبان بن جاتا ہوں، لہٰذا اپنے شیخ کی تقریر کو سمجھو کہ آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقریر ہورہی ہے۔

مولانا ایوب مزہ آیا؟ مولانا ایوب سے مجھے انتہائی مناسبت اور محبت ہے۔ ملاوی میں ایک درخت کے پھول بینگن کے رنگ کے ہوتے ہیں، تو سڑک پر بہت سے پھول پڑے ہوئے تھے تو میں نے مولانا ایوب سورتی کے لیے کہا۔

بہارو پھول برساؤ مرا محبوب آیا ہے

تو مولانا ایوب کی دعوۃ الحق میں جو تعاون کرے گا اپنا مال دے گا تو اختر یہی سمجھے گا کہ اس کا مجھ پر مال خرچ ہوا ہے۔ یہ درمیان میں جملہ معترضہ تھا۔ آج اللہ نے اتنا مزیدار مضمون عطا فرمایا۔ جب اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں اپنے اولیاء کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتے ہیں تو اس سے اولیاء اللہ کی نظر کی قیمت بڑھی یا نہیں؟ کہ اللہ کی آنکھ سے دیکھتے ہیں تو جب اللہ والوں کو دیکھو تو سمجھو اللہ میاں ہم کو دیکھ رہے ہیں اور مصافحہ کریں تو سمجھو آج اللہ میاں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، تو پھر کیا ایسے لوگ جنت میں نہ جائیں گے؟ اہل اللہ کی صحبت والے ان شاء اللہ دوزخ میں نہیں جائیں گے، اللہ والوں کے ہاتھ پکڑنے والے یہاں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ہیں، اسی کی برکت سے یہاں جو اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ نصیب ہے ان شاء اللہ تعالیٰ یہی الحاق بالصالحین وہاں جَزَآءً وِّفَاقًا میں تبدیل ہو جائے گا۔

حدیث بالا کی تفہیم ایک انوکھی مثال سے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری ایک واسطے سے مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے، انہوں نے مولانا ماجد علی جونپوری سے پڑھا تھا اور مولانا ماجد علی نے مولانا گنگوہی سے پڑھا تھا اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب مولانا ماجد علی کے ہم جماعت تھے۔ اب سمجھ لو کہ اختر کی اللہ تعالیٰ نے کیسی قسمت بنائی۔

تو میرے شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ سمجھانے کے لیے علماء دین کو پسینے آجاتے ہیں، مگر میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں جو میرے اللہ نے مجھ کو عطا فرمائی۔ یہ بتاؤ کہ اگر کسی آدمی پر یہاں رسٹن برگ میں جن چڑھ جائے اور وہ جن انگریزی نہ بولتا ہو سعودیہ کا ہو اور عربی بول رہا ہو اور یہاں کے لوگوں نے اس آدمی سے کبھی عربی نہ سنی ہو، کیوں کہ اس نے کبھی عربی نہیں پڑھی، وہ تو انگلش اسپیکنگ تھا، تو آپ لوگ کہیں گے کہ یہ تو عربی جانتا ہی نہیں، یہ تو جن بول رہا ہے، آج اس پر سعودیہ کا جن آگیا، اور جب وہ اجنبی آنکھوں سے اپنے رشتہ داروں کو دیکھتا ہے تو وہ لوگ کہتے ہیں یہ نہیں دیکھ رہا ہے، یہ میرا بھائی نہیں ہے یہ تو جن دیکھ رہا ہے، اور اگر وہ ایک طمانچہ ماردے تو کہتے ہیں میرے بھائی نے مجھ کو نہیں مارا جن نے مارا ہے، تو جس پر جن غالب ہوتا ہے تم اس کے سارے عمل کو جن کی طرف منسوب کرتے ہو، تو جس پر خدا غالب ہوتا ہے، جس پر اللہ کی یاد اور اللہ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس کی آنکھ بن جاتے ہیں، جیسے آپ لوگ کہتے ہیں کہ میرا بھائی جو مجھے دیکھ رہا ہے یہ دراصل جن مجھے دیکھ رہا ہے، وہ اگر گالی دے دے تو بھی معاف کر دیتے ہو، کہتے ہو کہ بھئی اس کا قصور نہیں ہے، میرے بھائی پر اس وقت کوئی خبیث جن آگیا ہے۔

میرے پاس بھی انڈیا کا ایک جن آیا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا انڈیا سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم یہاں سے واپس انڈیا جاؤ اور کسی مسلمان کو مت ستانا، تو اس نے کہا کہ میں چلا تو جاؤں گا لیکن آپ کی جو کتابیں یہاں نظر آرہی ہیں ان میں میرے خلاف کوئی نقش نہ دبا دینا ورنہ میں مر جاؤں گا۔ کراچی میں میرا جو کتب خانہ ہے خانقاہ میں وہاں کتابیں رکھی ہیں تو وہ بے وقوف یہ سمجھا کہ یہ سب تعویذات کی کتابیں ہیں۔ بے وقوف ہندو کیا جانے، خیر وہ چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہیں آیا۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جتنے سچے متبع شریعت و سنت شیخ ہوتے

ہیں جنات بھی ان سے مرید ہوتے ہیں، لہٰذا جو اُن سے مرید ہو جاتا ہے تو جتنے جنات ہیں وہ سب اس کے پیر بھائی ہو جاتے ہیں، پھر اس کو کوئی جن نہیں ستائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، کیوں کہ جنات دوسرے جنات سے کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو یہ میرا پیر بھائی ہے، خبردار جو ستایا! بھائی بھائی کے لیے جان دے دے گا۔

ایک آدمی پر جن تھا۔ مفتی صاحب نے ان سے فرمایا کہ تم کسی اللہ والے سے بیعت ہو جاؤ پھر اس کے جتنے مرید جنات ہیں وہ تمہارے پیر بھائی بن جائیں گے تو جب جنات ستائیں گے تو تمہارے پیر بھائی تمہارا دِفاع کریں گے۔ یہ میں نے مفتی صاحب سے خود سنا۔ اللہ تعالیٰ کا کیا عجیب نظام ہے! لیکن ایک بات ہے کہ جن جب کسی انسان سے مرید ہوتا ہے تو وہ بتاتا نہیں ہے کہ میں جن ہوں، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میرے شیخ کو اگر معلوم ہو جائے کہ میں جن ہوں تو میرے آتے ہی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ دیوبند میں ایک جن طالب علم تھا، استاد نے کہا کہ چراغ بجھا دو، چراغ بہت دور تھا، اس نے وہیں سے بیس فٹ کا لمبا ہاتھ بڑھا دیا تو استاد بے ہوش ہو گئے۔

تو آج میں مبارک باد پیش کرتا ہوں رسٹن برگ والوں کو کہ زندگی میں آج ایک عظیم الشان مضمون بیان ہوا اور ایک حدیث شریف کا مضمون ایسا حل ہوا ہے کہ جو علماء دین یہاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھو کہ اب آپ کو اس حدیث کو پڑھانے میں مزہ آئے گا یا نہیں؟ اور اس مضمون سے شیخ کی محبت بڑھ جائے گی یا نہیں؟ اب جب شیخ سے مصافحہ کرو گے تو مزہ لوٹو گے کہ مجھے میرے اللہ سے مصافحہ نصیب ہو رہا ہے، ارے کہاں یہ نصیب میرا! اہل اللہ کا مصافحہ قسمت کی بات ہے اور ان کی نظر پڑ جائے تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیکھ لیا۔

قلوبِ اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم

ملّا علی قاری کا قول کہ اللہ اپنے اولیاء کے دل کو ہر وقت پیار سے دیکھتے ہیں:

اِنَّ اللہَ یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِ اَوۡلِیَاءِہٖ بِاللُّطۡفِ وَ الۡکَرَمِ [۲۶۲]

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دل کو مہربانی سے دیکھتے ہیں، تو جن کی محبت کا نقطہ بھی ان کے دل میں ہوتا ہے، جس سے شیخ محبت کرتا ہے اس کے نقطہ پر بھی اللہ کی نظر پڑ جاتی ہے۔ تو اللہ والوں کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کے دائرے میں اپنے کو اِن (in) کر لینا ہے۔ اب یہاں میں نے اِن کا استعمال

---

۲۶۲ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۹۱ (۲۲۸۸)، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کیسا کیا؟ انگلش تو میں نہیں جانتا مگر اِن تو کر دیا، اپنے مضمون میں اِن کو استعمال کر لیا تو اللہ والوں سے محبت کر کے اُن کے قلب میں اِن ہو جاؤ۔

بتاؤ میر صاحب! یہ مضمون کیسا تھا؟ میر صاحب کی شہادت بہت معتبر ہے، میر صاحب کی شہادت کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تیس برس سے میرے ساتھ ہیں، تیس سال کا رات دن کا رفیق، عام آدمی تو سوچ سکتا ہے کہ پتا نہیں اکیلے میں یہ کیا کرتے ہوں گے، لیکن میر صاحب تیس برس سے میرے حجرے میں رات دن میرے ساتھ ہیں، میر صاحب اپ ٹوڈیٹ بھی ہیں اور گریجویٹ بھی ہیں، علی گڑھ میں بی کام کیا ہے اور انگریزی داں بہت چالاک ہوتا ہے، اگر ان کا دل مجھ سے مطمئن نہ ہوتا تو یہ بھاگ جاتے کہ نہیں؟ لیکن میر صاحب سے پوچھو اگر کوئی اپنے جرنل اسٹور میں ان کو مینجنگ ڈائریکٹر بنائے اور دس لاکھ رین تنخواہ دے تو یہ مجھ کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتے، پوچھو ان سے، بلکہ جو ان کو ایسی پیشکش کرے گا اس کی پٹائی ہوگی۔ جو میر صاحب کو دس لاکھ رین دینے کو کہے گا بجائے شکریہ کے اس کی پٹائی کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو ایسے رفیق عطا فرمائے۔

خونِ تمنا کا انعام

بس یہ ہے اختر کی حیات کہ جب میں اپنے اللہ کی بات سناتا ہوں تو مجھ پر ایک کروڑ حیات برستی ہے، اب میں اس وقت زندہ ہو گیا ہوں، سب کمزوری غائب ہو گئی۔ اگر دنیا اور آخرت دونوں جہاں کا مزہ لینا ہے تو ہر لمحۂ حیات اللہ پر فدا کرنا سیکھ لو، ورنہ جب ایک دن جنازہ دفن ہو گا تو نہ کاروبار ساتھ جائے گا نہ مرسڈیز، نہ موبائل، نہ قالین، نہ بنگلہ۔

آہ جب دنیا سے کوئی آخرت کو جائے ہے
بس اکیلا جائے ہے اور سب دھرا رہ جائے ہے

سارے عالم میں یہی اخترؔ کی ہے آہ وفغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

ہر تمنا کا خون کرنا ضروری نہیں ہے۔ حلال تمنا، حلال خواہش، اچھی خواہش کا خون کرنا ضروری نہیں ہے، خوب کباب پاپڑ کھاؤ مگر جھاپڑ نہ کھاؤ اور مرنڈا پیو، لیکن جو تمنا اللہ کی ناراضگی کی ہے اس کا خون کر لو، تو جب

اپنی بُری خواہش کا خون کروگے تو قلب میں دریائے خون بہے گا اور دل لال ہو جائے گا، خونِ آرزوئے حرام سے قلب میں بے شمار آفتاب طلوع ہو جائیں گے، دنیا کو ایک سورج ملتا ہے آپ کو بے شمار سورج ملیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا غیر محدود ہے جب وہ خالقِ آفتاب اپنے عاشق کے قلب میں آفتاب دے گا تو بے شمار آفتاب دے گا، اس کی ہر عطا بے شمار ہے، ہر عطا غیر محدود ہے۔ جو اللہ پر مرتا ہے اس کے دل میں سارے عالم کی لذات اور تمام نمکیاتِ لیلائے کائنات کا خالق جب دل میں تجلیات کے ساتھ آتا ہے تو اولیاء اللہ اس کی تجلیات سے مست ہو جاتے ہیں۔ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا تو اہلِ جنت کو جنت کی نعمتیں یاد بھی نہ آئیں گی، یہاں بھی جن کے قلب کو اللہ مل جاتا ہے اس کو دنیا یاد نہیں آتی، جب اللہ کو دیکھ کر آدمی جنت بھول سکتا ہے تو دنیا کیا حقیقت رکھتی ہے، جنت میں تو حوروں کا لیٹرین بھی نہیں ہے، جب جنتی ایسی پاکیزہ لیلائیں بھول جائے گا تو ہگنی، موتنی، پدنی نہ بھولے گا؟ اسی لیے میں کہتا ہوں ؎

ماہ رو کو جاجرو میں دیکھیے
پاؤ گے پولینڈ اور اِسکاٹ لینڈ

اس لیے یہاں اپنی جہاز کی لینڈنگ مت کرو، فضا میں اُڑتے رہو لیکن نزول کرو تو اللہ کے لیے تاکہ اور پسنجر اس میں بیٹھ جائیں، اس لیے اللہ والوں کا نزول ان کے عروج سے افضل ہے، جو زیادہ گھل مل کے رہتے ہیں ان سے زیادہ نفع ہوتا ہے۔

خالق نعمائے عالم کو حاصل کرو

ہم سارے عالم کی لذت کیوں نہ لے لیں، بجائے اس کے کہ ایک کلو انگور کھا کر سیر ہو جائیں۔ اگر خالقِ انگور پر فدا ہو جاؤ تو آپ کو سارے عالم کا انگور مل جائے گا، حاصلِ انگورِ کائنات حاصل ہو جائے گا، لیکن لنگور میری بات کیا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیارا نام دونوں جہاں کے مزے کا کیپسول ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اگر بادشاہ اپنے پریذیڈنٹ ہاؤس سے نکل کر جنگل میں چلا جائے تو اس کی سلطنت ختم ہو جائے گی، وہاں اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا، رعایا نہ ہو تو بادشاہ کس کام کا ہے؟ اور اللہ والا اگر جنگل میں بیٹھا ہو تو وہ اپنے دل میں

سلطنت کے مزے پاتا ہے، ان بادشاہوں کو باہر کی سلطنت ملتی ہے اور اللہ والوں کو دل کی سلطنت ملتی ہے، اور جو ان کے مریدین ہوتے ہیں تو شیخ کی محبت و سلطنت کا جھنڈا اس کے مریدوں کے قلب پر سلطنت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

شیخ اپنے کو خادم سمجھے، مخدوم نہیں

لیکن شیخ خود اپنے کو مریدوں کا خادم سمجھے، مخدوم یا بادشاہ نہ سمجھے کیوں کہ ان بندوں کی خدمت اللہ کا کرم ہے، اپنی اولاد کے لیے بھی مت سمجھو کہ یہ سب میرے خادم ہیں، دل سے اولاد کے بھی خادم بنو اگرچہ زبان سے ان سے نہ کہو کہ میں تمہارا خادم ہوں ورنہ اولاد کا مزاج بگڑ جائے گا، مگر دل میں یہی سوچو۔ یہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے کہ اپنے کو اپنے بیوی بچوں کا خادم سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پالنے کے لیے مجھ کو متولی بنادیا اور شیخ بھی مریدوں کے بارے میں یہی سوچے کہ ان بندوں کو اللہ تک پہنچانے کی خدمت اللہ نے ہمیں عنایت فرمادی، لہٰذا خادم بن کر رہو، اگر ذرا بھی مخدومیت کا احساس آیا، ذرا بھی بڑائی آئی تو سمجھ لو کہ پھر اللہ تعالیٰ پاش پاش کردے گا، کیوں کہ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ[۲۶۳] کہ بڑائی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، یہ اصل میں اَلْكِبْرِيَآءُ لَهٗ تھا تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ کی وجہ سے وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ ہوگیا، اللہ نے لَهٗ مقدم کردیا تاکہ کائنات کو معلوم ہوجائے کہ بڑائی صرف میرے لیے خاص ہے ورنہ تم کیا بڑے ہو۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر برائے علاجِ کبر

اب آپ کو صدیق اکبر کی تقریر سناتا ہوں، حضرت صدیق اکبر نے ایک تقریر کی تو سارے صحابہ کہتے ہیں کہ آج ہم اپنی نظر میں بالکل حقیر ہوگئے، سب بڑائی نکل گئی۔ صدیق اکبر نے دو جملے ارشاد فرمائے کہ اے صحابہ! دل میں بڑائی کبھی مت لانا، کیوں کہ تم دو ناپاک راستوں سے نکلے ہو، باپ کے پیشاب کی نالی سے بصورت منی نکلے، تمہیں مَآءٍ مَّهِيْنٍ سے پیدا کیا گیا ہے، اللہ ذلیل پانی سے پیدا کرکے تم کو عزت دے رہا ہے اور تمہاری غلامی کے سر پر تاجِ دوستی رکھ رہا ہے، اس میں تمہاری کوئی قابلیت نہیں ہے، یہ اللہ کی رحمت ہے کہ ذلیل پانی سے تخلیق کرکے تمہاری غلامی کے سر پر تاجِ دوستی رکھ رہا ہے، ولی اللہ بنا رہا ہے۔ اور نمبر ۲:

---

[۲۶۳] الجاثیۃ: ۳۷

جب تم منی سے ماں کے پیٹ میں پیدا ہوئے تو ماں کی شرمگاہ کی گندی نالی سے نکلے جہاں سے حیض نکلتا ہے، تو پھر تم کو کیا حق ہے کہ تم اپنے کو بڑا سمجھتے ہو؟ آج رسٹن برگ میں آپ کو صدیق اکبر کی یہ تقریر سنا دی۔ یہ سب سے بڑے صحابی کی تقریر ہے کہ تم باپ کے پیشاب کی نالی سے منی کی صورت میں ایک دفعہ پیدا ہوئے پھر ماں کے پیٹ سے حیض نکلنے کے راستے سے پیدا ہوئے، تو دو گندے مقامات سے نکلنے کے باوجود تمہیں شرم نہیں آتی کہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہو جبکہ تمہیں مَآءٍ دَافِقٍ سے پیدا کیا گیا ہے۔

بد نظری کا ایک طبی نقصان

یہاں ایک بات بتاتا ہوں کہ جس کی منی پتلی ہو جاتی ہے اس کو اولاد سے محرومی ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہ کود کے نہیں نکلتی وہ بہہ کے نکلتی ہے، یہ قرآنِ پاک سے طب ثابت کر رہا ہوں۔ یہ حکیم دیکھا آپ نے کہ قرآنِ پاک سے حکمت بیان کر رہا ہے، مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ [۲۶۴] ہم نے تم کو کودنے والی منی سے پیدا کیا ہے اور منی کود کے جب نکلتی ہے جب گاڑھی اور مضبوط ہوتی ہے، اور جو بد نظری کرتا ہے اس کی منی مَآءٍ دَافِق نہیں رہتی، پتلی ہو جاتی ہے۔ یورپ والوں نے حسن کو عریاں کر کے اور عورتوں کو بے پردہ کر کے چڈی پہنا کر سارے مردوں کو نامرد کر دیا، یورپ والوں نے اپنی مردانہ طاقت پر کلہاڑی ماری، اسی لیے ایک ایک انگریز عورت کو دس دس انگریز مردوں سے تسلی نہیں ہوتی، جبکہ ایک مولوی کی طاقت سو انگریز کے برابر ہوتی ہے، مگر کون سے مولوی کی؟ مولوی مولیٰ والا ہو، متقی ہو۔ یہ خوشخبری کبھی سنی تھی؟

مولویو! دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی بڑھا دے۔ اگر یہ مزہ پھر سننا ہے تو دعا کرو اللہ تعالیٰ اختر کی زندگی کو بڑھا دے، ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرما دے اور میرے دوستوں کو بھی صحت کے ساتھ، عافیت کے ساتھ دینی خدمات باحسن الوجود دردِ دل کی نشر و اشاعت کے ساتھ، اور کیسے درد کے ساتھ؟ متصاعد، متزائد، متبارک۔ ہر وقت اللہ اس میں اضافہ بھی فرمائے اور اختر کو ایک گروہِ عاشقاں کے ساتھ سارے عالم میں پھرا دے، ایک گروہِ عاشقاں جن کو اللہ تعالیٰ اتنی دنیا دے دے کہ وہ فارغ ہو جائیں، ان کے ذمہ کوئی اور کام نہ ہو، اگر مہتمم ہے تو اس کو کوئی نائب مہتمم دے دے جو سب سنبھال لے اور وہ سکونِ قلب سے میرے ساتھ ٹورنٹو، ایڈمنٹن، بفیلو، ڈیٹرائٹ، اٹلانٹا، نیویارک، شکاگو، کیپ ٹاؤن، جوہانسبرگ، رسٹن برگ سارے عالم میں دربدر پھرے۔

---

[۲۶۴] الطارق:۶

اے کریم! اختر مسافر ہے اس کی دعاؤں کو قبول فرما، جس کی جو حاجت ہے اللہ سب پوری فرما اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے دارالعلوم کو عظمتِ دین، عزتِ نفس اور طیبِ نفس کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اختر کو سعادت نصیب فرمائے اور ہمارے دارالعلوم سے بڑے بڑے علمائے ربانیین اور اولیائے صدیقین علماء پیدا فرما اور قیامت تک کے لیے صدقۂ جاریہ بنا اور اختر کو بھی سارے کاموں سے فارغ فرما، اللہ جتنے بھی دین کے کام ہیں، شعبے ہیں، سب سے فارغ فرمادے اور اس کے لیے اختر کو علماء عطا فرما، اختر کے ذمے ایک شعبہ عطا فرمادے کہ اپنی محبت کے درد کی خوشبو کو سارے عالم میں نشر کرنے کے لیے قبول فرما اور گروہِ عاشقاں بھی عطا فرما، صحت وعافیت کے ساتھ اختر کی جانِ ناتواں کو یا اللہ ایک کروڑ جانِ توانا عطا فرما اور اپنی راہ پر فدا کرنے کی سعادت نصیب فرما، آمین۔

بتاؤ! آج رسٹن برگ کی مجلس کیسی تھی؟ اللہ کا شکر ہے کہ بہت علماء بیٹھے ہیں، کتنا مدلل بیان ہے! پیری مریدی کا مزہ آیا کہ نہیں؟ آج پیری مریدی کا مزہ دے دیا کہ اگر کوئی اللہ والا دیکھے تو سمجھ لو کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے یہ کُنْتُ بَصَرَہٗ ہے۔ اور جب اللہ والوں سے اپنا غم کہو کہ میرے لیے تقویٰ کی دعا کرو مجھ سے گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہو کیوں کہ یہ کُنْتُ سَمْعَہٗ ہے، اس کا کان اللہ تعالیٰ کا کان ہے، اپنے شیخ سے اپنا غم بیان کرو تو سمجھ لو کہ تم نے اللہ سے اپنا غم کہہ دیا، اور جب شیخ سے گفتگو ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں یہ میری زبان سے بولتا ہے، جب شیخ بولے تو سمجھ لو کہ اللہ بول رہا ہے۔ عظمتِ طریق آج جو بیان کر رہا ہوں مولانا ایوب اتنی بڑی عظمتِ طریق شاید زندگی میں نہ سنی ہو آپ نے اور اسی حدیث شریف سے مدلل ہے، سبحان اللہ! ؎

میرا تو کام بن گیا میرا نصیب جاگ اُٹھا

کبھی ایک ہی مصرع سے مضمون پورا ہو جاتا ہے، البتہ شعر پورا کیے دیتا ہوں ؎

میرا تو کام بن گیا میرا نصیب جاگ اُٹھا
میری طرف کو دیکھ کے شیخ نے مسکرا دیا

طویل زندگی مانگنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، میں اپنی زندگی کھانے پینے کے لیے نہیں مانگتا، ستّر سال تک بہت کھا

چکا ہوں، اب کھانے کے لیے زندگی نہیں مانگتا، اللہ کی محبت پھیلانے کے لیے، اللہ کی محبت کی خوشبو نشر کرنے کے لیے زندگی مانگتا ہوں، آج کل مجھے اسی میں مزہ آتا ہے، جنگلوں میں، دریاؤں کے کنارے، ساحلِ سمندر پر، پہاڑوں کے دامن میں، شہر سے زیادہ مجھے آج کل جنگل میں مزہ آرہا ہے، لیکن دونوں جگہ ضرورت ہے۔ دیکھو مسجد قبا جنگل میں تھی مگر آپ نے مدینہ شریف نہیں چھوڑا، معلوم ہوا کہ آدمی کو آدمی بنانا زیادہ ضروری ہے۔

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

فضیلتِ مومن

جنگل سے گزرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک راستہ یہ بھی ہے کہ نامرد ہو جاتے، لیکن نہیں! قوتِ شہوانیہ نہایت قوی ہو اور پھر بھی پکا مسلمان ہو تبھی تو کمال ہے، اسی لیے انسانوں کا رتبہ فرشتوں سے زیادہ ہے۔ میں نے یہ جملہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کلیدِ مثنوی میں پڑھا کہ خواص اولیاء اللہ خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عام اولیاء اللہ عام ملائکہ سے افضل ہیں، کیوں کہ ملائکہ کے پاس قوتِ شہوانیہ اور بُرے تقاضے نہیں ہیں اور ہمارا کمال یہ ہے کہ ہم شہوت اور بُرے تقاضے رکھتے ہوئے بھی مسلمان رہتے ہیں اور اپنی جوانی کو خراب نہیں ہونے دیتے اور اللہ کو پانے کے لیے اپنی حرام آرزوؤں کا خون کر لیتے ہیں، چاہے اس میں انہیں کتنی ہی تکلیف ہو اس کو برداشت کرتے ہیں۔

یہ مانا کہ شکستِ آرزو ہے تلخ تر اخترؔ
مگر اے دل خدا ملتا ہے بس خونِ تمنا سے

خونِ آرزو سے نسبت اولیائے صدیقین حاصل ہوتی ہے

تو خونِ آرزو اور خونِ تمنا سے روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو حرام گناہوں سے بچاؤ تو گویا کہ آپ نے خون بہادیا۔ حجام تو ایک دفعہ ختنہ کرتا ہے، سچا باوفا سالک اور صوفی ہر وقت خون بہاتا رہتا ہے، خونِ آرزو اور خونِ تمنا کرتا ہے، تو پھر سوچو کہ اس کی روحانی طاقت کتنی ہوگی! اس لیے تقاضائے معصیت سے کبھی گھبراؤ مت، تقاضائے معصیت نعمت ہے کہ بنیادِ تقویٰ ہے **كَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰى** تقاضائے معصیت کو

روکو اور روک کر صبر کرو اور غم اٹھاؤ۔ بس اللہ کے راستے کا جو غم اٹھانے کا خوگر ہوگیا بس سمجھ لو کہ وہ نسبتِ اولیائے صدیقین پالے گا۔

سلوک کی تعریف

تو آج سلوک کی تعریف سن لو۔ اللہ تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟ اللہ کی ناخوشی کے جتنے راستے ہیں، اللہ کو خوش کرکے گناہوں کی ان تمام حرام خوشیوں کو ختم کردو اور نفس میں جو غم آئے اس غم کو برداشت کرنے کی عادت ڈالو، تو جتنا نفس میں غم آئے گا اتنا ہی روح میں نور آئے گا۔ یہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ ہے کہ گناہوں سے بچنے میں جب نفس کو غم آتا ہے، تو جتنی مقدار غم کی ہوتی ہے اسی مقدار سے روح میں اللہ نور عطا کردیتا ہے، تو جو لوگ ہر وقت غم اٹھاتے ہیں ان کے نور کے دریا کا کیا عالم ہوگا؟

خونِ آرزو کے غم میں خوشی اور حرام مزوں میں تلخی حیات ہے

بس اس جنگل میں یہی پیاری بات سن لو کہ اللہ کے راستے کے غم سے گریزاں مت ہو۔ اگر خدائے تعالیٰ کے راستے میں گناہ چھوڑنے کا غم آئے، حسینوں سے نظر بچانے میں غم آئے تو اس غم سے فرار مت اختیار کرو کہ یہ راہِ کفار اور راہِ منافقین اور راہِ بدکردار ہے۔ سمجھ گئے! اللہ کو کسی گناہ سے ناراض نہ کرو، اپنے دل کی خواہشات کا خون کرکے غم اٹھالو بس تمہارے دل کو پھر اللہ پیار کرے گا۔ جس نے اللہ کے لیے غم اٹھایا، اپنا دل خوش نہیں کیا، گناہ نہ کرکے اللہ کو خوش کیا، اپنے دل کو غم زدہ کیا، اپنے پالنے والے کو خوش کیا ایسے قلب کو اللہ کتنا پیار کرے گا! اور جس کے دل کو اللہ پیار کرے گا وہ ولی اللہ نہیں ہوگا؟ اور اگر تم نے حرام خوشیوں سے اپنے دل کو خوش کیا تو فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا[۲۶۵] تم گناہ کی حالت میں بھی تلخی حیات سے دوچار رہو گے۔ گناہ کے حرام مزوں کے ساتھ تلخیِ حیات لازم ہے، تم فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا کے عذاب سے دوچار رہوگے، نہ دنیا ملے گی نہ آخرت ملے گی، نہ لیلیٰ ملے گی نہ مولیٰ ملے گا، اور لیلیٰ پا بھی گئے تو ایک ڈنڈے پر ہزار ڈنڈے لگیں گے، جوتے پڑیں گے، نیندیں حرام ہوں گی، عرقِ بید مشک پینا پڑے گا، یہ حکیمانہ جملے ہیں افتیمون ولایتی دوا ہے، اس کی پوٹڑی بنا کر پلاتے ہیں جس کو نیند نہیں آتی، کسی کے عشق میں پھنس جاتا ہے، سوداویت کو دفع کرتا ہے اور آدمی کو پاگل ہونے سے بچاتا ہے، مگر اللہ کو ناراض کرکے کوئی باعقل رہ ہی نہیں سکتا۔

۲۶۵؎ طٰہٰ:۱۲۴

رضائے مولیٰ جنت سے زیادہ لذیذ ہے

دوستو! پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ ناراض کرنا دوزخ سے زیادہ عظیم مصیبت ہے، بس یہ دو جملے یاد کرلو، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے حرام لذت لینا دوزخ سے زیادہ خطرناک ہے اور اپنی بُری خواہش کا خون کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرلینا جنت سے زیادہ مزیدار ہے۔ گناہ سے بچنے میں جتنا شدید غم آئے یہاں تک کہ ہارٹ فیل ہونے کا اندیشہ بھی ہوجائے تو بھی تم ہارٹ فیل ہونا قبول کرلو، اللہ پر مرجانا قبول کرلو لیکن اللہ کو ناراض نہ کرنے کی عزت کو سر آنکھوں پر رکھ لو۔ ایک جملہ ہوگیا۔ دوسرا جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا جنت سے زیادہ مزیدار نعمت سمجھو، دلیل کیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ[۲۶۶]

اس حدیث میں اللہ کی رضا مقدم ہے اور جنت درجۂ ثانوی میں ہے کہ اے اللہ! تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور جہنم سے، تو نار بعد میں ہے، دوزخ کی آگ درجۂ ثانوی ہے یعنی دوزخ کی آگ سے بڑی آگ یہ ہے کہ اے اللہ! آپ ناراض ہوجائیں۔ بس اللہ تعالیٰ ایسا ایمان، ایسا یقین، ایسا خوف، اولیائے صدیقین کی خط انتہا کا ایسا ایمان ہم سب کو نصیب فرمادے اور ہمارے بال بچوں کو بھی اور ہمارے احبابِ غائبین، احبابِ حاضرین کو بھی، اے اللہ! اپنی ذاتِ پاک پہ ہم سب کو مرنا اور جینا نصیب فرما، اپنی خوشیوں کے اعمال پر فدا ہونا اور اپنی ناراضگی اور گناہوں کی حرام لذت سے بچنے کا غم اٹھانے کا ہم سب کو خوگر بنادے، ہماری عادتِ ثانیہ بنادے بلکہ بجائے مجاہدے کے مزہ عطا فرما، یا اللہ! جب ہم نظر حسینوں سے بچائیں تو ہمارے قلب میں حوروں سے زیادہ لذت ڈال دے اور اپنی رضا اور خوشیوں کی لہر دوڑادے اور آپ کی خوشیوں کے اعمال پر ہر وقت ہماری جان اور ہماری ہر سانس فدا ہو اور اس فداکاری کا سارے عالم کو پتا بھی نہ چلے لیکن ہماری روح اندر اندر ہر لمحہ، ہر سانس آپ پر فدا ہوتی رہے اور اس کی توفیق کی بھیک آپ کے کرم سے اختر مانگتا ہے اور ہم ایک لمحہ بھی آپ کو ناراض کرکے حرام لذت کو اپنے اندر لاکر اپنی نالائقی سے اپنی روح کو آپ کی دوری کے عذاب سے معذّب نہ کریں، اے اللہ! اسے قبول فرمالے، اختر مسافر ہے اور میرے کافی احباب بھی مسافر ہیں۔ جو نہیں مانگا وہ بھی دے دیجیے، جتنی دعائیں ہیں سب کا نچوڑ مجھے اسی میں نظر آیا، سارے عالم کی دعاؤں سے بڑھ کر دعا یہ ہے کہ ہم آپ سے آپ کو مانگتے ہیں، جب آپ نہیں ملے تو کچھ نہیں ملا۔

۲۶۶؎ المسند للامام الشافعی: ۱۲۳/ تفسیر اللباب لابن عادل، سورۃ الفتح

فرماں برداری اور نافرمانی کو جمع نہ کرنے کی ہدایت

چلو بھئی یہاں کچھ دھوپ میں اور کچھ سائے میں نہ بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے کچھ سائے میں کچھ دھوپ میں مت بیٹھو۔ اسی سے سمجھو کہ کچھ گناہوں کے اندھیروں میں اور کچھ نیکیوں کے اُجالوں میں نہ رہو، بالکل اجالوں میں آجاؤ، گناہ چھوڑ دو، بالکل خراب چیز کے چھوڑنے میں دیر مت کرو، گناہ اگر اچھی چیز ہے تو دلیل پیش کیجیے۔ اس حدیث سے تصوف کے مسئلے کا استدلال آسان نہیں ہے جب تک مالک کا کرم نہ ہو۔

دیکھیے! آج کی تقریر کی بنیاد بتا رہا ہوں، آج مجھے صبح سورج نکلنے سے پہلے آکسیجن کے لیے صبح کی سیر کو جانا تھا لیکن جو بنیاد مجھے عطا ہوئی، جس بنیاد پر آج اس تقریر کی عمارت تعمیر ہوئی، وہ یہ ہے کہ جب میں اُٹھا تو میرے قلب میں اللہ نے ایک بات عطا فرمائی کہ ابو بکر صدیق کا جو تعلق مع اللہ تھا منصوص من اللہ تھا۔ بس اسی جملے نے مجھے مزہ دے دیا، اللہ نے دل میں مزہ گھول دیا کہ حضرت ابو بکر کا جو تعلق مع اللہ تھا وہ قرآن پاک وحی الٰہی کی نصِ قطعی سے تھا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق غارِ ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھپے ہوئے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کافر ہم کو جھانک رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**[۲۶۷] یعنی اس وقت معیتِ نبوت بھی ہے اور معیتِ صدیقیت بھی ہے، میرے لائق جو معیت ہے وہ مجھے حاصل ہے اور تیرے صدیقیت کے مقام کے لائق جو معیت ہے وہ تجھ کو حاصل ہے، تو گویا اور سب کا تعلق مع اللہ اجتہادی ہے، ظنی ہے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق کا تعلق مع اللہ منصوص من اللہ، منصوص من وحی اللہ ہے اور اس نعمت کا آپ رضی اللہ عنہ نے بعد میں اعلان بھی فرمادیا تھا۔

جب آپ رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے تنہا نکلے تو فرمایا کہ اے صحابہ آپ لوگ میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو مجھے کوئی فکر و غم نہیں ہے، میں تنہا لڑوں گا، کیوں کہ جب غارِ ثور میں آیت **اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** نازل ہوئی تھی تو اس وقت اللہ کے رسول کے ساتھ صدیق تھا آپ لوگ نہیں تھے لہٰذا اللہ میرے ساتھ ہے، میں تنہا لڑوں گا۔ پھر سارے صحابہ نے کہا کہ ہماری سمجھ میں بات آگئی ہے، آپ حق پر ہیں، ہم سب آپ کے ساتھ ان کفار سے لڑیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ **شِمْ سَیْفَکَ** آپ تلوار کو نیام میں رکھ لو **وَلَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِكَ** اور اپنی جدائی سے ہمیں غمگین نہ کرو۔

یہ وہی جملہ ہے جو جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمایا تھا جب صدیق

---

[۲۶۷] التوبۃ:۴۰

اکبر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا خون ہم سے نہیں دیکھا جاتا، ان کافروں نے آپ کو اس قدر تیر مارے کہ آپ کا خون بہہ رہا ہے، چناں چہ صدیق اکبر نے تلوار نکالی اور فرمایا کہ آج ایک کافر کو نہیں چھوڑوں گا اور خود بھی شہید ہو جاؤں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھپٹ کر انہیں پکڑ لیا حالاں کہ آپ کا خون بہہ رہا تھا اور فرمایا **شِمْ سَيْفَكَ** اے صدیق! تلوار کو میان میں رکھ لو **وَلَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِكَ**[۲۶۸] اپنی جدائی سے مجھ کو غمگین نہ کرو۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جانِ پیغمبر جانِ صدیق پر فدا ہوتی ہے، جانِ صدیق محبوبِ جانِ نبوت ہوتی ہے اور صدیق کا درجہ شہید سے افضل ہے، یہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ نبی کسی امتی کو درجۂ فضیلت سے محروم نہیں کر سکتا تو چوں کہ صدیق شہید سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ نے افضل کو روک لیا فاضل ہونے سے، یعنی ابھی صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مرتبۂ صدیقیت میں اور ترقی کرنی ہے۔ اور صدیق افضل کیوں ہوتا ہے؟ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا کہ صدیق کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے اس لیے **مِنَ النَّبِيّٖنَ** کے بعد **صدیقین** ہے، **شہداء** بعد میں ہے، لیکن یاد رکھو صدیق ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہیں کرتا، صدیق زندہ شہید ہوتا ہے۔ اس مقام کو خواجہ صاحب نے بیان فرمایا۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اور مولانا رومی نے اس کی سند میں پیش کیا ہے کہ اے دنیا والو! بہت سے اللہ کے عاشق زندہ شہید ہیں، چوں کہ وہ ہر وقت اپنی بُری خواہشات کا قتل کرتے رہتے ہیں اس لیے ان کی شہادت معتمد ہے۔ اگر سب بڑے بڑے علماء شہید ہو جائیں تو دین کیسے پھیلے گا؟ اس لیے جو بڑے علماء ہیں ان کو صفِ اوّل میں جا کر شہید ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں پیش پیش رہتے تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کیا تھا **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا، اسی لیے آپ نے پہرہ بھی ہٹا دیا تھا کہ اب میرا پہرہ مت دو، اللہ نے میری حفاظت کی کفالت قبول کر لی ہے۔

۲۶۸؎ کنز العمال: ۶۵۸/۵ (۱۴۱۵۸)، فصل فی خلافۃ الخلفاء، مؤسسۃ الرسالۃ

رزقِ الٰہی کے دروازے کو بلا مجبوری چھوڑنا نہیں چاہیے

اور علماءِ دین سے کہتا ہوں کہ دیکھو اُس شیخ کو اپنا کفیل بناؤ جو مثل فیل کے ہو، یہاں کاف تمثیلیہ ہے، کفیل یعنی مثل ہاتھی، کمزور بکری کو اگر شیخ بناؤ گے تو وہ بھی مرے گی تم بھی مروگے، اور دیکھو لگی لگائی روزی مت چھوڑو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا کہ میرا کاروبار یہاں ہے، اب میں عراق میں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ لَا تَفْعَلْ کَذَا ایسا مت کرو، کیوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روزی کے دروازے کو بلا مجبوری مت چھوڑو، وہ رزقِ الٰہی کا دروازہ ہے، ایسا نہ ہو کہ یہاں سے بھی جائے وہاں سے بھی جائے۔ بعض لوگ روزی کا دروازہ چھوڑ کر کہیں اور زیادہ بڑے آدمی بننے کے لیے گئے تو جو روزی تھی وہ بھی گئی اور جہاں بڑے آدمی بننے گئے تھے وہاں سے چھوٹے آدمی بن کے آئے، اس لیے حلال روزی کے دروازے کی قدر کرو، وہ اللہ کی طرف سے دروازہ ہے۔

۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، لینیشیا

بعض اشعار بمنزلۂ ذکر اللہ ہیں

مولانا منصور کے بھائی نے حضرت والا کے اشعار پڑھے تو ایک صاحب نے کہا کہ اب ذکر ہو گا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ یہ اشعار ذکر ہیں۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ بعض عاشقوں کے لیے مثنوی شریف بمنزلۂ ذکر ہے، میرے اشعار بھی ان شاء اللہ بمنزلۂ ذکر سمجھ لو۔ بتاؤ! ان اشعار سے اللہ کی یاد آئی کہ نہیں؟ ہر وقت میری جاں آپ پر فدا ہو کتنا دردناک شعر ہے کہ ہر سانس، ہر لمحہ اللہ پر جان فدا ہو اور اس طرح فدا ہو کہ دنیا کو پتا بھی نہ چلے، کیوں کہ جان اندر ہے، اس کا فدا ہونا کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

آپ پر ہر دم فدا ہو میری جاں
غیر کی مجھ کو نہ پروا چاہیے

اللہ والوں کے قلب کو ہر وقت تجلیاتِ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں اور ان کی روح بھی ہر تجلی پر فدا ہوتی ہے، جب تجلی متواتر ہے تو فداکاری بھی متواتر ہے، جب تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ ہیں تو فداکاری بھی مسلسلہ ہے۔ اب اور کیا چاہتے ہو!

پست آواز کا انعام

(احقر راقم الحروف کی آواز اونچی ہونے پر فرمایا) اس کو نوٹ کرکے جیب میں رکھو، عمل کے لیے استحضارِ علم بھی ضروری ہے، بعض وقت علم ہوتا ہے، مستحضر نہیں رہتا۔ جب آپ زور سے بول رہے تھے تو آپ کو استحضار تھا کہ میرا شیخ بھی یہاں ہے؟ یہی تو کہہ رہا ہوں کہ اپنے سمجھنے پر بھروسہ مت کرو، نظر کی حفاظت کے ساتھ آواز کو بھی پست رکھو پھر **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ** کا انعام ہے کہ جو لوگ میرے نبی کے پاس آواز کو بھی پست رکھتے ہیں، ہم نے ان کے اس ادب کو قبول کرکے ان کے دلوں کو اپنی دوستی کے لیے خالص کرلیا **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى**،[۲۶۹] **اِمْتَحَنَ** بمعنٰی **اَخْلَصَ** ہے، دیکھیے تفسیر روح المعانی، کیوں کہ اہلِ عرب بولتے تھے **اِمْتَحَنْتُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ**[۲۷۰] میں نے سونے کو خالص کرلیا ہے آگ میں ڈال کر، تو غضِّ اصوات کا انعام سنا؟ یہ معمولی انعام ہے؟ تو ایسے انعام پر حریص کیوں نہیں ہوتے ہو کہ غضِ اصوات کرکے یہ انعام حاصل کرلیں اور اپنے قلب کو اللہ کی دوستی کے لیے خالص کرلیں۔

اب آیندہ خیال رکھنا اس کا۔ اب اگر آپ کہیں کہ میری تو قدرتی آواز یہی ہے تو قدرتی آواز کو بالارادہ پست کرو، تکلف کے ساتھ پست کرو کیوں کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ محبت اگر شیر کو بھی ہے تو وہ بھی اپنے محبوب کے سامنے نزول کرکے چوہا ہو جاتا ہے ؎

از محبت شیر موشے می شود

محبت سے شیر نزول کرکے چوہا ہوتا ہے۔ سمجھ گئے آپ! اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کسی کو کوئی بہت راز کی بات بتانا چاہ رہے ہوں اور دوسروں کے سننے سے اس راز کے فاش ہونے کا آپ کو خطرہ ہو تو اس کے کان میں آپ آہستہ سے کھسر پھسر کرتے ہو، اس وقت آپ کو آہستہ بولنے کی توفیق ہو جاتی ہے تو اللہ کی محبت میں بھی یہی طرز اختیار کرو، لہٰذا آواز کو ہمیشہ پست کرو، آپ کی آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اونچی نہیں ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس حکم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا آہستہ بولتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا کہ اے عمر کیا کہا تم نے؟ اب کون ظالم ہے جو کہے کہ ہماری آواز تو قدرتی بلند

۲۶۹؎ الحجرٰت:۳

۲۷۰؎ روح المعانی:۱۳۸/۱۶، الحجرٰت (۳)، دار احیاء التراث، بیروت، ذکرہ بلفظ ''وھو استعارۃ من امتحان الذھب واذابتہ لیخلص ابریزہ من خبثہ وینقی''

ہے۔ یہ اصول یاد کرلو ورنہ زندگی ضایع ہوسکتی ہے اور ثمراتِ سلوک وطریق حاصل نہیں ہوں گے، ان چیزوں کو معمولی مت سمجھو، جامع الملفوظات بن کر اس چیز کو بھی سمجھیے، اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔

دیکھو ایک آدمی عالم بھی ہے، مدرس بھی ہے لیکن اللہ اس سے کسی بات سے خوش نہیں ہے اس سے بہتر ہے کہ کچھ نہ ہو مگر مالک خوش ہو۔ ایک لڑکی خوبصورت ہے، ناک بھی اچھی، کان بھی اچھے مگر شوہر کی نظر میں وہ کنڈم ہے، شوہر کو ہر وقت اس پر غصہ آتا ہے، اور ایک لڑکی کالی کلوٹی ہے، ناک بھی چپٹی ہے مگر شوہر ہر وقت اسے پیار کرتا ہے بتاؤ کون سی عورت خوش نصیب ہے؟ ایک دفعہ کی یہ نصیحت ہمیشہ کو کافی ہے بشرطیکہ ارادۂ اصلاح ہو۔ اب امید ہے کہ یہ نصیحت آپ کے لیے کافی ہوجائے گی۔

کھانے کے بعد کی دعائیں اور ان کی نرالی شرح

اب میں میزبان کو دعا دے دوں۔ پہلی دعا ہے:

اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ[۲۷۱]

آپ کے یہاں نیک بندے کھاتے رہیں اور فرشتے آپ کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں اور روزے دار آپ کے یہاں افطار کرتے رہیں۔ میرے شیخ و مرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جب نیک بندے کھائیں گے تو نیک بندوں کی صحبت بھی ملے گی اور نیک صحبت دین کی بنیاد ہے۔ دوسری شرح جو اللہ نے میرے قلب میں ڈالی ہے کہ جب نیک بندے کھانا کھائیں گے تو جب دین کا کام کریں گے تو آپ کی روٹیوں سے خون بنا، خون سے طاقت آئی آنکھوں میں، کانوں میں، دماغ میں اب جہاں جہاں وہ دین پھیلائے گا جو طاقت آپ کی روٹیوں سے استعمال ہوگی اس کا ثواب آپ کو بھی ملے گا۔ اور دوسری دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ[۲۷۲]

اے اللہ! جس نے مجھ کو کھلایا اس کو خوب کھلا اور جس نے مجھ کو پلایا اس کو خوب پلا۔ اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے:

۲۷۱؎ مسند احمد: ۳۹۸/۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۷۲؎ صحیح مُسلم: ۱۸۰/۲، باب استحباب دعاء الضیف لاھل الطعام، المکتبۃ القدیمیۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ [۲۷۳]

اللہ نے میزبان کے ذریعے سے کھلایا تو میزبان کو بھی دعا دو، پھر بعد میں یہ بھی کہو کہ اے اللہ! آپ نے ہم کو کھلایا اور پلایا۔

اس دعا میں **مسلمین** کیوں فرمایا؟ کیوں کہ بہت سے لوگ مجرمین ہو کر کھا رہے ہیں:

کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ [۲۷۴]

تو یہ مجرمین کے مقابلے میں ہے کہ اے ایمان والو تم مجرمانہ نہیں کھا رہے ہو، حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو، شکر ادا کرو کیوں کہ اسی دنیا میں کافر بھی کھا رہے ہیں **کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ** کافر مجرمانہ کھا رہے ہیں اور تم حالتِ اسلام میں کھا رہے ہو لہٰذا اس کا شکر ادا کرو۔ اور **وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ** کے کیا معنٰی ہیں؟ شرح مشکوٰۃ میں ہے **وَجَعَلَنَا مُوَحِّدِیْنَ** آپ نے ہمیں توحید کی توفیق دی کہ ہم غیر اللہ کے پوجنے والے نہیں ہیں، توحید خفی اور جلی دونوں نصیب فرمائیں جن کی وجہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ روٹی آپ نے بھیجی ہے:

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ [۲۷۵]

آپ نے میرے آسمانی رزق کو یہاں بھیجا ہے۔ رزق ہمارا اللہ ہی دیتا ہے مگر کسی کی میزبانی کے ذریعے دیتا ہے تو ہمارا رزق وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو ان کو اللہ نے یہ عزت دی کہ انہوں نے ہم سب کو آسمانی رزق کھلایا۔ اسی لیے میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب کھانا کھاؤ تو سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے لہٰذا جو بھیج دے کھا لو، جو پہنا دے پہن لو۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرح فرمائی ہے کہ آپ نے ہمیں حالتِ توحید میں کھانا کھلایا کہ ہم مشرک نہیں ہیں، بدعتی نہیں ہیں، غیر اللہ کے پوجنے والے نہیں ہیں، ہم آپ کا رزق سمجھ کر کھا رہے ہیں، آپ کے غلام ہیں، ہمارا **فِی السَّمَآءِ** جو رزق تھا وہ **عَلَی الْاَرْضِ** آگیا **رِزْقُکُمْ فِی السَّمَآءِ** کو ہم **عَلَی الْاَرْضِ** کھا رہے ہیں، اور بعضوں کے پاس توحید ہے مگر گناہ بھی کرتے ہیں، بد نظری بھی کرتے ہیں، لونڈوں کو اور لونڈیوں کو بھی دیکھتے ہیں، حرام نظر سے نہیں بچتے تو نافرمانی کی حالت میں کھاتے ہیں، کافر تو نہیں ہیں مگر فاسقانہ

۲۷۳؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۴، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ایچ ایم سعید

۲۷۴؎ المرسلٰت: ۴۶

۲۷۵؎ الذّٰریٰت: ۲۲

حالت میں کھاتے ہیں تو اس کا شکریہ ملّا علی قاری نے آگے فرمایا کہ وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَالْمُنْقَادِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ اَمْرِ الدِّیْنِ[۲۷۶] اور آپ نے دین کے تمام احکام میں ہم کو سراپا فرماں برداری کے ساتھ رزق اور کھانا کھلایا، اور جو نافرمان خطا کے بعد استغفار کرلے اور فرماں برداری میں آجائے وہ بھی منقادین کے دائرے سے ایگزٹ (Exit) نہیں ہوتا۔ جب کافروں کو استغفار دنیاوی عذاب سے بچاتا ہے (مگر وہ کفر کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے نہیں بچیں گے) تو ایمان والوں کو استغفار کتنا فائدہ دے گا!

اچانک نظر کی مضرت اور اس کی تمثیل

تو جب خطا ہوجائے جیسے موٹر چلارہے ہیں اور اچانک کوئی عورت سامنے آگئی یا کہیں جارہے ہیں اور کوئی لڑکی سامنے آگئی اور نفس کی اچانک نظر پڑگئی، اچانک نظر معاف تو ہے لیکن ضرر سے خالی نہیں ہے، معاف ہوجانا اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ نقصان سے بھی خالی ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب جامن میں کسی دشمن نے جمال گوٹا ملادیا اور آپ نے چاہے لاعلمی میں گلاب جامن کھالی تب بھی آپ ہگنے سے نہیں بچ سکیں گے، لوٹا لے کر لیٹرین میں دوڑنا پڑے گا۔ اور جمال گوٹے کا نام جمال گوٹا کیوں ہے؟ وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ پیٹ میں جتنے گوٹے ہوتے ہیں ان کو جمال کے ساتھ نکال دیتا ہے اس لیے اس کا نام جمال گوٹا ہے۔ تو اچانک نظر کی بھی معافی مانگ لو، حق تعالیٰ کو رحم آجائے گا کہ میرا بندہ ان خطاؤں کی بھی معافی مانگ رہا ہے جن کی پکڑ بھی نہیں ہے، لہٰذا اگر خطا ہوجائے تو استغفار کرلو، مستغفر بن کر کھانا کھاؤ، نافرمانی کے ساتھ کھانا مت کھاؤ۔

تقویٰ کی تعریف اور اس کا طریقۂ حصول

اولیاء اللہ کون ہیں؟ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۲۷۷] جو اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ حج، عمرہ اور کثرتِ اعمال و وظائف سے کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک کہ نافرمانی سے توبہ نہ کرے۔ قرآنِ پاک کی آیت کا استدلال ہے اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہمارے ولی متقی بندے ہیں، اور تقویٰ اس کا نام ہے کہ اللہ کو نافرمانی سے ناراض نہ کرو، کبھی خطا ہوجائے تو استغفار سے اس کی تلافی کرلو۔

لیکن تقویٰ ملے گا کیسے؟ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو۔ تفسیر روح المعانی

---

[۲۷۶] مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۱۵، کتاب الأطعمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۲۷۷] الانفال: ۳۴

میں مفتی بغداد علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تفسیر کیا ہے؟ اَیْ خَالِطُوْھُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَھُمْ[۲۷۸] شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ تقویٰ میں تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہو جاؤ، تم بھی متقی ہو جاؤ۔ اور اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ درسِ نظامی کے لیے دس سال ہیں، حافظ قرآن بننے کے لیے تین سال ہیں لیکن تقویٰ کے لیے کوئی کورس نہیں ہے، جب تک متقی نہ ہو جاؤ اپنے شیخ کے پاس پڑے رہو خَالِطُوْھُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَھُمْ یہ تفسیر ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی کہ شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ۔ وہی آہ وفغاں، لذتِ مناجات، اشکبار آنکھیں اور تڑپتا ہوا قلب تم کو بھی مل جائے۔

اکابر کا اہتمامِ صحبتِ اہل اللہ

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخصص فی التقویٰ کے لیے اپنے شیخ کے ساتھ بارہ سال رہے، حکیم الامت تھانوی حضرت حاجی صاحب کے پاس چھ مہینے رہے، لیکن اب لوگوں کے قویٰ کمزور ہیں تو کم از کم چلّہ چالیس دن رہ لو اور اس طرح سے رہو کہ خانقاہ کی حدود سے نہ نکلو۔ مولانا خالد کُردی شام کے بہت بڑے عالم تھے، علامہ ابنِ عابدین شامی اور صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے مرید ہوئے اور وہ دِلی کے شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، جب وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں چلّہ لگا رہے تھے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے ملاقات نہیں کی اور پرچہ لکھ کر بھیج دیا کہ میں اس وقت اپنے شیخ کی تربیت میں ہوں، جب میرا چلّہ پورا ہو جائے گا تو آپ کی خدمت میں خود حاضری دوں گا۔

صحبتِ شیخ سے استفادہ کے لیے ترکِ معصیت ضروری ہے

اور آج کل مریدین کا حال کیا ہے؟ کہ اَمردوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور باہر نکل کے عورتوں سے بھی بد نظری کر رہے ہیں، تو جو خانقاہوں میں بھی گناہ نہیں چھوڑے گا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بھنگی چاہتا ہے کہ میری بدبو سونگھنے کی عادت چھوٹ جائے، اس نے عطر کی دکان پر نوکری کر لی مگر یہ ظالم وہاں بھی گو کی ڈبیہ جیب میں رکھتا ہے، دو چار گھنٹے بعد جب گو کی یاد آتی ہے تو ڈبیہ نکال کر گو سونگھ لیتا ہے، تو اس کا مزاج بدلے گا؟

۲۷۸؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

عاشقانِ حق حکم زُرْ غِبًّا سے مستثنیٰ ہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نیست زرغبًا وظیفہ ماہیاں
زانکہ بے دریانہ دارند اُنسِ جاں

نیست زرغبًا وظیفہ عاشقاں
سخت مستسقی ست جانِ صادقاں

مچھلیوں کے لیے یہ وظیفہ نہیں ہے کہ وہ پانی میں ناغہ دے کر آئیں، یہ وظیفہ عاشقوں کے لیے نہیں ہے، رشتہ داری کے لیے ہے کہ روزانہ سسرال میں مت پڑے رہو ورنہ ڈنڈے مار کے نکالے جاؤ گے کہ یہیں پڑا رہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے، عاشق مستثنیٰ ہے، اللہ والی محبت اس سے مستثنیٰ ہے، یہ قرابتوں اور رشتہ داری کے لیے ہے کہ ان میں زیادہ مت پڑے رہو، اب اگر کوئی سگے بھائی کے یہاں بھی پڑا رہے تو چاہے بے چارہ بھائی کچھ نہ بولے مگر بھابی اس کے کان میں چابی بھرے گی کہ تمہارا بھائی کیسا ہے تین دن ہوگئے ابھی تک نہیں گیا۔

مثنوی کے عجیب و غریب علوم

مثنوی کے علوم عجیب و غریب ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ دس برس تک ایک اِشکال تھا مگر میں نے کسی سے نہیں کہا کیوں کہ میں نے سوچا کہ میں تو مشکل میں ہوں دوسروں کو کیوں مشکل میں ڈالوں۔ ایک دن مثنوی کھولی تو اس اِشکال کا جواب مل گیا۔ وہ اِشکال یہ تھا کہ اللہ ارحم الراحمین ہے پھر اپنے راستے کو اتنا مشکل کیوں کر دیا، حسینوں کو بھی پیدا کر دیا پھر حکم دے دیا کہ دیکھنا بھی مت، تو فرمایا کہ مولانا رومی نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ نے اپنا راستہ مشکل رکھا ہے مگر نعم البدل بھی تو عطا فرمایا ہے، حلاوتِ بصارت لے کر حلاوتِ بصیرت بھی تو بخشی ہے۔

لیک شیرینی ولذاتِ مقر
ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اس شعر سے میرا دس سال کا اشکال حل ہوگیا، مقر معنیٰ جائے قرار، رہنے

کی جگہ یعنی وطن پہنچنے کی لذت اور شیرینی۔ سفر میں جتنی تکلیفیں زیادہ ہوں گی اتناہی منزل پر پہنچ کر مزہ آئے گا، تو جنت کا مزہ دینے کے لیے اللہ نے جائز و ناجائز کے احکام دے دیے کہ ذرا مشکلات آئیں تو غم جھیلو تاکہ جنت میں پہلا قدم رکھ کر یہ کہہ سکو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ[۲۷۹] اگر حزن نہ ہوتا تو اذھب کہاں سے کہتے؟

جنت پر ملاقاتِ دوستانِ مولیٰ کی تقدیم کا راز

میں ایک دعا مانگا کرتا تھا کہ اے خدا سارے عالم کے سفر میں مجھ کو ایک گروہِ عاشقاں بھی عطا فرما۔ الحمد للہ آپ نے دیکھا کہ ماریشس میں کتنے آدمی تھے، بہت بڑی جماعت تھی کہ نہیں؟ اور ملاوی میں کتنی بڑی جماعت تھی اور ابھی رسٹن برگ کے جنگل کی جھیل پر کتنے آدمی تھے تو میں یہ گروہِ عاشقاں مانگتا تھا۔ پھر ایک خیال آیا کہ اگر ایک دو ہوں زیادہ نہ ہوں تو کافی نہیں ہے؟ تو فوراً جواب عطا ہوا کہ جنت میں فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ[۲۸۰] کہ میرے عاشقوں سے ملو، عباد جمع ہے یعنی گروہِ عاشقاں سے ملو، جنت میں پہلے میری نعمتوں کو مت دیکھنا بلکہ جو حاملِ منعم ہیں، جن کی روحوں میں میری نسبت ہے، جو دنیا میں نعمت دینے والے کے ساتھ باوفا رہے پہلے ان سے ملو، تو معلوم ہوا کہ اہل اللہ سے ملاقات جنت سے افضل ہے۔ اس کی دلیل شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والے مکین ہیں جنت ان کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے تو اللہ تعالیٰ نے گویا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کا حکم دے کر یہ فرمادیا کہ پہلے افضل سے ملو بعد میں فاضل سے ملو۔

الحمد للہ! میں دیکھتا ہوں کہ جہاں بھی جارہا ہوں ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے بھیج دیے۔ اور فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ جنت میں تو ہے ہی لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے عاشقوں کے گروہ سے ملنے کا حکم واجب کر دیا کہ ویسے تو تم گھر میں، حجرے میں میری عبادت خوب کرو لیکن میں جماعت کو واجب کرتا ہوں، حجروں سے نکل کر اے صوفیو! جاکے پانچوں وقت مسجد میں جماعت سے نماز پڑھو، میرے عاشقوں سے ملو۔ وجوبِ جماعت دراصل ملاقاتِ گروہِ عاشقاں ہے۔ اور پھر محلہ کی مسجد کی تعداد پر قناعت نہ کرو جمعہ کے دن میرے اور عاشقوں سے ملو، چوں کہ میں نے ہر عاشق کو الگ رنگ دیا ہے، الگ مقام دیا ہے لٰہذا بڑے بڑے

---

[۲۷۹] فاطر:۳۴

[۲۸۰] الفجر:۲۹

عالی مقام عاشقوں سے ملاقات کرو اور ان کا فیض اٹھاؤ، پھر عید اور بقرہ عید میں اور زیادہ عاشقوں سے ملو کہ پتا نہیں کیسے کیسے اولیاء اللہ عید میں آئیں گے، اور پھر حج عمرہ کرنے جاؤ تو حرمین شریفین میں بین الاقوامی عاشقوں سے ملو کہ کیسے کیسے قطب اور ابدال وہاں آئیں گے۔

جماعت کے وجوب کا یہ راز آج پہلی دفعہ آپ سنیں گے۔ ویسے تو جماعت کی نماز میں اور بھی حکمتیں ہیں کہ ہول سیل ریٹ سے ستائیس گنا ثواب ملتا ہے، پھر نماز میں اگر کچھ کمی کوتاہی رہ جائے تو نیک بندوں کے صدقے میں اسے پورا کردیا جاتا ہے، یہ سب بیانات تو ہر جگہ ہوتے ہیں مگر یہ راز میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شاید میری زبان سے پہلی دفعہ بیان کروایا ہے ورنہ یہ دو راز تو اپنے بزرگوں سے سنے تھے کہ جماعت کی نماز کا ثواب ستائیس گنا بڑھ جاتا ہے اور اگر کچھ کوتاہی ہوجائے تو نیک بندوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے سے قبول ہوجاتی ہے لیکن یہ تیسری بات کہ وجوبِ جماعت میں دراصل بہت اہم اور بڑی چیز ملاقاتِ گروہِ عاشقاں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر سے شاید پہلی مرتبہ بیان کروایا، کسی کتاب میں میں نے نہیں پڑھا۔

۴؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۶؍اکتوبر ۱۹۹۸ء، دوشنبہ، بعد فجر، ساڑھے پانچ بجے، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

شیخ سے قوی تعلق اور اس کی برکات

ارشاد فرمایا کہ جب میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری سے اپنی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے الگ ہوجاتا تھا تو شیخ کی جدائی کے غم سے مجھے بخار رہنے لگتا تھا، پیشاب پیلا ہونے لگتا تھا اور حرارت رہنے لگتی تھی۔ میں خود سے شیخ کے پاس نہیں تھا بلکہ میں مجبورِ محبت تھا، میری زندگی کا موقوف علیہ میرے شیخ کی ذات ہوگئی تھی، یہ اللہ کی طرف سے تھا، ایسا مجبورِ محبت ہونا اختیاری بات نہیں ہے، یہ میرا کمال نہیں۔ اللہ کو منظور تھا کہ اختر کو شیخ کے ساتھ زیادہ دن تک رکھا جائے، اور شیخ کو بھی مجھ سے ایسی محبت تھی کہ جب میں کہیں ہوتا تھا تو حضرت فرماتے تھے میرے اختر کو بلاؤ، میرے اختر کو بلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ نعمت دینی تھی کہ سارے عالم کے بڑے بڑے علماء کی خدمت کی سعادت اختر کو حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے سارے عالم میں یہ عزت بخشی کہ جس ملک میں جاتا ہوں ایک گروہِ عاشقاں میرے ساتھ جنگلوں میں پھرتا ہے، خالی مسجد میں بیان نہیں سنتے۔ جب کسی کو معلوم ہوجاتا ہے

کہ صبح سیر کے لیے کسی جنگل میں جارہاہوں تو آج عاشقوں سے صحرا ابھرا ہوا ہے۔ یہ سب میرے اوپر اللہ کے احسانات ہیں کہ میرے پاس کوئی کمال بھی نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ بزرگوں کی خدمت کی خوب توفیق دی۔ میرے موجودہ شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے جدہ میں فرمایا کہ اختر تمہیں جو یہ انعامات مل رہے ہیں یہ سب حضرت شیخ پھولپوری کی خدمت کا صدقہ ہے، لیکن در حقیقت یہ سب محض اللہ کا کرم ہے، ورنہ ہماری خدمات و مجاہدات بھی کافی نہیں۔ ہماری ریاضات و مجاہدات سبب نہیں ہوسکتیں اللہ کے کرم کا، ان کے کرم کا سبب محض ان کا کرم ہے۔

اولیاء اللہ کا ایک خاص طبقہ

ارشاد فرمایا کہ دردِ دل کچھ اور ہی چیز ہے۔ اللہ پر روح کو ہر وقت فدا کرنا یہ ایک الگ چیز ہے جس کو آدمی سمجھتا نہیں۔ دیکھیے بعض لوگ نماز کے وقت اللہ پر فدا ہوتے ہیں، کوئی تلاوت کے وقت فدا ہوتا ہے، کوئی طواف، حج و عمرہ میں فدا ہوتا ہے مگر کچھ ایسے عاشقین بھی روئے زمین پر ہمیشہ رہے اور ہیں اور ہوتے رہیں گے جن کی روح چوبیس گھنٹے، ہر وقت اللہ پر فدا ہوتی رہتی ہے لیکن ان کی روح کی فداکاری عالم کو نظر نہیں آتی۔ نماز میں صرف ان کا جسم سجدہ نہیں کرتا ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی روح ساجد ہے، وہ خالی سر کو سجدہ میں نہیں رکھتے، ان کو نظر آتا ہے کہ روح سجدہ کیے ہوئے ہے، روح رکوع میں ہے، روح قعدہ میں ہے، کیوں کہ سر سجدہ میں نہیں جاسکتا جب تک روح نہ ہو، جسم رکوع نہیں کرسکتا اگر روح نکل جائے۔

عاشقانِ حق کی فداکاری

اہل اللہ پر روحانیت کا اتنا غلبہ ہوجاتا ہے کہ وہ خالی زبان سے سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کہتے وہ اپنی روح کو دیکھتے ہیں کہ وہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہی ہے۔ ایسے اولیاء اللہ اور علماءِ دین اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں پیدا کرتا ہے کہ جن کی روح ہر لمحہ اللہ پر فدا ہوتی ہے۔ یوں سمجھیے جیسے کوئی مجنوں چوبیس گھنٹہ لیلیٰ کو دیکھ رہا ہے تو اس کی روح چوبیس گھنٹہ لیلیٰ پر فدا ہوگی یا نہیں؟ وہ ہر وقت یہی کہے گا کہ میری جان آپ پر فدا، میری جان آپ پر فدا۔ جب ایک لیلائے فانی کی محبت میں مجنوں کا یہ حال ہوسکتا ہے تو مولیٰ تو غیر فانی ہے، واجب الوجود ہے، قدیم ہے، ان کے عاشقوں کی روح اپنے مولیٰ پر ہر وقت فدا نہ ہوگی؟ وہ بزبانِ حال کہتی ہے ؎

جو تو مشتری ہے تو اے جانِ عالم
بہ نوکِ سنانت جگر می فروشم

اے اللہ! جب آپ میرے خریدار ہیں کیوں کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ[۲۸۱] ہماری جانوں کو جب آپ نے خرید لیا ہے، جب آپ میرے خریدار ہیں تو اے جانِ عالم! اے عالم کی روح! آپ کی آنکھ کی ایک نوکِ پلک کے عوض میں اپنا جگر فروخت کرتا ہوں یعنی آپ کی تجلیاتِ خاصہ کی ایک جھلک کے عوض اپنا قلب و جگر آپ پر قربان کرتا ہوں۔

بہ تیغِ ادائے تو سرمی فروشم

میں آپ کی ہر ادائے خواجگی اور عطائے خواجگی پر اپنا سر بیچتا ہوں، آپ کی ہر ادائے تربیت پر اپنا سرِ بندگی قربان کرتا ہوں۔

جہاں وہ پاؤں رکھتا ہے وہاں پر سر برستے ہیں

پاؤں سے مراد تجلّیاتِ قُرب ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہے یعنی ان کی تجلّیاتِ قُرب جہاں ہوتی ہیں وہاں ہزاروں سر قربان ہو جاتے ہیں، میرے ایک سر کی کیا حقیقت ہے۔

غرض اس کائنات میں ایسی روحیں بھی ہیں جو ہر لمحہ اللہ پر فدا ہوتی ہیں اور ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتیں تو ایسی روح کے مزے کا کیا عالم ہو گا، وہ کیسے اللہ کا درد لیے خاموش رہے گا اور کیسے گھر پر بیٹھے گا، وہ اس درد کو سارے عالم میں لیے پھرتا ہے۔ یہ اہل اللہ ایسے مجنوں ہیں جو مجنوں بناتے بھی ہیں اور ان کے جن احباب کو شیطان مرنے والوں کے عشق کا گوند لگا کر ان کی پرواز میں حائل ہو رہا ہے تو اس گوند کو دور کرکے وہ ان کو اللہ کی طرف اُڑادیتے ہیں۔ یہ خود بھی ہر وقت اللہ پر فدا ہیں اور ان کی صحبت میں اللہ نے یہ کرامت رکھی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی فانی لاشوں کے عشق سے آزاد ہو کر اللہ کے عاشق ہو جاتے ہیں۔

۴/ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۶/ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، دوشنبہ، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

تذکرۂ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

میرے مرشد اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑے اچھے تعلقات تھے، جب ملاقات ہوتی تھی تو حضرت معانقے کے وقت یہ فرماتے تھے کہ میرا محبوب آیا ہے۔

۲۸۱؎ التوبۃ: ۱۱۱

ایک دفعہ جلسے میں مفتی صاحب نے تقریر شروع کی اور حضرت مفتی صاحب نے کتابوں کے ایک بہت بڑے بنڈل سے جس میں کم سے کم دو سو کتابیں اور رسالے تھے پڑھ پڑھ کے سنایا یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ کیا بلا کی طاقت تھی! عام آدمی تو گھنٹہ دو گھنٹے میں تھک جاتا ہے، اللہ نے ان حضرات کو بڑی ہمت دی تھی، مگر پھر پورے اعظم گڑھ سے مودودیت ختم ہوگئی۔

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خوش طبعی اور حاضر جوابی

ایک شخص نے مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کیا کہ کیا عورت صدارت کی اہلیت رکھتی ہے کہ اس کو ملک کا صدر بنایا جائے؟ تو حضرت مفتی محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت میں صدارت کی تو اہلیت نہیں ہے، مگر کسی کی اہلیہ بننے کی صلاحیت ہے۔ مفتی صاحب نے اس سے پوچھا: آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ اس نے کہا کہ میرا تعلق جماعتِ اسلامی سے ہے، پھر اس نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرا تعلق اسلامی جماعت سے ہے، اس نے پوچھا کہ دونوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا جماعتِ اسلامی میں جماعت غالب ہے اور اسلامی جماعت میں اسلام غالب ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مکہ شریف میں ایک شعر سنایا۔

وارفتۂ اُلفت کو اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

آپ لوگوں کو تو کتابیں پڑھ کر یہ واقعہ معلوم ہوا ہوگا مگر میرا تو سب براہِ راست سنا ہوا ہے۔ ایک روایت موقوف ہوتی ہے اور ایک مرفوع ہوتی ہے، میری مرفوع روایات کا تعلق براہِ راست حضرت مفتی صاحب سے ہے۔ ایک شعر اور سنایا تھا۔

پہلے اس نے مُس کہا پھر تَق کہا پھر بِل کہا
اس طرح ظالم نے مستقبل کے ٹکڑے کر دیے

تو حضرت مفتی صاحب ایسے خوش طبع تھے۔

ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ دیوبندی ہیں؟ مفتی صاحب نے کہا کہ کیا آپ رضائی ہیں یعنی احمد رضا والے ہیں؟ اس نے کہا کہ رضائی کے کیا معنیٰ ہیں؟ میں احمد رضا کا ماننے والا ہوں، رضائی سے میرا کیا نقصان

ہے ؟مفتی صاحب نے کہا کہ بہت نقصان ہے، جب بچے رضائی اوڑھتے ہیں تو اس میں پیشاب کرتے ہیں اور جب بالغ اوڑھتے ہیں تو اس میں احتلام کرتے ہیں، تو فرمایا کہ وہ شخص اگلے اسٹیشن پر اتر کر بھاگ گیا۔ روایت در روایت کا مزہ اور ہے اور روایت بالروایت کا مزہ اور ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ایک ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ سور میں اور بکری میں کیا فرق ہے ؟ شکل تو دونوں کی ایک جیسی ہے پھر کیوں سور حرام ہے اور بکری کیوں حلال ہے ؟ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے یہ جواب دیا کہ اگر تمہاری ماں کی شکل میری بیوی کی شکل سے مشابہ ہو تو کیا تمہاری ماں میرے لیے حلال ہو جائے گی ؟ تو حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے رام رام کہتا ہوا بھاگا۔

جب میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں کانپور جایا کرتا تھا تو وہ مجھے جلیبی کا ناشتہ کراتے تھے، اتنی شفقت و محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب جامع العلوم سے بیت العلوم تشریف لائے تو مزاحاً فرمایا کہ آپ کے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ پہلے میرے مدرسے کے طالب علم تھے۔ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کانپور کے جس محلے میں قیام ہوتا تھا حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً روزانہ وہاں تشریف لاتے، یہی ان کی بزرگی کی علامت ہے کہ اللہ والوں کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔

ایک دن مفتی صاحب نے حضرت پھولپوری کو دیکھا کہ غمگین ہیں تو حضرت کو ایک مضمون سنا کر ہنسا دیا کہ حضرت! یہاں کانپور میں اگر کوئی کسی کو کہے کہ او مرغی کا یا اے مرغی والے تو یہ گالی سمجھی جاتی ہے۔ تو ایک آدمی مرغی لے جارہا تھا کسی نے کہا او مرغی والے مرغی بیچے گا؟ وہ سمجھ گیا کہ اس نے مجھے مرغی والا کہہ کر گالی دی ہے، اس نے جواب دیا کہ میں مالک سے پوچھوں گا کہ ایک مرغی کا...اور خریدار ہے، کس قیمت سے اس کو دوں، اس نے مرغی کا کہہ کر وقف کیا، سارا مجمع ہنس پڑا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے پڑھی نہیں ہیں، مفتی صاحب کی زبان تھی اور میرے کان تھے، یہ روایات بہت اہم ہوتی ہیں۔

ایک شخص نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ لَا بَأْسَ اَنْ یَّأْکُلَ مَکْشُوْفَ الرَّأْسِ اگر کوئی ننگے سر کھانا کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے تو حضرت نے فرمایا کہ جب علامہ شامی نے لَا بَأْسَ لکھا ہے تو تو کیوں اس میں بانس ڈالتا ہے ؟ مفتی صاحب کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ ہمارے یہاں عرف میں بلا وجہ ننگے سر کھانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، علامہ شامی کا زمانہ دوڈھائی سو سال پہلے کا تھا اور عرف ہی قاضی بنتا ہے۔

اور ایک بات تو سنائی نہیں۔ ایک شخص نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ شیطان ہر جگہ پہنچ کر وسوسہ ڈالتا ہے تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر کیوں نہیں ہوسکتے تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ دیکھو چھچھوندر ایک انچ کے قطر میں گھس جاتی ہے اور تمہارے ابا اس میں نہیں گھس سکتے تو کیا چھچھوندر تمہارے باپ سے افضل ہو جائے گی؟ شیطان کمبخت کے ہر جگہ پہنچنے سے وہ افضل تھوڑی ہو جاتا ہے۔ عجیب وغریب ذہانت کی بات ہے۔

ایک جلسے میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بدعتیوں سے مناظرہ ہو رہا تھا، ایک بدعتی نے کہا کہ تم میں اور سور میں کیا فرق ہے؟ وہ اسٹیج سے اُترے اور اپنے ہاتھ سے بدعتیوں اور دیوبندیوں کے اسٹیج کا فاصلہ ناپا پھر جاکر واپس کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھ میں اور سور میں پندرہ ہاتھ کا فرق ہے۔ یہ باتیں ممکن ہے کتابوں میں آجائیں مگر ہم نے براہِ راست شیخ سے یہ بات سنی ہے۔ حضرت کی زبانِ مبارک سے میرے کانوں نے سنا ہے اور روایتِ مرفوع کا درجہ اہم ہوتا ہے، کتاب میں وہ بات نہیں ہوتی۔

حضرت مفتی صاحب کو بخاری شریف کے ورق کے ورق زبانی یاد تھے۔ تقریر میں ایک جوش وخروش تھا، تیز رفتاری سے تقریر کرتے تھے مگر علوم بڑے تھے، حضرت مفتی صاحب میرے شیخ کے پاس جامع العلوم محلہ پٹکاپور سے تشریف لاتے تھے۔

حضرت والا کے لیے حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ مبارکہ

جب میں سولہ سال کے بعد ہردوئی گیا تو جو سولہ سال کے لڑکے تھے وہ بتیس سال کے ہوگئے اور جن سے اَمرد ہونے کی وجہ سے میں اپنی نظر بچاتا تھا ان لوگوں نے میرے کان میں کہا کہ میری بیٹیاں جوان ہیں ان کے لیے دعا کیجیے کہ ان کو اچھا رشتہ مل جائے۔ تو اس وقت میں نے ایک شعر کہا کہ ؎

سولہ برس کے بعد جو آیا میں ہند میں
کچھ حسن کے آثارِ قدیمہ نظر آئے

میرے وہاں پہنچنے کی اطلاع جب حضرت مفتی صاحب کو ہوئی تو حالاں کہ حضرت مفتی صاحب کی آنکھوں کا کلکتے میں آپریشن ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے سفر سے منع کیا تھا مگر حضرت پھر بھی تشریف لے آئے اور میرے لیے فرمایا کہ یہ میرا خاص دوست ہے۔ یہ بھی بزرگوں کا کرم ہے کہ غلاموں اور خادموں کو دوست فرمایا کہ سولہ سال کے بعد آیا ہے چاہے کچھ بھی ہو میں ضرور ملنے جاؤں گا، تو کلکتے سے حضرت تشریف لائے حالاں

کہ آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ حضرت نے اختر پر شفقت فرمائی، تو فرمایا کہ تم اختر نہیں ہو، اختر تو ستارہ ہوتا ہے، تم تو شمس ہو۔ میں حضرت مفتی صاحب کی اس بات کو نیک فال سمجھتا ہوں کہ اتنے بڑے عالم بزرگ نے فرمایا کہ تم ستارے نہیں ہو آفتاب ہو چکے ہو، تم اختر نہیں ہو شمس ہو۔

اس وقت مشایخ علماء کا اجتماع تھا۔ حضرت والا ہر دوئی نے فرمایا کہ آج بیان اختر کا ہو گا، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ میں نے حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے میری ہمت بیان کی نہیں ہے، میں ڈر رہا ہوں، آپ اپنے کمرے میں آرام فرمایئے تاکہ میں بیان کر سکوں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے بیان سے مجھے محروم کرنا چاہتے ہو، میں نہیں جاؤں گا تم کو بیان کرنا پڑے گا۔

حضرتِ والا کے لیے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

اللہ کا کرم ہے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں فرمایا کہ اللہ کسی کو دل دیتا ہے تو اس کے پاس زبانِ ترجمانِ دل نہیں ہوتی، کسی کو زبان دیتا ہے تو اس کے پاس دل نہیں ہوتا اختر تجھ کو مبارک ہو کہ اللہ نے تجھے دل بھی دیا اور زبانِ ترجمانِ دردِ دل بھی دی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق مع اللہ اور اس پر اکابر کے شواہد

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ اس وقت پورے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ میں سب سے زیادہ تعلق مع اللہ کس کا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت! الٰہ آباد میں ایک بزرگ ہیں مولانا شاہ محمد احمد صاحب، ان کی نسبت مع اللہ بہت اونچی ہے۔ الحمد للہ اختر کو مسلسل تین برس ان کی مجلس میں حاضری کا شرف ملا۔ تو علماء کے اس اجتماع میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب بھی تشریف لائے تھے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میر مجلس تھے، مولانا ابرار الحق صاحب آگے بیٹھے تھے اور میں مفتی صاحب کے بائیں طرف بیٹھا تھا، اچانک حضرت مولانا محمد احمد صاحب دورانِ مجلس خاموش ہوگئے، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا سا جھک کر حضرت کا چہرہ دیکھا پھر میرے کان میں فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں۔ الحمد للہ ایسے ایسے اولیاء اللہ کی صحبت اللہ نے اختر کو نصیب فرمائی۔ اگر کوئی جاہل کہتا تو اس کی بات اور ہوتی لیکن وہ بہت بڑے عالم اور مفتی اعظم ہند تھے انہوں نے فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں، مطلب یہ کہ اللہ والے کبھی جسم کے اعتبار سے تو

ہمارے ساتھ ہوتے ہیں مگر مرتبۂ روح اور قلب میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم لوگوں میں کھڑے ہیں اور پتا نہیں کس عالم میں کچھ سوچ رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمارہے ہیں: السلام علیکم۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو یہیں تھے پھر سلام کیوں فرمارہے ہیں تو فرمایا کہ میں یہاں نہیں تھا کہیں سے آرہاہوں۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے گھر جاکر زمین دیکھی پھر آسمان دیکھا اور فرمایا کہ مولانا کا نور میں زمین سے آسمان تک دیکھ رہاہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریرِ پُر تاثیر کا ایک واقعہ

توجب مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا وعظ ہوا اس وقت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی تھے اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اس دن عجیب وغریب اجتماع تھا، مولانا شاہ محمد احمد صاحب بڑے جذبات سے اور آہ و فغاں سے تقریر کرتے تھے، وعظ کیا کرتے تھے بجلی گراتے تھے۔ تو بعد میں حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آج میرا قلب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ سے مجلّٰی ہوگیا اور کلکتہ کے ہسپتال میں جو کچھ تکدرات تھے سب کا تصفیہ ہوگیا اور حضرت والا ہردوئی نے اعلان فرمایا کہ آج آپ لوگوں نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن لی۔ بعضے ایسے بھی مرید ہوتے ہیں جو اپنے شیخ کی نشانی ہوتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب اور ان کے دادا شیخ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں مزاج کی بہت مشابہت تھی۔

مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم، حضرت مفتی صاحب اور مولانا شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ اکثر پھولپور میں جمع ہوجاتے تھے تو ان بزرگوں کی نگاہیں مجھ پر پڑی ہیں۔ اور میں عرض کرچکاہوں کہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن کے مصنف، شاہ ولی اللہ کے بیٹے، کئی گھنٹے مسجد فتح پوری میں عبادت کرکے جب انوار قلب میں بھر کر مسجد فتح پوری سے باہر قدم نکالا تو ایک کتا بیٹھا تھا اس پر نگاہ پڑگئی۔ حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ وہ کتا جہاں جاتا تھا سارے دِلّی کے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جیسے کہ وہ پیر ہو، وہ ظالم سب کتوں کا پیر بن گیا، مرشد الکلاب ہوگیا، تو حضرت تھانوی نے فرمایا کہ آہ! جن کی نگاہ سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتاہوں کہ میں پندرہ سال کا تھا، ابھی بالغ ہی ہوا تھا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ملی۔ مسلسل تین برس میں نے ان کی صحبت اٹھائی الحمد للہ اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں نے حج بھی کیا، ان کے ساتھ عرفات کی دعاؤں میں آمین بھی کہا۔ بس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں ورنہ میں تو اس قابل نہ تھا۔

آپ چاہیں ہمیں ہے کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

مولانا نے جو آج یہ بات کی کہ تمہارے زمانے میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت صحت مند تھے تو حضرت کی کوئی بات سناؤ، تو یہ سوال دلیلِ عشق ہے، عاشق ہی پوچھتا ہے کہ بھئی ہمارے پیر کی کوئی بات سناؤ۔ میں نے آپ کی فرمائش پر چند باتیں سنادیں جن کے بیچ میں کوئی راوی نہیں ہے، میں نے براہِ راست حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے خود سنا، اس کو روایتِ مرفوع کہتے ہیں، مجھے بھی اپنے بزرگوں کے تذکرے میں مزہ آیا۔

قیامِ پاکستان کے لیے اکابر کی جدوجہد

اب میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان ہجرت کا واقعہ سناتا ہوں۔ میرے شیخ پاکستان آنے سے پہلے کچھ دن کان پور میں رہے۔ چوں کہ حضرت مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے حکومتِ ہند انہیں گرفتار کرنا چاہتی تھی، اس لیے آزادی سے قبل تحریکِ پاکستان کے وقت حضرت نے مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا جلسہ کرایا تھا جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، لیاقت علی خان مرحوم اور مولانا حسرت موہانی یعنی شاید ہی کوئی بڑا لیڈر ایسا ہو جو موجود نہ ہو، بہت بڑا جلسہ تھا، اتنا بڑا جلسہ اعظم گڑھ کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ اس میں بڑے بڑے شاعر بھی آئے تھے۔

پاکستان سے اتنا ڈر
کانپ رہا ہے تھر تھر

حضرتِ والا کا خواب اور قیامِ پاکستان کی بشارت

اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے چینی سے

تڑپ رہے ہیں، کروٹیں لے رہے ہیں، میں نے کہا کہ حضرت آپ بے چین کیوں ہیں؟ کیا آپ کے اوپر سورۂ انفال کا نزول ہو رہا ہے؟ میں اس وقت سورۂ انفال جانتا بھی نہ تھا، تو جب میں خواب سے بیدار ہوا تو حضرت کو خواب سنا کر پوچھا کہ آپ کیوں اتنے بے چین تھے اور یہ سورۂ انفال کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ اب پاکستان بن جائے گا ان شاء اللہ! کیوں کہ سورۂ انفال میں فتوحات کا تذکرہ ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی

ایک بات اور بتاتا ہوں، پاکستان تو ۱۹۴۷ء میں بنا، مگر ۱۹۳۸ء میں ہی حضرت تھانوی نے فرمادیا تھا کہ مجھے بہت سے مجذوبوں سے یہ خبر مل رہی ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنے برادرِ نسبتی جناب عثمانی صاحب مرحوم سے فرمائی تھی اور یہ چھپا ہوا بھی ہے۔

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جوابِ لاجواب

مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک کانگریسی مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کے مسلمان وزیروں سے ہمارے ہندو وزیر اچھے ہیں، تو شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَکُمۡ[۲۸۲]

کہ مومن ہر صورت میں مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک تم کو اچھا لگتا ہو۔

اسلامی حکومت کی شرعی تعریف

مولانا شبیر علی صاحب حکیم الامت کے سگے بھتیجے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اسلامی حکومت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ فرمانروا یعنی حاکم مسلمان ہو، کلمہ گو ہو اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی قدرت رکھتا ہو، چاہے فاسق ہو، مگر اسلامی قوانین کا نفاذ اپنی کسی نالائقی کی وجہ سے نہ کرتا ہو، جیسے کافرانہ طاقتوں کے ڈر سے یا اپنے ماحول اور گرد و پیش کے سبب اپنی نالائقی سے اسلامی قوانین نافذ نہ کرتا ہو تو بھی وہ پوری سلطنت اسلامی ہوگی، اس کی ایک ایک انچ زمین کے لیے جہاد کرنا فرض ہے اور جہاد کا

۲۸۲؎ البقرۃ:۲۲۱

شریک شہید ہوگا، اب اس تعریف میں سارے ممالکِ اسلامیہ آگئے۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ آج دنیا میں جتنی اسلامی سلطنتیں ہیں ان میں سے کسی میں بھی اسلامی قانون صحیح طور پر نافذ نہیں ہے، تو کیا اس کے معنٰی یہ ہیں کہ کافروں، عیسائیوں اور یہودیوں سے کہا جائے کہ بھئی اب کوئی اسلامی سلطنت نہیں ہے، لہٰذا تم آکر ان پر قبضہ کرلو۔

بتایئے! حکیم الامت نے اسلامی سلطنت کی کتنی زبردست تعریف کی ہے۔ اس تعریف سے بہت بڑا احسان کیا ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ کیا حکیم الامت مجدد الملت کا علم معمولی تھا کہ سارے علماء ان کے قدموں میں پہنچ گئے تھے۔ اس تعریف کا مراکش، الجزائر، لیبیا، اردن سب اسلامی مملکت پر اطلاق ہوگیا۔

ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک ہر مومن پہنچ سکتا ہے

ارشاد فرمایا کہ دیکھیے! نبوت کے دروازے سیل(Seal)ہوگئے ہیں، اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا لیکن اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک کے دروازے کھلے ہیں، اور جہاں ولایتِ صدیقیت کی حد ختم ہوتی ہے تو وہاں سے نبوت کی حد فوراً شروع نہیں ہوتی، کچھ فاصلہ ہے جس سے ولی آگے نہیں جاسکتا اور نبی پیچھے نہیں آسکتا، جیسے ہندوستان کا بارڈر ختم ہوتا ہے تو فوراً پاکستان کا بارڈر شروع نہیں ہوتا درمیان میں کچھ زمین ہوتی ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتی تو جہاں اولیائے صدیقین کی خط انتہا ہے وہاں سے کچھ فاصلے کے بعد نبوت کی ابتدا ہوتی ہے، لیکن بابِ نبوت پر تالے لگے ہوئے ہیں، اب کوئی نبی نہیں آسکتا، مگر قیامت تک ولایتِ صدیقین کی آخری سرحد تک ہر مؤمن پہنچ سکتا ہے۔

اولیائے صدیقین کی چار تعریفیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیائے صدیقین کی تین تعریفیں بیان فرمائی ہیں، نمبر ۱: صدیق وہ ہے اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ جس کا قال اور حال ایک ہو، نمبر ۲: اَلصِّدِّیْقُ ھُوَ الَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ جس کا باطن ظاہری ماحول سے متاثر نہ ہو، اتنا قوی ایمان ہو، نمبر ۳: اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ [۲۸۳] جو دونوں جہاں اپنے اللہ پر فدا کردے یا جذبۂ فداکاری رکھتا ہو۔ اور چوتھی تعریف اختر کی ہے، جس اللہ نے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اسی مبدأ فیاض سے اختر کو بھی مل گیا تو تعجب کی کیا

۲۸۳؎ روح المعانی: ۲۸/۱۳، یوسف(۴۶)، دار احیاء التراث، بیروت

بات ہے! تو چوتھی تعریف اختر بیان کرتا ہے کہ صدیق وہ ہے جس کی زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اپنے اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت چشید اور کشید نہ کرتا ہو یعنی مالک کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو اپنے قلب میں ایک اعشاریہ نہ آنے دے اور اگر کبھی بشریت کی بنا پر خطا ہو جائے تو اتنا زیادہ روئے کہ فرشتے بھی رونے لگیں، آسمان بھی رونے لگے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے گریہ وزاری کی ایک جھلک اُن کے اشعار میں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب جلال الدین روتا ہے تو میرے ساتھ آسمان بھی روتا ہے۔

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چوں بنالم چرخہا نالاں شود

جب میں روتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اور جب میں روتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ روتا ہے، اور؂

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

اے دنیا والو! اگر زمین پر دیکھنا کہ کہیں خون پڑا ہوا ہے تو یقین کر لینا کہ یہاں جلال الدین ہی رویا ہو گا۔ بتاؤ! اس شعر میں کتنا درد ہے۔ اور فرماتے ہیں؂

اے دریغا اشکِ من دریا بودے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے

کاش کہ میرے آنسو دریا ہو جاتے تو اے اللہ! ہم ان کو آپ پر فدا کرتے۔ تو اہل اللہ صدورِ خطا پر اتنا روتے ہیں اتنا روتے ہیں کہ آسمان وزمین پر بھی زلزلہ طاری ہو جاتا ہے، فرشتے بھی تعجب میں پڑ جاتے ہیں کہ یا اللہ اس نے تو آپ کو دیکھا بھی نہیں پھر یہ حال ہے، اگر دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا۔

جو اُن کو دیکھ لیتے ہم تو پھر کیا زندہ رہ جاتے
نگاہِ اوّلیں اے دل نگاہِ واپسیں ہوتی

یعنی ہم دیکھتے ہی فدا ہو جاتے۔

ایمان ویقین کیسے حاصل ہوتا ہے؟

تو یہ ایمان ویقین اللہ والوں کو نسبتِ احسانیہ سے ملتا ہے، یہ مقام عام ایمان اور اسلام سے نہیں ملتا جب تک کہ احسان نصیب نہ ہو۔ احسان کہتے ہیں کہ قلب میں ہر وقت اللہ کی عظمتیں سامنے ہوں جیسے جنگل میں کسی سیاح کے سامنے شیر کھڑا ہو اور دنیا میں اوّل نمبر حسن میں پاس ہونے والی لڑکی بھی کھڑی ہو، تو کیا سیاح اس لڑکی کو دیکھ سکتا ہے جبکہ شیر بھی آنکھ سے آنکھ ملائے دیکھ رہا ہے اور حملے کے لیے مستعد ہے؟ جب شیر کی عظمت سے کوئی حسین لڑکی کو بھول سکتا ہے بلکہ اگر وہ لڑکی کہے بھی کہ مجھے کیوں نہیں دیکھتے تو وہ کہے گا کہ تجھے کیا دیکھوں، مجھے بھی تو کوئی دیکھ رہا ہے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

ہم کیسے دیکھیں جبکہ اللہ تعالیٰ بھی ہم کو دیکھ رہا ہے کہ نالائق کہاں دیکھتا ہے۔

اللہ کے شیروں کا کام

تو یہ کیفیتِ احسانیہ جب قلب میں ہو، ہر وقت عظمتِ الٰہیہ کا غلبہ ہو تب آدمی گناہ سے بچتا ہے۔ یہ مٹی کے ڈھیلوں کا کام نہیں ہے، یہ اللہ کے شیروں کا کام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اللہ کی دوستی اور استقامت علی التقویٰ نہیں پاسکتے جب تک کہ شیرانہ زندگی نہ ہو وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ لومڑیوں کی چال چلوگے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے، لہٰذا اہمت کرلو کہ جان دے دیں گے مگر کسی کالی اور گوری کو نہیں دیکھیں گے، ایئر ہوسٹس ہو یا کوئی حسین ہو۔

ناراضگیِ مولیٰ کو دوزخ سے زیادہ تکلیف دہ سمجھنا صدیقیت کا اعلیٰ مقام ہے

تو صدیق کی یہ تعریف میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جو ہم کو ایک لمحہ ناراض نہ کرتا ہو اور ہم کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو استیراد اور درآمد اور امپورٹ نہ کرتا ہو، تین زبانوں میں میں نے ترجمہ کیا ہے، استیراد عربی، درآمد فارسی اور امپورٹ انگریزی لفظ ہے۔ اللہ سے ایسا تعلق ہوجائے کہ اپنے مولیٰ کو ناراض کرنے سے موت بہتر سمجھے، دوزخ کی تکلیف سے زیادہ اپنے مالک کو ناخوش کرنا سمجھتا ہو، کیوں کہ حدیث سے اس کا استدلال ہوتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ

اللہ کو خوش کرنے کے لیے نظر بچالو تو سمجھ لو جنت سے افضل چیز پاگئے کیوں کہ اللہ کی رضا جنت سے افضل ہے، اگر افضل نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت سے مقدم نہ فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ جب اللہ کو خوش کرنے کے لیے نظر بچالو تو شکر ادا کرو کہ آج ہم جنت سے افضل چیز پاگئے یعنی اپنے مالک کو ہم نے خوش کرلیا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ اور جب گناہ سے بچنے کی توفیق ہوجائے تو سمجھ لو اب دوزخ سے بھی زیادہ خطرناک چیز سے ہم بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کو ہم نے ناراض نہیں کیا۔ مالک کو ناراض نہ کرنے کا مطلب ہے کہ گویا آپ دوزخ کی تکلیف اور مصیبت سے بھی بچ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہر سیکنڈ اپنے قلب و جاں کو اس طرح سے چپکا کے رکھو کہ سارا عالم، وزارتِ عظمیٰ، سلاطین کے تخت و تاج، حسینوں کا نمک اور ایک اعشاریہ حسن بھی آپ کو الگ نہ کرسکے، اللہ سے اسی چپکنے اور چمٹنے کا نام ولایتِ صدیقیت ہے۔ یہ تعریف میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ اگر آج علامہ آلوسی باحیات ہوتے تو روح المعانی میں چوتھی تعریف میری لگادیتے۔

صحبتِ اہل اللہ کی فضیلت اور اس کی ایک وجہ

ستّر سالہ زندگی کا نچوڑ پیش کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے کہ کسی صاحبِ نسبت کے پاس بیٹھو، اور اس کی وجہ مجھے رسٹن برگ میں سمجھ میں آئی۔ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ میرا بندہ میرا مقرب ہوتا ہے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے، تو اللہ والوں کی نظر جس پر پڑے گی تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر ہے، لفظ ''گویا'' یاد رکھنا ورنہ فتویٰ دے دوگے۔ آہ! کیا کہیں بس جگر صاحب پر ایک نظر حضرت حکیم الامت کی پڑی، جگر صاحب نے شراب چھوڑدی، داڑھی رکھ لی، حج کرآئے۔ اور جب داڑھی رکھ لی تو بمبئی میں اپنا یہ شعر پڑھا۔

چلو دیکھ آئیں تماشا جگرؔ کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اپنی داڑھی کو دیکھ کر یہ شعر بنایا، یہاں کافر بمعنیٰ محبوب کے ہے، یہ اصطلاحِ شاعری ہے، ہر فن کو اس کی اصطلاح سے سمجھنا چاہیے، کہتے ہیں نا کہ یہ بڑا کافر ہے یعنی بہت ظالم ہے، جس کا حسن و نمک بہت زیادہ ہوتا ہے اس کو شاعر لوگ کافر کہتے ہیں۔

۵؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۷؍اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز منگل، مسجدِ حمزہ، لینیشیا، جنوبی افریقہ،
(بعد فجر و بعد مغرب دو نشستوں میں بیان مکمل ہوا)

لذتِ اعترافِ قصور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﷎ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ[۲۸۴]
وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ[۲۸۵]

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ...الخ کی عجیب تشریح

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سخت ابتلاء سے اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور سوئے قضاء سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔ محدثین نے جَھْدِ الْبَلَاء کی دو تفسیریں کی ہیں۔

جَھْدِ الْبَلَاء کی پہلی شرح

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عظیم الشان محدث ہیں، فرماتے ہیں کہ جہدِ بلا کی دو شرح ہیں، ایک ہے قِلَّۃُ الْمَالِ وَکَثْرَۃُ الْعِیَالِ[۲۸۶] مال کم ہے اور اولاد زیادہ ہے، کسی کے ایک درجن بچے ہیں مگر ان کے لیے دودھ وغیرہ اور تمام ضروریات کا انتظام نہیں ہے، اسی لیے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے جہاں اولاد کا ذکر

۲۸۴؎ الاعراف:۲۳

۲۸۵؎ صحیح البخاری:۹۳۹/۲(۶۳۸۱)، باب التعوذ من جهد البلاء، المكتبة المظهرية

۲۸۶؎ مرقاة المفاتيح:۳۶۵/۵۔۳۶۶، باب الاستعاذة، دار الكتب العلمية، بيروت

فرمایا ہے وہاں پہلے مال کو بیان فرمایا ہے:

اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا

تم اپنے رب سے معافی مانگ لو، وہ بہت بڑا اغفّار ہے اور خطاؤں کو معاف کرنے کے بعد وہ انعامات بھی دیتا ہے۔ دنیا کے حکمراں اگر معاف کرتے ہیں تو صرف سزا سے نجات دے دیتے ہیں، لیکن اللہ پاک جس کو معاف فرماتے ہیں اس کو انعامات سے بھی نوازتے ہیں اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا وہ بہت بخشنے والا ہے اور بخشنے کے بعد تم کو کچھ انعامات بھی دے گا:

یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ

تمہارے مال اور اولاد میں برکت دے گا، تو اولاد سے پہلے مال کا وعدہ اسی لیے ہے کہ انسان گھبرائے نہیں:

وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا[۲۸۷]

اور تمہیں باغات بھی دے گا اور نہریں بھی دے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر انسان کے پاس باغ بھی ہوں اور آب پاشی کے لیے نہریں بھی ہوں، تو یہ نعمت ہیں، اور دنیا کی نعمتیں تو فانی ہیں مگر آخرت میں ان شاءاللہ بہت کچھ ملے گا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو دس سال کے کم عمر صحابی تھے، ان کی والدہ کی درخواست پر اسی اسلوب پر دعا دی جس اسلوبِ بیان پر کلام اللہ نازل ہوا ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكۡ فِیۡ مَالِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَ اَطِلۡ عُمۡرَہٗ وَ اغۡفِرۡ ذَنۡبَہٗ

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتِّبَاعًا لِرَبِّہٖ مال کو پہلے بیان فرمایا۔ یہ چار دعائیں اتنی جامع ہیں کہ ان میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔ اور اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ کھجور کا جو درخت میں لگاتا تھا اس میں دو فصل آتی تھیں اور میرے علاوہ تمام صحابہ کی ایک فصل ہوتی تھی تو بعض صحابہ نے سوچا یہ برکتی آدمی ہیں تو اپنے لگائے ہوئے درخت کے بارے میں ان

۲۸۷؎ نوح:۱۲

سے کہا کہ تم اکھاڑ کر دوبارہ لگادو تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے لگائے ہوئے درخت اُکھاڑ کر دوبارہ لگائے تو ان میں بھی دوبار فصل آنے لگی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں اولاد اتنی ہوئی کہ فرمایا: میں نے دو کم سو اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کیں دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِائَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ یعنی اٹھانوے۔ یہ عربی کی بلاغت ہے، ورنہ یہ فرماتے کہ فَاِنِّیْ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ ثَمَانِیَۃً وَّتِسْعِیْنَ ہم نے اٹھانوے اولاد دفن کیں، لیکن طرزِ بیان یہ ہے دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِائَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ، ہر زبان کے بولنے کا الگ طریقہ ہوتا ہے۔ اور عمر کی برکت کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ فرماتے ہیں کہ بَقِیْتُ حَتّٰی سَئِمْتُ الْحَیَاۃَ۔ سَئِمَ یَسْئَمُ کے معنیٰ تھکنے کے آتے ہیں جیسے فرشتوں کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں لَا یَسْئَمُوْنَ یہ تھکتے نہیں ہیں۔ رات دن یہ سبحان اللہ پڑھتے رہتے ہیں، نہ ان کو سونے کی ضرورت ہے، نہ آرام کی، عجیب مخلوق ہیں یہ۔ اسی لیے فرشتوں کے لیے نیند نہیں ہے کیوں کہ نیند تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ہے اور ان کو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ تو حضرت انس نے فرمایا کہ میں اتنا زندہ رہا کہ زندگی سے تھک گیا اٰخِرُ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِالْبَصْرَۃِ حضرت انس کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہو گیا۔ اور چوتھی دعا وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ کے بارے میں فرمایا کہ جب تین دعائیں قبول ہو گئیں تو اَرْجُو الرَّابِعَۃَ[۲۸۸] چوتھی دعا کی قبولیت کی بھی امید ہے۔

جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دوسری شرح

جَھْدِ الْبَلَاءِ کی ایک شرح ہو گئی یعنی مال کی کمی اور اولاد کی زیادتی، اور دوسری شرح ہے کہ ایسی مصیبت جس میں موت کی تمنا ہو کہ اے اللہ! مجھے موت دے دے اب تکلیف برداشت نہیں ہو رہی۔ میں نے ایک مریض کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگا دو، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اللہ ایسی مصیبت اور بلا سے بچائے کہ آدمی موت کی تمنا کرنے لگے۔

دَرْکِ الشَّقَاءِ کی شرح

وَدَرْکِ الشَّقَاءِ اور ہم بدنصیبی کے پکڑ لینے سے پناہ چاہتے ہیں۔ شقاوت کے بھی دو معنیٰ ہیں: بدنصیبی تو ہے ہی، اور شقاوت کا دوسرا معنیٰ ہے محرومی۔ اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

۲۸۸؎ مرقاۃ المفاتیح:۱/۱۳۹،کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ

ھُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ[۲۸۹]

جو لوگ اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں وہ محروم نہیں ہوتے۔ اس لیے جب کوئی اللہ والا یا اللہ والوں کا خادم آجائے تو اپنی تنہائیوں کی عبادتوں کو چھوڑ کر ان کے پاس بیٹھو یہاں تک کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب شیخ آجائے تو نوافل اور معمولات ملتوی کردو، شیخ کے پاس بیٹھو۔ یہ نہیں کہ شیخ تو مجلس کررہا ہے اور تم اکیلے اپنا وظیفہ پڑھ رہے ہو، شیخ کا قرب اور شیخ کی مجلس کے وقت میں نوافل اشراق سب ملتوی کردو۔

مولانا رومی نے اس کی مثال دی کہ سبزی منڈی میں سیب خریدنے کے لیے دھوپ میں چلنا پھرنا بھی پڑتا ہے اور بدبو الگ ہوتی ہے اور سیب کے باغ میں جاؤ تو سیب کی خوشبو بھی سونگھتے رہو اور سیب بھی کھاتے رہو، اگر سیب کے باغ میں ایک آدمی سورہا ہے تو سیب کی خوشبو اس کے اندر جارہی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ والوں کے پاس کوئی تہجد نہ بھی پڑھے تو بھی جب ان کے پاس سے اٹھے گا تو قلب میں نور پائے گا جیسے رات کی رانی کے نیچے چارپائی بچھا کر سو جاؤ تو رات بھر ناک خوشبو امپورٹ کرے گی اور صبح آپ کا دماغ تر و تازہ ہوگا، اس لیے خانقاہوں میں سونا تنہائیوں کی بیداری سے افضل ہے۔ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ سے اگر بچنا ہے تو اللہ والوں کے جلیس بن جاؤ۔ آپ کو شقاوت کے پکڑنے سے تحفظ حاصل کرنا ہے، تو بدنصیبی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جلدی سے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھ جاؤ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ پوری کائنات میں شقاوت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، بدبختی بدنصیبی سے بچنے کا پورے عالم میں کوئی راستہ نہیں ہے، آپ ساری دنیا میں بھاگے بھاگے پھرو شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً مگر شقاوت پھر بھی پکڑلے گی لہٰذا لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ اہل اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ تو آپ کی شقاوت پر لَا داخل ہوجائے گا اور اس لَا میں آپ کو حالاً واِستقبالاً حفاظت کی ضمانت ہے کیوں کہ لَا یَشْقٰی مضارع کا لفظ ہے۔ یعنی آپ کی مستقبل کی بدنصیبی سے بھی اس میں حفاظت اور ضمانت ہے۔ شقاوت سے فی الحال بھی محفوظ اور آیندہ بھی محفوظ رہوگے، ان شاء اللہ بدنصیبی نہیں آئے گی۔ جو اللہ والوں کے ساتھ رہتے ہیں وہ مستقبل میں بھی بدنصیب نہیں ہوسکتے۔ مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں، لہٰذا اللہ والوں کے دوست خوش نصیبی کے ساتھ جیتے ہیں اور خوش نصیبی کے ساتھ مرتے ہیں۔

۲۸۹؎ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظہریۃ

اس کی شرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرحِ بخاری میں ان الفاظ سے فرمائی ہے اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے ان ہی کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں، اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ ان ہی میں لکھ لیتا ہے، فِیْ جَمِیْعِ مَایَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ[۲۹۰] اور وہ تمام مہربانیاں جو اللہ والوں پر برستی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی دے دیتا ہے، کیوں کہ یہاں مفعول لہٗ آرہا ہے، مفعول لہٗ فعل کا سبب بیان کرتا ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا میں نے پٹائی کی اس کی ادب سکھانے کے لیے تو تَادِیْبًا منصوب کیوں ہے؟ کیوں کہ مفعول لہٗ ہے اور اگر آپ نے مَشْدُوْدًا کہہ دیا کہ باندھ کر رسی سے مارا تو مَشْدُوْدًا اس کا حال ہے اور فِی الْمَسْجِدِ کہہ دیا تو مکان بھی آگیا اور یہ مفعول فیہ ہوگیا۔ جَمِیْعِ مَایَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ اس میں اپنے پیاروں کا اکرام ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔

شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو

ہمارے بزرگوں اور اکابر کا تعامل چلا آرہا ہے کہ شیخ سے بیعت ہونا اور ان کے مشورے سے راستہ طے کرنا ہے، خالی علم سے نہیں، اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کے کام کرنا ہے تو مشائخ کا یہ تعامل شاہراہِ اولیاء ہے، جو سپر ہائی وے کو چھوڑ کر کسی چھوٹی گلی میں گھس گئے ان پر ڈاکہ پڑ گیا، چوں کہ سپر ہائی وے پر بہت سی موٹریں چل رہی ہیں تو ڈاکو بھی ڈرتا ہے کہ کسی موٹر میں کوئی صاحبِ اسلحہ ہو سکتا ہے۔ تو شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو، اسی پر چلو۔

آج جو کچھ اختر سے کام ہورہا ہے یہ سب میرے شیخ کی دعاؤں کا اثر ہے، میں اپنے مریدوں اور احباب پر اس کو ظاہر بھی کرتا ہوں کہ یہ سب ہمارے حضرت والا کی دعاؤں کا صدقہ ہے، اس میں کبر سے تحفظ ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں ہے کہ اشرف علی کچھ نہیں ہے، سب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے، اس میں نفس کی نفی ہوجاتی ہے، اپنا کمال مت ظاہر کرو۔

لیکن یہ بات یاد رکھو کہ نِری صحبت کافی نہیں کیوں کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ...الخ میں اللہ تعالیٰ نے

---

[۲۹۰] فتح الباری: ۱۱/۲۱۳، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، دار المعرفۃ، بیروت

صحابہ کا حال بیان کیا ہے کہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ[۲۹۱] مضارع سے بیان فرمایا ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے یعنی حال میں بھی اور مستقبل میں بھی، صرف میں ہی اُن کے دل کی مراد ہوں اور یہ میرے مرید ہیں۔ تو بتاؤ گناہ غیر اللہ ہیں یا نہیں؟ لہٰذا اگر یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ چاہتے ہو تو گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ بھی کرو۔

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ کے لیے ارادۂ خونِ تمنا بھی ضروری ہے

اگر گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کروگے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ اللہ نے قیامت تک کے لیے صحابہ کی شان بتادی یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ یعنی مجھے ہر وقت اپنا مراد بناؤ، ارادہ کرو کہ میرا اللہ مجھ سے خوش رہے اور ایک لمحہ بھی ناراض نہ ہو، یُرِیۡدُوۡنَ کا فاعل مُرِیۡدُوۡنَ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں پیری مریدی کا ثبوت کہاں ہے؟ یُرِیۡدُوۡنَ کا اسم فاعل مُرِیۡدُوۡنَ ہے، تو جو ارادہ کرکے اللہ کو اپنے دل میں مراد بنائے یعنی پکا ارادہ کرے کہ اللہ کو ناراض نہیں کرنا ہے کتنا ہی حرام مزہ آئے، ایسے حرام مزے پر کروڑوں لعنت بھیجو، نظر کی حفاظت کرکے غم اُٹھانے کی عادت ڈالو، یہ نصیبِ دوستاں ہے، نصیبِ اولیاء ہے، غذائے اولیاء ہے، اس کے بدلے میں اللہ آپ کے قلب کو پیار عطا کرے گا کہ میرے بندے نے میرا قانون یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ[۲۹۲] نہیں توڑا، اپنا دل توڑ دیا، ایسے ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ پیار کرتا ہے کہ میری محبت میں اس نے دل توڑا، اپنی خوشیوں کا خون کیا اور مجھے خوش رکھا، مجھے خوش کرنے کے لیے اپنی خوشی کو ناخوشی میں کنورٹ (Convert) کیا، تو پھر اللہ کو رحم آتا ہے کہ اسی عالم میں کتنے لوگ عورتوں سے بدنظری کرکے حرام لذت اڑا رہے ہیں، لیکن میرا یہ بندہ ایسا ہے جو اپنے سینے میں قلبِ شکستہ رکھتا ہے، ٹوٹا ہوا دل رکھتا ہے، اور یہ نہیں کہ ایک دفعہ دل توڑ دیا، چوں کہ ہر وقت بے پردگی اور عریانی عام ہے تو مسلسل اپنے دل کو توڑتا رہتا ہے، تو ایسے شکستہ قلوب کو جو خدا کی یاد میں تسلسل کے ساتھ ٹوٹتے رہتے ہیں مگر حرام لذت اپنے اندر نہیں آنے دیتے ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں، بازغہ کہتے ہیں بارہ بجے دن کے سورج کو یعنی ان کے قلب پر نہایت قوی تجلی نازل ہوتی ہے اور وافرہ کے معنیٰ ہیں بہت زیادہ اور متواترہ یعنی مسلسل، کیوں کہ وہ ہر وقت، مسلسل غم اٹھاتے ہیں اور جب حالتِ غم میں نہیں ہوتے مثلاً مسجد میں بدنظری

---

[۲۹۱] الکھف:۲۸

[۲۹۲] النور:۳۰

کا کوئی موقع نہیں ہوتا تب بھی ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ جب تک جیتا رہوں گا آپ کا بن کے جیتا رہوں گا اور خونِ آرزو پیتا رہوں گا، حرام آرزو کی تکمیل نہیں کروں گا تو اس ارادۂ دائمہ اور مسلسلہ کی وجہ سے ان کے قلب پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ اور بازغہ عطا ہوتی ہیں اور ان کا چہرہ ترجمانِ قلب ہوتا ہے۔ جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا چہرہ اور آنکھیں ترجمانِ مولیٰ ہوتی ہیں، اس کے چہرے پر آپ کو مولیٰ کی تجلیات نظر آئیں گی، اور جن کے دل میں کوئی لونڈا یا کوئی لونڈیا ہوگی، کوئی معشوق یا معشوقہ ہوگی اس کے چہرے پر اس معشوق کے گراؤنڈ فلور کے جغرافیے ہوں گے، منحوسیت اور لعنت برس رہی ہوگی، ان کے چہروں پر پیشاب اور پاخانے کے مخارج یعنی سبیلین کے جغرافیے ہوتے ہیں، کیوں کہ اس کے دل میں وہی تمنا ہے کہ کوئی معشوق یا کوئی معشوقہ ملے تو اس کے پیشاب پاخانے کے مقامات میں مرور اور عبور کرکے سرورِ حرام حاصل کریں اور بے غیرتی اور کمینے پن اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کرکے مجرمانہ زندگی گزاریں۔

باوفا، باحیا، باخدا رہو

آپ کسی بے وفا کو دوست بنانا پسند نہیں کرتے، لہٰذا آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفا نہ رہو، اللہ کی دی ہوئی روٹی کھاتے ہو تو اللہ کے وفادار رہو، اگر دس دن کھانا نہ ملے تو بتاؤ معشوق تلاش کروگے یا روٹیاں مانگوگے؟ اسی لیے میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ باوفا رہو، باحیا رہو اور باخدا رہو۔ بس تین کام کرلو پھر دیکھو۔ دنیا میں تم ایک لیلیٰ کے چکر میں ہو وہ بھی عَلٰی مَعْرِضِ الْجُوْتَا ہے، پکڑے گئے تو جوتا پڑے گا، اور تقویٰ سے رہوگے تو تمہارے جوتے اٹھائے جائیں گے، نافرمانی کروگے تو سر پر جوتے پڑیں گے۔ عشقِ مولیٰ والوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور عشقِ لیلیٰ والوں کی کھوپڑی پر جوتے مارے جاتے ہیں۔

قدرتِ تقویٰ ہر ایک میں ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب تک جان ہے، ہمتِ تقویٰ ہے۔ اگر ہمتِ تقویٰ نہ ہو تو تقویٰ فرض نہیں رہے گا ورنہ ظلم ہوجائے گا۔ جب طاقتِ تقویٰ اور ہمتِ تقویٰ نہیں ہے پھر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے تو معلوم ہوا کہ مرتے دم تک ہمتِ تقویٰ اور طاقتِ تقویٰ موجود ہے، لیکن استعمالِ ہمتِ تقویٰ اور استعمالِ قدرتِ تقویٰ میں ہم مجرم ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[۲۹۳]

تم اللہ سے ڈرو جتنی تمہاری استطاعت ہے اور استطاعت کا استعمال کرنے ہی میں ہم غفلت برتتے ہیں جبکہ اللہ والے ہمیشہ غمگین رہتے ہیں، روتے ہیں کہ معلوم نہیں ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ یعنی جتنی ہماری قدرت ہے اتنا ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ جتنی ہماری نظر بچانے کی قدرت ہے اس قدرت کو ہم نے استعمال کیا یا نہیں یا ہم اس میں چور اور خائن ہیں، اسی فکر و غم میں وہ مرتے رہتے ہیں، ساری زندگی گھلتے رہتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔

حکیم الامت نے ایک عجیب بات فرمائی کہ جو شخص کہے کہ مجھے طاقت نہیں رہتی، حسینوں کو دیکھ کے میں پاگل ہو جاتا ہوں، پرانی عادت راسخ ہو چکی ہے، تو اس کا جواب حکیم الامت نے دیا کہ قدرت ہمیشہ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جس کام کو کرنے کی قدرت ہوتی ہے آدمی اس کو نہ کرنے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ جو آدمی ہاتھ اٹھا سکتا ہے وہ اسے نیچے بھی گرا سکتا ہے، جو حسینوں پر نظر ڈال سکتا ہے وہ ہٹا بھی سکتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ اس کی ایک مثال میں دیتا ہوں کہ اگر پولیس کا سپرانٹنڈنٹ کہے کہ یہ میرا لڑکا یا میری لڑکی ہے، جو نظر باز یہ کہتا ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر میں پاگل ہو جاتا ہوں وہ آج میری لڑکی کو دیکھ کر دکھائے اور ایک ہاتھ میں اس کے پستول بھی ہو تو وہاں اس کا نفس بڑا عقل مند بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا نظر بچانے کی طاقت ہے جبھی تو پستول دیکھ کر پاگل نہیں ہوا۔ آہ! مخلوق کے خوف سے نظر نیچی کرنے والو! اس بڑی طاقت کا بھی دھیان پیدا کر لو جسے ہماری نظر کی بینائی چھیننے یا ہمارے گردے بے کار کرنے کے لیے کسی پستول کی بھی ضرورت نہیں۔

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ صحبتِ شیخ میں اوّل تو **يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ** ضروری ہے کہ مخلص ہو اور گناہوں سے بچنے کا مجاہدہ کرے، اور دوسرے یہ کہ شیخ کی صحبت میں اس کے آداب کا خاص خیال رکھے۔ شیخ کے سامنے مٹ کر رہنا چاہیے، اس کی روک ٹوک اور ڈانٹ کو اپنی اصلاح کا ذریعہ اور شیخ کا پیار سمجھنا چاہیے، یہ نہیں کہ شیخ نے کسی بات پر ٹوک دیا یا پکڑ ہو گئی کہ یہ کام کیوں کیا تو اگر مگر اور بحث بازی شروع کر دی۔ اس میں ایذائے شیخ ہے۔

---

[۲۹۳] التغابن:۱۶

شیخ کے مواخذہ پر اعترافِ قصور کی تعلیم

ایک صاحب سے مولانا شاہ ابرارالحق صاحب بہت ناراض تھے، کئی برس سے ان کی خط وکتابت چل رہی تھی، میں حیدر آباد دکن گیا تو حضرت نے ان کو تار دے کر بلوایا اور فرمایا کہ تم اپنے معاملات کے سارے خطوط دکھاؤ، انہوں نے شیخ سے بڑی اگر مگر لگارکھی تھی کہ اس میں یہ بات ہے، اس میں یہ وجہ ہے اور آپ ذرا ذرا سی بات میں ناراض ہو جاتے ہیں، تو حضرت نے لکھا کہ میں جتنا ناراض ہوتا ہوں اتنا ہی جلد راضی بھی تو ہو جاتا ہوں۔ شیخ نے ان کو میرے حوالے کر دیا کہ تم اس کو سمجھاؤ تو میں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ اگر مگر چھوڑ دو سیدھا سیدھا لکھ دو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، اپنی تمام خطاؤں کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ ان شاء اللہ احتیاط کروں گا۔ یہ ایسے جملے ہیں کہ جس سے شیخ کو اذیت نہیں پہنچتی۔

بس کیا کہیں، بے وقوف انسان اس کو سمجھتا نہیں ہے، اسی سے شیخ کو تکدر ہوتا ہے اور اذیت پہنچتی ہے۔ مرید یہ سمجھتا ہے کہ میں اگر مگر لگا کر دائرۂ مواخذے سے نکل جاؤں گا، مگر یہ اللہ کے راستے کا ادب نہیں ہے، فوراً اعتراف کرلو اگرچہ قصور نہ بھی ہو۔ جو مزہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا میں ہے وہ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ میں نہیں ہے، جیسا کہ شیطان نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور اس میں کبریٰ محذوف ہے، وہ کیا ہے کہ اَلنَّارُ اَفۡضَلُ مِنَ الطِّیۡنِ آگ افضل ہے مٹی سے، تو گویا آپ افضل کو فاضل کے سامنے سجدے کا حکم دے رہے ہیں؟ ابلیس اللہ میاں کو یہ مشورہ دے رہا ہے۔

آیت رَبَّنَا ظَلَمۡنَا... الخ سے ادبِ اعترافِ قصور کی دلیل

اسی لیے کہتا ہوں کہ شیخ کے ساتھ اگر مگر اور بحث ومباحثہ عذر وتاویلات کا شیطانی راستہ اختیار نہ کرو بلکہ سیدھا سیدھا اعترافِ قصور کرلو۔ اگر کوئی پوچھے کہ یہ اعترافِ قصور آپ نے کہاں سے سیکھا تو سن لو کہ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے رَبَّنَا ظَلَمۡنَا نے یہ بتایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میں بھول گیا تھا، لیکن آپ نے اعترافِ قصور کرلیا۔

جب آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کو کھالیا تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ فَنَسِیَ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے وَ لَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا[۲۹۴] ان کے قلب میں خطا کے ارادے کا ایک ذرّہ تک نہیں تھا،

۲۹۴؎ طٰهٰ:۱۱۵

عَزۡمًا نکرہ ہے اور لَمۡ نفی ہے تو عَزۡمًا نکرہ تحت النفی ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اِنَّ النَّکِرَۃَ اِذَا وَقَعَتۡ تَحۡتَ النَّفۡیِ تُفِیۡدُ الۡعُمُوۡمَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کے دل میں ارادۂ نافرمانی کا ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ بھی نہیں دیکھا، اس سے بڑی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ لیکن پھر بھی حضرت آدم علیہ السلام نے کوئی عذر نہیں پیش کیا، یہ نہیں فرمایا کہ یا اللہ! میں بھول گیا تھا، جب شیطان نے آپ کا نام لیا اور قسم اٹھائی تو آپ کے نام سے میں اتنا مست ہو گیا تھا کہ آپ کا حکم بھول گیا، جبکہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ بھول گئے تھے۔ شیطان ظالم نے قسم کھائی تھی کہ اے آدم! اللہ کی قسم! اگر تم نے اس ممنوعہ درخت کو کھالیا تو تم ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ حکیم الامت فرماتے تھے کہ اللہ کے نام سے آپ پر نشہ طاری ہو گیا تھا۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا

ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

غلبۂ لذتِ اسمِ مبارک سے آپ کو نسیان ہو گیا تھا، لیکن رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کا جو مزہ آپ نے لیا اس کے مقابلے میں دنیا میں کوئی مزہ نہیں کہ اے ہمارے پالنے والے! ہم سے قصور ہو گیا۔

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٚ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ[۲۹۵] کا مزہ عاشقوں سے پوچھو، رَبَّنَا کہتے ہی مزہ شروع ہو گیا کہ اے ہمارے پالنے والے! پھر ظَلَمۡنَا کا مزہ الگ کہ ہم نے ظلم کیا اَنۡفُسَنَا نے مزہ اور بڑھادیا کہ آپ کا کچھ نقصان نہیں ہے ہم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے، وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ تو ہر ہر لفظ کا مزہ الگ ہے۔

بعضے ظالموں کو یہی سکھاتا ہوں کہ اگر مگر مت لگایا کرو، اللہ کا راستہ عقل کا راستہ نہیں ہے، یہ فنائیت کا راستہ ہے، اپنے بڑوں کے سامنے بالکل مٹ جاؤ، یہ نہ سوچو کہ شیخ میری غلط گرفت کر رہا ہے، شیخ خطا پر ہے اور میں حق پر ہوں۔ بتاؤ! کسی کو میری اس تقریر پر کوئی اِشکال ہے؟ بولو بھئی! کیا قرآنِ پاک کا استدلال آپ کے لیے باعثِ تسلی نہیں ہے کہ فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا کے علمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کہہ رہے ہیں۔ اگر ناقص عشق نہیں ہے، محبتِ کاملہ ہے تو اسی میں مزہ آتا ہے کہ مجھ سے قصور

۲۹۵؎ الاعراف:۲۳

ہو گیا، خطا ہو گئی۔ آہ! کیا کہوں، کاش! یہ عبدیت ہمارے قلوب میں اللہ داخل فرمادے کہ عذر موجود ہے اور اللہ کا فرمان بھی ہے پھر بھی اعترافِ قصور کر رہے ہیں۔ جب ری یونین میں میری یہ تقریر ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ آج تو عجیب مزہ آیا۔

اعترافِ قصور شرافتِ بندگی کی دلیل ہے، اور اگر مگر کمینہ پن اور خباثتِ طبع کی دلیل ہے، اس کے اندر شیطانی مادّہ چھپا ہوا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ ہم اپنے کو مٹائیں، اس لیے اگر مگر لگاتا ہے کہ یہ بات یوں نہیں تھی، ایسے ہو گئی تھی، یہ ہو گیا تھا اور مجھے خیال نہ رہا، اس میں وہی شیطانی بات اور بے ادبی ہے کہ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ میرا نفس بُری ہے، آپ مجھ پر گرفت غلط کر رہے ہیں۔

بے ادبی کا سبب کبر ہے

اور بے ادبی کا سبب بہت چھپا ہوا کبر ہوتا ہے جس کو خود یہ بھی نہیں سمجھتا، اس کو اپنی ہستی کا احساس ہوتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ حضورِ شیخ میں اپنے کو کچھ سمجھنا بے وقوفی ہے، اس مخفی کبر کی دلیل کیا ہے؟ اس کو غور سے سن لو۔ شیطان نے جو کہا کہ آپ نے ہم کو آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ افضل ہے مٹی سے، آگ کا مرکز اوپر ہے، زمین نیچے ہے تو ایک عالی سے آپ سافل کو سجدہ کرا رہے ہیں؟ اَبٰی وَ اسۡتَکۡبَرَ یہی دلیل ہے کہ اس کے اندر خفیہ کبر موجود تھا، یہ جو اَبٰی ہے اِسۡتَکۡبَرَ اس کا سبب ہے، اَبٰی مسبب ہے، استکبار سبب ہے، اَبٰی معلول ہے، اِسۡتَکۡبَرَ اس کی علت ہے، اس لیے فنائے نفس کی اللہ سے دعا کرو۔ پھر دعا کرو کہ یا اللہ! ہم سب کو اتنا مٹادے کہ ہم کو اپنے مٹنے کا احساس بھی نہ ہو، مقامِ فناءُ الفناء نصیب فرما اور اتنا مٹادے جتنا مٹنا آپ کو پسند ہے۔ آہ! بتاؤ میر صاحب! کیسی پیاری دعا ہے کہ اے خدا! ہم سب کو اتنا مٹادے جتنا مٹنے سے آپ خوش ہو جائیں اور عظمتِ شیخ کا حق ادا ہو جائے۔

اغلاط کی تاویلات میں نقصان ہی نقصان ہے

بولو! عظمتِ شیخ اس میں ہے کہ میرا نفس بَری ہے، آپ غلط میرا مواخذہ کر رہے ہیں؟ یا اعترافِ قصور میں ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا آدمی اور ڈانٹ کھاتا ہے۔ بعضے لوگ خانقاہوں سے نکال دیے گئے، مخلوق میں بھی ذلیل ہوئے اور شیخ کو جو دُکھ پہنچا وہ الگ، مرید کے لیے وہ مستزاد عذاب ہے۔ بولو! شیخ کو ایذا پہنچانے والے سے بڑھ کر کوئی مجرم ہے؟ اس لیے میں بہت ڈرتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب میرے شیخ کو ایک آدمی پر غصہ آیا اور اسی وقت فالج کا اٹیک ہو گیا، ایسے مُوذی مریدوں سے اللہ

بچائیے جن کو سمجھانے کے باوجود بھی احساس نہیں ہے۔

میں نے بتا دیا کہ میں دل کا مریض ہوں، غصہ دل کی رفتار کو بڑھا دیتا ہے۔ اگر تم نے شیخ کو غصہ دلایا اور اعترافِ قصور کی راہ اختیار نہ کی کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، اگر مگر لگایا اور اس کی تکلیف سے غصہ بڑھا اور اس کو فالج ہو گیا تو تم کیا منہ دکھاؤ گے قیامت کے دن؟ بولو بھئی! یہ کوئی اچھا کام ہے؟ شیخ کو غصہ دلا کر، غصہ بڑھا کر اگر اس کو فالج میں مبتلا کر دیا تو آپ کا یہ فعل کیسا ہے؟ اس لیے کہتا ہوں کہ اپنی حماقت سے توبہ کرلو، سب لوگوں کے فائدے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر مگر لگا کر شیخ کو اذیت مت پہنچاؤ، خاص کر جو لوگ رات دن ساتھ رہتے ہیں، جب کبھی بھی شیخ گرفت کرے تو فوراً کہو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے، خطا ہوگئی معافی چاہتا ہوں۔ اگر اس کے بعد آپ کو عافیت نہ ملے تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔ بولیے عافیت میں جانا چاہتے ہو یا مصیبت میں؟ ان دو جملوں سے کہ خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، شیخ آرام اور صحت سے رہے گا، غصے سے اس کے قلب کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، جس میں اس کی صحت کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اگر تم شیخ سے محبت کرتے ہو تو شیخ کی صحت کو نقصان پہنچانے والی حرکتوں سے بچنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر مگر لگانے سے اس کو تکدر ہوتا ہے اور تکلیف پہنچتی ہے، خاص کر جو شیخ دل کا مریض بھی ہو تو ایسے شیخ کو اذیت پہنچانا اور زیادہ حرام ہے یا نہیں؟ اور اللہ کے غضب کو خریدنا ہے یا نہیں؟ بہت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں بعض لوگوں کو بار بار سمجھاتا ہوں، مگر وہ پھر یہ سبق بھول جاتے ہیں اور اگر مگر لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

اس مضمون کو ایک بہت عمدہ مثال سے سمجھاتا ہوں۔ ایک بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی میں گھس جاؤ مگر کپڑا نہ بھیگنے پائے، وہ پانی میں گھس گیا مگر کپڑا بھیگ گیا، بادشاہ نے کہا کہ کپڑا کیوں بھیگا؟ کہا حضور خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں۔ جن لوگوں پر عقل کا غلبہ ہے وہی شیخ کو دُکھ پہنچاتے رہتے ہیں، غلبۂ عقل سے کام مت لو غلبۂ عشق سے کام لو، ناکردہ خطاؤں پر بھی یعنی اگر خطا نہیں بھی ہوئی تب بھی کہہ دو کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف کر دیجیے۔ تو امن کا راستہ چھوڑ کر خود بھی پریشان ہوتے ہو اور شیخ کو بھی پریشان کرتے ہو۔ راہِ امن کیوں نہیں اختیار کرتے؟ دو جملے کہہ لو تاکہ آگے کوئی سوال وجواب ہی نہ ہو، اعتراف کرلو کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، آئندہ نہیں کروں گا۔

میرے بیٹے مولانا مظہر جب کم عمر تھے، پڑھ رہے تھے، تو کسی بات پر میں نے ان کی پٹائی کا ارادہ کیا تو وہ بھاگے نہیں، اور لڑکے ہوتے تو وہ بھاگ جاتے، اللہ تعالیٰ مولانا مظہر کے درجات کو بلند فرمائے، دل سے

دعا نکلتی ہے، تو وہ بھاگے نہیں بلکہ میرے پاس بیٹھ گئے اور ٹوپی بھی اتار لی اور کہا کہ ابّا مجھے جتنا چاہیں مار لیں، تو اس ادا سے میں خود رونے لگا۔

اس لیے اپنے دوستوں کو سکھاتا ہوں، مگر پتا نہیں کیوں ان کے دماغ میں ادب کی یہ باتیں نہیں گھستیں، دماغی کمزوری ہے یا کیا ہے، بھول جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ بیٹا اعترافِ قصور اور سزا کے لیے تیار ہوا تو باپ خود رونے لگا۔ غصہ ختم کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو بار بار کہتا ہوں کہ جب شیخ گرفت کرے تو چاہے تمہارے پاس لاکھ عذر ہوں مگر کچھ نہ بولو، بس یہ کہہ دو کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے اعترافِ قصور ہے، میں نالائق ہوں، نادان ہوں، مجھ سے غلطی ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، بس بات ختم۔ معافی مانگنے سے بات کبھی بھی آگے نہیں بڑھے گی، چاہے تمہارے دماغ میں کتنا ہی خناس آئے کہ اس وقت ہم قابلِ گرفت نہیں ہیں، ہم پر ظلم ہو رہا ہے، یہ شیطانی مرض ہے۔ یہی سمجھ لو کہ جس مقام سے شیخ گرفت کر رہا ہے اس مقام کو ہم نہیں سمجھ پا رہے، اگرچہ ہماری خطا چھوٹی سی ہے۔

شیخ کی نظر مرید کے تمام مصالحِ دینیہ کو محیط ہوتی ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بعض وقت خطا چھوٹی سی ہوتی ہے مگر اس کا منشاء اور جڑ خطرناک ہوتی ہے، مثلاً اس میں کبر چھپا ہوتا ہے۔ بعض وقت میں شیخ بڑی خطا کو معاف کر دیتا ہے اور چھوٹی خطا پر سخت گرفت کرتا ہے، کیوں کہ اس کی نظرِ اصلاح مرید کے مصالحِ دینیہ کا دور تک احاطہ کر رہی ہوتی ہے، لہٰذا دو جملے میں خود بھی آرام سے رہو اور شیخ کو بھی آرام سے رکھو۔ بولو بھئی! شیخ کو آرام سے رکھنا مطلوب ہے یا نہیں؟ خاص کر جو رات دن ساتھ رہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنی چاہیے جنہوں نے اپنے شیخ کو اپنی حماقتوں سے ایذا رسانی کی۔

تو اگر مگر لگانے کے بجائے فوراً اعترافِ قصور کرو۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ مجھے تاویلات کرنے والوں پر ہمیشہ غصہ آتا ہے، اگر وہ کہہ دیں کہ خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں تو بات ختم، شیخ اس سے زیادہ کیا چاہے گا، شیخ خود چاہتا ہے کہ تم بھی آرام سے رہو اور میں بھی آرام سے رہوں۔ یہ قابلیت کا راستہ نہیں ہے، یہ عاشقی اور آہ وزاری اور نیاز مندی کا راستہ ہے، اپنی سب قابلیت کو لات مار دو اور یہ کہو کہ ہم کچھ نہیں ہیں، جاہلِ مطلق ہیں۔ ان تاویلات میں نفس کا بہت بڑا چور ہے، شیطان نہیں چاہتا کہ اپنے اوپر کوئی بار آئے، بارِ خطا جو نعمت تھی اس کو یہ بے وقوف حماقت سے نہیں سمجھا۔

خدمتِ شیخ کے لیے عقل و فہم کی ضرورت ہے

میں کہتا ہوں کہ عشق کے ساتھ تھوڑی سی دانائی بھی شامل کرلو، شیخ کی محبت میں جان دو مگر شیخ کو ستا ستا کے پاگل یا فالج میں مبتلا نہ کرو، شیخ کی خدمت دانائی کے ساتھ کرو، پاگلوں کی طرح سے محبت و خدمت مت کرو جیسے ایک ریچھ نے محبت کی تھی۔ ایک ریچھ اپنے مالک کو پنکھا ہنکارہا تھا، اس نے ریچھ کو سکھادیا تھا، ایک مکھی اس کے مالک پر بیٹھی تو اس نے ہانک دیا پھر بیٹھی پھر ہانک دیا جب تین چار دفعہ بیٹھی تو ریچھ ایک پتھر لے آیا اور اس مکھی کو زور سے مارا تو مالک کی ناک پھٹ گئی اور وہ مر گیا، تو نیت تو اس کی اچھی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نیت تو آپ کو اذیت دینے کی نہیں تھی تو ریچھ والی محبت مت کرو، اللہ سے عقل و فہم مانگو، اللہ سے رو رو کے یہ کہو کہ اے خدا! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعا گو بنا اور ان کی آنکھیں مجھ سے ہمیشہ ٹھنڈی فرما، میری ذات سے ان کو ایک اعشاریہ بھی غم یا تکدر نہ پہنچے۔ یہ دعا بہت ضروری ہے۔ اگر اس دعا کی توفیق نہیں ہے تو وہ ظالم محروم القسمت ہے، شقاوتِ ازلیہ اس کے مقدر میں ہے۔

دو نعمتیں: (۱) اتباعِ سنت، (۲) رضائے شیخ

حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جس کو اتباعِ سنت اور رضائے شیخ نصیب ہو تو اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں، اور اگر اتباعِ سنت تو کرتا ہے مگر شیخ کو ناراض کیے ہوئے ہے تو شیخ کو ناراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ کو ناراض کرے، تو جس طرح ماں باپ کو خوش کرنا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی رضا بھی ضروری ہے اور جو شیخ کو ناراض رکھتا ہے تو یہ شخص بھی محروم رہے گا اور اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں، اگر اس کو روشنی بھی نظر آتی ہے تو سمجھ لو سب دھوکا ہے۔

شیخ دروازۂ فیض ہے

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک بات دل میں ڈالی کہ شیخ دروازۂ رحمت اور دروازۂ فیض ہے، مبدأ فیاض سے بندے تک وہ بیچ میں کٹ آؤٹ اور واسطہ ہوتا ہے، اور ہر انسان اپنے دروازے کی صفائی کو محبوب رکھتا ہے اور دروازے کو گندا رکھنا مشابہ یہودیت ہے، یہودی لوگ اپنے دروازے کو گندا رکھتے تھے۔ تو شیخ اللہ کا دروازہ ہے، لہٰذا دروازے کو صاف رکھنا، خوش رکھنا، تکدر نہ ہونے دینا، یہ مطلوب ہے یا نہیں؟ جس طرح انسان اپنے دروازے کی گندگی سے ناراض ہوتا ہے، غم محسوس کرتا ہے تو جو شیخ کو ستاتا ہے یا ناراض رکھتا ہے،

اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس دروازے کو ناراض کرنے والے کو اپنے فیضِ رحمت سے محروم کردیتا ہے۔

دریائے رحمت سے جو ٹونٹی تم کو مل رہی ہے اگر کوئی اس ٹونٹی میں نجاست لگادے تو اس میں سے جو پانی آئے گا تم کو بدبودار لگے گا، لیکن اس میں دریا کا قصور نہیں ہے، تم نے ٹونٹی میں نجاست کیوں لگائی؟ لہٰذا شیخ کو مکدر مت کرو بلکہ گاہے گاہے اس کو خوش کرو، کبھی غلطی ہوجائے تو فوراً معافی مانگ لو تاکہ اس پر اللہ کی رحمتوں کی جو بارش برس رہی ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے اور ہم جو طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق تھے تو ہم پر طرح طرح کی نعمتیں برس جائیں۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ کتنے ہی بڑے ہوجاؤ دو چیز جس کے اندر ہے، اتباعِ سنت اور رضائے شیخ اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں، اور جس سے شیخ ناراض ہو یا سنت کی اتباع نہ ہو تو اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے۔ اس لیے سمجھاتا ہوں کہ اپنی عاقبت مت خراب کرو، ایک دفعہ سمجھ لو کہ فائدہ اعترافِ قصور میں ہے، فوراً کہو کہ مجھ سے خطا ہوئی، معافی چاہتا ہوں، اگر عذر بھی ہے تو وہ بھی اس وقت مت پیش کرو۔ جب بادشاہ حرص چاہتا ہے تو قناعت پر خاک ڈالو، جب شیخ تم سے اعترافِ قصور مانگتا ہے تو تم اپنی عقل پر خاک ڈالو۔

محبت میں بعض دوست ایسے ہیں کہ شاید روئے زمین پر ان سے زیادہ کوئی محبت کرنے والا نہ ہو، مگر وہ اپنی نادانی اور اپنے نفس کے وجود سے اور فنائے نفس کے نہ ہونے سے اگر مگر لگا کر اذیت پہنچانے میں بھی روئے زمین پر اوّل نمبر ہوتے ہیں۔ جہاں وہ محبت میں روئے زمین پر اوّل نمبر ہیں وہاں ایذارسانی میں بھی اوّل نمبر ہوتے ہیں، ایسا شخص شیخ کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے اس نسخے کو یاد کرلو اور دنیا اور آخرت برباد مت کرو، اگر تمہارے دل میں محبت ہے تو محبت کا حق ادا کرو، تم کیوں نہیں چاہتے کہ میرا محبوب خوش رہے، اس کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی رہیں، اس کا بال بال ہمارے لیے دعاگو رہے۔ بولو بھئی! محبت کیا چاہتی ہے؟ محبوب کو اذیت پہنچانا یا محبوب کو خوش رکھنا؟ تو اپنی عقل پر خاک ڈالو، جو محبوب چاہتا ہے اس طرح سے رہو۔

محبت نام ہی اس کا ہے کہ اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی میں فنا کردے۔ محبوب سے محبت اپنی مرضی سے کرنا یہ بدعت ہے اور محبوب سے محبت محبوب کی مرضی سے کرنا یہ سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق محبت کرنا سنت ہے اور مقبول ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے محبت کرنا یہ بدعت ہے اور مردود ہے۔ بتایئے! یہ بدعت کی کیسی تعریف ہے! ورنہ بدعتی نعوذ باللہ! دشمن نہیں ہے، اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سے خوش ہو جائیں، لیکن چوں کہ بدعتی کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہیں ہے اس لیے اس کی محبت غیر مقبول ہے، مردود ہے۔

عقل عقل سے نہیں فضل سے ملتی ہے

اور یاد رکھو! کہ محبوب کی مرضی کے مطابق محبوب سے محبت کرنا اور اپنی مرضی کو فنا کرکے اس کو خوش رکھنا اس مقام کو عقل سے نہیں پاسکو گے۔ یہ جملہ یاد رکھو کہ عقل سے عقل نہیں ملتی، فضل سے عقل ملتی ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائیں گے تب سمجھ آئے گی کہ میں اب تک کس حماقت میں مبتلا تھا۔ اس لیے اللہ سے فضل مانگو کہ اے خدا! مجھے ایسا ادب سکھادے کہ میرا شیخ مجھ سے خوش رہے۔

اللہ سے عقل مانگو، ادب مانگو اور شیخ کے دل میں اپنی محبوبیت مانگو کہ ہم تو نالائق ہیں مگر آپ میرے شیخ کے قلب میں مجھ کو پیارا بنادیجیے۔ دنیا میں سب سے بڑا رشتہ شیخ کا ہے، کسی کے لاکھوں کروڑوں مرید ہوں، کروڑوں تصنیفات ہوں لیکن اگر شیخ کے دل میں وہ محبوب نہیں ہے تو خطرے میں ہے، اس لیے شیخ کو ہر طرح سے خوش رکھو۔

حضرت میاں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خادم حضرت غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ میاں! تم مجھے بہت آہستہ آہستہ پنکھا جھل رہے ہو، کیا ہاتھ میں جان نہیں ہے؟ پھر انہوں نے اتنا زور سے جھلا کہ حضرت نے فرمایا کیا اُڑادے گا مجھ کو؟ تو ان کے منہ سے نکل گیا کہ کسی طرح چین نہیں ہے، ہلکا پنکھا جھلتا ہوں تو آپ کہتے ہیں ہاتھ میں جان نہیں ہے، تیز جھلتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اڑادے گا۔ حالاں کہ ان کو کہنا چاہیے تھا کہ حضرت دونوں صورتوں میں معافی چاہتا ہوں، اب درمیانی رفتار سے جھلوں گا مگر وہی بات ہے کہ جب تک خدا عقل نہ دے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ بعد میں انہوں نے اپنے قصور کی خوب تلافی کی اور شیخ نے بھی انہیں معاف فرمادیا اور بہت دین کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔

اور دیکھو! اپنا شیخ تو کیا، کسی بھی اللہ والے کا دل نہ دُکھاؤ۔ اپنے شیخ کے علاوہ بھی جو لوگ اللہ والے صاحبِ نسبت ہیں میں نے کبھی ان کا دل بھی نہیں دُکھایا، اور اگر دل دُکھانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تب بھی اپنی بے وقوفی اور نادانی سے شیخ کو تکلیف مت پہنچاؤ، عقلِ سلیم کے لیے دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے عقلِ سلیم نصیب فرما اور میری عقل پر اپنے فضل کا سایہ نصیب فرما کہ میری وجہ سے میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے، کیوں کہ عقل سے اللہ کا راستہ نہیں طے ہوتا، فضل سے طے ہوتا ہے، سمجھ گئے! ورنہ عقل ہوتے ہوئے بھی بعض

لوگ شیخ کے دل کو مکدر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا فضل کی ضرورت ہے۔

کام بنتا ہے فضل سے اخترؔ
فضل کا آسرا لگائے ہیں

اس لیے اللہ سے شیخ کے تکدر سے پناہ مانگتے رہو۔

حکیم الامت نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کڑوی دوا پلانا چاہ رہے تھے اور آپ انکار کر رہے تھے، مگر جب آپ کو تھوڑی سی غشی آئی تو دوا پلا دی، بعد میں جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ جس جس نے مجھے کڑوی دوا پلائی تھی اس کو یہ کڑوی دوا پلا دو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندیشۂ عذاب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اخلاص سے بھی اذیت مت پہنچاؤ۔ یہ بہت نازک مسئلہ ہے، سوائے اللہ سے پناہ مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اللہ ہم سب سے ہمارے بزرگوں کو خوش رکھے اور ان کے بال بال کو دعاگو رکھے اور ان کے تکدر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

اصلی عاشقِ شیخ

میں جب اپنے شیخ کو خط لکھتا ہوں تو تین دفعہ **یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ** پڑھ کے پھونک مارتا ہوں کہ میرے کسی لفظ سے میرے شیخ کو ایک اعشاریہ بھی تکدر نہ ہو۔ اصلی عاشق وہ ہے جو اس دعا میں مر رہا ہو کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی ایسی حرکت وسکون یا کوئی ایسا قول و فعل نہ ہو جس سے میرے شیخ کو ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ بھی تکدر ہو، یہ اصلی عاشق ہے۔ پیر دبانے اور دوا پلانے کا نام عشق نہیں ہے، ناراضگی سے بچنے والا زیادہ اعلیٰ درجے کا دوست ہے۔ جس طرح گناہ سے بچنے والا اللہ کا زیادہ بڑا ولی ہے، ایسے ہی شیخ کو اذیت نہ پہنچانے والا شیخ کا زیادہ دوست ہے۔

یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کے دعا کرو کہ اے اللہ! اپنے ان اسماء کی برکت سے میرے شیخ کے دل میں مجھ کو پیارا بنا دے، اگر بیوی پڑھے گی تو شوہر کی نظر میں پیاری بنے گی اور شوہر پڑھے گا تو بیوی کی نظر میں پیارا بن جائے گا، امام پڑھے گا تو کمیٹی کی نظر میں پیارا ہو جائے گا اور کمیٹی پڑھے گی تو امام تختہ نہیں اُلٹے گا۔ **یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ** یہ عجیب نام ہیں، ورنہ سب کچھ ہونے کے باوجود بعض وقت آدمی نگاہ میں کھٹکتا رہتا ہے۔

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

بعض وقت بے ہنر، ناک کی چپٹی بیوی کو شوہر پیار کرتا ہے، اور دوسری طرف نہایت حسین بیوی کی پٹائی ہوتی ہے۔ میرے پاس ایسے کتنے واقعات آئے کہ بیوی نہایت حسین ہے مگر بیچاری ہر وقت مار کھارہی ہے اور اس کے مقابلے میں کالی کلوٹی چپٹی ناک والی کو اس کے شوہر کا پیار مل رہا ہے، تو اپنی قابلیت کو مت دیکھو کہ میں تو شیخ کو اتنا آرام پہنچاتا ہوں اور شیخ بلاوجہ مجھ سے ناراض ہے، یہ دیکھو کہ۔

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

حکیم الامت کا جملہ یاد رکھو کہ جس کو دو چیزیں یعنی اتباعِ سنت اور شیخ کی رضا حاصل ہو پھر اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں۔ اور جو ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والے ہیں ان پر زیادہ ذمہ داری ہے کہ میری ذات سے شیخ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ جو چوبیس گھنٹہ شیخ کے ساتھ رہتا ہے اس کی رفاقت میں حَسُنَ بہت ضروری ہے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حَسُنَ کیوں نازل فرمایا؟ اس لیے کہ ساتھ تو رہو مگر رفاقت حسین ہو۔ اس لیے ایک ایک لفظ کو پہلے سوچو پھر بولو، زیادہ بات بھی نہ کرو کہ بعض وقت احمقانہ الفاظ سے شیخ کو اذیت پہنچے گی۔

کوئی کتنا ہی بے وقوف ہو اگر وہ اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل میں نور ڈال دے گا، اللہ کا فضل عقل کے ساتھ جب مل جائے گا تو اس کی عقل میں اُجالا آجائے گا اور وہ ہمیشہ اچھا کام کرے گا اور کامیاب ہو جائے گا۔ بعض وقت بے وقوفوں نے اللہ کو راضی کر لیا اور عقل مندوں سے نالائقیاں ہو گئیں۔ بے وقوف نے اپنی نادانی کے باوجود اپنی چھوٹی سی عقل سے اللہ کو اللہ سے مانگ لیا اور عقل مند نے ناز کیا کہ میں تو بہت ہی قابل ہوں اور اس نے نہیں مانگا تو عقل والوں سے ایسی نالائقیاں صادر ہوئیں جس کی حد نہیں۔

موذی مرید

حکیم الامت کا ایک مرید تھا، اتنا قابل تھا کہ جب حضرت والا اُردو میں بیان کرتے تھے تو وہ عربی میں لکھتا تھا، مگر اس ظالم کو اپنی ذہانت پر تکبر ہو گیا، اپنی عقل پر اللہ کے فضل کو نہیں مانگا، نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت والا کے مسلک کے خلاف ہو گیا اور خانقاہ میں بیٹھ کر مقابلے شروع کر دیے، حضرت نے فرمایا کہ اگر تم کو مخالفت کرنی ہی ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ لیکن وہ نہ گیا، اس کو اپنی عقل پر اتنا ناز ہوا کہ میں حق پر ہوں،

شیخ اس مسئلے میں غلطی پر ہیں، شیخ سے بحث شروع کر دی، پھر حکیم الامت کو بد تمیزی کے خط لکھنے شروع کر دیے حالاں کہ حضرت سے خلافت بھی پا گیا تھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافر کو جو القاب لکھتے تھے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی حکیم الامت کو وہ القاب لکھنے شروع کر دیے، اسلامی سلام بھی نہیں لکھتا تھا کافروں والا اسلام لکھتا تھا۔ حضرت حکیم الامت کا رسالہ ہے "موذی مرید"، میں نے خود اس میں یہ سب پڑھا۔ حضرت نے رسالے کا نام ہی "موذی مرید" رکھ دیا۔

اس لیے کہتا ہوں خدا کے لیے موذی مت بنو، آرام نہ پہنچاؤ تو اذیت بھی نہ پہنچاؤ، اور اپنی عقل پر اللہ کے فضل کو ہمیشہ مانگتے رہو، اللہ ارحم الراحمین ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بندہ اللہ سے مانگے کہ یا اللہ! میری عقل کے ساتھ اپنا فضل شاملِ حال فرما دے تاکہ میرے شیخ کا بال بال میرے لیے دعاگو رہے اور اللہ اس کی دعا قبول نہ فرمائیں۔

حضرتِ والا کی ایک خاص دعا

میں مسجد میں ہوں اور قسم بھی اٹھا سکتا ہوں کہ میں یہی دعا کرتا ہوں: یا اللہ! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعاگو بنا دے اور ان کے قلب میں اختر کو پیارا بنا دے۔ کیا کہوں، آج راز کی بات ظاہر کیے دیتا ہوں کہ میں یہ دعا مانگتا ہوں۔ جتنے حضرت کے مرید ہیں اللہ مجھے سب سے زیادہ پیارا بنا دے، اَحَبُّ الْمُرِیْدِیْنَ بنا دے، اَحَبُّ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ بنا دے، اَحَبُّ الْخُدَّامِ بنا دے۔ ہماری عقل پر یا اللہ! اپنا فضل شامل فرما دے تاکہ ہم اپنے بڑوں کو ہمیشہ خوش رکھیں۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب

اے اللہ! اختر کو میرے احباب کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور میرے احباب کو میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ بے ادبی، بے وقوفی اور نالائقی سے حفاظت عطا فرما، اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے بڑوں کے سامنے اعترافِ قصور اور اعترافِ خطا اور فوراً معافی مانگنے کی توفیق نصیب فرما دے اور اگر مگر کی تاویلات سے حفاظت فرما اور ہم کو اور ہمارے احباب کو ایک سو بیس سال کی عمر دے دے اور خوب خوب سارے عالم میں دین کی محنت اور خدمت اور اپنی محبت کے نشر کے لیے ہم سب کو گروہِ عاشقاں نصیب فرما اور سارے عالم میں پھرا دے اور فضل فرما دے۔ یا اللہ! جتنے دشمن ہیں سب کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات مقدر فرما دے۔

رموزِ احکامِ الٰہیہ کے درپے نہ ہوں

کیا کہوں، حاسدوں سے تکلیف تو ہوتی ہے، لیکن وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا[۲۹۶] کی اس آیت سے تسلی ہوتی ہے کہ اللہ نے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیا، مگر یہ جَعَلْنَا میں جو جَعْل ہے اس سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جب ان دشمنوں کو اللہ ہی نے دشمن بنایا ہے تو ان کا کیا قصور ہے؟ تو حکیم الامت نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ جَعْل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے، جیسا کہ اللہ نے سور پیدا کیا وہ پاخانہ کھاتا ہے تو بہت سے تکوینی راز ہیں جن کا سمجھنا ہم پر فرض نہیں ہے، بس ایمان لانا کافی اور ضروری ہے، آخرت میں سب راز منکشف ہو جائیں گے۔ اور پھر ہم کو راز سے کیا مطلب! رُموزِ مملکت کو مالک جانے، اپنی مملکت اور سلطنت کے راز کو بادشاہ جانے، ہمیں تو اپنا انعام لینا ہے، سموسے پاپڑ کھاؤ، کہاں کی تفتیش کر رہے ہو، بس زیادہ رُموز کو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرو۔

دین کا کوئی مسئلہ یا بزرگوں کی کوئی بات سمجھ نہ آنے پر کیا کرنا چاہیے؟

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب کوئی بات یا دین کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو میں نہ جاننے والی تھیلی میں اس کو ڈال دیتا ہوں اور بے فکر رہتا ہوں، ورنہ ہر وقت کھٹک رہے کہ بھئی اس میں کیا راز ہے، اس میں کیا راز ہے، تو بجائے اللہ کو یاد کرنے کے دل ان ہی چیزوں میں لگا رہے گا۔

اور فرمایا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سمجھو کہ اور بھی تو کتنی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں سمجھتے، ایک یہ بھی سہی، تو نہ سمجھنے والی تھیلی میں اس کو ڈال دو۔ ایسے ہی فرمایا کہ جب ہمیں اپنے بڑوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو وہاں بھی میں یہی کہتا ہوں کہ میرا شیخ جس مقام پر ہے، اللہ سے وہ جو بات سمجھ رہا ہے ہم بہت پیچھے ہیں، ہماری نظر وہاں تک نہیں جارہی ہے۔ بس ہم یہی سمجھتے ہیں کہ جو میرا شیخ کر رہا ہے سب ٹھیک ہے، ہم خطا پر ہیں، میرا شیخ صواب پر ہے اور یہی راستہ ہے جس پر چلنے سے آپ صاحبِ عطار ہیں گے، اور اگر بڑوں کے کیڑے سوچو گے کہ یہاں شیخ چوک گیا، وہاں شیخ چوک گیا، تو پھر سمجھ لو کہ محروم رہو گے۔ بس یہی کہو کہ شیخ جس مقام پر ہیں ہم اس مقام پر نہیں ہیں، وہ جہاں ہے اسے زیادہ نظر آرہا ہے۔

---

[۲۹۶] الانعام: ۱۱۲

شیخ کی کوئی بشری خطا نظر آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

اور ایک بات بڑے کام کی ذہن میں آئی جس سے بہت رہنمائی ہوئی، کاش کہ یہ مضمون میرے سارے مریدوں کو پہنچ جائے کہ شیخ سے اگر کبھی کوئی بشری خطا ہو جائے، تو فوراً اپنے دل کو سمجھا دو یا آپ سے کوئی کہے کہ آپ کے شیخ میں یہ کمزوری ہے تو یہ کہہ دو کہ وہ بھی انسان ہے، نبی تو نہیں ہے، میں نے شیخ کو نبی نہیں مانا، شیخ کو ولی مانتا ہوں اور ولی سے خطا ہو سکتی ہے مگر اس کی توبہ بھی اسی مقام سے ہوگی یعنی مقامِ ولایت سے۔ عوام کی توبہ سے اللہ والوں کی توبہ عظیم ہوتی ہے، جس قدر اشکباری اور دردِ دل سے وہ معافی مانگتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

شیخ کی بُرائی کرنے والے کا علاج

یہ بات مجھے مولانا شبیر علی صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھتیجے تھے اور حضرت تھانوی کو بڑے ابّا کہتے تھے، انہوں نے بتائی کہ بعض لوگوں نے حکیم الامت کے خلاف مجھے کہا کہ تمہارے حضرت ایسے ہیں، ویسے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بڑے ابا کو نبی نہیں مانا ہے، ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے لیکن سمجھ لو کہ ان کی نیکیاں کتنی ہیں، کروڑوں نیکیاں ہیں، سینکڑوں تصانیف ہیں، رات دن اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں، لہٰذا اگر کبھی ان سے صدورِ خطا ہو گیا تو اتنا یقین ہے کہ صدورِ خطا کے بعد اللہ والوں کو توفیقِ توبہ بھی زبردست نصیب ہوتی ہے بوجہ ان کی مقبولیت کے، جیسے اپنے پیارے بچوں کو ماں باپ نہلا دُھلا کر صاف کر لیتے ہیں تو اللہ والے اللہ تعالیٰ سے یتیم نہیں ہیں، مولیٰ سے ان کا تعلق ہے، لہٰذا مولیٰ ان کو توفیقِ توبہ دے کر پھر پیار کے قابل بنا لیتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ جملہ بہت پسند آیا۔ بعضے لوگ میرے شیخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بڑے کڑک ہیں، بہت ڈانٹتے ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کو نبی نہیں مانا ہے، پیر بنانے کے لیے خالی ولایت کافی ہے، نبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہیے! کیسا مزیدار مضمون ہے یہ۔

لہٰذا اگر تمہارے شیخ کی کوئی شکایت کرے یا مذاق اڑائے تو اوّل تو اس کے پاس بیٹھو مت:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ [۲۹۷]

---

[۲۹۷] الانعام:۶۸

وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے پیر کی بُرائی کرتے ہو، آیندہ تم سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ وہاں سے اُٹھ جانا واجب ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے۔ بس وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے باپ کی شکایت کرتے ہو۔ شیخ ہمارا روحانی باپ ہے۔ ہمارے لیے اس کی ولایت کافی ہے اور ولی سے صدورِ خطا ممکن ہے مگر توفیقِ توبہ اس کے لیے لازم ہے، جو بھی اللہ کا ولی ہوتا ہے اللہ اس کو توفیقِ توبہ ضرور دیتا ہے، اپنے پیاروں کو کوئی شخص گندا نہیں رکھنا چاہتا۔ کسی کا بچہ گٹر میں گر جائے تو وہ اسے نہلا دھلا کر صاف کرتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ بھی اپنے پیاروں کو توفیقِ توبہ دیتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ کو نبی نہیں مانا کہ وہ معصوم ہیں اور ان سے خطا ہو ہی نہیں سکتی، خطا ہو سکتی ہے لیکن تمہاری اگر سو دفعہ غرض ہو وہاں جاؤ ورنہ تم کو جہاں مناسبت ہو وہاں چلے جاؤ۔ اگر تمہارا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو تم کیوں آتے ہو میرے شیخ کے پاس؟ تم دوسری جگہ جاؤ، دوسرا شیخ تلاش کرو، خبر دار! جو میرے شیخ کے پاس آئے، جہاں تمہارا بلڈ گروپ ملتا ہو وہاں چلے جاؤ، ہم تمہاری ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے، ہمارا ذوق تو یہ ہے کہ۔

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

بس مجھ کو تو میرا پیر پسند ہے۔ قرار صاحب ہمارے دوست ہیں، ان سے کسی نے کہا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو غصہ اور جلال بہت آتا ہے، بڑے کڑیل پیر ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر وہ کڑیل پیر ہیں تو میرے نفس کا گھوڑا بھی تو اڑیل ہے، اڑیل گھوڑے کے لیے کڑیل سوار چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے، میں تو اپنے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب کو صاحبِ کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی کرامت سے آج ہم کو یہ عزت حاصل ہے۔ اور حضرت بچپن سے متقی ہیں، بعض لوگ تو بعد میں توبہ کر کے متقی ہوتے ہیں مگر حضرت بچپن ہی سے متقی ہیں۔

ایک دن حضرت اپنے وعظ میں ایک جملہ کہہ گئے کہ بعض علماء ایسے ہیں جن سے کبھی کوئی گناہ نہیں ہوا، حضرت نے اپنی طرف تو اشارہ نہیں فرمایا، لیکن میں سمجھ گیا کہ آج حضرت اپنا راز ظاہر فرمارہے ہیں۔ تو جو متقی ہوتا ہے اسی سے کرامت صادر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل سنیے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ[۲۹۸] متقی اکرم ہوتا ہے اور اکرم ہی سے کرامت نکلتی ہے۔ تو میں اپنے شیخ کو صاحبِ کرامت سمجھتا ہوں، یہ ان کی کرامت ہی ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، ایک بخاری شریف نہ پڑھانے والے

۲۹۸؎ الحجرات: ۱۳

کی بات نوٹ کررہے ہیں، اور جب میں کوئی حدیث کی شرح بیان کرتا ہوں تو محدثین کہتے ہیں کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ یہ سن رہے ہیں۔

جس کو اپنے شیخ سے محبت ہو اور اس کی عظمت نہ ہو وہ کیا مرید ہے! وہ نابینا ہے، اس کی آنکھوں میں موتیا ہے۔ اپنے شیخ کو سارے عالم کے مشایخ سے افضل سمجھو باعتبار افادیت کے، کہ میرے لیے میرے حضرت سے بڑا کوئی پیر نہیں۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی مجدد ہیں۔

معترضانہ مزاج والوں کے لیے ہدایت

بعض لوگوں کی عقل اتنی تیز ہوتی ہے، وہ اتنے ذہین ہوتے ہیں اور ان میں اعتراضات کا اتنا مادّہ ہوتا ہے کہ ان کو بزرگوں کی بات بات پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو فرض کرلو ان کو دنیا میں کسی شیخ سے مناسبت نہیں ہوتی، ہر شخص میں ان کو کیڑا نظر آتا ہے، تو ایسے لوگوں کے لیے حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایسے لوگ کسی شیخ کے پاس جاکر نہ رہیں، خط و کتابت سے اصلاح کرائیں، کیوں کہ قریب رہیں گے تو اعتراضات میں مبتلا رہیں گے اور بدگمانی کی وجہ سے شیخ کے فیض سے محروم رہیں گے، اور اگر خط و کتابت کے ذریعے ہی اصلاح کرانے لگیں تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہیں گے، مگر یہ شاذ و نادر کا مسئلہ ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس کی یہ حالت ہو، بہرحال یہ حکیم الامت کی شان ہے کہ ایسے مسئلے کو بھی حل فرمادیا، لیکن میں پناہ چاہتا ہوں ایسے مزاج سے کہ جس کو کسی شیخ سے مناسبت نہ ہو، اگر مزاج عاشقانہ ہے تو ان شاء اللہ سب کام آسان ہوجائے گا۔ اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اعتراض دو وجہ سے ہوتا ہے: نمبر ۱) یا تو جاہل ہے، نمبر ۲) یا قلّتِ عشق ہے، قلّتِ محبت ہے۔

اپنی ناراضگی کو مرید پر ظاہر نہ کرنا شیخ پر حرام ہے

تو شیخ کے معاملے میں ایک جملہ سیکھ لو، جب خطا ہو اور شیخ گرفت کرلے تو فوراً کہو کہ معافی چاہتا ہوں۔ بولو یہ کام آسان ہے یا نہیں؟ یا یہ پرچہ مشکل ہے؟

(احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ بعض وقت احساس نہیں ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ شیخ ہم سے خوش ہیں حالاں کہ شیخ کا قلب مکدر رہوتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اور بعض وقت شیخ کے معاف کردینے کے بعد بھی شیطان بہکاتا ہے کہ شیخ نے دل سے معاف نہیں کیا۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) یہ بدگمانی کرنا کہ

شیخ ناراض ہے، حرام ہے، جب تک کہ وہ مرید پر ظاہر نہ کردے کہ تم سے یہ خطا ہوئی اور میں تم سے ناراض ہوں، یہ شیخ کی ذمہ داری ہے۔ دل میں ناراضگی رکھنا اور مرید کو آگاہ نہ کرنا، یہ فعل شیخ کے لیے حرام ہے۔

شیخ سے بدگمانی حماقت ہے

(اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت اس کا احساس ہورہا ہے کہ شیخ مجھ سے ناراض ہیں، حضرت میں معافی چاہتا ہوں مجھے اپنی خطا یاد نہیں آئی، اب سوچتا ہوں کہ مجھ سے کیسی غلطی ہوئی۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) یہی آپ کی حماقت ہے، شیخ تو کلیات بیان کررہا ہے کہ جب کبھی خطا ہو تو اس کا اعتراف کرلو بس۔ میں تو مستقبل کے لیے ایک لائحۂ عمل پیش کررہا ہوں اور تم ماضی کی خطاؤں کو یاد کررہے ہو، اللہ سے اپنی عقل پر فضل مانگو، جب شیخ مستقبل کا راستہ بتارہا ہو تو ماضی کی باتوں کو یاد کرنا یہ بھی حماقت ہے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب شیخ نے خطا معاف کردی تو پھر اس کا خیال بھی لانا قبر سے مُردوں کو اُکھاڑنا ہے۔ آپ بتاؤ! مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کا اکھاڑنا جائز ہے؟ حضرت نے یہ مجھ سے خود فرمایا کہ جب شیخ نے ایک دفعہ معاف کردیا تو بعد میں جب کبھی شیخ کوئی بات بتائے گا، تو سمجھ لو کہ وہ مستقبل کا لائحۂ عمل بتارہا ہے کہ آیندہ مت ستاؤ، آیندہ اپنی عاقبت مت خراب کرو۔ شیخ مستقبل کے لیے کہتا ہے تاکہ تم پکا ارادہ کرلو اور سوچو کہ شیخ ازراہِ شفقت چاہتا ہے کہ مستقبل میں ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو، شیخ مستقبل کے تحفظ کا راستہ بتارہا ہے اور مرید بے وقوف ماضی کی باتیں سوچ رہا ہے کہ ہم سے کوئی خطا ہوگئی، کیا ہم سے کوئی ناراضگی ہے، یہ بدگمانی حرام ہے، اس سے توبہ کرو۔

ایک صاحب نے میرے شیخ کو لکھا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج کل آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے لکھا کہ یہ بدگمانی حرام ہے، اگر شیخ ناراض ہوگا تو اسے مرید کو تحریراً یا تقریراً بتانا لازم ہے کہ دیکھو تمہاری اس خطا سے ہم کو تکلیف ہوئی، دل میں تکلیف یا ناراضگی رکھنا شیخ کے لیے حرام ہے، ہاں دشمنوں کے لیے کرسکتا ہے، لیکن مرید تو دوست ہوتا ہے، وہ دوستوں سے اپنے غم کو چھپائے گا؟ فوراً کہہ دے گا کہ آج اس بات سے یہ بات ہوئی، مستقبل کے لائحۂ عمل کو ماضی کی طرف لے جانا یہ بھی عقل کا فتور ہے اور عقل کی کمی ہے۔

دیکھو شیطان نے کیسا بے وقوف بنایا کہ یہ ماضی کی باتیں سوچ رہے ہیں کہ شاید شیخ ناراض ہے، اگر میں ناراض ہوتا تو تم پر ظاہر کرنا میرا فرض تھا، بلکہ بعض وقت میں شیخ پر یہ بھی فرض ہے کہ اگر مرید نہ سمجھ پارہا ہو تو اس کو بتادے کہ اس سے یہ خطا ہوئی تاکہ وہ جلدی سے معافی مانگ لے اور اس کا بھی معاملہ بن

جائے اور شیخ کا بھی دل صاف ہو جائے۔ اگر میں ناراض ہوتا تو آپ کو فوراً حکم دیتا کہ آپ معافی مانگو لہٰذا یہ سوچنا کہ شیخ کے دل میں میرے لیے ناراضگی ہے لیکن وہ مجھے بتا نہیں رہا ہے یہ بدگمانی بھی حرام ہے اس سے بھی توبہ کرو۔ وہ شیخ ہی نہیں ہے جو اپنی روحانی اولاد سے دل میں رنج رکھے اور ظاہر نہ کرے، یہ کوئی شیخ ہے؟ یہ بھی محبت کے خلاف ہے۔

شیخ پر شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہیے

اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو رَبَّنَا ظَلَمْنَا نہ سکھاتے تو حق تعالیٰ کی رحمت کے خلاف ہوتا کہ نہیں؟ تو ارحم الراحمین کی شان دیکھیے فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ[۲۹۹] حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات لیے اور اللہ نے انہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا سکھایا، تو جس طرح اللہ ارحم الراحمین ہے شیخ پر بھی شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہیے، اس کی ذمہ داری اور فرض ہے کہ اگر کوئی بات اس کو کھٹکے تو مرید پر ظاہر کر دے اور اس کو معافی کے لیے مشورہ دے۔ پوچھو میر صاحب سے، جب کبھی ان سے غلطی ہوئی میں نے فوراً ان سے کہا کہ جلدی سے معافی نامہ لکھو تاکہ دل کو صاف کرلیا جائے۔

میں نے تو مستقبل کے لیے اللہ کی ناراضگی اور اپنی تکلیف سے مرید کو بچانے کے لیے اور مرید کو خوش نصیب بنانے کے لیے ایک خاکہ پیش کیا ہے، تو اس سے خوش ہونا چاہیے کہ شیخ مجھے مستقبل کے لیے ایک راستہ بتارہا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اسے ایک خاکہ سمجھے وہ شیخ کی ساری تقریر میں اپنے ماضی کے مُردوں کو ہی سوچ رہا ہے کہ چل کر قبرستان کے مردے اکھاڑنے ہیں، جب شیخ معاف کر دے تو ماضی کے گناہ کو یاد کرنا بھی حرام ہے۔

میں نے ایک دفعہ اپنے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دو مہینے پہلے ایک خطا ہوگئی تھی، میں نے معافی تو مانگ لی تھی مگر پھر وسوسہ آرہا ہے کہ معافی مانگنی چاہیے، لہٰذا پھر معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ دیکھو جب مردہ دفن کر دیا جاتا ہے پھر اس کو اکھاڑا نہیں جاتا۔ ایک دفعہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لکھا تھا کہ مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں تو حضرت نے یہ نہیں لکھا کہ تم مجھ سے بدگمانی کرتے ہو بلکہ یہ لکھا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں۔

---

[۲۹۹] البقرۃ:۳۷

شیخ سے بدگمانی شیطانی چال ہے

تو ازراہِ شفقت ایک لائحۂ عمل پیش کررہا ہوں تاکہ میرے احباب مستقبل میں کبھی تکلیف اور ایذا رسانی کا سبب نہ بنیں، مگر شیطان دشمن نے ماضی میں لگا دیا، ہم مستقبل پیش کررہے ہیں شیطان ان کو ماضی میں لگارہا ہے، کتنا خبیث ہے، کتنا چالاک ہے، کتنا خطرناک ہے کہ شیخ لائحۂ عمل مستقبل کا پیش کررہا ہے اور شیطان ماضی کے مُردوں کو جگارہا ہے کہ کوئی خطا ہے جو شیخ ہم سے ناراض ہے۔ بدگمانی پیدا کرنا شیطان کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ابلیس کے شر سے پناہ مانگو۔

(مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ میر صاحب کی وجہ سے ہمیں کتنے قیمتی سبق ملے تو فرمایا کہ) یہی تو کہہ رہا ہوں کہ شیطان بعض وقت بے موقع وسوسہ ڈالتا ہے حالاں کہ شیخ بالکل خوش ہے، اس کے لیے دعائیں مانگ رہا ہے۔ میں میر صاحب کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! جیسے یہاں ساتھ ہیں جنت میں بھی ان کو میرے ساتھ رکھیے، اگرچہ ہم اس قابل نہیں ہیں، لیکن آپ کا کرم ہماری قابلیتوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اختر کو اور میرے سارے احبابِ عالم کو، حاضرین وغائبین کو اور میری ذُرِّیات کو جنت میں بھی اپنی رحمت اور اپنے کرم سے اکٹھا رکھے تو یہ دعا مانگنا شفقت نہیں ہے؟

یاد رکھو! شیخ چاہتا ہے کہ میرے احباب سے مستقبل میں بھی کوئی خطا نہ ہو، اس کے لیے کچھ اصول وہدایات کرتا رہتا ہے، اس سے یہ نہ سمجھو کہ ماضی کی باعثِ اذیت خطائیں ان کے دل میں ہیں، یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ شیخ سے بدگمان کرتا ہے کہ شیخ ہم سے ناراض ہے، جب کبھی ایسا وسوسہ آئے شیطان سے کہہ دو کہ شیخ مجھ سے بہت خوش ہے، اگر ناراض ہوتا تو اس کا اظہار کرنا اس پر واجب ہے، ہمارا شیخ ایسا بے وقوف نہیں ہے، شیخ ہم سے کہہ دیتا کہ ہم تم سے فلاں بات پر ناراض ہیں، شیخ کے لیے دل میں بدگمانی رکھنا حرام ہے جبکہ وہ مرید معافی بھی مانگ لے، جب معافی مانگ لی تو پھر دل میں کیوں رکھے؟ لیکن اندیشہ صدورِ خطا کی وجہ سے وہ کبھی کبھی مستقبل کے لیے لائحۂ عمل پیش کرتا ہے، اس سے ماضی کی کوئی خطا مت سوچو کہ یہ ماضی کی کسی خطا پر سرزنش ہے، جب معاف کردیا تو معاف کردیا **اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ**[۳۰۰] جب تم **لَا ذَنْبَ** ہوگئے تو پھر دنبہ کیوں بنتے ہو؟

---

[۳۰۰] سنن ابن ماجۃ: ۳۵۰، باب ذکر التوبۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ

شیطان قلبِ مومن کو غمگین رکھنا چاہتا ہے

شیخ کی ناراضگی کا خیال شیطان کی طرف سے سخت حجاب ہے، شیطان غم کی بات بلا وجہ دل میں ڈالتا ہے، کبھی خواب میں دِکھا دیتا ہے کہ بیوی بہت بیمار پڑی ہوئی ہے، کبھی یہ کہ میرا بیٹا پانی میں ڈوب رہا ہے ایسے میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر تین دفعہ بائیں طرف تھوک دو اور فکر ہی نہ کرو۔ خوابوں سے کچھ نہیں ہوتا، اور شیطان تو ہے ہی دشمن، وہ ایسے وسوسے ڈالتا ہے کہ جس سے بندہ مایوس ہو جائے۔ مؤمن کو مایوس کرنا، غم زدہ کرنا یہ اس کے مقاصد میں سے ہے، یہ مقاصدِ ابلیس میں داخل ہے۔ کیسا جملہ ہے یہ؟ وہ چاہتا ہے کچھ نہ ہو تو کم سے کم مومن کے دل کو غمگین ہی کردو، اس کو نہ کوئی بیماری ہے نہ کوئی بلا ہے، عافیت سے سموسے کھا رہا ہے تو کم سے کم دل ہی میں کوئی خیال ڈال کر غم زدہ کردو، دشمن کا کام ہی یہی ہے، اس لیے کبھی قلب کو مایوس نہ ہونے دو، اللہ کی رحمت کا امیدوار رکھو۔

(میر صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ) اگر خدا کی رحمت نہ ہوتی تو آپ میرے ساتھ ہی نہ ہوتے، آپ اسٹیل مل میں یا اور کہیں نوکری کرتے، لیکن عقل کا ایک معیار ہے، بعضوں کی عقل بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ہو جاتی ہے تو عقل کی کمی سے مایوس مت ہو، یہی سمجھو کہ میری عقل ہی چھوٹی ہے۔ بعض لوگوں کی عقل بچوں جیسی ہو جاتی ہے، بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ دماغ اور عقل بالکل بچوں جیسی ہو جاتی ہے۔

چناں چہ ایک لڑکا تھا وہ کھانا کم کھاتا تھا، اس کا باپ سپاہی تھا تو اس نے کہا کہ تم کھانا پورا کھاؤ، ہم کھانے کا پیسہ یہاں جمع کرتے ہیں تو وہ لڑکا جس کی خوراک تین روٹیوں کی تھی وہ پھر بھی ایک ہی روٹی کھاتا تھا، کسی نے اس سے پوچھا تم کیوں اتنا کم کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میرے ابا کو زیادہ پیسہ دینا پڑے گا، اس لیے کم کھاتا ہوں، میں اپنے ابا کا پیسہ بچا رہا ہوں، تو لوگوں نے کہا کہ تیرے باپ نے تو پورے کھانے کا پیسہ جمع کرادیا ہے مگر اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آتی تھی۔ اللہ سے عقلِ سلیم مانگو اور عقلِ سلیم پر فضلِ عظیم مانگو، ان شاء اللہ سلامت رہو گے۔

اور اللہ سے یہ دعا تو روزانہ کرو کہ یا اللہ! میری ذات سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو، چیونٹی کو بھی ہم چلنے میں نہ دبادیں اور سب سے زیادہ میں اپنے محسن، مربّی اور شیخ کے لیے آپ سے چاہتا ہوں کہ ان کا دل ہم سے خوش رہے قولاً و فعلاً۔ یہ دعا میں وہ بتا رہا ہوں جو میں اپنے شیخ کے لیے کرتا ہوں کہ یا اللہ! میری کسی تحریر سے، کسی عمل سے شیخ کو کبھی کوئی اذیت نہ پہنچے۔ آج یہ راز کی بات بتادی، ابھی تک کسی کو نہیں بتائی تھی،

میر صاحب کو بھی نہیں بتائی تھی، آج میں نے یہ راز ظاہر کردیا کہ یااللہ! میرے شیخ کے قلب میں مجھے سب سے زیادہ پیارا بنادے۔ اور یہ دعا گناہ نہیں ہے، جائز ہے۔ یااللہ! آپ کو ایک لمحہ ناراض کرکے حرام خوشی کو اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے احباب کے لیے جہنم سے زیادہ تکلیف دہ سمجھتا ہے، اے خدا! اپنی رحمت سے آپ ہم سب سے خوش ہوجایئے، ہم آپ کی خوشی چاہتے ہیں اور آپ کی ناراضگی سے حفاظت مانگتے ہیں اور اے اللہ! ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما۔ کیسی پیاری دعا ہے یہ! کہ ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما اور شیخ سے حسنِ ظن دے دے اور شیطان کی بدگمانیوں سے ہمارے قلب کو پاک فرما، آمین۔

سُوْءِ الْقَضَاء کی شرح

وَدَرْكِ الشَّقَاء کے بعد سُوْءِ الْقَضَاء ہے کہ اے اللہ! وہ فیصلے جو میرے لیے مضر ہیں ان سے ہمیں پناہ دے دیجیے۔ یہاں قضاء مصدر ہے اور جب مصدر پر الف لام داخل ہوجائے تو وہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر یہاں اسمِ فاعل کے معنیٰ میں لوگے تو کفر کا خطرہ ہے کہ بحیثیت قاضی کے اللہ کے فیصلے پر سُوْء لگارہے ہو، اگر تم نے سُوْء لگایا تو بُرائی کی نسبت اللہ کی طرف ہوجائے گی لہٰذا یہاں قضاء اسمِ مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی سُوْءُ الْمُقْضٰی ہے جس کے لیے آپ یہ فیصلہ فرمارہے ہیں اس کے حق میں تو مضر ہے لیکن آپ کا فیصلہ حکیمانہ ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے، اس میں کوئی سُوْء نہیں ہے، تو یہاں قضاء مصدر معنیٰ میں اسمِ مفعول کے ہے یعنی سُوْء کی اضافت بحیثیت اللہ کے قاضی ہونے کے نہیں ہے، بلکہ بحیثیت مقضی کے ہے کہ اے اللہ! جو ہمارے لیے مضر فیصلے ہیں ان کو آپ مفید فیصلے سے تبدیل فرمالیجیے۔

مولانا رومی کا یہ جملہ مجھے بہت پسند آیا کہ اے خدا! آپ کا فیصلہ اور آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے۔ آہ! یہ جملہ اس قدر عارفانہ مقام کی دلالت کرتا ہے جس کی حد نہیں۔ اللہ پر کوئی چیز حکومت کر سکتی ہے؟ لہٰذا جب آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے تو آپ اس قضا کو کراس (X) کرکے میرے لیے مفید فیصلہ کردیجیے، ورنہ جو فیصلہ کرنے کے بعد مجبور ہوجائے وہ خدا کیسا ہے؟ مخلوق جو کہتی ہے کہ اللہ کا لکھا ٹلتا نہیں ہے تو اسے مخلوق نہیں ٹال سکتی، لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ میاں بھی اپنا لکھا نہیں کاٹ سکتے۔

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است

کفر بھی جو اللہ نے پیدا کیا ہے اللہ کی طرف سے وہ حکمت ہے۔ اب کیا حکمت ہے جنت میں یہ سب راز اللہ ظاہر کردے گا۔ یہاں بس ایمان لاؤ، اللہ ہمیں کفر سے بچادے۔

بعض کفار کے قلوب پر مہرِ کفر ثبت ہونے کی وجہ

اسی طرح حق تعالیٰ کا یہ فیصلہ جو قرآنِ پاک میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ[۳۰۱]

ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگادی، تو یہاں بھی یہی وسوسہ آسکتا ہے کہ بھئی اللہ نے مہر لگادی تو کسی کافر کے کافر ہونے میں اس کا کیا قصور ہے؟ تو اس کا جواب دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے دیا:

بَلْ طَبَعَ اللہُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ[۳۰۲]

ان کی بدمعاشیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔ انہوں نے اس قدر کفر و بغاوت کیا، نبیوں کو قتل کیا کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر اپنا غضب نازل فرمایا۔ یہ انزالِ عقوبت ہے، انتقام ہے، یہ غضبِ الٰہی ہے، اِرَادَۃُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاۃِ ہے تو اللہ نے خود فرمادیا کہ میں نے ان پر جو مہر لگائی وہ میری وجہ سے نہیں ہے ان ہی خبیثوں کی وجہ سے ہے۔ مسلسل کفر کرتے تھے، مانتے ہی نہیں تھے۔ تو بوجہ کفر و سرکشی اگر اللہ سزا دے تو یہ عین عدل ہے۔

یہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے۔ فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دینا کہ ان کو ہدایت نصیب نہ ہو یہ ظلم نہیں ہے کیوں کہ یہ مہر بِكُفْرِهِمْ ہے، کیوں کفر کیا تم نے؟ اور کفر بھی کیسا؟ مسلسل، مانتے ہی نہیں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ہے سب حکمت کے ساتھ ہے، اللہ کا ہر فعل حکیمانہ ہے، کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے، یہی اجمالی ایمان کافی ہے جیسے تقدیر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں بھئی ہماری قسمت میں تو لکھا ہوا تھا کہ میں چوری کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اگر اللہ نہ لکھتے تو میں چوری نہ کرتا، اللہ نہ لکھتے تو میں زنا نہ کرتا، سب ان ہی کا لکھا ہوا ہے لہٰذا میں ویسا ہی کر رہا ہوں۔ تو اس کا جواب میرے شیخ

---

[۳۰۱] محمد:۱۶

[۳۰۲] النسآء:۱۵۵

نے دیا کہ تقدیر امرِ الٰہی کا نام نہیں ہے کہ اللہ تم کو حکم دے کہ زِنا کرو، اللہ اس عیب سے پاک ہے۔ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا، کہ جو تم اپنے ارادوں سے کرنے والے ہو وہ میں نے لکھا ہے۔ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا، کیوں کہ اللہ کو تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے کہ تم نے کیا کیا ہے اور کیا کروگے؟ جیسے اخبار میں آجائے کہ آج یہاں منڈیلا آئے گا تو اخبار کی وجہ سے وہ تھوڑی آتا ہے اس کے آنے کا جو ارادہ تھا وہ اخبار نے شایع کردیا، منڈیلا یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھئی چوں کہ اخبار میں آگیا ہے اس لیے مجھے آنا پڑا، علمِ الٰہی اور ہے امرِ الٰہی اور ہے۔ اللہ حکم نہیں دے سکتا کسی بُرائی کا، وہ پاک ہے، لیکن تم اپنی خباثتِ طبع سے جو گناہ کرنے والے ہو اللہ کو اس کا علم ہے تو اپنے علم کو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور پھر یہ بھی ہے کہ علمِ الٰہی میں ہے کہ یہ فلاں وقت میں شراب پیے گا یا زِنا کرے گا مگر اس کے آگے یہ بھی لکھا رہتا ہے کہ میری توفیقِ توبہ سے یہ توبہ کرکے جنت میں جائے گا۔

جیسے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حالتِ کفر میں ایک صحابی کو قتل کردیا تھا، جب یہ صحابی شہید ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جنت میں جائیں گے۔ کیسے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے صحابی کو شہید کیا تو وہ صحابی جنت میں گئے اور حضرت عکرمہ بعد میں مسلمان ہوگئے لہٰذا وہ بھی جنت میں جائیں گے، حالاں کہ اس وقت حضرت عکرمہ اسلام نہیں لائے تھے لیکن وحیِ الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا فیصلہ معلوم ہوگیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھیے کہ حضرت عِکرمہ رضی اللہ عنہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے، ان کے مسلمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع کردیا کہ تم لوگ اس کے ابّا کا نام نہ لینا، یہ نہ کہا کرو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تاکہ عکرمہ کو شرمندگی نہ ہو کہ میں اتنے بڑے دشمن کا بیٹا ہوں۔ کیا یہ شانِ رحمت نہیں ہے کہ حضرت عکرمہ جب ایمان لانے مدینہ شریف گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کو پیار کیا اور صحابہ کو منع کردیا کہ ان کی نسبت ابوجہل کی طرف مت کرو، یہ مت کہو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تاکہ ان کو ندامت نہ ہو۔

شَمَاتَةِ الْاَعْدَاء کی شرح

توسُوْءِ الْقَضَاءِ کی تشریح ہوگئی۔ آگے ہے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ ایسی حالت نہ ہو کہ دشمن ہنسے کہ بہت بڑے مولوی اور صوفی بنتے تھے، اور اگر ایذائے شیخ کی وجہ سے ایک بظاہر عاشقِ شیخ خانقاہ سے نکالا جائے اور ہمیشہ کے لیے محروم کردیا جائے، تو یہ بھی وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ ہے کہ لوگ کہیں کہ صاحب یہ تو بڑے عاشق بنتے تھے، حالاں کہ یہ اتنا آسان پرچہ ہے کہ جس کی حد نہیں کہ خطا ہوئی تو کہہ دو کہ معافی چاہتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ سے بچائے، دشمن کے ہنسنے سے بچائے۔ جیسے ایک شخص ہے جو ہر وقت کہتا ہے کہ بد نظری سے بچو، کسی کالی گوری کو مت دیکھو اور وہی زنا میں مبتلا ہو جائے نعوذ باللہ! تو جتنے لوگوں کو اس نے کہا تھا کہ نظر کی حفاظت کرو وہ کیا کہیں گے کہ میاں ہم لوگوں کو نظر بچانے کی ہدایت کر رہے تھے اور خود نظر سے بھی آگے بڑھ گئے! اللہ بچائے ہر قسم کی رُسوائیوں سے۔

بتاؤ! مدلّل تقریر ہوئی یا نہیں؟ ہر ہر لفظ کی شرح کر دی۔ جَهْدِ الْبَلَاءِ کی شرح کی، دَرْكِ الشَّقَاءِ کی شرح کی یعنی بد نصیبی کے پکڑ لینے سے کہ آیندہ کوئی بد نصیبی ہم کو نہ پکڑے اور سُوْءِ الْقَضَاءِ کی شرح کی کہ اے اللہ! ماضی میں اگر آپ نے میری قسمت میں کچھ مضر فیصلہ لکھ رکھا ہو تو اس کو کراس کر کے مفید فیصلے سے تبدیل کر دیجیے، تو ہمارے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل دونوں کی مضرتوں سے بچالیا، دَرْكِ الشَّقَاءِ سے ہم کو مستقبل کی بد نصیبیوں سے بچایا اور سُوْءِ الْقَضَاءِ سے بھی بچالیا کہ ماضی میں ہمارے لیے اللہ نے کوئی فیصلہ لکھا ہو اور وہ ہمارے حق میں بُرا ہو تو اس کو کراس کر دے، سُوءِ قضا کو حُسنِ قضا سے بدل دے۔ درسِ قرآن بھی ہو گیا، درسِ حدیث بھی ہو گیا۔

ازالۂ حجاباتِ معصیت کے لیے ایک دعا اور اس کی شرح

بس اب کیا کہوں، دعا کیجیے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ کے راستے کے آداب میں جس قدر کوتاہیاں ہوئیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے:

وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ[۳۰۳]

وَاعْفُ عَنَّا ہم کو معافی دیجیے یعنی ہمارے گناہوں کے گواہوں اور نشانات کو مٹا دیجیے، وَاغْفِرْ لَنَا اَیْ بِسَتْرِ الْقَبِيْحِ وَاِظْهَارِ الْجَمِيْلِ یعنی ہماری بُرائیوں کو چھپا لیجیے اور ہماری نیکیاں ظاہر کیجیے، وَارْحَمْنَا اَیْ تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِيْنِ الْعِقَابِ اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازش فرمایئے۔ فن کی جمع فنون اور فنون کی جمع افانین، اور عقاب معنیٰ سزا، یعنی جو طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہے اس پر آپ طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجیے کیوں کہ ہم نے معافی مانگ لی، بخشش مانگ لی، اب آپ ہم پر رحم بھی کر دیجیے۔

۳۰۳؎ البقرة:۲۸۶

اس کے علاوہ وَاعۡفُ عَنَّا میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر کی دو قسمیں ہیں: نمبر ا۔ ضمیر مستتر، نمبر ۲۔ ضمیر بارِز، تو معافی مانگنے سے پہلے چوں کہ تمہاری آنکھوں میں گناہوں کی وجہ سے موتیا اُترا ہوا تھا تو حالتِ گناہ میں اور حالتِ ظلماتِ معصیت میں ہونے کی وجہ سے تم ہم سے حالتِ استتار میں تھے، گناہوں کے اندھیروں کی وجہ سے محجوب تھے، حجابات میں تھے، تم ہم کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے تم کو ضمیر بارز کی اجازت نہیں تھی، ضمیر مستتر کی اجازت تھی وَاعۡفُ عَنَّا، وَاغۡفِرۡلَنَا، وَارۡحَمۡنَا سب میں ضمیر مستتر اَنۡتَ چھپی ہوئی ہے کہ آپ معاف کر دیجیے مگر اَنۡتَ کہنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن جب ہم نے تم کو معاف کر دیا، جب مغفرت ہو گئی، معافی ہو گئی، تم سے ہم نے حجابات ہٹا لیے اور تم انوار کے عالم میں آ گئے تو گناہوں کی وجہ سے جو ضمیر مستتر تھی وہ ختم ہو گئی، لہٰذا اب اَنۡتَ مَوۡلٰنَا کہو کہ آپ ہی میرے مولیٰ ہیں۔ جب حجابات ہٹ گئے اور ہم نے اپنے غصے کے پردے ہٹا لیے تو اب تم میرے سامنے ہو۔

تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

لہٰذا اب کہو اَنۡتَ مَوۡلٰنَا اب اَنۡتَ کی اجازت ہے۔ اَنۡتَ بتا رہا ہے کہ گناہوں کے حجابات ختم ہو چکے، ورنہ جب تک وہ سامنے نہ ہوں کوئی اَنۡتَ نہیں کہہ سکتا، یہی دلیل ہے کہ اب تمہارے سامنے سے گناہوں کے حجابات ہٹ گئے، اب ہم کو اَنۡتَ مَوۡلٰنَا کہو۔

اَنۡتَ مَوۡلٰنَا کی تین تفسیریں ہیں: اَنۡتَ سَیِّدُنَا آپ میرے سردار ہیں، آقا ہیں، وَمَالِکُنَا اور آپ ہمارے مالک ہیں، وَمُتَوَلِّیۡ اُمُوۡرِنَا اور ہمارے اُمور کے اور کاموں کے بنانے والے ہیں فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ اب ہمیں دشمنوں سے نہ پٹوائیے کہ ہم آپ کے بن چکے ہیں۔ یہ روح المعانی کی تفسیر ہے۔ واہ رے مفسرِ عظیم علامہ آلوسی! یہ صاحبِ نسبت بزرگ تھے، مولانا خالد کُردی کے مرید تھے۔ وَاعۡفُ عَنَّا... الخ کی یہ تفسیر لکھ لو، آپ کو پکی پکائی کھچڑی مل گئی ورنہ کتابوں میں تلاش کرنے میں بڑی محنت لگتی۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

نسبت کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ ایک سوال ہے، کیا خالی صاحبِ نسبت کی صحبت سے کوئی صاحبِ نسبت ہو سکتا ہے؟ جواب یہی ہے کہ کسی شیخ کی طرف سے اس کی نسبت کو تسلیم کیا گیا ہو تب وہ معتبر ہے، اپنی طبیعت سے جو اپنے کو صاحبِ نسبت سمجھتا ہے اس میں احتمالِ خطرہ ہے، کیوں کہ بعض وقت میں ملکۂ یادداشت سے آدمی اپنے کو صاحبِ نسبت سمجھتا ہے اسے ہر وقت محسوس ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کی حضوری ہے وہ ملکۂ یادداشت ہے، نسبت کے معنیٰ ہیں تعلق طرفین، بندے کو اللہ سے اور اللہ کو بھی بندے سے تعلق ہو، بعض وقت بندہ اپنے کو صاحبِ نسبت سمجھتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے رجسٹر میں اس کی ولایت ہے ہی نہیں۔

اس کی مثال میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری شادی ہو رہی ہے بادشاہ کی لڑکی سے اور بادشاہ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔

خانہ داماد پُر از شور و شر
خانہ دختر نہ بودے زاں خبر

لڑکی والے کو پتا ہی نہیں ہے۔

وَقَوْمٌ یَدَّعُوْنَ وِصَالَ لَیْلٰی
وَلَیْلٰی لَا تُقَرِّبُھُمْ بِذَاكَ

لیلیٰ کے مجنوں بن رہے ہیں اور لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام ہی نہیں ہے۔ تو نسبت تعلق طرفین کا نام ہے یعنی بندے کو اللہ سے تعلق ہو اور اللہ کو بندے سے تعلق ہو۔ اور اگر کسی شیخ نے بتا بھی دیا ہے کہ تم صاحبِ نسبت ہو، لیکن اگر نسبتِ متعدیہ حاصل نہیں ہے تو اس سے فیض نہیں ہو گا، خود صاحبِ نسبت رہے گا، ولی تو رہے گا مگر ولی ساز نہیں ہو گا۔ چراغ مدھم ہو تو روشنی تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ نور ہے مگر ٹمٹماتا ہوا ہے، کوئی آدمی چراغ لے کر گیا کہ میں بھی اپنی بتی اس سے لگا کر روشنی لے لوں تو جب بتی ٹچ ہوئی تو وہ روشنی بھی بجھ گئی۔ تو قوی نسبت ہونی چاہیے، خالی منوَّر ہونا کافی نہیں ہے منوِّر ہونا چاہیے۔

حضرتِ والا کی شرحِ مثنوی پر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قدردانی

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری کے پاس دل میں

لاکھوں بوتل کا نشہ لیے ہوئے سترہ اٹھارہ میل دور سے پیدل چل کر حاضر ہوا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے قلب میں کچھ مضامین مثنوی مولانا روم کی شرح کے ہیں، وہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں تو حضرت نے قرآن شریف اور مناجات مقبول بغل میں لیا اور خانقاہ آکر ایک تخت پر بیٹھے اور فرمایا سناؤ۔ میں نے چھ بجے شروع کیا تو گیارہ بج گئے، میری تقریر میرے شیخ سنتے رہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، ایسے دردِ دل سے میں نے مثنوی کی شرح پیش کی کہ حضرت روتے رہے، جب گیارہ بج گئے اور میرا مضمون ختم ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کھاؤ گے؟ یعنی حضرت اتنا خوش ہوئے، یہ جملہ معمولی نہیں ہے کہ اختر کیا کھاؤ گے آج؟ میں نے کہا: حضرت جو آپ کھلائیں۔ حضرت نے فوراً اندر جاکر زور سے فرمایا کہ اختر کے لیے آج آلو ڈال کے طہری (پیلے چاول) پکاؤ۔

آج میں دیکھتا ہوں کہ مجھ پر شیخ کی جو مہربانی تھی، آج شیخ کی غلامی کے صدقے اختر کو یہ سعادت نصیب ہورہی ہے۔ ابھی بتاؤ کتنی دیر ہوگئی! میں بیمار بھی پڑ گیا تھا، ڈربن میں سارا پروگرام کینسل کرادیا، لیکن ؎

مر جاتا ہوں پھر جی جاتا ہوں

یعنی وہاں بالکل مر گیا تھا، ایک دن میں ہی اتنا ضعف ہوا کہ بس، لیکن اللہ تعالیٰ دوبارہ پھر ہمت دے دیتے ہیں، دوبارہ پھر اٹھا دیتے ہیں۔

دیکھو! میرے جتنے مضمون اور وعظ شایع ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میر صاحب کو توفیق دے رہا ہے، یہ بعض وقت رات بھر نہیں سوتے، یہ ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے، دعا کرو کہ اللہ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور ان کو خوب اچھی صحت عطا فرمائے، اللہ مجھ کو بھی، ان کو بھی اور جتنے میرے مضامین ہیں اللہ ان کے ہاتھ اور قلم سے سب محفوظ فرمادے اور صدقۂ جاریہ بنادے اور ان کے قلب میں سکون اور میری ایسی محبت ڈال دے کہ کبھی میری ناراضگی کی بدگمانی کا وسوسہ بھی ان کو نہ آئے۔ مگر اس دعا میں ناغہ نہ کرو کہ یا اللہ! میرے شیخ کے دل میں مجھ کو محبوب بنادے اور مجھے ایسی کسی حرکت سے اور الفاظ سے بچا کہ جو میرے شیخ پر ایک اعشاریہ گراں ہو۔

حکیم الامت کی ناراضگی پر خواجہ صاحب کی کیفیت

خواجہ صاحب کو دیکھیے۔ حضرت حکیم الامت ان سے کسی بات پر ناراض ہوگئے، لوگ خواجہ صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے، اب لوگ ان کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے ہیں کہ آیئے آیئے خواجہ صاحب۔ خواجہ صاحب

نے فرمایا کہ ہم کو زیادہ سر آنکھوں پر مت بٹھاؤ، آج کل حضرت ہم سے کچھ ناراض ہیں، اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

بٹھاتے ہیں جو سر آنکھوں پہ سب اس کی خوشی کیا ہو
کسی کے قلبِ نازک پر گراں معلوم ہوتا ہوں

یہی ہم نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے۔ ہم جو اپنے بزرگوں کے پاس بیٹھتے تھے اور لکھتے تھے آج اللہ نے ان ہی کے صدقے میں اختر کو یہ دن دکھایا کہ میرے احباب میرے پاس بیٹھے ہیں۔

خدمتِ شیخ کی برکات

ایک شیخ نے اپنے عظیم الشان محدث شاگرد سے کہا کہ میرے مہمانوں کے گھوڑوں کے لیے گھاس لے آؤ اور گدھوں کو باندھ دو، پہلے زمانے میں گدھوں پر بھی سواری ہوتی تھی تو اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ اللہ نے مجھے اتنا عظیم الشان محدث بنایا ہے اور میرا استاد مجھ سے گھوڑوں کے لیے گھاس منگوا رہا ہے اور گدھوں کو بندھوا رہا ہے۔ شیخ کو کشف ہوگیا، شیخ نے بلایا کہ ادھر آؤ، آج تم میرے مہمانوں کے گدھے باندھ رہے ہو اور ان کے لیے گھاس لا رہے ہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ تمہارے مہمانوں کے گھوڑے باندھنے والے اور گھاس لانے والے تم کو دے گا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ پھر وہ زمانہ آیا کہ یہ بہت بڑے شیخ ہوگئے اور ان کے خادم وہی کام کرنے لگے جو وہ کر رہے تھے۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے شیخ کے سر پر ہمیشہ تیل لگایا، کپڑے دھوئے، حضرت کو نہلانے کے لیے پانی گرم کیا، آج اللہ پاک کی رحمت سے جب لیٹتا ہوں تو دس دس آدمی خدمت کے لیے آجاتے ہیں، مجھے بھگانے پڑتے ہیں کہ بھئی زیادہ تعداد سے جی گھبراتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جنہوں نے میرے شیخ کی خدمت نہیں کی، ان کا علم وغیرہ تو بہت ہے مگر ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں پاتا ہوں۔ لیکن مخدوم بننے کی نیت سے خادم نہ بنو، پیر کو اللہ کے لیے چاہو۔

ایک غیر مخلص مرید کی حکایت

ایک شخص گنگوہ گیا، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا، اللہ اللہ کیا، دس سال کے بعد شکایت کی کہ مجھے کچھ نہیں ملا، آپ نے مجھے خلافت بھی نہیں دی، بس اب میں جا رہا ہوں، تو حضرت نے پوچھا کہ یہاں کس لیے آئے تھے؟ کہا کہ اسی لیے تو آیا تھا کہ کچھ دن خدمت کروں گا، آپ خلافت دیں گے تو میں بھی اپنی پیری مریدی کی دکان کھولوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ظالم جبھی تو تجھ کو کچھ نہیں ملا، اگر اللہ کے لیے آتا تو اللہ کو پاجاتا۔

بتاؤ! کیسی کیسی باتیں اس وقت بیان ہو گئیں جو عام مجمع اور وعظوں میں نہیں پاؤ گے۔ بس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کی توفیق ہوئی، احباب کی وجہ سے دل خوش ہو جاتا ہے، یہ اللہ پاک کا کرم ہے۔

دنیا ہی میں جنت کا مزہ

بعض وقت ایسا لگتا ہے جیسے میں اس دنیا میں نہیں ہوں، ایسا لگتا ہے کہ میں جنت میں ہوں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ[۳۰۴] جنت میں اللہ کے بہت سے عاشق بیٹھے ہیں اور مزے ہو رہے ہیں، دیکھو وہاں نہ لیٹرین ہے نہ استنجاء لگے گا، نیند بھی نہیں ہے کہ سارا دن سو رہا ہو کیوں کہ سویا اور مرا ہوا برابر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ[۳۰۵] نیند موت کا بھائی ہے، تو جب اللہ وہاں موت کو ختم کر دے گا تو موت کے بھائیوں کو بھی نہیں آنے دے گا، وہاں نیند بھی نہیں آئے گی، اور نیند آتی ہے تھکاوٹ سے، وہاں تھکاوٹ ہو گی ہی نہیں۔ تو یہ مجمع جو ہے اگر یہ چوبیس گھنٹہ ایسے ہی رہے سونے کی ضرورت ہی نہ پڑے، تو کتنا مزہ آئے گا اس کا اندازہ کرو۔ سبحان اللہ!

جنت میں ہر وقت احباب سے ملاقات رہے گی، بعض احباب دور ہوں گے تو اللہ ان کو ایک سواری دے گا اس کا نام ہے رَف رَف، میرے شیخ فرماتے تھے کہ رَف رَف کو الٹ دو تو فر فر بنے گا، تو وہ سواری فر فر اڑے گی اور سیکنڈوں میں دوستوں تک پہنچا دے گی۔ مثلاً میرا دل چاہے کہ مولانا رومی سے مل لوں کیوں کہ مجھے بچپن ہی سے ان سے محبت ہے تو فوراً وہاں پہنچ جاؤں گا۔ یہ ایک مثال دی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اوروں کی محبت مجھے نہیں ہے، آپ بتاؤ ایک ہزار دادا بیٹھے ہوں تو باپ سے جو محبت ہو گی اتنی داداؤں سے ہو گی؟

بچپن ہی سے حضرتِ والا کی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے مناسبت

مجھے بچپن ہی سے مولانا رومی سے فیض ہوا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں ان ہی کا زیادہ مرید ہوں، ان ہی کی برکت سے پھر میں نے شیخ پکڑا، ورنہ ہم تو پیری مریدی جانتے ہی نہیں تھے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ

من نجویم زیں سپس راہِ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر

---

۳۰۴ الفجر:۲۹

۳۰۵ البعث والنشور للبیھقی:۱/۲۴۴(۴۸۴)، باب قول اللہ عزوجل لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولٰی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ

میں آسمان کا راستہ نہیں ڈھونڈوں گا، پہلے پیر ڈھونڈوں گا، ایک مصرع میں چار دفع پیر کا نام لیا ”پیر جویم، پیر جویم، پیر پیر“ پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر۔ اور فرمایا۔

پیر باشد نردبانِ آسماں

تیر پراں از کہ گردد از کماں

نردبان کے معنیٰ سیڑھی ہیں یعنی پیر آسمان تک جانے کی سیڑھی ہے اور دلیل اگلے مصرع میں ہے کہ تیر کس کے ذریعے سے اڑتا ہے؟ کمان کے ذریعے۔ اگر کمان میں تیر نہ لگاؤ تو ساری زندگی زمین پہ پڑا رہے گا۔ تو اپنی روحانیت کے اعتبار سے شیخ کمان ہوتا ہے، مریدوں کو اپنی کمان میں چڑھا کر اُڑا دیتا ہے اور آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔ تو یہ سب مضمون پڑھنے کے بعد مجھے پیر کی جستجو ہوئی، لہٰذا میں کیوں نہ کہوں کہ میرے پیر اوّل مولانا رومی ہیں جنہوں نے ہمیں پیروں تک پہنچایا۔

اب دیکھیے! آپ سے تو کبھی سال میں ایک بار ملاقات ہو جاتی ہے، لیکن میر صاحب تو ہمیشہ خانقاہ میں میرے پاس رہتے ہیں ماشاء اللہ، اور تنخواہ بھی نہیں لیتے، یہ خاص بات ہے، ان کا کام اتنا اہم ہے کہ اگر یہ دس ہزار بھی تنخواہ مانگتے تو کم تھا لیکن میر صاحب تنخواہ نہیں لیتے، پیٹ کی روٹی اور جسم کے کپڑے پر میرے پاس ہیں، اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مشابہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **كُنْتُ اَلْزَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشِبَعِ بَطْنِي** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اپنی پیٹ کی روٹیوں پر۔ گو کبھی کبھی پیٹ پر پتھر بھی باندھتا تھا، کیوں کہ غریبی کا زمانہ تھا مگر صحابہ کے قویٰ بھی قوی تھے، آج اس زمانے میں کوئی پتھر باندھ لے تو اٹھنے ہی نہیں پائے گا، پتھر باندھے لیٹا رہے گا، لیکن الحمد للہ میر صاحب کو پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت نہیں آتی، حلوہ باندھے رہتے ہیں، شوگر کی وجہ سے نہیں کھاتے لیکن دستر خوان پر مال ہی مال رہتا ہے۔ کیا تصوف ہے اس زمانے میں کہ صوفیوں کے پیٹ پر حلوے بندھے ہوئے ہیں اور صحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، کتنا فرق ہے! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اب بندے کمزور ہو چکے ہیں، ہم لوگوں کو ایک دو وقت کھانا نہ ملے تو چلنا مشکل ہے۔

بتاؤ! کیسی مزیدار مجلس ہوئی آج! یہ اللہ کی طرف سے کرم ہے، مولانا یونس کی قسمت ہے کہ یہ رسٹن برگ نہیں آسکے تھے تو اللہ نے آج یہاں کی مجلس عجیب وغریب کر دی۔

رجال اللہ کی صحبت سے کتاب اللہ پر عمل کی توفیق ملتی ہے

میں جب مڈل میں پڑھتا تھا تو قصبہ میں جتنے ہل جوتنے والے دیہاتی تھے وہ اکثر کانوں میں انگلی رکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

اللہ اللہ کیا مزہ مرشد کے میخانے میں ہے
دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے

تو پہلے ہم سوچتے تھے کہ یہ ایسے ہی گانے والے ہیں لیکن اب واقعی یقین آگیا کہ شیخ بہت بڑی نعمت ہے، ورنہ آدمی کو محض کتابیں پڑھ کر راستہ نہیں ملتا، صراطِ مستقیم کتابوں سے نہیں ہے، اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ سے ہے، یہ مبدل منہ کا بدل الکل ہے، اب سوال ہوتا ہے کہ جب الصراط المستقیم مبدل منہ ہے اور اللہ والوں کا راستہ مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ ہے تو پھر کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ والوں کے ساتھ جڑ کر سب اللہ والے ہو جائیں، اس کا جواب کیا ہے، بتاؤ؟ کتاب اللہ جو ہے یہ ہمارے لیے عمل کا راستہ ہے اور اہل اللہ ہمیں کتاب پر عمل کرنے کے لیے پیٹرول دیتے ہیں، کتاب اللہ روشنی ہے پیٹرول نہیں ہے، کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لیے اہل اللہ کی ضرورت ہے تاکہ قوتِ عمل، ہمتِ عمل اور توفیقِ عمل نصیب ہو جائے، اللہ کی محبت نصیب ہو جائے، محبت بھرا دل نصیب ہو جائے، ان کا دردِ دل، ان کی خشیت اور ان کی محبت ان کے پاس بیٹھنے والوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔

تو کتاب اللہ سے ہمیں صراطِ مستقیم اور مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کا پتا چلا اور تمام احکامِ شریعت کا علم ہوا اور اس کی تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمادی کہ کتابوں کا وجود بھی ضروری ہے، کتاب اللہ بھی ضروری ہے اور رجال اللہ بھی ضروری ہیں۔ رجال اللہ سے ہم کو کتاب اللہ پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی۔ جن مولویوں نے شیخ نہیں پکڑا آپ ان کے عمل کو قریب سے دیکھیے، منبر پر نہ دیکھیے کہ دھواں دار تقریر کر رہا ہے، آپ ان کی نجی زندگی کو دیکھیں گے تو بہت سی باتوں میں عمل سے محروم پائیں گے، کبھی کالا چشمہ پہن کے بد نظری کریں گے تاکہ کسی کو پتا نہیں چلے کہ کدھر دیکھتا ہے، بظاہر منہ اِدھر ہے اور دیکھ اُدھر رہا ہے، علم پر عمل اہل اللہ کی صحبت کے بغیر بہت مشکل ہے۔

جن لوگوں کا مجھ سے تعلق نہیں تھا وہ اب تعلق کے بعد مالک کی مہربانی سے بتائیں کہ فرق محسوس ہو رہا ہے یا نہیں؟ میرا بھی یہی حال ہے کہ اگر ہم بزرگوں کو نہ پکڑتے تو جانتے ہی نہیں کہ دین کیا ہے؟

يَجُوْزُ لَا يَجُوْزُ تو کتاب اللہ سے پا جاؤ گے، مگر **عَجُوْزٌ** رہو گے یعنی ہمت بڑھی رہے گی، **عجوز** کے معنیٰ ہیں بڑھیا، لیکن اگر اللہ والوں میں رہو گے تو پھر **يَجُوْزُ لَا يَجُوْزُ** پر شیروں کی طرح عمل کرو گے۔

اختلافِ اَلسِنہ

اختلافِ رنگ واختلافِ السنہ اللہ کی نشانی ہے، تو اس کے لیے جنگ کرنا اور آپس میں لڑنا کہ تم کالے ہو، تم گورے ہو، تم ایسے بولتے ہو، تم ایسے بولتے ہو یہ حماقت ہے۔ اختلافِ رنگ واختلافِ السنہ یہ اللہ کی نشانی ہے، اللہ کی نشانی پر فدا ہو جانا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ تم ایک دوسرے پر فدا ہوتے آج آپس میں جدا ہو رہے ہو، لڑ رہے ہو تو **وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ**[۳۰۶] فرمایا اور اس میں **کُمۡ** کا خطاب انسان کو ہے۔

دیکھو! ساری دنیا کے کتے بھونکتے ہیں ان کی آواز میں کوئی فرق نہیں ہے، ساری دنیا کی بلی افریقہ کی ہو یا امریکا کی میاؤں ہی کرتی ہے، سعودی عرب کی بلی بھی **کَیۡفَ حَالُکُمۡ** نہیں کہے گی، جانوروں کی آوازوں میں کہیں اختلاف نہیں ہے کیوں کہ اللہ نے انہیں اپنی معرفت کے لیے پیدا نہیں فرمایا، یہ علمِ عظیم ہے، یہ **کُمۡ** اللہ نے تمہارے لیے فرمایا ہے، کیوں کہ تمہیں اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے، اس لیے تمہارا نشان اختلافِ الوان اور اختلافِ السنہ بنایا، اور چوں کہ جانوروں کو اپنی معرفت کے لیے نہیں پیدا کیا، لہٰذا ان کی زبانوں میں اختلاف نہیں ہے۔

۶/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز بدھ، بعد فجر، بوقت پونے چھ بجے، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

حصولِ تقویٰ کے لیے گناہوں کے تقاضوں کو مغلوب کرنے کی تماثیل

ایک بڑے عالم نے جو حضرت والا کے مجاز بھی ہیں سوال کیا کہ نظر کی بھی پوری حفاظت کرتے ہیں، ذکر واذکار بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود تقاضے شدت سے رہتے ہیں، تو کیا یہ تعلق مع اللہ سے محرومی کی علامت ہے؟

حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ چاہے کتنا ہی بڑا ولی اللہ ہو جائے، اولیائے

۳۰۶؎ الروم: ۲۲

صدیقین کی خط انتہا تک پہنچ جائے اور زبان سے ہر وقت علومِ معرفت جاری ہوں، لیکن ناف کے نیچے آنتوں میں مشک وزعفران نہیں ہو گا۔ ناف کے نیچے جو نجاستیں ہیں وہ کسی کی ولایت کی وجہ سے مبدل بہ مشک وزعفران اور مبدل بہ عرقِ گلاب نہیں ہو جاتیں، اور یہ کچھ مضر نہیں ہے۔ یہ تکوینی راز ہے۔ جس طرح خوشبودار پھولوں کے پودوں کے نیچے گوبر اور کھاد ڈالتے ہیں اور اسی غذا سے گلاب اور چنبیلی کے پودے بڑھتے ہیں، لیکن پھولوں میں اس کھاد کی بدبو اللہ تعالیٰ نہیں آنے دیتے جبکہ اس کھاد پر ہی پھولوں کا ارتقاء موقوف ہے، اگر گوبر اور کھاد نہیں ڈالو گے تو پودا نہیں بڑھے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ قاہرہ کو دِکھاتے ہیں کہ جس طرح تم پھولوں کے پودوں کی جڑوں میں کھاد ڈالتے ہو اور کھاد پر پانی اور خاک ڈالتے ہو، جس سے کھاد کی گرمی معتدل ہو کر پودوں کی بقاء اور ارتقاء کا سبب بنتی ہے، اسی طرح تم بھی اپنے گناہوں کے تقاضوں کی کھاد پر میرے نور کی ٹھنڈک اور پانی ڈالتے رہو۔ اسی سے تمہارے تقویٰ کا درخت ہرا بھرا ہو گا اور تمہاری زبان سے ہم علوم و معرفت کی خوشبو پیدا کریں گے۔ بس اتنا کرو کہ تقاضوں کی کھاد پر خاک ڈالتے رہو، یعنی اس پر عمل نہ کرو، یہ تقاضے ایندھن ہیں، ایندھن ہم نے جلانے کے لیے دیا ہے، یہ کھانے کے لیے نہیں ہے، اس کے جلانے سے ہی نورِ تقویٰ پیدا ہو گا۔ بریانی پکانی ہے تو لکڑی کوئلہ چولہے میں ڈال کر آگ میں جلاتے ہیں۔ بُرے تقاضوں کو اللہ کے خوف کی آگ میں ڈالتے رہو اور تقویٰ کی بریانی پکاتے رہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوائی جہاز کو اگر مخالف ہوا ملتی ہے تو پائلٹ جہاز کی رفتار کو تیز کر دیتا ہے جس سے جہاز جلد منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کشتی طوفان میں پھنستی ہے تو کشتی کا ناخدا ہر وقت کہتا ہے یاخدا میری کشتی کو ڈوبنے سے بچانا یعنی مجھے گناہوں کے اندر غرق ہو کر رُسوا نہ ہونے دینا۔ کشتی کا ناخدا طوفانوں کی وجہ سے کثرتِ یاخدا میں مشغول ہو کر باخدا ہو جاتا ہے، اس کی نسبت مع اللہ بہت قوی ہو جاتی ہے۔ اسی کو احقر نے ان اشعار میں بیان کیا ہے ؎

دریا میں دوستو اگر ماہرِ فن ہو ناخدا
کشتی بھنور میں جب پھنسے نعرہ لگائے یا خدا

اخترؔ یہ ناخدا بھی جب طوفاں میں پھنس گیا کبھی
کثرتِ ”یاخدا“ سے وہ کیسا ہوا ہے باخدا

تقاضوں کی شدت سے مومن اللہ کی طرف رجوع اور فریاد زیادہ کرتا ہے کہ اے اللہ! یہ بُرے تقاضے

ہیں، اگر کہیں مغلوب ہو کر مبتلا ہو گیا تو رُسوا ہو جاؤں گا اور آپ سے دور ہو جاؤں گا، اس کو اپنی حفاظت کے لیے توفیقِ آہ وزاری زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا
ما چو مرغانِ حریص بے نوا

اے خدا! گناہوں کی لذت کے ایک لاکھ جال اور دانے پھیلے ہوئے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بھوکی چڑیوں کی طرح لالچی بھی ہیں اور بے نوا بھی ہیں کہ ہمارے پاس کچھ ہے بھی نہیں۔ گناہوں کے دانوں کو دیکھ کر للچارہے ہیں اور اس لالچ سے خوف ہے کہ جال میں پھنس نہ جائیں، لیکن اس کے باوجود ہم آپ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہمیں آپ ہی کا آسرا ہے ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو بامائی نباشد ہیچ غم

اگر ہزاروں جال ہمارے قدموں پر ہیں اور ہر وقت خطرہ ہے کہ اب گناہ ہوا، اب گناہ ہوا لیکن اگر آپ ہمارے اوپر مہربان ہیں تو ہمیں کوئی پروا نہیں، آپ ہماری حفاظت کے لیے کافی ہیں۔

تقویٰ کی تعریف

تقاضے کی شدت کیوں ہے؟ کیوں کہ تقویٰ کی تعریف ہے:

کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی

نفس کو بُری خواہش پر عمل کرنے سے روکنا۔ بُری خواہش کا فقدان یہاں مقصود نہیں ہے۔ بُری خواہش پیدا ہو اور پھر اس کو روکے یعنی اس خواہش پر عمل نہ کرے، اس کا نام تقویٰ ہے جیسے بھوکا گھوڑا ہری ہری گھاس کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے اور گھاس دس فٹ گہرائی میں ہے اور گھوڑا اس کھڈے میں کودنا چاہتا ہے تو سوار پوری طاقت سے اس کی لگام کھینچتا ہے خواہ لگام کھینچنے میں گھوڑے کا منہ زخمی ہو جائے، کیوں کہ سوار جانتا ہے کہ اگر یہ کھڈے میں کود گیا تو نہ سوار رہے گا نہ سواری۔ اسی طرح گناہوں کی ہری ہری گھاس سے اپنے نفس کی لگام کو اتنا زور سے کھینچو کہ صدمہ و غم سے دل پاش پاش ہو جائے، اسی غم کو اٹھانے کا نام تقویٰ ہے۔

قوی الشہوت قوی النور ہوتا ہے

اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد ہے۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ اور جتنی بنیاد مضبوط ہوتی ہے عمارت اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑے درجہ کا ولی بنانا چاہتے ہیں اس کے تقویٰ کی بنیاد بہت مضبوط بناتے ہیں اور تقویٰ کی بنیاد کے لیے کَفُّ النَّفۡسِ عَنِ الۡھَوٰی کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کے اندر ھَوٰی اور بُری خواہشات کے تقاضے بھی بہت زیادہ رکھتے ہیں تاکہ جب اس کو شدید تقاضا ہو تو اس تقاضے کو روکنے میں غم بھی شدید پیدا ہو اور جتنا شدید غم ہوگا روح میں اتنا ہی قوی نور پیدا ہوگا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں گناہوں سے بچنے میں نفس میں جتنا شدید غم آتا ہے روح میں اتنا ہی قوی نور پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی ھَوٰی یعنی بُری خواہش کا تقاضا جتنا قوی ہوگا اتنا ہی اس کا کَفُّ النَّفۡسِ زیادہ ہوگا اور کَفُّ النَّفۡسِ میں اس کو زیادہ تکلیف ہوگی، اور ہر شخص کے مجاہدہ اور تکلیف کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے درجات میں فرق کرتے ہیں مثلاً ایک شخص ایک کلو غم اُٹھاتا ہے اور دوسرا ایک ہزار کلو غم اُٹھاتا ہے، دونوں کے درجات مساوی نہیں ہوسکتے۔ کَفُّ النَّفۡسِ تقویٰ کی بنیاد ہے، جس نے جتنا زیادہ غم اُٹھایا اتنی ہی اس کی تقویٰ کی بنیاد مضبوط ہوئی اور اس کی ولایتِ عُلیا کی عمارت اتنی ہی عظیم الشان تعمیر ہوتی ہے۔

اس لیے تجربہ ہے کہ جن کا مزاج عاشقانہ تھا ان کو نفس کو روکنے میں تکلیف بھی شدید ہوئی تو اللہ نے ان کے قلب کو اپنی محبت کا درد عظیم الشان عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جن کو اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب کرتا ہے ان کو زیادہ مجاہدہ سے گزارتا ہے، تاکہ ان کے جلے بھنے دل کی خوشبو سے دوسرے بندے اللہ کی خوشبو پاکر اللہ پر فدا ہو جائیں۔ ایسے بندے صرف صاحبِ خوشبو نہیں ہوتے ناشرِ خوشبو بھی ہوتے ہیں، ان کو اللہ صرف ولی نہیں بناتا ولی ساز بھی بناتا ہے، لہٰذا گناہوں کے تقاضوں کی شدت سے ہرگز گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ سمجھنا بنیادی غلطی ہے کہ تقاضائے معصیت سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اس جملہ کا صغریٰ کبریٰ سب غلط ہے۔ اللہ جب ناراض ہوتا ہے کہ تقاضائے معصیت پر عمل کرلے۔

خوب سمجھ لو کہ تقاضا ہونا کچھ گناہ نہیں، تقاضے پر عمل کرنا گناہ ہے۔ بس اس کی فکر کریں کہ بُرے تقاضوں پر، بُری خواہش پر عمل نہ ہو۔ جس کے دل میں زیادہ تقاضے ہوں تو سمجھ لو کہ تقویٰ کی بھٹی روشن کرنے کے لیے اس کو ایندھن زیادہ دیا گیا ہے۔ ان تقاضوں کو اللہ کے خوف کی آگ میں جلادو یعنی عمل نہ کرو تو تقویٰ کا عظیم الشان نور پیدا ہو جائے گا، اس لیے تقاضوں کی شدت سے کبھی پریشان نہ ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ

نے ایندھن زیادہ دیا ہے تو یہ نہ کہو کہ یہ لکڑی کوئلہ ہی ختم ہو جائے، اگر ایندھن نہ ہو گا تو چولہا کیسے گرم ہو گا؟ اللہ کی محبت اور تقویٰ کی بریانی گناہوں کے تقاضوں کے اسی ایندھن سے تیار ہوتی ہے، لہٰذا ایندھن کا زیادہ ہونا نعمت ہے۔ جس کے نفس میں گناہوں کے تقاضے جتنے زیادہ شدید ہوں گے اتنا ہی اس کو ان تقاضوں کو روکنے میں مجاہدہ شدید ہو گا اور جتنا مجاہدہ شدید ہو گا اتنا ہی شدید اور قوی تقویٰ کا نور پیدا ہو گا، لہٰذا تقاضائے معصیت بالکل مضر نہیں بلکہ ترقیٔ درجات کا ذریعہ ہیں۔

میرے مرشد حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ گرمی کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو شدید پیاس لگی ہو اور فریج میں پانی کی ٹھنڈی بوتلوں کو دیکھ کر پانی پینے کو اس کا دل تڑپ جاتا ہے، لیکن نہیں پیتا تو کیا اس کے روزے کو کوئی نقصان پہنچے گا یا اجر اور بڑھ جائے گا؟ پس جن کا مزاج عاشقانہ ہے اور دل میں حسن کا ''ہوکا'' ہے کہ اگر دنیا بھر کے حسین مل جائیں تو چاہتا ہے کہ کسی کو نہ چھوڑوں، لیکن اس کے باوجود کسی حسین کو نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتا تو بتاؤ اس کا یہ مجاہدہ کتنا شدید ہے! تو جتنا شدید اس کا مجاہدہ ہو گا اتنا ہی یہ قوی النور ہو گا، کیوں کہ یہ تقاضوں پر عمل نہیں کرتا اور دل کا خون کرتا ہے۔ یہ تقاضے اس کے لیے بالکل مضر نہیں بلکہ ولایتِ عُلیا اور اولیائے صدیقین کی منتہا تک پہنچانے کا سبب ہیں۔

اس لیے شدتِ تقاضائے معصیت سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے، تقاضے اللہ کے راستے میں بالکل مضر نہیں۔ بس ان پر عمل نہ کرو، اور خواہشوں کا خون کرنے سے دل پر جو غم آئے اس غم سے بھی نہ گھبراؤ، کیوں کہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔ اللہ پیارا تو ان کے راستے کا غم بھی پیارا۔ اگر سارے عالم کی خوشیاں اللہ کے راستے کے ذرّۂ غم کو سلامِ احترامی اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو اس غم کی عظمت کا وہ خوشیاں بدل نہیں ہو سکتیں، کیوں کہ اللہ بے مثل ہے تو ان کی راہ کا غم بھی بے مثل ہے اور ہماری خوشیاں با مثل ہیں اور فانی ہیں۔ اس غم سے جو حلاوتِ ایمانی کی غیر فانی خوشی ملتی ہے فانی خوشیاں اس کا کیا بدل ہو سکتی ہیں؟ لہٰذا نظر بچانے سے، گناہ سے بچنے سے جب دل میں غم آئے تو یہ شعر پڑھ لیا کرو۔

نہ شود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اے اللہ! دشمنوں کو یہ غم نہ دینا، ہم دوستوں کا سر اس غم کی تلوار کے لیے حاضر ہے۔ یہ غم نصیبِ دوستاں ہے، کیوں کہ یہ سببِ حصولِ تقویٰ ہے اور اہلِ تقویٰ ہی اللہ کے دوست ہیں تو یہ غم نصیبِ اولیاء ہے، نصیبِ

دوستاں ہے۔ اور نظر بازی اور زنا و بد معاشی یہ نصیبِ دشمناں ہے۔ ہندو، یہودی، عیسائی اس میں شریک ہیں۔ تو مسلمان اور سالک کو زیبا نہیں کہ وہ ایسی حرکت کرے جو نصیبِ دشمناں ہو، لہٰذا نصیبِ دوستاں والا غم اُٹھالو۔ میں اس پر آپ لوگوں کی تسلی کے لیے قسم کھاتا ہوں کہ یہ غم اٹھالو تو واللہ ایسا بے مثل مزہ پاؤ گے کہ سارے عالم کا مزہ اللہ کے راستے کے غم کے اس مزہ کی لغت کو سمجھ بھی نہیں سکتا، کیوں کہ اہلِ عالم کی لغت مخلوق ہے اور یہ مزہ اللہ کا ہے جو غیر مخلوق ہے تو لذتِ خالق کو مخلوق کی لغت کیا سمجھ سکتی ہے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ۔۔۔الخ کی انوکھی شرح

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے صحت بھی خراب ہو جاتی ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ[۳۰۷]

اے اللہ! میں آپ سے صحت مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صحت مرادِ نبوت، مطلوبِ نبوت اور مسؤلِ نبوت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مانگنا تمام امت کے لیے تعلیم ہے کہ تم سب اللہ سے صحت مانگو، کیوں کہ اگر صحت نہ ہوگی تو نہ تم دنیا کے رہوگے نہ آخرت کے، اور دین کا کام بھی صحت پر موقوف ہے، اس لیے آپ نے صحت کا سوال کیا تا کہ ہم لوگ دین کا کام کر سکیں، اگر بیمار ہوں گے تو دین کا کام کیسے ہو گا؟

حدیثِ بالا میں الفاظ کے تقدم و تأخر کے اسرارِ عجیبہ

صحت کے فوراً بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عفت کا سوال کیا اور فرمایا وَالْعِفَّۃَ اور ہمیں پاک دامنی نصیب فرما یعنی بد نظری، بد معاشی، زِنا، شراب وغیرہ سے محفوظ فرما، کیوں کہ یہ سب پاک دامنی کے خلاف ہیں۔ الفاظِ نبوت کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر میں اسرار ہوتے ہیں۔ صحت کے بعد عفت کی درخواست کیوں سکھائی گئی؟ نبی سفیرِ خدا ہوتا ہے، اس لیے اپنے نبی کی زبانِ مبارک سے کہلا دیا کہ عفت مانگیے تا کہ میرے بندے عفیف رہیں اور جب عفیف رہیں گے تو صحت مند رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ صحت کا راز عفت اور پاک دامنی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ جو زانی اور بدکار ہوتے ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

۳۰۷۔ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۱۹۲ (۱۹۳)، باب فی الایمان بالملائکۃ، مکتبۃ الرشد

اور عفت کا مدار کس چیز پر ہے؟ **وَالْاَمَانَةَ** اگر تمہیں امانت حاصل ہے، اگر تمہاری آنکھیں اور تمہارا دل امین ہو گا تو تم عفیف رہ سکو گے یعنی گناہ سے بچ سکو گے۔ اور امانت سے مراد دو قسم کی امانت ہے کہ اس کی آنکھیں بھی امانت دار ہوں اور اس کا قلب بھی امانت دار ہو۔ پس **اَمِيْنُ النَّظَر** بھی رہو اور **اَمِيْنُ الْقَلْب** بھی رہو، ورنہ اگر تمہارے اندر امانت نہ رہے گی تو عفت بھی نہ رہے گی۔ جو بد نظری کرے گا یا دل میں گندے گندے خیال لائے گا ایک نہ ایک دن گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ پاک دامن جب رہو گے جب قلب و نظر بچاؤ گے، کیوں کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے اور دل میں گندے خیالات پکانا دل کا زِنا ہے اور جب ایک جز زِنا کرے گا تو سارا جسم زِنا میں مبتلا ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ عفت و پاک دامنی امانت پر موقوف ہے۔ پس امانت مانگنا خیانت سے حفاظت مانگنا ہے، یعنی خیانتِ عینیہ سے بھی محفوظ ہو اور خیانتِ صدریہ سے بھی محفوظ ہو۔

لفظ امانت دلیل ہے کہ جو بد نظری کرتا ہے وہ خائن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ**[۳۰۸] اللہ تعالیٰ جانتا ہے نظروں کی خیانت کو اور جو کچھ تمہارے سینے چھپاتے ہیں۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے **تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا** خیانت کی ضد امانت ہے، تو لفظ خیانت نازل فرما کر اللہ نے انسانوں کو بتا دیا کہ تمہاری آنکھیں تمہاری ملکیت نہیں ہیں، ہماری امانت ہیں۔ اگر تم ان کے مالک ہوتے تو ہم لفظِ خیانت نازل نہ کرتے۔ لفظِ خیانت کا نزول بتا رہا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے مالک نہیں ہو، یہ آنکھیں اللہ نے تم کو بطور امانت کے دی ہیں، لہٰذا ان کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا خیانت ہے۔

تو معلوم ہوا کہ صحت کا مدار عفت پر ہے اور عفت کا مدار امانت پر ہے اور امانت کا مدار کس چیز پر ہے؟ فرماتے ہیں **وَحُسْنَ الْخُلُقِ** امانت کی بنیاد حسن اخلاق پر ہے، اور **حُسْنَ الْخُلُقِ** کی تعریف شرح مشکوٰۃ میں ہے:

مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ[۳۰۹]

اچھے اخلاق اُس کے ہیں جو مخلوق کو خوش کرے لیکن اللہ کے قانون کے تحت۔ جہاں اللہ ناراض ہو پھر مخلوق کو خوش کرنا حرام ہے، تو جو انسان گناہ کرتا ہے مثلاً بد نظری کر کے اپنا دل خوش کرتا ہے اس وقت وہ **مداراۃ الخلق** تو کرتا ہے لیکن **مراعاۃ الحق** کو پاش پاش کرتا ہے، کیوں کہ نظر بازی کرنے والا خود بھی

---

۳۰۸ المؤمن: ۱۹

۳۰۹ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۶۳، باب الحذر والتأنی فی الامور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مخلوق ہے اور اس کا دل بھی مخلوق ہے، تو بد نظری سے اپنا دل خوش کر کے مداراتِ خلق تو کر رہا ہے لیکن اللہ کے قانون کی رعایت نہیں کر رہا ہے۔ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے حکم کو توڑ رہا ہے اور اپنا دل حرام خوشیوں سے جوڑ رہا ہے لہٰذا اچھے اخلاق اس کو حاصل نہیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ اخلاق مانگا کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ حسنِ اخلاق دے گا تو مداراتِ خلق کے ساتھ تم کو توفیق مراعاتِ حق بھی دے گا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ معلوم ہوا کہ حسنِ اخلاق کا مدار رضا بالقدر پر ہے کیوں کہ حسنِ اخلاق کی توفیق اسی کو ہو گی جو اللہ کے فیصلے پر راضی ہو گا۔ جو اللہ کی قضا و قدر یعنی تقدیر پر راضی نہیں ہو گا وہ حسنِ اخلاق کا حامل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ مراعاتِ حق نہیں کرے گا مثلاً کہے گا کہ میری بیوی تو بد صورت ہے اور دوسری عورتیں کیسی اچھی ہیں تو جب یہ تقدیر پر راضی نہ ہو گا تو اپنا دل خوش کرنے کے لیے اللہ کے قانون کو توڑے گا اور اپنے مخلوق دل کو خوش کر کے مراعاتِ خلق کرے گا لیکن مراعاتِ حق کا پاس نہیں کرے گا اور حسنِ خُلق سے محروم ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ حُسنِ خُلق کی بنیاد رضا بالقدر پر ہے۔ جو تقدیر پر راضی رہے گا وہ مداراتِ خلق تو کرے گا مگر مراعاتِ حق کے ساتھ۔ جیسی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی اس پر راضی رہے گا، اپنے مخلوق دل کی مدارات اسی حد تک کرے گا جس حد تک اللہ راضی ہے، وہ اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش نہیں کرے گا، اس کی مداراتِ خلق مراعاتِ حق کے ساتھ ہو گی، کیوں کہ یہ راضی برضائے حق ہے اس لیے حسنِ اخلاق کا حامل ہو گا۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مجلس میں حضرت والا سے تعلق رکھنے والے بعض بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس حدیث پاک کی ایسی شرح زندگی بھر نہ کہیں پڑھی نہ سنی۔)

حضرت والا نے فرمایا کہ اگر اس وقت سارے عالم کے علماء ہوتے تو اس تقریر پر وجد کرتے، کیوں کہ میری یہ تقریر کتب بینی سے نہیں قطب بینی کی وجہ سے ہے۔ جن اللہ والوں کو اختر نے دیکھا اور ان کی جوتیاں اُٹھائیں یہ ان کا فیض ہے میرا کمال نہیں۔

افطار کے وقت قبولیتِ دعا کا راز

ارشاد فرمایا کہ افطار کے وقت دعا قبول ہونے کا راز اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا کہ بھوک لگی ہوئی ہے، شدید پیاس ہے، سامنے کھانا، ٹھنڈا پانی اور شربتِ روح افزا جس میں برف کے ٹکڑے پڑے ہیں، رکھا

ہوا ہے اور دہی بڑا بھی رکھا ہوا ہے جس کو دیکھ کر دِل للچا رہا ہے، لیکن بندہ مؤذن کے اللہ اکبر کا انتظار کر رہا ہے کہ دہی بڑا تو ہے لیکن اللہ سب سے بڑا ہے، جب تک اللہ اکبر کی آواز نہ آئے میں دہی بڑے کی بڑائی کو تسلیم نہیں کر سکتا، جب مؤذن اللہ اکبر کا اعلان کر دے گا اور ان کا حکم ہو جائے گا تب کھاؤں گا۔ تو اس ادائے بندگی پر اللہ تعالیٰ کی یہ عطائے خواجگی ہے کہ افطار کے وقت اس کی دعا قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی اس ادائے بندگی پر رحم آتا ہے کہ نعمتیں سامنے ہیں لیکن اذان کی آواز کا انتظار کر رہے ہیں۔

پس لاکھ تقاضے کے باوجود جب کھانا نہیں کھایا یا پانی نہیں پیا تو اس سے روزہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اجر اور بڑھ گیا کہ اس کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ اسی طرح گناہوں کے لاکھ تقاضے ہوں لیکن اگر گناہ نہیں کرتا تو یہ تقاضے کچھ مضر نہیں، ان سے تقویٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بوجہ مجاہدۂ شدیدہ اور زیادہ مقرب الی اللہ ہونے کا سبب ہیں۔

لذتِ ترکِ گناہ رشکِ جنت ہے

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

اے رفیقاں زیں مقیل و زیں مقال
اِتَّقُوْا اِنَّ الْھَوٰی حَیْضُ الرِّجَالْ

خواہشِ نفس پر عمل کرنا مردوں کا حیض ہے جو انہیں خدا سے دور رکھتا ہے۔ عورتوں کا حیض تو انہیں نماز روزہ کے قابل نہیں رکھتا جس پر کوئی گناہ نہیں کیوں کہ اللہ کے حکم سے ان ایام میں ان پر نماز، روزہ معاف ہے، لیکن خواہشِ نفس پر عمل کرنا ایسی گندگی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب اور موجبِ غضب ہے، کیوں کہ نفس کی حرام خواہشات کو روکنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ میں مولیٰ سے قریب کرنے کی دعوت دیتا ہوں، میری آہ کو رائیگاں نہ کرو، یہ مجھ سے بے وفائی ہے۔ اس پر لندن میں میرا یہ شعر ہوا تھا ؎

مری آہ کو رائیگاں کرنے والو
مرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

تجربہ کر کے دیکھ لو کہ بد نظری ترک کرنے سے اور حسین صورتوں سے صَرفِ نظر کرنے سے اگر اللہ کی محبت کو دل میں رشکِ جنت نہ پاؤ تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔ اللہ کا ذکر جنت سے زیادہ مزے دار ہے کیوں کہ

اللہ خالق ہے، جنت مخلوق ہے تو خالقِ جنت کی لذت مخلوق کی لذت سے کیسے افضل نہ ہوگی! جنت کی نعمتیں سر آنکھوں پر، لیکن اللہ کے نام کی لذت کو جنت کی کوئی نعمت نہیں پاسکتی سوائے دیدارِ الٰہی کے، کیوں کہ جب ان کے ذکر میں یہ مزہ ہے تو خود مذکور میں کیا مزہ ہوگا، اسی لیے جنت میں جب اللہ کا دیدار ہوگا تو کسی جنتی کو جنت یاد بھی نہ آئے گی، کسی کو ہوش نہ رہے گا کہ جنت کدھر ہے۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

یہ معمولی دلیل نہیں ہے کہ اگر جنت اللہ سے زیادہ پیاری ہوتی تو جب اہلِ جنت اللہ کو دیکھتے تو اس وقت بھی جنت کو یاد کرتے کہ جلدی سے جلوۂ جاناں ختم ہو تو ہم جنت کا حلوۂ جاناں کھانے چلیں۔ معلوم ہوا کہ جلوۂ جاناں حلوۂ جاناں سے افضل ہے کیوں کہ یہ نعمت ہے، وہ نعمت دینے والا ہے۔

(احقر راقم الحروف کو مخاطب کرکے فرمایا کہ) میر صاحب! ساتھ تو رہتے ہو لیکن اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جو اختر دردِ دل سے پیش کررہا ہے۔ احقر نے اور ایک عالم نے جو حضرت والا سے بیعت ہیں، عرض کیا کہ ہم عہد کرتے ہیں آپ دعا فرمائیے، تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں صرف زبان سے دعا نہیں کرتا ہوں، اپنے دل وجان سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! اختر کو اور میری اولاد کو اور میرے گھر والوں کو اور میرے احبابِ حاضرین وغائبین کو اور ان کے اہل وعیال اور گھر والوں میں سے کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما۔ ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچادے اور اختر کو بھی اور میری ذُرّیات واحباب کو بھی ایسا دردِ دل عطا فرما کہ سارے عالم میں اپنے دردِ محبت کی خوشبو کے نشر کے لیے ہم سب کو قبول فرما اور اختر کی ہر آہ نثراً اور نظماً کو ساری عالمی زبانوں میں نشر فرمادے اور یا اللہ! تاقیامت میری ایک آہ کو بھی ضایع نہ ہونے دے اور اس کو تابندہ، درخشندہ اور پائندہ فرما اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میری ہر آہ کو صدقۂ جاریہ بنادے اور میرے لیے، میرے ماں باپ کے لیے، میرے اساتذۂ کرام کے لیے، میرے مشائخ عظام کے لیے اور میرے انصارِ مالیہ، بدنیہ اور دعائیہ کے لیے بھی صدقۂ جاریہ بنادے، آمین۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۸؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعۃ المبارک

علاماتِ ہدایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ[۳۱۰]

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ عربی گرامر کے لحاظ سے اَنْ مصدریہ ہے تو کیا ترجمہ ہوگا؟ کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ ھِدَایَتَہٗ، اَنْ یَّھْدِیَہٗ مضارع ہے مگر اَنْ کی وجہ سے معنیٰ میں مصدر کے ہے کہ اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں تو فرماں برداری کے لیے اس کا سینہ کھول دیتے ہیں یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اللہ کے احکام کے بجالانے میں اور گناہوں سے بچنے میں جس کا سینہ تنگ ہو اور وہ خود کو لومڑی کی طرح بے حوصلہ اور بے ہمت پاتا ہو، شیر کی طرح نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نورِ ہدایت سے محرومی کی علامت ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی کے منبر پر تشریف لے گئے، فَصَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَتَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور صحابہ کے محضر میں اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اللہ اپنی فرماں برداری کے لیے اس کا دل بڑا بنا دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کی فرماں برداری میں اپنے دل کو چھوٹا پائے، گناہ چھوڑنے میں اپنے دل میں تنگی پائے تو یہ علامت ہے کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے نورِ ہدایت سے محروم ہے، یہ فوکس ویگن ہے مرسڈیز نہیں ہے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ہم جس کی ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے راستہ بھی دِکھاتے ہیں اور بالغِ منزل بھی کرتے ہیں۔ جس کو اپنا درباری بنانے کا، اپنے پیار کے قابل بنانے کا ارادہ کرتے ہیں اس کی صورت کو اور اس کی سیرت کو اپنے پیار کے قابل بناتے ہیں، اس کو اپنے پیغمبروں کی

---

[۳۱۰] الانعام: ۱۲۵

شکل بنانے کی توفیق دیتے ہیں اور اس کو اچھے اخلاق، اچھے اعمال اختیار کرنے کی توفیق دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری صورت کو بھی اپنے پیار کے قابل بنادے اور ہماری سیرت یعنی عادت کو بھی اپنے پیار کے قابل بنادے۔ توجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی تو حضراتِ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ جو فرمارہے ہیں کہ اس کا سینہ کھول دیتے ہیں، تو مَا هٰذَا الشَّرْحُ اس کی شرح کیا ہے؟ سینہ کیسے کھلتا ہے؟ آپ نے فرمایا اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قُذِفَ فِی الْقَلْبِ جب اللہ تعالیٰ کا نور دل میں آتا ہے اس کا دل بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ بڑا ہے یا نہیں؟ تو جس کے دل میں اللہ آتا ہے اس کا دل بھی بڑا ہو جاتا ہے اور اسے جان دینا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

ایک راجہ نے ایک غریب جھونپڑی والے سے کہا کہ میں تجھے اپنا دوست بناتا ہوں، اس نے کہا کہ حضور آپ تو ہاتھی پر آئیں گے اور میرا گھر چھوٹا سا ہے تو نہ ہم رہیں گے نہ ہماری جھونپڑی رہے گی۔ اس نے کہا کہ میں جس کو اپنا دوست بناتا ہوں اس کا گھر بھی بڑا بناتا ہوں۔ تو جب وہ انسان ہو کر اپنے دوستوں کا گھر بڑا بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ جس سے دوستی کرے گا اس کا دل بھی بڑا بنائے گا، وہ اس کے دل کو اپنی محبت کے قابل بنادیتا ہے، اس کو اپنی محبت کے اعمال کی توفیق دیتا ہے اور اپنے غضب اور قہر اور نافرمانی اور ناراضگی کے اعمال سے حفاظت نصیب کرتا ہے۔

توحضراتِ صحابہ نے پوچھا کہ جب اللہ کا نور دل میں آتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے اور دل بڑا ہو جاتا ہے، لیکن اس کی علامت اور پہچان کیا ہے؟ کل کو کوئی کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میرے دل میں اتنا اُجالا ہے اتنا نور آگیا ہے کہ میری تو چمڑی اور کھال بھی چمک رہی ہے تو صحابہ کرام نے سوال کیا کہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے پیار کے قابل بنانا چاہتا ہے؟ اراءۃ الطریق اور بالغِ منزل ہونے کی علامت کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتے ہیں۔ تو صحابہ کا احسان ہے کہ قیامت تک کے لیے آج ہمیں علامت مل گئی کہ کس کے دل میں اللہ کا نور آگیا اور کس کو اللہ اپنا پیارا بنانا چاہتے ہیں اور کس کو اللہ اپنے پیار کے اعمال کی توفیق دیتے ہیں۔

تو آج سے چودہ سو برس پہلے مسجدِ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پیارے بندوں کی تین علامات بیان کردیں جن کو آج اختر اللہ کے کرم اور اللہ کی توفیق سے اس مسجد میں بیان کررہا ہے اور آپ سب کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کے کان چودہ سو برس پہلے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون اب سن رہے ہیں، میری زبان بیان کررہی ہے اور آپ کے کان سن رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صحابہ! جس کے دل میں اللہ کا نور آتا ہے، جس کو اللہ اپنے پیار کے قابل بناتا ہے اس کی تین علامتیں ہیں۔ اگر

ہمارے اندر وہ تین علامات ہیں تو سمجھ لو کہ اللہ کا پیار اور ہدایت ہم کو نصیب ہے اور اگر یہ علامات نہیں ہیں تو سمجھ لو کہ ہم نام کے تو مسلمان ہیں مگر اللہ کے پیار کے قابل نہیں ہیں، ہدایت کا نور ہمارے دل میں نہیں ہے۔

ہدایت کی پہلی علامت

پہلی علامت کیا ہے؟ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ دنیا دھوکے کا گھر ہے، اس سے ہوشیار رہتا ہے، اس میں دل نہیں لگاتا۔

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا میں رہتا ہے لیکن دنیا کے عشق و محبت پر اللہ کی محبت کو ہر معاملے میں غالب رکھتا ہے، اگر انچاس فیصد دنیا کی محبت ہے تو اکیاون فیصد اللہ کی محبت کو غالب رکھتا ہے۔ الٰہ آباد میں ایک شخص گھی کا ہول سیل ڈیلر تھا، ایک ہندو چالیس ہزار روپے کا گھی خریدنے آیا، اتنے میں اذان کی آواز آئی، اس نے چالیس ہزار روپیہ ہندو کو واپس کر دیا کہ ہم پہلے نماز پڑھیں گے پھر گھی بیچیں گے، اگر انتظار نہیں کر سکتے تو کہیں اور سے گھی خرید لو۔ جب وہ نماز پڑھ کے آیا تو ہندو بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے پوچھا کہ تم گئے کیوں نہیں؟ جبکہ سامنے اور بھی دکانیں ہیں وہاں سے خرید لیتے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے تو آپ ہی سے خریدنا ہے کہ جب آپ کے دل میں خدا کا اتنا ڈر ہے کہ جماعت کی نماز آپ نے نہیں چھوڑی اور میرا چالیس ہزار روپیہ واپس کر دیا، تو کیسے ڈنڈی مارو گے؟ آپ کم نہیں تولو گے، آپ خدا سے ڈرتے ہو، ہم آپ ہی سے خریدیں گے۔

اللہ والا بن کے تو دیکھو، دنیا کم نہیں ہوتی بلکہ آپ پہلے سے زیادہ مال دار رہو گے ان شاء اللہ۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبِ قونیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دنیا کو دھوکے کا گھر کیوں بتایا ہے؟ جس نے دنیا پیدا کی وہی اللہ دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دے رہا ہے۔

زاں لقب شد خاک را دار الغرور
کو کشد پارا سپس یوم العبور

اللہ نے دنیا کو دار الغرور یعنی دھوکے کا گھر کیوں فرمایا؟ کیوں کہ جب انسان کا جنازہ اترتا ہے تو دنیا دور سے سلام کرتی ہے۔ بیوی کہتی ہے کہ ہم قبر میں نہیں جائیں گے، بچے کہتے ہیں کہ ہم قبر میں نہیں جائیں گے، مرسڈیز موٹر کہتی ہے کہ ہم قبر میں نہیں جائیں گے، کاروبار جمبو ہو یا بمبو ہو یا لمبو ہو، سب کہتے ہیں کہ ہم قبر میں

نہیں جائیں گے، سموسے پاپڑ بریانی اور کڑھی، گجراتیوں کی خاص غذا بیان کررہا ہوں، یہ سب کہتے ہیں کہ ہم قبر میں نہیں جائیں گے، تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ چوں کہ دنیا قبر میں نہیں جاتی اور پیر کھینچ لیتی ہے، ساتھ نہیں دیتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نام دھوکے کا گھر رکھا۔ پھر اللہ نے ہمیں دنیا میں کیوں پیدا کیا؟ دھوکے کے گھر میں اللہ نے کیوں پیدا کیا؟ تاکہ تم دنیا میں رہ کر دنیا میں دل نہ لگاؤ۔ کھانا کھا کے جو طاقت ملے میری عبادت کرکے ولی اللہ بن جاؤ، طاقت کا غلط استعمال مت کرو۔

اللہ نے ہمیں دنیا میں اپنا ولی بنانے کے لیے بھیجا ہے، اگر دنیا میں مزہ لوٹنے کے لیے بھیجا ہوتا تو اللہ مزہ نہ چھینتا، اللہ ظالم نہیں ہے، اللہ ارحم الراحمین ہے، لیکن ایک مدت زندگی دے کر پھر قبرستان میں پہنچا دیتا ہے، ڈیپارچر ہوجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے جو قرآنِ پاک میں فرمایا کہ ہم نے تم کو ولی اللہ بنانے کے لیے بھیجا ہے، آسمان سے، عالمِ ارواح سے غلام بن کر جاؤ اور تقویٰ سے رہو، گناہوں سے بچو اور اللہ والوں کے ساتھ رہو اور میری دوستی کا تاج سر پر رکھ کر ولی اللہ بن کر واپس آؤ، یہاں سے دوست بن کر واپس آؤ۔

دارالغرور کی تفہیم کے لیے مولانا رومی کی تین مثالیں

اب مقصد سمجھ لیا آپ نے؟ انسان کھانے مگنے موتنے کا، امپورٹ ایکسپورٹ کا آفس نہیں ہے کہ اِدھر سے کھایا اُدھر سے گو نکالا۔ علامہ جلال الدین رومی نے جو فرمایا کہ دنیا دھوکے کا گھر ہے اس کو سمجھنے کے لیے میں تین بات پیش کرتا ہوں۔ صاحبِ قونیہ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد، شاہِ خوارزم کا سگا نواسہ، پانچ سو علماء کا استاد مثنوی شریف میں یہ مثالیں لکھتا ہے۔

پہلی مثال

کسی بادشاہ کا ایک قلعہ تھا، قلعے میں باہر سے پانچ دریاؤں کا پانی آرہا تھا، اندر کوئی کنواں یا چشمہ یا حوض نہیں تھا۔ ایک وزیر نے کہا کہ اندر بھی کنواں کھود لو، ورنہ اگر دشمن نے باہر سے پانچوں دریاؤں کا پانی بند کردیا تو آپ کی فوج، آپ کا شاہی خاندان پیاس سے مرجائے گا۔ بادشاہ نے کہا یہ سب مولویوں کی باتیں ہیں، مُلّاؤں کی بات ہم سے مت کیا کرو۔

آج تو عیش سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

وزیر نے کہا اچھی بات ہے انٹرنیشنل الّو، بین الاقوامی ڈونکی اینڈ منکی، پتا چل جائے گا۔ اِدھر دشمن کی سی آئی ڈی نے خبر دی کہ اس قلعے کے اندر پانی نہیں ہے، کوئی کنواں نہیں ہے، تو دشمن نے دریاؤں کو باندھ لیا، پانچ دریاؤں کو مٹی سے پاٹ دیا، ایک آدھ ہفتہ پانی چلا پھر ختم، سب مرگئے، بادشاہ بھی مرگیا اور پورا بادشاہ کا خاندان پیاس سے مرگیا۔

صاحبِ قونیہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اس سے سبق لو کہ تمہارے اندر بھی پانچ دریا ہیں جن سے تم مزہ لے رہے ہو، آنکھ کے دریا سے اپنے بیوی بچوں اور کالی گوری ٹیڈیوں کو دیکھ کر مزہ لیتے ہو۔ دوسرا دریا کان ہے جس سے سن کر کے تم خوش ہوتے ہو، جب آپ کا کیشیر کہتا ہے کہ آج ایک لاکھ پونڈ کا فائدہ ہوا ہے تو آپ کے کان خوش ہوجاتے ہیں۔ تیسرا دریا زبان ہے جس سے چکھ کر کباب اور پاپڑ کے مزے لوٹ رہے ہو۔ چوتھا دریا ناک ہے جس سے سونگھتے ہو۔ پانچواں دریا چھونے کا ہے، بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہو کہ میرے پیارے بچے ہیں، تو یہ پانچ دریا ہوگئے۔ جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچوں دریاؤں کو ختم کردیتے ہیں، موت کا فرشتہ پانچوں دریاؤں کو باندھ دیتا ہے، آنکھ ہے مگر دیکھ نہیں سکتا۔

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

موت کی بے ہوشی جب آتی ہے تو آنکھ کھلی رہتی ہے، بیوی کہتی ہے ارے میاں! مجھے دیکھو، بچہ کہتا ہے کہ ابا! مجھے دیکھو، لیکن ابا کو کچھ نظر نہیں آتا، زبان پر پاپڑ، کباب، کڑھی اور کھچڑی سب رکھ دو کچھ ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ زبان ہے مگر چکھنے سے عاجز، آنکھ ہے مگر دیکھنے سے عاجز، کان ہے مگر سننے سے عاجز، ملازم آکر کہتا ہے کہ سیٹھ صاحب! دس کروڑ ڈالر کا نفع ہوا مگر سیٹھ صاحب کو کچھ سنائی نہیں دیتا، دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں نہیں رہتا، ڈاکٹروں کا بورڈ فیصلہ کرتا ہے کہ تمہارا مریض زندہ ہے مگر زندہ کیسا ہے؟ نہ آنکھ سے دیکھ سکتا ہے، نہ کان سے سن سکتا ہے، نہ زبان سے چکھ سکتا ہے، نہ ناک سے سونگھ سکتا ہے، نہ ہاتھ سے چھو سکتا ہے، جیسے پانچوں دریاؤں پر بند باندھنے سے قلعے میں بادشاہ مرگیا تھا اب پانچوں حواس پر موت کے فرشتے نے بند باندھ دیا، سیٹھ اپنی دولت کو دیکھ نہیں سکتا، بلڈنگ کو نہیں دیکھ سکتا، شامی کباب بریانی نہیں اُڑا سکتا، زندگی میں دنیا چھن جاتی ہے تو مرنے کے بعد کیا ساتھ دے گی؟ جو دنیا ہمارے لیے زندگی میں بے وفا ہے وہ مرنے کے بعد کیا ساتھ دے گی؟

اسی لیے کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ موت کی بے ہوشی آئے، اللہ والوں کے ساتھ رہ کر جلدی جلدی اللہ کی محبت سیکھ لو، آخرت کی کمائی کرلو تاکہ جب یہ روشنی بند ہو، زندگی کا چراغ بجھ جائے تو فوراً روحانیت کی اور اللہ کے نور کی سرچ لائٹ جل جائے پھر آپ اپنے اندر عجیب وغریب روشنی محسوس کریں گے۔

واللہ !مسجد میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو احساسِ کمتری نہیں ہوگا، آپ دل میں خوش ہوجائیں گے کہ دنیا تو جارہی ہے مگر میں اپنے مولیٰ کو لے کر مولیٰ کے پاس جارہا ہوں، اپنے اللہ کو لے کر اللہ کے پاس جارہا ہوں، میں محروم نہیں جارہا۔ جب دنیا میں آخرت کی فکر کروگے اور دل میں مولیٰ کو پاؤ گے تو بیوی چھوڑ سکتی ہے، بچے چھوڑ سکتے ہیں، بلڈنگ چھوڑ سکتی ہے، کاروبار چھوڑ سکتا ہے، ساری دنیا آپ کے ساتھ قبر میں نہیں اترے گی مگر مولیٰ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا، کیوں کہ مولیٰ کو رحم آتا ہے کہ یہ بندہ اپنے کاروبار میں، بال بچوں میں اور ساری مصروفیات میں انتہائی بزی (Busy) تھا لیکن پھر بھی مجھ کو نہیں بھولتا تھا، اب اکیلا قبر میں جارہا ہے تو میں اپنے بندے کو کیسے اکیلا چھوڑوں؟ اور اللہ تعالیٰ قبر میں بھی ایک ساتھی دے دے گا، نیک عمل کو حسین بنا کر ساتھ کردے گا، عالمِ برزخ میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حکیم الامت کا ملفوظ ہے کہ آدمی سمجھتا ہے کہ مردہ قبرستان میں اُلو کی طرح پڑا رہتا ہے۔ یہ غلط عقیدہ ہے، گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات، اولیاء اللہ سے ملاقات، اپنے پیر و مرشد سے ملاقات، سب سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔

دوسری مثال

دوسری مثال دیتا ہوں کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک مگرمچھ تھا، اس کو بھوک لگی، وہ منہ کھول کر ساکت لیٹ گیا، مگرمچھ کے دانتوں میں فاصلے ہوتے ہیں، جب وہ گوشت کھاتا ہے تو وہ دانتوں میں پھنس کر سڑ جاتا ہے اور اس میں بہت سے کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں، چوں کہ مگرمچھ دانتوں میں خلال نہیں کرسکتا اس لیے وہ منہ کھول کر لیٹ جاتا ہے، تو مگرمچھ کے دانتوں میں پھنسا ہوا گوشت اور کیڑے دیکھ کر ایک چڑیا چہچہاتی ہوئی آئی پھر دوسری آئی پھر تیسری آئی، غرض کئی چڑیاں جمع ہوگئیں، سب چڑیوں نے کہا کہ مگرمچھ کے منہ میں پاپڑ اور سموسے مل رہے ہیں، بیس چڑیا اس سائڈ میں اور بیس چڑیا اس سائڈ میں بیٹھ گئیں اور خوب مزے سے کھانے لگیں۔ جب مگرمچھ نے دیکھا کہ چالیس چڑیا آگئیں تو اس نے منہ بند کرلیا اور سب چڑیوں کو نگل لیا، اب چڑیاں کہتی ہیں کہ میرے سموسے پاپڑ کہاں گئے، ہم کہاں پہنچ گئے؟ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ

قبرستان میں دو گز کی قبر مگر مچھ کی طرح منہ کھولے ہوئے ہمارا انتظار کرتی ہے، ایک دن زمین کے نیچے جانا ہے، کئی من مٹی تمہارے اوپر ڈالی جائے گی، لہٰذا دنیا سے دھوکا مت کھاؤ۔

تیسری مثال

تیسری مثال دیتا ہوں کہ ایک بہت خوبصورت شہزادہ تھا، ایک بادشاہ کی بیٹی سے اس کی شادی ہوگئی، جب دو تین سال تک اولاد نہیں ہوئی تو بادشاہ نے عالموں کو، بزرگوں کو بلایا کہ کیا بات ہے کہ میرے بچے کا بچہ نہیں ہورہا ہے، میں دادا نہیں بن رہا ہوں۔ ان لوگوں نے دیکھا تو پتا لگا کہ بادشاہ کے محل سے ایک میل دور ایک بڑھیا کی جھونپڑی تھی وہ شہزادے پر عاشق ہوگئی تھی، اس نے شہزادے پر جادو کردیا تھا تو شہزادہ رات بھر اس بڈھی کے ساتھ رہتا تھا جبکہ اس کے منہ میں دانت بھی نہیں تھے اور گال بھی ایک ایک انچ اندر دھنسے ہوئے تھے، مگر یہ ظالم جادو کی وجہ سے بادشاہ کی بیٹی کو جو چاند کی طرح حسین تھی چھوڑ کر بڑھیا کے عشق میں گرفتار تھا۔

بادشاہ نے بزرگوں سے کہا کہ میرے بچے کا جادو اتار دو، انہوں نے قرآنِ پاک کی آیتیں پڑھ پڑھ کر پھونکیں پھر کہا کہ جادو اُتر گیا، بادشاہ نے پوچھا کہ کیا علامت ہے کہ جادو اُتر گیا؟ کہا کہ اب بڈھی کو دکھاؤ گے تو شہزادے کو قے ہوجائے گی اور بیوی کو دِکھاؤ گے تو لپٹ جائے گا اور معافی مانگے گا کہ اے میری چاند کی طرح حسین بیوی! تجھ کو چھوڑ کر میں جادو کی وجہ سے ایک بڈھی عورت کو پیار کررہا تھا جو اسّی سال کی تھی، جس کے گال بھی پچکے ہوئے تھے اور منہ میں دانت بھی نہیں تھے۔

مولانا رومی یہ مثال دے کر فرماتے ہیں کہ اے بے وقوفو! اے احمقو! تم لوگ جس دنیا پر فدا ہو رہے ہو یہ دنیا اسی بڑھیا کی طرح ہے، مرنے کے بعد پتا چل جائے گا کہ یہ بڑھیا ہے۔ اللہ و رسول جیسے پیاروں کو چھوڑ کر تم کس پر مر رہے ہو؟ یہ تمہارے ساتھ قبرستان میں نہیں جائیں گے، لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ رہو تاکہ تم پر سے دنیا کی محبت کا جادو اُتر جائے۔ اللہ دنیا نہیں چھینے گا، دنیا رہے گی بلکہ تم بھی سکون سے رہو گے، اللہ کی محبت سے چین سے رہو گے۔ میں کہتا ہوں کہ رین میں چین نہیں ہے، چین اللہ کی یاد میں ہے۔ جب تم اللہ والوں کے ساتھ رہو گے تو جیسے بادشاہ کے لڑکے کو جادو ہوا تو بادشاہ کی خوبصورت بیٹی کو چھوڑ دیا اور بڑھیا کو پیار کررہا تھا ایسے ہی جس پر دنیا کا جادو ہوجاتا ہے وہ دنیا کی محبت میں غرق رہتا ہے، نماز روزے سے اس کا دل گھبراتا ہے، مسجد سے دل گھبراتا ہے، وی سی آر سے، سینما سے، ٹیڈیوں سے، کالیوں سے اور گوریوں سے

اس کا دل بہلتا ہے۔ اس پر اختر کا میڈِ ان افریقہ شعر ہے؎

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اسے دیکھو جس نے انہیں رنگ بخشا

جس اللہ نے کلر(Colour) دیا ہے اُسی پر مرو، یہ حسین تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ابھی کینسر ہو جائے، گردے بے کار ہو جائیں، ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہو جاؤ تو کوئی معشوق، کوئی لیلیٰ کام نہیں آئے گی، ہمارا کوئی ساتھ نہیں دے گا، جبکہ اللہ زندگی میں بھی ساتھ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ساتھ دے گا۔

اللہ باوفا ہے

آہ! مفتی اعظم پاکستان کا ایک جملہ یاد آیا کہ اللہ باوفا ہے دنیا والے بے وفا ہیں، اللہ سے پیار کرو، اللہ ہمارا دنیا میں بھی ساتھ دے گا اور جب قبر میں جائیں گے تو وہاں بھی ساتھ دے گا اور قیامت کے دن بھی اللہ ساتھ دے گا اور جنت میں بھی اپنا دیدار اور اپنی نعمتیں دے گا، ایسے باوفا پالنے والے کو چھوڑ کر تم کہاں نافرمانیوں کی حرام لذتوں میں مبتلا ہوتے ہو؟

ہدایت کی دوسری علامت

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سینہ کھلنے کی دوسری علامت ہے **وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ** دنیا سے دل نہ لگاؤ، جیسے کشتی پانی میں ہے، مگر پانی اگر کشتی میں گھس جائے تو کشتی ڈوبتی ہے یا نہیں؟ تو دنیا میں رہو مگر دنیا کے پانی کو دل میں نہ گھسنے دو، اس لیے بحری جہاز پر ہر سال پینٹ ہوتا ہے تاکہ زنگ لگ کر سمندر کا پانی اس کے اندر نہ گھس جائے، اللہ والوں کے یہاں جاکر دل پر پینٹ کراؤ تاکہ دنیا جیب میں تو رہے، جیب میں کروڑوں رین رکھو، لیکن دنیا کا پانی تمہارے دل کے اندر گھس کر تمہارے دل کی کشتی کو نہ ڈبو دے **وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ** وہ آخرت کی طرف متوجہ رہتا ہے؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

معلوم نہیں اللہ کس وقت ہم کو بلالے؟ اس لیے ہر وقت تیار رہنا ہے۔ زندگی دو ریلوں کے درمیان ہے، ایک

ریل سے آئے ہیں اس کا نام پیدائش کی ریل ہے، ایک دن دوسری ٹرین آئے گی اور کہے گی کہ اب بیٹھیے، اللہ کے یہاں چلنا ہے، تو ایک ٹرین سے آئے ہیں دوسری ٹرین سے آخرت اور اللہ کے پاس جانا ہے، پیدائش کی ٹرین سے آگئے موت کی ٹرین سے واپس جانا ہے۔

میں دنیا کمانے سے منع نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ پر فدا رہنا سیکھو، اللہ سے محبت کرنا سیکھو، واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تمہاری دنیا نہیں چھینے گا، تم دل میں چین پاؤ گے، جنت کا خالق تمہیں یہیں مل جائے گا اور اتنا مزہ آتا ہے جو بادشاہوں کو نصیب نہیں، رئیسوں کو وہ مزہ نصیب نہیں، لیلیٰ اور مجنوں کو وہ مزہ نصیب نہیں، اگر لیلیٰ سے سکون ملتا تو مجنوں کیوں پاگل ہوتا؟ لیلیٰ مجنوں دونوں کے ابا سگے بھائی تھے، لیلیٰ مجنوں کے چچا کی بیٹی تھی، ایک دن اس کے ابا نے اسے جنگل میں مجنوں کے پاس بھیجا، اس نے جا کر کہا کہ ہم لیلیٰ ہیں، مگر مجنوں ایسا پاگل ہوگیا تھا کہ اس نے پہچانا نہیں اور کہا جا یہاں سے بھاگ جا۔ پاگل خانوں میں نوّے فیصد عشقِ مجازی والے ہیں۔

ہدایت کی تیسری علامت

اور سینہ کھلنے کی تیسری علامت ہے وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ[۳۱۱] موت سے پہلے اپنی فائل درست کرلو، نماز کی فائل دیکھو، جتنی نمازیں قضا ہوں ادا کرلو، زکوٰۃ کی فائل دیکھو، جتنی باقی ہو ادا کرلو، چاہے قسطیں لگا کر ادا کرو جیسے اگر بجلی کا بل دس لاکھ کا آجائے تو آدمی درخواست دیتا ہے کہ آہستہ آہستہ ادا کروں گا، تو علماء دین سے سیکھ کر زکوٰۃ ادا کرو، موت کے آنے سے پہلے اپنی فائل ٹھیک کرلو، موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو۔

میرا مضمون صحیح وقت پر ختم ہوگیا حالاں کہ میں گھڑی نہیں دیکھ رہا ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ چوں کہ لوگ گھڑی، گھڑی گھڑی دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جیسے ہی گھڑی دس پر پہنچے مولوی تقریر بند کردے، تو کراچی میں الحمد للہ ہماری مسجد میں کوئی اُف کرنے والا نہیں ہے۔ میرے شیخ کا بیان بھی کبھی کبھی ایک گھنٹہ لمبا ہوجاتا ہے۔

اب دعا کرو کہ جو کچھ میں نے پیش کیا اللہ اس پر عمل کی توفیق دے، اللہ ہمارے دل سے دنیا کی محبت نکال دے اور اپنی محبت داخل کردے۔ اللہ ہم سب کی صورت کو، سیرت کو، عادت کو، عمل کو اپنے پیار

۳۱۱؎ شعب الایمان للبیہقی: ۳۵۲/۷ (۱۰۵۵۲)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت- ذکرہ بلفظ ان النور اذا دخل الصدر / المستدرک للحاکم: ۱۱/۴،

کے قابل بنادے۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ بنادے، ہماری صورت و سیرت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دوستوں کی صورت و سیرت جیسی بنادے اور تقویٰ والی حیات، پرہیز گاری کی زندگی دے دے اور گناہوں کی حرام لذت اور کمینے پن سے ہمیں نجات عطا فرما، جو اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت اینٹھتا ہے واللہ! اس سے بڑھ کر کوئی بے وفا، کمینہ اور بے غیرت نہیں ہے، جو اپنے مالک کا کھا کر مالک کے خلاف کام کرتا ہے، روٹی مالک کی کھاتا ہے اور اس سے جو طاقت بنتی ہے اس سے حسینوں کو دیکھتا ہے، خدائے تعالیٰ اس بے وفائی، ظلم اور کمینے پن سے ہم سب کو پاک کر دے اور اولیاء اللہ کے گروہ میں داخل فرمادے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

نصائح بوقت صبح ساڑھے آٹھ بجے

استحضارِ عظمتِ الٰہیہ

اللہ تعالیٰ سے جن کے قلب و جاں مانوس ہو چکے ہیں وہ غیر اللہ سے مانوس نہیں ہو سکتے، ان کا قلب لَا يَتَعَلَّقُ مِنَ الشَّيْئَيْنِ فِيْ اٰنٍ وَّاحِدٍ دو چیزوں سے متعلق نہیں ہو سکتا، کیوں کہ قلب ایک ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی ڈھائی تین من کی نہایت حسین و جمیل پہلوان عورت دبلے پتلے کمزور صوفی کو اٹھا کر پٹخ دے اور اس کے سینے پر بیٹھ جائے اور اس کی دونوں آنکھوں کو انگلیوں سے چیر کر کہے کہ بہت آنکھ بچاتا ہے مجھ سے، آج دیکھنا پڑے گا۔ تو حکیم الامت کا ارشاد میں نے خود پڑھا، فرمایا کہ اگر اس کا تعلق مع اللہ قوی ہے تو اپنی نظر کی شعاعِ بصریہ کو یعنی آنکھوں کی روشنی کا جو دائرہ ہے جیسے ٹارچ کا دائرہ ہوتا ہے تو اپنے دائرے کو وسیع نہیں کرے گا، عمیق نہیں کرے گا، کوشش کرے گا کہ میری شعاعِ بصریہ اس پر پڑے تو ہلکی پھلکی پڑے، اس کے حسن کے نکتوں کا ادراک نہ ہو، جیسے آندھی چل رہی ہے اور آنکھ سے تھوڑا سا دیکھنا ضروری ہے تو کس طرح سے دیکھیں گے؟ تو وہ صوفی اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار رکھے گا اور اس کا قلب آہ وزاری کرے گا کہ اے اللہ! اس وقت میں مجبور ہوں۔

اللہ اللہ ہے، اس کی محبت کو لوگ سمجھتے نہیں ہیں، جو لوگ جانوروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں ان کو حق تعالیٰ کی محبت کی لذت کا اِدراک حاصل نہیں ہے، یہ نصیبِ انبیاء ہے، نصیبِ اولیاء ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گدھا کیا جانے کہ اللہ کا قرب کیا چیز ہے؟ مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ ہم میں صلاحیت تھی کہ ہم اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ جاتے مگر اس صلاحیت کو ہم نے ٹکے موتنے کے

مقامات پر خرچ کرلیا، کیوں کہ دنیاوی معشوقوں کا حاصل یہی ہے۔ آنکھوں سے، کالے بالوں سے، گورے گالوں سے اور نازک لبوں سے عشقِ مجازی کا آغاز ہوتا ہے اور منتہاء اس کا پیشاب پاخانے کے مقامات ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ان مقامات میں مشغول ہونے کو حرام قرار دے دیا۔

عشقِ بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

عاشقِ مجاز نہایت غدّار اور دھوکا باز ہوتا ہے

اور چند روز کے بعد جب حسن بگڑ گیا تو پیشاب پاخانے کے مقامات وہ مفت میں بھی دے اور گفٹ بھی پیش کرے تو وہاں سے بھاگتے ہیں، تب معشوق کہتا ہے کہ سمرقند اور بخارا جو آپ مجھ پر دے رہے تھے اب لائیے، تو یہ عاشقِ مجاز دھوکے باز، نہایت غدّار اور کتے اور گدھے سے بدتر بدمعاش کمینہ کہتا ہے کہ اب تو آلو بخارا بھی نہیں دوں گا۔ سمرقند و بخارا کے بجائے آلو بخارا کیا، آلو بھی نہیں ملتا، کیوں کہ اب تمہارے اندر وہ پانی نہیں رہا جس پر میں مرا تھا، تالاب تو وہی ہے مگر پانی وہ نہیں ہے، اسٹرکچر تو وہی ہے فنشنگ وہ نہیں رہی، اسی لیے میں نے کہا ہے۔

میرؔ کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

اللہ کے لیے مرنے والوں پر مر کر اپنی حیات کو تباہ مت کرو، زندگی ایک ہی دفعہ ملتی ہے دوبارہ کوئی نہیں آئے گا، اگر زندگی دو تین دفعہ ملتی تو کہتے کہ چلو ایک زندگی میں مزے لے لو دوسری زندگی میں توبہ کرکے ولی اللہ ہو جانا، حیات تو ایک ہی دفعہ ملتی ہے، جانے کے بعد کوئی واپس آئے گا؟ تلافی مافات اور معصیت سے توبہ کرنے کے لیے ایک ہی دفعہ حیات ملی ہے کہ چاہے جنتی بن جاؤ، چاہے جہنمی بن جاؤ، چاہے ولی اللہ بن جاؤ، چاہے سور اور کتے کی موت مر جاؤ۔

ولی اللہ بننا بہت آسان ہے

اس لیے اپنے دوستوں سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ولی اللہ بننا بہت آسان ہے، بس خراب کام نہ کرو۔ اس راستے میں تو کام کرنا ہی نہیں ہے، اللہ نے اپنی دوستی کی بنیاد کام نہ کرنے پر رکھی ہے کہ بُرے کام

مت کرو۔ جو کام کرنے کے ہیں وہ بہت مختصر ہیں، فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرلو، فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لی اور دو رکعت فرض پڑھ لی، اب کوئی کام فرض نہیں ہے، اب ظہر تک نظر کی حفاظت کرو، گناہ سے بچو، ظہر تک کوئی کام نہ کرو، کام کرنا ہے تو حلال روزی کماؤ، مگر گناہ کے کام نہ کرو تو تم ولی اللہ ہو۔ ایسا مالک کریم کہاں ملے گا جو کام نہ کرا کے اپنی دوستی عطا فرمائے؟ اور اللہ تعالیٰ بھی یہ نہیں چاہتے کہ لیلائیں میرے بندوں کو گالیاں دیں۔

کرامتِ جادو بیانی اور اُس کی افضلیت

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ[۳۱۲] جو اَکۡرَم عِنۡدَ اللّٰہ ہوتا ہے کرامت کا صدور اسی سے ہوتا ہے، کیوں کہ کرامت بھی ایک عزت ہے، تقویٰ کی برکت سے کچھ نہ سہی اللہ اس کی تقریر میں جادوگری اور سحر بیانی ہی دے دے گا یہ بھی کرامت ہے، یا وہ فجر پڑھے گا جوہانسبرگ میں اور ظہر پڑھے گا بیت اللہ میں، ایسی قوت بھی اللہ دیتے ہیں۔

پرِ ابدال چو پرِ جبرئیل
می پرد تا ظلِّ سدرہ میل میل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابدالوں کے پر بھی مثل جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ بھی اُڑ سکتے ہیں۔ ایسے بہت سے اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن کا ایک قدم پاکستان میں ہے دوسرا شام میں ہے تیسرا بیت اللہ میں ہے چوتھا روضۂ مبارک مسجدِ نبوی میں ہے، لیکن دعوت الی اللہ میں جادوگری اور سحر بیانی جو ہے یہ کرامت اور کرامتوں سے افضل ہے، کیوں کہ جو خود ایک قدم میں کعبہ شریف میں پہنچ گیا تو یہ کرامت تو ہے لیکن یہ شخص ولی ساز نہیں ہے، اور جادو بیانی اور سحر بیانی سے بہت سے اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا یہ کرامت اور کرامتوں سے افضل ہے کہ جس کی برکت سے لوگ ولی اللہ بنیں، اللہ کا دوست بننا اور بندوں کو اللہ کا دوست بنانا یہ عظیم الشان کرامت ہے اور یہ اس کے لیے صدقۂ جاریہ بھی ہے، اگر کوئی ایک قدم میں کعبہ شریف پہنچ گیا تو اس کا یہ عمل صدقۂ جاریہ کہاں بنا؟ لیکن اگر اس کے ذریعے بہت سے صاحبِ نسبت پیدا ہوں تو ہر ولی اللہ جب اللہ اللہ کرے گا تو کیا اس کا ثواب اس پیر کو نہیں ملے گا؟

---

[۳۱۲] الحجرٰت: ۱۳

مرادِ نبوت

اللہ سے دوری سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں ہے، اللہ سے دوری دوزخ سے بڑھ کر عذاب ہے، اس لیے گناہ سے بچو، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ سَخَطِكَ وَ النَّارِ گناہ دوزخ سے زیادہ اذیت والی چیز ہے، اللہ کی ناراضگی میں دوزخ سے زیادہ صدمہ اور عذاب ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اور دوزخ کو درجۂ ثانوی کیا، مزاجِ نبوت کو پہچانو اور عشقِ نبوت کو حاصل کرو کہ گناہ چھوڑو اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے، اور جہنم کو درجۂ ثانوی میں رکھو اور نیک کام اللہ کی رضا کے لیے کرو اور جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھو۔ یہ ہے تعلیمِ نبوت، مزاجِ نبوت، مقامِ نبوت اور مرادِ نبوت۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ رِضَاكَ وَالۡجَنَّةَ[۳۱۳] میں اللہ کی رضا کے مقابلہ میں جنت درجۂ ثانوی میں ہے یا نہیں؟

معافی کے ساتھ تبدیل سیئات بالحسنات کی عارفانہ دعا

لیکن کوئی مایوس نہ ہو، بعض لوگوں نے جوانی میں گناہ کر لیے تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

آں چنیں کردم کہ از من می سزید
تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید

اگرچہ ہم نے بہت سی بدمعاشیاں اور زِنا اور ہر گناہ کرلیا، کیوں کہ ہم اسی لائق تھے، ہم نالائق ہیں، نالائقوں سے تو نالائقی ہی ہوگی، یہاں تک کہ ہمارے اندر اندھیروں اور ظلمات کا سیلاب آگیا۔ سیل کے معنٰی ہیں سیلاب، لیکن اے اللہ! آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں ؎

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد
کہ ز ہر سوراخ مارم می گزد

آپ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرمائیے جو آپ کے لائق ہے، آپ کو زیبا ہے۔ آہ! کیا مضمون ہے مولانا رومی کا۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا رومی تصوف کے بادشاہ تھے، تو مولانا فرمارہے ہیں کہ گناہ کرنے سے اب میرے جتنے سوراخ ہیں ہر سوراخ سے نفس کا سانپ ہم کو ڈس رہا ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو گناہ کرلیتا

۳۱۳؎ المسند للامام الشافعی: ۱۲۳

ہے اس کو گناہ کا مزہ مل جاتا ہے، اس لیے اس کے نفس میں گناہ کا تقاضا شدید ہوتا ہے بنسبت ان لوگوں کے جن سے وہ گناہ نہیں ہوا ؎

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد

اے خدا! اب آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کیجیے جو آپ کو زیبا اور آپ کے لائق ہے، اور آپ کے لائق کیا ہے؟ کہ آپ ہمیں معاف کر دیں۔ دیکھیے، خالی معافی سے کام نہیں چلے گا، آپ ہمارے تقاضائے معصیت کے ملکہ کو ملکۂ تقاضائے حسنات سے تبدیل فرما دیجیے، کیوں کہ معافی تو ہو جائے مگر ہر وقت نفس کا سانپ جو ڈس رہا ہے یہ ایک عذاب ہے، جسم کے ہر سوراخ سے نفس کا سانپ نکل کر ڈس رہا ہے اور پرانے گناہ یاد دلا رہا ہے ؎

کہ زہر سوراخ مارم می گزد

میرے جتنے روئیں ہیں، بال ہیں، ہر سوراخ سے مجھے میرے نفس کا سانپ ڈس رہا ہے، پرانے گناہ یاد دِلا کر نفس کے تقاضے عذابِ دوزخ میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ تو اس مضمون سے یہ حاصل ہوا کہ آپ ہم کو معاف بھی فرمایئے اور میرے بال بال سے جو تقاضائے نفس کی شرارتیں ہو رہی ہیں اس عذاب سے بھی نجات دیجیے یعنی اپنی یاد میں غرق فرما کر لذتِ قرب سے نوازش فرما دیجیے اور لذتِ معصیت سے قلب جو مانوس ہو چکا تھا اس کا اُنس ختم کر دیجیے، تا کہ ہم آپ کے قرب سے مانوس ہو جائیں اور آپ کی دوری سے ہم مانوس نہ رہیں۔

تبدیل سیئات بالحسنات کا مدار ایمان و عملِ صالح پر ہے

کوشش اور ہمت تو کرو۔ اگر کسی نے ایک لاکھ زِنا بھی کیا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہمت سے کام لے تو ان شاء اللہ اس کا تقاضائے زِنا تقاضائے حسنات سے بدل جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کی برکت سے ملکۂ تقاضائے سیئات اور معاصی کو ملکۂ تقاضائے حسنات سے بدل دے گا۔

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا میں اِشکال ہوتا ہے کہ اِلَّا مَنۡ تَابَ پہلے ہے اور ایمان بعد میں ہے، بغیر ایمان کے توبہ کیسے قبول ہوگی؟ اللہ نے تَابَ کو مقدم کیوں فرمایا؟ بتاؤ! پہلے ایمان لانا ضروری ہے یا پہلے توبہ کرنا ضروری ہے؟ حالتِ کفر میں توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں اِلَّا مَنۡ تَابَ سے مراد اِلَّا مَنۡ تَابَ عَنِ الۡکُفۡرِ وَ الشِّرۡكِ[۳۱۴] ہے کیوں کہ کفر

---

۳۱۴ روح المعانی: ۴۹/۱۹، الفرقان (۷۰)، دار احیاء التراث، بیروت

وشرک سے توبہ کیے بغیر تمہارا ایمان قبول نہیں ہوگا اس لیے یہاں تَابَ مقدم ہے تاکہ تمہارا اٰمَنَ قبول ہوجائے، ورنہ حالتِ کفر میں ایمان کیسے قبول ہوگا؟ تو یہاں تَابَ سے مراد تَابَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ نہیں ہے تَابَ عَنِ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ ہے۔ آگے ہے وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اور توبہ کے بعد نیک عمل کرتے رہو اور گناہ سے بچتے رہو، تب یہ انعام ملے گا کہ ماضی کے تمام سیئات کے تقاضوں کو اللہ ملکۂ تقاضائے حسنات سے بدل دے گا، فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[۳۱۵] اللہ تبدیلِ سیئات بالحسنات کردے گا۔

تبدیل سیئات بالحسنات کے تین طریقے

ہماری بُرائیوں کو اللہ نیکیوں سے کیسے تبدیل کرے گا؟ تفسیر روح المعانی میں اس کے تین طریقے لکھے ہیں:

۱) تقاضائے معصیت کی جو شدت ہر وقت ہے وہ نیکیوں کے تقاضے کی شدت سے تبدیل کردے گا یعنی ملکۂ تقاضائے سیئات کو ملکۂ تقاضائے حسنات سے بدل دے گا۔

۲) ہمارے گناہوں کے جو شواہد ہیں اور نامۂ عمل میں گناہ لکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صاف کرکے وہاں نیکیاں لکھ دے گا، جیسے کوئی فلمی گانا گانے کا عادی تھا پھر توبہ کرکے حج کر آیا، تو اللہ تعالیٰ فلمی گانوں کی ریل صاف کرکے وہاں لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لکھ دے گا۔

۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرکے اسی کی نیکیوں کو وہاں لکھ دے گا۔ لیکن قیامت کے دن وہ نیکیاں کر نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ اپنے خزانے سے نیکیاں لکھ دیں گے، تو پہلے حسنات مکسوب ہوں گے اور دوسرے حسنات موہوب ہوں گے، پہلے حسنات جو اللہ سیئات کی جگہ لکھیں گے وہ مکسوب ہوں گے، اس کے کسب اور کمائی سے ہوں گے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرکے جو نیکیاں لکھیں گے وہ موہوب ہوں گی، اللہ کی طرف سے ہبہ ہوں گی، انعام ہوں گی۔ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کے جتنے چھوٹے گناہ ہیں میری طرف سے ان کی جگہ نیکیاں لکھ دو تو وہ کہے گا کہ يَا اَللّٰهُ! اَنَّ لِيْ مَعْصِيَةً كَبِيْرَةً میرے بڑے بڑے

---

۳۱۵ الفرقان: ۷۰

گناہ بھی تو تھے فَکَیْفَ لَا اَرٰھَا میں وہ بڑے بڑے گناہ نہیں دیکھ رہا ہوں۔ جب دیکھا کہ چھوٹے گناہ پر انعام مل رہا ہے تو بڑے گناہ خود پیش کر رہا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احوال بتائے تو ہنس پڑے۔ تو یہ تین صورتیں تبدیل سیئات بالحسنات کی ہیں جن کو اختر نے تفسیر روح المعانی سے آپ کے سامنے پیش کیا۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مایوسی نہیں ہے، اس راہ میں کوشش کرو ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا آئے گا کہ آپ کے لاکھوں معاصی سب اُڑ جائیں گے اَللّٰھُمَّ اِنَّ رَحْمَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ اللہ کی رحمت ہمارے گناہوں سے وسیع ہے غیر محدود ہے، مگر اس میں عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا کی قید ہے کہ نیک عمل کرتے رہو، توبہ کے بعد پھر بار بار گناہ کرنے سے مزاجِ عبدیت فاسد ہو جائے گا اور ذوقِ بندگی سے محروم ہو جاؤ گے یعنی تمہارا ذوقِ بندگی اور ذوقِ اطاعت ذوقِ شیطانی سے تبدیل ہو جائے گا۔

اس کی ایک حسّی مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ ایک شخص جمعداروں کے محلے میں رہتا ہے جہاں پاخانے کے کنستر ہیں، اس کو کسی نے مشورہ دیا کہ تم اس ماحول میں نہ رہو، اس نے کہا کہ پھر کیا کروں؟ پچاس سال سے اسی ماحول میں ہوں، پاخانہ سونگھے بغیر ناک کو مزہ نہیں آتا، گُو کا کنستر سونگھنا مزاجِ ثانیہ بن چکا ہے، تو وہ آدمی کہتا ہے کہ ایسا کرو کہ تم کسی عطار کی خوشبودار دکان میں نوکری کر لو، یہاں سے ہجرت کر لو، اس نے ہجرت کر کے عود، شمامہ اور عنبر کی دکان پر نوکری کر لی، اب ہر وقت خوشبو سونگھ رہا ہے۔ اس نے گو سونگھنے سے نہایت احتیاط برتی، اس کے دل و دماغ میں خوشبو اتنی رچ بس گئی کہ اب وہ بھنگی پاڑے کے نام سے کانپتا تھا اور گو سونگھنے سے اسے قے ہو جاتی تھی بلکہ ہارٹ اٹیک کا اندیشہ ہوتا تھا بوجہ غایت احتیاط کے، خوشبودار دکان پر ملازمت کرنے کے بعد وہ دوبارہ کبھی بھنگی پاڑے کی طرف نہیں گیا اور نہ ہی کبھی بدبو سونگھی، یہ نوکر کامیاب ہو گیا، اس کا مزاج بدل گیا، تبدیل سیئات بالحسنات ہو گیا، اب یہ پاخانے سے غیر مانوس ہو گیا اور خوشبو کا عادی ہو گیا، نافرمانی اور اللہ کے قہر و عذاب کے اعمال سے اس کو نفرت ہو گئی۔

اسی دکان پر ایک اور نوکر تھا جو بہت خبیث تھا، وہ کسی دوست سے بھنگی پاڑے سے ایک ڈبیہ میں گو منگا لیا کرتا تھا اور جیب میں رکھتا تھا اور ہر دو تین گھنٹے کے بعد پاخانے کی ڈبیہ نکال کر گو سونگھ لیتا تھا کہ جو پرانا مزہ ہے وہ باقی رہے، وہ چاہتا تھا کہ خوشبو بھی سونگھوں، اور بدبو بھی سونگھوں، تو اس کا مزاج نہیں بدلے گا، یہ کسی وقت پھر بھنگی پاڑے جائے گا اور زنا اور بدمعاشیوں سے باز نہیں آئے گا، کیوں کہ گو کی ڈبیہ اس کی جیب میں ہے، یہ پاخانہ سونگھنے کا عادی ہے۔ خانقاہوں میں شیخ کے ساتھ رہ کر جو بدنظری نہیں چھوڑتا اس کا یہی حال

ہوتا ہے، یہ ولایتِ عُلیا اور ولایتِ عظمیٰ اور طبیعت کی پاکیزگی کا حامل نہیں ہوتا۔ بتائیے کیسی مثال ہے یہ؟

آج صبح میں نے جو حدیث سنائی تھی کہ ایسی جگہ مت بیٹھو جہاں دھوپ بھی ہو اور سایہ بھی ہو۔ آہ! اللہ نے اس سے مجھے ایک سبق دیا کہ گناہ اور نیکیاں دونوں جاری مت رکھو، گناہ سے اندھیرے بنیں گے، نیکیوں سے روشنی بنے گی تو دھوپ اور سائے میں اگر بیٹھوگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی شکل بن جائے گی جس سے تم ساری زندگی نافرمان رہوگے اور نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے۔ بتایئے حدیث شریف کا کیا مضمون ہے اور نصیحت کس مضمون کی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی!

جھیل کے کنارے ارشادات

ہمہ وقت اللہ کو یاد رکھنا ذکرِ لسانی سے بھی افضل ہے

ارشاد فرمایا کہ پانی جو واپس جارہا ہے اس کا مزہ دیکھو سبحان اللہ! (ایک صاحب نے کہا کہ ذکر ہونا چاہیے۔) فرمایا کہ ایک بچہ ماں سے دور بیٹھا اماں اماں کررہا ہے اور ایک بچہ اماں کی گود میں گردن میں ہاتھ لپٹا کر لیٹا ہوا ہے مگر اماں اماں نہیں کرتا، تو قریب کون ہے؟ جو لپٹا ہوا ہے۔ ابھی کسی اور ذکر کی ضرورت نہیں ہے، بس یہی دیکھو اور سمجھو کہ اپنے ربا سے لپٹے ہوئے ہو۔ جس کے دل وجان اور روح اللہ سے لپٹے ہوئے ہیں وہ ذکر کرنے والوں سے افضل اور اعلیٰ مقام پر ہیں، ان کے قلب وروح کو کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چمٹے ہوئے ہیں، بس اللہ کی قدرت کی یہی نشانی دیکھو اور سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے چمٹے ہوئے ہو۔

اگر میں اس وقت اکیلا ہوتا تو مجھ کو یہ مزہ نہیں آتا، اکیلے مزہ آتا تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی، جماعت واجب اسی لیے ہوئی ہے کہ میرے عاشقوں میں کچھ اور مزہ پاؤ گے، اور جنت میں بھی اللہ نے واحد نہیں فرمایا کہ میرے بندے سے ملو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ[۳۱۶] میرے عاشقوں سے ملو۔ بتایئے! عِبَادٌ جمع ہے یا نہیں؟ یہ نہیں کہ کسی ایک عاشق کے پاس جاؤ، اللہ کے عاشقوں کی پوری قوم سے ملو۔ جنت میں نماز نہیں ہے بس ملاقات ہے۔ روزہ نماز وہاں معاف ہے یہیں پڑھ لو۔ اگر کوئی آدمی اکیلا آکے بیٹھے تو اسے مزہ نہیں آئے گا، اللہ کے عاشقوں کو دیکھے گا تو ہر ایک الگ چراغ ہے۔ ایک چراغ جل رہا ہو اور بیس چراغ جل رہے ہوں تو کس کی روشنی زیادہ ہوگی؟ تو ہر مؤمن ایک چراغ ہے، اب چالیس مومن ہیں تو چالیس چراغ ہوگئے۔ اب دعا کرلو کہ یا اللہ! جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی بڑی ہم پر مہربانی کردیجیے۔ آپ لوگ بھی یہی دعا مانگو کہ

[۳۱۶] الفجر:۲۹

یا اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، آپ کا نام جتنا بڑا ہے اتنی مہربانی رحمت ہم سب پر نازل فرمایئے اور ہماری اولاد پر اور جو میرے دوست یہاں نہیں ہیں ان پر بھی اور ان کی اولاد پر بھی اور اپنے نام کی برکت سے ہمارے تمام نیک ارادوں میں ہم سب کو بامراد فرمایئے اور ہم سب کو اللہ والا بنادیجیے اور گناہ سے بچنے کی توفیق دے دیجیے۔ یا اللہ! ایسی محبت، ایسا ایمان ہم سب کو دے دے کہ ایک لمحہ آپ کو ناراض کرکے نمک حرامی نہ کریں۔ اللہ حرام لذت سے قلب کو سخت نفرت، کراہیت اور اپنی خاص حفاظت نصیب فرمادے اور ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک پہنچادے اور ہماری اولاد کو اور ہمارے دوستوں کو، حاضرین اور غائبین سب کو یا اللہ! اللہ والا بنادے، نفس اور شیطان کی غلامی سے ہم سب کو چھڑادے۔ اے اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا نام ہے ہم سب پہ اپنی اتنی مہربانیاں فرمادے اور ہمارے تمام نیک ارادوں میں بامراد فرما۔ یا اللہ! ہر گناہ درگزر فرما، جب سے ہم بالغ ہوئے ہیں آج تک جتنی بھی حرام لذتیں ہمارے نفس نے چرائی ہیں اے اللہ اپنی رحمت سے سب معاف فرمادے اور توفیق نصیب فرما کہ ہم لوگ کسی حرام لذت سے آپ کو ناراض کرکے اپنے دل میں حرام مزے نہ اڑائیں، اس چوری اور کمینے پن و بے غیرتی سے ہم سب کو پاک فرمادے۔ یا اللہ! ہم سب کو وفاداری عطا فرما، یا اللہ! ہم سب کو شرافت بندگی نصیب فرما، یا اللہ! ہم سب کو لائق اور نیک بندوں میں شامل فرما اور ہماری دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے اور یا اللہ! کینسر اور گردے بے کار ہونے سے اور تمام خطرناک بیماریوں سے ہم سب کو بچا۔ ہمارے درمیان میں ایک بچہ ہے جس کو کینسر ہے، اللہ اس کو شفادے دے اور اس کا کینسر اچھا کردے۔ یا اللہ! ہم سب کو اللہ والی زندگی نصیب فرمادے۔ سمندر آپ کی اتنی بڑی نشانی ہے، اتنا پانی کون پیدا کرسکتا ہے بجز آپ کے، اے اللہ! اپنی عظمتِ خلاّقیت کے صدقے ہم سب کی تمام عمر بھر کی دعاؤں کو قبول فرما اور تمام گناہوں کو معاف فرمادے اور ہم سب کو اپنے دوستوں کی اور اولیاء اللہ کی زندگی نصیب فرما اور خاتمہ ایمان پر نصیب فرما، کسی کا محتاج نہ فرما، اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو جو نادانی سے حسد کرتے ہیں مغلوب اور بے ضرر فرمادے اور اپنی رحمت سے سارے دشمنوں کو یا اللہ بھگادے، اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو وہ تمام نعمتیں عطا فرما جو آپ اپنے پیاروں کو دیتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری صورت کو اور سیرت کو اپنے پیار اور فضل اور اپنی رحمت اور کرم کے قابل بنادے۔ یا اللہ! جو مانگا ہے وہ بھی دے دے، جو نہیں مانگا بغیر مانگے دونوں جہاں ہم سب کو نصیب فرمادے، آمین۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

۹؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۸ء، بروز ہفتہ

صحبتِ اہلِ تقویٰ فرضِ عین ہے

۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ اسٹینگر سے جوہانسبرگ کے لیے واپسی ہوئی۔ دارالعلوم اسپنگو بیچ کے ذمہ دار حضرات کی خواہش پر حضرت والا ایئرپورٹ جاتے ہوئے چند منٹ کے لیے دارالعلوم رُکے اور چند الفاظ میں طلباء کو یہ نصیحت فرمائی:

علمِ دین حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے اور تقویٰ حاصل کرنا فرضِ عین ہے اور تقویٰ اہلِ تقویٰ کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اس لیے صحبتِ اہلِ تقویٰ بھی فرضِ عین ہے۔ مدارس اِرَاءَۃُ الطَّرِیۡق کرتے ہیں اور اہل اللہ اِیۡصَالٌ اِلَی الۡمَطۡلُوۡب کرتے ہیں، مدارس عالمِ منزل بناتے ہیں اور اہل اللہ بالغِ منزل بناتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت والا نے مختصر دعا فرمائی اور ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوگئے۔

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۹۸ء، بروز اتوار، بوقت سات بجے صبح،

بمقام ڈیڈر (Dedur)، جنوبی افریقہ، در مدرسہ مولانا غلام حسین صاحب

نفس کی پانچ اقسام

ارشاد فرمایا کہ خالقِ نفس نے قرآنِ پاک میں نفس کے پانچ نام رکھے ہیں۔ پہلا نام ہے نفسِ امّارہ۔ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت و دوام کا متقاضی ہوتا ہے یعنی اے دنیا کے انسانو! جب تک تم نفسِ امّارہ کے غلام رہوگے اس وقت تک تم بُرائیوں میں مبتلا رہوگے، کیوں کہ نفس امّارہ کَثِیۡرُ الۡاَمۡرِ بِالسُّوۡءِ ہے، اور اَلسُّوۡء میں الف لام جنس کا ہے جس نے سوء کو اسمِ جنس بنادیا اور جنس وہ کُلّی ہے جو انواعِ مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ زمانۂ نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے گناہوں کے تمام اقسام اس اَلسُّوۡء میں داخل ہوگئے۔ سُوۡء پر الف لام داخل کرکے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی عظمت و بلاغت ظاہر فرمادی کہ ہزارہا سال بعد جب گناہوں کے نئے نئے اقسام مثلاً سینما، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ پیدا ہوں اور لوگ کہیں کہ ان کی ممانعت کہاں ہے، کیوں کہ جب قرآن نازل ہورہا تھا تو یہ گناہ اس وقت موجود نہیں تھے، تو سوء کو الف لام سے اسمِ جنس بناکر قیامت تک معصیت کے تمام انواع و اقسام اللہ تعالیٰ نے اس میں داخل کردیے۔

اور اَمّارہ کی تفسیر ہے کَثِیْرُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ یعنی ہر قسم کی بُرائیوں کا کثرت سے تقاضا کرنے والا۔ اور حضرت حکیم الامت تھانوی نے نفسِ اَمّارہ کا نام رکھا ہے مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ یعنی طبیعت کی وہ خواہش جس کی شریعت اجازت نہ دے، جس سے اللہ راضی نہ ہو وہ نفسِ اَمّارہ ہے، لہٰذا جس بات سے طبیعت خوش ہو لیکن مالک خوش نہ ہو اس کام کو چھوڑ دو کیوں کہ طبیعت غلام ہے اور اللہ مالک ہے، لہٰذا غلام کو خوش کرکے اپنے مالک اور پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو ناراض کرکے جو ظالم حرام خوشیاں درآمد کرتا ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کمینہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کا ایک دروازہ کھولا ہوا ہے کہ ظالمو جب تم گناہوں کے دروازوں میں داخل ہو کر کمینے، بے غیرت اور بے حیا بن جاؤ تو استغفار اور توبہ کے دروازے میں داخل ہو کر پھر باحیا، شریف اور باخدا بن جاؤ۔

تو اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ سے معلوم ہوا کہ نفس اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہمارے پہلو میں رکھ دیا، لیکن آگے اللہ تعالیٰ نے تسلی بھی فرمادی کہ گھبراؤ مت، اگر ہر وقت بُرائی کا تقاضا کرنے والا نفسِ امّارہ دے رہا ہوں تو میں ظالم نہیں ہوں، ارحم الراحمین ہوں، اس کے شر سے ایک استثنا بھی دے رہا ہوں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کہ اگر میری رحمت کے سائے میں رہوگے تو تمہارا نفسِ امّارہ تمہیں ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں جو مَا ہے یہ ظرفیہ، زمانیہ، مصدریہ ہے جس کا ترجمہ ہوگا اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ یعنی جب تک تم میری رحمت کے سائے میں رہوگے نفس کے شر سے محفوظ رہوگے، اور رحمت کی ضد لعنت ہے اور لعنت کی تعریف مفرداتُ القراٰن میں ہے اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَۃِ اللہ کی رحمت سے دوری، لہٰذا جو لعنت کے نیچے آجائے گا وہ سایۂ رحمتِ حق سے دور ہوجائے گا، لہٰذا اس زمانے میں سایۂ رحمت سے دور کرنے والی چیز بدنظری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۳۱۷] اللہ لعنت کرے حرام نظر کرنے والے پر اور اپنے پر حرام نظر ڈلوانے والے پر۔ لہٰذا بدنظری سے لعنت آئے گی اور لعنت آئے گی تو رحمت کا سایہ ہٹ جائے گا۔ ایسا شخص پھر ہر گناہ کرسکتا ہے، ہر گناہ کا دروازہ اس کے لیے کھل جائے گا اور گناہ کی آخری منزل یعنی بدفعلی تک بدنظری پہنچادے گی، اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ جس نے اپنے کلام میں غضِّ بصر کا حکم نازل فرمادیا۔ اگر یہ معمولی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو قرآنِ پاک میں نازل نہ فرماتے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حدیثِ پاک میں اس کی حرمت کا اعلان نہ فرماتے۔

---

[۳۱۷] کنزالعمال: ۳۳۸/۷ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

تو نفسِ امّارہ کے شر سے حفاظت کا ذریعہ اللہ کی رحمت ہے جو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ میں مذکور ہے، اور اللہ کی رحمت کہاں ملے گی؟ اللہ والوں کی صحبت سے ملے گی۔ بخاری شریف کی حدیث پاک لَا یَشۡقٰی جَلِیۡسُھُمۡ کے مطابق اللہ والوں کی صحبت شقاوت کو سعادت سے بدل سکتی ہے، تو جب اہل اللہ کی صحبت اتنی بڑی رحمت کے نزول کا سبب ہے کہ شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے تو گناہ چھوڑنے کی رحمت بدرجۂ اولیٰ ان کے صحبت یافتہ لوگوں پر نازل ہوگی۔

یہ تو نفسِ امّارہ کا بیان تھا، لیکن اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے جب ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے تو گناہ کے بعد ندامت و شرمندگی طاری ہونے لگتی ہے، دل کو تکلیف ہونے لگتی ہے اور دل اپنے اوپر ملامت کرنے لگتا ہے کہ آہ میں نے اپنے اللہ کو کیوں ناراض کیا۔ تو اس ندامت کی برکت سے خالقِ نفس امارہ نے اس کا نام ہی بدل دیا اور اب اس کا نام نفسِ لوّامہ رکھ دیا جیسے جب دیسی آم لنگڑا آم ہو جائے تو اس کا نام بدل جاتا ہے، دام بدل جاتا ہے، کام بدل جاتا ہے تو نفسِ امارہ میں جب انقلاب آگیا تو یہ نفسِ لوّامہ ہو گیا اور اللہ نے اس کے نام سے امارہ کا لفظ ہی ہٹا دیا اور اس بُرے لقب سے اس کو آزادی دے دی کیوں کہ اب یہ گناہوں سے چین نہیں پاتا بلکہ دُکھ، ندامت اور پریشانی پاتا ہے۔ اب اس کی ترقی ہو گئی کہ جب خطا ہو جاتی ہے تو ندامت سے اللہ سے معافی مانگتا ہے۔ یہ ولی اللہ بننے کا پہلا قدم ہے، یہ نفسِ لوّامہ ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کھائی ہے وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ[۳۱۸] اور جب نفسِ لوّامہ ہو جاتا ہے تو اس کو اللہ کی تلاش اور اللہ کی یاد کی توفیق ہوتی ہے کیوں کہ گناہ کے مزے میں اب اسے چین نہیں ملتا، پہلے یہ گناہ کی غذا کھاتا تھا اور گناہ کی غذا ناقص اور مضر تھی جس سے دل کی صحت خراب ہو رہی تھی لہٰذا اب وہ کامل غذا کی تلاش کرے گا، اللہ والوں کو تلاش کرے گا اور اللہ کا نام لینا سیکھے گا اور اب وہ اللہ کے نام سے اطمینان پائے گا کیوں کہ اب غذا کامل ہو گئی تو دل کی صحت بھی کامل ہو جائے گی۔ پہلے مرنے والوں پر مر رہا تھا، گندے موتنے گلنے سڑنے والی لاشوں پر مر رہا تھا جس سے دل ناپاک ہو رہا تھا اور مولیٰ پاک ہے، وہ ناپاک دل میں آتا نہیں لہٰذا ندامت کی برکت سے جب نفسِ لوّامہ ہو گیا پھر اہل اللہ کی صحبت سے اس کو صرف اللہ کے نام سے، اللہ کی فرماں برداری سے، اللہ کی مرضی پر جینے سے چین ملنے لگے گا اور نافرمانی سے سخت بے چینی اور پریشانی ہو گی، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ساری زندگی میرے نام سے چین پاتے رہے اور نافرمانی سے اپنی حفاظت کر کے غم اٹھاتے رہے تو ہم جب ان کو دنیا سے واپس اپنے پاس بلائیں گے تو نہ ہم ان کو امّارہ کہیں گے نہ لوّامہ کہیں گے بلکہ کہیں

[۳۱۸] القیٰمۃ:۲

گے یٰۤاَیَّتُھَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ اے وہ جان جو صرف میری یاد سے چین پارہی تھی اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ تو میرے پاس واپس آجا کہ تو کامیاب ہوگئی۔ نفسِ مطمئنہ کالقب مرتے وقت ملے گا۔ جو جان زندگی بھر اللہ کی یاد سے مطمئن تھی تو واپسی کے وقت اللہ نے اس کا وہی نام رکھ دیا یٰۤاَیَّتُھَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ اے وہ مطمئن جان جس کو میری یاد میں اتنا مزہ آتا تھا کہ جنت سے زیادہ تو مجھ سے پیار کرتی تھی، کیوں کہ جنت مخلوق ہے میں خالق ہوں اور یہ خالقِ جنت پر فدا تھی، لہٰذا اب خالقِ جنت کے پاس آجا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نفس کو دو لقب اور دیں گے رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً[۳۱۹] اے نفسِ مطمئنہ! تو راضیہ بھی ہے اور مرضیہ بھی۔ آج تو میرے پاس خوش خوش آرہی ہے، کیوں کہ میری محبت تیرے اندر اپنی جان سے زیادہ، اہل وعیال سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ تھی اس لیے تو راضیہ ہے، خوش ہے، کیوں کہ جو تیری جان سے زیادہ تجھے احب تھا اس مولیٰ کے پاس تجھے بلایا جارہا ہے۔ اے نفسِ مطمئنہ! تو جس سے یہ دعا مانگتی تھی:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنۡ نَّفۡسِیۡ

وَاَھۡلِیۡ وَمِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ[۳۲۰]

وہی مولیٰ اب تجھے اپنے پاس بلا رہا ہے۔ راضیہ امر نہیں ہے خبر ہے کہ تو خوش ہے اپنے مولیٰ کی طرف آنے کے لیے کیوں کہ ذکر کی برکت سے ذاکر اب اپنے مذکور کی طرف آرہا ہے، ذاکرِ اسم اب اپنے مسمّٰی کے پاس آرہا ہے کہ جن کا نام ساری زندگی لیا اس مولیٰ سے آج ملنے کا وقت آرہا ہے۔

خرّم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم

راحتِ جاں طلبم و از پئے جاناں بروم

آج وہ مبارک دن ہے کہ میں ویرانۂ دنیا سے اپنے مولیٰ کے پاس جارہا ہوں۔ اب میری جان کو راحت مل جائے گی کہ آج میں اپنے محبوبِ حقیقی کے پاس جارہا ہوں۔ اس طرح مرتا ہے اللہ والا۔ اللہ خبر دے رہا ہے کہ اللہ والے جب مرتے ہیں تو غمگین نہیں ہوتے کہ ہائے بیوی بچے چھوٹ گئے، مکان چھوٹ گیا، کاروبار چھوٹ گیا، مرسڈیز چھوٹ گئی۔ میرا عاشق جب آتا ہے تو راضیہ ہوتا ہے، خوش ہوتا ہے۔

۳۱۹؎ الفجر: ۲۷-۲۸

۳۲۰؎ جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

اور سنیے! اللہ ایک خبر اور دیتے ہیں کہ تو مرضیہ بھی ہے، میں بھی تجھ سے خوش ہوں، تو میرا پیارا بھی ہے، تو مجھ سے خوش، میں تجھ سے خوش، میں تیرا پیارا تو میرا پیارا۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ سے اہل اللہ کے مقامِ عالی کا ثبوت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ اب تم جنت میں جارہے ہو، لیکن دیکھو! پہلے جنت کی نعمتوں میں مشغول نہ ہو جانا، جن کے صدقہ میں تمہیں جنت ملی ہے پہلے میرے ان اولیاء سے، میرے خاص بندوں سے، میرے عاشقوں سے ملو۔ عِبَادِیۡ میں یاء نسبتی دلیلِ عشق ہے کہ یہ سب میرے عاشق ہیں۔ دنیا میں یہ حسین لڑکوں لڑکیوں کے عاشق نہیں تھے، اپنے نفس کے عاشق نہیں تھے، معاشرے کے عاشق نہیں تھے، یہ دنیا کی کسی چیز کے عاشق نہیں تھے، یہ دنیا کے کثرتِ تعلقات میں میرے بن کے رہے، لہٰذا یہ جنت سے زیادہ اہم ہیں، اس لیے پہلے ان سے ملو وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ[۳۲۱] اور پھر جنت کی طرف متوجہ ہو۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عِبَادِیۡ کو جَنَّتِیۡ پر کیوں مقدم فرمایا؟ اس لیے کہ جنت اللہ والوں کا مکان ہے اور اللہ والے اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے، اس لیے مکین کے ذکر کو مقدم کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی ملاقات جنت سے بڑی نعمت ہے۔ اور دوسری وجہ ابھی یہ سمجھ میں آئی کہ چوں کہ خالقِ جنت جنت سے افضل ہے اور اللہ کے عاشقین اپنے قلب میں خالقِ جنت کی تجلیاتِ خاصّہ رکھتے ہیں، لہٰذا پہلے حاملینِ تجلیاتِ خالقِ جنت، حاملینِ نسبتِ خاصّہ، حاملینِ تجلیاتِ منعم سے ملاقات کرو اور جنت کی نعمت سے بعد میں مستفید ہو، کیوں کہ تجلیاتِ منعم تجلیاتِ نعمت سے افضل ہیں، لہٰذا جنت کی نعمتوں سے پہلے تجلیاتِ خالقِ جنت کے حاملین کی زیارت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے عاشقوں کا بڑا مقام ہے۔ جو ظالم دنیا میں اللہ کے کسی عاشق پر عاشق نہیں ہے وہ محرومِ جان ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں جنت سے محروم نہ کر دیا جائے، کیوں کہ اس کی زندگی کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے خلاف ہے اور تقویٰ کی بنیاد اہلِ تقویٰ کی معیت و صحبت ہے۔ پس جو شخص اہلِ تقویٰ سے گریزاں ہے اس کو تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا اور تقویٰ کے بغیر ولایتِ خاصّہ

۳۲۱؎ الفجر: ۲۹-۳۰

حاصل نہیں ہوسکتی، لہٰذا اہل اللہ سے مستغنی رہنے والا سخت خطرے میں ہے اور سخت محرومی کی علامت ہے۔

مجلس بر مکان مولانا ابراہیم صاحب، بعد عصر، بمقام نائجل (Nigel)

مولانا غلام حسین صاحب کے مدرسہ پر ناشتہ کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد حضرتِ والا مولانا ابراہیم صاحب کے مکان واقع نائجل (Nigel) تشریف لے گئے جس کی مولانا موصوف نے درخواست کی تھی۔ گیارہ بجے کے قریب مولانا ابراہیم صاحب حضرت والا کو لینے کے لیے کار لے کر حاضر ہوگئے۔ ان کے مکان پر دوپہر کے قیلولہ کے بعد عصر کی مجلس میں مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے۔ مجلس میں مدینہ منورہ میں مقیم سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عالم شیخ بھی تھے جو مولانا موصوف کے مہمان تھے۔ جامع

دفعِ وساوس کا نبوی وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ کتنی ہی حسین شکل سامنے آجائے اور دیکھنے کا وسوسہ آئے تو وسوسہ کے دفعیہ کے لیے حدیثِ پاک کا ایک وظیفہ ہے جس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کا وسوسہ جاتا رہے گا۔ وہ یہ ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ[۳۲۲] ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ "جامع صغیر" کی روایت ہے کہ جو اس کو پڑھ لے گا گناہ کا وسوسہ ختم ہوجائے گا، یہاں تک کہ کفر کا وسوسہ بھی جاتا رہے گا اور ان شاء اللہ ایمان پر پر خاتمہ ہوگا۔ مرتے دم تک کے لیے یہ نسخہ یاد کرلیجیے۔ اگر مرتے وقت شیطان وسوسہ ڈالے کہ کہاں جارہے ہو، اللہ ہے بھی یا نہیں، فوراً اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پڑھ لیجیے، ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔ یہ وظیفہ گناہ اور کفر کے شیطانی وسوسوں کے جراثیم کے لیے ڈی ڈی ٹی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو عطا فرمایا۔ یہ وساوس کے خاتمہ کے لیے اُمت کے واسطے زبانِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عطا اور تحفہ ہے۔

ذکر حالتِ تشویش میں بھی نافع ہے

ارشاد فرمایا کہ ذکر کے لیے اطمینان و یکسوئی کا انتظار نہ کرو۔ حالتِ تشویش میں بھی اللہ کا نام نفع سے خالی نہیں۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ حج کے زمانہ میں تمام دکان دار حالتِ تشویش میں رہتے ہیں، کوئی رومال مانگ رہا ہے، کوئی کہہ رہا ہے تسبیح لاؤ، کوئی کہہ رہا ہے چپل دو اور دکان دار

۳۲۲؎ کنز العمال: ۲۴۶/۱ (۱۲۳۷)، فصل فی الشیطان ووسوسته، مؤسسة الرسالة

گاہکوں کو مال بھی دیتا رہتا ہے اور اسی حالت میں روٹی بھی کھاتا رہتا ہے۔ جس طرح حالتِ تشویش و انتشار وافکار میں غذا اس کے پیٹ میں خون ہی بناتی ہے اور وہ زندہ رہتا ہے، تو حالتِ تشویش میں بھی اللہ کا نام جب منہ سے نکلے گا تو روح میں نور ہی پیدا ہو گا، جیسے موتی کا خمیرہ حالتِ تشویش میں حلق سے نیچے اُتر جائے تو دل میں جا کر طاقت پیدا کرے گا، تو خالقِ خمیرہ کا نام منہ پر آئے تو بھلا دل میں نور نہ پیدا ہو گا! لہٰذا تشویش کی فکر چھوڑو، اللہ کا نام لیتے رہو۔

اہل اللہ جنت سے افضل ہیں

ارشاد فرمایا کہ جن کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو گیا ان کی اللہ تعالیٰ نے یہ قدر فرمائی کہ جب اپنے پاس بلاتے ہیں تو فرماتے ہیں یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ اے وہ جان جو مطمئنہ تھی، جو میری یاد ہی سے چین پاتی تھی اور کائنات کی کوئی چیز جسے میرے بغیر اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ اب تو اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اب میں تجھے دو خطاب اور دے رہا ہوں رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً تو مجھ سے خوش ہے، میں تجھ سے خوش ہوں۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اے نفس! کیوں کہ تو مطمئن تھا، میری یاد کے بغیر تجھے چین نہ ملتا تھا، اس کا انعام یہ ہے کہ تو رَاضِیَةً بھی ہے اور مَرْضِیَّةً بھی ہے، کیوں کہ تیرے اندر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ تھی، تو آج تو اپنی جان سے زیادہ پیارے کے پاس آرہا ہے اور تیری دعا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

قبول ہو گئی کہ اے اللہ! اپنی محبت مجھے میری جان سے زیادہ اور اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ دے دے۔ اے وہ نفس جو اپنی جان پر غم اٹھاتا تھا، حرام خوشیوں سے بچتا تھا، دل کا خون کرتا تھا، لیکن میرے قانون کو نہیں توڑتا تھا، لہٰذا جب جان سے زیادہ میں تیرا پیارا ہوں تو اس لیے آج تو رَاضِیَةً ہے، تجھے بیوی بچوں کے چھوڑنے کا، مکان چھوڑنے کا، دولت چھوڑنے کا کوئی غم نہیں ہے، اس لیے تُو مَرْضِیَّةً بھی ہے، تُو اللہ سے خوش ہے اور اللہ بھی تجھ سے خوش ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اِشکال قائم کیا کہ رَاضِیَۃً بندے کی خوشی ہے اور مَرْضِیَّۃً اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشی کو کیوں مؤخر کیا اور بندے کی خوشی کو کیوں مقدم کیا؟ جبکہ بندے کی خوشی اللہ کی خوشی کے مقابلے میں ادنیٰ ہے۔ اس کا جواب دیا کہ اس کا نام بلاغت میں تَرَقِّیْ مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی ہے۔ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف۔

اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ مثل نادان بچوں کے ہیں۔ ابا جب بچے سے خوش ہوتا ہے تو پہلے اپنی خوشی ظاہر نہیں کرتا۔ بچے کو لڈو دِکھاتا ہے تو بچہ خوش ہوجاتا ہے۔ پہلے اپنے بچے کو خوشی دیتا ہے کیوں کہ جانتا ہے کہ یہ نادان ہے، یہ میری خوشی کو کیا سمجھے گا، یہ تو لڈو کھا کر خوش ہوگا، لہٰذا پہلے لڈو دکھا کر بچے کو خوش کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں بھی تجھ سے خوش ہوں۔ اگر خوش نہ ہوتا تو تجھے لڈو نہ دیتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رَاضِیَۃً فرما کر بندوں کی خوشی کو مقدم اور مَرْضِیَّۃً سے اپنی خوشی کو مؤخر فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ہوگئی تو اے نفس تو جنت کا مستحق ہے، لیکن دیکھ پہلے جنت کی نعمتوں میں مت مشغول ہونا، پہلے حاملینِ نسبتِ الٰہیہ، حاملینِ تجلیاتِ الٰہیہ، حاملینِ قُربِ منعم حقیقی سے ملاقات کر۔ جنت حاملِ تجلیاتِ نعمت تو ہے، لیکن حاملینِ تجلیاتِ منعِم کے مقابلے میں نہیں آسکتی، لہٰذا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو جو دنیا میں میرے ہو کر رہے۔ نہ اپنے نفس کے ہوئے، نہ اپنے ملک کے ہوئے، نہ اپنے صوبے کے ہوئے، نہ معاشرے کے ہوئے، ساری زندگی میرے ہو کر رہے، لہٰذا پہلے ان باوفا جانوں سے ملو وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ پھر جنت میں جاؤ اور مزے اُڑاؤ۔ لیکن جنت پر میرے اولیاء کو تقدم حاصل ہے۔ پس دنیا میں جو لوگ اولیاء اللہ کے ساتھ رہتے ہیں جنت میں بھی ان شاءاللہ تعالیٰ اولیاء کے ساتھ رہیں گے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی ان ہی کے ساتھ رہے گا جن کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔ ان کی رفاقت فی الدنیا ان شاءاللہ تعالیٰ رفاقت فی الجنۃ میں تبدیل ہوجائے گی حسب قاعدہ جَزَآءً وِّفَاقًا جزا موافق عمل ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ والوں کی صحبت کو بہت بڑی نعمت سمجھو کہ ان ہی کے صدقے میں جنت ملے گی۔

وصول الی اللہ جذبِ الٰہیہ کے بغیر ممکن نہیں

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے جذب کے بغیر کوئی ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ سلوکِ محض سے اللہ نہیں مل سکتا کیوں کہ اللہ کا راستہ غیر محدود ہے، کوئی اس کو سلوک سے طے نہیں کرسکتا جب تک کہ جذب نہ ہو، لیکن

سلوک کی یہ برکت ہے کہ اللہ اس کو جذب کرلیتا ہے۔ جب بندہ اللہ کی تلاش میں محنت کرتا ہے تو مالک کو رحم آجاتا ہے کہ میرا بندہ محنت کر رہا ہے اب اس کو جذب کرہی لو۔ اللہ کی ذات غیر محدود، ان کا راستہ غیر محدود ہے تو غیر محدود راستہ اللہ تعالیٰ کے جذب ہی سے طے ہوتا ہے۔ ہر سالک جو اللہ تک پہنچا ہے جذب ہی سے پہنچا ہے اس لیے ہر سالک بھی مجذوب ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ شیطان سالک تو تھا مجذوب نہ تھا اس لیے مردود ہوگیا۔ جس کو اللہ جذب کرتا ہے وہ مردود نہیں ہوسکتا کیوں کہ مردودیت نفس کی شرارت سے ہوتی ہے اور جس کو اللہ کھینچے گا اس کو پھر کون کھینچ سکتا ہے؟ ان کے کھینچنے کی طاقت سب سے بڑی ہے، پھر نفس و شیطان اور دنیا بھر کی گمراہ کن ایجنسیاں اس کو نہیں کھینچ سکتیں۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[۳۲۳] لہٰذا اللہ تعالیٰ سے جذب بھی مانگا کیجیے کہ اے اللہ! اپنے جذب سے ہمیں اپنا بنالے لیکن جذب پر سلوک کو غالب فرما، کیوں کہ جو بالکل مجذوب ہوگئے اور جذب غالب ہوگیا ان سے اُمت کو فائدہ نہیں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ جذب فرمائیں لیکن سلوک غالب رہے، ہوش و حواس قائم رہیں، تو ایسا شخص اُمت کی رہنمائی اللہ کی طرف کرسکتا ہے۔ اسی لیے قطب الارشاد کا درجہ قطب التکوین اور مجاذیب سے بلند ہوتا ہے۔

خاصّانِ خدا کا عروج و نزول

ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کا نزول ان کے عروج سے افضل ہے، کیوں کہ اگر ہر وقت وہ مرتبۂ روح میں عرشِ اعظم کا طواف کرتے رہیں اور نزول نہ کریں، لوگوں میں گھلیں ملیں نہیں، ان سے ملاقات اور ہنسنا بولنا نہ کریں تو خوف کے مارے کوئی ان کے پاس نہیں آئے گا اور ان سے کوئی دین نہیں سیکھے گا۔ جو جہاز رن وے پر نہ اُترے، ہمیشہ اُڑتا رہے تو زمین کے مسافر اس سے استفادہ نہیں کرسکتے۔ جو اولیاء اللہ نزول کرکے لوگوں میں گھلے ملے رہتے ہیں ان سے اُمت کو زیادہ نفع پہنچتا ہے کہ اس طرح اپنی روح کے جہاز میں بٹھا کر وہ لوگوں کو عرشِ اعظم کی طرف لے جاتے ہیں، لیکن نزول وہ مفید ہے جو بعد از عروج ہو۔ جو جہاز کبھی اڑتا ہی نہ ہو ہمیشہ زمین پر ہی پڑا رہتا ہو اس کو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے نزول کیا ہے۔ فضاؤں سے جہاز جب زمین پر آتا ہے اس کو کہا جاتا ہے کہ اس نے نزول کیا ہے۔ اسی طرح جن اولیاء اللہ کی ارواح ہمہ وقت عرشِ اعظم کا طواف کررہی ہیں یعنی قربِ خاصِ حق سے مشرف ہیں وہ جب زمین پر نزول کرتے ہیں تو مرتبۂ روح میں دوسری ارواح کو اپنے ساتھ لے کر اُڑ جاتے ہیں۔

۳۲۳؎ الشوریٰ:۱۳

گریہ وزاری حصولِ حیاتِ ایمانیہ کی علامت ہے

ارشاد فرمایا کہ جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا تو ماں کے پستانوں میں خون بھرا ہوتا ہے، لیکن جیسے ہی بچہ پیدا ہوا اور رویا تو اس کے رونے کی آواز سے ماں کے پستانوں کا سارا خون دودھ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ جب بندہ اللہ سے روتا ہے تو اللہ کا غضب بھی رحمت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ جب ماں کی رحمت سے اس کا خون دودھ بن سکتا ہے تو بندے کی توبہ و استغفار اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کا غضب دریائے رحمت میں کیوں تبدیل نہ ہوگا؟ لہٰذا وہی بندہ جو مغضوب تھا اب مرحوم و مغفور ہوگیا، اس پر رحمت کی بارش شروع ہوجاتی ہے۔ اور بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اس کو رونا سکھاتے ہیں تاکہ ماں کی چھاتیوں کا خون دودھ میں تبدیل ہوکر اس کی غذا تیار ہوجائے۔ اسی طرح اللہ جس کو اپنی رحمت کا پیار دینا چاہتا ہے اس کو رونے کی توفیق دیتا ہے۔ اگر پیدا ہونے کے بعد بچہ نہ روئے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ بچہ مُردہ پیدا ہوا ہے۔ تو بچے کا رونا اس کی حیاتِ جسمانی کی علامت ہے، اسی طرح جب بندہ روتا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے اس کو حیاتِ ایمانیہ عطا ہونے کی علامت ہے۔

انتقالِ نسبت محتاجِ زبان نہیں

ارشاد فرمایا کہ میرے مخاطب جو اُردو نہیں جانتے اللہ میری بات ان کے دل میں ڈال دے۔ دیکھیے ایک لڑکا سوپ پیتا ہے، بادام کھاتا ہے، مرغِ مسلّم اُڑاتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ اس چیز کا نام مرغا ہے، لیکن جب بالغ ہوگا تو سمجھ جائے گا کہ یہ ان ہی مرغوں کی برکت ہے۔ تو یہ گجراتی جو آج میری اُردو نہیں سمجھ رہے ہیں جب اللہ کی محبت کا مزہ پائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ اختر کیا کہہ رہا تھا۔ نسبت اپنے انتقال میں زبان کی محتاج نہیں ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی عربی پیدا ہوئے لیکن سارے عالم میں اسلام پھیل گیا۔ تو نسبت الی اللہ زبان کی محتاج نہیں ہے۔ دردِ دل سے جو بات نکلتی ہے وہ دلوں میں داخل ہوجاتی ہے، زبان سمجھے یا نہ سمجھے۔

(احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ مدینہ منورہ میں مقیم عالم بزرگ اور ان کے صاحبزادے جو عالم بھی ہیں اور اُردو نہیں سمجھتے وہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ حضرت کا یہ ارشاد سن کر صاحبزادے نے فرمایا کہ كَمَا فَهِمْتُ اَنَا یعنی جیسے میں سمجھ گیا۔)

دعا کا ایک درد بھرا مضمون

مجلس کے اختتام پر یہ دعا فرمائی کہ اللہ پاک ہمیں اپنا مقبول اور محبوب بنالے اگرچہ ہم اس قابل نہیں۔ آہ! اس کی ایک عجیب مثال ہے کہ ایک عورت ہاتھ کی لولی، پاؤں کی لنگڑی، ناک کی چپٹی، منہ میں پائیریا، ہر طرح سے نہایت بدصورت ہے اور اس کا شوہر چاند کی طرح انتہائی حسین ہے، لیکن اس کا دل خوش کرنے کے لیے بادلِ ناخواستہ اس کو تکلف سے پیار کرتا ہے تو وہ عورت اپنے خاندان والوں سے کہتی ہے کہ میرا شوہر فرشتہ ہے کہ مجھ جیسی بدصورت کو پیار کرتا ہے۔ تو ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیار اسی طرح ہے، ہم لوگ نالائق ہیں، **بجمیع اعضائنا** ہم گناہ گار اور مجرم ہیں، روحانی اعتبار سے نہایت بدصورت ہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ ہمیں اپنے پیار سے محروم نہیں فرماتا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے؎

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمارے اہل و عیال کو اپنا مقبول و محبوب بنالے اور ہم سب کو جذب کرکے اپنے غیر محدود راستے کو طے کرادے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

۱۱؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۹۸؁ء، بعد عشاء، بر مکان سلیمان صاحب، آزادوِل

غمِ اولیاء

ارشاد فرمایا کہ **فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ** پر میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ کو یہی غم رہتا ہے کہ ہم نے اللہ سے ڈرنے میں اپنی استطاعت کو پورا استعمال کیا یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ نفس نے خیانت کردی ہو، حرام لذت سے بچنے کے لیے نفس نے اپنی پوری طاقت خرچ نہ کی ہو اور تھوڑی سی خیانت کرکے چوری کرلی ہو، تو حضرت فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اسی غم میں رہتے ہیں کہ ہم اپنی طاقت

کے مطابق اللہ سے ڈرتے ہیں یا نہیں؟ اس طاقت کو استعمال کرنے میں اپنی خیانت اور جرم کا احساس رہتا ہے، بس ان کا یہی ایک غم ہے۔

غمِ اولیاء اللہ کی ناراضگی سے بچنے کا غم ہے

اس کی شرح اس لیے کردی، کیوں کہ بعض لوگ رات دن ساتھ ہیں، وہ دل میں کہتے ہوں گے کہ اس کو کون سا غم ہے؟ اس کا دستر خوان تو اتنا وسیع رہتا ہے، یہ تو سموسہ اڑا رہا ہے، کوفتے اڑا رہا ہے، اس کو کون سی کوفت ہے؟ تو اس لیے غم کی شرح کردی کہ ہر وقت یہ فکر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ایک لمحہ ناراض نہ ہو، نفس ظالم سے ہر وقت ہوشیار رہو، آنکھوں کی چوریوں سے ہوشیار رہو، ایک سانس بھی جو اللہ کو ناراض کر کے حرام خوشی درآمد کرتا ہے یہ ظالم گدھا اور کتے سے بدتر ہے، کیوں کہ کتے اور گدھے مکلف نہیں ہیں، ہم مکلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت، اپنی شریعت ہم پر نافذ کی ہے، جانوروں کو آزادی دی ہے کہ تم چاہے جیسے رہو تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہے، اگر بکری ہے تو اس کو کاٹ کے کھالو کوئی گناہ نہیں ہے، اس کو بسم اللہ پڑھ کے ذبح کردو۔

بعض کافروں نے کہا کہ صاحب مسلمان بڑے سخت دل ہیں، جانور ذبح کرتے ہیں، تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھنے سے جانور پر ایک نشہ اور سکر کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہ مت سمجھنا کہ اس کو اذیت ہوتی ہے، وہ تو خوش ہوتے ہیں کہ ایک مسلمان کے پیٹ میں جائیں گے۔ تو غم کی شرح سمجھ گئے کہ بعض لوگ کہیں گے خاص کر جو رات دن ساتھ ہیں کہ صاحب دستر خوان پر بریانی اور کوفتہ اور سموسہ کھایا، ان کو کون سا غم لگا ہے۔ میر صاحب نے خود بتایا کہ جب وہ آٹھ سال کے تھے تو ایک شعر پڑھ رہے تھے۔

الٰہی پھیر دے مشکل کے دن اب
بہت دن ہوگئے غم سہتے سہتے

انہوں نے کہا کہ میری اماں نے ایک طمانچہ مارا کہ ڈپٹی کلکٹر کا بیٹا ہے، پلاؤ بریانی اڑا رہا ہے، آٹھ سال کی عمر میں کون سا غم لگا ہوا ہے؟ ایک دن میر صاحب میری خانقاہ میں بھی یہ شعر پڑھ رہے تھے، تو بمبئی کے مولانا حسین صاحب گجراتی بڑے نیک تہجد گزار اللہ والے ہیں، انہوں نے اپنا منہ میر صاحب کے قریب کیا اور پوچھا کہ آٹھ سال کی عمر میں وہ کیا غم تھا؟ ان کو بڑا تعجب ہوا کہ آٹھ سال کی عمر میں کیا غم ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ شرح کردی کہ اس غم سے مراد اللہ کی محبت کا غم ہے۔ اللہ کو ہر وقت راضی کرنے کا غم اور ان کی ناراضگی سے بچنے کا غم، کہ جو ہمارا مالک، ہمارا پالنے والا، ہمارا پیدا کرنے والا ہے ہم ان کو ناراض کر کے حرام خوشیاں

اپنے اندر نہ لائیں، بس اسی غم میں مر جاؤ، اللہ پر مرنے کے معنیٰ یہی ہیں کہ اللہ کو ناخوش کر کے حرام لذت اپنے دل میں مت لاؤ، وہ دل بہت ناپاک اور منحوس ہے جو اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت درآمد کرتا ہے، اسی لیے مولانا رومی نے پوری دنیا میں دو آدمیوں کو مبارکباد پیش کی ہے اور کسی کو نہیں ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کی یاد میں رو رہی ہیں اور مبارک ہے وہ دل جو اللہ کے عشق میں جل رہا ہے، بریاں ہو رہا ہے۔ بریانی کھانے والو! بریاں کا مطلب بھی سمجھ لو۔ دل کو بریاں کرو اور بناؤ، جلا بھنا کباب بناؤ۔ جب دل گناہ سے بچے گا، حسینوں سے نظر بچائے گا، حرام لذت دل میں نہیں آنے دے گا تو زخمِ حسرت اور خدا کے خوف اور اللہ کی محبت کی آگ میں اس کا قلب جلا بھنا شامی کباب ہو جائے گا، وہ خود بھی مست ہو گا اور جب تقریر کرے گا تو سننے والے بھی مست ہوں گے، اور اگر نہ بولے گا خاموش رہے گا تو بھی اس کے دل کا جلا بھنا کباب ہر سو خوشبو پھیلائے گا، وہ جدھر سے گزرے گا خوشبو پھیلا تا گزرے گا، اور جو حرام لذت سے اپنے دل کو حرام مزہ دیتا ہے اس کے چہرے پر پھٹکار برس جاتی ہے، کیوں کہ چہرہ ترجمانِ قلب ہوتا ہے، اگر قلب میں مولیٰ ہے تو چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہے اور قلب میں لیلیٰ ہے تو چہرہ ترجمانِ لیلیٰ ہے، اور جب چہرہ ترجمانِ لیلیٰ ہو گا تو فرسٹ فلور کے ساتھ گراؤنڈ فلور کے گو موت کی بھی اس کے چہرے پر پالش رہے گی، اور جس کے دل میں مولیٰ ہو گا، جو لا الٰہ سے غیر اللہ کو نکال چکا ہو گا اور قلب میں مولیٰ ہی مولیٰ ہو گا تو اس کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہو گا اور مولیٰ کے اسمائے صفاتیہ کی تجلیات بھی اس کے چہرے سے ظاہر ہوں گی، اللہ تعالیٰ کی اسمائے صفاتیہ اور تجلیاتِ صفاتیہ بھی ذاتیہ کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوں گی۔

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

صبر اور شکر دونوں سے اللہ ملتا ہے

ایک شخص کی سب نیک تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہو گئیں تو اس کا نام میں نے عشرت رکھا ہے، ہمارے میر صاحب کا نام بھی عشرت ہے، اور جس کی تمنا پوری نہ ہو اس کا نام میں نے حسرت رکھا ہے، دونوں کہیں جا رہے تھے کہ ان کی ملاقات ہو گئی، عشرت نے کہا کہ حضرت آپ حسرت ہیں؟ انہوں نے کہا

یس(Yes)۔ حسرت نے پوچھا حضرت کیا آپ عشرت ہیں؟ کہا یس۔

عشرت نے کہا حسرت حسرت نے کہا عشرت
دونوں لپٹ کے روئے پھر ہنس کے کہا او کے (OK)

عشرت نے کہا کہ تم بھی اللہ تک پہنچو گے، گھبراؤمت! تم صبر سے اللہ تک پہنچو گے، اللہ تک پہنچنے کے لیے جو جہاز ہے اس میں دو پہیے ہیں ایک شکر اور ایک صبر، لہٰذا ہماری قسمت میں شکر سے وصال لکھا ہے، گھبراؤمت، تم صبر سے واصل ہوگے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور صابرین پانچ سو برس پہلے جنت میں پہنچیں گے، یتیم ومساکین جو اللہ کے راستے میں دل پر غم اُٹھاتے ہیں ان کے قلبِ شکستہ میں تمام عباداتِ مُثبتہ یعنی حج، عمرہ، تلاوت، ذکر، رمضان کے روزے، اعتکاف وغیرہ کا نور دل کے اوپر ہوتا ہے، جب نظر بچا کر دل کو توڑتا ہے تو قلبِ شکستہ کے اندر اس کے انوارِ بیرونیہ داخل ہوجاتے ہیں، اس کے دل کے ذرّے ذرّے میں اللہ کا نور راسخ ہوجاتا ہے، اس لیے ایسا قلب قابلِ زیارت ہوتا ہے، لیکن قلب کو دیکھو گے کیسے؟ اس کے قالب کو دیکھو، قلب کہاں نظر آئے گا وہ تو پسلیوں کے اندر چھپا ہوا ہے، لیکن قالب بتائے گا کہ اس کا قلب شکستہ ہے اور حاملِ تجلیاتِ الٰہیہ ہے، اسی لیے فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ پہلے ہے کہ جنت جو ہے وہ حاملِ تجلیاتِ نعمت ہے اور میرے عاشقین حاملِ تجلیاتِ منعم ہیں، اس لیے پہلے ان ہی سے ملو پھر حاملِ تجلیاتِ نعمت یعنی جنت میں گھومو پھرو، نعمتیں کھاؤ مگر منعم کی ملاقات کے لیے پہلے حاملِ منعم سے ملو، یہ حاملِ منعم ہیں، اللہ کا دیدار تو جب ملے گا ملے گا مگر اللہ والوں کو دیکھنا بھی گویا کہ اللہ کو دیکھنا ہے۔

حاملینِ خالقِ زر

افریقہ کی سونے کی کانوں کی مٹیوں کو دیکھنا سونے کی زیارت کرنا ہے، کیوں کہ اس مٹی میں سونا ہے، سونے نے مٹی کا رنگ بدل دیا ہے اور وہ پیلی ہوگئی ہے، تو جس کے دل میں اللہ ہوگا اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلے گا؟ سونے کا خالق جس کے دل میں ہو اس کا رنگ نہیں بدلے گا؟ ورنہ سونا اللہ تعالیٰ سے افضل ہوجائے گا۔ کسی نے ایک فقیر سے پوچھا کہ سب آپ کو شاہ صاحب کہتے ہیں، آپ کے پاس کتنا سونا ہے؟ اس نے کہا۔

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
وَلے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے، میں تو فقیر آدمی ہوں لیکن سونا پیدا کرنے والا، سونے کا خالق دل میں رکھتا ہوں، اس لیے امیر ہوں، میرے مقابلے میں سارے سونار کھنے والے مسکین ہیں۔ کروڑوں کروڑوں من سونا رکھنے والا ایک اللہ والے کے سامنے مسکین ہوتا ہے، کیوں کہ وہ دل میں خالقِ زر رکھتا ہے۔ بتاؤ! سونا افضل ہے یا سونے کا پیدا کرنے والا؟

مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

بس اس سفر کی میری آہ ان شاء اللہ زلزلہ پیدا کردے گی، مالک کے کرم سے کثرتِ آہ سے تھکاماندہ ہوں لیکن آپ لوگوں کے دل پہ زلزلہ آیا یا نہیں؟ ؎

نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل
مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

اللہ والوں کو بے سہارا مت سمجھو، دیکھو اللہ والے کتنے ہی مسکین ہوں، کپڑوں میں پیوند ہوں اور پیٹ میں چٹنی روٹی ہو، چٹائی پر بیٹھے ہوں، لیکن ان کو چٹائی پر سلطنت کا مزہ ملتا ہے، ان کے کتنے چیلے دست بستہ اور پا گرفتہ ان کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ بتایئے! کیسی اُردو ہے! دست بستہ تو آپ نے سنا ہوگا، لیکن پا گرفتہ یعنی پیر کے پیر دبانا پہلی مرتبہ سن رہے ہیں، تو چٹائی پر سلطنت ہے کہ نہیں؟ لہٰذا اللہ والوں کو حقیر مت سمجھو، مال دارو! اور دنیا کے سلاطین! اللہ والوں کے پاس باادب بیٹھو اور انہیں اپنے سے مال دار سمجھو، کیوں کہ وہ اپنے دل میں خدا رکھتے ہیں، ان سے بڑا مال دار دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ جو صاحبِ مولیٰ ہے، جس سے مولیٰ راضی ہے، جس کے دل میں مولیٰ ہے اس سے بڑا کوئی غنی ہو سکتا ہے؟ وہ سارے عالم کے اغنیاء سے غنی دل میں رکھتے ہیں، اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کو حقیر مت سمجھو، اپنے مال کے نشے میں مولویوں کو حقیر مت سمجھو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

رخِ زرّینِ من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہم نشیں دارم

میرا پیلا چہرہ مت دیکھو کہ مجاہدے سے، اللہ کی یاد میں رونے سے، تہجد پڑھنے سے، غم اٹھانے سے میں پیلا ہو گیا ہوں، میرا پیلا چہرہ مت دیکھو، میرے پیر لوہے کے ہیں چہ می دانی اے اُلوؤ! تمہیں کیا پتا کہ میں دل میں کتنا بڑا شاہ رکھتا ہوں یعنی اللہ کو دل میں رکھتا ہوں۔

اہل اللہ کو پہچاننے کے لیے دیدۂ بینا چاہیے

اگر تمہیں اللہ والوں کی پہچان ہو جائے تو اللہ کی پہچان بھی ہو جائے گی۔ بہت سے لوگ اللہ والوں کو اپنے برابر سمجھتے ہیں، اولیاء کو پہچاننے کے لیے دیدۂ بینا چاہیے۔ خلیفۂ بغداد نے لیلیٰ کو بلایا، دیکھو! لیلیٰ کا نام سنتے ہی سب کے چہرے پر شگفتگی آگئی، بولو چہرہ بدل گیا کہ نہیں؟ یہ ظالم لیلیٰ عجیب تھی کہ آج تک سب کو پاگل کررہی ہے، مجنوں تو پاگل ہوا تھا، مگر قیامت تک اس نے پاگل بنانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ تو خلیفہ بغداد نے لیلیٰ کو بلایا اور اس سے جو کہا اسے مولانا رومی یوں بیان کرتے ہیں ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی
کز تو مجنوں شد پریشان وغوی

خلیفہ نے پوچھا کہ کیا تو ہی وہ لیلیٰ ہے جس کی وجہ سے مجنوں پریشان وپاگل ہو گیا؟ ؎

از دِگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

دوسری حسینوں سے تیرا نمک اور حسن زیادہ نہیں ہے۔ یہ بادشاہ نے کہا۔ اب لیلیٰ کا جواب سنیے، واہ رے لیلیٰ! بادشاہ کو ڈانٹ رہی ہے، کہتی ہے اے خلیفہ! خاموش ہو جا، تو مجنوں نہیں ہے ؎

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر تجھ کو مجنوں کی آنکھ نصیب ہوتی تو دونوں عالم تجھے بے قدر معلوم ہوتے۔ خطر کے معنیٰ یہاں قدر کے ہیں اور بے خطر بمعنیٰ بے قدر۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی پڑھی ہے حکیم الامت سے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی پڑھی ہے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور اختر نے پڑھی ہے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے، تو میرے اور حاجی صاحب میں صرف دو واسطے ہیں۔ تو میرے حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجھے مثنوی کے یہ شعر پڑھائے، تو فرمایا کہ اسی طرح اللہ کو پہچاننے کے لیے دیدۂ مجنوں چاہیے، یعنی جو مولیٰ کے مجنوں ہیں ان سے پوچھو کہ مولیٰ کتنا پیارا ہے۔ یہ بد نظری کرنے والے جو بین الاقوامی الّو اور گدھے ہیں انہیں کیا معلوم کہ اللہ کتنا پیارا ہے، جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہے وہ خود کتنا پیارا ہے،

جو دل میں مولیٰ رکھتا ہے وہ لیلاؤں کو نہیں دیکھتا، کیوں کہ وہ مولیٰ کی عظیم دولتِ نسبت رکھتا ہے اور جہاں دولت ہوتی ہے وہاں مضبوط تالے ہوتے ہیں، جو آنکھ کھول کھول کے حسینوں کو دیکھ رہا ہے اس کا قلب نسبت مع اللہ کی دولت سے محروم ہے، کیوں کہ وہ اپنی نگاہوں پر تالا نہیں لگا رہا ہے۔ بتاؤ! جہاں دولت ہوتی ہے وہاں تالا مضبوط ہوتا ہے یا نہیں؟ جس کا قلب تعلق مع اللہ کی دولت سے محروم ہے اسے نسبتِ دائمی حاصل نہیں ہے۔

نسبت کی دو قسمیں

نسبت کی دو قسمیں ہیں: ایک عارضی اور ایک مستقل۔ مستقل نسبت وہ ہے کہ ہر وقت باخدا رہے، جہاز میں بھی باخدا رہے، مارکیٹ میں بھی باخدا رہے، یہ نہیں کہ مارکیٹ گئے تو مار پیٹ شروع کر دی۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو اللہ بلند فرمائے، فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا دردِ دل عارضی ہوتا ہے، مسجد میں رو رہے ہیں، ملتزم پر رو رہے ہیں، روضۂ مبارک پر رو رہے ہیں اور جب کعبے سے باہر نکلے تو ہر انڈونیشین، الجزائری، مراکشی، اُردنی، مصری تمام عورتوں سے بد نظری کر رہے ہیں، یہ دردِ مستقل نہیں ہے دردِ عارضی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

آپ خود سوچو کہ ایک دوست کبھی تو باوفا ہو جاتا ہے اور کبھی بے وفا ہو تا ہے، ایسے دوست کو آپ پسند کریں گے؟ آہ! اللہ بھی ان ہی عاشقوں کو پسند کرتا ہے جو زمین پر ان کے بن کے رہتے ہیں، نہ اپنے نفس کے ہوتے ہیں نہ شیطان کے ہوتے ہیں، اللہ کے بن کے رہتے ہیں، ان ہی کو اللہ فرمائے گا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے خاص بندوں سے ملو جو دنیا میں بھی میرے خاص رہے، میرے خاص بن کر جیتے رہے اور مجھ پر مرتے رہے۔ جس بات سے اللہ خوش ہو اس کو کر کے زندگی حاصل کر لو اور جس بات سے اللہ ناخوش ہو اپنے کو اس سے بچا کر اس خوشی کو دبا کر اللہ پر مر جاؤ، یہ مرنا ہے، میں بھی مر رہا ہوں۔ ایک دوست نے پوچھا کہ کیسا مزاج ہے؟ میں نے کہا کہ؎

مر مر کے جی رہا ہوں جی جی کے مر رہا ہوں

تقویٰ کی برکت سے مصائب سے خروج نصیب ہوتا ہے

دوستو! اللہ والوں پر مصیبت تو آتی ہے، مگر تقویٰ کی برکت سے ان کو جلد اخراج مل جاتا ہے

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا [۳۲۴] جو تقویٰ سے رہتا ہے اس پر بھی مصیبت آئے گی لیکن کس لیے آئے گی؟ کفارۂ سیئات کے لیے اور بلندئ درجات کے لیے، اور ان کو لذتِ آہ وفغاں بھی ملتی ہے، لیکن اللہ جلد راستہ دے دیتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حالتِ غم میں جو دعا نکلتی ہے حالتِ عیش میں وہ دعا نصیب نہیں ہوتی۔ غم زدہ قلب سے جو آہ نکلتی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقوں کو اس دعا کا مزہ بھی دینا ہوتا ہے، اس لیے اپنے عاشقوں کو تھوڑا سا غم کے اندر رکھتے ہیں اور اس غم سے عجب و کبر بھی دور کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ تم لوگ تو مجھے حکیم الامت لکھتے ہو، مگر کچھ لوگ گالیاں اور بُرے بُرے الفاظ لکھتے ہیں حتیٰ کہ مجھے احمق اور گدھا تک لکھتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کے کبر کے ملیریا کے لیے کُونین بھیجتے ہیں جس سے مجھے دولتِ کَونین ملتی ہے، لہٰذا مخلوق اگر ستائے تو فکر مت کرو، یہ ذریعہ ہے آپ کے عجب و کبر کا ملیریا دور ہونے کا، تو مخلوق کا ستانا بھی خدا کی طرف سے تربیتِ اولیاء ہے کیوں کہ تربیتِ انبیاء کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دشمن پیدا فرمایا وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا [۳۲۵] ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا، مگر اس سے دشمنوں کو کوئی ثواب نہیں ملے گا، عذاب ملے گا پٹائی ہوگی، کیوں کہ یہ جَعۡل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے۔ بیان القرآن کی تفسیر پیش کر رہا ہوں کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ نبی کے دشمنوں کی تعریف ہو رہی ہے کہ وہ موذی کہیں کہ اچھا! نبیوں کے درجے بلند ہو رہے ہیں، پھر تو ہم بڑے مزے میں ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دشمن بنایا ہے۔ ارے بے وقوفو! تمہاری تو پٹائی ہوگی۔ تو بتا دیا کہ غم اللہ والوں پر بھی آتا ہے، لیکن تقویٰ کی برکت سے جلد نجات مل جاتی ہے اور اللہ ان کی مشکل کو آسان کر دیتے ہیں۔

شیخ سے حسنِ ظن بلا تنقیصِ دیگراں ہونا ضروری ہے

(اس کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم نے احقر کو اشعار سنانے کا حکم فرمایا اور پھر احقر کے اس شعر کو سننے کے بعد درج ذیل مضمون ارشاد فرمایا۔ میرؔ)

نہیں دیوانۂ حق جو ترا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں

۳۲۴۔ الطلاق:۲

۳۲۵۔ الفرقان:۳۱

جب ہم لوگ اپنی محبت اور نیک گمان اپنے شیخ کو لکھتے تھے تو حضرت تحریر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے احباب کے نیک گمان کی برکت سے محروم نہ فرمائے۔ میں بھی اپنے مریدوں سے یہی کہتا ہوں کہ مرید اپنے شیخ سے جتنا بھی حسنِ ظن کر سکتا ہو جائز ہے، مگر بلا تنقیصِ دیگراں ہو۔ دیکھ لو یہ لفظ کیسا مزیدار ہے، کسی کی تنقیص نہ کرو، لیکن اپنے شیخ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھو کہ پورے عالم میں میرے لیے میرے شیخ سے بہتر اور مفید کوئی نہیں ہے، کیوں کہ اس کا روحانی بلڈ گروپ مجھ سے ملا ہوا ہے۔

حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعۂ بیعت

اب ایک واقعہ سنا کے ختم کرتا ہوں۔ حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ جو جامع المنقولات والمعقولات تھے اور حکیم الامت تھانوی کے زبردست عظیم الشان خلیفہ اور بانی جامعہ اشرفیہ لاہور تھے، انہوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ گھر سے خط آیا ہے، میرے گھر والے سب بیمار ہیں، میں بہت پریشان ہوں، سوچا تھا کہ آپ کی خدمت میں چالیس دن رہوں گا، لیکن اب لگتا ہے کہ جلدی جانا پڑے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! جب مومن کا عقیدہ مقدر پر ہے پھر اس کو مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر مفتی صاحب نے درخواست کی کہ مجھے بیعت کر لیجیے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ چار شرطوں سے آپ کو بیعت کروں گا۔ نمبر ۱: آپ نے ایک غیر مقلد سے حدیث پڑھی ہے، دیوبند جا کر دوبارہ پڑھیے۔ نمبر ۲: اپنی بیوی سے خط لکھوا کر لائیے کہ میرا شوہر مجھے آرام سے رکھتا ہے۔ نمبر ۳: اصلاح کے لیے چالیس خط لکھیے، چاہے مسلسل، چاہے ہفتہ واری۔ نمبر ۴: بچپن میں آپ نے قرآن شریف کسی ایسے آدمی سے پڑھا ہے جو خود بھی صاحبِ تجوید نہ تھا اس لیے حروف کی ادائیگی صحیح کیجیے اور اس قاری کی سند بھی میرے پاس بھیجیے، ان چار شرطوں کے بعد آپ کو بیعت کروں گا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سال بھر دورۂ حدیث دوبارہ پڑھا اور چالیس خط بھیجے اور اپنے ہی شاگرد سے قرآن شریف کے حروف کی تصحیح کرائی۔ جس کو بخاری شریف پڑھائی تھی اسی سے قرآن شریف صحیح کیا اور اس سے تحریر بھی لی کہ بھئی تحریر لکھ دیجیے تاکہ میں حضرت کو دکھاؤں۔ اور بیوی سے کہا اے میری بی بی! میں نے تمہیں جو کچھ ستایا ہو معافی چاہتا ہوں، تو بھی لکھ دے کہ یہ ملّا مجھے آرام سے رکھتا ہے۔

حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ شیخ

بیعت کے بعد مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت سے عرض کیا کہ اگر ایک

ہزار سال میں سجدے میں رہوں اور ایک نظر آپ کو دیکھ لوں، تو میرا ایک ہزار سال سجدہ آپ کی دیدار اور زیارت کا بدل نہیں ہو سکتا۔ آہ! یہ علماء کی محبت ہے، جاہلوں کی محبت نہیں ہے، یہ جامع المنقول والمعقول عالم تھے اور صاحبِ کرامت تھے۔ جب ان کا پیر کاٹا جانا تھا تو ڈاکٹروں نے بے ہوش کرنے کا مشورہ دیا، انہوں نے فرمایا کہ بے ہوش مت کرو، ہوش میں میرا پیر کاٹ دو، بس میرے ہاتھ میں تسبیح دو، میں اللہ کا نام لیتا رہوں گا اور تم آری سے میرا پیر کاٹ دو، چناں چہ یہی ہوا، مفتی صاحب تسبیح لے کر اللہ اللہ کرتے رہے اور ڈاکٹروں نے پیر کاٹ دیا۔ سارے ڈاکٹر حضرت سے بیعت ہوگئے کہ زندگی میں ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ پیر کاٹا جائے اور ہوش بھی رہے، بے ہوش بھی نہ کیا جائے، یہ ان کی کرامت ہے۔

ان ہی مفتی صاحب نے حکیم الامت تھانوی سے عرض کیا کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے کہ اے محمد حسن امر تسری! اُدھر حکیم الامت کی مجلس ہو رہی ہے اور ادھر جنت ہے، تو تو جنت میں جائے گا یا اپنے پیر کی مجلس میں جائے گا؟ کیسا سوال ہے؟ تو مفتی صاحب نے خود ہی جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ میں اپنے پیر کی مجلس میں شرکت کروں گا۔ یہ سن کر حکیم الامت نے تواضع نہیں فرمائی کہ اتنی زیادہ مبالغہ آرائی کیوں کی کہ کہاں جنت اور کہاں میں! بلکہ حضرت نے فرمایا کہ شاباش! تم نے بالکل ٹھیک جواب دیا، مرید کو اپنے شیخ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھنا چاہیے، اور پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ یہاں پر جنت میں اور اشرف علی میں تقابل نہیں ہے بلکہ جنت میں اور اللہ تعالیٰ میں تقابل ہے کہ تم نے ہمیں اللہ کے لیے پکڑا ہے تو اگر اللہ اپنے پاس بلائے تو جنت میں جاؤ گے یا اللہ کے پاس جاؤ گے؟

اسی لیے بتا چکا ہوں کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کو جنت سے مقدم کیا کہ پہلے میرے پیاروں سے ملو اور جنت کی نعمت کو بعد میں استعمال کرو، کیوں کہ جنت حاملِ نعمتِ منعم ہے اور میرے اللہ والے عباد حاملِ تجلیاتِ منعم ہیں، ایک حاملِ نعمت ہے ایک حاملِ منعم ہے تو کس کا درجہ زیادہ ہے؟

اللہ میری آہ کو میرے دل میں اور آپ سب کے دل میں داخل فرمادے اور خدائے تعالیٰ مجھے ایک گروہِ عاشقاں عطا فرمادے جسے سارے عالم کے چپے چپے، گوشے گوشے میں اپنے دردِ محبت کے نشر کے لیے قبول فرمائے اور اس کا سلیقہ بھی دے دے۔ میں اللہ ہی سے مانگتا ہوں، ممنونِ صوفیا نہیں بننا چاہتا، ممنونِ رحمتِ حق بننا چاہتا ہوں کہ ہمیں اللہ ایسے عاشقوں کا ایک گروہ عطا فرمائے جو سفر و حضر میں میرا ساتھ دے، کیوں کہ اگر اللہ کو اکیلے بندے کی عبادت پسند ہوتی تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی، تو گروہِ عاشقاں کی ملاقات خالی مستحب نہیں ہے، یہ نفل نہیں ہے، مندوب نہیں ہے ارے واجب ہے واجب، جماعت کا تارک

فاسق ہے، اور پھر جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو، عید اور بقرہ عید میں اور زیادہ عاشقوں کی ملاقات کو مقدم کرتا ہوں، اور نعمائے جنت کے استعمال کی اجازت نہیں دوں گا جب تک تم میرے عاشقوں سے نہیں ملوگے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ، وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔

بس اب آگے الفاظ نہیں رہے، لغت قاصر ہے میرے دردِ دل کی تعبیر کے لیے، اس لیے حق تعالیٰ کی رحمت سے اختر فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! مخلوق کی نعمت میں دم نہیں ہے، آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنا بنالیجیے، میری اولاد اور گھر والوں کو بھی محروم نہ فرمایئے اور اختر کو اور اس کے احباب کو اور احباب کے گھر والوں کو اور خاندان والوں کو بھی محروم نہ فرمایئے اور سارے عالم کے احبابِ حاضرین اور احبابِ غائبین اور ان کے گھر والوں کو بھی محروم نہ فرما بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ پر فضل فرما، اُمتِ دعوت کو اہلِ ایمان بنادے اور اُمتِ اِجابت کو اہلِ تقویٰ بنا کر اولیاء اللہ بنادے، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

بِرَحۡمَتِکَ یَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ

۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۹۸؁ء، دوشنبہ، بعد عشاء، بر مکان ابراہیم صاحب

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زندگی حاصل کرنے کا طریقہ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ

ہم سب لوگوں کو ایک دن زمین کے نیچے قبرستان میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کو حساب دینا ہے اور اللہ کو منہ دِکھانا ہے۔ زندگی کو کس طرح گزارنے سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں اور کس طرح جنت ملتی ہے اور دوزخ سے نجات ملنے کا راستہ کیا ہے؟ میں دو تین منٹ میں بیان کردوں گا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب کمزوری سے میری زبان خاموش ہو جاتی ہے، میں بیان کرنے سے معذور ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے جسم کے بال بال کو زبان بنادیتا ہے اور مختصر جملوں کو دل میں اتار دیتا ہے۔

منہ میں کباب، دل پر عذاب

آپ لوگوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اور ہم کو کس نے پیدا کیا؟ تندرستی اور بیماری کس

کے قبضے میں ہے؟ عزت اور ذلت کس کے قبضے میں ہے؟ مال داری اور غریبی کس کے قبضے میں ہے؟ دل کی پریشانی اور دل کا سکون اور چین کس کے قبضے میں ہے؟ ایمان پر خاتمہ کس کے قبضے میں ہے؟ میدانِ قیامت کا فیصلہ کس کے قبضے میں ہے؟ جنت اور دوزخ کا فیصلہ کس کے قبضے میں ہے؟ تو ایسے اللہ کو اور ایسے مالک کو خوش نہ کرنا اور اپنے نفس کو حرام خوشیوں سے مست رکھنا اس بدمستی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ایسا شخص دنیا میں بھی معذّب رہتا ہے، جو اللہ کو ناراض کرکے حرام خوشی امپورٹ کرتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ عذاب مسلط کرتے ہیں، اس کے منہ میں کباب ہوگا مگر دل پر عذاب ہوگا، منہ میں پاپڑ ہوگا اور گالوں پر جھاپڑ لگے گا۔

زندگی کے دو رُخ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں زندگی کے دونوں رُخ بتادیے۔ پہلا رخ یہ ہے کہ اگر تم ہمیں خوش رکھوگے تو ہم تمہیں خوش رکھیں گے:

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً [۳۲۶]

اگر تم ایمان لاؤگے اور نیک عمل کروگے اور گناہ سے بچوگے تو ہم تمہیں بالطف زندگی دیں گے۔ جب خالقِ کائنات نے ہمیں یہ راستہ بتادیا کہ مزیدار زندگی اللہ کی فرماں برداری میں ہے، جو غلام مالک کو خوش رکھتا ہے تو مالک بھی اس کو خوش رکھتا ہے، پھر قرآنِ پاک کے پکے اور وحی الٰہی کے سچے راستے کو چھوڑ کر گناہوں سے حرام لذت لوٹنے والا نہایت بے غیرت، کمینہ اور سخت خسارے میں ہے، اس کی زندگی گدھے اور کتے سے بدتر ہے، وہ ننگِ کلاب اور خنازیر ہے۔ تو دوستو سن لو! گناہوں سے زندگی میں چین نہیں ملے گا اور جب ایک گناہ کرے گا تو وہ گناہ اس کو دوسرے گناہ کی طرف لے جائے گا، اس لیے جلدی سے توبہ کرکے اللہ کی طرف بھاگو، اللہ کی رحمت کے سائے میں سلامت رہوگے اور جو ایک نیکی کرے گا اس کی برکت سے دوسری نیکی ضرور ہوگی۔

تو اللہ تعالیٰ نے دو راستے بتائے ہیں کہ اگر تم خوش رہنا چاہتے ہو، حَیٰوۃً طَیِّبَۃً بالطف زندگی چاہتے ہو تو میری فرماں برداری میں اپنی جان لڑادو، اور حسینوں سے اپنے کو بچانے میں جب جان لڑاؤگے تب جان چھڑاؤگے، ان سے بچنا آسان نہیں ہے، اگر ان سے بچنا آسان ہوتا تو جتنے مجنوں تھے سب ولی اللہ ہوجاتے، وہ پاگل ہوگئے لیکن ان کی جان نہیں بچی، اگر مجنوں صاحب کو اُس زمانے کا کوئی ولی اللہ، کوئی جلال

---

[۳۲۶] النحل: ۹۷

الدین رومی، کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو وہ اپنی روحانیت کی برکت سے مجنوں کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتے۔ آہ! اللہ ہر زمانے میں شمس الدین تبریزی پیدا کرتا ہے، آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان کی صحبت میں اگر رہو تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کے، ہمارے اور ساری دنیا کے عشق کو غیر اللہ سے نجات مل کر اللہ کا عشق مل جائے۔

زندگی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ خوب مزہ کرو، کالی اور گوری کسی کو نہ چھوڑو، سب کو دیکھو اور حرام مزے حاصل کرو، ایسے خبیثوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا[۳۲۷]

جو مجھے ناراض کرکے حرام مزے لوٹے گا تو جو تمہاری زندگی کا خالق ہے اس کا اعلان ہے کہ تمہاری زندگی ہم کڑوی کردیں گے، تلخ کردیں گے، تم پریشان رہو گے حَیٰوۃً طَیِّبَةً سے محروم رہو گے، بالطف زندگی سے محروم رہو گے، لاکھ عرقِ بید مشک پیو اور خمیرہ کھاؤ، دل کی گھبراہٹ اور بے چینی نہیں جائے گی۔ یہ میں حکیم ہونے کی حیثیت سے اپنے ستّر سال کے مریضوں کا تجربہ بتارہاہوں۔ جن لوگوں نے حسینوں سے دل لگایا مولیٰ کو چھوڑا اور نظر کی حفاظت نہیں کی، ایسے لوگوں کی زندگی ایسی مصیبت میں تھی کہ نہ ان کو موت آئی نہ زندگی ملی۔

حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ جو مولیٰ کو چھوڑ کر لیلاؤں کے چکر میں پڑتا ہے اس کی زندگی دنیا ہی میں دوزخی ہوجاتی ہے اور دوزخی زندگی ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی[۳۲۸] یعنی دوزخ میں نہ موت آئے گی نہ زندگی ملے گی، موت اور زندگی کے درمیان کشمکش ہوگی۔ آج بھی وہ لوگ جو نظر کی حفاظت نہیں کرتے اور حسینوں کی تلاش میں ہیں ایسے لوگوں کو نہ موت آتی ہے نہ زندگی ملتی ہے، دوزخ کی جو حیات ہے وہی حیات مجرمین گناہ گاروں اور نافرمانوں کو اللہ دنیا میں دیتا ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت، ہمارے دادا پیر کا ارشاد ہے کہ عشق غیر اللہ یعنی جو لوگ مولیٰ کو چھوڑ کر لڑکیوں اور لڑکوں کے عشق میں رہتے ہیں یہ عشق بازی عذابِ الٰہی ہے، انہیں دنیا ہی میں جہنم مل جاتی ہے۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکلوں پر مت مرو، یہ صورت چند دن میں بدل جاتی ہے، جب شکل بگڑ جاتی ہے تو پھر وہی محبت نفرت اور عداوت سے تبدیل ہوجاتی ہے، جن کو ہر وقت گلاب جامن،

۳۲۷؎ طٰہٰ:۱۲۴

۳۲۸؎ الاعلیٰ:۱۳

مرنڈا اور انڈا کھلاتے ہو پھر ان کو ڈنڈا مارنے کو دل چاہتا ہے، ان کی صورت دیکھ کر بھاگتے ہو، گدھوں اور کتوں والی حیات کے حاملین اپنی کھوپڑیوں پر ٹوپی اتار کر غسل خانے میں جا کر جوتے مارو، یہ محبت ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ جب شکل بگڑ گئی تو بھاگتے ہو، یہ غدّاری ہے یا وفاداری ہے؟ اللہ کی مخلوق کو دھوکا مت دو۔

حدیث میں ہے کہ سب سے پیارا اللہ کا وہ بندہ ہے جو اللہ کی مخلوق سے اچھا سلوک کرے۔ اب بتایئے کہ مخلوق خدا سے بد فعلی اور بد نظری کرنا اچھا سلوک ہے؟ لیکن لیکن لیکن تین دفعہ لیکن کہہ رہا ہوں کہ اگر شیطانی اور نفسانی اور نافرمانی کی زندگی سے نکلنا چاہتے ہو تو اللہ کے لیے کسی اللہ والے سے دوستی کرو، اور اللہ کے لیے کیوں کہہ رہا ہوں کہ تاکہ اخلاص رہے، ٹائم پاس کرنے کے لیے ان کے پاس نہ رہو۔

اللہ پاک فرماتے ہیں **يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ** اللہ ان ہی کو ملتا ہے جو اللہ کا ارادہ کرتے ہیں، اللہ کے لیے اللہ والوں سے دوستی کرو، اللہ ضرور ملے گا ان شاء اللہ۔ جن کو اللہ نہیں ملا انہوں نے اللہ کے لیے دوستی نہیں کی، کچھ اللہ کے لیے کی اور کچھ اپنی بد معاشیوں میں بھی مشغول رہے، جیسے عود کا عطر بھی لگایا اور پاخانہ بھی لگایا تو عود کے عطر کی خوشبو آئے گی؟ اللہ کو بھی یاد کر رہا ہے اور نظر سے حسینوں کو بھی دیکھ رہا ہے اور دل میں خبیث خیالات سے پرانے گناہوں کے مزے لوٹ رہا ہے، اگر یہ اب گناہ نہیں کرتا تو اپنی جوانی کے اور فرسٹ ایئر کے گناہوں کو یاد کر کے حرام مزہ لیتا ہے تو ایسے قلب کو اللہ اپنی تجلی گاہ نہیں بنائیں گے، لہٰذا نظر کی بھی حفاظت کرو اور دل کی بھی حفاظت کرو، دارالخلافہ بھی بچاؤ اور سرحد بھی بچاؤ۔ دشمن سے بچنے کے لیے حکومت سرحدوں پر فوج رکھتی ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے آنکھ بچانے کا حکم دیا کہ کسی کو مت دیکھنا، ورنہ اس سرحد سے تمہارے دارالخلافہ میں مردے گھس جائیں گے اور تمہارا دارالخلافہ ہمارے کام کا نہ رہے گا، دارالخلافہ رہے گا مگر خلیفہ نہیں رہے گا یعنی بادشاہ نہیں رہے گا یعنی اللہ نہیں رہے گا۔

تو اللہ کے لیے اللہ والوں سے تعلق قائم کرو۔ یہ جملہ یاد کرلو، دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اللہ والوں سے تعلق قائم کرو، ٹائم پاس کرنا یا ان کے دستر خوان پر پاپڑ اور سموسے اُڑانا یا تفریحی سفر کی خوشیاں لینا تعلق مع اللہ کی دولت کے سامنے یہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ کہاں اللہ کہاں یہ سب چیزیں!

تو زندگی کے دو رُخ میں نے قرآن پاک سے ثابت کیے کہ نافرمانوں کی زندگی کو اللہ تعالیٰ تلخ اور کڑوی کردیں گے، وہ ہمیشہ پریشان رہیں گے، اور اللہ کی فرماں برداری سے بالطف زندگی ملے گی، تو اللہ کے کلام کا یہ اعلان کہ **فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** جو لوگ اللہ والے ہیں، فرماں بردار ہیں ہم ان کو ضرور بالضرور بالطف زندگی دیں گے۔ یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے کہ

ہم ان کو مزید ار اور بالطف زندگی دیں گے۔ ارے ظالمو! کہاں لطف لینے جارہے ہو؟ جس نے پیدا کیا وہ تو لطف حیات اپنی فرماں برداری میں فرمارہے ہیں اور تم لطف لے رہے ہو گراؤنڈ فلور کے خبیث اور گندے راستوں اور گندی نالیوں میں۔

اگر ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہ کرو تو اختر قسم کھا کر کہتا ہے کہ واللہ ان شاء اللہ جو ایک لمحہ ایک سانس مالک کو ناراض نہیں کرے گا اللہ بھی اس کو ایک سانس غمگین نہیں ہونے دے گا۔ جب سوئٹزر لینڈ اپنی گھڑیوں کو واٹر پروف کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے قلب کو غم پروف کر سکتا ہے، قلب کے چاروں طرف غم رہے گا مگر اس کے اندر نہیں ہو گا، یہ اللہ کی شان ہے، سوئٹزر لینڈ کیا بیچتا ہے اللہ کے مقابلے میں؟ اللہ تعالیٰ جس کے دل کو فرماں برداری کی برکت سے پیار کرتے ہیں اس کے قلب کو غم پروف کرتے ہیں، فکر پروف کرتے ہیں، رنج پروف کرتے ہیں، اسے ہر طرح سے خوش رکھتے ہیں، کیوں کہ جس دل کو مالک پیار سے دیکھ لیں وہ دل غمگین ہو سکتا ہے؟ جس دل کو اللہ اپنی خوشی اور اپنے پیار سے دیکھ لے اور اپنی رحمت کا نزول فرمائے اس کی مستی اور خوشی کے عالم کی واللہ بادشاہوں کو بھی خبر نہیں ہے، بادشاہوں او رسلاطین کا بھی وہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کا ہے، مگر اللہ والوں کے دن رات کے عالم کا کیا عالم ہے، ان کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہے؟ جگر کہتا ہے؎

عالم مری نظروں میں جگر اور ہی کچھ ہے
عالم ہے اگر چہ وہی دن رات کا عالم

مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا؎

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
اور رُخ پھیرا جدھر سے وہ بیاباں ہو گیا

اللہ نے جس کے دل کو پیار سے دیکھ لیا وہ گلستاں ہو گیا، اور اگر گناہ کر لیا، حرام مزے لوٹ لیے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نظر رحمت ہٹا لیتے ہیں اور وہ دل بیابان، ویران، جنگل ہو جاتا ہے، اس میں کوّے اور اُلّو رہتے ہیں۔ تو میں آپ کو جنت لینے کا اور دنیا میں خوش رہنے کا اور دوزخ سے بچنے کا اور دنیا میں غم سے بچنے کا نسخہ دو جملوں میں پیش کر رہا ہوں۔ نمبر ایک یہ کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان احکام کو ہمت سے بجا

لاؤ مثلاً نماز کے وقت جماعت سے نماز پڑھ لو، رمضان شریف کے روزے رکھو، حج فرض ہو گیا تو حج کر لو۔

بیویوں سے حسنِ سلوک کی خدائی سفارش

اور بیوی کو پیار سے رکھو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ان کے لیے سفارش فرمائی عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہ اپنی بیویوں سے بھلائی سے پیش آؤ، انہیں پیار محبت سے رکھو، وہ صرف تمہاری بیوی ہی نہیں اللہ کی بندی بھی ہے، اگر تمہاری بیٹی کو تمہارا داماد ستائے تو تم کتنے غمگین ہوتے ہو اور پیروں سے تعویذیں مانگتے ہو، تم اپنی جس بیوی کو ستا رہے ہو وہ بھی تو کسی کی بیٹی ہے، اللہ کی بندی ہے، اگر اس سے ایک لاکھ خطائیں ہو جائیں سب معاف کر دو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ قیامت کے دن آپ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔

بیوی کی خطا معاف کرنے پر انعامِ مغفرت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی سے کھانے میں غلطی سے نمک تیز ہو گیا، وہ مزدور آدمی تھا، کئی مدت بعد تھوڑا تھوڑا پیسہ جمع کر کے کھانے کے لیے مرغی لایا تھا، اب کھانے کے لیے بے چین تھا، لیکن جب اس نے منہ میں لقمہ رکھا تو زیادہ نمک سے کھایا نہیں گیا، صبر کر کے سو گیا، دل میں سوچا کہ اگر میری بیٹی سے نمک تیز ہوتا اور داماد پٹائی کرتا تو مجھے غم ہوتا، تو میں کیوں اپنی بیوی کی پٹائی کروں؟ میں اسے اللہ کے لیے معاف کرتا ہوں، لیکن اس نے اللہ سے سودا کر لیا کہ اے خدا! میں آپ کی بندی کو معاف کرتا ہوں، لیکن میں بھی آپ کا بندہ ہوں، قیامت کے دن اس معافی کے بدلے میں آپ مجھے معاف کر دیجیے گا۔ اس کا نام ہے سودا کرنا۔ جیسے ایک شخص نے کہا کہ نظر بچانے پر آپ کا وعدہ ہے کہ ہم اس کے دل کو ایمان کی مٹھاس دیں گے، تو میں نے اپنی آنکھ کی مٹھاس آپ پر قربان کر دی اور کسی کالی گوری کو نہیں دیکھا، اس کے بدلے میں اے آسمان والے! میں آپ سے سودا کرتا ہوں کہ میرے دل کو اپنی مٹھاس دے دے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی مٹھاس داخل ہو گئی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے، لہٰذا اے اللہ! میرا خاتمہ بھی ایمان پر کر دے۔ ارے میاں! ہر وقت مالک سے سودا کرو۔

تو اس نے اپنی بیوی کو نمک تیز کرنے پر معاف کر دیا، تو جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے اسے

خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھئی تمہارے ساتھ اللہ میاں نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ میرے تو بڑے گناہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن تمہاری بیوی سے نمک تیز ہوا تھا اور تم نے میری بندی کو کچھ نہیں کہا، معاف کردیا، ہم اس کے بدلے میں تمہاری پوری زندگی کی خطاؤں کو معاف کرتے ہیں۔

میں آپ لوگوں سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ آج سے وعدہ کریں کہ اپنی بیویوں کی خطاؤں کو معاف کریں گے اور ان کو پیار اور محبت سے رکھیں گے، ان کی بیماری میں اچھی دوالائیں گے اور ان کے دل کو غم نہ پہنچنے دیں گے اور ان کی آہ اور ان کے آنسو کا عذاب اپنے سر پر نہیں لیں گے۔

دیکھیے! حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑے عالم کو مرید نہیں کیا، فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی سے نو آبجیکشن سرٹیفکٹ لاؤ کہ یہ مُلّا مجھ کو آرام سے رکھتا ہے اور ان کا نام مفتی محمد حسن امر تسری ہے، بہت بڑے عالم ہیں اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہیں، پنجابی تھے اور عموماً ان میں طاقت زیادہ ہوتی ہے تو غصہ بھی بہت ہوتا ہے اور خاص کر سرخ رنگ کے لوگ جو ہوتے ہیں مزاج ان کا دموی ہوتا ہے، دم معنیٰ خون، اطباء کی زبان میں بات کررہا ہوں، تو ایسے لوگوں میں غصہ زیادہ ہوتا ہے لیکن غصہ بہت بُری چیز ہے، اگر تم قیامت کے دن اللہ کا پیار چاہتے ہو تو اللہ کی مخلوق پر رحم کرو، بچوں کو بھی اتنا پیار دو کہ مرنے کے بعد وہ ابا کو یاد کرکے رویا کریں۔ مجھے ایک آدمی ملا، اس نے کہا کہ ابا کا نام لیتے ہی میرے دل میں غم آجاتا ہے، ابا نے مجھے اتنا ستایا، اتنا مارا پیٹا۔ تو اولاد کے ساتھ ایسا مت کرو، ان سے رحمت کا معاملہ کرو تاکہ تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہاری مغفرت کی دعا مانگتے رہیں۔

ابرار کون لوگ ہیں؟

ایک مرتبہ میرے مرشد شیخ شاہ ابرار الحق صاحب نے وضو کیا اور ابھی پورا وضو نہیں ہوا تھا کہ اس جگہ سے اُٹھ کے پھر دوسری جگہ وضو کیا پھر پورا وضو نہیں کیا کہ تیسری جگہ جاکے وضو پورا کیا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ بار بار جگہ کیوں بدل رہے تھے؟ فرمایا کہ وہاں چیونٹیاں تھی، میرے وضو کا پانی گرنے سے چیونٹیوں کا خاندان ایک دوسرے سے جدا ہوجاتا، میاں بیوی الگ ہوجاتے اور باپ بیٹے الگ ہوجاتے۔ چیونٹیوں کے بھی تو آپس میں رشتے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری دیکھی، اس میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابرار اور نیک بندے کون ہیں؟ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِ الْاَبْرَارِ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک تابعی ہیں، انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کی

زیارت کی ہے، ان کی اماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نوکرانی تھیں، جب حضرت حسن بصری پیدا پیدا ہوئے تو وہ انہیں تحنیک کرانے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئیں۔ کسی بزرگ سے کھجور وغیرہ چبوا کر بچے کے منہ میں ڈالنے کو تحنیک کہتے ہیں۔ تو حضرت عمر نے کھجور چبا کے خواجہ حسن بصری کے منہ میں ڈالی اور انہیں دو دعائیں دیں:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاسِ[۳۲۹]

اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ دے اور مخلوق میں پیارا بنادے۔ تو دیکھو جو مخلوق میں پیارا نہیں ہوتا اس سے دین نہیں پھیلتا۔ یاد رکھو! جو ہر وقت غصہ کرے گا اس کے بیوی بچے بھی اس سے دین نہیں سیکھیں گے اور جس ماحول میں رہے گا سب اس کے لیے بددعا کریں گے کہ اے خدا! اس کو موت آجائے تاکہ اس سے نجات ملے، لہٰذا ایسے زندگی گزارو کہ تمہاری زندگی کے لیے لوگ دعا کریں اور تمہارے مرنے پر روئیں کہ آہ! کیسا پیارا بندہ تھا، ہمارے اوپر کبھی غصہ نہیں ہوا۔

تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے تین جگہ اس لیے بدلیں تاکہ چیونٹیوں کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ تو جب میں نے بخاری شریف کی شرح دیکھی تو دل خوش ہوگیا قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِ الْاَبْرَارِ الَّذِیْنَ لَایُؤْذُوْنَ الذَّرَّ وَ لَا یَرْضَوْنَ الشَّرَّ[۳۳۰] خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ جو چیونٹی کو بھی نہ ستائے اور گناہوں سے خوش نہ ہو۔

حسنِ اخلاق کی تعلیم

آج افسوس ہوتا ہے کہ اخلاق کے باب میں اس قدر گراوٹ ہے کہ حافظ اور مولوی کوئی بھی دستر خوان پر بیٹھ گیا تو غصے میں اس کو اٹھا دیا، ایسے پاگلوں کو بے شمار جوتے لگانے کو دل چاہتا ہے، ان میں انسانیت کیا شرافت بھی نہیں ہے، اس شخص کا قلب گناہوں کے تسلسل سے مسخ ہو چکا ہے، ورنہ رزقِ خداوندی پر چاہے دشمن بھی آجائے تو اس کو مت اٹھاؤ، کھالینے دو۔

ایک کافر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دستر خوان پر بیٹھا، آپ نے فرمایا کہ تمہارا مسلمان ہونے کو

۳۲۹؎ تھذیب الکمال: ۱۰۴/۶، باب الحاء من اسمہ الحسن، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۳۰؎ عمدۃ القاری: ۱۳۲/۱، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، دار احیاء التراث، بیروت

دل چاہتا ہے؟ وہ کافر ناراض ہو کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ میں ستّر سال سے اس کافر کو روٹی کھلا رہا ہوں اور تم نے ایک لقمہ کھلا کر اس کا مذہب بدلنے کے لیے جلدی کر دی! تبلیغ موقع محل سے ہوتی ہے، جلد بازی سے کام نہیں ہوتا، جاؤ بلا کے لاؤ اسے، وہ دوڑے ہوئے گئے، جنگل میں تلاش کیا اور بلا کے لائے اور کہا کہ اللہ نے تمہاری وجہ سے مجھ پر عتاب نازل کیا، لہٰذا روٹی کھالو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری وجہ سے اللہ نے مجھ پر ناراضگی ظاہر فرمائی، تو وہ رونے لگا کہ اللہ تو اتنا کریم ہے کہ مجھ جیسے کافر کے لیے آپ جیسے پیغمبر کو عتاب کیا، میں مسلمان ہوتا ہوں اور کلمہ پڑھ لیا۔ اگر اخلاق نہیں ہیں تو تمہاری گول ٹوپی اور عبادت سب ضایع ہونے کا اندیشہ ہے اَکۡمَلُکُمۡ اِیۡمَانًا اَحۡسَنُکُمۡ خُلُقًا[۳۳۱] سب سے کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اللہ سے اچھے اخلاق مانگو۔

تو ''ابرار'' وہ ہیں اَلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡذُوۡنَ الذَّرَّ جو چیونٹی کو بھی نہ ستائیں اور دیکھ کے چلیں۔ سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ جو بے فکری سے چلتے ہیں اور ان کا پیر کسی چیونٹی پر پڑتا ہے تو اس کا وہی حال ہوتا ہے جیسے تمہارے اوپر ہاتھی پیر رکھ دے وَ لَا یَرۡضَوۡنَ الشَّرَّ اور گناہوں سے خوش نہ ہو، اللہ کی نافرمانی سے خوش نہ ہو، کہیں گناہ دیکھا تو یہ نہ کہے کہ میں بھی یہ مزہ لے لیتا تو اچھا تھا۔ جو شخص دیکھے کہ کوئی گناہ کر رہا ہے اور اس کے منہ میں پانی آجائے تو یہ خبیث الطبع ہے، یہ ابرار، صالحین اور اولیاء میں شامل نہیں ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ولی اللہ جا رہے تھے انہوں نے کہیں دیکھا کہ گناہ ہو رہا ہے تو لوٹ آئے اور چادر اوڑھ کے لیٹ گئے اور بخار آگیا اور اللہ سے رونے لگے کہ اے خدا! تیری نافرمانی ہو رہی ہے، جب سو کے اٹھے تو اتنا غم ہوا کہ پیشاب میں خون آگیا۔ آج ہم لوگ نافرمانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کو بھی یہ موقع مل جاتا تو اچھا تھا۔ کوئی انگریز کسی کے ساتھ لپٹا لپٹی کر رہا ہو، تو کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے منہ میں پانی آجائے گا۔

بُرے اخلاق کا نقصان

یاد رکھو! ایمان کے بعد اخلاق بہت اونچی چیز ہے، اللہ کے حقوق میں بھی مستعد رہو اور کسی بندے کو بھی مت ستاؤ۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں خانقاہ میں ایک شخص حضرت تھانوی سے لوگوں کی چغلی کھا کر اللہ والوں کو ستاتا تھا، میں نے اس کو پاگل ہوتے دیکھا، پھر نماز بھی نہیں پڑھتا تھا جبکہ حضرت حکیم الامت

[۳۳۱] مشکوٰۃ المصابیح: ۲۸۲، باب عشرۃ النساء، المکتبۃ القدیمیۃ

کے ساتھ حج کر چکا تھا۔ اس لیے اللہ کے بندوں کو ستانے کی خبیث عادتوں سے توبہ کر لو، غصے میں پاگل مت بنو، مغلوب الغضب ہونا کوئی کمال نہیں ہے، یہ نہایت خباثتِ طبع ہے، اپنے کو وی آئی پی سمجھتے ہو کہ میں یہاں داروغہ اور تھانیدار ہوں، اگر ہر آدمی اپنے کو دوسرے کا خادم سمجھے تو بتاؤ پھر کوئی ایسی حرکت کر سکتا ہے؟ اس کے اندر مخدومیت پنہاں ہے کہ میں سب کچھ ہوں۔

اللہ کی ناراضگی والے اعمال سے بچو

تو جس بات سے اللہ خوش ہو اس پر عمل کرو اور جس بات سے اللہ ناراض ہو اس سے بچو، کسی حسین کو نہ دیکھو چاہے کالی ہو یا گوری اور کالا ہو یا گورا، جان دے دو مگر اپنے کو حرام اور خبیث عادتوں سے پاک کر لو۔ یاد رکھو! ایک دن مرنا ہے، اگر خدا نے غضب نازل کیا اور گردے بے کار ہوگئے یا کینسر ہو گیا تب خون کے آنسوؤں سے روؤ گے پھر بھی تلافی نہیں ہوگی، لہٰذا ہوش میں آجاؤ۔ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے میری آہ کو رائیگاں مت کرو۔ جس بات سے مالک ناراض ہو چاہے آپ کا دل تڑپ جائے کہ آہ کیسی پیاری شکل ہے! اسے ہر گز مت دیکھو، نظر نیچی کر لو، جان کی بازی لگا دو، اگر ہارٹ فیل ہوتا ہے ہو جانے دو۔ کیا ایسی موت مبارک نہیں ہوگی جو اللہ کے خوف سے اور تقویٰ کی راہ میں آئے؟ جو یہ کہتا ہے کہ میں تو حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہوں تو یہ شخص پاگل نہیں جوتے کے لائق ہے، یہ جس لڑکی سے بد نظری کر رہا ہے اگر اس لڑکی کا باپ ایس پی ہو اور اس کے ایک ہاتھ میں جوتا ہو اور دوسرے ہاتھ میں پستول ہو، تو پھر یہ نظر باز اس لڑکی کو دیکھے گا؟ اپنی بے غیرتی پر تم کو مر جانا چاہیے، چلّو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیے، قیامت کے دن یہ بہانے نہیں چلیں گے ؎

یا مکن با پیل باناں دوستی
یا بِنا کن خانہ بر اندازِ پیل

یا تو فیل بان سے دوستی نہ کرو یا تو گھر اتنا بڑا بناؤ کہ ہاتھی اس میں آسکے۔ جب اللہ پر ایمان لائے ہو تو دل بڑا بناؤ اور اللہ پر مرنا سیکھو۔ مہینہ میں ایک دفعہ نہیں، ہر لمحہ اللہ پر مرنے کا مزہ لوٹو، جتنی دفعہ اللہ پر مرو گے اتنی ہی حیات نصیب ہوگی اور زندگی مزیدار ہوگی۔ اللہ پر جینا اور مرنا یہ دو باتیں ہوگئیں۔

اللہ پر جان دینا کیسے آسان ہو؟

اب تیسری بات یہ کہ اللہ پر جان دینا کیسے آسان ہو؟ اس کے لیے میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا وظیفہ بتاتا ہوں، اس کو پابندی سے ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھو اور اوّل آخر درود شریف پڑھ لو اور اللہ

سے فریاد کرو کہ اے خدا! ہم آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی ناخوشی سے بچنا چاہتے ہیں، مگر طبیعتاً ہم کمینے اور غیر شریف ہیں، ہم خبیث الطبع ہو چکے ہیں، کثرتِ گناہ سے ہمارے دل کا مزاج فاسد ہو چکا ہے، جیسے زُکام سے ناک میں بلغم سڑ جاتا ہے تو اس کو عود کی خوشبو کا احساس نہیں ہوتا، کیوں کہ سڑے ہوئے بلغم کی بدبو آتی رہتی ہے تو گناہ کرتے کرتے قلب کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرو کہ اے خدا! ہمارے قلبِ سقیم کو قلبِ سلیم بنا دیجیے اور گناہوں کو معاف فرما دیجیے۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین کا اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، آپ سب کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے وہ مقام مانگتا ہے کہ اللہ ہماری زندگی کی ہر سانس ہر وقت آپ پر فدا ہو؎

آپ پر ہر دم فدا ہو میری جاں

ہم ایک لمحہ بھی حرام مزہ لوٹ کر چوروں ڈاکوؤں کی طرح آپ کو ناراض نہ کریں، بس ہمیں ایسی شرافتِ اولیاء اور نصیبِ دوستاں اور نصیبِ اولیاء زندگی عطا فرما دیجیے۔ اور یہ بالکل آسان ہے، سچ کہتا ہوں کہ گناہ کرنا مشکل ہے، تقویٰ آسان ہے۔ بھئی تقویٰ میں کیا کرنا ہے؟ کام نہ کرو یعنی بُرے کام نہ کرو، اس کا نام تقویٰ ہے۔ کام کرنا آسان ہے یا کام نہ کرنا آسان ہے؟ تو وہ کام نہ کرو جس سے اللہ ناراض ہو، پھر بھی وہ ظالم جو اسے آسان نہ سمجھتا ہو تو سمجھ لو پھر وہ خنزیر الطبع ہے، پاخانہ کھاتے کھاتے اس کا مزاج فاسد ہو چکا ہے۔

جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ

اللہ کے لیے اپنی جان پر رحم کر لو، اختر کی بات غور سے سن لو، ورنہ مرنے کے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے، زندگی میں ہی اللہ پر فدا ہو جاؤ، مرنے کے بعد تو کافر بھی فدا نہیں ہو سکتا، جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ، ہمت سے کام لو۔ سب لوگ کہو کہ آج سے عہد کرتے ہیں (سامعین نے جواب دیا)۔ بلند آواز سے کہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ناراض نہیں کریں گے اور آپ کی ناراضگی سے دل خوش نہیں کریں گے، ہم اپنی خوشیاں آپ کی خوشیوں پر فدا کریں گے، زور سے کہو۔ میر صاحب! تم سب سے زیادہ زور سے کہو کہ ہم اپنی خوشیوں کو آپ کی خوشیوں پر فدا کریں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

(پیشِ نظر وعظ "داستانِ اہلِ دل" مرشدی ومولائی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر میں ہونے والی تین مجالس کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ جس میں سے پہلی مجلس ۱۲/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۳/نومبر ۱۹۹۸ء، بروز منگل، بعد فجر، دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جوہانسبرگ میں ہوئی اور دوسری مجلس اسی دن بعد مغرب مفتی حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ہوئی اور تیسری مجلس بھی مفتی صاحب ہی کے یہاں ۱۷/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۷/نومبر ۱۹۹۸ء، بروز ہفتہ، بعد مغرب ہوئی۔ ان مجالس میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اپنے اشعار بعنوان "سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو" کی انتہائی درد انگیز تشریح فرمائی اور اس کے ضمن میں اپنے بعض حالاتِ رفیعہ بھی بیان فرمائے۔

احقر نے ان تشریحات کو اوّلاً جمع اور مرتب کیا اور ترتیبِ ثانی نہایت سلیقہ اور محنت سے برادرم مولوی محمد ناصر سلمہٗ خادم حضرت والا نے کی، جو اب قارئین کے استفادہ کے لیے پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں حضرت والا دامت برکاتہم کے دردِ دل کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ جامع)

داستانِ اہلِ دل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

میرا ہر شعر تاریخِ محبت ہے

آج میں آپ لوگوں کو اپنے اشعار سنواؤں گا۔ میرا ہر شعر تاریخِ محبت ہے، یادگارِ محبت ہے، دردِ دل ہے، ان میں میری تاریخ ہے۔ میرے اکثر اشعار تقریباً نوے فیصد نصف اللیل، آدھی رات کے بعد کے ہیں ، اور قاعدہ کلیہ ہے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ یوں لگتا تھا کہ بادل آئے، برس کے چلے گئے، اور جب بادل آتے تو میں مجبور ہو جاتا تھا، مجھے نیند نہیں آتی تھی جب تک کہ میں لکھ نہ لیتا اور ایسے مسلسل لکھتا تھا جیسے دنادن اشعار کی بارش ہو رہی ہو، میں نے تکلّف اور دماغ سے شعر نہیں کہے، اسی لیے ان میں اتنی لذت ہے۔ دوستو! میرے اشعار دردِ دل کے اشعار ہیں ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

(پھر حضرت والا دامت برکاتہم کے حکم پر حضرت والا کا کلام بعنوان ”سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو“ پڑھا گیا، جس کی حضرت والا دامت برکاتہم نے تشریح بھی فرمائی۔ جامع)

اللہ پر پورا جہاں فدا کرنے کا مطلب

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

اب کیا کریں دردِ دل کچھ بولنے پر مجبور کردیتا ہے۔ جہاں دینے سے کیا مراد ہے؟ اگر کوئی کہے کہ میں تو غریب آدمی ہوں، تو یہاں جہاں دینے سے تمنائے قلب مراد ہے، یہاں دل کی آرزوؤں کی دنیا مراد ہے۔ بس قلب اللہ پر فدا کرو مع اس کے مظروف کے، ظرف اللہ پر فدا کرو مع مظروفات کے، اور مظروفات کیا ہیں؟ خواہشات۔ جو خواہشات مرضیِ مولیٰ کے موافق ہوں انہیں پورا کرلو اور جو حرام ہوں تو حرام مال سے دل خوش مت کرو، اللہ کا نمک کھاتے ہو، نمک حرامی مت کرو۔ آپ کسی کو روٹی کھلائیں اور وہ آپ سے غدّاری اور بے وفائی کرے اور الیکشن میں آپ کے خلاف ووٹ دے تو آپ اس کو نمک حرام کہتے ہیں یا نہیں؟ تو جب شیطان و نفس کا الیکشن ہو اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا مقابلہ ہو تو کس کو ووٹ دینا چاہیے؟ نفس و شیطان کو یا اللہ تعالیٰ کو؟ اب دیکھو جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنی گندی خواہش اور بد نظری وغیرہ کو نہ چھوڑے اور اللہ کے حکم کو توڑ دے اور اپنا دل حرام خوشیوں سے خوش کرلے، دل نہ توڑے اور خدا کا قانون توڑ دے تو یہ شخص مردانِ راہِ حق میں سے نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے مخنث نے تو مردی نے تو زن

نہ تو مرد ہے، نہ عورت ہے تو ہیجڑا ہے، مخنّث ہے، ہیجڑوں میں طاقت نہیں ہوتی، ہمت نہیں ہوتی، ناک پر انگلی رکھ کر عورتوں کی طرح بولتے ہیں اور جہاد میں ایسا بھاگتے ہیں کہ مڑ کے پیچھے بھی نہیں دیکھتے، اسی لیے مخنثوں کو فوج میں نہیں رکھا جاتا، اللہ کے راستے کے رجال اور فوجی مخنث کیسے ہوسکتے ہیں؟ لہٰذا مخنّثیت سے توبہ کرو، جان کی بازی لگانے کا ارادہ کرو تب اللہ ملتا ہے **يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ** کا یہی ترجمہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات کا ارادہ کرتے ہیں اور جان کی بازی لگاتے ہیں، **يُرِيْدُوْنَ** میں حال بھی ہے استقبال بھی ہے، مضارع حاملِ حال واستقبال ہوتا ہے یعنی فی الحال بھی جان دیتے ہیں اور آیندہ کے لیے بھی ارادہ رکھتے ہیں، مگر اللہ کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتے، لہٰذا ارادہ کرلو ؎

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگالی جائے گی

تو اللہ کو قلب کا پورا جہاں دینا پڑتا ہے، یعنی ہر خواہش جو مرضیِ مالک کے خلاف ہو۔ وہ خواہشات جن سے اللہ راضی نہ ہو تو اپنے دل کی ایسی دنیاوی خواہشات کو اللہ پر فدا کردو، اپنی خوشیوں کو مالک کی خوشیوں پر قربان کردو تو آپ نے گویا پورا جہاں اللہ کو دے دیا۔ اب اگر میں شرح نہ کرتا تو لوگ کہتے کہ ان کے پاس گاؤں کیا، ایک محلہ کیا، مکان بھی اپنا نہیں ہے، کرائے کے گھر میں رہتے ہیں تو پورا جہاں اور دونوں جہاں کہاں سے دے سکتے ہیں؟ تو جہاں سے مراد جہاں خواہشاتِ دل ہے، دنیائے خواہشات کو اللہ پر فدا کرنا ہے۔

اور سنو! میں نے اللہ کا نام جانِ جہاں کیوں رکھا؟ کیوں کہ ان کا نام لینے کی برکت سے یہ آسمان وزمین قائم ہیں۔ جب ایک بھی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ تو جن کے اسم کی یہ شان ہے وہ مسمّٰی کتنا پیارا ہوگا؟ اس شعر کے پہلے مصرع ”جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو“ کی شرح ہوگئی۔ اب دوسرے مصرع کی شرح کرتا ہوں۔

اللہ خونِ تمنا سے ملتا ہے

بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

میری اُردو کو دیکھو! الحمد للہ اللہ تعالیٰ مجھے الفاظ بھی عطا فرماتے ہیں۔ اس مصرع کی قیمت سلطنت بھی نہیں دے سکتی، یعنی میری جان کا خالق اور مالک، میرا اللہ مجھے بڑے خونِ تمنا سے ملا ہے، اللہ کا سودا ایسا سستا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ[۳۳۲]

اے ایمان والو! اللہ کا سودا مہنگا ہے، سستا نہیں ہے، اللہ خونِ تمنا سے ملتا ہے۔ خونِ تمنا سے مراد ہے کہ جو خوشی ہمیں حاصل ہورہی ہو، مگر اس سے اللہ ناخوش ہو تو جو اس حرام خوشی سے بچے گا اس کے دل میں ایک غم پیدا ہوگا، یہ ہے خونِ تمنا۔ اور یہ غم اتنا روشن ہوتا ہے کہ سورج بھی اس سے شرماتا ہے کیوں کہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے، جس کو یہ غم حاصل ہوجائے وہ اشکبار رہتا ہے اور سورج وچاند اس غم کی روشنی سے شرمسار رہتے ہیں۔

۳۳۲؎ جامع الترمذی: ۲/۱۷، باب صفة القيامة، ایچ ایم سعید

خونِ تمنا کی عظمت

اہلِ ظاہر سمجھتے ہیں کہ خونِ تمنا ایک مصیبت ہے، واللہ! اللہ کے راستے میں اور خونِ آرزوئے حرام کرنے میں اتنی لذت ہے کہ سارے عالم کی لذت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور دوسری طرف اللہ کے راستے کا ایک ذرّہ غم رکھ دو تو وہ اَلَذّ ہے عِنْدَ قُلُوْبِ الْعَارِفِیْن، اللہ والوں کے دلوں سے اس کو پوچھو، ان کے راستے کے ایک کانٹے کو سارے عالم کے پھول سلامِ احترامی پیش کریں تو بھی اللہ کے راستے کے ایک کانٹے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ ہے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ[۳۳۳] عاشقوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے راستے کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں۔ مقامِ عشقِ نبوت سے یہ جملہ جاری ہوا ہے کہ اے خدا! آپ کے راستے کا قید خانہ مجھے اَحَبّ ہے اس گناہ سے جس کی طرف مجھے بلایا جارہا ہے۔ تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ عطا فرمایا جس کو الٰہ آباد میں میں نے پیش کیا، علماءِ ندوہ بھی تھے اور شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کے بارے میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے نزدیک پورے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ میں اتنا قوی تعلق مع اللہ کسی کو حاصل نہیں ہے جتنا مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ مجھ سے خود فرمایا، میرے اور حضرت کے بیچ میں کوئی راوی نہیں ہے، اختر کو خود ان کی صحبتیں بہت زیادہ نصیب ہوئیں۔

ایک مرتبہ دورانِ مجلس اختر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں طرف تھا، مولانا ابرار الحق صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت پرتاب گڑھی خاموش ہوگئے، بس حضرت مفتی صاحب نے جھک کر حضرت پرتاب گڑھی کی آنکھ دیکھی، کیوں کہ وہ بالکل ان کے برابر تھے اور میرے کان میں فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں، اب مولانا دنیا میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ جسم سے تو دنیا میں رہتے ہیں، مگر ان کے قلب و روح اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضرت دوبارہ تقریر فرمانے لگے۔

تو الٰہ آباد میں میں نے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ کے حوالے سے ایک جملہ کہا تھا کہ جن کی راہ کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے؟ اس جملہ پر حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور ندوہ کے علماء کو وجد آگیا۔

---

[۳۳۳] یوسف:۳۳

عشقِ حقیقی کی تکمیل گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے سے ہوتی ہے

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی تمنا پوری کرے گا وہ خدا کو نہیں پا سکتا، عشق کی تکمیل نامرادی سے ہوتی ہے۔

ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

تو جو تمنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو ایسی تمناؤں کو کچل دو، ایسی آرزوؤں کا خون کر دو، پاش پاش کر دو اگر مولیٰ کو حاصل کرنا ہے، ورنہ نہ تم مولیٰ پاؤ گے، نہ لیلیٰ پاؤ گے، خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃَ ہو جاؤ گے۔ ایک دن لیلیٰ مر جائے گی، لہٰذا ایسی ذات پر مرو جو حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے، ہر وقت اس کی نئی شان ہے، ان حسینوں کی شان عَلٰی مَعْرِضِ الزَّوَالِ وَعَلٰی مَعْرِضِ الْفَنَاءِ ہے، کبھی دانت ٹوٹ گئے، کبھی ناک میں زکام ہو گیا اور بدبودار بلغم نکلنے لگا، کبھی گال چومنے کے مقام پر کینسر ہو گیا اور ایک ایک چھٹانک پیپ اور خون نکل رہا ہے، اب کہاں چُمّالو گے؟ ہر معشوق عَلٰی مَعْرِضِ الزَّوَالِ بھی ہے اور عَلٰی مَعْرِضِ الْفَنَاءِ بھی ہے، تو ان سے دل لگانے والا انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ مونکی (Donkey & Monkey) ہے۔

چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا

اللہ کی ہر وقت ایک نئی شان ہے

اللہ تعالیٰ اپنی شان بیان فرماتے ہیں کہ کہاں لیلاؤں پر مرتے ہو؟ مرنے والوں پر مرتے ہو، جن کے کالے بال سفید ہونے والے ہیں، ان کی کالی زلفوں پر غزل کہتے ہو احمقو! یہ بال سفید ہونے والے ہیں، ان کی چشمِ نرگس پر ایک دن پونے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہو گا اور کمر جھکی ہوئی ہو گی، گال پچکے ہوں گے، دانت باہر آجائیں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنی شان بیان فرما رہے ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ [۳۳۴] علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ میں یوم بمعنیٰ یوم نہیں ہے، بلکہ اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ هُوَ فِیْ شَاْنٍ [۳۳۵] یعنی ان کی ہر وقت،

۳۳۴؎ الرحمٰن: ۲۹

۳۳۵؎ روح المعانی: ۲۷/۱۱۰، الرحمٰن (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

ہر لمحہ، ہر پل نئی شان ہے۔ جب ان کی ہر وقت نئی شان ہے تو ان کے عاشقوں کی بھی ہر وقت نئی شان رہتی ہے۔ یہ جو نئے نئے مضمون عطا ہوتے ہیں یہ بھی نئی شان ہے، نئی کیفیات، نیا دردِ دل، اپنے مفہوم میں اللہ کی محبت کے مفاہیم کی تعبیر کے لیے خدا کے عاشقوں کو نئے نئے جام ومینا عطا ہوتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام ومینا عطا ہو رہے ہیں

خونِ تمنا مطلع آفتابِ نسبت ہے

بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

دیکھو! اس کی ایک اور شرح بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کو خونِ تمنا پر کیوں موقوف فرمایا؟ اس کا ایک تکوینی راز ہے کہ دنیا کو جب سورج ملتا ہے تو مشرق لال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب میں اپنی نسبت اور تعلق مع اللہ کا آفتاب طلوع فرمانے سے پہلے خونِ تمنا کی توفیق دیتے ہیں، حرام تمناؤں کے خون سے اس کے دل کا افق لال ہو جاتا ہے اور پھر آفتابِ قرب طلوع ہوتا ہے، لہٰذا جس کو حرام آرزو اور بُری خواہشات کے خونِ تمنائے حرام کی توفیق ہونے لگے تو سمجھ لو اس کو نسبت مع اللہ کی عظیم دولت ملنے والی ہے، اور جو بُری خواہشات کا غلام ہے، جہاں چاہتا ہے سانڈ کی طرح نظر ڈالتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے آفتابِ قرب سے محرومی اس کا مقدر ہے، اس تقدیر کو بدلنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجیے اور خونِ تمنا کی مشق کیجیے، اہل اللہ کی صحبت سے ان شاء اللہ تعالیٰ شقاوت سعادت سے بدل جائے گی۔ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ[۳۳۶] علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ[۳۳۷] اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان ہی کے ساتھ درج کر لیتا ہے اور جو افضال اور جو رحمتیں اللہ والوں پر نازل کی جاتی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی محروم نہیں کرتا، لیکن رفاقت میں حُسن اور اخلاص ہونا چاہیے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر

۳۳۶۔ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبة القدیمیة

۳۳۷۔ فتح الباری: ۲۱۳/۱۱، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، دار المعرفة، بیروت

خازن میں فرمایا کہ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا، حَسُنَ معنٰی میں مَآ اَحْسَنَ کے ہے[۳۳۸] یہ افعالِ تعجب میں سے ہے کہ اللہ والے کیا ہی اچھے رفیق ہیں! تو ان کی رفاقت کو حسین بنانے کی کوشش کرو یعنی رفاقت فی العمل میں اخلاص اور خونِ تمنا کی مشق کرنے کی عادت ڈالو، ورنہ بزرگوں کے دستر خوان پر سموسہ پاپڑ تو مِل جائے گا مگر اللہ نہیں ملے گا، اگر نعمتیں پا گئے اور نعمت دینے والا نہ پایا تو ایسی نعمتیں تو کافر بھی کھاتا ہے پھر تم میں اور کافر میں کیا فرق ہے؟ بھئی نعمت تو کافر بھی استعمال کرتا ہے مؤمن کی شان یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو قلب میں حاصل کرے، نسبت مع اللہ علٰی سطح الولایت حاصل کرے جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے، جو نصیبِ دوستاں ہے، یہ اللہ کے اولیاء کی قسمت ہے کہ وہ خونِ آرزوئے حرام کی عادت ڈالتے ہیں۔

اب کوئی کہے کہ مولوی بننے میں، اللہ والا بننے میں کوئی تمنا ہی پوری نہیں ہوگی، تو جائز تمنا پوری کرو، مرنڈا پینے کو دل چاہے خوب پیو، مرغی کھاؤ، اپنی بیوی کو ایک ہزار دفعہ دیکھو، لیکن دوسروں کی وائف مت دیکھو ورنہ ویلیئم فائیو کھانی پڑے گی، نیند اُڑ جائے گی اور کوائف خراب ہو جائیں گے، لہٰذا کسی حسین کو بصورتِ پیار بھی نہ دیکھو بصورتِ غصہ بھی نہ دیکھو۔ بعض لوگ ایئر ہوسٹس کو بہت ڈانٹتے ہیں کہ ہم نے کافی مانگی تھی تم نے چائے دے دی، لیکن ڈانٹنے میں بھی پوری آنکھیں کھول کر اس کے اوپر شعاعِ بصریہ کاملہ ڈالتے ہیں، لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، ان کو نہ پیار سے دیکھو نہ غصے سے دیکھو، قصائی کی نظر سے بھی نہ دیکھو چاہے عیسائی ہو یا ڈیسائی ہو۔

حسن پرستی قابلِ صد افسوس ہے

کیا بتاؤں! مجھے بڑا دُکھ ہوتا ہے جب کوئی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو دیکھتا ہے یا اس کے عشق میں گُھلتا ہے۔ اس ظالم کے خسارے پر بڑا دُکھ ہوتا ہے، جیسے کسی دوست کو بہت بڑا خسارہ ہو جائے، اس کا گندم کا جہاز آسٹریلیا سے آرہا ہو اور ڈوب جائے تو سب اس کی مزاج پرسی کرنے آتے ہیں تو یہ حسینوں کا جہازِ حسن سمندرِ فنا، بحرِ فنا میں غرق ہونے والا ہے۔ اس لیے ان کے عاشقوں کو دیکھ کر ترس آتا ہے کہ کس قدر حماقت میں مبتلا ہیں۔ گدھے اور کتے تو مکلف نہیں ہیں ہم تو مکلف ہیں، اگر اہل اللہ یا ان کے غلاموں کے پاس کوئی رہے اور خونِ تمنا کی مشق نہ کرے تو سمجھ لو یہ ظالم سموسہ خور ہے، پاپڑ خور ہے، شیطان کا جھانپڑ خور ہے اور اپنی زندگی ضایع کرنے والا ہے، بصورتِ بایزید بسطامی ننگِ یزید ہے، یہ ظالم اللہ کی نافرمانی سے حرام لذت کی درآمدات کو سِیل (Seal) نہیں کرتا۔ میں دردِ دل سے کہتا ہوں، کسی کی توہین مقصود نہیں ہے، آپ میرے بارے

۳۳۸؎ المدارك للنسفي: ۱/۲۳۷، النسآء (۶۹)

میں کیا گمان کرتے ہیں؟ میں کسی کی توہین کرکے اللہ کا مجرم بنوں گا؟ تحقیر تو کافر کی بھی جائز نہیں ہے، اس کے کفر پر نکیر تو واجب ہے مگر تحقیر اس کی بھی حرام ہے۔ جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید

کہ مسلماں بود نش باشد امید

تم کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو کہ کسی بھی وقت اس کے مسلمان ہونے کا امکان ہے۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ایک ہندو بنیے کو جنت میں دیکھا تو پوچھا لالہ جی! تم کیسے یہاں آگئے؟ تم تو کافر تھے۔ اس نے کہا کہ مولوی جی! جب مرنے لگا تو مرنے سے کچھ دیر پہلے میں نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔

حسنِ فانی سے دل لگانا علامتِ کرگسیَّت ہے

تو بعض لوگ خونِ تمنا کرنے کی ہمت نہیں کرتے اور آب و گِل میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو بدنظری کرتے وقت خانقاہ اور خدا بالکل یاد نہیں رہتا، جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے تو نہ خدا یاد آتا ہے، نہ پیر یاد آتا ہے، نہ خونِ تمنا کی توفیق ہوتی ہے، یہ علامتِ کرگسیت ہے، اس نے اپنے شیخ سے شاہ بازی نہیں سیکھی، اپنے بازِ شاہی سے شاہبازی نہیں سیکھی، یہ کھانے، ہگنے، موتنے اور عیش و عیاشی میں مصروف ہے، یہ سالک نہیں ہے، یہ حرام لذت سے اپنے قلب و روح کو ظلمات میں مبتلا کرتا ہے اور گندگی اور غلاظت اور نجاست اور گراؤنڈ فلور کے پیشاب پاخانے پر فدا ہوتا ہے، یہ کیا اللہ پر فدا ہوگا؟ جو خدا پر فدا ہوتا ہے وہ پیشاب پاخانہ کے مقام پر فدا نہیں ہوتا ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ؎

چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا

جو آفتاب پر فدا ہوتا ہے وہ مردہ چراغ پر فدا ہو ہی نہیں سکتا۔ جو مولائے پاک پر مرتا ہے وہ لیلائے ناپاک پر نہیں مرتا۔ وہ سلطان ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنی تمناؤں کا ایک جہاں دے کر، حرام تمناؤں کا خون کرکے اللہ تعالیٰ کو حاصل کرتا ہے۔

خونِ تمنا اور مقامِ ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ

انسان کی بہت سی آرزوئیں ایسی ہیں کہ اگر سلطنتِ بلخ موجود ہو تو وہ اپنی خواہش کی تکمیل اور اس حسین کی تحصیل سلطنتِ بلخ دے کر کرے، لیکن جس نے اللہ کے خوف سے متبادلِ سلطنتِ بلخ یعنی اپنے دل کی خواہش کو اللہ پر فدا کر دیا، اختر کو امید ہے کہ وہ میدانِ محشر میں حضرت سلطان ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھڑا ہوگا ان شاء اللہ۔ حفاظتِ نظر معمولی نعمت نہیں ہے، یہ بہت اہم بات بتا رہا ہوں، شاید پوری کائنات میں اختر ہی سے یہ مضمون سنو گے، شاید دعوے کی شکست کے لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر کوئی صورت زندگی میں ایسی نظر آجائے کہ قلب میں تمنا پیدا ہو جائے کہ کاش! سلطنتِ بلخ ہوتی تو میں اس معشوق پر یا معشوقہ پر فدا کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کر کے اس کی تحصیل کرتا، اس کے ضلع میں جا کر اس کی تحصیل کر لیتا اور فارغ التحصیل ہو جاتا، تو اللہ کے لیے اس حسین سے نظر بچانے پر ان شاء اللہ اس کو اللہ کے راستے میں سلطنتِ بلخ چھوڑنے کا ثواب ملے گا۔

ایک لطیفہ

فارغ التحصیل پر یاد آیا کہ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل سے پوچھا کہ آپ کہاں سے فارغ التحصیل ہیں؟ تو اس نے کہا میری تحصیل ہاپڑ ہے۔ ہاپڑ میرٹھ میں ایک تحصیل ہے، وہاں کے پاپڑ بہت مشہور ہیں۔

تو یہ مضمون یاد رہے کہ دنیا میں مسکین بھی مقامِ سلطانیت پا سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ایک مسکین ملاّ بھی حاصل کر سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس سلطنتِ بلخ نہیں ہے، لیکن اپنی ایسی خواہشات کہ جن کی تکمیل کے لیے وہ سلطنتِ بلخ دے کر اس کی تحصیل کرتا، مگر متبادل سلطنت بلخ یعنی حسین اور نمکین سے نظر بچالی اور اسے نہیں دیکھا، آہ نکل گئی، یہاں تک کہ بخار کو منظور کر لیا مگر اپنے کو خار چبھنے سے بچا لیا، تو اختر کو امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ بھی قیامت کے دن سلطان ابراہیم ابنِ ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوگا اپنی فداکاری اور وفاداری کی برکت سے، اور لوگوں کو تعجب ہوگا کہ یہ تو مسکین ملاّ تھا لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب امید ہے ارحم الراحمین دے گا کہ اگرچہ یہ ملاّ مسکین تھا لیکن اس نے اپنی نظر کی حفاظت کی، مزاجِ عاشقانہ ہونے کے باوجود مزاجِ رومانٹک کے بحر اٹلانٹک میں غرق نہیں ہوا اور اپنی اسٹک لے کر بھاگا، اس نے

نظر کی حفاظت بھی کی اور قلب کی حفاظت بھی کی کہ اُس حسین کا تصور بھی نہیں لایا، بعض لوگ نظر تو بچا لیتے ہیں، مگر دل کی آنکھ سے اس حسین کا خیال کر کے مزہ لیتے ہیں۔

خیانتِ عینیہ و قلبیہ دونوں سے بچنے کی تلقین

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ نظر بھی بچاؤ اور دل بھی بچاؤ، خیانتِ عینیہ سے بھی بچو خیانتِ صدریہ اور قلبیہ سے بھی بچو یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ[۳۳۹] یہاں صدور سے مراد قلوب ہے اَیۡ وَمَا تُخۡفِی الۡقُلُوۡبُ کیا بلاغت ہے! قلب مظروف ہے، صدر ظرف ہے تَسۡمِیَۃُ الۡمَظۡرُوۡفِ بِاسۡمِ الظَّرۡفِ ہے، کیا یہ بلاغت نہیں ہے؟ یہ مجازِ مرسل ہے۔

بعض لوگ نظر نیچی کرتے ہیں مگر دل میں حسینوں کے خیال سے مست ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نظر کو بچاؤ ساتھ ساتھ قلب میں بھی مولیٰ کے علاوہ کسی لیلیٰ کو مت آنے دو، بیویاں مستثنیٰ ہیں، کیوں کہ وہ ہمارے لیے حلال ہیں اور ان سے محبت عبادت ہے، وہ مولیٰ کے عشق میں شامل ہیں، اپنی گھر کی لیلیٰ، بیوی عشقِ مولیٰ سے ایگزٹ نہیں ہوتی، چاہے حالتِ ذکر میں بھی اس کی یاد ستائے۔

ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ جب میں ذکر کرتا ہوں بیوی کا تصور بار بار آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی یاد میں اپنی بیوی کا خیال آجائے تو یہ ذکر میں مضر نہیں ہے، معین ہے، کیوں کہ اس کی محبت طبعی ہے اور اللہ کا شکر بھی ادا کرو کہ واہ رے میرے مولیٰ! آپ نے کیسی لیلیٰ دی کہ آپ کی یاد میں بھی وہ ظالم غائب نہیں ہوتی۔ ان بیویوں سے محبت کرنے کو اللہ نے اپنی محبت میں شامل فرمایا ہے اور عَاشِرُوۡھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ فرمایا ہے۔ میرے ایک مرید نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے شیخ نے تم سے محبت کرنے اور پیار کرنے کا حکم دیا ہے، تو اس نے کہا This Shaikh is very good یہ شیخ تو بہت اچھے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیروں کو بس خالی پیری مریدی آتی ہے، الحمد للہ! اس پیر سے آپ وہ بات سنو گے کہ اہلِ علم وجد اور مستی میں آجائیں گے تو بات چل رہی تھی کہ سرخیِ مشرق علامت ہے آثارِ طلوعِ آفتاب کی، اور جس کو خونِ تمنا کی توفیق ہونے لگے اور وہ اپنی حرام آرزوؤں سے نظر کو بچالے تو سمجھ لو کہ اب اس کو خالقِ آفتاب ملنے والا ہے، جس کو خیانتِ عینیہ اور خیانتِ بصریہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے کہ نہ حسینوں کو آنکھ سے دیکھے اور نہ دل میں ان کا خیال لائے، بہت سے لوگ نظر جھکائے ہوئے ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ عرشِ اعظم پر ہیں، مگر ان کے دلوں میں حسینوں کا جو

۳۳۹؎ المؤمن:۱۹

تصور ہے وہ من وعن، مِنَ الْبِدَایَۃِ اِلَی النِّھَایَۃْ قائم رہتا ہے، یہ ہے شرح ہدایہ۔

تو جس شخص کو اپنی حرام آرزو سے بچنے کی توفیق اور حوصلہ اور شیر انہ ارادے نصیب ہو جائیں وہ لومڑی کی طرح سلوک طے نہ کرے گا وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ[۳۴۰] اس کا ہر خونِ آرزو اس بات کی علامت ہے کہ اس کو جلد اللہ ملنے والا ہے، لیلیٰ سے نظر بچانا دلیل ہے کہ اب اس کو مولیٰ ملنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن عاشقوں کو دین کے سرکاری کام کے لیے قبول فرماتے ہیں ان کو مٹی کے کھلونوں میں ضایع نہیں کرتے۔ یہ مٹی کے کھلونے ہیں جو چل پھر رہے ہیں، دنیا کے جتنے حسین ہیں سب مٹی کے کھلونے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو تصنیف و تالیف، درسِ حدیث، درسِ تفسیر، درسِ عشق اور درسِ محبت و معرفت سکھانے کے لیے منتخب کرتے ہیں، ہزاروں لاکھوں میں سے ان کا انتخاب ہوتا ہے ؎

نہ ہر گوہرے دُرَّۃُ التَّاج شُد
نہ ہر مُرسلے اہلِ معراج شد

برائے سر انجام کارِ ثواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

ہر موتی بادشاہ کے تاج میں نہیں لگتا، ہر رسول اہلِ معراج نہیں ہوتا، دین کا کام سرانجام دینے کے لیے ہزاروں میں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔

زندہ حقیقی بُری خواہشات کو مردہ کرنے سے ملتا ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ ایک تاجر نے ایک چڑیا کو قید کر کے پنجرے میں بند کر دیا، تو جس شہر سے اسے قید کر کے لایا تھا جب کسی تجارت سے اسی شہر جانے لگا تو چڑیا سے کہا کہ جس گلستان اور جس چمن میں تمہارا گھونسلہ اور نشیمن تھا میں اسی شہر میں جا رہا ہوں، وہاں تمہاری کوئی چڑیا دوست ہے؟ اس نے کہا ہاں ایک چڑیا دوست ہے جس کا فلاں درخت پر نشیمن ہے اس کو میرا پیغام دے دینا کہ میں گرفتار ہوں، پنجرے میں ہوں اور یادِ گلستاں سے ہر وقت چشم تر ہوں اور میری چشم اشکبار اور قلب مضطر ہے۔ تاجر نے سوچا کہ یہ پیغام دینے میں کیا نقصان ہے؟ اس نے جا کر اُس چڑیا کو تلاش کیا اور کہا کہ

[۳۴۰] روح المعانی: ۱۲۰/۲۴، سورۃ فصلت (۳۰)، دار احیاء التراث، بیروت

تمہاری وہ دوست جس کو ہم یہاں سے شکار کر کے لے گئے تھے اس نے یہ پیغام دیا ہے کہ ہم گلستان اور اپنے نشیمن اور یارانِ چمن کی جدائی سے بہت غمگین ہیں چناں چہ یہ پیغام سننا تھا کہ وہ چڑیا ایک دم گر گئی، پھڑ پھڑا کے آنکھ بند کر لی اور اپنی صورت مردہ جیسی بنالی، بے جان ہو گئی حالاں کہ زندہ تھی، اصل میں اس کو اس صورت سے ایک سبق دینا تھا۔ اب وہ تاجر بڑا غمگین ہوا، اس نے واپس جاکر پنجرے میں قید چڑیا کو ساری بات سنائی تو وہ بھی پھڑ پھڑا کے آنکھ الٹ کے مر گئی، وہ سمجھ گئی تھی کہ میری دوست نے مجھے سبق دیا ہے کہ مثل مردہ کے ہو جا، چناں چہ وہ پھڑ پھڑا کے ایک دم ساکن ہو گئی۔ تاجر سمجھا کہ یہ بھی مر گئی، اس نے پنجرے کی کھڑکی کھولی اور اس کو باہر پھینک دیا، جیسے ہی وہ پنجرے سے باہر نکلی تو اُڑ کے بھاگ گئی۔ اب تاجر نے کہا کہ یہ تو اچھا بے وقوف بنایا۔ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ تم اپنی بُری خواہشات کو مردہ کر دو تو زندہ حقیقی کو پا جاؤ گے اور اللہ سے ملاقات تم کو نصیب ہو جائے گی، تم کو مولیٰ مل جائے گا مگر بُری خواہشات کو مردہ کر دو۔

تاثیر دردِ نہاں

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

زخمِ نہاں سے مراد زخمِ خونِ تمنا اور زخمِ حسرت ہے۔ اگر کسی حسین کو دیکھنے کے لیے دل پاگل ہو جائے، بے چین ہو جائے، دل کہے کہ اگر اس حسین کو نہ دیکھا تو ہم مر جائیں گے تو اس سے کہہ دو کہ ہاں مر جاؤ لیکن ہم وہی کام کریں گے جس سے ہمارا مالک خوش ہوگا۔ اپنی خوشی کو مالک کی خوشی پر قربان کرنے سے دل پر ایک زخم تو لگے گا لیکن ایسا دردِ دل عطا ہوگا کہ دونوں جہاں کی لذتوں سے زیادہ لذیذ ہوگا اور اس درد کی کیف و مستی اس کو مجبور کرے گی کہ وہ اس کو بیان کرے اور لوگوں کے دلوں میں بھی آگ لگا دے، پھر وہ یہ شعر پڑھے گا ؎

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

داستانِ اہلِ دل کا سبق

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

یعنی جن اللہ والوں کی صحبت اٹھانے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے جوانی میں توفیق دی، جن بزرگوں کے ساتھ اختر نے ایک زمانہ لگایا، ان کا ہر وقت اللہ کی یاد میں رونا، ان کی ساری داستان میری آنکھوں کے سامنے ہے، ان کی آہ وفغاں میرے کانوں میں گونجتی ہیں۔ میری آہ جنگلی نہیں ہے، صحرائی نہیں ہے، بزرگوں کی آہوں کی گود میں اختر کی آہ مربّٰی ہوئی ہے، تربیت یافتہ ہوئی ہے، یہ مربّہ ایسے ہی آپ لوگوں کا مربِّی نہیں ہوگیا، میرے آنسو بھی تربیت یافتہ ہیں، یہ صحرائی پودے نہیں ہیں، میرے آنسو بھی اللہ والوں کے آنسوؤں میں تربیت پائے ہوئے ہیں، اختر کی آہ بھی اللہ والوں کی آہ کی آغوش میں تربیت پائی ہوئی ہے، دوچار مہینے نہیں اختر نے اس طریقے سے ایک زمانہ گزارا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میر صاحب نے میرا ایک شعر یاد دلایا کہ؎

آہِ من پروردۂ آہِ شما
دردِ من پروردۂ دردِ شما

اے میرے مرشد شاہ عبد الغنی! اختر کی آہ آپ کی آہوں کی پلی ہوئی ہے اور میرا دردِ دل آپ کے درد کا پروردہ اور تربیت یافتہ ہے۔

حضرتِ والا کا اہتمام صحبتِ اہل اللہ اور مجاہدات

روئے زمین پر شاید ہی کسی کو اتنی مدت اپنے مشایخ کے ساتھ ملی ہو جتنی اختر کو ملی۔ تین شیخ کا تربیتی ہے اختر۔ جب میں بالغ ہوا تو تین سال تک شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا، اس کے بعد سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، اور بتا چکا ہوں کہ وہ مشقت اُٹھائی کہ بیت الخلاء کی جگہ بھی نہیں تھی، جنگل میں جانا پڑتا تھا اور جب سیلاب آتا تو ہر طرف پانی ہی پانی ہوتا تھا اور کوئی غسل خانہ بھی نہیں تھا، جب غسل کی ضرورت پڑجاتی تو تالاب میں یخ پانی میں گھسنا پڑتا تھا جس میں چاروں طرف جونکیں بھی ہوتی تھیں، جونک کو ہٹاتے رہو اور نہاتے رہو۔ آج سوچتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یا اللہ آپ کے کرم نے وہ وقت گزروا دیا، اب تو تصور سے بھی دل کانپتا ہے کہ میں نے وہ دن کیسے گزارے! یہ ہے اس شعر کا حاصل کہ میرے سامنے میرے بزرگوں کی حیاتِ عاشقاں، حیاتِ دوستاں اور داستانِ حیات ہے، وہی داستان پیش کرتا ہوں۔ مجھے ستایا بھی بہت گیا اور مجھ پر تبصرہ بھی ہوا، میں ایسے وقت میں ایک شعر پڑھتا ہوں؎

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

جب میں شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تو وہ تمام لوگ جنھوں نے مجھ کو طب پڑھائی تھی، سب سے پہلے انہوں نے تنقید کی کہ حکیم ہو کر پیری مریدی میں پڑ گئے، دواخانہ کھولنا چاہیے، طب کو ترقی دینی چاہیے، یہ کس چکر میں پھنس گئے؟ اور عربی پڑھانے والے اساتذہ کہتے تھے کہ اس کو کیا علم آئے گا؟ کوئی پوچھے گا بھی نہیں، کیوں کہ یہ تو پیری مریدی کے چکر میں ہے، جب دیکھو اپنے شیخ کے یہاں ہر جمعرات کی شام کو بستر سر پر رکھا اور شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے، کیوں کہ وہ دیہات تھا اور سردیوں میں میرے شیخ کے یہاں بستر نہیں ملتا تھا، تو بستر لے کر گدّا رضائی سر پر لادا اور پانچ میل پیدل شیخ کے یہاں جمعرات کو گئے، شبِ جمعہ رہے، دن کو حضرت کی خدمت کی، ان کو وضو کرایا، نہانے کے لیے پانی گرم کیا اور جمعہ میں شیخ کی تقریر سنی، پھر رات کو رہے اور سنیچر کی صبح کو مدرسے پہنچ گئے۔ تو اساتذہ کہتے تھے کہ تمہاری استعداد کمزور ہو جائے گی، لیکن جب مضمون دیا گیا کہ سب لوگ عربی میں مضمون لکھیں تو اس سال میں شرح وقایہ پڑھتا تھا، میں نے پینتیس صفحوں میں عربی کا مضمون لکھا، تو بخاری شریف والوں کے مضمون سے میرے مضمون کے اعلیٰ نمبر آئے، تب سب نے کہا کہ ارے بھئی! اس کو بدھو مت سمجھو، اس کو شیخ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت حاصل ہے۔

حضرتِ والا کا ادبِ اساتذہ اور اُس کے ثمرات

اور میری مثنوی کی شرح اور دوسری کتابیں پڑھ کر مجھے فارسی پڑھانے والے استاد بھی کہنے لگے کہ کیا تم نے کہیں اور فارسی پڑھی ہے؟ کیوں کہ مثنوی کی شرح آسان نہیں ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت جو آپ سے پڑھا تھا اتنا ہی پڑھا ہے، اور چوں کہ وہ تیز بولتے تھے تو سمجھ میں آتا نہیں تھا اور طلبہ شکایت کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ شکایت مت کرو، استاد کا ادب کرو، جو ملنا ہے اسی میں مل جائے گا، کیوں کہ استاد الحمد للہ تہجد گزار اور حکیم الامت تھانوی سے بیعت تھے۔ تو ایک صاحبِ نسبت کی شکایت نہ کرو کہ یہ تیز بولتے ہیں، اس لیے میں نے کہا کہ جیسے بولیں بولنے دو بعد میں آپس میں تکرار کر کے سمجھ لو، حاشیہ دیکھ لو۔

اللہ کا شکر ہے کہ میری فارسی میں اللہ نے وہ برکت ڈالی کہ ایران کے علامہ زاہد نیشاپوری جن کی مادری زبان فارسی ہے، انہوں نے مجھے لکھا کہ ”ہر کہ مثنوی اختر را بخواند او را مثنوی مولانا روم پندارد“ یعنی جو اختر کی مثنوی پڑھتا ہے وہ اسے مولانا روم کی مثنوی سمجھتا ہے، اور سنیے ”و ترا مولانا جلال الدین رومی ثانوی می فہمیدم“ ہم آپ کو اس زمانے کا مولانا رومی ثانی سمجھتے ہیں۔ میری مثنوی کے شروع میں یہ چھپا ہوا ہے۔

علامہ زاہد نیشاپوری ایرانی مادر زاد فارسی اہلِ زبان اور فاضلِ دیوبند تھے۔ بس امید ہے کہ میری آہ ان شاء اللہ رائیگاں نہیں ہوگی۔

مولانا ہارون بتاؤ! جب شروع شروع میں مولوی حسین میرے پاس آتے تھے تو لوگ ہنستے تھے یا نہیں؟ کہ یہاں کیا رکھا ہے؟ اس کے پاس کہاں جاتے ہو؟ اب وہی لوگ بنوری ٹاؤن کے مفتی حضرات اور بینات کے مدیر سب بیعت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اور بھی دکھائے گا، ابھی میں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آہ کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِّ جہاں

یہ شعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور میرا شعر ہے۔

لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

دشت جنگل کو اور دمن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں گاؤں والے کوڑا پھینکتے ہیں، جسے کوئی اُٹھانے والا بھی نہیں ہوتا، جہاں کوڑا کرکٹ، غلاظت، نجاست، بھوسہ اور گوبر اسٹاک ہوتا ہے۔ جو اللہ کو یاد نہیں کرتا اس کی زندگی جنگلی ہے، ویران ہے، برباد ہے، کوڑا کرکٹ کا مجموعہ ہے اور دیہاتوں میں کارپوریشن بھی نہیں ہوتی کہ اس کو اٹھا کر لے جائے، لہٰذا وہیں بدبو پھیلتی رہتی ہے۔

محبت بے زباں کی سحر انگیزی

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

یعنی اللہ کے عاشقوں کے الفاظ و بیان میں زبردست تاثیر ہوتی ہے، لیکن بعض اللہ والے ایسے ہیں جن کے دل میں عشق کا طوفان ہوتا ہے، لیکن اس کے اظہار کے لیے ان کے پاس الفاظ نہیں ہوتے، وہ اس لذت اور اس جوشِ محبت کے بیان پر قادر نہیں ہوتے جو وہ دل میں لیے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان خاموش رہتی ہے لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہوتا ہے، ان کی یہ بے زبانی ہزاروں بیان سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے۔ میرا شعر ہے۔

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

اور؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گزرتا ہے
زبان خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے

مولانا رومی فرماتے ہیں؎

گرچہ تفسیرِ زباں روشن گر است
لیک عشقِ بے زباں روشن تر است

یعنی اہل اللہ کی زبان سے عشق کی تفسیر اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کر دیتی ہے، گمراہوں کو ظلمات سے نور میں لے آتی ہے، لیکن عشق کی بے زبانی اس سے بھی زیادہ روشن اور اس سے بھی زیادہ اثر انگیز ہے۔

گلستانِ قُربِ الٰہی کی یاد کا فیض

قفس کی تیلیاں رنگین دھوکا دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

اس کی تشریح سن لو کہ دنیا کی رنگینیاں اور ٹیڈیوں کی ڈسٹمپریاں اور یہ ساری پریاں ہم کو دھوکا نہیں دے سکتیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی لذتِ قرب اور لذتِ درد اور لذتِ ذکر ہم کو ہر وقت مست رکھتی ہے اور یادِ گلستاں میں مشغول رکھتی ہے، تو ہم سِجْنِ دنیا میں رہتے ہوئے بھی گلستانِ قربِ الٰہی کو فراموش نہیں کر سکتے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

جب پھولوں سے اللہ کی خوشبو نہ چھپ سکی تو یہ ٹیڈیاں اور ان کے گراؤنڈ فلور ہم کو کیا دھوکا دے سکتے ہیں؟ نہ ان کے آگے سے عرقِ گلاب پاؤ گے نہ پیچھے سے زعفران۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ پر ایک پھول فدا

کر دو اللہ پورا گلستان دے دیتا ہے، ایک تمنا کا خون کرو اللہ تعالیٰ آپ کی لاکھوں تمنائیں اور اس کا حاصل قلب کے اندر پیش کر دے گا۔

سببِ صحرانوردی

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو

اس صحرا نوردی میں ساؤتھ افریقہ کا سفر بھی شامل ہے اور ملاوی کا بھی اور روزانہ صبح کو جنگلوں میں جانا بھی، اور اس کی وجہ اگلے مصرع میں ہے۔

بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو

یعنی میرے شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں پھرنے کی وجہ میری آہ وفغاں ہے، جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ اللہ کی محبت کی لذتِ درد کو سارے عالم میں نشر کروں، خود بھی دیوانہ بنوں اور لوگوں کو بھی اللہ کا دیوانہ بناؤں۔

بیانِ محبت کی کرامت

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

دیکھو! اس شعر کے اندر میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بیان کا مزہ پیش کیا ہے کہ ظالمو! ہمیں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ سنانے دو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ چین اللہ کے نام میں ہے یا رین (RAN) میں ہے؟ اور اس شعر میں سارے عالَم کے سلاطین شامل ہیں مسلمان ہوں یا کافر ہوں، کیوں کہ یہ شعر کہتے وقت میرے سامنے یہ جغرافیہ تھا کہ اگر سارے عالَم کے سلاطین اور جو سلاطین کافر ہیں وہ مسلمان ہو کر اختر کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں اور میرے سامنے بیٹھ جائیں، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیان کرنے کا موقع دیں اور ہر بادشاہ کی زبان کا ترجمان، ٹرانسلیٹر بھی ہو تو میں دیکھتا ہوں کہ ان کی سلطنت کہاں رہتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ ان کے دلوں پر زلزلہ نہیں زلازِل آئیں گے اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں گی اور اختر کی تقریر سے ان کے دل تڑپ جائیں گے۔

جو چپ بیٹھوں تو اِک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

اگر خاموش رہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نسبت کا ایک پہاڑ ہے اور جب بولنا شروع کرتا ہوں تو ایک دریا ہے جو رواں معلوم ہوتا ہے۔ اختر اپنے دردِ دل اور بیانِ دردِ دل اور زبانِ ترجمانِ دردِ دل کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کان بھی عطا فرمائے گا، جو آشنائے دردِ دل ہوں اور عاشقِ داستانِ دردِ دل ہوں۔ میں عاشقوں کو اللہ سے مانگ رہا ہوں، الحمد للہ! ہر سفر میں کافی دوست احباب جمع ہو جاتے ہیں۔

اور آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں صبح صبح جنگل جاتا ہوں، کیسی ہی حالت ہو، ٹھنڈی ہوا ہو، صبح صبح میں کسی دریا کے کنارے، جھیل یا تالاب کے کنارے اور درختوں کے سناٹے میں اکیلا جاتا ہوں، مگر اللہ مجھے اکیلا نہیں رہنے دیتا، ایک گروہِ عاشقاں دے دیتا ہے کیوں کہ میں اللہ سے مانگتا ہوں، ہم آپ سے آپ کو نہیں مانگتے کہ تم چلو، فلانے چلو، میں اپنے اللہ سے ان کے عاشقوں کو مانگتا ہوں، اس لیے اگر کوئی آتا ہے تو وہ خود نہیں آتا، اس لیے وہ یہ کہہ سکتا ہے ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

نسبت اہلِ نسبت ہی سے ملتی ہے

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو

دیکھو! اگر کوئی چراغ ایک کروڑ کا ہو، موتیوں سے جڑا ہوا اور اس میں تیل بھی دس کروڑ کا ہو اور بتی کا دھاگہ بھی بہت قیمتی ہو لیکن اس میں روشنی نہیں ہو گی، یہ تمام عمر بے نور رہے گا، اس کی کوئی قیمت نہیں ہو گی، لیکن جب کسی جلتے ہوئے چراغ سے وصل کرے گا تو یہ روشن ہو جائے گا، کیوں کہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، یہ ہے شیخ کی صحبت کی قیمت۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا یہ راز بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے چراغ کے ظرف پر ناز مت کرو، جو چراغ میری محبت میں جل رہے ہیں ان کے ساتھ رہو، یہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا عاشقانہ ترجمہ کہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، میری محبت میں جلتے ہوئے چراغوں کے پاس رہو

پھر تم خود روشن ہو جاؤ گے اور ایسے روشن ہو گے کہ پھر تم سے دوسرے چراغ روشن ہوں گے۔

اس کو ایک اور مثال سے سمجھاتا ہوں۔ کسی نے میرے شیخ سے پوچھا کہ اللہ والا بننے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ جو بے نمازی کو نمازی بنانے کا طریقہ ہے یعنی ایک بے نمازی کو دس نمازیوں میں ڈال دو۔ کسی کمرے یا کسی ہال میں کرائے پر دس پردیسی رہتے ہوں اور دسوں نمازی ہوں، بڑے شہروں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی الگ الگ مکان نہیں لے سکتا ایک ایک کمرے میں دس دس آدمی رہتے ہیں، تو جس کمرے میں دس نمازی ہوں اس میں ایک بے نمازی کو چھوڑ دو، وہ کب تک بے نمازی رہے گا؟ تو جو خدا کا عاشق نہ ہو خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کے گروپ میں اور گروہ میں وہ اِن (in) ہو جائے اور انٹر (Enter) ہو جائے تو ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے کرم سے، عاشقوں کی برکت سے وہ اللہ کا عاشق ہو جائے گا۔

حدیث اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کی تشریح

اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ[۳۴۱]

جو آدمی کسی نیک کام کے لیے کسی کو راستہ بتائے، جیسے ایک بے نمازی ہے اور کوئی کہے کہ بھئی نماز پڑھا کرو اور اس کے دل میں آگئی اور وہ نمازی بن گیا، تو جب تک وہ نماز پڑھے گا اس کا ثواب نمازی بنانے والے کو بھی ملے گا۔ اسی طرح کسی کو اللہ کے لیے مال خرچ کرنے کا مشورہ دے دیا تو وہ جتنا مال خرچ کرے گا تمہیں بھی اس کا ثواب ملے گا۔ کسی دوست کو تیار کر لیا کہ بھئی مدرسہ میں مال خرچ کرنے سے قیامت تک جتنے علماء پیدا ہوں گے تم کو ان سب کا ثواب ملتا رہے گا، تو جتنا ثواب اسے ملے گا اتنا ہی ثواب تمہارے اعمال نامہ میں بھی چلا جائے گا۔

اب یہاں ایک عظیم مسئلہ بتاتا ہوں کہ اگر کوئی خاتون اگر آپ سے سوال کرے کہ مردوں کو داڑھی رکھنے کا ثواب ہے اور ہمیں اللہ نے داڑھی سے محروم رکھا ہے، تو ہم خواتین کو، عورتوں کو، لیڈیز کو داڑھی رکھنے کا ثواب کیسے ملے گا؟ تو اس کو کیا جواب دو گے؟ ان سے یہ کہو کہ بہت اچھا ہوا جو اللہ نے تم کو داڑھی نہیں دی، ورنہ مردوں کے لیے مشکل ہو جاتی۔ اور رہا یہ سوال کہ تم کو داڑھی رکھنے کا ثواب کیسے ملے گا؟ تو تم اپنے شوہروں کو داڑھی رکھوا دو اور روزانہ انہیں داڑھی رکھنے کے لیے کہو، بار بار کہنے سے اثر ہوتا ہے، لیکن شیخ کے مشورہ سے کہو۔

---

۳۴۱ جامع الترمذی: ۹۵/۲، باب ما جاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ، ایج ایم سعید

حکمت کے ساتھ نصیحت کرتے رہنے کی ترغیب

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا شبیر علی مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی سے کہا کہ سگریٹ نہ پیا کرو، وہ پیتا رہا اور ہم بھی کہتے رہے اور تعداد لکھتے رہے، سو دفعہ کہا تب تک نہیں چھوڑی، جب ایک سو ایک دفعہ ہوا تو اس نے چھوڑ دی۔ تو معلوم ہوا کہ نیک کام کے لیے کہتے رہو، ایک دن آئے گا کہ وہ مان جائے گا، اللہ کے ہاں وہ دن لکھا ہوتا ہے کہ اتنی دفعہ کہنے پر اس کے دل پر اثر ہوگا اور چوٹ لگ جائے گی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانپور کے مدرسہ جامع العلوم کے بیت الخلاء میں تھے، باہر دو آدمی باتیں کررہے تھے، ایک نے کہا کہ ہم نے ایک آدمی کو پچاس دفعہ کہا کہ نماز پڑھا کر، وہ نہیں پڑھتا، تھک کر میں نے کہنا ہی چھوڑ دیا، تو دوسرے نے کہا کہ آپ نے غلطی کی، وہ تو بے نمازی بنا رہا، بُرے کام پر اڑا رہا اور تم نے نمازی بنانے کے نیک کام کو چھوڑ دیا، جب وہ بُرائی پر قائم تھا تو تم کو بھلائی پر قائم رہنا چاہیے تھا، برابر کہتے رہنا چاہیے تھا۔ تو جو عورت اپنے شوہر کو بار بار کہتی رہے کہ میاں داڑھی رکھ لو، داڑھی رکھنا واجب ہے، تو ان شاء اللہ ایک دن وہ رکھ ہی لے گا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل داڑھی کی زینت سے مزیّن تھی، اگر داڑھی رکھنے سے شکل خراب لگتی، تو اللہ نبیوں کو داڑھی رکھوا کر اپنے پیاروں کو بد شکل نہ بناتا۔ داڑھی پر میرے شاگرد کا شعر ہے۔

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بد نما لگتا
تو پھر داڑھی مرے سرکار کی سنت نہ ہوتی

داڑھی کے خلال کا مسنون طریقہ

اب ایک سنت بھی سیکھ لو، وضو کرتے وقت داڑھی میں خلال کیسے کرتے ہیں؟ داڑھی میں خلال کرنے کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلّو میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں کو ملو پھر ہتھیلی کا رُخ آسمان کی طرف رکھتے ہوئے انگلیوں کو بالوں کی جڑوں سے باہر کی طرف نکالتے ہوئے یہ کہو ھٰکَذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ یعنی مجھ کو میرے رب نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر محدّثین اور فقہاء کا اجماع ہے۔ جب داڑھی ایک مٹھی ہوگی تب ہی تو پانچوں انگلیوں سے خلال کی سنت ادا ہوگی، تھوڑی تھوڑی داڑھی ہوگی تو انگلی بالوں میں کیسے

جائے گی؟ لہٰذا خلال کی سنت ادا کرنے کے لیے داڑھی رکھنی چاہیے، ورنہ قیامت تک وہ اس سنت سے محروم رہے گا۔ اور ایک مٹھی داڑھی رکھنا قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مٹھی میں پکڑی، تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِیْ تم میری داڑھی مت پکڑو۔ تو اخذِ لحیہ یعنی داڑھی کا پکڑنا جبھی ہو سکتا ہے جب داڑھی ایک مٹھی ہو۔

اگر داڑھی رکھنا معمولی بات ہوتی تو اللہ اپنے پیاروں کو ایک مٹھی داڑھی رکھنے کا شرف عطا نہ فرماتا۔ تو عورتیں اپنے شوہروں کو بار بار تقاضا کر کے داڑھی رکھوا دیں۔ مرد کسی مولوی کی بات سے زیادہ اپنی بیوی کی بات مانتا ہے، کیوں کہ بہت سے بیچارے مسٹروں نے مجھ سے کہا کہ بیوی کہتی ہے کہ داڑھی مت رکھنا، ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہ تمہارے نانا ہیں۔ تو بیوی سے کہو کہ ہم داڑھی رکھیں گے اور ایک مٹھی رکھیں گے، مگر براؤن خضاب لگا کر تمہارے نانا نہیں لگیں گے، تمہارے شوہر ہی لگیں گے اور رہیں گے۔ براؤن خضاب جائز ہے، کالا خضاب نہ لگاؤ وہ ناجائز ہے۔ تو ایک عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے آج لینیشیا میں عطا فرمائی کہ جیسے نیک کام کے لیے کسی کو مشورہ دے دیا جائے کہ بھئی! تم یہ نیک کام کرو، نماز پڑھنا شروع کر دو اور جتنے بھی نیک کام ہیں ان میں سے کوئی بھی شروع کروا دیں، تو تمام عمر اگر وہ کرتا رہا تو اس کا ثواب آپ کو ملے گا، اسی لیے شیخ اگر کسی کو خلافت دے تو یہ نعمتِ عظمیٰ ہے، کیوں کہ جتنے لوگ اس سے بیعت ہوں گے اللہ اللہ کریں گے، اس کا سارا ثواب شیخ کی طرف بھی لوٹ کر آئے گا اور اس مرید کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہو گی۔

الحمدللہ! میرے خلفاء کے بھی مرید ہو رہے ہیں، ایسے ہی مفت میں کوئی دادا تھوڑا ہی بن جاتا ہے، پہلے بابا بنتا ہے پھر دادا بنتا ہے، اگر کوئی بابا نہ بنے گا تو کیا دادا بن سکتا ہے؟ اور مجھے تو پردادا بننے کی نعمت بھی حاصل ہے، جسمانی بھی، روحانی بھی۔ میرے پوتے کی جو اولاد ہے میں ان کا جسمانی پردادا ہوں اور میرے خلیفہ کے خلیفہ کے بھی مرید ہو رہے ہیں، ان کا روحانی پردادا ہوں۔

حدیث مذکور سے متعلق ایک علمِ عظیم

تو یہ معنیٰ جو ابھی بیان کیا عام ہے، جملہ محدثین اسی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں، مگر آج ایک علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا کہ جس طرح اِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ ہے۔ اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ کسی گناہ کی طرف اور بُرائی کی طرف اگر کسی نے مشورہ دیا، اَلدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ ہوا تو دوسرے کا گناہ بھی اسی کی طرف لوٹ کر آئے گا اور وہ مثل فاعل کے ہو جائے گا۔ دلیل قرآنِ پاک میں ہے کہ مصر کی جن

عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ اے یوسف! عزیزِ مصر کی بیوی کی گناہ کی بُری خواہش تم مان لو، اس کا دل خوش کر دو، ورنہ یہ قید خانے میں ڈلوا دے گی، تو آپ نے فرمایا:

رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ [۳۴۲]

یَدۡعُوۡنَ جمع مؤنث ہے جبکہ واحد نے بُری خواہش ظاہر کی تھی یعنی عزیزِ مصر کی بیوی نے، لیکن جن عورتوں نے اس شر کی حمایت اور سفارش کی تھی اور اس کی بُری خواہش کو پورا کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اَلدَّالُّ عَلَی الشَّر ہوئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اُتنا ہی مجرم قرار دیا اور ان کو یَدۡعُوۡنَ فرما کر اس جرم میں داخل قرار دیا۔ اس طرف ذہن کم جاتا ہے اَلدَّالُّ عَلَی الۡخَیۡر تو سب بتاتے ہیں، مگر دَلَالَۃ عَلَی الشَّر بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا کہ فاعلِ شر کا جرم۔ تو اللہ تعالیٰ نے جمع مؤنث یَدۡعُوۡنَ نازل کر کے عزیزِ مصر کی بیوی کے ساتھ مصر کی ان تمام عورتوں کو بھی جنہوں نے دَلَالَۃ عَلَی الشَّر کیا تھا مجرمات میں داخل کر دیا۔

بغیر صحبتِ شیخ کیفیتِ احسانیہ حاصل نہیں ہو سکتی

ایسے ہی جو شخص کہے کہ بھئی کسی اللہ والے سے تعلق جوڑلو، بغیر پیر کے مت رہو تو یہ بھی اَلدَّالُّ عَلَی الۡخَیۡر ہے کیوں کہ بغیر پیر کے جو رہتا ہے، جس کا کوئی مربّی نہیں ہوتا وہ مربّہ نہیں بن سکتا، کتابوں سے کوئی کیفیاتِ احسانیہ نہیں پا سکتا، کیفیتِ احسانیہ قلب سے قلب میں منتقل ہوتی ہے۔ اخلاص اور اللہ کی حضوری یعنی احسان یہی ہے اَنۡ یُّشَاهِدَ رَبَّهٗ بِقَلۡبِهٖ حَتّٰی کَاَنَّهٗ یَرَی اللّٰهَ تَعَالٰی شَانُهٗ بِعَیۡنِهٖ [۳۴۳] یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، یہ کیفیت ہے کمیت نہیں ہے۔

نبی کے قلبِ مبارک میں اتنی بڑی احسانی کیفیت تھی کہ صحابہ نے قلبِ نبوت سے جو کیفیتِ احسانیہ حاصل کی وہ اب کسی کو نہیں مل سکتی، لہٰذا اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ قلبِ نبوت نہیں پا سکتا۔ اولیاء سے جس کے اندر کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوتی ہے تو وہ ولی تو ہو سکتا ہے صحابی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ صحابی وہ ہوتا ہے جس کو کیفیاتِ احسانیہ نبی کے قلب سے حاصل ہوں۔ تو کیفیاتِ احسانیہ کے لیے کچھ دن جا کے شیخ کے ساتھ رہو۔

۳۴۲؎ یوسف:۳۳

۳۴۳؎ فتح الباری:۱/۳۷(۵۰)، باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ذکرہ بلفظ ''کأنہ یراہ بقلبہ فیکون مستحضرًا ببصیرتہ وفکرتہ'' مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ

کبھی کبھار وِزِٹ کو تو کمپنی نہیں کہتے

یہ مولانا منصور صاحب کا مصرع ہے، لہٰذا جب ایک طوفان کے ساتھ دوسرا طوفان دریا میں مل جائے پھر دیکھو۔

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مئے مرشد کو مئے حق میں ملا لینے دو

شیخ کی محبت کو اللہ کی محبت سے ملاؤ پھر دیکھو کہ کیسی مستی ہوتی ہے۔

نگاہِ اولیاء رنگ لاتی ہے

میری حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی تو وہاں علماء ندوہ بھی موجود تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ اے ندوہ کے علماء! بُری نظر کو تو تم تسلیم کرتے ہو، اسلام کا عقیدہ ہے، حدیث میں ہے **اَلْعَیْنُ حَقٌّ** بُری نظر لگ جاتی ہے اس کو مان لیتے ہو، تو اللہ والوں کی اچھی نظر کو کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو؟ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے **فَکَیْفَ نَظَرُ الْعَارِفِیْنَ الَّذِیْ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ وَلِیًّا وَالْجَاهِلَ عَالِمًا**[۳۴۴] پھر ہنس کر یہ شعر پڑھا۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے

تفسیر روح المعانی کی عبارت ہے **خَالِطُوْهُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ**[۳۴۵] اللہ والوں کے ساتھ، اپنے شیخ کے ساتھ، اپنے مربّی کے ساتھ اتنا رہو، اتنا اختلاط رکھو کہ **لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ** تم بھی اُن ہی جیسے ہو جاؤ، ان ہی جیسے بولنے لگو، وہی آہ وفغاں، چشمِ اشکبار، تڑپتا ہوا قلب، شیخ کی ساری کیفیات اور کمیات تم میں منتقل ہو جائیں چاہے کمیات منتقل نہ ہوں مثلاً شیخ پہلوان کی طرح ہے اور مرید کمزور ہے، تو اس جیسا ہونے کے لیے کیفیاتِ احسانیہ کافی ہیں پھر اس کی دو رکعات بھی لاکھ رکعات کے برابر ہو جائیں گی۔

۳۴۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۸/۳۶۴، کتاب الطب والرقی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۳۴۵؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

مجاہدہ بقدرِ استطاعت فائدہ مند ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو قوی ہے، پہلوان ہے وہ چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرکے جہاں پہنچے گا ایک کمزور آدمی سو دفعہ اللہ اللہ کرکے اسی مقام پر پہنچے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فرمایا ہے یعنی جتنی تمہاری استطاعت ہو، تو پہلوان چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتا ہے اور یہ غریب کمزور ہے، درس و تدریس سے تھک جاتا ہے، یہ سو دفعہ پڑھنے سے وہیں پہنچے گا جہاں چوبیس ہزار والا پہنچتا ہے۔ ویسے بھی اس زمانے میں بوجہ طبیعتوں کے ضعف کے لوگوں میں زیادہ وظائف و اذکار کا تحمل نہیں ہے۔ زیادہ وظائف سے لوگوں میں غصہ، چڑچڑاپن، نفسیاتی امراض، ڈپریشن، ٹینشن وغیرہ ہو رہے ہیں، اس لیے میں اس زمانے کے لوگوں کے لیے دن بھر میں صرف چار تسبیحات تجویز کرتا ہوں۔ سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سو بار اَللّٰه اَللّٰه، سو بار استغفار رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ اور سو بار درود شریف صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، کیوں کہ جو ہمیں پہنچانے والا اور جذب کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جذب کرے گا، ہماری عبادت سے جذب نہیں کرے گا، وہ اپنی رحمت سے جذب کرے گا۔

(ایک صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا) میری باتیں سن کر جب یہ مہتمم صاحب کہتے ہیں ''واہ رے میرے پیر!'' تو یہ مجھ کو بہت ہی بدھو معلوم ہوتا ہے۔ محبت بڑے بڑے عقل مندوں اور چالاکوں کو عقلِ کامل دیتی ہے، جس کو میں نے بدھو سے تعبیر کیا ہے۔ دنیا والے اس کو بدھو کہتے ہیں کہ دیکھو یہ پیر کے چکر میں پڑا ہوا ہے، بڑا بے وقوف ہے۔

حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ شیخ

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دن میں سو دفعہ جاتے تھے۔ ایک منٹ بھی موقع ملا تو جاکے کہا کہ السلام علیکم حضرت! بس اب پڑھانے جارہا ہوں، فلاں کتاب کا گھنٹہ ہوگیا ہے، تو کسی نے کہا کہ میاں کیا تم پاگل ہوگئے ہو جو پیر کے پاس دن میں سو دفعہ جاتے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا ؎

دن میں سو سو بار سو سو بار واں جانا مجھے
اس پہ سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

چلو ٹھیک ہے تم ہم کو پاگل کہہ دو لیکن ہم تو تم کو پاگل سمجھتے ہیں، کیوں کہ تم اللہ کی محبت میں گرفتار نہیں ہوئے۔

مشائخ کو ایک اہم نصیحت

لیکن دیکھو! بعض مرید بے وفا بھی ہوتے ہیں اور شیخ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ جب شیخ سے کوئی مرید بھاگ جائے تو شیخ کو غمگین نہیں ہونا چاہیے، بے اصولی سے احتیاط رکھے کہ اپنی بے اصولی سے اس کو فرار نہ اختیار کرنا پڑے، لیکن اگر کوئی اپنے تکبر یا اپنی خباثتِ طبع یا اکڑ فوں سے شیخ کو نظر انداز کر کے بھاگ جائے، تو سمجھ لو کہ اس کو دوسرے عاشقین اور بہت باوفا مرید ملنے والے ہیں، اس کی دلیل ہے:

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللہُ بِقَوْمٍ[۳۴۶]

اگر کوئی دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ اس کے بدلے عاشقوں کی ایک قوم لائے گا۔ میرا تجربہ ہے کہ ایک دو مرید بھاگے تو اللہ نے دس بھیج دیے اور نہایت عاشق باوفا، جان ومال سے فدا۔ تو چند لوگ مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم عطا فرمائی، لہٰذا یہ ساری سنتیں اولیاء اللہ ومشائخ کو بھی ملتی ہیں۔ بعض لوگ دل سے ساتھ نہیں رہیں گے، وہ ٹوہ لگاتے ہیں کہ یہاں کیا کیا کیڑے ہیں اور اگر کیڑے نہیں نکالتے تو بقول قرار صاحب کیڑے ڈال دیتے ہیں۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دور دور سے لوگوں نے فیض اٹھایا، جونپور سے ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اعظم گڑھ سے دو خلیفہ شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ، ہردوئی سے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم غرض ہر طرف سے فیض لینے والے ہوئے مگر تھانہ بھون میں چراغ تلے اندھیرا تھا، سب حضرت کی غیبت کرتے تھے کہ اس بڈھے میں کیا رکھا ہے جو کلکتہ، اعظم گڑھ اور نجانے کہاں کہاں سے لوگ آرہے ہیں، ان میں ایسی کیا خاص بات ہے۔

اعمال کا وجود قبولیت پر موقوف ہے

لہٰذا جب اچھے باوفا دوست مل جائیں تو شکر ادا کرے، کسی عمل پر فخر نہ کرے، کیوں کہ عمل کا وجود قبولیت پر ہے، اگر عمل مقبول ہے تب تو موجود ہے، اگر مقبول نہیں ہے تو غیر موجود ہے۔ اس کی دلیل

۳۴۶؎ المآئدۃ:۵۴

حدیث میں ہے طُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا[۳۴۷] مبارک باد ہے اس کے لیے جو اپنے نامہ اعمال میں کثیر استغفار پائے گا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ پائے گا تب جب مقبول ہو گا، اگر اللہ نے اس کا استغفار قبول نہیں فرمایا تو نہ وہ واجد ہو گا نہ استغفار موجود ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کو انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح کیسے علوم عطا فرمائے ہیں! دعا بھی کرو کہ اللہ ہمارا استغفار قبول فرمائے، تاکہ ہم واجد ہو جائیں اور استغفار موجود ہو جائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں طوبیٰ مل جائے گا یعنی مبارک باد، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو مبارک باد دیں گے وہ جہنم میں تھوڑی جائے گا۔

اذان کے بعد کی دعا اور اُس کی شرح

(اس دوران اذان شروع ہو گئی اذان کے بعد حضرت والا نے یہ دعا پڑھی۔ جامع)

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[۳۴۸]

اذان کے بعد کی اس دعا میں وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ میں قائمہ بمعنیٰ دائمہ ہے یعنی نماز کی ہیئتِ قضائیہ میں قیامت تک کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہو گی۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مقامِ محمود کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مقامِ محمود سے مراد مقامِ شفاعت ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائیں گے اور اللہ کے وعدے میں تخلف بھی نہیں ہے تو ہمیں مقامِ محمود کو مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے تمہارے حق میں کوئی وعدہ نصِ قطعی سے نہیں ہے، لیکن اس دعا کو پڑھنے کی برکت سے تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے گی۔

اسی طرح اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں ایک کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سکھا دیا کہ ہمیں نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی مگر جب اللہ ہماری حفاظت فرمالے،

۳۴۷؎ سنن ابن ماجۃ: ۲۰۶ (۳۸۱۸)، کتاب الأدب، باب الاستغفار، المکتبۃ الرحمانیۃ

۳۴۸؎ السنن الکبریٰ للبیھقی: ۱/۴۱۰ (۲۰۰۹)، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول اذا فرغ من ذالك، دائرۃ المعارف

اور نہیں ہے ہمیں طاقت اللہ کی عبادت کی مگر جب اللہ توفیق عطا فرمائے، مدد فرمائے، تو اس کلمہ کی برکت سے ہمیں نماز پڑھنا آسان ہو جائے گا، کیوں کہ نماز بڑی بھاری چیز ہے، طواف کرنا آسان ہے، صفا مروہ کی دوڑ میں خوب مزے آرہے ہیں، کنکری مارنے میں بھی مزے آرہے ہیں، لیکن نماز میں اللہ اکبر کے بعد اب نہ بول سکتے ہیں نہ اِدھر اُدھر تاک جھانک کر سکتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ[۳۴۹]

نماز بہت بھاری چیز ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھاری نہیں، لیکن ہر ایک کو یہ مقام حاصل نہیں اور جن کو حاصل ہے ان کے لیے مزید آسانی ہو جائے گی، لہٰذا یہاں لَبَّيْكَ نہیں سکھایا عاجزی سکھائی، آہ وزاری کرو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اسی عاجزی کا سبق دیتا ہے کہ اے اللہ! آپ کی رحمت کے سہارے ہم مسجد تک آسکتے ہیں۔ اگر اسلام اللہ کی طرف سے نہ ہوتا کوئی دنیاوی آدمی بناتا تو اس میں یہی کہتا کہ ربّا بلا رہے ہیں، لہٰذا لَبَّيْكَ کہو کہ ابھی آرہا ہوں اے ربّا! بس ابھی آرہا ہوں نماز کے لیے۔ واہ رے اسلام! اللہ نے ہمیں عاجزی سکھائی کہ اس کلمہ کی برکت سے میری مدد اور یاری حاصل کرو، تم زاری کرو ہم یاری کریں گے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ حاصلِ زاری ہے اور اس کے اندر میری یاری کی ضمانت ہے۔

عارفانہ اشعار وعظ سے کم نہیں

تو آج جو میں نے آپ کو اپنے اشعار سنوائے کیا یہ وعظ نہیں ہے؟ یہ اشعار بھی وعظ ہیں، ہر شعر وعظ ہے ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

یہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی کا شعر ہے۔ ہر شعر شاعر کی تاریخ ہوتا ہے ؎

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اصغر جگر کے استاد ہیں، فرمایا کہ مجھے دردِ دل کیسے ملا؟ اللہ کی محبت کا درد کیسے ملا؟ ؎

۳۴۹؎ البقرة:۴۵

میں نے لیا ہے دردِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

مرجھانے والے پھولوں پر مرنے والا بین الاقوامی اُلو ہے یا نہیں؟ مرجھانے والے پھولوں کو اگر قربان کر بھی دیا تو بھی یہ سستا سودا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی نظر حسینوں سے بچالی اور مرجھانے والے پھولوں سے اپنے قلب و نظر کو پاک کرلیا تو میں اپنے مولیٰ کو پاگیا، لیکن اس کی تعبیر کتنی پیاری کی انہوں نے۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

چند کنکر پتھر دے کر اللہ کو پاگیا، الحمدللہ! اللہ کو بہت سستا پایا۔ آج کا یہ سبق لے لو اور خونِ تمنا کی عادت ڈالو اگر اللہ کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ مشرق کو لال کرکے آفتاب دیتے ہیں اور دل کو لال کرکے خالقِ آفتاب دیتے ہیں۔ کیا یہ الفاظ کچھ نہیں بتاتے کہ اختر کو کہیں سے عطا ہو رہا ہے؟ آہ! یہ زمین کی پیداوار نہیں ہے، جب مشرق لال ہوتا ہے تو سورج نکلتا ہے اور جس کا دل خونِ تمنا سے لال ہوتا ہے تو وہ خالقِ آفتاب کو پاجاتا ہے، کیوں کہ مؤمن کا دل بادشاہ ہے، مشرق چاہے کتنا ہی لال ہو اس کی قیمت مؤمن سے بڑھ کر نہیں ہے۔

بس تقریر ختم، میرا وعظ ہوگیا۔ یہ سب میرا وعظ ہی تو ہے، فرق یہ ہے کہ وعظ کبھی نثر میں ہوتا ہے کبھی نظم میں، یہ وعظ منظوم بھی ہے اور نثر میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ ...الخ کی تشریح باندازِ دگر

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ[٣٥٠]

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ اس پہلے جملے سے معلوم ہوا کہ تندرستی مرادِ نبوت ہے اور اہم نعمت ہے۔ صحت

٣٥٠؎ شعب الایمان للبیھقی: ١٩٢/١ (١٩٤)، باب فی الایمان بالملائکۃ، مکتبۃ الرشد

نہ ہو تو آدمی امامت، موذّنی، تدریس، وعظ غرض دین کے کسی کام کے قابل نہیں رہتا، تو جب نبی کسی چیز کو مانگے تو چوں کہ نبی پوری کائنات میں سب سے اہم ہے تو وہ دعا بھی اہم ہو جاتی ہے، لیکن صحت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مانگا جو موقوف علیہ ہے صحت کا وَالْعِفَّةَ اور ہمیں پاک دامن رکھیے، کیوں کہ جب آدمی تگڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں بُری خواہش زیادہ آتی ہیں۔ ایک مریل ٹائیفائیڈ میں پڑا ہوا ہائے ہائے کررہا ہے تو اس کی قوتِ مردانگی بھی کمزور ہو جاتی ہے، تو صحت میں چوں کہ پاک دامنی کو خطرہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب ترتیب سے دعا مانگی کہ صحت موقوف ہے پاک دامنی پر، کیوں کہ زانی اور بدکار کی صحت کثرتِ استمناء اور اخراجِ منی سے خراب ہو جاتی ہے، آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں، اور صحت کے بعد بھی پاک دامنی کی ضرورت ہے، لیکن پاک دامن رہنا موقوف ہے اَلْاَمَانَةَ پر کہ آنکھ بھی امین رہے اور دل بھی امین رہے تو کبھی زِنا نہیں ہو سکتا، جتنے خبیث اعمال ہوئے ہیں آنکھوں کی اور دل کی خیانت سے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ[۳۵۱] میں قلب نازل نہیں فرمایا صدور نازل فرمایا ہے، صدر ظرف ہے اور قلب اس کا مظروف ہے اس کا نام تَسْمِيَةُ الْحَالِ بِاسْمِ الْمَحَلِّ اور تَسْمِيَةُ الْمَظْرُوْفِ بِاسْمِ الظَّرْفِ ہے، سینہ ظرف ہے، برتن ہے اس میں دل رکھا ہوا ہے، یہ مجاز مرسل ہے۔

اسی طرح يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے بعد وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ہے کہ اگر تم حفاظتِ فرج چاہتے ہو تو اپنی آنکھ کو مفروج نہ کرو، مسدود رکھو يَغُضُّوْا غضِّ بصر کرو، آنکھ کھلنے نہ پائے وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ تو فروج ہونا اور اس میں شگاف ہونا یہ آنکھوں کی نظر بازی اور کھلنے سے ہوتا ہے، لیکن امانت ملتی ہے ان کو جن کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں، کیوں کہ امانت میں خیانت سے آدمی اپنا دل خوش کرتا ہے اور حسنِ اخلاق کی تعریف ہے مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ[۳۵۲] کہ اللہ کے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے مخلوق کا دل خوش کرے، مگر بدنظری کرنے والا بحیثیت مخلوق کے اپنا دل تو خوش کررہا ہے، مگر مالک تعالیٰ شانہٗ کے قوانین کی رعایت نہیں کررہا ہے، کیا مطلب؟ کہ اپنا دل یا کسی مخلوق کا دل خوش کرے، تو خود بھی مخلوق ہے اور اس کا دل بھی مخلوق ہے، اب چاہے اپنا دل خوش کرے چاہے کسی معشوق کا دل خوش کرے، یہ حق تعالیٰ کے قانون کی رعایت نہیں کرتا تو حسنِ اخلاق کہاں رہا؟ کیوں کہ حسنِ اخلاق نام ہے مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ اس لیے اگر حسنِ اخلاق رہے گا تو اللہ کا قانون توڑ کر اپنے دل کو خوش نہیں کرے گا۔ اگر

۳۵۱؎ المؤمن:۱۹

۳۵۲؎ مرقاة المفاتیح:۹/۲۶۳، باب الحذر والتأنی فی الامور، دار الکتب العلمیة، بیروت

حسنِ اخلاق حاصل ہے تو اپنا دل توڑ دے گا، اللہ کا قانون نہیں توڑے گا۔

دیکھیے! حضرت یوسف علیہ السلام نے زُلیخا کا دل خوش نہیں کیا تھا جبکہ خواتینِ مصر نے سفارش بھی کی تھی کہ اے یوسف! زُلیخا کا دل خوش کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے سفارش کرنے والی عورتوں کو بھی برابر کا مجرم ٹھہرایا رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ [۳۵۳] میں یَدۡعُوۡنَ جمع نازل فرمایا تو یَدۡعُوۡنَ جمع ہے، حالاں کہ رغبت ظاہر کرنے والی عزیزِ مصر کی بیوی تھی، تو اس پر اِشکال ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ کیوں نازل ہوا جبکہ عورت ایک تھی تو مفرد لاتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصر کی اور عورتوں نے بھی زِنا کی سفارش کی تھی کہ اے یوسف! اس کا دل خوش کر دو۔ تو گناہ کی سفارش کرنے والا بھی اتنا ہی درجہ کا مجرم ہوتا ہے جتنا کہ گناہ کرنے والا مجرم ہے، اس لیے جمع کا صیغہ لا کر ان سفارشی عورتوں کو بھی مجرموں میں شامل کر دیا۔

اب دوسرا اِشکال یہ ہے کہ یَدۡعُوۡنَ تو مذکر ہے اور یہ عورتیں تھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صیغہ تَدۡعُوۡ تَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ ہے، تو جمع مذکر غائب، جمع مؤنث غائب دونوں صیغے یَدۡعُوۡنَ ہی آتے ہیں۔ کہیے میری صرف و نحو آپ لوگوں کو پسند آئی؟ تو صحت عفت پر موقوف ہے اور عفت امانت پر موقوف ہے اور امین وہی ہوتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ جو حرام کاری سے اپنا دل خوش نہ کرے تو گویا اس نے مُدَارَاۃُ الۡخَلۡقِ نہیں کیا، مُرَاعَاۃُ الۡحَقِّ کیا ہے، مولیٰ کے قانون کا احترام کیا۔ اور حسنِ اخلاق کس کے ہوتے ہیں؟ وَالرِّضَا بِالۡقَدَرِ جو اللہ کی تقدیر پر راضی رہے۔ مقدر پر راضی ہو گا تو قلب مکدّر نہ ہو گا اور جب قلب میں کدورت نہیں رہے گی تو یہی حسنِ اخلاق ہیں، جیسی بیوی مل گئی اس پر راضی رہو۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ کے بازار سے ایک غلام خریدا جو بہت تہجد گزار اور صاحبِ نسبت تھا، تو خواجہ حسن بصری نے اس سے پوچھا کہ کیا کھائے گا؟ اس نے کہا کہ غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا، جو مالک کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیسا کپڑا پہنے گا؟ اس نے کہا غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا، جو مالک پہنا دے وہی اس کا لباس ہے۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے چاہے اس کو پکارے۔ تو رضا بالقدر بہت ہی فنائیت اور عبدِ کامل ہونے کی علامت ہے، مالک جیسے چاہے رکھے، شکایت مت کرو، جیسی بیوی دے اس پر راضی رہو۔ جو اللہ کی مرضی پر راضی رہے گا وہ کہے گا کہ بس ہماری بیوی ہی ہماری لیلیٰ ہے، دنیا میں اس کے مقابلے میں کوئی لیلیٰ نہیں ہے، کیوں کہ یہ

---

۳۵۳ یوسف: ۳۳

ہمیں بدستِ مولیٰ ملی ہے، اللہ کے یہاں سے ملی ہے، اس سے بڑھ کر ہماری کوئی لیلیٰ نہیں ہے۔ اس پر میرا فارسی شعر ہے۔

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مرا دادہ ست او مولائے من

میری بیوی میرے واسطے لیلیٰ ہے، وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ یہ میرے مولیٰ نے دی ہے۔ دیکھو! مجنوں لیلیٰ کی گلی کی کتیا کی تعریف کر رہا ہے۔

ایں طلسمے بستۂ مولیٰ ست من
پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست من

یہ میرے مولیٰ کی بنائی ہوئی کتیا ہے، طلسم ہے، ارے اس کی آنکھیں تو جادو ہیں، واہ رے مجنوں واہ! اور واہ رے مولانا رومی واہ! مجنوں ظالم کی تعبیر دیکھو اور پھر مولانا نے اس کو کس انداز میں نقل کیا۔ طلسم معنیٰ جادو یعنی اس کی آنکھیں تو جادو معلوم ہوتی ہیں، میرے مولیٰ نے اس کو بنایا ہے اور یہ میری لیلیٰ کی گلی کی پاسبان ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت ایں در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود

مجنوں نے لیلیٰ کی گلی کے کتے کا پیر چوما، اس کا بوسہ لیا، مخلوق نے کہا ارے پاگل! یہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا یہ پیر کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی میں جاتا ہے، اور مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مجنوں نے کہا۔

آں سگے کو گشت در کویش مقیم
خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم

جو کتا میری لیلیٰ کی گلی میں مقیم ہے اس کے پیر کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے، اور۔

آں سگے کو باشد اندر کوئے او
من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

جو کتا میری لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے میں شیروں کو اس کا ایک بال نہیں دے سکتا یعنی اگر شیر مانگے کہ بھئی لیلیٰ کی گلی کے کتے کا ایک بال دے دو تو میں نہیں دوں گا، کیوں کہ میرے قلب میں اس بال کی عظمت شیروں

سے زیادہ ہے۔ مولانا رومی آگے فرماتے ہیں ؎

اے کہ شیر اں مر سگانش را غلام
گفتن امکاں نیست خامش والسلام

اے دنیا والو! بہت سے شیر اس کتے کے غلام بنے ہوئے ہیں اور عاشق بنے ہوئے ہیں، اور فرماتے ہیں تم لوگ سمجھ نہیں سکتے ہو، اب اس سے زیادہ میں آدابِ محبت نہیں سکھا سکتا، لہٰذا اب میں خاموش ہو رہا ہوں، لیکن سلام بھی کر رہا ہوں کہ میں اپنا راستہ لیتا ہوں تم اپنا راستہ لو۔

اس سے سبق ملا کہ خانقاہ میں شیخ کے کتے اور بلی کا بھی ادب کرو اور گیٹ مین اور باورچی کا بھی ادب کرو اور جو اس کے یہاں مہمان رہتے ہیں ان کا بھی ادب کرو، مگر اس پر عمل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عشق و محبت نہ ہو، ورنہ اِس کان سے سنے گا اُس کان سے نکال دے گا پھر جب غصہ چڑھے گا تو اسے نہ لیلیٰ یاد آئے گی نہ اس کے کتے کے آداب یاد آئیں گے، وہ سب کو دستر خوان سے اٹھا کے بھگا دے گا کہ تم اس وقت کھانے پر کیوں بیٹھ گئے؟ اللہ کا راستہ بہت نازک ہے، بہت حسّاس ہے، بہت عظیم ہے، جس کو اللہ پیار کرے اسی کی عقل میں یہ سب باتیں آتی ہیں۔ مولانا رومی پر اللہ کا خاص فضل تھا انہیں یہ بات سمجھ میں آگئی اسی لیے فرمایا ؎

اے خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا اَدَبٌ عشق کا راستہ ابتدا تا انتہا ادب ہے۔

۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۴؍ نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز بدھ، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادبِ غضِ صوت پر انعامِ الٰہی

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا امتحان لیا گیا کیوں کہ وہ محبوب تھے، امتحان محبوب ہی کا لیا جاتا ہے تاکہ اس کو انعام دیا جائے۔ اب کسی کا ایک بیٹا ہو، بہت زیادہ پیارا ہو، وہ کہیں جائے اور لوگ اس کا ادب نہ کریں، بد تمیزی کریں تو باپ کا دل غمگین ہو گا یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اولیاء کے ادب کو

محبوب رکھتا ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک محاورۂ عرب پر نازل ہوا، عرب لوگ جب سونے کو آگ میں ڈال کر چمکاتے تھے تب بولتے تھے اِمْتَحَنْتُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ [۳۵۴] ہم نے سونے کو چمکا دیا آگ میں ڈال کر، تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ادبِ غضِ صوت کے انعام میں وہی اِمْتَحَنَ نازل فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [۳۵۵] ہم نے ان کے قلوب کو منتخب کرلیا تقویٰ کے لیے۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کا فرق

بڑے بڑے عالم جو رات دن کتابیں دیکھتے ہیں اور سب حوالے ان کو یاد بھی ہوں، ان کی تقریر ہو اور ایک درد بھرے دل والے کی تقریر ہو، امت تڑپ جائے گی اور رونے لگے گی اور کتاب والے کے حوالے وغیرہ سب رہ جاتے ہیں اور وہ اسی پر پیروں سے جلتے ہیں کہ ہم تو صدرا، شمس بازغہ، ملّا اعظم اور سلّم اور قطبی پڑھالیتے ہیں، ہدایت الحکمت اور میبذی پڑھالیتے ہیں اور یہ تو خالی روتا ہے تقریر میں اور اس کے سب چیلے پیر دبارہے ہیں اور میرا کوئی پیر نہیں دبارہاہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ تم نے علم تو سیکھا لیکن اپنے کو مربّہ نہیں بنایا، تو جب مربّہ آملہ نہ بنے تو پھر چاندی کا ورق تیرے منہ پر کیسے لگایا جائے گا اور تجھ کو دل کی طاقت کے لیے کیسے اطباء لکھیں گے؟ کیوں کہ دل کمزور ہو جائے تو اطباء لکھتے ہیں ''مربہ آملہ گرفتہ از آبِ گرم شستہ'' گرم پانی سے دھولو اس کو کیوں کہ شیرے میں تیزابیت آجاتی ہے ''ورقِ نقرہ پیچیدہ'' اور چاندی کا ورق لپیٹو اور ''مفتی اعظم بخورند وزیر اعظم بخورند'' اور جو آملہ مربّہ نہیں ہوتا وہ کوٹ چھان کر کنستر میں بھرا رہتا ہے، جب کسی کو قبض ہوتا ہے، پاخانہ نہیں ہوتا تب اس کو کھلایا جاتا ہے، اس کا نام ترپھلہ ہے، اس کو گرم پانی سے کھلا دیتے ہیں تو صبح پاخانہ ہو جاتا ہے۔ تو تربیت نہ کرانے کی وجہ سے اور اپنے تکبر کی وجہ سے پھر وہ دل کی طاقت میں استعمال نہیں ہوتا، پاخانہ نکالنے اور دھکیلنے کے لیے اس سے جمعداری کا کام لیا جاتا ہے، اب وہ چاندی کا ورق لگے ہوئے پر حسد کرتا ہے کہ بھئی ہمیں تو جمعدار بنا دیا گیا اور مربۂ آملہ کو مفتی اعظم اور وزیر اعظم کھارہے ہیں، اور آملہ جو مربّہ بنا ہوا ہے وہ شیشے میں ہے اور میں ٹین کے کنستر میں ہوں، مربّہ پر چاندی کا ورق لگایا جاتا ہے اور میرے منہ پر جھاڑو مارتے ہیں اور کنستر میں رکھتے ہیں، تو یہ حسد جو ہے یہ بے وقوفی والا مرض ہے۔

---

[۳۵۴] روح المعانی: ۱۳۸/۱۶، الحجرات (۳)، دار احیاء التراث، بیروت، ذکرہ بلفظ وھو استعارۃ من امتحان الذھب

[۳۵۵] الحجرات: ۳

تربیتِ اہل اللہ کی اہمیت

کیا کہیں عجیب معاملہ ہے، تربیت بہت بڑی نعمت ہے، کم علم تربیت یافتہ لوگوں سے اُمت کو زیادہ فائدہ پہنچا ہے اور عدم تربیت سے بڑے بڑے قابل علماء سے کم فائدہ پہنچا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب بڑے عالم نہیں تھے مگر میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے، تو بڑے بڑے مجدّدین کے پیر ہوئے یا نہیں؟ کیسے کیسے علماء کے شیخ ہوئے۔ اس لیے علمِ کتاب کے ساتھ ساتھ صحبت زیادہ ضروری ہے۔ اور ایک دلیل اور یاد کرلو کہ جب غارِ حرا میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ نازل ہوئی تو ایک ہی آیت تو نازل ہوئی تھی، اس سے نبوتِ کاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگئی، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابھی ایک آیت نازل ہوئی ہے، جب مکمل قرآن نازل ہوگا تب یہ نبی مکمل ہوگا۔ تو جب کتاب تھوڑی نازل ہوئی، جب علم تھوڑا ہے تو نبی بھی ناقص ہونا چاہیے، لیکن اسی وقت سے آپ مکمل نبی بنائے گئے اور اس وقت جو صحابہ ایک آیت پر ایمان لائے تھے جبکہ پوری کتاب اللہ تئیس سال میں مکمل ہونی تھی، لیکن جو صحابہ ایک آیت پر ایمان لائے وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہوئے اور جو تئیس برس میں کتاب مکمل ہونے پر ایمان لائے اور اس کا علم حاصل کیا، ان کا علم زیادہ تھا اور سابقین کا علم ایک آیت پر تھا، لیکن ان کو اللہ نے اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ فرمایا اور بعد والوں کو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ نہیں فرمایا کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائے، تو معلوم ہوا کہ صحبت کی قیمت زیادہ ہے علم سے۔ یہ میں نے کہیں پڑھا نہیں ہے مگر میرے قلب کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایسے ایسے علوم عطا ہوتے ہیں۔ بس آپ لوگوں کی محبت کا اللہ تعالیٰ صلہ عطا فرمائے۔

میراث کے ایک مسئلہ کی حکمت

اسی طرح جو لوگ میراث پڑھاتے ہیں جب میں نے تقریر میں انہیں بتایا کہ لڑکوں کا دو حصہ کیوں ہے؟ لڑکیوں کا ایک حصہ کیوں ہے؟ تو بڑے بڑے میراث پڑھانے والوں نے میری تقریر پر واہ واہ کی۔ میں نے بتایا تھا کہ چوں کہ لڑکوں کو دو فکریں ہیں، اپنے روٹی، کپڑا اور مکان کی اور اپنی بیوی کی روٹی، کپڑا اور مکان کی، تو ڈبل فکر والوں کو ڈبل حصہ اللہ نے عطا فرمایا، اور لڑکی کی ساری فکر شوہر کے ذمے ہے، اس کو بس تھوڑا سا پیسہ چاہیے کہ ماں باپ یا بھتیجے یا خاندان کے جو لوگ آئیں تو اپنے پیسوں سے ان کی ضیافت کرے، مرنڈا پلانے کا دل چاہے تو شوہر سے مانگنا نہ پڑے خود مرنڈا، یا کولا وغیرہ جو چاہے منگوالے، پیے اور پلائے، تو اللہ نے ان کا ایک حصہ رکھا ہے، اب سارے کافروں کے سوالات ختم ہوگئے۔ اہلِ یورپ، اہلِ کفر اعتراض

کرتے ہیں کہ اسلام میں مساوات نہیں ہے، لڑکوں کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ کیوں رکھا ہے؟ تو میرے اس جواب کے بعد وہ بالکل حیران رہ گئے، میراث پڑھانے والے حیران ہوگئے کہ ہم نے تو زندگی بھر سراجی پڑھائی ہے اور یہ مسئلہ بتاتے تھے مگر اس کی حکمت کا پتا نہیں تھا۔

تصویر کی حرمت کی ایک حکمت

اب جتنے کافر ہیں کہتے ہیں کہ اسلام میں تصویر کیوں حرام ہے؟ میں نے کہا کہ اس میں نقصان ہے۔ ایک مسلمان لڑکا آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے، ایک انگریز لڑکی کو بلا شادی کے لپٹ گیا، خود لڑکی نے پیش کش کی۔ پہلے زمانے میں چوہے بل تلاش کرتے تھے اب بل چوہوں کے متلاشی ہیں، تو وہ اس سے لپٹ گئی اور دونوں چمّا چاٹی کر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر سوار ہیں۔

ایک جعلی پیر تھا۔ اس کے یہاں سالانہ عرس ہوا تو وہاں جگہ نہیں تھی، بارہ بجے رات کو اس کا خلیفہ آیا، ساری خانقاہ بھری ہوئی تھی، تو اس نے پیر سے کہا کہ حضور ہم آپ کے خلیفہ ہیں، ہمارے پاس جگہ نہیں ہے، آپ اپنے کمرے میں مجھے جگہ عنایت فرما دیجیے، میں آپ کا خلیفہ اور چہیتا اور پیارا ہوں۔ تو پیر اس وقت ایک مریدنی سے زِنا کر رہا تھا، تو پیر نے کہا کہ میرے کمرے میں جگہ کہاں ہے؟ کم بخت یہاں تو آدمی پر آدمی چڑھا ہوا ہے۔ یہ قصہ ہمارے ڈاکٹر قرار صاحب نے سنایا تھا۔ تو مان لو اس کے کلاس فیلو نے اس کا فوٹو لے لیا، اب وہ آکسفورڈ والا لڑکا ولی اللہ ہوگیا، حج کر آیا، شیخ سے مرید ہوا، تہجد پڑھی، اللہ اللہ کیا، اب اس کے لاکھوں مرید ہوگئے، اب وہ اپنے مریدوں کو تعلیم دے رہا ہے، اتنے میں اس کا کلاس فیلو آیا کہ میرے پیارے بھائیو! اپنے حضرت کو دیکھو ایک انگریز لڑکی کو چمّا چاٹی کر رہا ہے اور دبوچے ہوئے ہے۔ بتائیے اب اس کی کیا عزت رہے گی؟ تو اللہ پاک نے تصویر کو حرام فرما کر اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا کہ ان کے لیے کوئی بُرائی کے دستاویزات باقی نہ رہیں، گناہ کا کوئی ثبوت نہ رہے، کیوں کہ وہ کتنی ہی قسم کھائے کہ میں نہیں ہوں یہ کوئی اور ہے لیکن تصویر تو ثبوت بن جاتی ہے۔

قرآنِ پاک نصابِ ہدایت ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ جو لوگ متقی ہونے والے ہیں، جو متقی ہونا چاہتے ہیں قرآن پاک اس کی ہدایت کا کورس ہے، یہ نہیں کہ جو متقی ہو چکے ان کے لیے ہدایت ہے، وہ تو پہلے

ہی سے متقی ہیں، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کا یہ ترجمہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت کا نصاب ہے جو متقی ہونا چاہیں۔ کیا کہیں آپ لوگ قدر کرتے ہیں، محبت سے بات سنتے ہیں تو دل ہی نہیں چاہتا کہ یہاں سے جاؤں، مگر مجبور ہوں، مجھے اور ملکوں میں بھی مضامینِ عشقیہ، محبّتیہ، معرفتیہ بیان کرنا ہوتے ہیں۔ اب اس وقت میں فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ میں ہوں اور جنت کا مزہ لوٹ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عَبْد نہیں فرمایا عِبَاد فرمایا، اس لیے میں گروہِ عاشقاں مانگتا ہوں۔

حدیث اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً... کی وجد آفرین تشریح

اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ[۳۵۶]

تمام کتابوں میں اس کی شرح پڑھ لو، اس کے بعد اختر سے اس کی شرح سنو پھر معلوم ہوگا کہ اللہ پاک کا اس بندے پر کس قدر فضل ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ میری حفاظت فرمائیے جیسے ماں چھوٹے دودھ پیتے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً اے اللہ! حفاظت فرما۔ واؤ الف قاف یا ہیں، یہاں عین نہیں ہے، وَاقِعَةٌ نہیں ہے، وَاقِيَةٌ کا مصدر ہے اَلْوِقَايَةُ یعنی حفاظت کرنا۔ اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً آپ ہماری حفاظت فرمائیے كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ جب ماں دیکھتی ہے کہ میرا بچہ پیشاب کی نالی میں انگلی ڈالنے والا ہے، اور اس کے بعد چاٹنے والا ہے تو دوڑ کر وہاں سے کھینچ لیتی ہے اور اس کی انگلی دُھلا دیتی ہے۔ تو اگر ہم بھی کسی گناہ کی نالی کی طرف بڑھیں اور گندی نالی میں جاکر پیشاب پاخانے کے مقام میں گھسنے لگیں تو اے اللہ! آپ بھی ماں کی طرح ہمیں وہاں سے کھینچ لیجیے اور جو کچھ ہمارے گندگی لگ چکی ہے توفیقِ توبہ سے، اس سے ہم کو پاک صاف کر لیجیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی کہ اللہ پاک سے اس طرح دعا کرو اَللّٰهُمَّ وَاقِيَةً كَوَاقِيَةِ الْوَلِيْدِ اے اللہ! میری حفاظت فرما جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے، اور اس سوال کا حق ہم کو یوں ہے کہ ماں کی رحمت کے آپ خالق ہیں، تو جب ماں ہمارا خیال کرتی ہے تو آپ تو ماں کی ماما اور محبت اور شفقت اور رحمت کے خالق ہیں، اس لیے ہم کو اس کا بدرجہ اولیٰ حق حاصل ہے کہ ہم آپ سے یہ سوال کریں۔ تو ماں چھوٹے بچے کے لیے کیا کام کرتی ہے؟ اب اس کی شرح سنیے جو شاید کہیں نہیں پاؤ گے۔

جب ماں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا بچہ مٹی کھاتا ہے۔ بچوں کو مٹی کھانے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟

۳۵۶؎ مجمعُ الزوائد: ۱۰/۲۹۰-۲۹۱ (۱۷۴۱۹)، باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار الفکر/ مسند ابی یعلٰی: ۹/۳۹۶ (۵۵۲۷)

کیوں کہ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور ابھی پیدا ہوئے ہیں، مٹی سے پیدائش کا زمانہ بھی قریب ہے، تو جب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں تو مٹی سے رغبت نہیں ہوگی؟ اب جیسے جیسے پیدائش کا زمانہ دور ہوگا بڑے ہوں گے، تو اپنے تخلیقی مادّے مٹی سے بُعد کی وجہ سے ذوقِ مٹی کم ہوجائے گا، تو یہ چھوٹے بچے اکثر مٹی چاٹ لیتے ہیں اور مٹی جگر کے لیے مضر ہے تو ماں شفقتاً ماسی سے پونچا لگواتی ہے۔ یہ لفظ ماسی جو ہے مشیٰ یمشی سے ہے، ماشی یعنی چل کے آتی ہے، تو ماں اس لیے پونچا لگواتی ہے تاکہ بچہ مٹی نہ چاٹ لے۔ یہ ماں کی محبت کی ایک شکل ہوئی۔

اب اگر ماں کو پتا چل جاتا ہے کہ میرے بچے نے چوری چھپے کہیں سے مٹی کھالی، تو وہ حلق تک انگلی ڈالتی ہے اور مٹی صاف کرتی ہے یہ دو شکلیں ہوگئیں۔ تیسری شکل یہ ہے کہ مٹی حلق سے نیچے پہنچ گئی تو پھر ڈاکٹر سے جلاب دلواتی ہے کہ یہ مٹی کھاچکا ہے، کوئی گولی دے دو تاکہ دست آجائیں اور مٹی نکل جائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو پیار کرتے ہیں اس کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ اسبابِ گناہ اس سے دور فرمادیتے ہیں، اس کے گرد و پیش کسی معشوق کو نہیں رہنے دیتے۔ معشوقوں کا قریب رہنا اور ان کو ہر وقت چپٹانا یہ دلیل ہے کہ یہ شخص حق تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اگر اس نے معشوق کے چمّا چاٹی کرلی تو اسے توفیقِ توبہ دے کر حرام نظروں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے اس کے گندے اور فاسد مادّے نکال دیتے ہیں جیسے بچہ جب زیادہ مٹی کھالے تو ماں ڈاکٹر سے جلاب دلواتی ہے، تو قلب کے اندر جو گناہ گھس گئے تھے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسے دو رکعت توبہ کی توفیق دیتے ہیں اور اشکبار آنکھوں سے اس گند کو نکالتے ہیں، ان آنسوؤں سے عشقِ مجازی کی جو حرام خوشی تھی وہ نکل گئی۔ اب اگر اس کے خون کے ذرّے ذرّے میں گناہ کی ظلمت اور زِنا اور بدکاری کی بدفعلیاں گھس گئیں تو پھر آپریشن ہوتا ہے، جیسے ڈاکٹر پیٹ پھاڑتا ہے اور بچے کے جگر سے مٹی نکالتا ہے ورنہ جگر خراب ہوجائے گا، تو ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کسی بیماری مثلاً بخار میں مبتلا کردیتے ہیں اور سارے جسم سے اس کا زہریلا مادّہ نکال دیتے ہیں، سر سے پیر تک بخار ہوتا ہے، جسم کا کوئی ذرّہ ایسا نہیں جہاں بخار کا اثر نہ ہو، جب بخار چڑھتا ہے تو سر سے پیر تک جہاں جسم چھوؤگے گرم ملے گا، تو اللہ تعالیٰ کسی گناہ کے بدلے میں اسے کسی بیماری میں مبتلا کردیتے ہیں جیسے تیز بخار آگیا، اس کے بعد پھر آئندہ مٹی نہ کھائے گا اور ذوق بدل جائے گا، پھر اس کو کسی اللہ والے کے پاس بھیجتے ہیں، اس کے دل میں اولیاء اللہ کی محبت ڈالتے ہیں، تو جب وہ شیخ کی دینی مجلسوں میں بیٹھتا ہے تو اس کو فرشتوں کی صحبت عطا کرتے ہیں۔ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ملائکہ کی پاکیزہ صحبت اس کا ذوق تبدیل کرتی ہے وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اس کو ڈھانپ لیتے ہیں، جب رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں تو نفس امّارہ کے

شر سے اس کو تحفظ دیتے ہیں کیوں کہ نفسِ امّارہ کا استثناء اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ[۳۵۷] ہے کہ جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا نفسِ امّارہ اس کو بُرائی میں مبتلا نہیں کر سکتا، تو یہ نیک مجلسوں میں بیٹھتا ہے، صوفیا اور سالکین اور اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا ہے وہاں اور بھی صوفی ہوتے ہیں، اس رحمت کی برکت سے نفسِ امّارہ کا استثناء اس کو مل جاتا ہے، اللہ کا استثناء مل جاتا ہے، یہ خالقِ نفسِ امّارہ کا استثناء ہے۔

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ دینی مجلسوں میں اللہ اسے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور رحمت کی کیا مثال ہے؟ جیسے ماں بچے کو گود میں لیتی ہے پھر اس کو دوپٹے سے چھپا لیتی ہے پھر اپنی ٹھڈی کو اس کے سر پر رکھ لیتی ہے، ہر طرح سے چھپا لیتی ہے کہ کوئی اعضا ظاہر نہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ بھی سر سے پیر تک اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں کہ کسی اعضا سے گناہ نہ ہو اور اپنی رحمت کی ٹھڈی اپنے بندے کے سر پر رکھ دیتے ہیں اس کو اپنے سے چپکا لیتے ہیں اور حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ سے صحبتِ ملائکہ عطا فرماتے ہیں جن کے اندر مادّۂ معصیت ہی نہیں ہے تو جب اس پر ملائکہ کا عکس پڑتا ہے تو اس کے اخلاق میں پاکیزہ ذوق پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی خباثت اور گراؤنڈ فلور میں گھسنے کی عادت ختم ہو جاتی ہے کہ انسان ہو کر تم کہاں جارہے ہو؟ ایسی جگہ دل لگانا اللہ کے دوستوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ پاک ہے، اس کے دوستوں کے نصیب میں یہ نہیں ہے، یہ نصیبِ دشمناں ہے، نصیبِ کافراں ہے نصیبِ محروماں ہے، نصیبِ قومِ مُعذّباں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا یا نہیں؟ تو جو فعل نصیبِ دشمناں ہو، نصیبِ قومِ مُعذّباں ہو اور نصیبِ ملعوناں ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی کہ اللہ لعنت کرے اس قوم پر جو قومِ لوط کا عمل کرتی ہے، تو صحبتِ ملائکہ سے ان کے اس ذوقِ خبیث کو شفا نصیب ہوگی، سلامتی پیدا ہوگی، ملائکہ پاک ہیں، معصوم ہیں تو حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے دینی مجالس کو گھیرے ہوئے ہیں، جب فرشتے گھیرے ہوئے ہیں تو فرشتوں کے اخلاق منتقل نہیں ہوں گے؟ اور پھر وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ کی رحمت کے سائے نے جو ان کو ڈھانپ لیا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کا استثناء اس کو مل جائے گا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اللہ کا استثناء غلط نہیں ہو سکتا، تو اللہ کی رحمت کے سائے میں جو ہوگا وہ پاک نہیں ہوگا؟ وہ صاف نہیں ہوگا؟ وہ ولی اللہ نہیں ہوگا؟ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ[۳۵۸] اور اللہ والوں کے پاس جب جاؤ گے تو تمہارے قلب پر سکینہ نازل ہوگا یعنی آپ گناہ گار زندگی کی پریشانیوں کو سکون سے مبدل پاؤ گے۔

۳۵۷؎ یوسف: ۵۳

۳۵۸؎ صحیح مسلم: ۳۴۵/۲، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن، ایچ ایم سعید

سکینہ کی تعریف اور نورِ سکینہ کی عجیب تمثیل

فَاِنَّ السَّکِیْنَۃَ ھِیَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ وَ بِہٖ یَثْبُتُ التَّوَجُّہُ اِلَی الْحَقِّ

سکینہ ایک نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے اور اس نور سے اس کا دل ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے وَبِہٖ اَیْ بِبَرَکَۃِ نُوْرِ السَّکِیْنَۃِ یَثْبُتُ التَّوَجُّہُ اِلَی الْحَقِّ حق تعالیٰ کی طرف اس کے دل کا قبلہ ہر وقت رہتا ہے، تو جس کا قبلہ اللہ کی طرف رہتا ہے تو وہ قبلہ کیسے بدلے گا؟ قطب نما کی سوئی میں ذرا سا میگنٹ لگا یا تو قطب نما کی سوئی ہمیشہ قطب شمالی کی طرف رہے گی، کیوں کہ مرکز وہاں ہے، مرکز اس کو کھینچے رہتا ہے، سوئی نہیں کھینچتی مرکز کھینچتا ہے، کیوں کہ قطب نما جس کو انگریزی میں کمپاس کہتے ہیں، اس کی سوئی کا سرا بالکل مکھی کے سر کے برابر ہے اور دنیا کا مرکزِ مقناطیس قطب شمالی ہے، تو سوئی میں طاقت کہاں کہ وہ مرکز کو کھینچے بلکہ مرکز سوئی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب اللہ اللہ کرنے کی برکت سے، اللہ والوں کی برکت سے مومن کے قلب پر مقناطیس پیدا کرنے والے کے نور کی پالش لگ جاتی ہے، تو وہ اللہ کو اپنی طرف نہیں کھینچتا اللہ اس کو کھینچتا ہے۔ مکھی کے سر کے برابر نور کا میگنٹ حق تعالیٰ کے مرکز کو کیسے کھینچ سکتا ہے؟

دنیا کا قطب شمالی جو ہے وہاں مقناطیس کا بہت عظیم مرکز ہے جس کی لہریں زمین پر چلتی رہتی ہیں، تو ان مقناطیسی لہروں سے قطب نما کی سوئی پر جو میگنٹ ہے مرکز اس کو کھینچے رکھتا ہے اور اگر قطب نما کا رُخ ذرا سا بدل دو تو سوئی ہلنے لگتی ہے، اگر اس کا رُخ شمال سے جنوب یا مشرق مغرب کی طرف کر دو تو یہ ہلنے لگتی ہے اور جب اپنا رخ صحیح کرلے گی تو سکون پا جائے گی، تو جب دل کا رُخ، دل کا قبلہ کالی گوری حسینوں کے پیشاب پاخانے کے مقامات کی طرف مائل ہونے لگے تو توبہ اور استغفار سے پھر نور حاصل کرلو، تو آپ کی یہ بے چینی جو ہے وہ قبلہ صحیح ہوتے ہی قطب نما کی سوئی کی طرح ٹھہر جائے گی اور آپ کا قلب بھی باسکون ہو جائے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحبتِ اہل اللہ کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے یہ مقام کیوں نہیں ملتا؟ تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کام تو ذکر ہی سے بنتا ہے لیکن جب اہل اللہ کے مشورے اور سائے میں ہو، جیسے کاٹتی تلوار ہی ہے مگر جب سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، زمین پر پڑی ہوئی تلوار کاٹ نہیں سکتی، آپ کتنی ہی شاندار تلوار ایک لاکھ رین کی لاؤ لیکن زمین پر رہے گی تو کاٹ نہیں سکتی، سپاہی کے ہاتھ میں ہو تب کاٹے گی، تو اللہ والا جو ہے وہ سپاہی ہے، اس کے ہاتھ میں اپنے نفس کو دے دو، وہ تمہارے نفس کو کاٹے گا اور تمہارے قلب کو پاک کرے گا، اس کی صحبت کی برکت سے ذکر میں تاثیر آجاتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے

مجھے بتایا کہ ہم بہت اللہ اللہ کر رہے تھے، لیکن کسی سے مرید نہیں تھے اور جب سے تم سے بیعت ہوئے ہیں ذکر میں تاثیر بڑھ گئی۔ چوں کہ وائرنگ غلط تھی، وائرنگ پاور ہاؤس تک نہیں تھی، مثلاً بجلی کا تار پنکھے میں تو تھا مگر کٹ آؤٹ نہیں تھا اس لیے پاور ہاؤس سے بجلی نہیں آرہی تھی، شیخ کٹ آؤٹ ہوتا ہے، پھر اس کو حق تعالیٰ کے مرکزِ فیض سے فیض آنے لگتا ہے اور حیض بند ہوجاتا ہے۔

اے رفیقاں زیں مقیل و زیں مقال
اِتَّقُوْا اِنَّ الْھَوٰی حَیْضُ الرِّجَالْ

اللہ سے ڈرو، بُری خواہشات مردوں کا حیض ہے۔ تو فَاِنَّ السَّكِيْنَةَ هِيَ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ[۳۵۹] اور سکینہ کی برکت سے آدمی طیش یعنی انتشارِ ذہنی، ڈپریشن وغیرہ سے پاک ہوجاتا ہے۔ عربی میں كَلْبٌ طَائِشٌ اس کتے کو کہتے ہیں جو پاگل ہوتا ہے، تو انسان کا نفس بھی پاگل کتے کی طرح ہوتا ہے، ہر حسین کو اِدھر اُدھر اوپر نیچے دیکھتا ہے، پاگل کتے کی طرح زندگی ہوتی ہے، اور سکینہ جب ملتا ہے تو وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ وہ انتشارِ ذہنی سے پاک ہوجاتا ہے۔

تو دیکھو ماں کی محبت کس طرح کام آئی! لیکن ابھی ماں کی محبت کی ایک شکل باقی ہے کہ اگر محلے کا کوئی لڑکا اس کے بچے کے پاس آتا ہے، تو ماں ڈرتی ہے کہ کہیں مٹی نہ لایا ہو، وہ اس کا کسٹم کرتی ہے۔ تو اللہ بھی اپنے عاشقوں اور مقبول بندوں پر نظر رکھتا ہے کہ کوئی معشوق میرے اس پیارے کے پاس تو نہیں آرہا ہے جو اس کو پیشاب پاخانہ کے مقام میں داخل کردے، لہٰذا اللہ بھی کسٹم کرتا ہے جیسے ماں کسٹم کرتی ہے کہ جیسے ہی محلہ کا کوئی بچہ آیا فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا کہ اچھا! تم میرے بچے کو مٹی کھلانے آئے ہو؟ اور مٹی چھین لیتی ہے اور کہتی ہے کہ آیندہ تم کو میرے گھر میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کے پاس سے معشوق کو بھگا دیتا ہے کہ خبردار! جو میرے بندے کے پاس آئے، کہیں میرا بندہ گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔ اس لیے اللہ اپنے اولیاء کے پاس سے نہ صرف معشوقوں کو بھگا دیتا ہے، بلکہ قلب میں اتنی نفرت دیتا ہے کہ اگر سو قدم دور کہیں کوئی حسینہ یا حسین آجائے تو اس کا دل ہلنے لگتا ہے، کیوں کہ دل میں اللہ کے ذکر کے نور کا میگنٹ لگا ہوا ہے، تو معشوق یا معشوقہ سے خطرہ ہے کہ ان کو دیکھنے سے دل کا قبلہ بدل جائے گا اور ہمارے دل کا اللہ کی طرف نوے ڈگری کا جو رخ ہے وہ بدل جائے گا،

---

[۳۵۹] روح المعانی: ۱۱/۲۵، التوبة (۱۰۳)، دار احیاء التراث، بیروت

اس لیے فوراً اس کے دل کی سوئی پریشان ہو جاتی ہے اور وہ سوچتا ہے کہ بھئی! یہ بہت مہنگا سودا ہے، اس حسین کے لیے جان مصیبت میں ڈال دوں اس سے بہتر ہے کہ بھاگ جاؤں، نظر بچالوں، گلی بدل دوں، فٹ پاتھ بدل دوں، راستہ بدل دوں، آنکھ ایسے کرلوں جیسے جب آندھی چلتی ہے اس وقت کرلیتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ بندے کو توفیق دیتے ہیں اور فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس معشوق کو بھگادو، خود اس معشوق کے دل میں گھبراہٹ آجاتی ہے، اور خاص کر جب دیکھتا ہے کہ وہ اللہ والا سجدے میں رو رہا ہے تو وہ بھی ڈرتا ہے کہ یہ تو ولی اللہ ہے، اگر میں نے اس کا تقویٰ اور اس کا ایمان خراب کیا تو میری خیریت نہیں ہے، میں برباد ہو جاؤں گا۔ جو اولیاء اللہ کو برباد کرتا ہے وہ بھی برباد کردیا جاتا ہے۔ آپ بتایئے! اگر آپ کے بچے کو کوئی برباد کرے تو آپ اس کو برباد نہیں کریں گے؟ بہت سے بدمعاش معشوق جو گناہ کے عادی تھے وہ اولیاء اللہ کی طرف بڑھے، تو اللہ نے انہیں برباد کردیا اور اولیاء اللہ کو تحفظ بخشا۔

دوستو! ایسی تقریر کبھی سنی! حالاں کہ ہم سب یہ حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں **اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ**[۳۶۰] کہ اللہ ایسی حفاظت فرما جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور گھر میں مٹی نہیں رہنے دیتی، جہاں جہاں بچہ چلتا ہے پورے گھر میں اس جگہ پونچا لگاتی ہے، اور بچہ جو مٹی کھا گیا، حلق تک انگلی ڈال کر اس کو نکالتی ہے، اور جو مٹی حلق سے نیچے اتر گئی، ڈاکٹر کے ہاں پہنچ کر اس کو قے یا دست کرواتی ہے، اگر مٹی معدے میں ہے تو قے کروادی اور اگر انتڑیوں میں ہے تو دست کروادیے، اور محلے کے جو بچے اس کے بچے کے پاس آتے ہیں ان کا کسٹم کرتی ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اولیاء کی حفاظت فرماتے ہیں کہ اس معشوق کا حسن کہیں میرے بندے کو خراب نہ کردے، لہٰذا یہ حسن کی جو مٹی لایا ہے وہ مٹی بھی چھین لیتے ہیں اور ایک طمانچہ بھی لگاتے ہیں کہ خبردار جو تم میرے بندے کے پاس گئے اور اس پر خوف طاری کردیتے ہیں، اور خود اپنے پیارے بندے کو توفیق دیتے ہیں کہ وہ اس حسین سے کہتا ہے کہ بھئی! ہم کو تمہارے حسن کا تحمل نہیں ہے، لہٰذا تم دور بیٹھو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اَمارد سے احتیاط کا ایک واقعہ

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نوجوانی میں بہت حسین تھے، مدرسے کی چھٹیوں میں حکیم الامت کے یہاں جایا کرتے تھے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ سر منڈادو۔ سر منڈانے سے حسن آدھا ہو جاتا ہے،

---

۳۶۰ مجمع الزوائد: ۱۰/۲۹۰-۲۹۱ (۱۷۴۱۹)، باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار الفکر

لیکن پھر بھی فرمایا کہ میرے سامنے مت بیٹھو، سر منڈانے کے بعد بھی پیچھے جاکر بیٹھو۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے یہ خود فرمایا اور جن سے فرمایا وہ میرا خلیفہ ہے مولانا اسماعیل، تو وہ حضرت کے سر مبارک میں تیل لگارہے تھے اس وقت حضرت نے خود بتایا کہ حکیم الامت نے میرا سر منڈوایا اور پھر بھی سامنے نہیں بیٹھنے دیا اور کہا کہ پیچھے بیٹھو۔ کیوں؟ اس کیوں کو میں نے ایک شعر میں پیش کیا ؎

حسن اس کا ہر طرح سالم رہا
سر منڈانے پر بھی وہ ظالم رہا

(احقر جامع نے عرض کیا کہ حضرت واقیۃً منصوب کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا کہ) وَاقِیَۃً اصل میں فعلِ محذوف کا مفعول ہے، اَلْوِقَایَۃُ مصدر ہے جو یہاں مبنی للمفعول ہے اصل میں جملہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْوِقَایَۃَ اے اللہ! ہم آپ سے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔ واقیۃً حفاظت کو کہتے ہیں، تو کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ یعنی جیسے ماں حفاظت کرتی ہے بچے کی، تو یہ مصدر جو ہے یہ منصوب اسی لیے ہے کہ فعلِ محذوف کا مفعول واقع ہو رہا ہے۔

تو اگر ماں اپنے بچوں کی محبت میں محلے کے بچوں کا کسٹم کرتی ہے اور ان کی جیبیں ٹٹولتی ہے اور انہیں طمانچے بھی مارتی ہے کہ تم مٹی کیوں لائے؟ تم میرے بچے کو خراب کرنا چاہتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ جن کو اپنا مقبول بناتے ہیں ساری دنیا کے حسینوں کا کسٹم کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس بندے کے تقویٰ کی برکت سے ہیبت اور خوف ڈالتے ہیں، اور اگر اس کی نیت خراب ہو کہ میں اس صوفی کو برباد کروں گا، تو اللہ تعالیٰ کا غیبی طمانچہ لگتا ہے اور اس کو اللہ توفیق دیتے ہیں، یہ ان حسینوں کو سختی سے ڈانٹتا ہے کہ خبردار جو میرے سامنے بیٹھے! داہنے بیٹھو یا بائیں۔ تقریر میں اگر کوئی اَمرد لڑکا سامنے ہو تو اس کو حکم دیتا ہے کہ تم اِدھر بیٹھو یا اُدھر بیٹھو، سامنے مت بیٹھو اور پھر یہ شعر پڑھتا ہے۔ اب میرا شعر سنیے ؎

تحمل حسن کا مجھ کو نہیں ہے
بہت مجبور ہوں میں اپنے دل سے

بچاتا ہوں نظر کو اپنی ان سے
کہ دھوکا کھا نہ جاؤں آب و گِل سے

حضرتِ والا کی اَمردوں سے احتیاط

میرے یہاں ایک لڑکا داخلہ لینے آیا، مگر ظالم بلا کا حسین تھا، آنکھیں کیا تھیں کہ ہرن کی آنکھ بھی شرما جائے۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے بیعت ہوں گا، میں نے بیعت کرلیا، اس نے کہا کہ میں اسی مدرسے میں پڑھوں گا اور ساری زندگی آپ کے قدموں میں رہوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ داخلہ کسی اور مدرسے میں لیجیے، مجھے آپ کے حسن کا تحمل نہیں ہے، جب خوب داڑھی آجائے پھر آیئے گا، اس وقت داخلہ دے دوں گا اور پچھلی قضا بھی ادا کردوں گا یعنی ہم نے آپ کو زمانۂ حسن میں جو نہیں دیکھا یا معانقہ یا مصافحہ نہیں کیا پھر میں ایسا دبوچوں گا کہ تو بھی یاد کرے گا تیری پسلی توڑ دوں گا، لیکن ابھی اللہ کے غضب سے ڈرتا ہوں، لہٰذا دوسرے مدرسے میں داخلہ لو، مگر خط لکھتا رہتا ہے کہ میں آپ کی یاد میں روتا رہتا ہوں اور دعا میں اللہ سے داڑھی بھی مانگتا ہوں کہ کب میرے داڑھی آئے گی اور میں آپ سے ملوں گا اور میرا دل کہیں نہیں لگتا۔ میں اس کو جواب یہی لکھ دیتا ہوں کہ صبر کرو، آپ کو اس دوری میں اللہ کی حضوری نصیب ہوگی، کیوں کہ یہ دوری اللہ کے لیے ہے۔

میں اپنی تقریر میں جو اَمرد لڑکے ہیں ان کو سامنے نہیں بیٹھنے دیتا، ورنہ میں مضمون ہی بھول جاتا ہوں، حسینوں پر نظر پڑنے سے آسمان سے جو مضمون کی آمد ہوتی ہے اس میں ان کا حسن حائل ہوجاتا ہے، جیسے عود کی خوشبو آرہی ہے، مگر ساتھ ساتھ بیت الخلاء سے بدبو بھی آرہی ہو تو خوشبو کا اثر محسوس نہیں ہوتا۔ میر صاحب تیس برس سے میرے ساتھ ہیں، ان سے پوچھو کہ میں اُس داڑھی والے سے بھی پیر نہیں دبواتا جس میں کچھ نمک اور کشش ہو، کیوں کہ علامہ شامی نے لکھا ہے:

اِنَّ بَعْضَ الْفُسَّاقِ یُقَدِّمُ ذَا اللِّحْیَۃِ الْقَلِیْلَۃِ عَلَی الْاَمْرَدِ الْحَسَنِ الَّذِیْ لَاشَعْرَ عَلٰی وَجْھِہٖ شَعْرَۃً وَّاحِدَۃً[۳۶۱]

یعنی بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہلکی ہلکی داڑھی والوں کو مفعول بنانے کی زیادہ مشتاق رہتی ہیں، بہ نسبت ان کے جن کے چہرے پر بال نہ ہوں۔ اور میر کے خدوخال پر میں نے ایک شعر کہا ہے۔ خد معنٰی چہرہ اور خال معنٰی تل۔ تو وہ شعر ہے۔

۳۶۱؎ ردالمحتار: ۸۰/۲، باب شروط الصلٰوۃ، مطلب فی النظر الٰی وجہ الامرد، عالم الکتب، الریاض

میر کے خدوخال سے گو تھے کبھی نڈھال ہم
کثرتِ بالِ میر سے بچ گئے بال بال ہم

اور ؎

میر نے اس بت کا جب پیچھا کیا
کرب و غم نے میر کا پیچھا کیا

اپنے پیچھے کا جو غم دیکھے ہے میر
اس کے پیچھے کا نہ پھر پیچھا کیا

یہ شعر ڈابھیل کے مفتی صاحب نے نوٹ کیا کہ اس میں زبردست بلاغت ہے۔

صحبتِ شیخ کی برکات

تو اللہ تعالیٰ کی کثرتِ یاد اور شیخ کی محبت اور طویل صحبت سے قلب کا مزاج ایسا ہو جائے گا کہ دل اللہ سے چپک جائے گا اور ایسا چپکے گا کہ سارا عالم اسے ایک بال کے برابر نہیں ہٹا سکے گا، چاہے حُسن کا باپ ہو، چاہے دادا ہو، چاہے انٹر نیشنل حسن میں اوّل آئی ہو، اس کے چہرے پر تو حسن ہے، مگر اس کے گراؤنڈ فلور کے اندر پیشاب پاخانہ ہے، اس کی ناف کے نیچے تین ملک ہیں ہگستان، پادستان اور موتستان۔

تو اللہ اپنے پیارے بندوں کا مزاج بدل دیتا ہے اور حسینوں سے اس کو بے چینی ہوتی ہے، اللہ سے دور کرنے والے اسباب اور اعمال اور اخلاق سے اس کو گھبراہٹ اور پریشانی ہو جاتی ہے، یہ علامت اولیاء اللہ کی ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر بجائے خوشی ہونے کے کہ آہا اچھا مال آرہا ہے، ذرا دیکھ لوں، اس کا قلب کانپنے لگتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ پودے کی جڑ چھوٹی سی ہوتی ہے، آدمی اس کو آسانی سے اُکھاڑ لیتا ہے اور جس کی جڑ گہری ہوتی ہے اس کو ہلانے والے کو پسینہ آجاتا ہے، تو جب بندے کا تعلق مع اللہ قوی ہو جاتا ہے تو گناہ کا کام کرنے کے ارادے ہی سے اسے پریشانی شروع ہو جاتی ہے، بس تھوڑی سی محنت کر لو ؎

سر شکستہ نیست ایں سر را مبند
چند روزے جہد کن باقی بخند

ایک زمانہ محنت کرلو پھر ہنسنا ہی ہنسنا ہے۔ بس تھوڑے دن کی محنت ہے، مگر اس محنت میں صحبتِ شیخ بہت اہم ہے۔ اللہ کا دستور یہی چلا آرہا ہے کہ جو بچہ باپ کے ساتھ زیادہ رہتا ہے تو باپ کے خصائل اس میں منتقل ہوجاتے ہیں اور وہ باپ ہی کی طرح بولنے لگتا ہے، اور جو بیٹے دور دور رہتے ہیں ان میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی اگرچہ خون اسی کا ہے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ باپ کے وہ خصائل ان میں نہیں آئیں گے جو رات دن باپ کے ساتھ رہنے والے میں ہیں۔ تو جو شیخ کے ساتھ سفر حضر میں رہتا ہے اس کی گفتگو، یہاں تک کہ اس کا چہرہ تک بدل جاتا ہے۔ بعض ایسے مرید ہوئے ہیں کہ ان کا چہرہ بھی شیخ جیسا ہی ہوگیا۔

اب دعا کرلو کہ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اے ہمارے رب! اولیائے صدیقین کی جو خطِ منتہا ہے اختر کو، میری اولاد کو، میرے احبابِ حاضرین و غائبین کو خط منتہائے اولیائے صدیقین تک پہنچادے اور گناہوں سے مانوسیت ختم فرمادے اور اپنی نافرمانی اور غضب کے اور قہر کے اعمال سے پیشاب اور پاخانے سے بھی زیادہ نفرت عطا فرمادے اور اے اللہ! ہماری دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے اور قلب پر سکینہ نازل فرما اور جو اختر سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایک بندے کو بھی محروم نہ فرما، جو میری خانقاہ میں آئے وہ محروم نہ جائے، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۴؍نومبر ۱۹۹۸ء، بروز بدھ، بعد مغرب، دارالعلوم آزادوِل

تقویٰ کے لیے صحبتِ اہلِ تقویٰ فرضِ عین ہے

جنازے کی نماز فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو سب کی طرف سے ادا ہوجاتی ہے، ایسے ہی عالم اور حافظ ہونا فرضِ کفایہ ہے، مگر ہر مومن کو خواہ عالم ہو یا حافظ ہو یا غیر عالم ہو، متقی ہونا فرضِ عین ہے۔ اگر وہ متقی نہیں ہے تو فاسقوں کے رجسٹر میں ہے، چاہے اس کے سینے میں علم کا سمندر ہی کیوں نہ ہو، تقویٰ کی برکت سے وہ قلندر ہوگا اور قسمت کا سکندر ہوگا، ورنہ نفس کا غلام بن کر بندر ہوگا، کیوں کہ علم پر عمل کرنا آسان نہیں ہے جب تک کہ اہلِ عمل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی تھی، جب تھانہ بھون گیا، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور انہوں نے اللہ اللہ سکھایا تو اس کی برکت سے میں تہجد گزار ہوگیا۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ نیک عمل کی توفیق اور نافرمانی سے بچنا بغیر اہلِ تقویٰ اور اللہ والوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو عالم لاؤ، دونوں قابل ہوں، بہت بڑے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث ہوں، ان دونوں میں ایک صحبت یافتہ ہو اور ایک کسی بزرگ کا تربیت یافتہ نہ ہو اور مجھے نہ بتایا جائے، میں پانچ منٹ میں دونوں سے گفتگو کر کے بتادوں گا کہ یہ شخص اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہے اور یہ شخص خالی کتب بینی کرتا ہے مگر تربیت یافتہ نہیں ہے۔

صحبت یافتہ اور غیر صحبت یافتہ کی ایک عجیب مثال

اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی جو میں نے الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب، علماء ندوہ اور مولانا مجیب اللہ ندوی، جامعۃ الارشاد کے مہتمم کے سامنے عرض کی کہ ایک درخت سے دو آملے گرے، ایک آملہ حلوائی اُٹھا کر لے گیا اور اس سے کہا کہ ہم آپ کا مربّہ بنائیں گے۔ اس نے پوچھا کہ کیسے بناؤ گے؟ حلوائی نے کہا کہ ہم سوئی چبھوئیں گے اور تمہارا گندا، کسیلا اور رذیل پانی نکالیں گے، پھر تم کو چونے کے پانی سے دھو کر پانی میں جوش دیں گے، یہاں تک کہ تمہارا کلیجہ تک پک جائے گا پھر شیرے میں ڈالیں گے تو تمہارا نام ہوگا مربّہ آملہ اور تم شیشے کے مرتبان میں رکھے جاؤ گے اور پھر جب کوئی دل کا مریض ہوگا چاہے مفتی اعظم ہو یا وزیر اعظم ہو تو طبیب اس کو لکھے گا کہ ”مربّہ آملہ گرفتہ از آبِ گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ“۔ اور آملہ پر چاندی کا ورق بھی لگادو اور نہار منہ وزیر اعظم و مفتی اعظم بخورند۔ تو مربّہ بننے کے بعد آملہ کو کتنی عزت ملی! لیکن اختر اعلان کرتا ہے، للکارتا ہے، چیلنج کرتا ہے کہ دنیا میں کوئی مربّہ ایسا نہیں جس کا کوئی مربّی نہ ہو، آپ ذرا دکان دار سے کہہ کر دیکھیں کہ مجھے آملہ کا وہ مربّہ دو جس کا کوئی مربّی نہ ہو۔

آہ! میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم مجھے رکشہ میں لے کر ایک حکیم صاحب کی عیادت کے لیے ہردوئی گئے، وہاں دو مکان تھے، ایک مکان کے سامنے جہاں مالی تھا وہاں گلاب اور چنبیلی کے پھول قطار سے لگے ہوئے تھے اور بہترین صفائی ستھرائی تھی اور دوسرے مکان کے سامنے گدھے کی لید، گھوڑے کی لید اور بہت سی غلاظتیں تھیں، تو میرے شیخ نے فرمایا کہ دیکھو جہاں مالی ہے وہ مکان کیسا صاف ستھرا ہے اور پھول بھی نظر آرہے ہیں اور جہاں مالی نہیں ہے وہاں گدھوں، گھوڑوں اور کتوں کا پاخانہ پڑا ہوا ہے اور پھول کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل پر کوئی اللہ والا مالی ہوتا ہے، باغبان ہوتا ہے، مربّی ہوتا ہے اس کے دل کو بُری بُری گندی خواہشات سے پاکی نصیب ہوتی ہے، گھوڑے، گدھے کی لید کے اخلاقِ رذیلہ وہاں نہیں

رہتے اور اللہ پاک کی محبت اور خشیت اور تقویٰ کے پھول نظر آتے ہیں اور اللہ کی ولایت اور دوستی کا باغ نظر آتا ہے، اور جس کے دل کی زمین پر کوئی مربّی نہیں ہوتا اس کا یہی حشر ہوتا ہے، جیسا اس زمین کا ہے جس کا کوئی مالی نہیں ہے، وہاں کانٹے پڑے ہوئے ہیں اور گدھے، گھوڑے اور کتے کے پاخانے اور گندگی پڑی ہوئی ہے۔

تو ایک آملہ جو تربیت کی برکت سے مربّہ بنا، اس کی قیمت کتنی بڑھ گئی! اور اس کے رکھنے کی جگہ بھی شیشے کا شاندار مرتبان بنا۔ اب دوسرے آملہ کا حال سنو۔ اس نے کہا کہ مجھ سے پیروں کے یہ ناز و نخرے برداشت نہیں ہوتے، مجھے آزادی پسند ہے، میں پیری مریدی کا قائل نہیں ہوں، مجھے مربّی وربّی نہیں چاہیے، میں مربّہ بنوں یا نہ بنوں مجھ کو آزادی محبوب ہے۔ تو وہ آملہ جو درخت سے ہرا ہرا گرا تھا سورج کی شعاعوں سے اس کا منہ کالا ہوگیا، سائز میں بھی سکڑ کر چھوٹا ہوگیا، صورتاً و سیرتاً تباہ و برباد ہوگیا، پھر کوئی حلوائی اس کو مربّہ بنانے نہیں لے گیا، البتہ وہاں ایک ہندو بنیا آیا اور جتنے سوکھے ہوئے بے تربیت آملے پڑے تھے ان کے منہ پر جھاڑو مارتا ہے اور بورے میں بھر لیتا ہے اور لے جاکر دکان میں رکھتا ہے پھر اس کو کوٹ کر کنستر میں بھرتا ہے۔ مربّہ آملہ شیشے کے مرتبان میں ہے اور یہ ٹین کے کنستر میں ہے۔ اس کے بعد جب کسی کو پاخانہ نہیں ہوتا تب حکیم اس کو لکھتا ہے کہ سفوف ترپھلہ یعنی آملہ بقدرِ کف دست یعنی جتنا ہاتھ میں آئے بوقت خواب از آب گرم بخورند گرم پانی سے کھالے تو پاخانہ صاف ہوجائے گا۔ تو تربیت نہ کرانے سے اس کو بھنگی اور جمعداری یعنی پاخانہ دھکیلنے کا کام دیا گیا اور وہ دافعِ قبض ہوا اور وہ مربّہ آملہ دل کی طاقت کے لیے کام آیا، تو دونوں میں کتنا فرق ہوگیا! تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تزکیۂ نفس کو فرض فرمادیا، اور تزکیہ فعل متعدی ہے، انسان خود سے تزکیہ نہیں کرسکتا، تزکیہ کرانے کے لیے کوئی مزکّی ہونا چاہیے، جیسے دنیا میں ایسا کوئی مربّہ نہیں جس کا کوئی مربّی نہ ہو، ایسے ہی بغیر بزرگوں اور اللہ والوں کے اصلاحِ نفس نہیں ہوتی، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔

میں آپ لوگوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر ہے جو ہزار مریضوں کے گردوں کی پتھری نکال چکا ہو، لیکن وہی ڈاکٹر جس سے ہزاروں مریض اچھے ہوگئے اس کے گردے میں پتھری ہے، وہ اپنی پتھری خود کیوں نہیں نکال سکا؟ کیوں کہ ڈاکٹر اپنے کو بے ہوش تو کرسکتا ہے، مگر بے ہوشی کے بعد پھر چاقو چلا کر پیٹ پھاڑ کر گردوں سے پتھری کیسے نکال سکتا ہے؟ اس لیے عالِم اصلاح کے لیے دوسرے کا محتاج ہے، کیوں کہ اگر اس کے اندر تکبر کی بیماری ہے یا حسینوں سے نظر بازی کی بیماری ہے یا گناہ کی کوئی اور عادت ہے تو وہ خود اپنی بیماری کا علاج نہیں کرسکتا، کیوں؟ اس لیے کہ قاعدہ کلیہ ہے رَأْیُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔

آپ تاریخ دیکھ لیجیے، بڑے بڑے علماء نے اپنی اصلاح کے لیے اللہ والوں سے رجوع کیا ہے۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دیوبند کا علم کتنا تھا، مولانا رشید احمد گنگوہی قُطب العالَم بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے، ان کا کتنا علم تھا، مگر اپنے علم سے اپنی اصلاح نہ کرسکے، دونوں نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا پیر بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

صحبتِ اہل اللہ کا فیض

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اور مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے پاس علم تو تھا، مگر برکت اور آسمانی واردات سے ہم لوگ محروم تھے، صرف کُتب بینی تھی، مگر جب حاجی صاحب کی زیارت سے قطب بینی کی اور ان کی محبت اور ان کی صحبت نصیب ہوئی تو آسمان سے علوم آنے لگے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اور پھر فرمایا کہ جب ہم عالم ہوکر مدرسوں سے نکلے تھے تو ہماری تقریریں ہوتی تھیں مگر ان میں اثر نہ تھا، دردِ دل نہ تھا، زبان میں وہ تاثیر نہ تھی، ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہ تھا، مگر حاجی صاحب سے تعلق کے بعد اللہ نے اس قدر اثر ڈالا کہ حضرت حاجی صاحب کی برکت سے جہاں بھی تقریر ہوتی تھی تو اتنے علوم وارد ہوتے تھے کہ بڑے بڑے وکیل اور بیرسٹر اور جج کہتے تھے کہ اس کو کس نے مولوی بنادیا؟ یہ ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ اگر یہ جج یا بیرسٹر ہوتا تو عدالت کو ہلا کر رکھ دیتا۔ کانپور میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سن کر ایک فارسی داں بڈھے بیرسٹر نے پوچھا۔

تو مجمل از جمال کیستی
تو مکمل از کمال کیستی

تجھ کو یہ جمالِ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ تجھ کو یہ کمال کہاں سے حاصل ہوا کہ زبانی ایسے ایسے دلائل دیے؟ تو حکیم الامت نے جواب دیا۔

من مجمل از جمالِ حاجیم
من مکمل از کمالِ حاجیم

میں حاجی امداد اللہ کے جمال سے مجمل ہوا ہوں اور حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں یہ کمال مجھ کو عطا ہوا ہے۔

میرے شیخ و مرشد مولانا شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کانپور میں بیان ہو رہا تھا اور اس بیان میں میں بحیثیت سامع کے موجود تھا۔ میری اس روایت میں جو آپ کی اس مسجد میں اختر پیش کر رہا ہے صرف شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں، جن کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور جن کو حکیم الامت خط میں محبی و محبوبی شاہ عبد الغنی لکھتے تھے۔ حکیم الامت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے تھے کہ آپ حاملِ علومِ ولایت اور حاملِ علومِ نبوت ہیں۔ انہوں نے یہ روایت مجھ سے کی کہ میں اس مسجد میں سامع تھا، حکیم الامت کا بیان ہو رہا تھا، مضامین کے واردات عجیب و غریب تھے، اتنے میں حضرت نے چیخ ماری، حالاں کہ حکیم الامت غالب علی الاحوال تھے، ان میں مغلوبیت نہیں تھی، مگر کبھی کبھی کاملین بھی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں، تو حضرت نے چیخ ماری اور کہا ہائے امداد اللہ! اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ آہ! میرے شیخ نے فرمایا کہ اس وقت سارا مجمع رو رہا تھا۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ حضرت! آج کیا بات ہو گئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اتنے علوم وارد ہو رہے تھے کہ ہم سوچتے تھے کہ پہلے کیا بیان کریں اور بعد میں کیا بیان کریں، ترتیب میں ہمارے لیے مشکل پیدا ہو گئی تھی، علوم کی مسلسل بارش ہو رہی تھی، حالاں کہ حاجی صاحب سے تعلق سے پہلے یہ بات نہیں تھی، جب حاجی صاحب سے بیعت ہوا اس کے بعد سے علوم کی بارش عطا ہوئی، تو جس کا احسان ہے اس محسن کو کیوں نہ یاد کروں؟

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

تو دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ شیخ عبد القادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختر سے براہِ راست نقل کیا۔ اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہندوستان میں نقشبندیہ سلسلہ میں ان سے اتنا زیادہ تعلق مع اللہ کسی اور کا نہیں ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے مدرسہ کے طالب علمو اور اے مدرسہ کے فارغین علماء! درسِ نظامی سے فارغ ہو کر کسی اللہ والے کی صحبت میں چھ مہینے گزار لو پھر تمہارا جتنا علم ہے اس میں رس آجائے گا، ورنہ گولا تو رہے گا رس نہیں رہے گا، جب دردِ دل حاصل ہو جائے گا پھر

تمہارا منبر منبر ہوگا، تمہارا سجدہ سجدہ ہوگا، تمہاری تلاوت تلاوت ہوگی، ورنہ روحانیت نہیں رہے گی۔

شریعت وطریقت کی تفہیم ایک مثال سے

شریعت اسٹرکچر ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت اس کی فنشنگ ہے، شریعت کا علم صورتِ کباب ہے، بغیر تلے ہوئے کچے کباب کے مانند ہے اور طریقت کیا ہے کہ اس کچے کباب کو اللہ کے عشق میں جلا بھنا کر گرما گرم کردو، تیز آگ لگاؤ اور کڑھائی میں سرسوں کا تیل ڈالو اور کچے کباب کو تل دو، تو اتنی دور تک خوشبو جائے گی کہ ہندو بھی گزرے گا تو وہ بھی کہے گا کہ ''بوئے کباب مارا مسلمان کرد'' اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کردیا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو لڑکا مسلمان ہوگیا جو تو تلا تھا۔ تو میرے شیخ نے فرمایا کہ ہندو چوں کہ گائے کا گوشت نہیں کھاتے، گائے کو وہ ماں کہتے ہیں، لہٰذا وہ لحمِ مادر نہیں کھاسکتے اور گائے کا کباب زیادہ اچھا ہوتا ہے بکرے کے کباب سے، تو کہیں سے دعوت آئی اور کسی نے طلبہ کے لیے گرما گرم کباب بھیجے، تو اس نو مسلم ہندو لڑکے نے زندگی میں پہلی دفعہ گائے کا گرما گرم خوشبودار تلا ہوا کباب کھایا، تو وہ ظالم کہنے لگا کہ آہ! کیا مزہ ہے مسلمانوں کے پاس، الحمدللہ کہ میں مسلمان ہوگیا۔ اب کئی دن گزر گئے اور کہیں سے دعوت نہیں آئی تو اسے کباب کی یاد ستانے لگی کہ پھر کب دعوت آئے گی، تو وہ اپنے طالب علم ساتھیوں سے توتلی زبان میں کہتا تھا کہ ٹٹبیہ ہی لیے پھرٹ ہویا کہوں دعوٹ وعوٹ بھی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اس زبان کو سمجھ سکتے ہیں اعظم گڑھ کی، جونپور کی زبان میں وہ کہتا تھا کہ کتاب ہی لیے پھرتے ہو یا کہیں دعوت وعوت بھی ہے، کباب کب ملے گا؟

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ علم کباب ہے مگر کچے کباب کی ٹکیہ ہے، بجمیع اجزائہٖ وہ کباب ہے، سارا قیمہ پسا ہوا ہے، بڑی الائچی چھوٹی الائچی لونگ جتنے اجزاء شامی کباب میں ہوتے ہیں سب ہیں مگر تلا نہیں گیا، اب اس کباب کو جو کھائے گا تھوکے گا۔ آج لوگوں کو یہی شکایت ہے کہ میاں مولویوں کی کون سنے؟ ان کے پاس کوئی مزہ نہیں ہے، یہ کچے کباب ہیں۔ لیکن اگر اسی کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر اور سرسوں کا تیل ڈال کر نیچے آگ جلاؤ اور کباب تل کے گرما گرم سرخ ہوجائے پھر دیکھو وہ کیسے مست کرتا ہے؟ اب کون ظالم ہے جو وہاں سے گزر جائے اور کھائے نہیں؟ کھائے گا نہیں تو کم از کم سونگھ تو لے گا اور واہ رے کباب! واہ رے کباب! واہ رے کباب! کرتا رہے گا۔

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ جو عالم مجاہدہ نہیں کرتا، گناہوں سے نہیں بچتا، حسینوں سے نہیں بچتا، ہر کالی گوری پر نظر ڈالتا ہے اور تقویٰ سے نہیں رہتا تو اس عالم کے علم کا کباب کچا رہتا ہے، اس میں خوشبو نہیں ہوتی، اور جو اللہ کے عشق میں تقویٰ سے رہتا ہے اور اللہ کے خوف میں اپنی بُری خواہشات کو جلادیتا ہے تو اس کا دل شامی کباب بن جاتا ہے، اس کی گفتگو میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ بتاؤ کیسی سادہ بات ہے! اب آپ ایک اِشکال کریں گے کہ تم آخر میں کباب کہتے ہو شروع میں کباب نہیں کہتے، تو میں اَلتَّرَقِّیْ مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی کرتا ہوں، چوں کہ مجھے کباب سے مناسبت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کا دل جلا بھنا ہوگا اس کو کباب پسند ہوگا، جو بھی حرام خواہشات کو جلائے گا تو اس کا دل جلا بھنا کباب ہوگا تو اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ تو اس کو کباب کی طرف فطرتاً میلان ہوگا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کباب کا وزن شباب سے ملتا ہے۔ مدینہ شریف میں ایک ڈاکٹر نے مجھ کو کباب کھلایا، میں نے کہا کہ بھئی تمہارے کباب میں بہت مزہ آیا ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

تو ڈاکٹر نے کہا کہ آج تک میرے کباب کی ایسی تعریف کسی نے نہیں کی۔ لیکن دل جلا بھنا کباب کیسے بنے گا؟ جیسے جب تک مربّی نہ ہو کوئی مربّہ نہیں بنتا ایسے ہی دل کو جلا بھنا کباب بنانے کے لیے کسی جلے بھنے دل والے کی صحبت ضروری ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وہ سلسلہ قادریہ کے بانی تھے اور سارے عالَم کے علماء ان کو بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا اور یہ مشورہ سنانے والا کون ہے؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جن سے بڑے بڑے علماء ندوہ دعائیں لینے آتے تھے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا علی میاں ندوی جیسے اکابر علماء کو میں نے دیکھا کہ ان کے بستر کے ساتھ بستر لگائے ان سے دعا کی درخواست کرنے آئے تھے اور وہیں میری مثنوی کے درس کے لیے ان دونوں بزرگوں نے فرمایش کی کہ اختر کراچی سے آیا ہے، مثنوی کا شارح ہے، آج ہم لوگ مثنوی کا درس سننا چاہتے ہیں، تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بڑے لوگ ہیں، آج تم درسِ مثنوی سنادو۔ تو میں نے اللہ کے نام کے ساتھ ان حضرات کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔

خواہشاتِ نفسانیہ سے بچنے کا طریقہ

مولانا رومی کا ایک شعر یاد آ گیا کہ نفس کی خواہشات سے بچنے کا طریقہ کیا ہے ۔

نفس نتواں کشت الّا ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

نفس مر نہیں سکتا جب تک کسی شیخِ کامل اور ولی کامل کا سایہ نہیں پڑے گا، اس کی صحبت نصیب نہیں ہو گی، لہٰذا اللہ والوں کے دامن کو مضبوط پکڑ لو۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر پڑھایا تو فرمایا کہ اللہ والوں کے دامن کو مضبوط پکڑنے کا کیوں حکم دیا؟ تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب شیخ انڈا کھلائے گا، چائے پلائے گا، حلوہ کھلائے گا، تو کہے گا کہ ارے ہمارا شیخ بڑا پیارا ہے، اور جس دن کسی غلطی پر ڈانٹ لگائے گا تو کہے گا کہ یار! کیا کہیں! بڑے کٹریل شیخ سے پالا پڑا ہے، بڑا جلّادی معلوم ہوتا ہے، دیکھو تو کیسے گرمی دِکھا رہا ہے! تو وجہ یہ ہے کہ جب شیخ کا دامن مضبوط پکڑو گے تو استقامت کے ساتھ رہو گے، کیوں کہ وہ کبھی آپریشن بھی کر سکتا ہے۔

ایک صاحب حکیم الامت کی خدمت میں گئے اور کچھ دن بعد سب کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ حضرت سمجھ گئے کہ اس کے دماغ میں تکبر ہے، یہ یہاں آ کر خود مولانا اشرف علی بن گیا، سب کو ڈانٹ رہا ہے کہ یہ لوٹا یہاں کیوں رکھا اور تم نے یہاں ایسا کیوں کر دیا؟ ایک دن حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم یہاں مریض کی حیثیت سے آئے ہو یا ڈاکٹر کی حیثیت سے؟ خود سب کے ڈاکٹر بنے ہوئے ہو، تمہارے مزاج میں تکبر معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اب تم ذکر ملتوی کر دو۔ ذکر کے لیے میں ترک کا لفظ نہیں کہوں گا، کیوں کہ ادب کے خلاف ہے، تمہارا معدہ جو ہے وہ حلوہ کے قابل نہیں ہے، تمہیں قے ہو رہی ہے، صفراء ہے لہٰذا کڑوی دوا دی جائے گی، کیوں کہ تمہارے نفس میں بہت زیادہ بڑائی آ گئی کہ میں بہت بڑا قطب العالم ہوں، اب تم نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کرو اور نالیوں سے بلغم صاف کرو۔ بس چند دن میں ٹھیک ہو گئے۔ اور حضرت نے بعضوں کے تکبر کا علاج یہ بھی بتایا کہ پانچوں نمازوں میں جماعت کے بعد کھڑے ہو کر کہو کہ صاحبو! مجھے تکبر کا مرض ہے، آپ لوگ دعا کریں کہ میرا مرض اچھا ہو جائے۔

ایک صاحب نے حکیم الامت کو لکھا کہ میرے اندر تکبر کا مرض ہے اور وہ تھے خان صاحب، ان کو میں نے کراچی میں دیکھا تھا، تو حضرت نے لکھا کہ یہ بات ہر خط میں لکھو، خود انہوں نے بتایا کہ اس علاج سے میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کسی کا پیر کچھ وظیفہ نہیں

بتائے، خالی یہ کہہ دے کہ تم خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ اور میرے مہمانوں کو چائے بنا کر پلاؤ، تو وہ اسی سے ولی اللہ ہو جائے گا، اور فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ شیخ کی دعا سے طے ہوتا ہے۔

ذکر اسمِ ذات کا ثبوت

تو میں جس مضمون کو بیان کرنا چاہتا تھا وہ مضمون یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا[۳۶۲]

اپنے رب کا نام لو۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے امام بیہقی تھے۔ یہ بات مجھ کو میرے شیخ نے بتائی۔ اور یہ کس کے خلیفہ ہیں؟ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے، انہوں نے اپنی تفسیر کا نام اپنے پیر کے نام پر تفسیر مظہری رکھا ہے۔ تو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو یہ فرمارہے ہیں کہ اپنے رب کا نام لو تو رب کا نام تو اللہ ہے، لہٰذا اس سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت ملتا ہے جو صوفیا کرتے ہیں۔ اے علماء دین! دیکھو تفسیر مظہری۔ اب تفسیر کے حوالے سے بڑھ کر اور کیا حوالہ دے سکتا ہوں؟

حکیم الامت فرماتے تھے کہ صحابہ بھی ایک ایک لفظ کو بار بار رٹتے تھے، جیسے اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ[۳۶۳] یاد کرنا ہے تو اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ، اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ دس بیس دفعہ کہتے تھے تو یاد ہو جاتا تھا۔ تو ہمارے اکابر اسمِ ذات کا تکرار اس لیے بتاتے ہیں تاکہ اللہ کے نام کا دل میں رُسوخ ہو جائے ؏

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

اور حکیم الامت اپنے وعظ میں فرماتے ہیں کہ یہاں رب کیوں نازل کیا کہ اپنے رب کا نام لو؟ فرمایا کہ یہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ اپنے ابا کا نام لو اور ابا مر گئے ہوں، تو ابا کے نام سے آنسو آجاتے ہیں یا نہیں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ اپنے رب کا نام لو جو زندہ حقیقی ہے اور جو تمہیں پالتا ہے۔ اور اللہ کا نام عاشقانہ لو، درد بھرے انداز سے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

---

[۳۶۲] المزمل:۸

[۳۶۳] الانشقاق:۱

عام می خوانند ہر دم نام پاک
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشق ناک

عام لوگ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ہیں، مگر ٹھیک سے ادا بھی نہیں کرتے تو یہ کامل اثر نہیں کرتا۔ جب دردناک محبت سے ایک مرتبہ اللہ کہو تو زمین سے آسمان تک شربتِ روح افزا سے بھر جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کے گنّوں میں رس پیدا کرتا ہے اور سارے عالم کو شکر دیتا ہے اور جب سے حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں تب سے آج تک اور قیامت تک شکر دے رہا ہے۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے؟ اے دل! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا پیدا کرنے والا زیادہ حسین ہے؟ اگر مجنوں کو اُس زمانے کا شمس الدین تبریزی مل جاتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا۔

آج بھی جو رومانٹک میں مبتلا ہیں اور لیلاؤں کے چکر میں ہیں، کسی اللہ والے کا دامن پکڑ لیں اور کچھ دن خانقاہوں میں رہ لیں تو آج بھی اِس زمانے کے شمس الدین تبریزی زندہ ہیں، ان شاء اللہ ان کی روحانیت کے فیض سے اس کا عشقِ لیلیٰ عشقِ مولیٰ سے بدل جائے گا اور وہ پاگل بھی نہیں ہوگا۔ مجانین جتنے بھی ہیں سب پاگل ہوگئے، مجنوں کی جمع مجانین ہے، اور مولیٰ کا کوئی عاشق پاگل نہیں ہوتا، اِلّا یہ کہ جس کا کوئی رہبر نہ ہو یا اپنے پیر کے مشورے کے خلاف زیادہ ذکر کرلے۔

ذکر شیخ کی تجویز کے مطابق کرنا چاہیے

حضرت حکیم الامت کے سگے بھتیجے مولانا شبیر علی مرحوم نے ناظم آباد کراچی میں مجھ سے خود فرمایا کہ حضرت حکیم الامت نے ایک شخص کو ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ بتایا، اس کو مزہ آیا تو اس نے ۲۴ ہزار دفعہ پڑھ لیا، اب اس کا دماغ گرم ہوگیا اور وہ تھانہ بھون کی خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا، بعد میں اس کو نکالا اور پانی پر دم کرکے دیا اور پھر سمجھایا کہ اگر کوئی حکیم سات دانے بادام کے بتائے اور تم ایک پاؤ کھالو تو لنگی اتار کر پھینک دوگے، پاجامہ اتر جائے گا اور ننگے پھروگے۔

یہ واقعہ میرے ایک مریض کے ساتھ پیش آچکا ہے، وہ ایک پاؤ بادام کھا گیا اور رات بھر لنگی کرتا اُتار کر گھر میں ٹہلتا رہا، شکر ہے کہ باہر نہیں نکلا، صبح کپڑے پہن کر میرے پاس آیا کہ گرمی لگ رہی ہے۔ میں نے کہا کہ دن بھر لسی پیو، آج روٹی مت کھانا، بس دہی لسی اور اسپغول کی بھوسی، دن بھر اس کو یہی پلایا تو ٹھیک ہوگیا۔ تو جس طرح دنیاوی دوا اگر ڈاکٹر اور حکیم کی مرضی کے خلاف زیادہ کھالے تو گرمی پیدا ہوجاتی ہے، تو شیخ کے مشورے کے خلاف اس ظالم نے چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کیا تو کنویں میں کود پڑا پھر اس کو نکالا گیا اور حضرت حکیم الامت نے بہت ڈانٹ لگائی کہ اگر تو مرجاتا تو پولیس اشرف علی کو گرفتار کرتی کہ تم کیسے پیر ہو کہ مریدوں کو مار ڈالتے ہو۔

شیخ کو تھوڑا بہت طبیب بھی ہونا چاہیے، لہٰذا اتنا وظیفہ مت بتاؤ کہ مرید کا دماغ غیر معتدل ہوجائے اور بیوی بچوں سے لڑے کہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ جانتے نہیں ہو کہ میں ذکر کرتا ہوں، مجھے جلال چڑھا ہوا ہے، اور جب آلو خریدتا ہے تو ٹھیلے والے سے بھی کہتا ہے کہ دو آلو زیادہ ڈال دو، دیکھتے نہیں ہو میری آنکھ، رات بھر کا جاگا ہوا ہوں، جلا کر خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں۔ یہ کیا ہے؟ تصوف آلو کھانے کے لیے ہی رہ گیا ہے؟ لہٰذا مرید کے مزاج کو معتدل رکھنا شیخ پر فرض ہے کہ اپنے مریدوں کو اخلاق سکھائے کہ اپنی بیویوں کو پیار کرو، جس گال کو چومتے ہو وہاں طمانچہ مت مارو، اگر ان سے خطائیں ہوجائیں تو اس کو معاف کردو اور اگر کم خوبصورت ہے اور باہر کی ذرا زیادہ نمکین نظر آئی تو فوراً کہو کہ اے اللہ! میری بیوی میری لیلیٰ ہے۔ اس پر اختر کا فارسی شعر ہے۔

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مراد ادست او مولائے من

میری لیلیٰ تو میری بیوی ہے اور یہ کس نے دی ہے؟ میرے مولیٰ نے دی ہے۔ اور پھر حدیث شریف کا وعدہ ہے کہ جنت میں مسلمان عورتیں حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی، لہٰذا چند دن صبر کرلو۔ اگر کالی زمین سے سونا نکل آئے تو یہ کیسی زمین ہے اور اگر سفید زمین سے سانپ نکل آیا تو کیا ہوگا؟ اس لیے وائٹ کلر مت دیکھا کرو۔ بعضے وائٹ کلر کی بیویوں سے ایسے نالائق لڑکے پیدا ہوئے کہ باپ کو ستاستا کر موت کے قریب کردیا، اور کالی کلوٹی بیویوں سے اولیاء اللہ پیدا ہوئے، اس لیے یہ دیکھو کہ زمین کے اندر پیداوار کیا ہے؟ اس کا کالا گورا رنگ مت دیکھو۔ اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سفارش نازل فرمائی ہے عَاشِرُوۡھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ کتنے اولیاء اللہ صرف بیوی کے صبر سے ولی اللہ ہوئے ہیں۔ ایک آدمی کی

بیوی سے کھانے میں نمک تیز ہو گیا تو اس نے صبر کیا اور کہا کہ اے اللہ! اگر میری بیٹی سے نمک تیز ہو جاتا اور وہ اپنے شوہر کے کھانے میں ڈبل نمک ڈال دیتی اور میرا داماد اسے نہ مارتا تو میں داماد سے خوش ہو جاتا، آج آپ کی بندی کے ڈبل نمک ڈال دینے سے میری ڈش خراب ہو گئی، میری فش خراب ہو گئی ایک تو سمندر کی فش تھی پہلے ہی سے نمکین تھی، سمندر میں نمکین پانی ہوتا ہے تو سمندر کی مچھلی تو خود نمکین ہوتی ہے، اوپر سے بیوی نے ڈبل نمک ڈال دیا، تو اس نے بیوی کو معاف کر دیا۔ جب وہ مر گیا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ نے صرف میری بیوی کی خطا معاف کرنے پر مجھ سے یہ فرمایا کہ تیری زندگی کی تمام خطاؤں کو معاف کرتا ہوں۔ تو بیویوں کی خطاؤں کو معاف کرو، ان کے ساتھ پیار محبت سے رہو، ان کو مارو پیٹو مت، ان سے لڑائی مت کرو، اور اگر بیوی تیز مزاج کی ہے تو جب گھر میں داخل ہو تو تین دفعہ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کر اس پر اس طرح سے دم کرو کہ اسے پتا نہ چلے کہ اس پر دم کر رہا ہے۔ اس سے کہو کیم چھو، وہ پوچھے کہ کیم چھو کیا ہے؟ تو کہو کہ خیریت پوچھ رہا ہوں کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ تو کیم چھو کہہ کر اس پر چھو کر دو، اور اگر شوہر مزاج کا کڑوا ہے تو اس کی بیوی بھی تین دفعہ یہی پڑھ لے اور جب شوہر آئے تو اس پر کیم چھو کر کے چھو کر دے یا کھانے میں یا پانی میں دم کر دے، اس سے دل مہربان ہو جاتا ہے، یہ کوئی جادو نہیں ہے اللہ کا نام ہے۔ اور اگر امام پڑھے تو ان شاء اللہ کمیٹی والے اس کا خیال رکھیں گے اور اگر کمیٹی والے پڑھیں تو امام تختہ نہیں اُلٹے گا۔

ایک لطیفہ

مولانا عبد الحمید نے ایک عجیب قصہ سنایا جو مجھے بہت پسند آیا۔ ایک بادشاہ کے پاس ایک ہاتھی تھا، تو بادشاہ نے کہا کہ جو میرے ہاتھی کو رُلا دے گا اس کو میں انعام دوں گا۔ اس کو کوئی ایسی بات سناؤ کہ وہ رونے لگے تو لوگوں نے اس کو بڑے بڑے غم سنائے، کسی نے کہا کہ میری بیوی مر گئی، کسی نے کہا کہ میرا جوان بیٹا مر گیا، کسی نے کہا کہ میرے یہاں چوری ہو گئی اور میرا مال چلا گیا۔ ہاتھی بہت بڑے دل والا ہوتا ہے، اس کا صبر بھی ہاتھی جیسے ہوتا ہے، لیکن ایک مولوی آیا اور اس نے اپنی تنخواہ بتا دی، بس وہ زار و قطار رونے لگا اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا گزارا کیسے ہوتا ہے؟ یہ تو بہت تھوڑی تنخواہ ہے۔

تو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ سے اللہ کے نام اور ذکر اسمِ ذات کا ثبوت مل گیا، مگر عاشقانہ محبت سے اللہ کا نام لو، اللہ کا نام لیتے ہی آنکھوں میں آنسو آجائیں کہ اللہ میرا پالنے والا، میرا مولیٰ، میرا خالق، میرا مالک ہے۔

تصوف کے مسئلہ غیر اللہ سے انقطاع کا قرآنِ پاک سے ثبوت

اس کے بعد وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ہے یعنی غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ غیر اللہ سے کٹنے کے لیے اور اللہ سے جڑنے کے لیے اللہ نے پہلے اپنا نام بتایا، چوں کہ اللہ مقناطیس کا خالق ہے، میگنٹ پیدا کرتا ہے، تو شیخ کے مشورے سے اللہ اللہ کرو۔ اب اگر کوئی کہے کہ شیخ کی قید کیوں لگاتے ہو؟ پھر پیری مریدی کا چکر لگا دیا۔ تو جب خواجہ صاحب نے حکیم الامت سے پوچھا تھا کہ حضرت! کیا اللہ کے ذکر میں یہ طاقت نہیں کہ ہمیں اللہ تک پہنچا دے؟ یہ پیر سے مشورہ کرنا اور شیخ کی قید کیا ضروری ہے؟ تو حکیم الامت نے فرمایا کہ اللہ تک ذکر ہی سے پہنچو گے، ذکر ہی ذاکر کو مذکور تک پہنچائے گا، کاٹتی تلوار ہی ہے مگر زمین پر پڑی رہ کر نہیں کاٹتی، جب سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے تب کاٹتی ہے۔ تو شیخ اللہ کے راستے کا سپاہی ہے، اس کے مشورے سے ذکر کرو گے تب ذکر کی کاٹ ساتوں آسمان پار کر کے تم کو اللہ تک پہنچائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو کھینچ لیتے ہیں، جیسے قطب نما کی سوئی میں تھوڑا سا میگنٹ لگا ہے تو قطب شمالی اس کو کھینچے رہتا ہے، یہ مکھی کے سر کے برابر جو میگنٹ کی پالش ہے یہ قطب شمالی کو نہیں کھینچتی، وہاں تو لاکھوں ٹن مقناطیس ہے، بلکہ قطب نما کی سوئی کو قطب شمالی کھینچتا ہے، بڑا مرکز چھوٹی چیز کو کھینچتا ہے۔ تو جب بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی سوئی میں اللہ کے نام کا جو نور پیدا ہوتا ہے، تو اللہ کا بڑا نور اس کے چھوٹے نور کو کھینچ لیتا ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کے نور کا مرکز خود اسے کھینچ لیتا ہے، اور اس کی وجہ ہے ذکر اللہ کی برکت، اہل اللہ کی صحبت اور گناہوں سے حفاظت، اور یہ اسمِ ذات استقامت علی التقویٰ کی ضمانت بھی ہے اور تبتّل کا ذریعہ بھی ہے۔

مربّی بنانے میں دیر کرنا سخت نقصان دہ ہے

اب ذرا عاشقوں کی بات سنو! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی پر غسل واجب تھا، وہ دریا کے کنارے کھڑا کہہ رہا تھا کہ اے دریا! میں ناپاک ہوں، تیرے اندر کیسے آؤں؟ مجھے شرم آتی ہے، کیوں کہ تو پاک ہے اور میں ناپاک، تیری شانِ عزت اور عظمت رُکاوٹ ڈالتی ہے تو دریا نے ہنس کر کہا کہ اے بے وقوف، انٹرنیشنل ڈنکی اور منکی! تو قیامت تک ناپاک رہے گا جب تک میرے اندر نہیں آئے گا، میرے اندر تجھ جیسے ہزاروں نہا کر پاک ہو جاتے ہیں اور مسجدوں میں جا کر امامت کرتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے۔ تو

گناہوں کی وجہ سے خانقاہوں میں جانے اور اللہ کو یاد کرنے میں دیر مت کرو، چاہے ہزاروں گناہ کی عادت ہو فکر مت کرو، جلدی سے اللہ والوں کے دریائے فیض اور دریائے طاقتِ روحانی کے پاس چلے جاؤ، خانقاہوں میں رہو ان شاء اللہ گناہ چھوڑنا نہیں پڑیں گے خود چھوٹ جائیں گے۔

بعضوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ پیروں کے پاس مت جانا، ورنہ گناہ چھوڑنا پڑیں گے اور یہ مزیدار زندگی اور حرام لذت کیسے ملے گی؟ تو میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اللہ والوں کے پاس جاکر گناہ چھوڑنے نہیں پڑتے، خود چھوٹ جاتے ہیں اور اس کی ایک مثال دی۔ اب مثال بھی سنو کہ کراچی میں ایک آدمی دس ہزار روپے رشوت لے کر چلا، اچانک اس کے ایک دوست نے آکر کان میں بتایا کہ پولیس تمہیں پکڑنے آرہی ہے تو اس رشوت لینے والے نے اِدھر اُدھر دیکھا، قریب ہی گٹر کے ڈھکن کھلے تھے، پاکستان غریب ملک ہے، وہاں چرسی گٹر کے ڈھکن چرا کر بیچ دیتے ہیں اور بیڑی پی لیتے ہیں تو اس نے پہلے تو ڈھکن چور کو دعا دی کہ اے اللہ! اس کو معاف کردے پھر اس نے جلدی سے دس ہزار روپے گٹر میں پھینک دیے۔ اب جب پولیس نے کہا کہ جیب کی تلاشی دو، ہم کو انفارمیشن، اطلاع ملی ہے کہ تم نے دس ہزار روپے رشوت لی ہے، تو اس نے کہا کہ صاحب دیکھ لیجیے اور دونوں ہاتھ اٹھادیے، اب وہاں کچھ بھی نہ نکلا، تو پولیس والوں نے کہا کہ (Sorry) سوری، ہمیں غلط اطلاع ملی تھی۔ تو میرے شیخ نے فرمایا کہ اس آدمی نے رشوت کے دس ہزار روپے پولیس والوں کے ڈر سے اور جیل اور سزا کے ڈر سے خود چھوڑ دیے یا چھڑانے پڑے؟ اور چھوڑ کر خوشی ہوئی یا غم ہوا؟ تو جب اللہ والوں کی صحبت سے دوزخ پر اور جنت پر اور میدانِ محشر پر اور اللہ پر یقین وایمان پیدا ہو جائے گا تو گناہ چھوڑنے نہیں پڑیں گے خود چھوڑ دو گے۔

اس پر ایک واقعہ یاد آیا، ہمارے یہاں پرتاب گڑھ میں دو چوروں نے بیل چرایا، جب پولیس والوں نے دوڑایا تو ایک مسجد میں بے وضو تہجد پڑھنے لگے، اب پولیس والوں کو تعجب ہوا کہ یہ تہجد کا کون سا وقت ہے اور بیل بھی موجود، تو سمجھ گئے کہ کمبخت یہی چور ہیں، جاکر پکڑا اور پٹائی کی، تو اقرار کیا کہ ہم ہی چور ہیں اور جان بچانے کے لیے بے وضو تہجد پڑھ رہے تھے تاکہ پولیس والے ہم کو ولی اللہ سمجھیں۔

تو قلب کو اگر غیر اللہ سے پاک کرنا ہے تو اللہ کا نام اللہ والوں کے مشورے سے لینا شروع کردو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ارے ظالمو! اگر پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے تو مشیر ہی بنالو، مشورہ ہی لے لو۔ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی کہ مشیر ہی بنالو جیسے دنیا کے لیے مشیر بناتے ہو، لیکن ایک دن پیر کی ایسی محبت ملے گی اور ان شاء اللہ ایسا مزہ آئے گا کہ خود ہی مرید ہو جاؤ گے۔ تو دو مسئلے ثابت ہو گئے، نمبر ایک اللہ کے نام کی

برکت سے غیر اللہ سے منقطع ہونا۔ تصوف کا مسئلہ قرآنِ پاک سے ثابت ہو رہا ہے، تو ذکرِ اسمِ ذات کو عاشقانہ کرو، یہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ہے، اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ، یہ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ہے، یہاں مقدّم و مؤخر میں کیا حکمت ہے اور کیا علوم ہیں؟ کہ اللہ کے نام میں میگنٹ ہے، خود کھنچتے چلے جاؤ گے اور غیر اللہ سے چھوٹتے چلے جاؤ گے۔ جس کی کشش زیادہ ہوتی ہے اسی کی طرف آدمی کھنچ جاتا ہے، اللہ کا مقناطیس قوی تر ہے لہٰذا اللہ کے نام سے اسی کی طرف کھنچ جاؤ گے۔

آیت رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ سے تصوف کے ایک اور مسئلہ کا ثبوت

اب آگے ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ تصوف کا یہ مسئلہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری میں قرآنِ پاک سے ثابت فرما رہے ہیں اور حکیم الامت اپنے بیان میں فرما رہے ہیں کہ ذکر کے وقت دل میں وسوسہ آئے گا، شیطان فوراً پہنچ جائے گا کہ ناشتہ کا وقت ہو گیا، بیکری سے ڈبل روٹی، مکھن، بسکٹ لینا ہے۔ تو اللہ نے اس کا جواب سکھا دیا کہ جب میں مشرق پیدا کر سکتا ہوں اور سورج نکال کر دن پیدا کر سکتا ہوں، تو تیرے دن کے کاموں کے لیے میں کافی نہیں ہوں؟ جب اللہ اللہ کر کے فارغ ہو جانا تو بیکری چلے جانا، ذکر کی حالت میں بیکری کو کیوں یاد کرتا ہے؟ مجھے یاد کر، کیوں کہ میں رَبُّ الْمَشْرِقْ ہوں، جب میں دن پیدا کر سکتا ہوں تو تیرے دن کے کاموں کو نہیں بنا سکتا؟ اب اگر کوئی رات میں تہجد پڑھ رہا ہے اور وہاں شیطان پہنچا کہ گھر میں آٹا نہیں ہے اور آٹا پسوانا ہے تو رَبُّ الْمَغْرِبْ سے تسلی حاصل کرو کہ اے صوفیو! جب میں رات پیدا کر سکتا ہوں تو تمہارے رات کے کام بھی بنا سکتا ہوں، مجھ پر بھروسہ کرو۔ جب ذکر پورا کر لو، وظیفے پڑھ لو تو بعد میں چلے جانا۔

ذکرِ نفی و اثبات کا ثبوت

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نفی اثبات کا ثبوت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری میں دیتے ہیں کہ صوفیا کا نفی اثبات اسی کے اندر موجود ہے۔[۳۶۴] لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا عاشقانہ ترجمہ اختر یہ کرتا ہے کہ ان کے سوا ہمارا کون ہے؟ کبھی ہمیں أَنْتَ سے سکھایا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کہ آپ کے سوا ہمارا کون ہے؟ کبھی غائب سے سکھایا کہ ایسے کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ ان کے سوا ہمارا کون ہے؟

۳۶۴؎ التفسیر المظہری: ۱۰/۱۱۱، المزمل(۹)، دار احیاء التراث، بیروت

تصوف کے مسئلہ توکل وصبر کا ثبوت

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا پھر اپنے اللہ کو اپنا وکیل اور کارساز بناؤ اور ان ہی پر بھروسہ کرو۔ اور بھروسے کی وجہ بھی بیان کردی کہ دن ورات میں پیدا کرتا ہوں، تو تم دن ورات کی فکر کیوں کرتے ہو؟ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا میں توکّل بھی سکھادیا۔

آخر میں کہا وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اب جب صوفی بنوگے تو لوگ اعتراض بھی کریں گے کہ گول ٹوپی پہن کر یہ کہاں پیری مریدی میں لگ گئے؟ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ کے نام کے صدقے میں جب دردِ دل آئے گا تو تقریر میں، تدریس میں اور عبادت میں وہ اثر آئے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی کہ اس شخص میں پہلے تو کوئی بات نہیں تھی، لیکن اب جب بولتا ہے تو اشکبار آنکھوں اور تڑپتے ہوئے قلب سے اس کی تقریر میں کیسا جادو آگیا ہے۔ تو اگر تم کو کوئی چھیڑے، صوفی کہے یا یہ کہے کہ بدھو ہوگئے ہیں، کسی پیر نے پھنسالیا یا پیر نے کچھ جادو کردیا ہے یا پیری مریدی کا چکر کہے، تو میں نے اپنی خانقاہ میں اعلان کیا کہ جو پیری مریدی کو چکر سمجھتا ہے اختر بھی اس کے چکر میں نہیں رہتا ہے ؎

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رِند وہ پھر کیوں اِدھر آئے
فرزانہ جسے بننا ہو وہ جائے کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ اِدھر آئے

تو اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان سے لڑو مت، کیوں کہ جو آدمی مخلوق سے لڑتا ہے پھر وہ خالق کے قابل نہیں رہتا، لہٰذا حکیم الامت تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى مَجَارِى الْقَضَاءِ لَا يُفْنِىْ اَيَّامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ بَلْ يَقُوْلُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ[۳۶۵]

جو اللہ کے عرشِ اعظم اور فیصلے کے مجری پر نظر رکھتا ہے مخلوق کے جھگڑوں میں اپنی زندگی کو ضایع نہیں

۳۶۵؎ بیان القرآن: ۹۵/۱، یوسف (۹۲)، ایچ ایم سعید

کرتا، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام والی سنت ادا کرو کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ[۳۶۶] اپنی زندگی کو مخلوق کے جھگڑے میں مت لگاؤ اور ہجرانِ جمیل اختیار کرو، اور ہجرانِ جمیل کیا ہے؟ مفسرین لکھتے ہیں:

اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ هُوَ الَّذِیْ لَا شَكْوٰی فِيْهِ وَلَا انْتِقَامَ[۳۶۷]

شکایت نہ کرو، غیبت نہ کرو اور بدلہ نہ لو، اپنے اللہ کے نام میں لگے رہو، ایک دن آئے گا کہ بڑے بڑے تمہاری خوشامد کریں گے۔ ایک امام کو کمیٹی والے ستا رہے تھے تو اس نے حزب شروع کردیا، تو اس میں کئی دفعہ زمین پر ہاتھ مارتے ہیں اور سامنے چھو چھو کرتے ہیں۔ جب کمیٹی والوں نے یہ سنا تو مارے ڈر کے سب کہنے لگے کہ بھئی یہ تو ہمیں برباد کردے گا۔ خوب عجیب و غریب وظیفہ ہے، اس میں زمین پر ہاتھ بھی مارنا پڑتے ہیں، تو سب سمجھ گئے کہ زمین پر ہاتھ مار رہا ہے تو یہ ہم سب کو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کرنے والا ہے، تو جس کے دشمن زیادہ ہوں وہ حزب پڑھنا شروع کردے، اس کا بہت اثر پڑتا ہے اور بالکل مسجد میں پڑھو، علی الاعلان خوب دکھا کر چھو چھا کرو وہ ایسے ہی ڈر جائے گا۔

ایک علمِ عظیم

تو تصوف کے سارے مسائل اس میں آگئے۔ اس کتاب کا مصنف کون ہے؟ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر انہوں نے ایک علمی سوال قائم کیا کہ صوفی جب بالکل ولی اللہ ہوجاتا ہے تو سب سے اعلیٰ مقام پر اس کو صرف تہجد کا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کا غلبہ رہتا ہے۔ تو یہاں انتہا والا جو سبق تھا وہ اللہ نے پہلے بیان کردیا قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا اور وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا[۳۶۸] قرآنِ پاک کی تلاوت اور تہجد کو تو پہلے ہی بیان کردیا، اور جو نیچے والے سبق تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں بیان کیا، حالاں کہ پہلے میٹرک ہوتا ہے پھر انٹر ہوتا ہے، پہلے موقوف علیہ پڑھتے پھر بخاری شریف ملتی ہے، تو اس کا جواب قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہ دیا کہ جن پر قرآن نازل ہورہا تھا وہ سید المنتہین تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت سے سب سے اعلیٰ سبق پہلے نازل کیا گیا۔ کیا پیارا جواب دیا!

---

[۳۶۶] یوسف:۹۲

[۳۶۷] بیان القرآن:۲/۵۲،المزمل(۱۰)،ایچ ایم سعید

[۳۶۸] المزمل:۴

اللہ کے نام کی بے مثل لذت

دوستو! جینے کا مزہ اللہ کی محبت ہی میں ہے۔ واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت اور ان کے نام میں جو مزہ ہے دنیا میں وہ مزہ کہیں نہیں ہے۔ بتاؤ اللہ بے مثل ہے یا نہیں؟ سورۂ اخلاص میں پڑھتے ہو وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اس کا ترجمہ کیا ہے؟ کہ اللہ کا کوئی مثل نہیں ہے، تو ان کے نام کی مٹھاس کا بھی کوئی مثل نہیں ہے، تو جب اللہ دل میں آتا ہے تو سورج و چاند میں لوڈ شیڈنگ معلوم ہوتی ہے، سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، پاپڑ، سموسہ اور بریانی اپنے مالک کے نام کی لذت کے سامنے بے لذت ہو جاتے ہیں، بالکل بے قدر ہو جاتے ہیں۔ جب خواجہ صاحب کو نسبت مع اللہ ملی تو خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

خواجہ صاحب نے جونپور میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ انسان جب اللہ والا ہو جاتا ہے، ولی اللہ ہو جاتا ہے، نسبت مع اللہ حاصل ہو جاتی ہے، تو کیا اس کو بھی پتا چل جاتا ہے کہ میں صاحبِ نسبت ہو گیا، اللہ مجھے مل گیا؟ مولیٰ ملنے کا، نسبت عطا ہونے کا کیسے پتا چلتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو خود پتا چلا تھا یا دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ یارو بتاؤ میں بالغ ہو گیا یا نہیں؟ ایسے ہی جو اللہ تک پہنچ جاتا ہے وہ روحانی طور پر بالغ ہو جاتا ہے اور اس کے قلب کو اللہ کی تجلیاتِ قُرب عطا ہو جاتی ہیں، خاص کر جو نظر بچاتے ہیں، جو حسین لڑکوں کو اور حسین لڑکیوں کو نہیں دیکھتے اور دل پر غم اُٹھاتے ہیں ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ نازل ہوتی ہیں۔

دلِ شکستہ کی قیمت

یاد رکھو! یہ الفاظ زمین میں نہیں پاؤ گے، حق تعالیٰ کے کرم نے اختر کو عطا کیے ہیں کہ جو اللہ کے خوف سے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ[٣٦٩] یعنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں، لاکھ ان کا دل دیکھنے کو چاہتا ہے، مگر دل توڑتے ہیں اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے، تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے کہ ایسے بندوں کے دلوں کو پیار کرے، ایسے دلوں پر کیسی تجلی نازل ہوتی ہے؟ تجلیاتِ قُربِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ نازل ہوتی ہیں، کیوں کہ وہ ہر

---

[٣٦٩] النور: ٣٠

وقت غم اُٹھاتے ہیں، تو اللہ کو ایسے دل پر پیار نہ آئے گا جو ان کے لیے اپنا دل توڑے اور اللہ کے قانون کا احترام کرے؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے کہ جو بد نظری کرتا ہے، حسینوں کا نمک چکھتا ہے وہ نمک حرام ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۳۰] اے خدا! ان لوگوں پر لعنت نازل فرما۔ تو جس پر لعنت نازل ہوگی نہ اس کے عمل میں برکت آئے گی نہ وہ سرکاری کام کے لیے قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سرکاری کام یعنی دین کی خدمت ان بندوں کی قبول فرماتے ہیں جو اس سرکار کے وفادار ہوتے ہیں اور یہ وفاداری کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت دل میں استیراد، درآمد اور امپورٹ کرے۔

سر شکستہ نیست ایں سر را مبند
چند روزے جہد کن باقی بخند

بس چند دن کی محنت ہے پھر نظر بچانے کی عادت بن جائے گی۔

دیکھیے آپ عطر کی دکان میں نوکری کر رہے ہیں، اب جہاں گو کے کنستر ہوں وہاں آپ جاسکتے ہیں؟ تو اللہ والے عطر کی دکان ہیں، اللہ کی محبت کی خوشبو ان کی صحبت میں ہے، چند دن ان کے مشورے پر عمل کرلو ان شاء اللہ جب مولیٰ مل جائے گا، اللہ مل جائے گا تو گناہ کرنے میں زمین و آسمان تم کو تنگ معلوم ہوں گے اور سارے حسینوں کے گراؤنڈ فلور کی گندگیاں نظر آئیں گی، یہ سب حسن اوپر ہی اوپر ہے، گراؤنڈ فلور میں پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے۔

بس اب تقریر ختم کرتا ہوں، کیوں کہ کھانے کا بھی وقت ہوگیا ہے، بعضوں کو بھوک لگی ہوگی تو ایسا نہ ہو کہ دل ہی دل میں مجھے کوستے ہوں کہ جلدی تقریر ختم ہو۔ میں آپ لوگوں کے کوسنے سے کوسوں دور بھاگنا چاہتا ہوں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور ہم سب کو اللہ اپنے پیاروں کی محبت عطا فرمائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا ہے وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اے اللہ! جو تیرے عاشق ہیں مجھ کو ان کی محبت نصیب فرما۔ نبی ہو کر، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر اللہ کے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں، اور جب یہ چیز مل جاتی ہے تو اللہ بھی مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عاشقوں کی محبت عطا فرمائے اور اللہ والی حیات نصیب فرمائے اور ہم سب کے نصیبوں کو نصیبِ دوستاں بنائے، نصیبِ اولیاء بنائے، نافرمانوں کی لعنتی حیات سے ہم سب کو نکال کر اپنی فرماں برداری کی محبت عطا فرمائے اور ہماری دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے اور

---

[۳۰] کنز العمال: ۳۳۸/۷ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

ہماری اولاد کو بھی محروم نہ فرما، ہمارے احبابِ حاضرین اور غائبین کو بھی محروم نہ فرما اور سارے عالم میں آپ کی محبت میں پھرنے کے لیے آپ سے گروہِ عاشقاں مانگتا ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ اس دردِ محبت کو اور دردِ دل کو میرے دل میں بھی اور آپ کے دلوں میں بھی اُتار دے اور ہمیں اپنے لیے بے چین کردے، ہمیں امپورٹ ایکسپورٹ آفیسر بننے سے بچالے کہ بس کھاؤ اور صبح کو لیٹرین میں جمع کردو، ہم دنیا میں اللہ کے لیے پیدا ہوئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی غلامی کریں اور تقویٰ والی زندگی گزاریں۔

تقویٰ کی فرضیت کی دو حکمتیں

تقویٰ کے فرض ہونے کی دو حکمتیں ہیں جن کو میں مختصر بیان کرتا ہوں:۱) ہم نے دنیا میں تم کو غلام بناکر بھیجا ہے، تم تقویٰ کی برکت سے سر پر تاجِ ولایت اور تاجِ دوستی رکھ کر ہمارے پاس آؤ۔ ۲) تقویٰ فرض ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ گناہ ہم اس لیے حرام کرتے ہیں کہ گناہ سے تم ہم سے دور ہو جاؤ گے، جب ماں باپ اپنے بچوں کو اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتے تو میں ارحم الراحمین ہو کر تمہیں اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتا، اس لیے گناہ تم پر حرام کرتا ہوں تاکہ گناہ کرکے تم ہم سے دور نہ ہو، ہم تمہاری دوری پر خوش نہیں ہیں، ہم اپنی رحمت سے تم کو اپنے قریب اور اپنے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۵؍نومبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعرات، بعد مغرب

فیضِ مرشد

ارشاد فرمایا کہ میں اپنے احباب سے عرض کردیتا ہوں کہ مجھ سے جو کچھ بھی کام ہو رہا ہے یہ میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب کے صدقے اور فیض اور ان کے کٹ آؤٹ سے ہو رہا ہے، تو یہ سمجھو کہ دریائے ہردوئی تو دور ہے لیکن اس وقت ٹونٹی یہاں ہے، کیوں بھئی دریا اگر دور ہو اور پائپ سے پانی آرہا ہو اور اس ٹونٹی سے کوئی پی لے تو دریا سے اس نے فائدہ اٹھالیا یا نہیں؟ گویا ہردوئی کا فیض تم پارہے ہو، اس کو میرا کمال مت سمجھو، یہ سب میرے شیخ کے کمال ہیں، لہٰذا سمجھ لو کہ جوہانسبرگ میں دریائے ہردوئی کی ٹونٹی سے مال مل رہا ہے۔ اگر شیخ کا کٹ آؤٹ نہ ہو تو آدمی گیٹ آؤٹ ہو جاتا ہے۔ دیکھا اس فقیر کی انگریزی! یہ سب حضرت کی کرامت اور برکت ہے۔ ہمارے بزرگوں نے یہی فرمایا کہ جو کچھ نفع ہو سب شیخ کا فیض سمجھو، اپنا کمال مت سمجھو۔ آپ حکیم الامت کا ہر وعظ پڑھ لو، ہر وعظ میں یہی ہے کہ اشرف علی کچھ نہیں سب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ جس نے اپنے کو کچھ سمجھ لیا بس سمجھ لو کہ وہ ڈوب گیا، تکبر و عجب اور پندار سے اس کی کشتی غرق ہو گئی، اسی لیے یہ اس راستے کی برکت ہے کہ مرید اپنے کمالات کو شیخ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

پیری مریدی کا طریقہ اَقْرَبُ اِلَی السُّنَّۃِ ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ ہمیشہ شیخ رہتا ہے، شیخ کبھی مرید کا مرید نہیں ہو سکتا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آج ایک تشکیل میں وہ اپنے مرید کا امیر ہے کل دوسری تشکیل میں وہ اس کا مامور ہو جائے، پیری مریدی کا طریقہ اَقْرَبُ اِلَی السُّنَّۃِ سنت کے سب سے زیادہ قریب ہے، کیوں بھئی نبی کبھی امتی ہو سکتا ہے؟ تو شیخ کبھی مرید نہیں ہو سکتا، شیخ اپنے مرید کے قلب پر ہمیشہ امیر رہے گا، اس کی حکومت و سلطنت ہمیشہ رہے گی۔

دین کے تمام شعبے ایک دوسرے کے رفیق ہیں، فریق نہیں

لیکن تبلیغی جماعت ہو یا درس و تدریس ہو یا شیخ سے اصلاحی تعلق ہو، ہر کام ضروری ہے، ہر کام کو اپنا رفیق سمجھو، اسلام کے جتنے بھی طریقے ہیں سب ایک دوسرے کے فریق نہ بنیں رفیق بنیں۔ جیسے ریلوے ڈیپارٹمنٹ میں کوئی بجلی ٹھیک کرتا ہے، کوئی ٹکٹ دیتا ہے، کوئی ٹکٹ چیک کرتا ہے، کوئی اسٹیشن ماسٹر ہے، کوئی گارڈ ہے جو جھنڈی دکھاتا ہے اور کوئی ڈرائیور ہے جو ریل کا انجن چلاتا ہے، ہر ایک کہتا ہے کہ بھئی ہم لوگ ڈیپارٹمنٹ کے آدمی ہیں تو ایسے ہی کوئی تبلیغی جماعت سے متعلق ہے، کوئی بخاری شریف پڑھا رہا ہے، کوئی امامت کر رہا ہے، کوئی نورانی قاعدہ پڑھا رہا ہے، سب ایک ہی ڈیپارٹمنٹ یعنی اسلام کے آدمی ہیں، انہیں فریق مت بناؤ، ورنہ پھر اس تفاضل اور تقابل سے دین میں اختلاف شروع ہو جائے گا، لیکن صحبتِ اہل اللہ کا اہتمام بغرضِ اصلاحِ نفس سب کے لیے ضروری ہے، کیوں کہ اس کے بغیر اخلاص ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قطب الاقطاب حضرت مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط سے لوگ قطب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ بارہ بجے رات کو ایک آدمی پرچہ لایا، انہوں نے اس پر دستخط کیے، وہ آدمی باہر نکلا تو مولانا کا خادم جو ان کے پیر دبا رہا تھا وہ بھی جلدی سے اس کے پیچھے دوڑا کہ بارہ بجے رات کو کون آیا ہے جو دستخط کرا کے جا رہا ہے، تو دیکھا کہ وہ آدمی سیڑھی سے اُترا ہی نہیں اور غائب ہو گیا۔

پرِّ ابدالاں چوں پرِّ جبرئیل

ابدالوں کا پر مثل جبرئیل علیہ السلام کے پر کی طرح ہوتا ہے۔ اس خادم نے مولانا سے پوچھا کہ حضرت یہ کون شخص تھا؟ حضرت نے فرمایا یہ مت پوچھو، وہ خادم منہ لگا تھا، اس نے کہا جب تک بتائیں گے نہیں ہم آپ کو سونے نہیں دیں گے۔ بعض خادم منہ لگا بھی تو ہوتا ہے، تو حضرت نے ہنس کے فرمایا کہ یہ قطب مقرر تو ہو گیا تھا مگر میرے دستخط کے بغیر اس کی قطبیت نامکمل تھی، اب مکمل ہو گئی۔

اتباعِ شیخ کا ایک مثالی واقعہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا سخاوت علی صاحب اتنے بڑے شخص تھے کہ ان کو سید احمد شہید نے فرمایا کہ تم جونپور میں پڑھایا کرنا، تو وہ نورانی قاعدہ بھی پڑھاتے تھے اور بخاری شریف بھی پڑھاتے تھے۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ بخاری شریف پڑھانے کے ساتھ نورانی قاعدہ کیوں پڑھاتے ہیں؟ تو حضرت مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب نے، جن کے دستخط سے لوگ قطب ہوتے تھے، فرمایا کہ میرے پیر نے مجھے پڑھانے کو فرمایا تھا، کتاب متعین نہیں کی تھی، لہٰذا اگر کوئی نورانی قاعدہ لائے گا تو وہ بھی پڑھاؤں گا، کوئی بخاری شریف لائے گا وہ بھی پڑھاؤں گا، کیوں کہ میرے پیر نے فرمایا تھا کہ پڑھایا کرنا، کتاب کا نام نہیں لیا تھا۔ شیخ سے اتنی محبت کرتے تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی اتباعِ شیخ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ پہنچے، اس زمانے میں وہاں عرس ہو رہا تھا، تو عرس کے زمانے میں حضرت اپنی گدّی اور درس و تدریس وہاں سے ہٹا لیتے تھے تاکہ منکر میں شرکت نہ ہو، تو حضرت شیخ الہند جب تشریف لے گئے تو مولانا گنگوہی نے ناراضگی ظاہر فرمائی کہ تم آج کیوں آئے؟ جبکہ آج عرس میں قافلے آرہے ہیں اور آپ اس میں شامل ہو گئے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [۱۷۳] تو تم آج عرس میں بدعتیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ تو شیخ الہند نے عرض کیا کہ حضرت میرے قلب میں آپ ہی مقصود تھے، مجھے عرس میں شرکت کا ذرا سا شائبہ بھی نہیں تھا۔ فرمایا کہ

۱۷۳؎ سنن أبي داؤد: ۲/۲۰۳، باب في لبس الشهرة، ایچ ایم سعید

یہاں معاملہ نیت پر نہیں ہے، شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہوتا ہے، تم ظاہری طور پر اس قافلے کے ساتھ آئے ہو، لہٰذا فوراً واپس جاؤ، یہاں بالکل مت ٹھہرو۔ جب شیخ الہند بیس میل دور دیوبند واپس جانے لگے تو بھوک لگ گئی، تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے کہا کہ حضرت آپ بھوکے پیاسے آئے ہیں، میرے یہاں کھچڑی پکی ہے آپ اس میں سے کچھ کھالیں، ابھی بیس میل دور واپس بھی جانا ہے۔ تو حضرت نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ اگر میں تیرے یہاں کھچڑی کھاتا ہوں تو کچھ منٹ تو لگیں گے اور یہ "فوراً" کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر میں چند منٹ بھی گنگوہ ٹھہر گیا تو شیخ کی نافرمانی ہو جائے گی، شیخ کا حکم ہے فوراً واپس جاؤ، لہٰذا میں تمہارے یہاں کھچڑی نہیں کھاؤں گا۔ لوگ اپنے مشایخ کا اتنا احترام کرتے تھے تب چمکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو سارے عالم میں روشن کرتا تھا۔ اب بعضوں کے قلب میں شیخ کی محبت تو ہے مگر عظمت نہیں ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو اور دلیل یہ آیت ہے **تُوَقِّرُوْهُ** کہ میرے نبی کی وقعت، توقیر اور تکریم کرو یعنی ان کی عظمت بھی رکھو، خالی محبت کافی نہیں ہے، اگر خالی محبت ہوگی اور عظمت نہیں ہوگی تو وہ محبت عند اللہ مقبول نہیں ہے۔ **تُوَقِّرُوْهُ** پر بیان القرآن کا حاشیہ دیکھ لو۔ یہ مسئلہ جو اختر بیان کر رہا ہے اس معاملے میں میرا مطالعہ ہے، میں کوئی بات بلا دلیل ان شاء اللہ پیش نہیں کروں گا اور باقاعدہ حوالہ دوں گا، یہ بھی نہیں کہوں گا کہ کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ تو حاشیہ مسائل السلوک میں دیکھ لو کہ اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ ساتھ عظمت بھی جمع کرو۔ اب آپ بتائیے کہ شیخ الہند کی محبت کیسی تھی!

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مثالی تعلق

ایک مرتبہ حضرت گنگوہی کے یہاں ایک نواب صاحب مہمان تھے، تو حضرت شیخ الہند وہاں سے ہٹ گئے کہ نواب صاحب کے ساتھ ایک طالب علم مولوی کیا کھائے، تو مولانا گنگوہی نے فوراً آواز دی کہ محمود الحسن کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ حضرت آپ کے مہمان نواب صاحب ہیں اور میں طالب علم ہوں، ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ کھانے میں ان کو شرم آئے، مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ اِدھر آؤ، میرے ساتھ کھانا کھاؤ، اگر نواب صاحب کو طالب علموں کے ساتھ کھانے میں شرم آتی ہے تو ہم نواب صاحب کو الگ کھانا بھیجیں گے، لیکن میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ یہ تھے اللہ والے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء اور شانِ تربیت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی کا ایک قالین اُٹھایا اور نواب صاحب کے لیے بچھا دیا، حضرت نابینا ہوگئے تھے، لیکن محسوس کرلیا کہ میرا ایک قالین اُٹھا ہوا ہے، دو قالین میں سے ایک رہ گیا ہے، تو فرمایا کہ میرا قالین کس نے اُٹھایا؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب کے اکرام کے لیے میں نے بچھا دیا ہے۔ فرمایا کہ قالین واپس بچھاؤ اور نواب صاحب کو دری پر بٹھاؤ، یہاں اِصلاح کے لیے آئے ہیں، اگر اکرام کرانا ہے تو اپنے گھر بیٹھے رہیں۔ میری یہ سب روایات حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست مروی ہیں الحمدللہ۔ میری روایات میں واسطے نہیں ہیں، میں تمام روایات مرفوعاً نقل کرتا ہوں، بزرگوں کی اتنی صحبت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی نے فرمایا کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہندو نے کہا کہ تم اتنی تکلیف اٹھا کر بیس میل دور گنگوہ کیوں جاتے ہو؟ حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ ظالم! تجھے کیا معلوم، کچھ پاتا ہوں تو بیس میل جاتا ہوں۔

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اسلام پر ایک ہندو کا اعتراض اور مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا منہ توڑ جواب

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک ہندو نے کہا کہ بکری اور سور میں کیا فرق ہے، شکل تو دونوں کی بالکل ملتی جلتی ہے، تو بکری آپ کے اسلام میں حلال ہے اور سور حرام ہے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ جواب دیا کہ اگر تیری ماں میری بیوی کی ہم شکل ہو تو کیا تیری ماں میرے لیے حلال ہو جائے گی؟ مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے اس جواب کا ردِّ عمل یہ ہوا کہ وہ رام رام کہتا ہوا ایسا تیز بھاگا کہ یہ تو عجیب ملّا ہے، اس نے تو مجھے عجیب و غریب جواب دیا۔

مرید کے دل میں شیخ کی عظمت کیسی ہونی چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ اشعار کے درمیان نثر کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر بدگمانی کا موقع ملتا ہے کہ وہاں کہاں جاتے ہو، وہاں تو مشاعرہ ہوتا ہے، تو ہم چاہتے ہیں کہ درمیان درمیان میں نثر کی لذت بھی حاصل کرو۔ انسان

کتنا ہی قابل ہو، لیکن اس کو اپنے مربّی سے جو مزہ اور فیض ملتا ہے اور جو نفع ہوتا ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے۔

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

شیخ کے ساتھ ایسی محبت ہونی چاہیے کہ منڈیلا بھی آکر یہاں بیٹھ جائے، تو مریدوں پر فرض ہے کہ اپنے مربّی کو دیکھتے رہیں، بادشاہوں کو بھی مت دیکھو۔ اور یہ محبت سکھائی مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ فرمایا کہ ایک مجلس میں سارے عالم کے اولیاء اللہ ہوں یہاں تک کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، اور میرے پیر حاجی امداد اللہ سامنے بیٹھے ہوں تو میں اپنے پیر ہی کو دیکھوں گا، کسی اور کو دیکھوں گا بھی نہیں اور یہ کہوں گا کہ حضرت میں تو آپ ہی کو دیکھوں گا، آپ اپنے بڑوں کو دیکھیں وہ آپ کا کام ہے، ہمارے تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔

اس کی ایک عجیب و غریب مثال میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایک ہزار نانی بیٹھی ہوں تو بچہ اماں ہی کو دیکھے گا اور اپنی اماں سے کہے گا کہ آپ اپنی اماں کا خیال کیجیے، ہم نے تو آپ ہی کا دودھ پیا ہے، ہم ان نانیوں کو نہیں دیکھیں گے، ہم تو آپ ہی کو دیکھیں گے۔ تو شیخ کا ادب بتا رہا ہوں کہ اگر سارے عالم کے اولیاء اللہ جمع ہو جائیں تو اپنے شیخ ہی کی طرف نظر رکھو اور یہ سبق قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، اور یہ روایت کسی معمولی شخصیت کی نہیں ہے کہ شیخ کی جتنی عظمت ہوگی اتنا ہی اللہ کا فضلِ رحمانی اس پر نازل ہوگا، یہ حاجی صاحب نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے، میں نے خود پڑھا قَدْ رَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ هٰذَا میں نے یہ مضمون خود پڑھا ہے کہ جس کو اپنے شیخ سے جتنا زیادہ نیک گمان ہوگا اتنا ہی زیادہ اس پر اللہ کا فضل نازل ہوگا۔

ایک زمانہ تھا کہ جب میں آسمان دیکھتا تھا تو مجھے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آسمان سے اُترتے نظر آتے تھے، وہی لنگی باندھے، کرتے کے بٹن کھلے، گریباں چاک اور بال بکھرے ہوئے۔ کیا کریں محبت مجبور کرتی ہے۔

فنائیتِ حسنِ مجازی

مولانا اب جلدی شروع کرو، درمیان میں اتنی نثر کافی ہے، اس کا نام ہے الدرر المنثورۃ یعنی بکھرے ہوئے موتی۔ اب مولانا منصور کی زبان سے منظوم موتی سنو۔ (پھر مولانا نے یہ شعر پڑھا)۔

کل تھیں جن پر جوانی کی انگڑائیاں
اب ہیں ان پر بڑھاپے کی پرچھائیاں

فرمایا کہ انگڑائیاں کے وزن پر لنگڑائیاں کہو، لنگڑے لولے چل رہے ہیں، ساری اکڑ فوں ختم۔ بڈھا لنگڑا کے چلتا ہے کہ نہیں؟ دیکھو کیسا مصرع ہے، پھر پڑھو اس شعر کو۔

کل تھیں جن پر جوانی کی انگڑائیاں
اب ہیں ان پر بڑھاپے کی لنگڑائیاں

دیکھو کیسی اصلاح ہوئی۔

صحبت یافتۂ اہل اللہ مردود نہیں ہوتے

سایۂ شیخ ہے گوشۂ عافیت
جب جلائیں تمہیں نفس کی گرمیاں

دیکھو میں مولانا منصور کے اس مضمون کی تائید مولانا رومی کے ایک شعر سے کرتا ہوں۔

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق
یک قناعت بہتر از صدہا طبق

اگر ایک آدمی تنہائی میں ذکر کر رہا ہے اس سے بہتر ہے کہ وہ سایۂ شیخ میں رہے، اور دلیل کیا ہے؟ طبق میں سینکڑوں کھانوں سے بہتر ہے کہ ایک کھانے پر قناعت کرے۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ ذکر کی وجہ سے تمہارے اندر تکبر آسکتا ہے کہ میں کوئی وی آئی پی، کوئی بہت اہم شخصیت ہوں، ایک لاکھ دفعہ اللہ کا نام لیتا ہوں۔ تو اس سے نشۂ تکبر آسکتا ہے، جیسے ابلیس بے حد ذاکر تھا، اس ظالم میں عبادت کی کمی نہیں تھی، لیکن عبادت ہی سے تکبر کے نشے میں مبتلا ہو کر مردود ہو گیا۔ لیکن سایۂ شیخ میں کتنی ہی مختصر عبادت کرے وہ ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے، کیوں کہ اس سے تکبر سے حفاظت رہتی ہے، شیطان کثرتِ عبادت کے باوجود مردودیت سے نہیں بچ سکا اور اہل اللہ کے صحبت یافتہ سے گناہ تو ہو سکتا ہے مگر اسلام سے خروج ان شاء اللہ نہیں ہو گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت میں جو لوگ رہتے ہیں ان سے خطا تو ہو سکتی ہے مگر دائرۂ اسلام سے ان کا خروج نہیں ہو سکتا، بر عکس اس کے جو شیخ سے دور ہو کر خود عبادت کرتے رہتے ہیں تو پھر شیطان کان میں پھونک دیتا ہے کہ آپ تو بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں، بڑے عبادت گزار ہیں، بہت مقدّس ہیں، تقدّس مآب ہیں۔ ذرا پھر پڑھیے اس شعر کو ؎

سایۂ شیخ ہے گوشۂ عافیت
جب جلائیں تمہیں نفس کی گرمیاں

خدمتِ شیخ سے جس کو عار آتی ہے
اس کی قسمت میں نسبت کا موتی کہاں

شیخ کی تربیت سے جو کتراتا ہے
وہ رہے گا بس اُلّو کا اُلّو میاں

شکر ہے اُلّو کا پٹھا نہ کہا، بڑی عزت رکھ لی اس نے، شعر میں الّو میاں کہنے میں وہ بے عزتی نہیں ہے جو الّو کا پٹھا کہنے میں ہے، میاں لگا کر عزت رکھ لی۔

بربادِ محبت کی آبادکاری

اس کی تعمیر خود حق تعالیٰ کریں
حق کی خاطر ہو جس دل کی بربادیاں

یہ میرا ہی مضمون ہے۔ آہ! جو اللہ کے لیے اپنا دل برباد کرتا ہے اس کی تعمیر اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں جس کو حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

جو اللہ کے لیے اپنا دل غمگین کرے گا اور حرام خوشی دل میں نہ آنے دے گا اس کے دل کو اللہ شاد کرتا ہے، اور جس کو خدا خوشی دے اس کی خوشی کا کیا عالم ہو گا! جو اپنی بُری خواہش کو برباد کرتے ہیں اللہ اسے بے مثل

خوشی دیتا ہے، یہ نصیبِ دوستاں ہے، نصیبِ اولیاء ہے۔ یہ نصیبِ فاسقاں نہیں ہے، یہ نصیبِ دشمناں نہیں ہے، یہ اللہ والوں کا مقام ہے۔

کیسی شرح ہے بتاؤ! کہ یہ نصیبِ دشمناں نہیں ہے۔ ماشاء اللہ ان کا آنا وصول ہوا، خوب پڑھا مولانا نے، سب کے غموں کو پیٹ لیا پیٹر برگ والے نے۔ آٹھ بجے اذان ہوتی ہے، بس آٹھ بج جائیں تو مجلس ختم ہو جائے گی تاکہ پندرہ منٹ میں لوگ وضو وغیرہ سے فارغ ہوں۔ چوں کہ کل مجھے جانا ہے، اگر عشاء کے بعد ایک شفٹ اور لگا لو جیسے ڈبل کمائی ہوتی ہے کہ صاحب دن کو تو کام کیا تھا آج رات کو بھی شفٹ لگاؤں گا تو مزدوری ڈبل ملے گی، لہٰذا بعد میں بھی آج کی رات آپ آجاؤ تو یہ رات پھر کہاں ملے گی؟ کہیں سال بھر کے بعد ملے گی اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان شاء اللہ۔ مولانا عبد الحمید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو تھکن تو نہیں ہوگی؟ فرمایا کہ نہیں! کوئی تھکن نہیں ہوگی، مجھ میں اشعار سے طاقت آجاتی ہے، اشعار میری روح کی غذا ہیں۔

صحبتِ شیخ سے تقویٰ تام ہوتا ہے

ایک بات کہتا ہوں کہ اگر بادشاہ بھی آجائے تو اصلی مرید وہ ہے جو اپنے شیخ کو دیکھے اور بادشاہ کو نہ دیکھے، سارے عالم کے بادشاہ اگر جمع ہوں اور اس کے فوکس (Focus) میں کمی ہوئی تو وہ فوکس (Fox) ہو جائے گا، فوکس (Fox) معنیٰ لومڑی۔ اور فوکس موٹر کا نام بھی ہے، فوکس کار کے اندر شیخ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مرسڈیز کا انجن ڈال دیتا ہے پھر اس کی چال بدل جاتی ہے، کتنے گناہ گار اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اللہ والے ہوگئے ؎

عشقِ مرشد بنا عشقِ حق خام تھا
عشق میں درد کی چاشنی اب ملی

یعنی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے بغیر تقویٰ ناتمام تھا اور بدنام تھا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے بعد خوش نام ہوا، ورنہ ؎

خلافِ شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں
اندھیرے اُجالے مگر چوکتا بھی نہیں

پہلے تو یہ حالت تھی، مگر اب صحبتِ شیخ کی برکت سے ہر سانس صاحبِ تقویٰ ہے، اس کا ہر لمحۂ حیات صاحبِ

تقویٰ ہے، ہر لمحہ تعلق مع اللہ کی دولت سے مشرّف ہے۔ اس شعر کا ترجمہ کر دیا میں نے کہ بغیر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے تقویٰ نا تمام ہے۔

بدونِ مربّی مجاہدات کی ناکامی

اب اس کی مثال سن لو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خان صاحب جنگل میں عبادت کیا کرتے تھے، رات بھر تہجد میں سجدے میں رو رہے ہیں تو لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ ایک معتقد نے کہا کہ حضرت ایک سوال ہے کہ اس جنگل میں آپ کو ڈر نہیں لگتا؟ یہاں شیروں کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ خان صاحب نے کہا کہ عجیب آدمی ہو، میں شیروں سے کیا ڈروں گا؟ میں تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا، نعوذ باللہ! خان صاحب نے اپنی بہادری دکھا کر ساری بزرگی پر پانی پھیر دیا، اگر یہ کسی اللہ والے کا صحبت یافتہ ہوتا تو کبھی منہ سے یہ کلمہ نہ نکلتا، اس کا عشقِ خدا کتنا خام نکلا، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ اس نے ساری عبادت بے کار کر دی اور اپنے ایمان کو کفر سے بدل دیا۔ اللہ بے سمجھی سے بچائے۔ فہمِ سلیم، قلبِ سلیم عظیم الشان نعمت ہے اور یہ بغیر اہل اللہ کی صحبت کے نصیب نہیں ہوتی۔

(دورانِ مجلس اذان شروع ہو گئی تو ارشاد فرمایا کہ) اذان کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ جب درس ہو رہا ہو تو پھر اس وقت اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے، یہ بھی دین کا عظیم درس ہے، دل پر محبت کی چوٹ لگائی جارہی ہے اور اخلاص اور اللہ کی محبت کے دریا کو موجزن کیا جارہا ہے، دریا تو ہے، مگر اس میں موجیں پیدا کی جارہی ہیں، طغیانی لائی جارہی ہے اور اس میں طوفانی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔

۱۵؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۵؍ نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعرات، بعد عشاء

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت پر مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد

ارشاد فرمایا کہ مفتیِ اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ؎

ہر چند شغلِ درس و فتاویٰ بدیوبند
لیکن شبے بخانقہِ تھانہ خوشتر است

مدرسہ دیوبند میں درس اور فتویٰ نویسی اپنی جگہ، مگر ایک رات جو اے حکیم الامت! آپ کے پاس تھانہ بھون میں گزارتا ہوں تو فتاویٰ و درس و تدریس کا اخلاص آپ سے ملتا ہے۔ اگر اخلاص نہیں تو کچھ قبول نہیں۔

حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ کا ارشاد ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ کَرَامَۃٍ[٣٧٢] تقویٰ پر استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے کہ انسان اپنے مالک کو ایک لمحہ ناراض نہ کرے۔ ایک شخص حضرت جنید بغدادی کے پاس دس سال سے تھا، اس نے کہا کہ میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی تو میں مایوس ہو کر اب آپ سے رخصت ہو رہا ہوں۔ فرمایا کہ تم نے دس سال کے اندر جنید کو اللہ کی کسی نافرمانی میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کی ہو، تو فرمایا کہ آہ! جس جنید نے اپنے مالک کو دس سال تک ایک لمحے کو ناراض نہیں کیا ظالم اس سے بڑی کرامت تو کیا چاہتا ہے؟ کتنا پیارا جملہ ہے کہ جس جنید نے دس سال تک اپنے اللہ کو ایک لمحہ ناراض نہ کیا اس سے بڑی کرامت تو کیا تلاش کرتا ہے؟ بے وقوف مرید تھا، اللہ بے وقوف مریدوں سے بچائے، مرید کو بھی چاہیے کہ ہر وقت نفس دشمن سے ہوشیار رہے۔

نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ شیطان بڑا دشمن ہے یا نفس بڑا دشمن ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ شیطان سے پہلے تو کوئی شیطان نہیں تھا، شیطان کو کس نے برباد کیا؟ اس کے نفس نے۔ ہم لوگ تو کہتے ہیں بھئی شیطان نے آج غلطی کرادی، اپنا سارا بوجھ شیطان کے کندھے پر ڈال دیا، خود فائرنگ کی اور بندوق رکھ دی شیطان کے کندھے پر، لیکن شیطان کو کس نے شیطان بنایا؟ شیطان تو نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میاں ہم کو شیطان نے بہکا دیا، تو معلوم ہوا نفس شیطان سے بڑا دشمن ہے کیوں کہ داخلی دشمن ہے، گھر کا بھیدی ہے اور گھر کا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

ایک نصیحت ہوگئی۔ اب دوسری نصیحت کہ گناہ کا وسوسہ آیا تو کیسے معلوم ہو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے یا نفس کی طرف سے؟ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب گناہ کا ایک دفعہ تقاضا آئے اور پھر خیال نہ آئے تو سمجھ لو شیطان ایک دفعہ وسوسہ ڈال کے دوسروں پر محنت کرنے گیا ہے اور جب بار بار تقاضا ہو تو سمجھ لو کہ نفس دشمن اندرونِ خانہ بار بار تقاضا کرتا ہے۔ شیطان تو ایک دفعہ راستہ دکھاتا ہے پھر اس کی تکمیل نفس کے ذمہ کرتا ہے کہ اے میرے پیارے

٣٧٢۔ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۸۴، کتاب الایمان، دار الفکر، بیروت

خلیفہ تم اس شخص سے یہ گناہ کرا کے رہنا، جب تک گناہ نہ کرے تقاضا ڈالتے رہنا، تو جب گناہ کا بار بار وسوسہ آئے تو سمجھ لو کہ یہ نفس کی طرف سے ہے اور ایک بار آنے کے بعد پھر نہ آئے تو سمجھ لو شیطان ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا **قِیۡلُوۡا فَاِنَّ الشَّیَاطِیۡنَ لَا تَقِیۡلُ**[٣٧٣] تم لوگ قیلولہ کیا کرو، کیوں کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیطان قیلولہ کیوں نہیں کرتا؟ اس کو گمراہ کرنے کی اتنی فکر ہے، اس قدر مشغولیت ہے اور وہ اتنا بزی(Busy)ہے کہ اس کو قیلولہ کرنے کی فرصت ہی نہیں، وہ سوچتا ہے جتنی دیر قیلولہ کروں گا اتنی دیر میں تو کئی لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر گناہ میں مبتلا کر دوں گا۔

شیاطین جمع ہے شیطان کی، جمع حکم میں واحد کے ہوتا ہے اور مؤنث بھی ہوتا ہے، اس لیے **تَقِیۡل** کا صیغہ واحد بھی ہے اور مؤنث بھی ہے۔ یہ گرامر اور قاعدہ کی بات بتا رہا ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ خالی پیری مریدی کرتا ہوں۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی قبر ساؤتھ افریقہ میں ہے، مجھ سے فرمایا کہ ایک بدعتی نے مجھ سے سوال کیا کہ شیطان تو ہر جگہ پہنچتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے، یہ تو ہر جگہ حاضر ہو جاتا ہے، تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ ہر جگہ حاضر کیوں نہیں مانتے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ جواب دیا کہ ہر جگہ حاضر ہونا کمالِ فضیلت کی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ ایک انچ کی نالی میں چھچھوندر گھس جاتی ہے اور تمہارے ابا وہاں نہیں گھس سکتے، تو کیا تمہارے باپ سے چھچھوندر افضل ہو گئی؟

بدعت کو پہچاننے کا ایک طریقہ

رَدِّ بدعت پر ایک جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو بھی عطا فرمایا ہے کہ صحابہ کے لیے قرآن میں رجسٹرڈ رضا نازل ہے **رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ** کسی اور ولی کے لیے قطعی وحی نازل نہیں ہے، لہٰذا قیامت تک جو عمل صحابہ نے نہیں کیا اس کو سنت سمجھنا اور طریقِ قرب سمجھنا اور **رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ** کے سرٹیفکیٹ والے اور سند یافتہ لوگوں کا عمل چھوڑ کر اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کا ایسا عمل کرنا جو صحابہ کے دور میں موجود نہ ہو اور اس کو سنت سمجھنا گویا کہ سرکاری رضامندی کے خلاف والا راستہ اختیار کرنا ہے جیسے قوالی اور طبلہ ہے۔ صحابہ نے طبلہ نہیں بجایا، قوالی نہیں کی تو اس کو عبادت سمجھنے میں

---

٣٧٣ الجامع الصغیر للسیوطی: ٨٧/٢

خوفِ کفر ہے، اللہ کے غضب اور ناراضگی کے اعمال کو ذریعۂ قربِ الٰہی سمجھنے میں خوفِ کفر ہے، لہٰذا جب کوئی کہے کہ یہ عمل اچھا ہے تو کہو کہ کیا صحابہ نے طبلہ بجایا تھا؟ ورنہ آج مدینہ پاک میں ہر صحابی کا طبلہ برکت کے لیے رکھا رہتا اور عرب کے لوگ اس سے بخشش مانگتے کہ یہ طبلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے اس کو زیادہ بخشش دو اور پھر ایسے ہی نجانے کیا کیا خرافات ہوتیں، لہٰذا ہر عمل کو صحابہ سے ملاؤ۔ بعض چیزیں صحابہ کے زمانے میں نہیں تھی جیسے مدرسہ میں تعلیم کا گھنٹہ بجتا ہے کہ یہ بخاری شریف کا گھنٹہ ہے، صحابہ کے زمانے میں یہ چیز نہیں تھی، تو اس کا نام اِحْدَاث لِلدِّیْن ہے اِحْدَاث فِی الدِّیْن نہیں ہے، اس لیے یہ بدعت نہیں ہے۔ دین کی خاطر ایئر کنڈیشن یا پنکھا چلانا، روشنی و مائک کا انتظام کرنا صحابہ کے زمانے میں نہیں تھا لیکن ہم اس کو دین نہیں سمجھتے، یہ اِحْدَاث فِی الدِّیْن نہیں ہے اِحْدَاث لِلدِّیْن ہے کہ اس کے ذریعے سے دین پھیلائیں، اس کو ہم نہ سنت سمجھتے ہیں نہ عبادت بلکہ وسیلۂ عبادت سمجھتے ہیں، وسیلۂ اشاعتِ دین سمجھتے ہیں، یہ دین کی اشاعت نہیں ہے وسیلۂ اشاعتِ دین ہے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ اِحْدَاث فِی الدِّیْن بدعت ہے، لیکن اشاعتِ دین کے لیے کوئی نئی چیز جاری کی جائے تو یہ اِحْدَاث لِلدِّیْن ہے جو بدعت نہیں ہے، لہٰذا دو جملے یاد رکھنا کہ اِحْدَاث فِی الدِّیْن بدعت ہے اور اِحْدَاث لِلدِّیْن بدعت نہیں ہے، کیوں کہ ہم اس کو دین نہیں وسیلہ اور ذریعۂ اشاعتِ دین سمجھتے ہیں۔

۱۵/ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۶/ نومبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعہ،
بعد فجر صبح ۶ بجے، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

آیت لَعَمْرُكَ... الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ[۳۷۴]

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! قسم ہے آپ کی حیات کی کہ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والی یہ بدمعاش قومِ لوط اپنے نشے میں پاگل ہو رہی تھی۔ زنا کے نشے کے لیے اللہ نے یہ بات نہیں فرمائی لیکن اس خبیث فعل کے لیے جو عنوان اختیار فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اس خبیث فعل کا نشہ زیادہ خبیث ہے۔

۳۷۴؎ الحجر:۷۲

ایک بار اس آیت کی تلاوت کرتے وقت دل میں یہ سوال آیا کہ ایسی گندی قوم کے حالات پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی قسم اُٹھائی اس میں کیا راز ہے؟ میں جدہ میں سفر کی حالت میں تھا، اس وقت وہاں کوئی تفسیر نہیں تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پاس کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے لیکن آپ صاحبِ کلام موجود ہیں، اس کی تفسیر آپ مجھے عطا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے دل میں یہ جواب عطا ہوا کہ یہ قوم اپنی بُری خواہش کے نشے میں تھی اور حضرت لوط علیہ السلام سے گستاخی کررہی تھی اور جتنے لوگ اس زمانے میں متقی تھے ان کو دھمکی دے رہی تھی کہ اِنَّھُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَھَّرُوْنَ یہ لوگ بہت پاک بنتے ہیں اَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ قَرْیَتِکُمْ[٣٧٥] ان سب کو یہاں سے نکالو۔ یہ لوگ ہمارے مزے میں حائل ہیں۔ جس طرح قومِ لوط کو باہ کا نشہ تھا اسی طرح اہلِ مکہ کو جاہ کا نشہ تھا، وہ تکبر کے نشے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے کہ یہ کل کا یتیم آج ہمارے مذہب کو بدل رہا ہے اور ہمارے بتوں کو بُرا کہہ رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک کی قسم اس لیے کھائی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جس طرح اہلِ باہ شہوت کے نشے میں پاگل ہو کر میرے نبی کے دشمن بن رہے تھے اور میرے نبی کے چراغِ زندگی کو بجھانا چاہتے تھے، اسی طرح اہلِ مکہ کو جاہ کا نشہ ہے اور اپنی جاہ کے نشے میں یہ آپ سے دشمنی کررہے ہیں اور آپ کے چراغِ حیات کو بجھانا چاہتے ہیں، نشہ دونوں میں وصفِ مشترک ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک کو باہی نشہ تھا اور ایک کو جاہی نشہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھا کر گویا یہ فرمایا کہ جس طرح ہم نے باہ والے خبیثوں سے اپنے نبی لوط علیہ السلام کو بچایا اور ان کے نشۂ باہی کو پاش پاش کردیا، اسی طرح اہلِ مکہ کے نشۂ جاہ و تکبر کو بھی ہم پاش پاش کردیں گے اور آپ کی حیات کی حفاظت فرمائیں گے۔ یہ ہے قسم کا راز جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر منکشف فرمایا۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس علمِ عظیم کو سن کر مجلس میں موجود بعض اکابر اہلِ علم پھڑک گئے اور عرض کیا کہ یہ مضمون ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، تو حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بھی متقدمین و متأخرین کی بہت سی تفاسیر دیکھیں، لیکن کسی میں اس اِشکال کا جواب مجھے نہیں ملا۔ اصل میں کسی کے دل میں اِشکال ہی نہ آیا ہوگا اس لیے ان اکابر نے جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اِشکال پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ علمِ عظیم عطا فرمایا۔ الحمد للہ تعالیٰ بڑے بڑے علماء نے اس مضمون کی تائید کی کہ بہترین سوال اور بہترین جواب ہے، فالحمد للہ تعالیٰ۔)

---

[٣٧٥] الاعراف:٨٢

یورپ کے دلچسپ معنیٰ

دورانِ گفتگو مزاحاً فرمایا کہ یورپ کے نام میں بھی تکبر ہے۔ اہلِ یورپ ایشیاوالوں سے کہلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو کہو یو آر اپ (You are up) تم اونچے ہو۔ (یہ سن کر تمام سَامعین ہنس پڑے۔ جامع) فرمایا کہ یہ مُلّا انگریزی نہیں جانتا، لیکن کسی انگریزی داں کی سمجھ میں بھی یہ نکتہ نہ آیا ہوگا۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ تقویٰ بغیر شیخِ کامل کے نہیں مل سکتا۔ دنیا میں جتنے بھی دینی شعبے ہیں خواہ مدارس ہوں، خواہ تبلیغ ہو، خواہ تصنیف و تعلیم ہو، کسی سے تقویٰ نہیں ملے گا۔ تقویٰ ملے گا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے، لہٰذا اگر تقویٰ چاہتے ہو تو اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو، کیوں کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ صرف متقی بندے ہی ہمارے دوست ہیں، لہٰذا اگر ہم سے دوستی چاہتے ہو تو ہمارے دوستوں میں رہو۔ یہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ اے ایمان والو! میں تمہارے اوپر اپنی دوستی کو فرض کرتا ہوں، مستحب اور واجب نہیں، فرض کرتا ہوں۔ میری محبت کی تم قدر نہیں کرتے کہ اپنا دوست بنانے کو ہم نے تم پر فرض کر دیا۔ تقویٰ اور ولایت کُلّی متساوی ہے۔ ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے۔ متقی بننا ہم تم پر فرض کرتے ہیں تاکہ تمہاری غلامی کے سر پر ہم اپنا تاجِ دوستی رکھ دیں، لیکن یہ تاجِ دوستی کب پاؤ گے؟ جب میرے دوستوں میں رہو گے۔ دوستو! ایسے ترجمے کم پاؤ گے، یہ ترجمہ عاشقانہ بھی ہے مستانہ بھی ہے، یہ اللہ کی عطا ہے کہ میری زبان عشق و محبت کی ترجمان ہے۔

ایک خاص ذکر وارِدِ قلبی از عالمِ غیب

ارشاد فرمایا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ چلتے پھرتے کیا پڑھا کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اپنی رحمت سے ایک خاص وِرد عطا فرمایا اور میرے بزرگوں نے اس کی تصدیق بھی فرمائی۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وقتاً فوقتاً کثرت سے، لیکن بقدرِ تحمل یَا اَللہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کا وِرد رکھیں اور یَا اَللہُ کے ساتھ ایک بار جَلَّ جَلَالُہٗ کہہ دیں۔ ایک مجلس میں جب اللہ کا نام پاک آئے تو ایک بار جَلَّ جَلَالُہٗ کہنا واجب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو ایک

بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ پس صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ایک مرتبہ کہہ لیں واجب ادا ہو جائے گا، اور ایک مسئلہ یہ بتاتا ہوں کہ جہاز چھوٹ رہا ہے یا ریل چھوٹ رہی ہے اور آپ نماز ادا کر رہے ہیں یا آپ سنت پڑھ رہے ہیں اور مسجد میں جماعت کھڑی ہو گئی اور اندیشہ ہے کہ پورا درودِ ابراہیمی پڑھا تو ایک رکعت چھوٹ جائے گی، تو ایسے موقعوں پر قعدہ میں صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ کہہ کر سلام پھیر دو اور جلدی سے جماعت میں شریک ہو جاؤ، تو اس طرح درود شریف بھی ہو گیا اور دعاماثورہ بھی ہو گئی۔ اسی طرح اگر پیٹ میں ریاح کا غلبہ ہے تو بھی التحیات پڑھ کر یہ مختصر درود شریف اور مختصر دعا پڑھ کر سلام پھیر دو، کیوں کہ بعض اوقات ریاح روکنے سے ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسئلہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب جلدی ہو، جماعت چھوٹ رہی ہو یا ہوائی جہاز اور ریل چھوٹنے کا اندیشہ ہو اور نماز والا درود شریف پڑھنے کا موقع نہیں ہے تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پڑھ کر سلام پھیر سکتے ہو۔

یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ کی برکات

بسم اللہ شریف میں تین نام اللہ، رحمٰن، رحیم نازل ہوئے اور قرآنِ پاک کا آغاز ان ہی ناموں سے ہوا، جو ان کو پڑھے گا اس کی کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ ہندوستان کے شہر الٰہ آباد میں ایک صاحب کی فیکٹری میں یونین کے مزدوروں نے بغاوت کر دی، وہ مالک کو گالیاں دیتے تھے۔ میرے مربّی اوّل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تین نام پڑھتے رہو یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ کچھ دن کے بعد ساری یونین کا زور ٹوٹ گیا، گالیوں کے بجائے شکریہ ادا کرنے لگے اور ساری پریشانی دور ہو گئی، تو جب انہوں نے دیکھا کہ میری فیکٹری میں ایسی برکت ہوئی، تو اس اللہ والے مولانا کو انہوں نے ایک موٹر اور ایک ڈرائیور ہمیشہ خدمت کے لیے دے دیا اور ڈرائیور کی تنخواہ خود دیتے تھے اور حضرت اس پر بیٹھ کر صبح کو گنگا جمنا کی سیر کرتے تھے اور مہمانوں کو لانے کے لیے بھی بھیجتے تھے۔ حضرت نے مجھ کو بھی اسی موٹر میں الٰہ آباد سے پرتاب گڑھ اور دوسرے شہروں میں بھیجا۔ تو جس کو فیض ہو اس کو قدر بھی کرنا چاہیے، دیکھو کتنی بڑی قدر کی۔ جس کے مزاج میں غصہ ہو اس کو بھی یہی وِرد یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ بتانا چاہیے۔ غصہ کی بیماری چلی جائے گی اور رحمت کی شان آجائے گی ان شاء اللہ۔

یَا مَالِکُ، یَا کَرِیْمُ، یَا مُغْنِیْ، یَا صَمَدُ کے وِرد کے فوائد

اس کے بعد ایک اور اضافہ کر لیجیے اور کبھی کبھی یہ چار نام یَا مَالِکُ یَا کَرِیْمُ یَا مُغْنِیْ یَا صَمَدُ

بھی ملالیا کیجیے اور یہی خاص وِرد ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا۔

یَا مَالِكُ کی شرح

یَا مَالِكُ کہنے سے کیا ملے گا؟ یَا مَالِكُ کہہ کر آپ نے اپنی مملوکیت کو تسلیم کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ میرا بندہ مجھے مالک سمجھتا ہے اور اپنی مملوکیت کا اعتراف کر رہا ہے کہ میں آپ کا مملوک ہوں، آپ کے علاوہ میں کسی کا نہیں، اپنے آپ کا بھی نہیں، اپنے نفس کا بھی نہیں، ان حسینوں کا بھی نہیں، یہ ہمارا کمینہ پن ہے کہ ہم نفس کی بات مان کر حرام مزہ لیتے ہیں، ٹیڈیوں اور ٹیڈوں کو دیکھتے ہیں اور نفس کے آگے یہ سوال بھی نہیں رکھتے کہ تو اللہ کا بندہ ہے یا نہیں؟ اور میں تیرا بندہ ہوں یا اللہ کا بندہ ہوں؟ جب تو بھی اللہ کا بندہ ہے اور میں بھی اللہ کا بندہ ہوں تو میں تیری مانوں یا اللہ کی؟ اس لیے بھی نظر بچانا فرض ہے کہ ہم اللہ کے ہیں، ہماری آنکھ ہماری نہیں ہے، یہ امانت ہے، ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ جہاں چاہیں آنکھ کو استعمال کریں۔ دلیل یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ[٣٧٦] ہے۔ خیانت کا لفظ قرآنِ پاک میں نازل فرماکر بتادیا کہ یہ آنکھ تمہاری نہیں، تمہارے پاس ہماری امانت ہے، خیانت کا لفظ بتارہا ہے کہ یہ امانت ہے، لٰہذا میری امانت کو خیانت میں کیوں استعمال کرتے ہو؟ کیوں عورتوں کو دیکھتے ہو؟ لٰہذا نامحرم عورتوں کو مت دیکھو۔ تو یَا مَالِكُ کہنے سے اپنی مملوکیت کا احساس ہوگا، یَا مَالِكُ کہنے سے کوئی ہم ان کے مملوک تھوڑی ہوئے، ہم تو ان کی ملکیت میں ہیں ہی، لیکن یَا مَالِكُ کہہ کر ہم اقراری مملوک ہوجائیں گے کہ ہم نے اللہ کی مالکیت اور اپنی مملوکیت کو تسلیم کرلیا اور ہماری ملکیت اعترافی و اقراری ہوگئی اور ہر مالک اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے، تو یَا مَالِكُ کہنے سے ہر بلا سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

یَا کَرِیۡمُ کی شرح

جو یَا کَرِیۡمُ کا وِرد رکھے گا، نالائقی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم نہیں رہے گا۔
یَا کَرِیۡمُ کے چار معنٰی ہیں:

۱) اَلَّذِیۡ یَتَفَضَّلُ عَلَیۡنَا بِدُوۡنِ الۡاِسۡتِحۡقَاقِ وَالۡمِنَّۃِ جو ہمارے گناہ گار ہونے کے باوجود ہم کو محروم نہ فرمائے۔

٣٧٦؎ المؤمن:١٩

۲) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّ لَاسُؤَالٍ جو بغیر مانگے بھی دے دے، جیسے بچے بعض اوقات سردی میں کانپ رہے ہیں، لیکن ابا سے نہیں کہتے کہ سوئیٹر لاؤ، مگر آپ لاتے ہیں کہ نہیں؟ تو کیا ابا کی رحمت اللہ کی رحمت سے بڑی ہو جائے گی؟ کتنی حاجات کو سوال کے بغیر پورا کرتا ہے۔ جب بغیر سوال کے ابا دیتا ہے تو بغیر سوال کے ہمارا ربّا بھی ہماری ہزاروں حاجات پوری کرتا ہے، مگر بچہ چھوٹا ہے نادان ہے، وہ سوال کا مزہ نہیں جانتا۔ اللہ نے اپنے بندوں کو مانگنے کا مزہ بھی عطا فرمایا کہ بچوں کی نقل مت کرنا کہ ربّا خود ہی دے دیں گے، ہم خود دے سکتے ہیں مگر تم مانگنے کی نعمت سے محروم رہوگے، مانگنے کا مزہ الگ ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عام مسلمان جب اللہ سے مانگتا ہے تو اس کا مقصد ہوتا ہے کہ میرا کام بن جائے، لیکن اللہ والے جب مانگتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! اسی بہانے سے مجھے آپ سے گفتگو اور بات چیت کا موقع مل رہا ہے۔

از دعا نبود مرادِ عاشقاں
جز سخن گفتن بہ آں شیریں دہاں

عاشقوں کی مراد دعا سے کیا ہوتی ہے؟ کہ اس میٹھے میٹھے نادیدہ لب والے اللہ سے گفتگو کا موقع ملتا ہے، اس لیے اللہ سے مانگنا سنت ہے۔

۳) کریم کی تیسری تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو بے حد اور بے پایاں عطا فرمادے اور اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اس کو خوف نہ ہو۔

۴) اور کریم کی چوتھی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ[۳۷۷] جو ہماری امیدوں سے زیادہ ہم کو دے۔ ہم مانگیں ایک لاکھ، دے دے دس لاکھ۔ جیسے کسی نے ایک سخی بادشاہ سے ایک بوتل شہد مانگا تو اس نے ایک مشک دے دیا، نوکر نے کہا کہ حضور! یہ تو ایک بوتل مانگ رہا ہے اور آپ نے ایک مشک دے دیا؟ کہا کہ اس نے مانگا اپنی قابلیت سے اور میں نے دیا اپنی قابلیت سے۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں اصلی سخی وہ ہے کہ دین کے کام کے لیے اگر کسی مہتمم کو ایک لاکھ رین (Ran) کی ضرورت ہو، تو دس لاکھ دے دے اور شکر گزار ہو کہ میرے صدقۂ جاریہ کا سامان ہو گیا، مرنے کے بعد تو سب چھوڑ کر چلا جاؤں گا، کچھ کام نہ آئے گا۔

---

[۳۷۷] مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ...الخ کی تشریح

جو اللہ کے راستے میں دے، تو سمجھ لو کہ دیا تو اللہ نے ہے لیکن اس کو ذریعہ بنایا ہے، دلیل کیا ہے؟ حدیثِ پاک کی یہ دعا ہے اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ اے اللہ! جو آپ دینا چاہیں گے اس کو کوئی روک نہیں سکتا، تو جب کوئی اللہ کے راستے میں دے تو مہتمم کو اس کو تین دعائیں دینا چاہئیں، نمبر۱: اٰجَرَکَ اللہُ فِیْمَا اَعْطَیْتَ جو تو نے دیا اللہ اس کو قبول کرکے تجھے ثواب دے۔ نمبر۲: وَجَعَلَہٗ لَکَ طُھُوْرًا اور اس خرچ کو اللہ قبول کرکے تیرا دل پاک کردے، تیرے دل کی پاکی اور تزکیہ کا سبب بنادے، تجھے اللہ والا بنادے۔ نمبر۳: وَبَارَکَ لَکَ فِیْمَآ اَبْقَیْتَ[۳۷۸] اللہ برکت دے تیرے بقیہ مال میں۔ یہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔

میں نے جب اپنے شیخ کے یہاں یہ بیان کیا، تو میرے شیخ نے دفتر کے ایک عالم کو بلایا جو دفتر میں منشی ہیں کہ جلدی سے اس کو نوٹ کرلو۔ یہ تفسیر روح المعانی میں موجود ہے اور قرآنِ پاک سے اس دعا کو ثابت کیا ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً کے ذیل میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صحابہ کا صدقہ قبول کیجیے تُطَھِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْھِمْ بِھَا[۳۷۹] اس سے ان کی طہارت اور تزکیہ فرمایئے۔ معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنے سے اصلاحِ نفس کا زبردست ربط ہے، اور مولوی بھی اللہ کے راستے میں مال دے سکتا ہے خواہ تھوڑا ہی سہی۔ میرے شیخ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں فرمایا کہ تم تین ہزار تنخواہ پاتے ہو، تو کیا پانچ روپے بھی چندہ نہیں دے سکتے ہو؟ صرف چندہ مانگنا ہی جانتے ہو، دینا کیوں نہیں جانتے؟ پانچ روپیہ دو تمہارا بھی حصہ لگ جائے گا، اس لیے مولوی کو بھی اللہ کے راستے میں دینا چاہیے۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مولویو! ہر وقت چائے پی کر جزاک اللہ کہہ دیتے ہو، کبھی تم بھی تو پلایا کرو۔ تو یہ بتادیا کہ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ کا ہی تصور رکھو، کوئی نہ دے تو اس کی غیبت نہ کرو، یہ کہو اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ اس پر مانع کی تجلی ہوئی اِس لیے یہ نہیں دے رہا ہے اور اُس پر مُعطی کی تجلی ہوئی تبھی اس کو دینے کی توفیق ہوگئی، دونوں زیرِ سایۂ تجلی ہیں، جس کے دل میں ہمت نہیں آرہی ہے، کنجوسی آگئی، تو یہ اسمِ مانع کا مظہر ہے، اور جو دے رہا ہے وہ اسمِ مُعطی کا مظہر ہے، مہتمم کو دونوں تجلی

۳۷۸؎ روح المعانی: ۱۱/۱۴، التوبة (۱۰۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۳۷۹؎ التوبة: ۱۰۳

دیکھنا چاہیے اور شکایت نہیں کرنا چاہیے، اس کے اِستحضار سے دل پھر سکون سے رہے گا، غم نہیں رہے گا، کسی سے شکایت نہیں ہوگی، لیکن اللہ سے پناہ مانگو کہ اللہ ہمارے اوپر اسمِ مانع کی تجلی نہ کر، اسمِ مُعطی کی تجلی نازل فرما، توفیق عطا فرما، سلطنت دینے کا ایمان عطا فرما کہ اگر سلطنت ہوتی تو اللہ پر قربان کر دیتا۔ ڈھاکہ کے ایک بڑے رئیس نے کہا کہ ایک مہینہ تمہارے ساتھ افریقہ میں رہا تو اللہ کی رحمت سے ایسا ایمان عطا ہو گیا ہے کہ اگر سلطنت ہوتی تو اللہ پر فدا کر دیتا۔ آپ سوچیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ نبوت دین پر بہایا نہیں؟ تو کیا تمہارا مال نبی کے خون سے افضل ہے؟ ارے مال دے کر اللہ کا شکر ادا کرو کہ آپ کا کرم و مہربانی ہے کہ آپ نے توفیق دی، کیوں کہ آپ کے دین پر، آپ کی ذات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک طائف کے بازار میں اور اُحد کے دامن میں بہا ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی قیمت نہ آسمان دے سکتا ہے اور نہ زمین دے سکتی ہے اور نہ سارا عالم دے سکتا ہے۔

میرا ایک ہی بیٹا ہے ماشاء اللہ، مجھے سہولت تھی کہ میں اس کو امریکا میں ڈاکٹر یا انجینئر بنا سکتا تھا۔ میرے ایک پیر بھائی تھے نواب خاندان سے، حیدر آباد سندھ میں رہتے تھے، انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹے کو امریکا بھیج دو۔ اشارہ اس میں کیا تھا؟ کہ ہم خرچہ دیں گے، لیکن میں نے کہا کہ نہیں! میرا ایک ہی بیٹا ہے، میں کعبہ شریف میں اللہ کے گھر کا غلاف پکڑ کر دعا کر چکا ہوں کہ اے اللہ! آپ نے ایک بیٹا دیا ہے، اس کو دین کے لیے قبول فرما۔ اس لیے میں اس کو امریکا نہیں بھیجوں گا۔ امریکا والے آج میرے بیٹے کے پیر دبا رہے ہیں، بڑی تعداد میں علماء ان سے مرید ہو رہے ہیں، لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور ان کو بھی اس کا کوئی پچھتاوا نہیں ہے کہ مجھے ابا نے کیوں انجینئر یا ڈاکٹر نہیں بنایا، بلکہ خوش ہیں، شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ اللہ نے علمِ دین کی دولت عطا فرمائی۔

یَا مُغْنِیُ کی شرح

تو یَا مَالِکُ، یَا کَرِیْمُ کی شرح ہو گئی، اب آگے ہے یَا مُغْنِیُ اے غنی اور مال دار کرنے والے! یہاں مال داری کے تین معنیٰ ہیں:

۱) ہمارے دل کو حسینوں سے مستغنی کر دے، خواہ مخواہ لالچ میں پاگل کی طرح ہم نہ رہیں، دل میں بس مولیٰ رہے۔ یَا مُغْنِیُ کے معنیٰ ہیں اے غنی کرنے والے، اے مستغنی کرنے والے غیر اللہ سے! یہ ایک تعریف ہو گئی۔

۲) دنیا بھی اتنی دے کہ ہمارے پاس مال و دولت رہے، غریبی نہ آئے، کسی کے محتاج نہ ہوں، ہاتھ میں مال ہو، کسی کا قرضہ نہ ہو۔

۳) ہم کو نیکیوں کا مال دار بنادے یعنی ہمارے نفس کو ثواب سے غنی کردے، عبادت کے انوار جمع کرنے کی توفیق دے کہ خوب ہم اللہ کو یاد کریں تاکہ ہم آخرت کے بھی رئیس وامیر ہوں۔

یَا صَمَدُ کی شرح

یَا صَمَدُ کی تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ، صمد وہ ہے جو سارے عالم سے بے نیاز ہو وَ الْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ کُلُّ اَحَدٍ[۳۸۰] اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔ اس اسمِ مبارک کی برکت سے مرتے دم تک محتاج نہیں ہوگے، اپنی بیوی سے بھی نہیں کہوگے کہ ذرا لیٹرین تک لے چلو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ مخلوق کے محتاج نہیں ہوگے، شانِ صمدیت سے اتنا حصہ مل جائے گا کہ ہم پورے عالم سے مستغنی رہیں گے۔

صمد کے معنیٰ سمجھنے کے لیے یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ سمجھنا ضروری ہیں، یَا ذَاالْجَلَالِ اَیْ یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ جو سارے عالم سے بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ تفسیر روح المعانی پیش کررہا ہوں، محنت سے کمایا ہوا اپنا مال آپ کو مفت میں دے رہا ہوں۔ بہت سے علماء نے تفسیر روح المعانی خریدی، لیکن کہا کہ کچھ پتا ہی نہیں چلتا، ایک جنگل معلوم ہوتا ہے۔ ایک عالم نے بنگلہ دیش میں بھی کہا کہ میں نے روح المعانی لالچ میں خریدی، مگر کچھ پلّے نہیں پڑا، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا، اتنا لمبا مضمون ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر خاص فضل فرمایا کہ سمندر میں جہاں موتی تھا وہیں میرا ہاتھ پڑتا تھا۔ میرے دماغ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں ساری روح المعانی پڑھتا۔ بس دیکھتا رہا جہاں کوئی خاص بات ہوتی فوراً میرا دماغ لے لیتا، تو یَا ذَاالْجَلَالِ کے معنیٰ ہیں یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ یعنی اے اللہ! آپ مکمل مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ آپ سوچیں کہ یَا ذَاالْجَلَالِ کے یہ معنیٰ ذہن میں آسکتے تھے؟ زیادہ سے زیادہ آپ کہتے کہ جلالت والا، شان وعظمت والا، لیکن معنیٰ یہ ہیں کہ یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ۔ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ دیکھو کیسے پیارے ہیں اَیْ یَا صَاحِبَ الْفَیْضِ الْعَامِ[۳۸۱] دیکھیے! دونوں ناموں میں ایک خاص ربط ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھئی! یہ تو بڑے مستغنی المزاج ہیں کسی کی پرواہ نہیں کرتے، کسی

---

۳۸۰ روح المعانی: ۲۷۴/۳۰، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

۳۸۱ روح المعانی: ۱۰۹/۲۷، الرحمٰن (۲۷)، دار احیاء التراث، بیروت

کی ضرورت پوری نہیں کرتے، یہاں اس کا خدشہ تھا کہ **ذُو الْجَلَالِ** سے میرے بندے کہیں میری رحمت سے ناامید نہ ہو جائیں اس لیے **وَالْاِکْرَامِ** فرما کر اس خطرے کو زائل فرما دیا کہ میں سارے عالم سے بے نیاز تو ہوں، لیکن **وَالْاِکْرَامِ** بھی ہوں یعنی **صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِّ** بھی ہوں کہ سارے عالم پر میرا فیض عام ہے، سارے عالم پر رحمت کی بارش کرتا ہوں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں قافیہ بھی کیسا ملایا کہ **وَالْاِکْرَامِ** یعنی **صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِّ** جس کا فیض، بخشش اور مہربانی سارے عالم پر ہے، دشمنوں کافروں کو بھی روٹی دے رہا ہے، کیوں کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا، یہاں کچھ دن کھا پی لو، لیکن تم مجرم ہو **کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ**[۳۸۲] ان کا فیض اتنا عام ہے کہ یہاں وہ مجرموں، خبیثوں، نالائقوں کو بھی غذا دیتے ہیں۔ اللہ کے چار ناموں کی شرح ہو گئی، وقتاً فوقتاً ان کا وِرد رکھیں، ان شاء اللہ نفع عظیم ہو گا۔

خلافت کی شرائط

ارشاد فرمایا کہ اگر ایک میل تک پانی نہیں ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ مٹی سے تیمم کر لو اور نماز پڑھ لو۔ تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا خلیفہ مٹی کو کیوں بنایا؟ اس کا جواب اللہ پاک نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ پانی سے قریب تر کرہ، کرۂ ارض ہے، یعنی مٹی پانی سے قریب ہے۔ دوسرے مٹی میں تواضع ہے، کوئی اس پر چل رہا ہے، کوئی پیشاب کر رہا ہے، بے چاری کچھ نہیں بولتی۔ معلوم ہوا کہ خلافت کے لیے دو شرائط ضروری ہیں: قریب ہو اور تواضع ہو، نفس میں تکبر اور اکڑفوں نہ ہو، جس کے دل میں جب تک یہ دو صفات نہ ہوں وہ خلافت کے قابل نہیں۔

کفیل اور فیل

دورانِ گفتگو مزاحاً فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں کہ اپنا کفیل اس کو بناؤ جو مثلِ فیل ہو۔ کفیل کے معنیٰ کم لوگ جانتے ہیں۔ کفیل معنیٰ مثلِ فیل یعنی ہاتھی کی طرح ہو، یہ کاف تمثیلیہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اپنا ذمہ دار مضبوط آدمی کو بناؤ۔ جو دیوار گر رہی ہو اس پر ٹیک لگاؤ گے تو اور جلدی گر جائے گی اور تم بھی اس میں دب جاؤ گے۔

---

[۳۸۲] المرسلٰت:۴۶

بارانِ غیبی کا کوئی وقت معیّن نہیں

آخر میں ارشاد فرمایا کہ کیا آپ لوگ سوچ سکتے تھے کہ میں آج اتنی دیر تک بیٹھوں گا؟ میں خود نہیں سوچ سکتا تھا کہ آج اتنی دیر ہو جائے گی۔ بارش کا اندازہ زمین والا نہیں کر سکتا، آسمان والا جانتا ہے کہ ہمیں کتنا پانی برسانا ہے۔ زمین والے سوچیں گے کہ بادل تو بہت ہیں، کبھی کالے کالے بادلوں سے امید کرتے ہیں، لیکن ایک قطرہ بھی نہیں برستا، ہوا ان کو اُڑا کے لے جاتی ہے، اور کہیں بادل ایسے ہی آتے ہیں جو کالے بھی نہیں ہوتے، لوگ سمجھتے ہیں آج تو بارش ہونا مشکل ہے، لیکن اللہ ان ہی بادلوں سے موسلادھار بارش برسادیتے ہیں۔ اتنی دیر تک میں بولتا نہیں ہوں مگر کبھی کبھی، اللہ نے مدد کردی اور میری کمزوری بھی دور کردی، وہ جب چاہیں کمزور کو شہزور کردیں اور شہزور کو کمزور کردیں۔ اللہ نے اپنی رحمت سے توانائی بخش دی، اس میں کسی کی قسمت بھی کارفرما ہوتی ہے۔ بعض لوگ صاحبِ مقدر ہوتے ہیں، ان کے آنے سے بھی مضامین کی آمد ہو جاتی ہے۔ اس میں پتا نہیں کون ہے قسمت والا؟ اب ہر شخص سمجھے کہ ہماری ہی قسمت سے بارش ہوئی ہے، اللہ سے نیک گمان رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو کہ ایک ہی شخص جنت میں جائے گا، تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک ہی آدمی دوزخ میں جائے گا، تو مجھے یہ خوف ہو گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں۔ تو اللہ کی رحمت سے امید رکھو۔

خوشبوئے تھانہ بھون

ماضی کو سوچتا ہوں تو آج وہ لوگ بھی مجھ پر فدا ہیں جو مجھے خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کیوں مولانا بتاؤ! اب بڑے بڑے علماء میرے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہیں اور بڑے بڑے علماء حیران ہیں کہ بھئی اختر سے بڑے بڑے علماء کیوں مرید ہو رہے ہیں؟ مولانا تقی عثمانی کا قول ہے کہ مولانا ہدایت اللہ پورے ایشیا میں سب سے بڑے محدث تھے اور وہ میرے بڑوں کی موجودگی میں مجھ سے بیعت ہوئے۔ بلڈ گروپ کی بات ہے۔ محمد علی کلے کا بلڈ نہیں ملا اور مل گیا تو ایک کمزور آدمی کا بلڈ مل گیا، اس کو چڑھوا لیا تو فائدہ ہو جائے گا۔ محمد علی کلے کے خون سے اس کو فائدہ نہ ہو گا۔ مولانا ہدایت اللہ دو سال تھانہ بھون میں رہے، حضرت حکیم الامت ان سے اپنے خطوط کے جواب لکھواتے تھے۔ اور مولانا محمد علی چاندپوری جو شیخ الحدیث تھے وہ بھی مجھ ہی سے بیعت ہوئے اور وہ بھی حکیم الامت سے بیعت تھے، تھانہ بھون جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اختر سے مجھے خوشبوئے تھانہ بھون ملتی ہے۔ یہ سب کرامت ہے میرے تینوں دریاؤں کی، دریائے اللہ آباد، دریائے

پھولپور اور دریائے ہردوئی کی۔

جب ایک دریا میں دوسرا دریا ملتا ہے تو پاٹ چوڑا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جہاں تین دریا جمع ہوں اس کا پاٹ کتنا چوڑا ہوگا؟ اس لیے میرے ہاٹ پاٹ کی قدر کرو، ان شاء اللہ ٹھاٹ باٹ پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے شیخ نے الحمد للہ میری تقریر کا نام بریانی رکھا ہے۔ بنگلہ دیش میں میرے شیخ حضرت ہردوئی کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے، ان کو فوراً اُٹھایا اور فرمایا کہ جاؤ! اختر کا بیان ہو رہا ہے، اب وہ تم لوگوں کو بریانی کھلائیں گے۔ میری تقریر کا نام میرے شیخ نے بریانی رکھا، یہ ان ہی بزرگوں کی کرامت ہے۔ ان بزرگوں کا کٹ آؤٹ نہ ہوتا تو یہ بجلی کہاں سے آتی؟

شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرنا چاہیے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ کا انتقال ہوگیا اب قبر سے مجھ کو فیض آرہا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایک ہوائی جہاز پر دیکھو کہ پائلٹ کی سیٹ خالی ہے اور پائلٹ مر گیا ہے اور قبر سے ہوائی جہاز اڑا رہا ہے، قبر سے پائلٹ کا فیض آرہا ہے تو اس جہاز میں بیٹھو گے یا زندہ پائلٹ دیکھو گے؟ اسی طرح زندہ شیخ اختیار کرو۔ اور جو شیخِ اوّل کے بعد دوسرا شیخ کرے گا اس کو ڈبل اجر ملے گا یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا[٣٨٣] اس آیت سے یہ استدلال مجھے اللہ پاک نے نصیب کیا کہ جو لوگ دو پیغمبروں پر ایمان لائے، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور اس پر دوبارہ ایمان لائے ان کے لیے دوگنا اجر ہے۔ یہ آیت یہودیوں کے لیے ہے کہ تم یہودی تھے، اب تم میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ تو ڈبل اجر ملے گا۔ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا سے دوسرے شیخ سے تعلق پر استدلال شاید ہی کہیں پاؤ گے۔ شاید اس علم میں اللہ نے مجھے خاص کیا ہے۔

۱۵؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۶؍ نومبر ۱۹۹۸؁ء، قبل از جمعہ، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مع اللہ اور دردِ دل

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو میرے مشائخ کے بھی شیخ تھے۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی نے خود مجھ سے فرمایا کہ پورے ہندوستان میں ان سے بڑی نسبت اور تعلق مع اللہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کسی کی

---

[٣٨٣] القصص: ۵۴

نہیں تھی اور ان کے بچپن کے حالات ان کے مظاہر العلوم کے علماء ساتھیوں نے بتائے کہ مولانا دس سال کی عمر میں جنگل میں مسجد بنا کر اذان دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، جبکہ ہم وہیں سامنے کبڈی اور گلی ڈنڈا کھیلتے تھے، ان کو لہو ولعب میں دلچسپی نہیں تھی، یہ تھا ان کا بچپن۔ میں نے تین سال کے دوران ان سے کبھی دنیا کی بات نہیں سنی، وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں روتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

اور پھر فرمایا کہ اللہ کی محبت میں تڑپنے میں مزہ آتا ہے، مجنوں کا لیلیٰ کے عشق میں تڑپنے سے دماغ خراب ہو گیا تھا، پاگل ہو گیا تھا، لیکن اللہ کے عشق میں تڑپنے میں جنت کا مزہ آتا ہے۔ اب شعر سنو ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

معلوم ہوتا ہے کسی اور کا عاشق ہے جو پریشان ہے، آپ کی یاد میں تو جنت کا مزہ ہے، اور ؎

قیس بے چارہ رُموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

اللہ کے راستے میں ناقہ کی ضرورت نہیں ہے تقویٰ کی ضرورت ہے، لقوہ سے بچے اور تقویٰ سے رہے، لقوہ کی بیماری میں منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے تو گناہ اور نافرمانی سے بچو۔

سب سے بڑا عابد کون ہے؟

سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا متقی وہ ہے جو ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہ کرے، وہ اللہ کا پیارا اور

محبوب ہے۔ اپنے محبوب بچے کا گٹر لائن اور گندی نالی میں جانا کوئی پسند نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اولیاء کی حفاظت فرماتے ہیں، ہر گٹر لائن اور گندے کاموں سے اور خود حسینوں کو اس کے پاس سے بھگا دیتے ہیں، اگر کوئی حسین ان کو پھنسانا بھی چاہے تو اللہ تعالیٰ ان حسینوں کے دل میں بے چینی ڈال دیتے ہیں، جیسے کوئی کسی کے بچے کو بُرے اخلاق سے تباہ کرنا چاہے تو باپ اس کو بھگا دیتا ہے کہ تم میرے بچے کو تباہ کرنے آئے ہو، گندی عادتیں سکھانے آئے ہو!

ابا سے بڑھ کر کیا ربّا کی رحمت نہیں ہے؟ وہ اپنے عاشقوں کی حفاظت کرتا ہے اور حسینوں کو ان کے پاس بھی نہیں آنے دیتا، اور اگر کوئی آجائے تو اس کے دل میں بے چینی ڈال کر اس کو بھگا دیتا ہے اور اپنے عاشقوں کو بھی بھگا دیتا ہے، ان کو بھی تکلیف معلوم ہوتی ہے، جیسے مضبوط جڑ والے درخت کو اکھاڑنے والے کو بھی پسینہ آتا ہے اور درخت کو بھی پسینہ آتا ہے، جڑ گہری ہو تو اس کا اکھاڑنا مشکل ہوتا ہے، جب اللہ کی محبت گہری ہو جاتی ہے تو اللہ کو چھوڑنا اسے مشکل معلوم ہوتا ہے اور اللہ سے دور کرنے والے بھی مشکل میں ہوتے ہیں۔

کینیڈا سے ایک دوست کا خط آیا کہ یہاں ایک کرسچین لڑکی ہمیں اشارہ کر رہی ہے اور ہم پاکستانی ہیں، ان کو معلوم ہے کہ پاکستانی لڑکے خاصے مضبوط ہوتے ہیں اور آؤٹ آف اسٹاک بھی نہیں ہوتے تو میں نے اس کو کہا کہ پگڑی باندھ لو اور موٹے دانوں کی تسبیح لے کر اس کو پڑھتے چلے جاؤ **یَا سَلَامُ یَا سَلَامُ یَا سَلَامُ یَا سَلَامُ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ قَلْبَنَا وَقَالَبَنَا مِنْ مَّقَامِ کُلِّہٖ** اے اللہ! ہمارا دل بھی بچا اور ہمارا جسم بھی بچا۔ تو اس نے خط لکھا کہ جب سے پگڑی باندھی اور تسبیح سنبھالی تو جتنی کرسچین لڑکیاں تھیں سب ہم کو دیکھ کر بھاگ گئیں کہ یہ ناقابلِ واپسی مال ہے، یہ ہمارے چکر میں نہیں آئے گا۔

مشائخ کو تین نصیحتیں

شیخ کی تربیت کے بارے میں تین باتیں بتاتا ہوں: پہلی بات یہ کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ شیخ کو سختی اور ڈانٹ لگانا اور چپت مارنا اس وقت جائز ہے جب مرید کے دل میں اس کی اتنی محبت پیدا ہو جائے جیسے شدید بھوک کے عالم میں چپاتی محبوب ہوتی ہے ایسے ہی شیخ کی چپت محبوب ہو جائے تب چپت لگانا جائز ہے ورنہ ایک چپت پر چمپت ہو جائے گا، یہ اُردو زبان ہے چمپت معنٰی بھاگ جانا۔

یہ زمانہ امت کے ساتھ نرمی اور پیار کا ہے

دوسری بات یہ کہ حکیم الامت نے فرمایا کہ ڈانٹ ڈپٹ میں کوئی میری نقل نہ کرے کیوں کہ امت میرے ناز اُٹھا سکتی ہے دوسرے کے ناز نہیں اٹھائے گی، اس معاملے میں میرے خلفاء بھی میری نقل نہ کریں۔ حکیم الامت کا یہ مضمون میں نے خود پڑھا ہے کہ اس معاملے میں کوئی میری نقل نہ کرے کیوں کہ میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں، میرے مزاج میں تھوڑی سی جھنجھلاہٹ ہے، اگر میں چیخوں نہیں اور ڈانٹوں نہیں تو مجھے بخار آجاتا ہے، میں بیمار ہو جاتا ہوں لٰہذا ڈانٹ ڈپٹ میں میری نقل میرے خلفاء بھی نہ کریں کیوں کہ جو ناز امت میرے اٹھا سکتی ہے دوسرے کے نہیں اٹھا سکتی، اور حضرت جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار فرمایا کہ اب شفقت کا زمانہ آگیا ہے، نرمی اور پیار سے ہم لوگوں کو اپنا بنا سکتے ہیں۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ رحمت اور فیض عام وتام

میں نے خود پڑھا ہے کہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سراپا رحمت تھے اور حضرت کے انتقال پر مولانا گنگوہی کے منہ سے نکل گیا ہائے سراپا رحمت! تو یہ حکیم الامت کا جملہ ہے کہ ہمارے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب سراپا رحمت تھے، ڈانٹنا ڈپٹنا تو جانتے ہی نہ تھے پھر بھی ان کا فیض اتنا قوی تھا کہ ان کا کوئی بھی عاشق محروم نہیں رہا، مجدّدین کا مربّی بننا معمولی بات ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاجی صاحب کی قسمت میں تھا کہ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر اور علم کے آفتاب ان کی گود میں آگئے اور حاجی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو خود فرمایا کہ اتنے بڑے بڑے علماء مجھ سے بیعت ہوگئے حالاں کہ میں نے جال تو چھوٹی مچھلیوں کے لیے لگایا تھا، مجھے کیا خبر تھی کہ میرے جال میں بڑے بڑے مفتی آجائیں گے۔ اور ایک شخص نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ حضرت مجھے تعجب ہے کہ آپ سے اتنے بڑے بڑے علماء کیوں بیعت ہوگئے؟ مجھے تو آپ کے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اب ہم لوگ ہوتے تو اس سے لڑنے لگتے کہ اندھا کہیں کا، نالائق! تو مجھے کیا جانے، مگر حاجی صاحب کا جواب سنیے کہ جتنا تجھ کو تعجب ہے اس سے زیادہ مجھے تعجب ہے کہ بڑے بڑے علماء مجھ سے کیوں بیعت ہوگئے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ کی محبت سیکھنے آتا ہے میں اس کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ یہ حاجی صاحب کا قول ہے کہ جو لوگ اللہ کی محبت سیکھنے میرے

پاس آتے ہیں میں ان کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

شیخ عبد القادر جیلانی صاحب فرماتے ہیں کہ میری تربیت سے اور ذکر بتانے سے جو اللہ والا ہو جاتا ہے تو بجائے اس کے وہ ظالم مجھ پر فدا ہو میرا دل چاہتا ہے میں ہی اس پر قربان ہو جاؤں کیوں کہ وہ اللہ والا میری صحبت سے بنا تو وہ گویا میری فیکٹری ہے، میری سلطنت ہے، قیامت کے دن وہ میرے کام آئے گا۔

ہر شخص کا معاملہ الگ ہوتا ہے۔ آج کل ایک نئی چیز آئی ہے ککر(Cooker)، گھنٹوں میں جو بریانی پکتی تھی اب وہ آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو جنہوں نے اپنے شیخ کے ساتھ ایک زمانہ لگایا ہے اور مجاہدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا میں ککر کی شان پیدا کر دی ہے کہ چند دن میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی شان ہے کہ جب نئی ایجادات دنیا میں ہو رہی ہیں تو روحانیت کی ایجادات بھی اللہ تعالیٰ عطا فرما رہے ہیں۔

اب تیسری بات سنیے! اب لوگ اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ بڑے بڑے وظائف نہیں کر سکتے لہٰذا میں تھوڑا وظیفہ بتاتا ہوں اور بس ایک ہی کام کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ کے لیے بھی ناراض نہ کرو، جس شکل کو دیکھ کر نفس کو مزہ آئے اس سے دور ہٹ جاؤ، لڑکوں سے ٹانگیں مت دبواؤ، اَمردوں سے بہت بچو۔

اَمردوں پر دس شیطان ہوتے ہیں

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت پر دو شیطان رہتے ہیں اِذَا کَانَتْ مُقْبِلَةً جب آتی ہے تو سامنے ایک شیطان ہوتا ہے وَاِذَا کَانَتْ مُدْبِرَةً اور جب جاتی ہے تو پیچھے ایک شیطان ہوتا ہے وَاِنِّیْ رَأَیْتُ عَلٰی وَجْہِ اَمْرَدٍ عَشَرَةَ شَیَاطِیْنَ مگر حسین لڑکوں پر دس شیطان ہوتے ہیں۔ یہ چند باتیں اس وقت میرے دل میں آئی تھیں جو آپ کو سنا دیں۔

آیت لَعَمْرُکَ . . . الخ کا بیان بانداز دِگر

اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کسی عورت کے حسن پر اور عورت کی محبت پر قسم نہیں کھائی لیکن اَمرد کے عشق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی قسم کھائی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ

کی زندگی کی قسم لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَكۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ [۳۸۴] وسط میں اِنَّ آرہا ہے، جوابِ قسم آرہا ہے جیسے وَالۡعَصۡرِ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ ہے کہ قسم ہے زمانے کی، تو قسم کے بعد اِنَّ آئے گا لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَكۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ قسم ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی حیات کی کہ یہ بد معاش قوم جو اَمردوں کے ساتھ بد فعلی کررہے تھے یہ اپنے نشے میں پاگل ہورہے تھے۔ زِنا کے نشے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں فرمائی لیکن اس خبیث فعل پر اس زبردست نشے کو اللہ نے بیان فرمایا۔

توجب میں نے یہ آیت تلاوت کی تو میرے دل میں یہ سوال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان خبیثوں کے لیے ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی قسم کھائی تو اس میں کیا رابطہ ہے؟ اس وقت میں سفر کی حالت میں تھا اور وہاں کوئی تفسیر کی کتاب نہیں تھی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے پاس تفسیر کی کوئی کتاب نہیں ہے مگر آپ میرے پاس صاحبِ کلام موجود ہیں، کلام آپ کا ہے اس کی تفسیر آپ مجھے عطا فرمایئے، کیوں کہ میرے دل میں پریشانی ہوئی کہ ایسے گندے اور نالائقوں کے حالات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذاتِ مقدس کی اللہ نے قسم کھائی اس میں کیا راز ہے؟ تو میں نے اللہ سے مانگا۔ فقیروں کا کام مانگنے سے بنتا ہے اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ [۳۸۵] اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو رجسٹرڈ فقیر بنایا ہے اور فقیروں کا کام مانگنا ہے اور مانگنے ہی سے ان کا کام چلتا ہے اور مانگنے کے لیے ایک پیالہ ہونا چاہیے تو اللہ نے ہم کو پیالہ بھی دے دیا، دونوں ہاتھ ملاؤ اور پیالہ موجود۔

تو اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ جملہ اسمیہ ہے کہ تم ہمارے دائمی فقیر ہو تو ہم تمہیں دائمی پیالہ دیں گے، جب تک زندہ ہو دونوں ہاتھ ملاؤ اور پیالہ موجود۔ لیکن اگر اس سے چوری کروگے تو یہ سرکاری پیالہ تم سے واپس لے لیا جائے گا۔ یہ ہے قطعِ ید کا راز جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا۔ سارے علماء سے یہ سوال کرو کہ قطعِ ید یعنی چوری کرنے کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں فرض ہے تو شاید ہی کوئی یہ راز بتاسکے، لفظ شاید دعویٰ توڑنے کے لیے ہے۔ تو چوں کہ یہ شاہی پیالہ ہے، ہمارا عطا فرمودہ ہے اور تم کو دعا مانگنے کے لیے دیا تھا اور تم اس سے چوری کرتے ہو، شاہی پیالہ کی توہین کرتے ہو لہٰذا واپس کرو پیالہ، قطعِ ید شاہی پیالہ کی واپسی ہے۔

۳۸۴؎ الحجر:۷۲

۳۸۵؎ فاطر:۱۵

تو سنیے مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے جواب کیا عطا ہوا؟ کہ قومِ لوط اپنی بُری خواہشات کے نشے میں تھی اور حضرت لوط علیہ السلام سے گستاخی کر رہی تھی اور اس زمانے میں جتنے لوگ متقی تھے ان کو کہتی تھی کہ یہ بڑے پاک بنتے ہیں، سب کو نکالو یہاں سے، ہم لوگوں میں وہی لوگ رہیں گے جو بدمعاشی کریں گے، یہ پاک لوگ ہمارے مزے میں حائل ہیں، تو ان کو شہوت کا نشہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور زندگی کی قسم اس لیے کھائی کہ اہلِ مکہ جاہ کے نشے میں تھے اور قومِ لوط باہ کے نشے میں تھے تو گویا اللہ نے یہ فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اہلِ باہ شہوت کی خبیث عادت سے پاگل ہو رہے تھے اور میرے نبی کے دشمن بن رہے تھے مگر میں نے اپنے پیغمبر کے چراغِ زندگی کو بجھنے نہیں دیا، اسی طرح اہلِ مکہ کو جاہ کا نشہ ہے اور یہ اپنے جاہ کے نشے میں آپ کے چراغِ حیات کو بجھانا چاہتے ہیں تو جس طرح میں نے حضرت لوط علیہ السلام کو بچایا آپ کی حفاظت بھی ہم کریں گے۔ ان دونوں قوموں میں فرق یہ ہے کہ قومِ لوط کا باہی نشہ تھا اور اہلِ مکہ کو جاہی نشہ ہے، دونوں میں نشہ وصفِ مشترک ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی۔

یہ علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا ہے۔ علمائے دین اس کو نوٹ کر لینا، بعد میں میں نے تمام تفسیریں دیکھیں متقدمین کی بھی اور متاخرین کی بھی لیکن کسی تفسیر میں ہم کو اس کا جواب نہیں ملا۔ اصل میں کسی کے دل میں یہ اِشکال ہی نہ آیا ہو گا اس لیے ان اکابر نے جواب نہیں دیا، میرے قلب میں چوں کہ اِشکال ہوا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ان خبیثوں کے مضمون کے ساتھ کیوں نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ ہی سے میں نے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب تو میری سمجھ میں نہیں آرہا اب آپ ہی بتائیے، آپ کا کلام ہے تو فوراً اللہ پاک نے قلب میں عطا فرمایا کہ یہاں آپ کی حیاتِ مبارکہ کی قسم کی وجہ یہ ہے کہ ان کو باہی نشہ، شہوت کا نشہ تھا اور چوں کہ مکہ والے آپ کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قسمِ حیات فرمائی کہ جس طرح ہم نے ان خبیثوں سے اور شہوت کے غلبہ والوں سے اپنے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو بچایا اب یہ جاہی اور تکبر کا نشہ جو اہلِ مکہ کو ہے کہ یہ کل کا یتیم آج ہمارا مذہب بدل رہا ہے اور ہمارے بتوں کو بُرا کہہ رہا ہے تو تمہارے اس نشۂ تکبر کو بھی ہم پاش پاش کر دیں گے اور آپ کی حیات کی حفاظت فرمائیں گے **اِنَّھُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِہِمۡ یَعۡمَھُوۡنَ** بتاؤ کیسا جواب ہے؟ اس کو جلدی نوٹ کر لو، یہ اہم بات ہے، معمولی بات نہیں ہے۔ یہ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کا صدقہ ہے۔

حضرتِ والا کا اہتمامِ صحبتِ شیخ اور اس کا فیض

اسی لیے بتاتا ہوں کہ جب میں بالغ ہوا تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی گود میں بالغ ہوا جو اپنے زمانے کے عظیم الشان صاحبِ نسبت بزرگ تھے کہ جن کی نسبت پر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی نے گواہی دی اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نور زمین سے آسمان تک دیکھ رہا ہوں اور جن کو میرے شیخ حضرت ہردوئی نے اپنا مربّی اور شیخ بنایا، حضرت کوئی کام نہیں کرتے تھے جب تک مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے مشورہ نہیں کر لیتے تھے، بڑے بڑے علماء دعاؤں کے لیے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ علامہ ابو الحسن علی ندوی اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مصنّف عبد الرزاق کو میں نے دیکھا کہ دعا لینے کے لیے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے یہاں بستر لگائے ہوئے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ سب دعا لینے کے لیے آئے ہیں۔ تو ان کا تین برس کا ساتھ اللہ نے عطا فرمایا پھر سترہ سال شاہ عبد الغنی کا ساتھ عطا فرمایا، اب شاہ ہردوئی پر فدا ہوں، ان کا سایہ میرے اوپر ہے، موجودہ دور میں اتنی مدت اللہ والوں کے ساتھ رات دن رہنے کی سعادت شاید ہی کسی کو حاصل ہو، شاید کہہ رہا ہوں اور شاید کیوں کہتا ہوں کیوں کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

دردِ دل میں استقلال کے معنیٰ

بعضوں کو درد اٹھتا ہے مگر کہاں اٹھتا ہے؟ کعبہ شریف میں، روضۂ مبارک پر، مسجدوں میں، لیکن جب بازاروں میں اور سڑکوں میں جاتے ہیں تو ان کا سب درد ختم ہو جاتا ہے، ان کو یاد بھی نہیں رہتا کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ درد مستقل وہ ہے کہ جس طرح تم اللہ کے گھر میں رہو ویسے ہی مارکیٹ اور بازار میں رہو، اللہ ہر جگہ ہے اور کسی مقام پر تم بندگی کے دائرے سے خارج نہیں ہو سکتے نہ بازاروں میں، نہ ہوائی جہازوں میں، تم بندے ہو اور تمہاری بندگی کا دائرہ موت تک ہے، رات دن تم بندے ہو، کہیں بندگی سے خارج نہیں ہو، وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ[۳۸۶] اللہ کی بندگی کے قوانین کی

۳۸۶؎ الحجر:۹۹

اتباع کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے، موت کے بعد شریعت ختم پھر جنت میں شریعت نہیں ہے، خوب کھاؤ مزہ ہی مزہ لو۔ بس دنیا میں مذی سے بچو۔ جس حسین، نمکین شکل کو دیکھنے سے مذی نکل آئے تو وہاں سے بھاگ جاؤ، آیندہ وہاں بیٹھو بھی نہیں۔

میرے شیخ حضرت ہردوئی نے جدہ میں فرمایا کہ تم نے شیخ شاہ عبد الغنی کو نہیں چھوڑا تو اسی کی برکت سے اللہ تم کو انعام دے رہا ہے۔ جب میرا بیان ہوا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے سنا اور آکر بیٹھے تو میں نیچے اترنے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہیں بیٹھو، ہم تمہارا بیان سننے کے لیے آئے ہیں۔ تو حضرت کو جب بہت مزہ آتا تھا تو بار بار میر صاحب کی طرف دیکھ کر آنکھ کیسے کرتے تھے ذرا میر صاحب دکھادیں کہ کس طرح کرتے تھے، میر صاحب حضرت کی آنکھ کی نقل کریں گے۔ (تو احقر راقم الحروف نے نقل کر کے بتایا جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے)۔ تو مجھے اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی کہ بڑے بڑے علماء اس کی تعریف کرتے ہیں کہ عجیب وغریب سوال اور عجیب وغریب جواب ہے، سوال بھی حسین ہے اور جواب بھی حسین ہے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ یورپ کے نام میں تکبر ہے، یورپ یعنی تم ہمیں کہو یو آر اپ (You are up) کہ تم اونچے ہو۔ بڑے بڑے انگریزی دانوں کے ذہن میں یہ بات کبھی آئی؟ دیکھ لو یہ ملّا انگریزی نہیں جانتا مگر حق تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالا کہ یہ ان کا تکبر ہے جو انہوں نے اپنا نام یورپ رکھا یعنی ایشیا والوں سے یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو کہو آپ اوپر ہیں۔

کافر کو احتراماً سلام کرنا کفر ہے

کسی کافر کو احترام کے ساتھ سلام کرنا کفر ہے، علامہ ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَنْ سَلَّمَ الْکَافِرَ تَبْجِیْلًا لَاشَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ[۳۸۷]

اس لیے میرے شیخ فرماتے تھے کہ اگر تم کو ہندو کہے آداب عرض ہے تو تم کہو آ...داب یعنی آ اور میرا پیر داب۔ برطانیہ میں اکثر مجھے صبح پارک میں ٹہلتے ہوئے انگریز نظر آتے تھے جو کتا لیے چلے جارہے ہیں اور ہاتھ میں دستانہ ہے آنکھوں دیکھا حال بتارہا ہوں کہ کتے نے پاخانہ کیا تو انگریز نے اپنے دستانے میں اس کا گو لیا اور وہاں جگہ جگہ ڈبے رکھے ہیں ان میں لے جا کر ڈال دیا۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ کی نافرمانی اور کفر کا عذاب ہے

۳۸۷؎ الدر المختار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ایچ ایم سعید

کہ اشرف المخلوقات ہو کر ارذل المخلوقات ہو رہا ہے کہ کتے کا گو اُٹھا رہا ہے، کتے کا جمعدار اور بھنگی بن گیا۔ تو میں نے کہا کہ جب انگریز لوگ گڈ مارننگ کہیں تو تم عزت کے ساتھ گڈ مارننگ نہ کہو بلکہ دل میں نیت کر لو کہ گڈ یعنی اچھا اور مار یعنی ماروں گا اور مارننگ میں جو ننگ ہے تو ننگا کر کے ماروں گا کپڑا حائل نہ ہو کیوں کہ کپڑا حائل ہونے سے چوٹ کم لگتی ہے، وہ کافی سرد ملک ہے، وہاں لوگ کوٹ پہنتے ہیں اور کوٹ پر پٹائی اچھی نہیں ہوتی۔

میراث میں مرد کو دو حصے ملنے کی حکمت

تو اللہ تعالیٰ کے علمِ عظیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جب یورپ کے اہلِ کفر نے کہا کہ یہ اسلام میں ظلم ہے کہ میراث میں لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصے ہیں، لڑکی کیا خود لڑکی بنتی ہے یا اللہ بناتا ہے، جب خدا بناتا ہے تو اسلام میں ایسا کیوں ہے؟ اب اس کا جواب سنو جو اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا کہ چوں کہ لڑکے کو ڈبل فکر ہے اپنا روٹی کپڑا اور مکان اس پر واجب ہے اور جب شادی کرے گا تو بیوی کی روٹی کپڑے اور مکان کا بھی وہ ذمہ دار ہو گا تو اس پر ڈبل فکر ہوئی کہ نہیں؟ لہٰذا اس کو ڈبل حصہ ملے گا، اور لڑکی کا روٹی کپڑا مکان شوہر کے ذمہ ہے، اللہ نے اپنے کرم سے میراث میں پھر بھی اس کا ایک حصہ رکھ دیا تاکہ اس کے ماں باپ یا بھتیجے یا خاندان والے آئیں تو اپنے پیسے سے دعوت کر دے یا اپنا مرنڈا پینے کو دل چاہے تو شوہر کے پیسے کی محتاج نہ رہے، اپنے پیسے سے مرنڈا پی لے اور اپنے خاندان والوں، بھائی، بھتیجوں کو تحفہ بھی دے سکے۔ ایک میراث پڑھانے والے نے کہا کہ ہم لوگ میراث پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن آج تک یہ وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جب میں رنگون گیا تو جس مسجد میں حکیم الامت کا بیان ہوا تھا ۱۹۲۰ء میں اس کا نام ہے ملتِ ابراہیم مسجد، آٹھ دن وہاں میرا بیان ہوا، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جہاں میرے دادا کا بیان ہوا آج مجھے اس مسجد میں بیان کا شرف حاصل ہوا۔ اتنا مجمع تھا کہ ایک گھنٹہ مجھے مصافحہ کرنا پڑا، تو وہاں ایک شخص نے تصویر رکھی تھی تو میں نے کہا کہ تصویر حرام ہے اسے ہٹالو لیکن میں نے اپنے دل میں خود سوال کیا کہ اللہ نے تصویر کو کیوں حرام فرمایا ورنہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، اولیاء اللہ کی اور صحابہ کی شکلیں دیکھتے، تو فوراً جواب عطا ہوا کہ تصویر رکھنے سے ایک تو یہ ہوتا کہ لوگ بت پرستی کرنے لگتے، پیغمبروں کی پوجا کرنے لگتے اور مسجدوں میں تصویریں رکھتے۔

نمبر دو یہ کہ اس میں میں نے اپنے بندوں کی آبرو کی حفاظت کی ہے مثلاً ایک لڑکا آکسفورڈ یونیورسٹی

پڑھنے گیا اور وہ مسلمان ہے، پاکستانی ہے اور ایک نوجوان انگریز لڑکی کو اس نے دبوچ لیا اور چماچاٹی کر رہے ہیں، (وہاں کوئی حیا نہیں ہے، سڑک کے کنارے زِنا ہو اور دونوں راضی ہوں تو پولیس کچھ نہیں کہتی لیکن اگر پیشاب لگا ہو اور سڑک کے کنارے پیشاب کر لو تو سو پونڈ بلکہ اس سے بھی زیادہ جرمانہ لگتا ہے۔) اس کے ساتھیوں نے تصویر لے لی کہ وہ لڑکی کو پکڑے ہوئے ہے۔ بعد میں اس کو خبر ملی کہ وہ لڑکا عمرہ کر آیا ہے اور کسی شیخ سے بیعت ہو گیا اور خلافت بھی مل گئی اور خانقاہ میں بیٹھا ہے اور لاکھوں مریدوں کو سبق بھی دے رہا ہے، سلوک کی منازل طے کرا رہا ہے۔ تو اس نے ٹکٹ کٹایا جہاز پہ بیٹھا کہ ابھی اس کی خبر لیتا ہوں کہ بہت بڑے مقدس اور بایزید بنے ہوئے ہیں، میں اسے ننگِ یزید ثابت کروں گا، جب اس نے مریدوں کو کہا کہ اے مریدو! یہ تمہارے حضرت ایک انگریز لڑکی کے ساتھ لیٹے ہوئے چماچاٹی کر رہے ہیں تو کتنی بے عزتی ہوتی! اس لیے اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام فرما کر اپنے غلاموں کی بُرائیوں کے دستاویزات کو ختم کر دیا۔ تو یہ عین احسان ہے، مالک کا کرم ہے اور اپنے غلاموں کے ساتھ ان کی محبت ہے، جیسے ابا نہیں چاہتا کہ میرے بچے رُسوا ہوں تو ربا بھی نہیں چاہتا کہ میرے بندے رُسوا ہوں۔

گناہوں پر گریہ وزاری حیاتِ ایمانیہ کی دلیل ہے

اچھا اب سنیے یہ بھی ایک علمِ عظیم ہے کہ ماں کی چھاتیوں میں خون بھرا ہوا ہے، جو چاہے ایکسرے کر لے چاہے آپریشن کر کے دیکھ لے، لیکن جب بچہ پیدا ہوا اور رویا تو رونے سے ماں کے دل کی مامتا اور اس کی رحمت جوش میں آتی ہے جس سے اس کا خون دودھ میں کنورٹ (Convert) ہو جاتا ہے اور محلے والے سمجھ جاتے ہیں کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ جب بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آہ وزاری کرے، اشکباری کرے تو یہ اس کی حیاتِ ایمانیہ کی دلیل ہے ورنہ وہ مردہ ہے جو گناہ کر کے شرمندہ بھی نہ ہو، ہر وقت گناہوں میں گندا رہے اور اس کو آہ وزاری نصیب نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ مردہ ہے، صورتاً زندہ ہے، اس کو حیاتِ حیوانی حاصل ہے، حیاتِ ایمانیہ حاصل نہیں ہے جیسے جانور کتا، بلی، بکری، بیل بھی زندہ ہیں، کھا بھی رہے ہیں پی بھی رہے ہیں مگر حیاتِ ایمانیہ اس کو حاصل ہے جس کو رونے کی عادت نصیب ہو جائے، اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والوں کی شکل تو بنا لے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے رونے والوں میں داخل فرمایا ہے، لیکن شکل بنانے سے رونا افضل ہے اِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا اگر رو نہ سکو تو فَتَبَاکَوْا ہے کہ رونے والوں کی شکل ہی بنا لو لیکن اعلیٰ درجہ رونا ہی ہے، رونا نہ آنے پر شفقت ہے شریعت کی کہ چل ظالم شکل ہی بنا لے ورنہ اگر رونا اصل نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے کی دعا نہ مانگتے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا[۳۸۸]

اے اللہ! ایسی آنکھیں دے جو ایسے روئیں جیسے بادل برستا ہے۔ یہ دعا بتاتی ہے کہ رونا مرادِ نبوت ہے، مقصودِ نبوت ہے، تمنائے نبوت ہے، سوالِ نبوت ہے۔ اگر رونا اہم نہ ہوتا تو آپ کیوں فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ اے اللہ! ایسے آنسو عطا فرما جس سے ہمارا دل ہرا بھرا ہو جائے قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا اس سے پہلے کہ دوزخ میں آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں انگارا بن جائیں۔

دیکھو اگر ایک لاکھ زِنا کیے ہوں اور شراب پی رہا ہو، اللہ کے غضب و قہر میں ہو لیکن کسی اللہ والے کی صحبت سے توفیقِ خداوند تعالیٰ سے رونے لگے کہ اللہ میرے ایک لاکھ زِنا کرنے کو اور ایک لاکھ شراب پینے کو اور تمام جرائم کو معاف فرما دے اور چند آنسو گرا دے تو اسی وقت اللہ کا غضب رحمت سے تبدیل ہو جاتا ہے اور رحمت کے نزول سے اس کی صرف معافی نہیں ہوتی بلکہ اللہ اس کو پیار کر لیتا ہے۔ دلیل قرآنِ پاک کی آیت ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ[۳۸۹]

ہم توبہ کرنے سے صرف معافی نہیں دیتے تم کو محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔

حضرتِ والا کی اشاعتِ دین کی تڑپ

میر صاحب! بس اب آپ کے ذمہ ہے آپ میرا مال کاغذ پر لاؤ اور چھپواؤ، میرا مال امت میں پھیلاؤ۔ اب یہ بے چارے رات دن سفر میں رہتے ہیں، پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کو میرا اہم سفر بنایا اور یہ میرے مضامین کو کتابت اور تصحیح وغیرہ کرکے چھاپتے رہتے ہیں۔ کچھ کتابیں میں نے خود اپنے قلم سے لکھیں معرفتِ الٰہیہ، معارفِ مثنوی، معارفِ شمس تبریز، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت، مجالسِ ابرار، معیتِ الٰہیہ۔ اب میں کمزور ہو چکا ہوں، اب کیسٹ سے کاغذ پر اور کاغذ سے کتابت پر اور کتابت سے

۳۸۸؎ کنزالعمال:۲/۱۸۴(۳۶۶۱)،باب فی جوامع الادعیۃ،مؤسسۃ الرسالۃ

۳۸۹؎ البقرۃ:۲۲۲

اشاعت پر کتاب چھپ جاتی ہے، مضمون میرا ہی رہتا ہے لیکن مجھے ان کی وجہ سے یہ آرام مل گیا کہ لکھنے سے اب دماغ پر زور نہیں پڑتا، اب یہ مضامین یہ شایع کرادیں تو اختر پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات ہیں انہیں امت پاجائے اور تمہیں ثواب اور مغفرت کا ذریعہ اللہ بنادے۔

آپ بتاؤ! آج کیسے کیسے علوم اکٹھا ہوگئے اپنے احباب کی برکت اور ان کی قوتِ سماعت کی کشش سے کیوں کہ بچہ جب منہ چلاتا ہے تب ماں کا دودھ نکلتا ہے، اگر بچہ مر جائے تو مردہ بچے کا منہ کھول کر کے اس میں پستان ڈالو ایک قطرہ دودھ نہیں نکلے گا، تو کشش بھی ہونی چاہیے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب بچہ روتا ہے تو ماں کے دودھ میں جوش آتا ہے۔

چوں نہ گرید طفل کے جوشد لبن
چوں نہ گرید ابر کے خندد چمن

جب بچہ روتا نہیں تو ماں کی چھاتی میں دودھ کہاں جوش میں آتا ہے اور جب بادل نہیں برستے تو کھیت ہرے بھرے کہاں ہوتے ہیں؟ تو تم بھی اگر دل میں اللہ کی محبت کو ہرا ابھرا کرنا چاہتے ہو تو رونا سیکھو۔

دل کی سختی دور کرنے کا وظیفہ

اور دل میں سختی ہو تو دل کی سختی کا علاج علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جسے میں نے اپنے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بارہ دن تین سو ساٹھ مرتبہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھ لو۔ علامہ شعرانی نے مقدمہ میں خود لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قطب بنایا ہے۔ تو اس وظیفہ کو لکھ لو، کسی کا دل سخت ہو جائے، عبادت میں دل نہ لگ رہا ہو، نماز کے لیے مسجد جانے کو نہ چاہ رہا ہو، اللہ والوں کے پاس جانے کو دل نہ چاہ رہا ہو اس کو بارہ دن تک تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھ لو۔

۱۵؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۶؍ نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعۃ المبارک

مقصدِ حیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُ ۨ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ [۳۹۰]

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے جو ہم سب کی زندگی کے خالق اور مالک اور پالنے والے ہیں، انہوں نے ہماری زندگی کا مقصد ان آیات میں بیان فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ بہت ہی برکت والا ہے اللہ جس کے قبضے میں ملک ہے، جو صاحبِ سلطنت ہے اور صرف یہی نہیں کہ صاحبِ سلطنت ہے بلکہ ایسا صاحبِ سلطنت ہے کہ ماں کے حیض اور باپ کے نطفے سے انسان بنا کر اسے آدابِ سلطانیت بھی سکھانے پر قادر ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ اس کے قبضے میں ملک ہے مگر اس کی ایک عظیم الشان قدرت یہ ہے کہ اپنا ملک ان ہی انسانوں سے چلاتا ہے۔

ایک فقیر بھیک مانگ رہا تھا، اس کو اسمبلی ہاؤس کے لوگوں نے پکڑ کر بادشاہ بنا دیا، اس نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے مجھے بادشاہ کیوں بنایا؟ تو مجلسِ شوریٰ نے کہا کہ ہمارا بادشاہ مر گیا ہے، ہم نے رات میں یہ قانون پاس کیا کہ صبح کو پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے سب سے پہلے جو آدمی آئے گا اسی کو بادشاہ بنانا ہے، اب تمہاری قسمت کہ تم اللہ کے نام پر دو روٹی مانگنے آگئے اور بادشاہ بن گئے۔ اب اس فقیر نے آدابِ سلطنت کے ساتھ دربار لگایا، بادشاہت کی اور فرامین اور شاہی احکام جاری کیے جو بالکل سلاطین کے مزاج کے مطابق تھے، جب سلطنت کا وقت اور ڈیوٹی ٹائم ختم ہوا تو دو وزیروں کو بلایا کہ میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے سلطان ہاؤس، پریذیڈنٹ ہاؤس تک لے چلو، تو وزیروں نے کہا کہ یہ ادب تو ہمارا بادشاہ کراتا تھا کہ ہم اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اس کو لے کر چلتے تھے، ہم کو پتا ہے کہ تم سات پشت سے بھک منگے ہو، تمہیں یہ آدابِ سلطنت کیسے آگئے؟ تو اس نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک بھک منگے کو بادشاہ بنا سکتا ہے تو اسے آدابِ شاہی سکھانے پر بھی قادر ہے۔

۳۹۰؎ الملک: ۱-۲

اللہ والوں پر نزولِ رحمت اور اس کی برکات

تو اللہ تعالیٰ ایسے برکت والے ہیں کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے، اللہ کا نام لینے والا دم کردے تو بخار اُتر جاتا ہے، جادو اُتر جاتا ہے، اللہ کا نام لینے والوں کے منہ میں اثر آجاتا ہے یہاں تک کہ جس بستی میں اللہ والے ہوتے ہیں اس بستی پر اللہ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک آدمی نے سو قتل کیے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اس بستی میں چلے جاؤ جہاں میرے پیارے اور مقبول بندے رہتے ہیں، اس جگہ کی مٹی کو میں نے عزت دی ہے، ان پر ہم رحمت برساتے ہیں تو ان کی زمین پر جو پہنچ جاتا ہے اس پر بھی میری رحمت برس جاتی ہے۔

محدثِ عظیم شارحِ مشکوٰۃ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے ذکر سے اور ان کے تذکرے سے رحمت نازل ہوتی ہے [۳۹۱] تو جہاں خود اللہ والے ہوں گے وہاں کتنی رحمت نازل ہوگی! جب اللہ والوں کے اور بزرگانِ دین کے اور اولیاء اللہ کے تذکروں سے رحمت برستی ہے تو جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں کتنی رحمت برسے گی! اور حکیم الامت مجدد الملت تو اس سے بڑھ کر ایک عظیم بات فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا تذکرہ بھی نہ ہو صرف خیال آجائے، کوئی ذکر نہیں ہے، زبان حرکت میں نہیں ہے لیکن کسی اللہ والے کا دھیان اور خیال آجائے تو بھی دل میں اللہ کا نور پیدا ہوتا ہے۔ یہ شان ہے بِيَدِهِ الْمُلْكُ کی کہ ساری سلطنت کی شان اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہتے ہیں بادشاہت دیتے ہیں، تخت دینا اور تختہ دینا دونوں اللہ کی شان ہے، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ کو ہر شئے پر قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔

موت کی فکر زندگی کو زندگی بنادیتی ہے

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جس نے تم کو موت دی اور زندگی دی۔ اس آیت کی تفسیر میں میرے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے زندگی ملتی ہے تب موت آتی ہے یا پہلے موت آتی ہے تب زندگی ملتی ہے؟ تو خَلَقَ الْمَوْتَ میں اللہ نے موت کو پہلے کیوں بیان کیا؟ وَالْحَیٰوةَ زندگی کو بعد میں بیان کیا حالاں کہ پہلے زندگی ملتی ہے بعد میں موت ملتی ہے، تو پھر خود ہی جواب فرمایا کہ جو زندگی اپنے ڈیپارچر اور اپنے رخصت ہونے کو اور اپنے اللہ کے پاس جانے کو اور

[۳۹۱] مرقاۃ المفاتیح: ۱۹۵/۵، باب الدعوات فی الاوقات، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

وطن کی یاد کو قائم رکھتی ہے کہ ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے اس کی زندگی حقیقت میں زندگی ہوتی ہے اس لیے اللہ نے موت کو پہلے بیان کیا کہ اپنے پردیسی ہونے کا ہر وقت یقین رکھنا اور اس طرح زندہ رہنا کہ اپنے پردیسی اور مسافر ہونے کا ہر وقت خیال رہے جیسے کوئی پلیٹ فارم پر ڈیپارچر کا ہر وقت انتظار کرتا ہے، یہ نہیں کہ فرسٹ کلاس کے ویٹنگ روم میں مرنڈا پی رہا ہے اور ہنس رہا ہے اور گھڑی بھی نہیں دیکھتا اتنے میں ریل آئی اور چلی بھی گئی، تو جو زندگی ہر وقت اپنی موت کو اور سفر آخرت کو اور وطن کو یاد رکھے گی وہی زندگی تعمیرِ وطن کرے گی، آخرت بنائے گی، آخرت کی مزید ار زندگی کا انتظار کرے گی، اور جو موت کو بھول جائے گا وہ اپنے کو دنیا کا نیشنل سمجھ کر خوب بلڈنگ اور رین جمع کرے گا، بڑے بڑے صوفے لگائے گا اور شاندار موبائل رکھے گا اور مرسڈیز پر سیر کرے گا، اس کے بعد ایک دن ایک ریل آئے گی اس کا نام ہے موت کی ریل، پیدائش کی ریل سے انسان دنیا میں آتا ہے موت کی ریل سے چلا جاتا ہے، ہم لوگ ان ہی دو ریل کے درمیان ہیں، پیدائش کی ریل سے آئے اور موت کی ریل سے چلے جائیں گے۔

لہٰذا پھر اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لو اور اپنی زندگی کو امریکا اور آسٹریلیا اور جرمن اور جاپان اور برطانیہ سے مت پوچھو، اپنی زندگی کا مقصد اللہ سے پوچھو جس نے تم کو پیدا کیا ہے جبکہ تم انگریزوں سے اور سائنس دانوں سے زندگی کا مقصد پوچھتے ہو۔ اللہ فرماتے ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ تم دنیا میں اچھے عمل کرو اور اچھے عمل کر کے مجھ کو راضی کرو اور اپنا اصلی وطن بنا کر ہمیشہ کے لیے جنت میں آجاؤ، جنت سے تمہارا ایگزٹ اور خروج کبھی نہیں ہوگا اور وہاں نہ موت آئے گی نہ کبھی نیند آئے گی، موت تو درکنار موت کا بھائی یعنی نیند بھی نہیں آئے گی۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ

حدیث میں آتا ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے، آدمی سوتا ہے تو کسی کو کچھ ہوش نہیں رہتا کہ میں بادشاہ ہوں یا فقیر، تو جنت میں نیند بھی نہیں آئے گی، ہر وقت مزے ہی مزے ہوں گے، غم کا تصور بھی نہیں ہوگا کہ غم بھی کوئی چیز ہے، نفس بھی نہ رہے گا، روزہ نماز کی پابندی اور شریعت کے سب احکام ختم ہو جائیں گے، عیش ہی عیش موج ہی موج ہوگی، خوب کھاؤ پیو خوش رہو، صحابہ سے ملو، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرو، اللہ تعالیٰ کا دیدار کرو، کوئی محنت مجاہدہ نہیں۔ بس ساٹھ سترّ سال روزہ نماز کرلو، ان کا حکم مان لو ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی، وہاں کوئی روزہ، کوئی نماز، کوئی شریعت نہیں، بالکل آزادی اور آرام سے رہو، بس سترّ اسّی

سال کی زندگی میں روزہ نماز کرلو، لیکن اگر تم نے اسّی سال عبادت کی تو ہم تم کو اسّی سال جنت میں نہیں رکھیں گے ہمیشہ جنت میں رکھیں گے، ضابطے اور قانون سے تو تم لوگ اسّی سال ہی جنت میں رہ سکتے ہو لیکن ہمارا کرم، ہماری رحمت، ہماری مہربانی سے تم کو جنت سے کبھی خروج اور ایگزٹ نہیں ہوگا، کروڑہا کروڑ سال بلکہ جنت میں رہنے کی کوئی میعاد نہیں کیوں کہ زندگی کے دن بنتے ہیں سورج سے، دن سے ہفتہ، ہفتوں سے مہینہ، مہینوں سے سال، تو وہاں سورج نہیں ہوگا اس لیے تم ایک کروڑ سال کے ہوجاؤگے کسی کو پتا ہی نہیں چلے گا کہ یہ ایک کروڑ سال کا ہے یا دس کروڑ سال کا ہے، جوانی ہمیشہ قائم رہے گی۔ تو جب جنت میں سورج نہیں ہوگا تو روشنی کہاں سے ہوگی؟ جنت میں اللہ کے نور سے روشنی ہوگی جیسے فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے دس منٹ پہلے جو اُجالا ہوتا ہے ویسا اُجالا ہوگا جو اللہ کے نور سے ہوگا۔

انسانی زندگی کے تین مقاصد

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو تین مقصد کے لیے پیدا کیا ہے لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا اس آیت کی تفسیر زبانِ نبوت سے اختر آپ کی مسجد میں پیش کر رہا ہے، چودہ سو برس پہلے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر فرمائی تھی کہ اس کے تین معنیٰ ہیں: نمبر ایک لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَتَمُّ عَقۡلًا وَّفَہۡمًا تاکہ تم کو آزمائیں کہ تم بے وقوف، بین الاقوامی ڈونکی اینڈ منکی ہو یا تمہارے دماغ اور کھوپڑی میں عقل ہے کہ تم کو پردیسی بنا کر بھیجا اب تم وطن کی تعمیر کرتے ہو یا پردیس میں رہ کر وطن کو بھول جاتے ہو، ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ تم عقل مند ہو یا بے وقوفی کرتے ہو، تم دنیا میں مسافر بن کر گئے اور اپنے کو وہیں کا نیشنل سمجھ لیا، جب ہم واپس بلائیں گے تب پتا چلے گا کہ تمہارا گھر کدھر گیا، مرسڈیز کدھر گئی، پاپڑ سموسے کدھر گئے، سب دھرا رہ جائے گا، قبر میں سوائے کفن کے کچھ نہیں جائے گا۔

نمبر دو لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَوۡرَعُ عَنۡ مَّحَارِمِ اللہِ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے جن کے سینۂ مبارک پر قرآنِ پاک نازل ہوا، فرماتے ہیں کہ تاکہ اللہ تم کو آزمائیں کہ کون حرام باتوں سے، اللہ کے غضب سے اور اللہ کے غصے سے بچتا ہے، لیکن واہ رے میرے اللہ! ایک ذرا سا آنسو کا قطرہ نکالو اور ذرا سا رونا شروع کرو سب خطا معاف ہوجاتی ہے، اللہ کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے، بجائے اس کے کہ سزا ہو عطا ہونے لگتی ہے، صاحبِ سزا صاحبِ عطا ہوجاتا ہے جیسے ماں کی چھاتی میں دودھ نہیں ہوتا خون بھرا ہوتا ہے لیکن چھوٹا بچہ جب روتا ہے تو بچے کے رونے سے ماں کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اس کی چھاتی کا خون

دودھ میں بدل جاتا ہے، گناہوں کی وجہ سے جس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اگر اشکبار آنکھوں سے رو رو کر اللہ سے معافی مانگ لو تو اللہ کا غضب جو ہے وہ رحمت سے بدل جاتا ہے۔

نمبر تین لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَسۡرَعُ اِلٰی طَاعَۃِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ[۳۹۲] تاکہ خدا تم کو دنیا میں آزمائے کہ تم ہماری فرماں برداری کی طرف جلدی سے آتے ہو یا نہیں۔

آیت وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ میں لفظِ عزیز کی غفور پر تقدیم کی وجہ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اور فرمایا کہ میں صاحبِ قدرت ہوں اور مغفرت کرنے والا ہوں۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ ہم نے عزیز کو غفور سے پہلے کیوں نازل کیا؟ یہ اللہ کا کلام ہے، اس میں ہر لفظ کی تقدیم و تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، تو عزیز کے معنیٰ ہیں زبردست طاقت والا، جس کی طاقت کو کوئی روک نہ سکتا ہو، جس کے ارادۂ طاقت میں کوئی خلل انداز نہ ہوسکتا ہو، ساری کائنات مل کر چاہے کہ یہ کام نہ ہو لیکن اللہ چاہے تو وہ کام ہوجائے گا۔ تو عزیز کی تعریف ہے اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّلَا یُعۡجِزُہٗ شَیۡءٌ فِی اسۡتِعۡمَالِ قُدۡرَتِہٖ اللہ ہر شئے پر قادر ہے اور جب اپنی قدرت کا استعمال کرے تو اس کی قدرت کے استعمال میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔

اگر محمد علی باکسر کسی کو ایک گھونسہ مارنے کا ارادہ کرے اور ملینیشیا کے دس جوان اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے مارنے کی قدرت تو ہے لیکن اب استعمالِ قدرت نہیں کرسکتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جب استعمال ہوتا ہے تو پوری کائنات مل کر، سارے فرشتے مل کر، جبرئیل علیہ السلام بھی اللہ کی قدرت کو ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے کیوں کہ جبرئیل علیہ السلام کی طاقت روٹی سے نہیں ہے، کہیں آپ سمجھیں کہ وہ دس ہزار روٹی کھاتے ہوں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قوتِ جبریل از مطبخ نہ بود
قوتش از فیضِ خلّاقِ ودود

جبرئیل کی طاقت کچن کے چکن سے نہیں ہے اللہ کے حکم سے ہے، تو جو فرشتے اللہ کے حکم سے طاقت پاتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی طاقت کیا دِکھا سکتے ہیں؟ تو عزیز اس لیے پہلے نازل فرمایا کہ خدا

---

۳۹۲ روح المعانی: ۲۹/۵، الملک (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

زبردست طاقت والا ہے لہٰذا غفور کی قدر کرلو، طاقت عظیم رکھتے ہوئے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں، ہماری معافی کی قدر کرلو۔

دوستو! یہ بتاؤ آپ کے تین سو ساٹھ کلو میٹر کے جنگل میں اگر لومڑی اور بندر آپ کو معاف کردیں تو آپ کو زیادہ خوشی ہوگی یا شیر معاف کردے؟ کہ جائیے معاف کردیا، مجھے رحم آگیا، کیوں کہ شیر کی طاقت زیادہ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی طاقت کو ظاہر فرمایا کہ میں زبردست طاقت والا ہوں، تم رات خیریت سے سوؤ صبح تم پر کینسر، بلڈ کینسر، گردے بے کار کردوں، جو بلا چاہوں تم پر نازل کردوں پھر معلوم ہوگا، چاہوں تو ایکسیڈنٹ کراکر تمہاری کھوپڑی کا مغز سڑکوں پر بکھیر دوں لیکن اتنی طاقت کے باوجود جب میں معاف کررہا ہوں تو اب میری مغفرت کی قدر کرو۔

یہ ہے **وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ** کا راز کہ طاقت کو پہلے ظاہر کیا تاکہ اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ مغفرت کی قدر و منزلت معلوم ہو، اپنی قوتِ مغفرت اور بخشش دینے کی صفت کی قدر کرانے کے لیے اللہ نے طاقت والے نام عزیز کو پہلے نازل فرمایا کہ زبردست طاقت والا اللہ تم کو معاف کررہا ہے اس لیے اس کی معافی کو معمولی مت سمجھو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شعرائے مجاز کا دھوکا

اکثر لوگ شعر اُس وقت سمجھتے ہیں جب اس کی شرح پیش کی جائے۔ ایک عاشق اپنے معشوق کے پیروں پر سر رکھ کر رو رہا تھا تو وہ کہتا ہے کہ کیا میں مسجود اور معبود ہوں جو میرے پیروں پر سر رکھے ہوئے ہو؟ نہ ہی میں بادشاہ ہوں صرف یہ کہ میں حسین ہوں اور تمہاری نیت خراب ہے۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس مرض کی دوا کیا ہے

اس خبیث عشق کا حاصل پیشاب اور پاخانہ کے مقامات ہیں، مگر شاعروں نے اپنی بدمعاشی کے لیے رنگین الفاظ میں اس گُو موت کو چھپادیا ہے، اس کو لباسِ رنگیں پہنادیا ہے، یہ سمجھیے کہ پاخانے کو پلیٹ میں رکھ کر اوپر سے شعر و شاعری کے سونے چاندی کا ورق لگادیا۔ مرد عورت سے کہہ رہا ہے۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ ایک عاشق نے جب یہ شعر پڑھا تو معشوق نے پوچھا کہ آپ ہی بتایئے کہ اس درد کی دوا کیا ہے؟ تو عاشق صاحب شرما گئے اور کہنے لگے کہ وہ میں نہیں بتا سکتا کیوں کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے مقامات ہیں۔ اور؎

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

عشقِ مجازی کی انتہا پچھتاوا ہے

ایک صاحب مجھ سے بیعت ہوئے، پورے ملک میں جدھر وہ مجھے پہنچانے جاتے تو لوگ مجھ سے کم مصافحہ کرتے ان کی طرف زیادہ جاتے کیوں کہ وہ ساری زندگی فلم ایکٹر رہے تو اس نے کہا کہ جن عورتوں کے ساتھ ہم نے گانا گایا تھا اور جن لونڈیوں کے ساتھ معاشقہ کیا تھا، وہ سب بے وفا اور دھوکا باز تھیں، کبھی میرے ساتھ تو کبھی دوسروں کے پہلو میں۔ آج وہ نانی اور دادی بنی ہوئی ہیں اور ہم بھی بڈھے ہوگئے، تو اس نے کہا کہ اب روتا ہوں کہ کہاں مرے، کن پر مرے، سڑی گلی لاشوں پر۔ وہ نوجوان لڑکیاں اور وہ فلم بنانے والی اب کوئی نانی ہے، کوئی دادی ہے، کسی کے منہ میں دانت نہیں ہے، کسی کی گردن کانپ رہی ہے۔

اللہ والے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کر دیتے ہیں

سوائے اولیاء اللہ کی صحبت کے اس مرض سے کوئی نہیں بچتا، جو عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ میں تبدیل کر دے، یہ اہل اللہ ہی کا مقام ہے، اہل اللہ کی برکت سے بڑے بڑے رومانٹک والے مولیٰ والے ہوگئے ورنہ وہ ساری زندگی لیلاؤں کے اِزار بند ہی کھولتے رہے اور گالیاں بھی کھاتے رہے، کیوں کہ عشق میں اعتدال نہیں ہوتا کوئی راضی ہوا تو ٹھیک ورنہ زبردستی زِنا کرتے ہیں اور پھر جوتے اور گالیاں کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کی نظر میں ہمیشہ ذلیل رہتے ہیں عزت بھی نہیں ملتی، اور مولیٰ والی محبت میں ایک دوسرے کی کیسی عزت ہوتی ہے، ان کی جنت کا مزہ یہیں سے شروع ہو جاتا ہے، اور عاشقِ مجاز کو دوزخ کا عذاب دنیا ہی سے شروع ہو جاتا ہے کیوں کہ بعض وقت ایک لونڈیا سے عشق لڑایا اس کو دوسرا عاشق لے گیا اور وہ اس کی یاد

میں پاگل ہوگیا، گدڑو بندر پہنچ گیا، ایک معشوق کے دو عاشق ہوگئے تو آپس میں قتل تک ہوجاتے ہیں لیکن عشقِ مولیٰ میں یہ حال ہے کہ۔

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشقِ مولیٰ ہے مگر اس تہمتِ بد سے بُری

صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت میں جب اللہ پاک کو دیکھیں گے تو لوگوں میں لڑائی ہوجائے گی، اتنا بڑا مجمع ہوگا، بڑی دھکا بازی ہوگی، مارپٹائی ہوگی کہ پہلے ہم دیکھیں گے، پہلے ہم دیکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی لڑائی نہیں ہوگی، جب تم چاند کو دیکھتے ہو تو کیا لڑائی کرتے ہو؟ سبحان اللہ! کیا مثال دی ہے۔

کبھی جو سبزہ آغازِ جواں تھا
تو سالارِ گروہِ دلبراں تھا

یعنی معشوقوں کے گروہ کا سردار تھا۔

بڑھاپے میں اسے دیکھا گیا جب
کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ حق اور درد بھرے اشعار

بہت بد نصیب ہے وہ آدمی جو عشقِ فانی اور حسنِ فانی پر زندگی کو ضایع کرتا ہے اور مبارک ہے وہ جوان جو جوانی ہی میں کسی اللہ کے ولی کے ہاتھ آجائے، اس کے قدموں میں اس کی زندگی داخل ہوجائے۔ جب میں پندرہ سال کا ہوا اور جوانی کا آغاز ہوا اسی وقت مجھ کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مل گئی، وہ شاعر تھے اور میں اشعار کا عادی تھا اور ان کی آواز اتنی عمدہ تھی کہ میں نے ایسی عمدہ آواز نہیں سنی، بہت پیاری آواز میں اشعار پڑھتے تھے اور تہجد کے وقت اتنا درد سے اللہ کہتے تھے کہ آدمی کا سینے سے دل نکل جاتا تھا، ایسے ہی ذکر کرتے تھے اور اشعار بھی ان کے غضب کے ہوتے تھے۔

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

یہ ہے ترے قدموں کے نشانات کا عالم
کیا ہوگا تری دید کی لذات کا عالم

جب آپ کے نشانات کا، چاند وسورج اور ستاروں کا یہ حال ہے کہ رات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہے تو آپ کے دیدار میں کیا مزہ آئے گا! اگر میر امزاج نہ ملتا تو گزارہ بھی نہیں ہوتا کیوں کہ نقشبندیہ میں سنجیدگی غالب ہوتی ہے تو پھر وہاں مزہ نہیں آتا بھاگ جاتا، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب شاعر تو نہیں تھے مگر عاشقانہ ذکر اور عبادت کرتے تھے، اللہ کا نام لیا اور آنسو نکل کے رخسار پر آ کے ٹھہر جاتا تھا اور وہ آنسو آخر تک قائم رہتا تھا، گرتا بھی نہیں تھا، اس نے اپنی سیٹ ریزرو کرالی تھی۔ حضرت یہ اشعار بہت پڑھتے تھے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

بس اِک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

عاصی اسی حسرت میں مرے اور جئے ہم
بے پردہ نظارہ ہو کبھی دیدۂ تر سے

پھر حسرتِ پیکانِ نگہ اے دلِ ناداں
اب تک تو ٹپکتا ہے لہو دیدۂ سر سے

اپنے یوسف کو مرے یوسف پہ مت ترجیح دے
اے زلیخا اِس پہ سر کٹتے ہیں اُس پہ انگلیاں

یہ زلیخا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے جواب ہے۔ تو حضرت پھولپوری میرے اشعار بھی پڑھتے

تھے اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے بھی فرمایش کرتے تھے کہ اشعار سنائیے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نام کے نقشبندی تھے ورنہ بڑے بڑے چشتی بھی ان کے سامنے کچھ نہیں تھے، سر سے پیر تک عاشق تھے، ایسے اشعار کہتے تھے کہ کچھ مت پوچھو اور ان کے اشعار علم کی روشنی میں تھے۔

محسوس لگا ہونے کہ دل عرشِ بریں ہے
اللہ رے یہ ان کی ملاقات کا عالم

ولی اللہ بننے کا راستہ

بس ولی اللہ بننے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اپنے کو غلام سمجھو اور مالک کی خوشیوں کو اپنی خوشیوں پر مقدم رکھو اور اپنی خوشیوں کو پاش پاش کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کا احترام کرو، اس احترامِ رضائے حق پر بندہ اللہ تعالیٰ کا مرضیہ بنتا ہے، اس کا نفس پسندیدہ ہو جاتا ہے، مرضیہ مؤنث ہے تو میں نے نفس کو مؤنث استعمال کیا ہے، ہر انسان کا نفس مؤنث ہے اس لیے اس کو سختی سے ٹھیک کرو گے تب ٹھیک ہو گی۔ اور اس شخص پر زیادہ تعجب ہے جو دیکھنے میں قوی ہیکل، تگڑا اور غصہ والا بھی ہے اگر اس کی شان میں گستاخی کر دو تو وہ کچا چبالے لیکن اللہ کی ناراضگی میں اسے غصہ نہیں آتا، کیسا ناپاک اور بے غیرت اور بے حیا ہے یہ شخص۔

اصلی پہلوان کون ہے؟

میر صاحب! کیسا مضمون ہے یہ کہ اگر اس کے نفس کے خلاف ہو جائے تو مارنے کے لیے دوڑاتا ہے، طاقت بھی دکھاتا ہے، صاحبِ طاقت بھی ہے، لیکن اپنے نفس کی خواہش پر وہ ہاتھ جوڑ کر نفس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ لومڑی کے سامنے جو شیر ہاتھ جوڑ لے وہ شیر نہیں ہے، وہ صورتِ شیر ہے حقیقتِ شیر نہیں ہے، اصلی پہلوان اور صاحبِ ہمت اور شیر وہ ہے جو اپنے نفس کو غلام بنا کر رکھے، نفس کو قتل کر دو اور اس سے کہو کہ اگر تو نے کسی حسین کی طرف خیال کیا تو اے نفس یاد رکھ تیری دم میرے ہاتھ میں ہے، میں بجائے اس کے کہ حرام جگہ کھونٹا ٹھونکوں اے نفس پہلے تجھے پکڑ کر تیرے ہی کھونٹا ٹھونکوں گا یعنی اتنی نماز پڑھواؤں گا کہ تیری چیخ نکل جائے گی۔

گناہوں کی عادت سے چھٹکارہ کا طریقہ

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ توبہ بھی کرو اور نفس سے بطور سزا چار رکعات نماز بھی پڑھواؤ تاکہ

شیطان کو مایوسی ہو کہ گناہ تو توبہ سے معاف کرالیا اور چار رکعات اور اسٹاک کرلیا، میری بزنس تو لاس (Loss) میں جارہی ہے۔ یہ حکیم الامت کے ارشادات ہیں کہ لوگ خالی توبہ کرلیتے ہیں، شیطان اس کو کہتا ہے کہ میاں خوب گناہ کرلو، توبہ کرنے کے لیے زبان ہی تو خرچ کرنی ہے، اس لیے نفس سے چار چھ رکعات نماز بھی پڑھواؤ، جو کمزور یا مریض ہیں ان کے لیے دو رکعات کافی ہے، اگر کھڑے نہیں ہوسکتے ہو تو بیٹھ کے دو رکعات توبہ پڑھ لو تب شیطان مایوس ہوتا ہے کہ استغفار و توبہ سے تو گناہ معاف کرالیے اور دو رکعات توبہ پڑھ کر اس کے نیکیوں کا اسٹاک اور بڑھ گیا لہٰذا اس شخص پر ہماری بزنس لاس (Loss) میں جارہی ہے۔

بعض لوگ شیخ کی باتوں پر عمل نہیں کرتے ایک نہ ایک عذر نکال لیتے ہیں کہ میں تو اور بہت کام کررہا ہوں میرے لیے نفل پڑھنا ضروری نہیں ہے، مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ شیخ کی نافرمانی سے تم کتنے خسارے میں گئے، اُس وقت تلافی بھی نہیں ہوگی، اصلی وفادار مرید وہ ہے جو شیخ کی بات پر شیخ کے سامنے اور غیر حاضری میں غائبانہ اور حاضرانہ عمل کرے چاہے شیخ کو پتا ہو یا نہ ہو، جب بد نظری ہوجائے تو ہر بد نظری پر دو رکعات توبہ کی نفل پڑھ لو، کثرتِ بد نظری پر آدمی ایک ہزار رکعات صلوٰۃِ توبہ نہیں پڑھ سکتا تو کم سے کم دو رکعات تو توبہ کی نیت سے پڑھ لو رات کو عشاء کے بعد، اسی میں تہجد کی نیت بھی کرلو اور اسی میں توبہ کی بھی نیت کرلو اور اسی میں حاجت کی نیت بھی کرلو، دن بھر کے گناہ سے معافی مانگ لی اور اللہ سے اللہ کو مانگ لیا اور تہجد گزار الگ ہوگئے، مگر ندامت بھی طاری ہو کہ ہم کتنے کمینے اور نالائق ہیں کہ غلام ہو کر اپنا دل نہیں توڑتے اور آپ کا قانون توڑتے ہیں، ہماری گستاخی پر اگر آپ رحم نہیں کریں گے تو ہم برباد ہوجائیں گے۔

ہر گناہ گار بے غیرت ہے

اصل میں ہر نافرمان غیر شریف ہے، شرافتِ حیا، شرافتِ عبدیت اور انسانیت نہیں ہے، ہر مجرم بے حیا ہوتا ہے، ہر گناہ گار بے غیرت اور بے حیا ہوتا ہے، اگر حیا ہو تو مارے شرم کے گناہ نہیں کرے گا کہ میں کس طرح اللہ کا قانون غضِ بصر توڑوں جبکہ اللہ ہماری آنکھ کو دیکھ رہا ہے۔ اور حسینوں کو دیکھنے میں کیا ہے؟ کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور پھر آدمی صرف گال اور بال دیکھنے تک محدود نہیں رہتا اس کی نظر گُو مُوت کی گندی نالیوں میں گھس جاتی ہے۔

عاشقِ حسن کو زلف کالی ملی
نیچے اُترا تو بس گندی نالی ملی

ایئر ہوسٹس سے بچ کے رہنا ذرا
جس نے چھیڑا اسے ماں کی گالی ملی

تشریح میں یہ بھی بتا دیا کہ ایک شخص نے ایئر ہوسٹس سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تجھے پیار کروں، اس نے کہا کہ پہلے اپنی ماں کو پیار کر۔

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۶؍نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعۃ المبارک، ساڑھے چھ بجے، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

اجتنابِ معصیت کا انعام

مولانا منصور الحق ناصرؔ صاحب نے اپنا کلام سنانا شروع کیا۔

کچھ نہ کرکے بھی پاجا ولایت کا تاج
اعلیٰ مزدوری پا جا عمل کے بغیر

یعنی بس گناہ سے بچو۔ متقی سب سے زیادہ عبادت گزار ہوتا ہے کیوں کہ عبادت گزار زیادہ سے زیادہ دس پارے پڑھ لے گا اور ہزار دفعہ اللہ اللہ کرلے گا مگر اس کے بعد اس کی زندگی کسی نہ کسی گناہ میں ملوث ہوجائے گی اور متقی چوبیس گھنٹے کا عبادت گزار ہے یعنی اس کا اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنے کا عمل چوبیس گھنٹے کا ہے تو وہ چوبیس گھنٹے اللہ کی عبادت میں ہے یہ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[۳۹۳] کی شرح ہے کہ اے ابوہریرہ تقویٰ سے رہو سب سے زیادہ عبادت گزار بندے ہوجاؤ گے، اس سے آدمی کو تعجب ہوتا ہے کہ ایک آدمی تسبیح پڑھ رہا ہے اور ایک آدمی گناہ سے بچ رہا ہے تو یہ سب سے زیادہ عابد کیسے ہوگیا؟ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ ناراض نہیں کرتا، چوبیس گھنٹہ اس کی حیات خدا پر فدا ہے، جبکہ دوسرا اشراق اور تہجد پڑھتا ہے مگر تہجد کے بعد پھر گناہ میں مبتلا ہوگیا۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

ایک نوجوان نے مفتی صاحب کو خط لکھا کہ ایک شخص تہجد گزار ہے، تبلیغ میں بھی وقت لگاتا ہے، بارہ

۳۹۳؎ جامع الترمذی: ۵۵۱/۴، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعۃ مصر

تسبیح لاالٰہ الا اللہ کی ضربیں بھی لگاتا ہے، تہجد بھی پڑھتا ہے اور اس کے بعد بلاناغہ میرے ساتھ بدفعلی کرتا ہے، میں اس سے جان چھڑانا چاہتا ہوں، اس نے مجھے کوئی تعویذ پلا دیا ہے کہ میں اس کے پاس سے بھاگ بھی نہیں سکتا۔ یہ مفتی صاحب نے خود مجھ سے فرمایا، سنی سنائی بات نہیں ہے۔ اسی لیے بتا رہا ہوں کہ بغیر شیخِ کامل کے تبلیغ سے، مدرسوں سے، غرض جتنے بھی دنیا میں دینی شعبے ہیں کسی سے تقویٰ نہیں ملے گا، تقویٰ ملے گا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ کا عاشقانہ ترجمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اگر تقویٰ چاہتے ہو تو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو۔ اگر ہم سے دوستی چاہتے ہو تو ہمارے دوستوں میں رہو۔ دیکھا اس کا ترجمہ کتنا پیارا ہے! اگر تم میرے دوست بننا چاہتے ہو تو میرے دوستوں میں رہو، یہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا ترجمہ ہے۔ اے ایمان والو! میں تم پر اپنی دوستی مستحب اور واجب نہیں، فرض کرتا ہوں، تم ہماری محبت کی قدر نہیں کرتے، ہم اپنا دوست بنانے کو تم پر فرض کرتے ہیں، تقویٰ اور ولایت کلی متساوی ہے، ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے، تو گویا اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہوا کہ اے ایمان والو! ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنا تاجِ ولایت رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور تم کو متقی بنانا فرض کرتے ہیں، لیکن یہ تاجِ دوستی کب پاؤ گے؟ جب میرے دوستوں میں رہو گے۔

دیکھیے! یہ ترجمہ دوستانہ بھی ہے اور عاشقانہ بھی ہے، دنیا میں ایسے عاشقانہ اور مستانہ اور دیوانہ ترجمے کم پاؤ گے، ورنہ عام ترجمہ عربی گرامر سے ہوتا ہے جیسے اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ آؤ نماز کی طرف، مگر عاشقانہ ترجمہ ہے کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیاری کر لو، مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ کہیے کیسا ترجمہ ہے۔ آہ! یہ ادا اللہ نے میری زبان کو عطا فرمائی ہے، میری زبان عشق و محبت کی ترجمان ہے، اس کے لیے عاشقانہ کان چاہئیں۔

نفس کو حلال نعمتوں میں مشغول رکھنا گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے

یہ مجلسِ ذکر ہے، اس سے ہم جیسی چڑیاں اللہ کی محبت میں جلدی اُڑتی ہیں، زبانوں کو بھی اور کانوں کو بھی مزہ آرہا ہے جیسے بچے اسکول نہ جائیں، تو ابا لڈو دکھاتا ہے کہ اسکول جایا کرو، ہم تمہیں ایک لڈو روزانہ دیں گے، تو ہم لوگ بھی نادان بچے کی طرح ہیں، شعر و شاعری کے لڈو سے ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف جلد

ہو جاتی ہے۔ تو کچھ نہ کرو اور مزدوری لے لو، عجیب مولیٰ ہیں ہمارے۔

اعلیٰ مزدوری پا جا عمل کے بغیر

ماشاء اللہ نفس کو رومانٹک کا سارا مزہ مل رہا ہے، کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ حلال نعمت حاصل کرو، نفس کو اسی میں بہلائے رکھو، وہ خشک مُلّا جو نفس کو حلال مزہ بھی نہیں دیتا تو پھر اس کا نفس بُری طرح سے رسّی تڑا کر گندے کام کرواتا ہے۔ یہ تجربے کی بات بتا رہا ہوں، اس لیے نفس کو جہاں تک ہو سکے حلال نعمتوں میں بہلاتے رہو، ان شاء اللہ پھر حرام کا خیال بھی نہیں آئے گا، جو نفس کو نہ حرام دے نہ حلال دے تو نفس کہتا ہے کہ بہت ہی غالی کنجوس مُلّا ہے، اس کے ساتھ رہنا مشکل ہے، تو پھر وہ ایک دن رسّی تڑائے گا اور سب گناہ کرائے گا، اس لیے نفس کو حلال نعمتوں میں مشغول رکھو تاکہ نفس کو احساسِ محرومی نہ ہو کہ یا اللہ میں کس مُلّا کے یہاں پیدا ہو گیا۔ اب بتاؤ اس مجلس میں مزہ آرہا ہے کہ نہیں؟ کسی معشوق یا معشوقہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت عارفانہ کلام سے کس طرح اپنے کو اللہ کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ مولانا یہ سماع جو ہے غذائے عاشقاں ہے۔ مولانا رومی کا مصرع ہے۔

سماع باشد غذائے عاشقاں

اچھے اشعار سننا یہ عاشقوں کی غذا ہے، اور غذا کھاؤ گے تو تگڑے رہو گے۔ ارے سب لوگ روحانیت کے لحاظ سے تگڑے ہو رہے ہیں۔

مرتبۂ صدیقیت

رب ہو ناراض جس سے عمل وہ نہ کر
اوجِ صدیقیت ہے عمل کے بغیر

بتاؤ! یہ کتنا بڑا وعظ ہے۔ جو اس کو خالی شاعری سمجھے وہ اُلّو ہے بلکہ اُلّو کا ابّا ہے بلکہ اُلّو کا دادا ہے۔ دوسرے مصرع کی شرح یہی ہے کہ صدیقِ اکبر نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس سے اللہ ناراض ہو، انہوں نے ایک لمحہ کو بھی اللہ کو ناراض نہیں کیا۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ان کے کمرے میں جو لکڑی کی چھت تھی وہ ان کی آہ و فغاں سے سیاہ ہو چکی تھی۔ ان کے سینے میں عجیب آگ بھری ہوئی تھی۔

تعلیمِ فدا کاری قبل از موت

جان دے دے نہ رب کو تو ناراض کر
کون مرتا ہے ناصرؔ اجل کے بغیر

یعنی اللہ کو ناراض نہ کرو چاہے جان چلی جائے، اگر شیطان کان میں کہے کہ حسینوں کو نہ دیکھنے سے مر جاؤ گے، ہارٹ فیل ہو جائے گا تو کہو ہم مرنے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ہم حاضر ہیں جان دینے کے لیے ؎

کون مرتا ہے ناصرؔ اجل کے بغیر

اس شعر کے معنیٰ یہ ہیں کہ بغیر اجل کے اور وقت کے کون مر سکتا ہے؟ لیکن نیت تو کر لو مرنے کی، مگر اللہ تعالیٰ سے حیات پا جاؤ گے، یہ بہت عمدہ عارفانہ شعر ہے، اگر اس وقت متقدمین ہوتے تو آپ کو کوئی خرقہ دیتا، کوئی کرتا دیتا، مگر اب وہ زمانہ نہیں ہے، شاعروں کو ہدیہ دینے کا رواج مفقود ہو گیا ہے، پہلے کوئی شعر پسند آ گیا تو نواب لوگ ریاست اور گاؤں تک دے دیتے تھے، ایک گاؤں آپ کے نام کر دیا اب ساری زندگی آرام سے کھاؤ، لیکن آپ کو دعائیں مل رہی ہیں اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ حَیَاتِنَا وَحَیَاتِکُمْ اور یہ ایک لحاظ سے اہلِ حق کا عمل بھی بن چکا ہے، بدعتیوں کے یہاں زیادہ نوٹوں کی بارش ہوتی ہے، یہ اُن کا شِعار بن چکا ہے، اس لیے اس لحاظ سے اہلِ حق کی علامت یہی ہے کہ اللہ کے لیے سناؤ، اللہ کے لیے سنو، پالنے والا اللہ ہے۔ دیکھو بڑے بڑے محدثین آپ کو دیکھ رہے ہیں، یہ معمولی نعمت ہے؟ فلوس برسنے سے یہ کتنا افضل ہے کہ اہل اللہ آپ پر نظر کی بارش کیے ہوئے ہیں اور نظروں سے داد دے رہے ہیں۔

(اس کے بعد مولانا منصور صاحب نے حضرت والا کی مدح میں اپنے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے) ؎

شاہِ اختر کی باتوں کی کیا بات ہے
گفتگو ان کی تفسیرِ آیات ہے

الحمد للہ! اپنی تعریف سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، میرے شیخ نے سکھا دیا کہ جب مخلوق تعریف کرے تو یہ کہو کہ اے اللہ! میرے نیک دوستوں کے نیک گمان کے مطابق مجھ کو ایسا ہی بنا دیجیے، لیکن اس ظالم کے اُردو ادب کی بلاغت کی میں ضرور تعریف کرتا ہوں، بات کی کیا بات ہے، یہ معمولی اُردو نہیں ہے، جبکہ یہ پنجاب کے رہنے والے ہیں، لکھنؤ دہلی کے نہیں ہیں۔ سن رہے ہو؟ مزہ آ رہا ہے؟ دیکھو یہ سرجن ہے چہرے کا، اگر

لقویٰ میں منہ ٹیڑھا ہو جائے تو یہ چہرہ ٹھیک کر دیتا ہے اور شیخ روح کا سرجن ہوتا ہے، اگر گناہوں کی وجہ سے روح کا منہ ٹیڑھا ہو جائے تو شیخ توبہ کرا کے پھر صحیح کر دیتا ہے۔

ان کی تعلیم مُلْهَمٌ مِنَ اللہ گر
تربیت ان کی کشف و کرامات ہے

ملھم من اللہ کے معنیٰ ہیں الہام من اللہ۔

بدعات کا حکیمانہ رَد

آپ کو یاد ہوگا کہ ماریشس میں ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ ہم عرس میں شرکت کریں یا نہیں؟ وہ مجھ سے بیعت ہو گیا تھا، اب اس کو کسی اور انداز سے سمجھاتے تو وہ بیعت توڑ دیتا۔ میں نے کہا کہ صحابہ کرام نے عرس کیا ہے یا نہیں؟ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب ہو سکتا ہے؟ تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس نہیں کیا، لہٰذا اب کسی ولی بزرگ کا عرس کرنا دین نہیں بن سکتا، کیوں کہ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ ان کے اعمال پر ہے، صحابہ نے یہ عمل نہیں کیا، ورنہ صدیقِ اکبر جیسے عاشقِ رسول ضرور سالانہ عرس شروع کر دیتے۔ اب لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہم سال بھر میں ایک دفعہ جمع ہو کر اپنے بزرگوں کو یاد کرتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کا زیادہ حق تھا کہ صحابہ اس کام کو کرتے، لہٰذا جہاں جہاں عرس ہو رہا ہے وہاں کس قدر خرافات ہیں، عورتوں کا ناچ گانا ہو رہا ہے اور قبروں پر چرس پی رہے ہیں اور قبر کو سجدہ بھی کر رہے ہیں اور مجاور لوگ عوام سے کہتے ہیں کہ اصلی گھی چڑھاؤ گے تو بہت لائق بیٹا ملے گا پھر اسی گھی سے وہ صبح پراٹھا کھاتے ہیں، اس کے بعد کیا کام کرتے ہیں، اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ والوں کے لیے قبر میں جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے، جنت سے ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں اور جنت کی روشنی اور جنت کی خوشبو آتی ہے، پھر قبروں پر اگر بتی جلانے کی کیا ضرورت ہے؟ جنت کی روشنی ہوتے ہوئے یہ چراغ جلانا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ اس کا حدیث میں منع آیا ہے، پھر ان خرافات کی کیا ضرورت ہے؟ تم اللہ والوں کی توہین کرتے ہو، اللہ تعالیٰ جنت سے اس کو خوشبو دے رہا ہے، جنت کی روشنی دے رہا ہے، لہٰذا چراغ کے لیے اصلی گھی مانگنا یہ سب پراٹھے کے لیے ہے، جملہ بدعات کا حاصل پیٹ ہوتا ہے۔ کوئی بلا آئی تو کہتے ہیں کہ ارے کالا بکرا لاؤ جلدی سے اور دیکھو کالوں کو کھلا دو، کالے نہ ملیں تو کالی چیل کو کھلا دو۔ ارے بے وقوفو! اسلام میں بکرا ذبح کرنا چند موقعوں پر ہے، حج کے زمانے میں دمِ شکر، عقیقہ پر

اور عید الاضحیٰ کے موقع پر۔ صحابہ سے کبھی بلا کے لیے ثابت نہیں کہ کوئی بلا آئی ہو اور صحابہ نے بکرا ذبح کیا ہو۔ اہلِ مدارس کو بھی چاہیے کہ دفعِ بلا کے لیے آنے والا بکرا مت قبول کریں، لوگوں کو سکھاؤ کہ تم بکرے کے بجائے نقد پیسہ دیا کرو، نقد صدقہ افضل ہے، اور یہ عقیدہ کہ جان کے بدلے میں جان کہ میرا بیمار اچھا ہو جائے یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ تمام اہلِ فتاویٰ سے پوچھو، اس عقیدے کی اصلاح اہلِ مدارس کے لیے ضروری ہے، جب لوگ بلا ٹالنے کے لیے بکرا لائیں تو ان کا بکرا واپس کر دو، کہہ دو کہ اس کو بیچ کر نقد پیسہ لاؤ، نقد صدقہ افضل ہے، کیوں کہ صدقے کا حاصل مساکین کی مدد ہے اور مساکین کو پیچش ہے، موشن ہے اور تم بکرا کھلا رہے ہو تو کیا ان کا حال ہو گا؟ بکرا ٹھونس کر ان کا موشن بند ہو گا یا پر موشن ہو گا؟ موشن پر موشن ہوں گے۔ تو ہمارے اکابر اہلِ فتاویٰ نے لکھا ہے کہ علماء کو چاہیے کہ بکرا نہ لیں، واپس کر دیں اور کہیں کہ اس کو بیچ کر کے نقد رقم لاؤ تاکہ ہم طلبہ کو رضائی دے سکیں، ان کا لباس بنا سکیں، ان کے لیے کتابیں خرید سکیں، غرض مساکین کی جو بھی ضروریات ہوں اس میں ہم اس رقم کو استعمال کر سکیں۔ اور مان لو کالرا پھیلا ہوا ہے تو بکرا کھا کھا کر اور ہگیں گے یا نہیں؟ یہاں یہی لفظ مناسب ہے، یہاں مہذّب لفظ مناسب نہیں تھا کہ وہ ایکسپورٹ آفس میں جا کر بہت ہی لیکوئیڈ مال نکالیں گے۔

ایک غیر اسلامی عقیدہ

تو جان کے بدلے میں جان غیر اسلامی عقیدہ ہے کہ چوں کہ میرا مریض بیمار ہے اس کی جان کے بدلے میں بکرا دے دو، تو انسانی جان کے بدلے میں بکروں کی جان دینا غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے، تو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بکرا نہیں ذبح کیا تین روزے مانے کہ یا اللہ! میرے بچے صحت یاب ہو جائیں تو میں روزے رکھوں گی۔ صحابہ کے زمانے میں بکروں کو اس عقیدے سے ذبح کرنے کا کوئی وجود نہیں تھا، یہ سلسلہ پیٹو پیروں نے شروع کیا ہے اور وہ اہلِ حق کے مدارس میں بھی داخل ہو گیا۔ اس غیر اسلامی عقیدے کو ختم کرنے کے لیے یہ کرو کہ جو بکرا لائے اس سے کہو کہ بکرا بیچ کر نقد رقم دو، یہ غیر اسلامی عقیدہ ہے، اگر صدقہ دینا ہے تو نقد صدقہ سب سے افضل ہے، کیوں کہ وہ مسکین کے ہر کام میں آ سکتا ہے، لحاف، گدّا ضروری ہے، علاج ضروری ہے، اللہ اس سے زیادہ خوش ہو گا کہ مساکین کے ہر شعبۂ حیات، ضروریاتِ حیات میں وہ کام آ سکے۔ ایک بچے کو کم نظر آتا ہے، اس کو چشمہ چاہیے آپ نے بکرا دے دیا، تو کیا بکروں کے گوشت سے چشمہ بن سکتا ہے؟

حسین لڑکوں سے سخت احتیاط کی تلقین

اب ایک بات اور بتاتا ہوں، بعض وقت شیطان دھوکا دیتا ہے کہ ہم اس لڑکے سے پاک محبت رکھتے ہیں کیوں کہ یہ سب لڑکوں میں اوّل نمبر آتا ہے اور تہجد بھی پڑھتا ہے اور حسین اور نمکین بھی ہے، ابھی اس کے داڑھی بھی ٹھیک سے نہیں آئی اور آئی تو ہلکی ہلکی آئی جو مثل نہ آنے کے ہے، ہلکی ہلکی داڑھی والے کے تین بٹا چار گال فارغ البال ہوں تو وہ بھی اَمردوں میں شامل ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بَعْضُ الْفَسَقَةِ یُفَضِّلُ مَنْ نَبَتَ عِذَارُهٗ عَلَى الْاَمْرَدِ خَالِی الْعِذَارِ [۳۹۴]

یہ عبارت شامی کی ہے۔ تو کیسے معلوم ہو کہ اس لڑکے سے پاک محبت ہے کہ اس کے لیے نام لے لے کر دعائیں بھی مانگ رہا ہے کہ اے اللہ! اس بچے کو امام غزالی بنا دے اور جنید بغدادی بنا دے، لیکن تم کیا بن رہے ہو؟ یہ بھی تو سوچو، تمہاری یہ محبت پاک ہے؟ ایسا تو نہیں اس میں نفس کی آمیزش ہے، تو اس کا تھرمامیٹر حکیم الامت نے بتا دیا کہ کسی حسین لڑکے سے دیر تک گفتگو ہو، تو اس کے بعد اگر مذی آجائے تو سمجھ لو یہ مزہ ناپاک ہے، کیوں کہ مزہ مذکر ہے یہ مؤنث مذی یہاں کیسے آگئی؟ تو یاد رکھو جو مزہ ناپاک ہو گا اس کے بعد مذی آنی ضروری ہے، دس گھنٹہ اگر اللہ والوں کے پاس رہو تو روح میں تو مزہ آئے گا، ایک کیفیت طاری ہو گی مگر مذی نہیں آئے گی۔

ایک انگریز لڑکے نے کہا کہ مولویوں کا مزاج حسّاس ہے، ہم لوگ رات دن لڑکیوں کے ساتھ کام کرتے ہیں ہمیں تو کچھ پتا نہیں چلتا، یہ مولویوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا کہ تم ٹیڈیوں کے ساتھ خوب کام کر کے آؤ، مگر پتلون مجھے دے دو، میں اس کو لیبارٹری میں پیش کروں گا، اگر مذی نہ نکلے تو کہنا، تو مجھ سے مارے ڈر کے بھاگ گیا۔

صدّیق کسے کہتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور تقویٰ جو ہے اس کی آخری حد ہے اولیائے صدّیقین کی خطِ انتہا، لیکن جب ہم کو یہ نہ معلوم ہو کہ صدّیق کس کو کہتے ہیں تو ہم انتہائے ولایتِ صدّیقیت کو کیسے سمجھ سکتے

۳۹۴؎ ردالمحتار: ۸۰/۲، باب شروط الصلوٰۃ، مطلب فی النظر الی وجہ الامرد، عالم الکتب، الریاض

ہیں اور ہم اس اعلیٰ مقام کو حاصل کیے بغیر مر گئے تو کتنا پچھتانا پڑے گا! تو تفسیر روح المعانی میں ''صدّیق'' کی تین تعریف بیان کی گئیں ہیں۔ نمبرا: صدّیق وہ ہے اَلصِّدِّیْقُ هُوَ الَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ جس کی زبان اور دل ایک ہو، یہ نہیں کہ زبان سے کچھ کہتا ہے دل میں کچھ ہے، اس کا حال اور قال ایک ہو۔ دوسری تعریف ہے اَلَّذِیْ لَایَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ جس کا تعلق مع اللہ اتنا قوی ہو کہ کسی ماحول میں ہو، چاہے ہیتھرو ایئرپورٹ ہو یا مانچسٹر ایئرپورٹ ہو وہاں بھی اس کا ٹسٹر صحیح ہو۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا افسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

ایسا قوی النسبت ہو کہ جیسے مسجدِ حرام میں ملتزم سے چپٹ کر روتا ہے، اس کا روضۂ مبارک پر جو ایمان ہوتا ہے مارکیٹ میں بھی ویسا ہی ایمان ہو، ریل میں بھی ویسا ہی ایمان ہو، جہاز میں بھی ویسا ہی ایمان ہو، کیوں کہ خدا ہر جگہ ہے، اگر خدا کے لیے ملتزم پر رو رہا تھا تو جہاز پر بھی تو خدا ہے، یہاں تمہیں رونا کیوں نہیں آتا؟ یہاں کیوں آنکھیں حرام کاری میں مبتلا ہیں؟ تیسری تعریف ہے: اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ[۳۹۵] جو اللہ تعالیٰ پر دونوں جہاں فدا کر دے۔ دنیا کیسے فدا کرے؟ کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ کرے اور آخرت کیسے فدا کرے؟ سوال ہوتا ہے کہ ہم دنیا تو اللہ پر فدا کر دیں گے، مگر آخرت کیسے فدا کریں؟ تو اس مقامِ صدّیقیت کا سبق ہم کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ تم نیک کام بھی کرو رضائے خدا کے لیے، رضائے حق کے لیے اور جنت کو درجۂ ثانوی رکھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ

جنت پر اللہ کی رضا مقدم کر دو کہ اے اللہ! ہم نیک کام کرتے ہیں آپ کو خوش کرنے کے لیے اور جنت درجۂ ثانوی ہے کہ آپ جس سے خوش ہوتے ہیں اس کو جنت دیتے ہیں، تو ہم جنت بھی مانگتے ہیں، اور جب گناہ سے بچو تو دوزخ کے ڈنڈے سے نہیں، بلکہ اے اللہ! ہم اس لیے گناہ چھوڑتے ہیں کہ آپ کی ناراضگی ہمیں برداشت نہیں، دوزخ کی تکلیف سے زیادہ آپ کا ناراض ہونا ہمارے لیے باعثِ غم ہے: وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ[۳۹۶] اے اللہ! ہم تیری ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں اور جہنم سے۔ تو جہنم سے زیادہ اے خدا!

۳۹۵؎ روح المعانی: ۸/۱۳،یوسف (۴۶)، دار احیاء التراث، بیروت

۳۹۶؎ مسند الامام الشافعی: ۱۲۳/ تفسیر اللباب لابن عادل: ۵۱۹/۱۷، الفتح (۲۹)، دار الکتب العلمیة، بیروت

آپ کو ناخوش کرنا میرے قلب پر گراں ہے، تو جنت کو درجۂ ثانوی کر دیا اور جہنم کو بھی درجۂ ثانوی کر دیا اور اللہ کی رضا کو جنت سے مقدم کر دیا اور اللہ کی ناراضگی کو دوزخ سے مقدم کر دیا، تو گویا اس نے یہ جہاں بھی دے دیا اور جہان آخرت بھی دے دیا، اس نے دونوں جہاں اللہ پر فدا کر دیے اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ کونین کو اللہ پر فدا کرنے کی شرح آپ نے سن لی۔ یہ شرح شاید ہی کہیں کتابوں میں پاؤ گے اِلّاماشاء اللہ۔ اختر کو جہاں سے مل رہا ہے اللہ کسی اور کو بھی دے دے تو الگ بات ہے۔

صدّیق کی ایک الہامی تعریف

اب چوتھی تعریف اختر کی سنیے، کیوں کہ جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے عطا فرمایا تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تو نہیں ہیں مگر مبدأ فیّاض، اللہ تا قیامت قائم و دائم ہے، اس اللہ نے اختر کے دل میں صدّیق کی چوتھی تعریف ڈالی کہ صدیق اللہ کا وہ ولی ہے جو اپنی زندگی کی ہر سانس کو اللہ کی رضا پر فدا کرتا ہے اور ایک سانس، ایک لمحہ، ایک دقیقہ، ایک سیکنڈ بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت کو اپنے نفس اور اپنے قلب میں امپورٹ، استیراد اور درآمد نہیں کرتا۔ اگر کبھی صدورِ خطا ہو جائے بربنائے بشریت تو رو رو کے سجدہ گاہ کو تر کر دے گا اور اس قدر گریہ وزاری سے، اشکباری سے، آہ وزاری سے استغفار کرے گا کہ ملائکہ کو بھی رونا آجائے گا کہ یااللہ یہ کیسی قوم ہے کہ جنھوں نے آپ کو دیکھا بھی نہیں ہے اور آہ وزاری کی یہ حالت ہے کہ ان کی سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چوں بنالم چرخہا نالاں شود

جب میں روتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ روتی ہے، جب میں نالہ کرتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ آہ و نالہ کرنے میں شریک ہوتا ہے، اور پھر فرمایا ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

اے دنیا والو! جہاں بھی دیکھنا کہ کسی مٹی پر، کہیں خاک پر خون پڑا ہوا ہے، تو یقین کر لینا کہ یہاں جلال الدین ہی رویا ہو گا۔ بس اس کے بعد جب میں اس مقام پر پہنچتا ہوں تو لغت قاصر ہو جاتی ہے، لغت محدود ہے حق تعالیٰ

کی عظمت غیر محدود ہے اور محدود محبت غیر محدود کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

بس اب اختر یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! ہمارے تعبیر کے الفاظ ہمارے پاس ختم ہوگئے، اب آپ اپنے کرم سے بلا استحقاق اور بغیر لغت براہِ راست ہمارے قلوب کو اللہ والا دل اور صدیقین کا دل بنا دیجیے۔ اگر اہلِ جاپان پرانی موٹروں کو ری کنڈیشن کر سکتے ہیں، تو آپ بھی ہمارے خراب شدہ اور خستہ اور نہایت شکستہ دلوں کو اور نہایت برباد دلوں کو ری کنڈیشن کر کے اولیائے صدّیقین کا قلب ہمارے سینوں میں ڈال دیجیے، ہماری فوکس ویگن میں مرسڈیز کا انجن ڈال دیجیے یعنی اولیائے صدّیقین کا دل ہمارے سینوں کو عطا فرما دیجیے اور ہم سب کو ایسی محبت، ایسا ایمان، ایسا تقویٰ نصیب فرمایئے کہ ہم اپنی ہر سانس آپ پر فدا کر کے رشکِ جنت مزہ حاصل کریں اور ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں اور حرام مزہ حاصل کر کے جہنم سے زیادہ اپنے قلب کو **مُعَذَّب** نہ کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

منتہائے ولایت کا سبق اور حضرتِ والا کا ایک کشف

(مجلس کے بعد فرمایا کہ) بتایئے! مولانا میں نے جو آپ کو روکا ہے تو آپ نفع میں رہے یا نہیں؟ آج آخری شب ہے، کل ان شاء اللہ مولانا حسین کی سیٹ کنفرم ہو جائے گی، تو آج جو کچھ عرض کیا یہ آپ کی پوری حیات کے لیے نصیحت ہے یا نہیں؟ اور ولایت کا اس سے اعلیٰ مقام نہیں ہے، اولیائے صدّیقین کی خطِ انتہا تک اختر نے تقریر کی، سارے عالم میں یہ تقریر اسی جذبے سے کر رہا ہوں کہ اگر اولیائے صدّیقین کی آخری سرحد تک نہیں پہنچے تو غم ہوگا کہ آہ! ہم آخری حد تک کیوں نہیں پہنچے؟ صرف نبوت کے دروازے سیل ہیں، ولایت کے دروازے کھلے ہیں۔ بعض وقت میں تقریر کرتا ہوں تو مجھے اولیائے صدّیقین کی خطِ انتہا اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ یہ خطِ انتہا ہے اور نبوت کے دروازوں پر جو تالے لگے ہوئے ہیں مجھے وہ سیل بھی نظر آتی ہے، وہ تالے بھی نظر آتے ہیں۔ کیا کریں آج کہنا پڑ رہا ہے، اپنے خاص دوستوں میں اللہ کی نعمت پیش کر رہا ہوں، زندگی اللہ کی محبت لوٹنے کے لیے ہے، اللہ کے کرم اور رحمت کو لوٹنے کے لیے ہے، مالک پر فدا ہو کر لذتِ دوجہاں سے زیادہ مزہ لینے کے لیے ہے، اس مزے کو بادشاہ کیا جانیں اور سورج اور چاند کی روشنی اللہ کی روشنی کو کیا جانے؟ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

با لبِ یارم شکر را چہ خبر
بارُخش شمس و قمر را چہ خبر

اللہ کی تجلیات کے سامنے سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں اور میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ ظالم شکر کیا جانے، جو مخلوق ہے اور حادِث ہے اور فانی ہے اور اللہ کے نام کی لذت و مٹھاس غیر فانی ہے، قدیم ہے اور واجب الوجود ہے، ایک دفعہ جو محبت سے اللہ کا نام منہ سے نکل گیا تو اس کا نور قیامت تک فنا نہیں ہوگا، یہ نور ہماری روح میں رہے گا۔

اللہ سے اللہ کو مانگ لو

اسی لیے بتارہا ہوں دوستو! کہ زندگی کا مزہ لوٹ لو، اگر اولیائے صدّیقین کی خطِ انتہا تک پہنچے بغیر مر گئے تو گویا اللہ کی دوستی میں کمتر درجہ پر مرے، تو کمتر کیوں رہو؟ جب کریم مالک سے پالا پڑا ہے جس سے جو مانگو دیتا ہے اور ہم اُن سے اُن ہی کو مانگ رہے ہیں، ولایتِ صدّیقیت کی مراد کیا ہے کہ اللہ کو پورا پورا خوش کرلیں، تو جب ہم اللہ سے اللہ ہی کو مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔

اس کی ایک مثال سن لو۔ ایک بیٹا اپنے باپ سے کہتا ہے کہ مجھے مرسڈیز دے دو، مجھے اپنا پیٹرول پمپ دے دو، غور سے سنیے! وہ کہتا ہے مجھے اپنا فلاں باغ دے دو، فلاں بلڈنگ دے دو، فلاں فیکٹری دے دو اور ایک بیٹا کہتا ہے ابّا ہمیں کچھ نہیں چاہیے، ہمیں آپ چاہئیں، آپ ہم سے خوش ہوجائیے، ہم آپ سے آپ ہی کو مانگتے ہیں، آپ ہم سے خوش ہوجائیے، تو یقین سے کہتا ہوں کہ باپ اس بچے کو زیادہ دے گا جو اس سے یہ کہے گا کہ ہم آپ کی خوشی مانگتے ہیں بہ نسبت اوروں کے، ان کو مطلبی یار قرار دے گا کہ یہ لڑکا عاشقِ مرسڈیز ہے، عاشقِ فیکٹری ہے، عاشقِ جائیداد ہے لیکن عاشقِ پدر نہیں ہے، اور دوسرے بیٹے کو شاباشی دے گا کہ تم باپ کے عاشق ہو، تو اللہ سے سب مانگنا جائز ہے مگر جائز مانگ کرکے آخر میں اعلیٰ چیز مانگ لو کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں تاکہ اللہ ہم کو وفادار قرار دے کہ میرا بندہ اپنی ضرورت کی وجہ سے جائز حاجتیں بھی مانگتا ہے، مگر آخر میں یہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہوں، اگر آپ مل جائیں تو سب کچھ مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس کو اللہ نہیں ملا وہ ظالم محروم مرا۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرمانہ دیکھا

برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مولانا گاردی نے آج میری اس مجلس میں شرکت فرما کر میرے قلب کو مسرور کر دیا، یہ میری آخری نصیحت ہے، کیوں کہ میں زندگی کے اس مقام پر ہوں کہ اب آگے کا کچھ نہیں پتا، ستّر سے اوپر ہونے کے بعد ایکسٹینشن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ کے فضل و رحمت سے اختر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش میں بالغ ہوا، مولانا ایسی شخصیت تھے کہ بڑے بڑے علماء یہاں تک کہ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا، اور مفتی محمود الحسن صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں پورے ہندوستان میں ان سے بڑا کوئی صاحبِ نسبت نہیں ہے۔ تو تین سال اختر کو اللہ نے ایسے بڑے بزرگ کے ساتھ رکھا اور سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رکھا۔ یہ بتاؤ کہ جب دو دریا ملتے ہیں تو دریا کا پاٹ بڑھتا ہے یا نہیں؟ یا ویسا ہی رہتا ہے؟ اور تیسرا دریا ہر دوئی کا جب ملا تو اتنا طوفان آیا کہ گیٹ اٹھانے پڑے، جیسے دریا میں پانی بڑھ جاتا ہے تو بند کے گیٹ اُٹھانے پڑتے ہیں تاکہ اضافی پانی نکل جائے اور بند کو نقصان نہ پہنچے۔

پہلے میں تقریر نہیں کرتا تھا، چالیس سال کی عمر تک میں نے کوئی تقریر نہیں کی، خاموشی سے حضرت پھولپوری کی بات لکھتا تھا پھر جب حضرت والا ہر دوئی کا دریا ملا تو گیٹ اُٹھ گئے، جیسے یہاں ساؤتھ افریقہ میں سیلاب آیا تھا تو سب گیٹ اٹھا دیے گئے تھے ورنہ پل بہہ جاتا، میں نے خود جا کر بہ چشم دید دیکھا تھا۔

جہاں دو دریا ملتے ہیں اسے سنگم کہا جاتا ہے اور جہاں تین دریا ملتے ہیں اسے تربینی کہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے صدقہ میں اختر کے سینے میں تین بزرگوں کے دریاؤں کی تربینی ہے۔

خود میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بنگلہ دیش میں میری تقریر شروع ہونے پر سارے علماء کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس مت بیٹھو، جاؤ! اب اختر تم لوگوں کو بریانی کھلائے گا۔ تو میری تقریر کا نام میرے شیخ نے بریانی رکھا ہے۔ کیوں بھئی بریانی کا مزہ آیا کہ نہیں؟ شیخ مرید کو ایسے ہی نہیں کہتا، اللہ کی طرف سے اس کی زبان بولتی ہے۔ آج میں نے بعض دوستوں کو روک لیا تھا، لیکن میرا دل ایمان اور دیانت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دردِ دل منتقل ہو جائے گا تو پھر بخاری شریف کا درس صحیح معنوں میں درس ہو گا۔

اکابر کے نزدیک صحبتِ شیخ کی اہمیت

یہ علامہ انور شاہ کشمیری کا ارشاد ہے، انہوں نے مولانا عبد اللہ شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ بخاری شریف ختم ہوگئی لیکن روحِ بخاری ابھی نہیں ملے گی، جاؤ کم سے کم چھ مہینے کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاؤ وہاں تم کو روحِ بخاری ملے گی اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حدیث پڑھانے کا اور پڑھنے کا مزہ جب ہے کہ استاد بھی صاحبِ نسبت ہو اور شاگرد بھی صاحبِ نسبت ہو۔ آج اسی دردِ دل کی کمی ہے، مدارس کی تعداد بڑھتی جارہی ہے لیکن اب طلبہ کو بھی ذوق نہیں رہا۔ اہل اللہ سے محبت معمولی نعمت نہیں ہے، لیکن ہم خوش ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جو تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ پیری مریدی والے سب چکر باز ہیں، پاگل ہیں، ان کے لیے میں ایک شعر پڑھتا ہوں ؎

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دِکھائے

صحبتِ شیخ کے فیوض وبرکات

الحمد للہ کہ بچپن ہی سے اللہ نے مجھے اہل اللہ کی محبت عطا فرمائی اور میں نے کسی کی پروا نہیں کی، یہاں تک کہ اساتذہ بھی منع کرتے تھے، گو اخلاص سے کہ پیری مریدی میں کہیں اس کی علمی استعداد کمزور نہ ہوجائے، میں نے کہا کہ میں ہر طرح سے برباد ہونے کے لیے تیار ہوں، مگر اپنے قلب میں اپنے مولیٰ کو آباد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے سب کے تبصرے منظور ہیں۔ لیکن اب وہی اساتذہ جو ہم کو منع کرتے تھے کہ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ مت جایا کرو، علم میں زیادہ محنت کرو، ان ہی اساتذہ نے جنہوں نے ہمیں مشکوٰۃ شریف پڑھائی تھی جب میری تقریر سنی، تو ٹوپی اتار کر فرمایا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھ دو، اور میری مثنوی کی شرح پڑھ کر میرے فارسی کے استاد نے پوچھا کہ کیا تم نے کہیں اور بھی فارسی پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ نے جو فارسی پڑھائی تھی اتنی ہی پڑھی ہے، باقی سب حضرت کی کرامت وبرکت ہے کہ اہلِ ایران جن کی مادری زبان فارسی ہے وہاں کے ایک بڑے عالم علامہ زاہد نیشاپوری نے خط لکھا کہ تمہاری مثنوی جو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے ”ہر کہ او مثنوی اختر رابخواند اورا مولانا روم پندارد“۔

حضرتِ والا کی شرحِ مثنوی پر علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

اور مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرا صرف ایک شعر دیکھا، وہ کیا شعر تھا کہ ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل را می دہد

اہل دل وہ ہیں جو اللہ کو اپنا دل دیتے ہیں اور مرنے والی لاشوں پر نہیں مرتے، جس نے ماں کے پیٹ میں دل بخشا اسی کو دل دیتے ہیں، تو حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اتنے بڑے عالم اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے، میری فارسی کی مثنوی دیکھ کر فوراً فرمایا کہ

لَا فَرْقَ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ مَوْلَانَا رُوْم

یعنی مجھے اختر میں اور مولانا روم میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا یعنی کلام کے اعتبار سے، مقام کے اعتبار سے نہیں۔ لیکن مثنوی کی جو میں نے شرح لکھی ہے آج سارے عالم میں غلغلہ مچ رہا ہے۔

مولانا منظور احمد نعمانی لکھنوی کا ارشادِ مبارک

لکھنؤ کے مولانا منظور نعمانی نے مجھ سے خود فرمایا کہ اب میں کوئی کتاب نہیں پڑھتا، تیری ہی مثنوی مولانا روم میرے سرہانے رکھی ہے اور میں اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے بڑے بڑے علماء میری مثنوی پڑھ رہے ہیں۔

حضرتِ والا سے اکابر کا تعلق و محبت

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عربی زبان میں مصنّف عبد الرزاق کا حاشیہ لکھنے والے جس نے عربوں میں غلغلہ مچایا اور حضرت مولانا علی میاں ندوی ان دونوں نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب سے درخواست کی کہ حضرت آج اختر سے مثنوی کا درس سنوا دیجیے، تو میں نے مثنوی کا درس سنایا۔ میں نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب کو بھی پانچ گھنٹے مثنوی کا درس سنایا کہ حضرت میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے اس اس شعر کے بارے میں یہ یہ مضامین عطا فرمائے ہیں تو حضرت پانچ گھنٹہ سنتے رہے، اور روتے رہے، پھر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم
آؤ دیارِ دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اس طرف سے مسافت رہے گی کم

دیارِ دار سے اللہ کا راستہ شارٹ کٹ ہے اور وہ دیارِ دار کیا ہے؟ بُری خواہشات کو پھانسی دے دو۔ خودکشی تو حرام ہے، مگر بُری خواہشات کو پھانسی دے دو یہ دیارِ دار ہے، اسی لیے اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ فوکسانہ (Fox) یعنی لومڑیانہ زندگی مت اختیار کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ یاد رکھو کہ لَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ[۳۹۷] جو لومڑیوں کی چال نہیں چلتا شیرانہ چال چلتا ہے، ہمتِ مردانہ دِکھاتا ہے اسی کو اللہ ملتا ہے، جیسا کہ ایک شاعر نے پرتاب گڑھ میں کہا تھا۔

بلبل نے کہا عشق میں غم کھانا چاہیے
پروانہ بولا عشق میں جل جانا چاہیے
فرہاد بولا کوہ سے ٹکرانا چاہیے
مجنوں نے کہا ہمتِ مردانہ چاہیے

بس اب دعا کرو کہ اللہ میری زندگی میں برکت دے تو اگلے سال پھر ملاقات ہوگی ان شاء اللہ، اور یہ بھی دعا کرو کہ کل ہمیں سیٹ مل جائے، لیکن اس کے لیے بددعا نہ کرنا کہ سیٹ نہ ملے۔

نفس و شیطان میں ایک خاص فرق

میر صاحب یاد دلا رہے ہیں کہ شیطان بھی دشمن ہے نفس بھی دشمن ہے، لیکن دونوں دشمنوں کا ایک فرق تو بتا دیا کہ جب وسوسے مسلسل آئیں تو سمجھو کہ نفس ہے، لیکن ان دونوں دشمنوں میں ایک خاص فرق ہے کہ شیطان مردود ازلی ہے اب وہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا، لیکن نفس دشمن کتنا ہی بدکار، زانی، شرابی ہو اگر کسی ولی اللہ کے دل سے اپنے دل کی قلم لگالے اور صحبتِ اہل اللہ میں رہے تو اس نفس کی دشمنی صرف مفقود نہیں ہوجائے گی بلکہ یہ دشمن ولی اللہ بھی ہوجائے گا اور شیطان ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں دشمنوں میں یہی

---

۳۹۷ روح المعانی: ۲۴/۱۲۰، فصلت (۳۰)، دار احیاء التراث، بیروت

فرق ہے کہ نفس دشمن ہر وقت متوقع الولایت ہے اور شیطان محروم الولایت ہے، شیطان اب ولی اللہ نہیں ہو سکتا، وہ مردودِ ازلی ہے، لیکن نفس دشمن جو ہے اس میں صلاحیت ہے کہ اگر خانقاہوں میں رہو اور آہوں میں رہو اور زاغوں میں نہ رہو تو ان کی برکتوں سے ان شاء اللہ نفس کا مزاج بدل جائے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کانپ رہا ہے، اسے ایک پیالی گرم گرم چائے پلا دو تو ایک پیالی چائے اس کے مزاج کو بدل دیتی ہے، تو ایک پیالی چائے کیا اولیاء اللہ سے بڑھ جائے گی؟ کیا اولیاء اللہ کی برکتوں سے اور ان کی صحبتوں سے نفس کا مزاجِ فاسقانہ نہیں بدل سکتا؟

۱۶؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۶؍نومبر ۱۹۹۸ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد مغرب

ہر وقت خوش رہنے کا نسخہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

پریشانیاں دور کرنے کا ایک نسخہ بتاتا ہوں کہ تقویٰ سے رہو، سر سے پیر تک اپنے اعضا سے گناہ نہ ہونے دو، سر پر بال غیر مسنون نہ ہوں، گال پر ایک مٹھی بال ہوں، مونچھیں بڑی بڑی نہ ہوں، ناف سے گھٹنے تک چھپے ہوئے ہوں اور ٹخنہ چھپا ہوا نہ ہو، یہ ظاہری اسٹرکچر ہو گیا۔ اب فنشنگ ہے کہ آنکھ سے کالی اور گوری کو نہ دیکھتا ہو اور دل میں بھی نافرمانی کا خیال نہ لائے اور ہر وقت اپنی زندگی کو مالک پر فدا اور قربان کرے، جو اللہ کو ہر وقت خوش رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہر وقت خوش رکھے گا۔

دشمنوں سے حفاظت کی ایک دعا

اپنے نام کی برکت سے اور اپنی مدد سے اللہ اپنے دوستوں کے دشمن کو برباد کرتا ہے اور دوستوں کو آباد رکھتا ہے۔ جب ہر نبی کے لیے دشمن پیدا ہوئے ہیں تو ہم لوگوں کے بھی دشمن ہوتے ہیں، مگر جس کے چراغ کو اللہ روشن کرے اس کو کوئی بجھا نہیں سکتا، لہٰذا دو رکعت توبہ پڑھے اور اللہ سے دعا کرے کہ اللہ ہمارے دشمنوں کو مغلوب فرما اور ان کے شر کو دفن کر دے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ[۳۹۸]

---

[۳۹۸] سنن ابی داؤد:۱/۲۱۵،باب ما یقول الرجل اذا خاف قومًا،ایچ ایم سعید

جس کو دشمن پریشان کررہے ہوں وہ میر صاحب سے یہ دعا لکھوالے۔ یہ حدیث کی دعا ہے کہ اے اللہ! دشمنوں کے مقابلے میں ان کی گردن پر میں آپ کو پیش کرتا ہوں تاکہ آپ انہیں ذبح کردیں، ذبح کرنے کو نحر کہتے ہیں اور نحر کی جمع نحور ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ اے اللہ! میرے جتنے دشمن ہیں ستارہے ہیں، ظلم کررہے ہیں ان کی گردن اور نحر پر میں آپ کو مقرر کرتا ہوں کہ آپ ان کو ذبح کردیجیے وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ اور ان کے شر سے آپ ہم کو نجات عطا فرمائیے، تو سات سات مرتبہ پڑھ کر سات ڈھیلے پر دشمن کا خیال کر کے دانت پیس کر چہرے پہ غصہ لاکر ڈھیلے کو زمین پر مارو، وہ دشمن یا تو مرجائے گا یا بھاگ جائے گا۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ ایک ہندو نے میری دوکان پر قبضہ کرلیا ہے اور میں اس سے مقدمہ لڑرہا ہوں مجھے کوئی وظیفہ بتادو میں نے یہی وظیفہ بتایا۔ الحمدللہ چالیس دن بھی نہیں پڑھا تھا کہ وہ ہندو مرگیا اور دوکان جج نے ان کو دِلادی۔

ہدیہ دینے والے پر خوشی کا اظہار سنت ہے

دیکھو! اگر انسان اپنا کوئی عمل ظاہر کرے تو وہ رِیا ہے، دِکھاوا ہے، گناہ ہے، مگر شیخ اگر اپنے مرید کے عمل کو ظاہر کردے تو یہ سنت سے ثابت ہے، چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چندے کو جیب میں چھپاکے نہیں رکھا، بلکہ ایک ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ میں پلٹا اور اظہارِ خوشی کیا اور دعا دی کہ اے اللہ! میں عثمان سے خوش ہوگیا تو بھی عثمان سے راضی ہوجا، تو معلوم ہوا کہ چندہ دینے والے پر خوشی ظاہر کرنا بھی سنت ہے اور اس کو دعا دینا بھی سنت ہے اور اگر اس کا اظہار کردیا جائے تو یہ بھی سنت ہے۔ یہ اس لیے بتارہا ہوں کہ میں افریقہ آیا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے میرے ایک دوست کو کرایہ دینے کی توفیق دی ہے، آپ سب ان کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کا یہ عمل قبول فرمائے اور انہیں جتنے دشمن ستارہے ہیں وہ سب نیست ونابود اور برباد ہوجائیں اور ان کو عافیت نصیب کردیجیے۔

انہوں نے منیٰ میں میرا پہلا بیان سنا اور منیٰ وہ مقدس جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت بڑا امتحان پاس کیا تھا، تو اسی وقت انہوں نے مجھے افریقہ کے لیے دعوت دے دی، اصلی محبت وہی ہے جو پہلی ہی نظر میں ہوجائے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

پہلی نظر کی چوٹ بھی اُف کس بلا کی تھی
اب تک جگر پہ چوٹ ہوں اس کی لیے ہوئے

تو پہلی ہی ملاقات میں ان کے دل میں میری اور میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی۔ افریقہ میں اور بہت سے لوگوں نے کہا کہ ہم بھی کرایہ دینا چاہتے ہیں، مگر انہوں نے کہا کہ میں اس نیکی میں کسی کو پارٹنر نہیں بناؤں گا، یہ ثواب میں کسی کو نہیں لینے دوں گا۔ اگر دل میں محبت نہ ہو تو آدمی سوچتا ہے کہ دوسروں کو موقع دو اور اپنی جان چھڑاؤ، لیکن عاشق جان نہیں چھڑاتا جان فدا کرتا ہے، تو ان کی محبت نے گوارا نہیں کیا کہ کوئی اور بھی اس میں حصہ لے، تو اب دعا کرو کہ جو کام پورے افریقہ میں ہو رہا ہے اس کا ثواب سب کو دے اور ان کو بھی دے۔

تو کتنا فرق ہو گیا کہ اگر مرید خود اپنا عمل ظاہر کرے تو گناہ اور شیخ ظاہر کرے تو سنت اور ثواب ہے، لہٰذا شیخ پر مرید کے نیک عمل کا اِخفاء واجب نہیں، کیوں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں ایک تہائی فوج کا انتظام کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دیے ہوئے دنانیر اور دراہم کو ایک ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ میں الٹتے پلٹتے رہے اور ان دراہم کی آواز سنی اور سنائی اور خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ دعا دی کہ اے اللہ! تیرا نبی عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی عثمان سے خوش ہو جا۔

ریا کی تعریف و توضیح

تو علماء حضرات بتاؤ یہ سنت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں پیسہ دے تو اس سے خوشی ظاہر کرنا بھی سنت ہے، اس کو دعا دینا بھی سنت ہے اور اس کا اظہار کرنا بھی سنت ہے، اس سے اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس میں اس کا دِکھاوا نہیں ہوتا، دِکھاوا جب ہوتا ہے جب وہ خود دِکھائے، اور جب اپنا بڑا، مربّی، پیر و مرشد دکھائے تو وہ دِکھاوا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی امید ہے ان شاء اللہ، کیوں کہ رِیا اور دِکھاوے کی تعریف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے:

اَلْمُرَاءَاۃُ فِی الْعِبَادَاتِ لِغَرَضٍ دُنْیَوِیٍّ

جو اپنی عبادت دنیاوی غرض سے خود دِکھائے، جیسے ایک آدمی کسی بادشاہ کو دکھانے کے لیے لمبی لمبی نمازیں پڑھے، ویسے تو روزانہ رکوع میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھتا ہے اور جب کوئی بادشاہ مہمان ہوا تو سات دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھ رہا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ خدا کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے اور اب بہت موٹی رقم ملے گی، تو یہ دنیاوی غرض کے لیے ہوا، یہ دِکھاوا ہے، لیکن اللہ کے لیے عمل دکھانا یہ ریا نہیں

ہے، اسی لیے حکیم الامت نے ریا کے معاملے میں لِغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ کی عبارت بڑھا دی (اَلْمُرَاءَاةُ فِي الْعِبَادَاتِ لِغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ) جو نیک کام دکھائے اور اس سے کوئی دنیاوی مطلب ہو۔

اور اگر اللہ کے لیے کوئی دکھائے جیسے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ[۳۹۹] سات مرتبہ پڑھنے کا یہ عمل میں برسہا برس سے کررہا ہوں وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ وِرْدُ هٰذَا الْفَقِيْرِ مُنْذُ سِنِيْنَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔[۴۰۰] تو انہوں نے اپنا یہ عمل اس لیے دِکھایا تاکہ اُمت بھی اس پر عمل کرے، تو یہ ریا نہیں ہے، اس لیے ریا کی تعریف یاد کرلو بلکہ علماءِ دین سے گزارش کرتا ہوں کہ لکھ لیں اَلْمُرَاءَاةُ فِي الْعِبَادَاتِ لِغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ دنیاوی مطلب پورا کرنے کے لیے دکھاوا کرنا، لیکن اگر پیر نیک عمل دکھاوے کے لیے کرے، مثلاً سب کے سامنے تہجد پڑھے تاکہ اور لوگ بھی اس کی اقتداء کریں یا کوئی اور نیک کام اللہ کے لیے دکھانے کے لیے کرے تو حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رِيَاءُ الشَّيْخِ اَفْضَلُ مِنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِ شیخ کا دِکھاوا مرید کے اخلاص سے افضل ہے، کیوں کہ اس کی نیت یہ ہے کہ ہمارے احباب بھی اس پر عمل کریں۔

سب لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو سر سے پیر تک جلد ولی اللہ بنادے یعنی سر سے پیر تک اللہ ہماری صورت اور سیرت کو اپنے پیار کے قابل بنادے، جیسے کوئی بیٹی کا بیاہ کرتا ہے تو اس کا بیوٹی پارلر کرتا ہے تاکہ میری بیٹی کو دیکھ کر داماد خوش ہوجائے۔ اختر اپنے دوستوں کا روحانی بیوٹی پارلر کررہا ہے تاکہ جب قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہو میرا مرید اور میرا دوست تو اللہ تعالیٰ خوش ہوجائے۔ اللہ ہم سب کو صورت اور سیرت دونوں اچھی دے دے، مرنے سے پہلے پہلے ہم سب کو اپنا دوست بنالے اور ہمیں ولی اللہ بناکر اٹھائے، کیوں کہ ایک دن دنیا تو یہیں رہ جائے گی اور ہمیں اکیلے جانا پڑے گا، نہ مرسڈیز جائے گی، نہ رین جائے گا، نہ مکان جائے گا، نہ تالاب جائے گا جس کو آپ انگریزی میں سوئمنگ پول کہتے ہیں۔ غرض ہمارے دل بہلانے کی جتنی بھی چیزیں ہیں سب ہم سے ہٹنے والی ہیں، لہٰذا اُس سے دل بہلاؤ جو زمین کے اوپر بھی ہے زمین کے نیچے بھی ہے، عالمِ برزخ میں بھی ہے میدانِ قیامت میں بھی ہے اور جنت میں

۳۹۹؎ التوبۃ:۱۲۹

۴۰۰؎ روح المعانی:۱۱/۵۴،ذکرہ فی اشارات سورۃ التوبۃ،داراحیاءالتراث،بیروت

بھی ہے، اس کا نام اللہ ہے، وہ ایسا پیارا مولیٰ ہے جو ہر جگہ ہمارا ساتھ دے گا۔ بس اسی سے دل لگاؤ، یہ کیا کہ جب قبر میں گئے تو بیوی نے کہا کہ اکیلے جاؤ، بچے نے کہا بابا اکیلے جاؤ، کاروبار نے کہا اکیلے جاؤ، مرسڈیز نے کہا اکیلے جاؤ، بینک بیلنس نے کہا اکیلے جاؤ۔ ہم ایسے ساتھی کو ساتھی نہیں سمجھتے، ہمارا پیارا ساتھی وہ اللہ ہے، وہ اللہ ایسا پیارا مولیٰ ہے جو زمین کے اوپر بھی ہمارا ساتھ دیتا ہے اور زمین کے نیچے بھی ساتھ دیتا ہے، عالمِ برزخ میں بھی ساتھ دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی ساتھ دے گا۔

محبت ِلِلّٰہیہ کا انعام

اور جو آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ ان سے کہے گا کہ تم لوگ آپس میں میری وجہ سے محبت کرتے تھے اب حساب کے میدان میں کیوں پریشان ہو؟ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ[۴۰۱] اے وہ لوگو جو آپس میں میری وجہ سے محبت کرتے تھے! آجاؤ میرے عرش کے سائے میں۔

جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا، تو بتاؤ! ہم سب کی یہ محبت اللہ والی ہے یا نہیں؟ تو جب اللہ تعالیٰ اعلان کرے گا کہ میری وجہ سے آپس میں محبت کرنے والو میرے عرش کے سائے میں آجاؤ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا، تو جب خدا سائے میں بلارہا ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں حساب نہیں ہوگا۔

تو اللہ والی محبت کو نعمت سمجھو، اس کو معمولی مت سمجھو، چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنی اللہ والی محبت کو نقصان نہ پہنچنے دو، پیر بھائیوں میں بھی آپس میں محبت رکھو، ایک دوسرے سے ملتے رہو۔ دیکھو جب ابّا دیکھتا ہے کہ میرے بچے محبت سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ابّا خوش ہوتا ہے یا نہیں؟ تو ربّا بھی خوش ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ میرے بندے آپس میں محبت سے ملتے ہیں۔ اگر اللہ کو دور دور رہنا اچھا لگتا کہ ہر بندہ دور دور رہے اور خوب دعا مانگے اور نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ مسجد میں جماعت کی نماز واجب نہ کرتا۔

اب ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ اگر مسجد پندرہ منٹ کی پیدل مسافت پر ہے تو جماعت ساقط ہوجاتی ہے، جیسے ایک میل کے فاصلے پر اگر پانی ہے تو تیمم جائز ہے اور معتدل رفتار سے ایک میل کا سفر پندرہ منٹ میں طے ہوتا ہے، لہٰذا اگر مسجد پندرہ منٹ کی مسافت کے بقدر دور ہے تو جماعت واجب نہیں ہے، اگر موٹر

۴۰۱؎ مسند الطیالسی: ۹۶/۴، باب ما روی سعید بن یسار، دار ھجر لطباعۃ النشر والتوزیع

سے جائے گا تو ثواب ملے گا، لیکن موٹر سے سفر کرنے والا بھی قادر نہیں ہوتا کیوں کہ شامی نے لکھا ہے اَلْقَادِرُ بِالْغَیْرِ لَیْسَ بِقَادِرٍ موٹر کے ذریعے سے جو قدرت ہے اس قدرت کو شریعت نے تسلیم نہیں کیا، جیسے ایک آدمی نماز کے لیے خود نہیں کھڑا ہو سکتا تو بیٹھ کے پڑھنا جائز ہے، اگر اس کو دو آدمی اٹھا کے کھڑا کر دیں پھر رکوع میں جھکا دیں پھر کھڑا کر دیں پھر سجدے میں جھکا دیں، تو علامہ شامی لکھتے ہیں کہ دوسروں کی مدد سے جو قیام و رکوع کر لے یہ قادر نہیں ہے اَلْقَادِرُ بِالْغَیْرِ لَیْسَ بِقَادِرٍ جو دوسروں کی مدد سے قدرت پائے وہ قادر نہیں ہے، اس کے لیے معافی ہے وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ شامی کی عبارت نقل کر دی تاکہ مولوی کو معلوم ہو جائے کہ اس پیر کے پاس عربی عبارتوں کا اسٹاک موجود ہے۔

جب مشکل آجائے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے مدد مانگو اور اوّل آخر درود شریف پڑھ کر ایک سو گیارہ دفعہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھو اور اللہ سے مانگو کہ اے اللہ میری سب مشکل دور فرما دے، اور دشمنوں سے حفاظت کے لیے میں نے جو مجرب وظیفہ بتایا ہے یہ وظیفہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا ہے، لیکن اگر دشمن مسلمان ہے تو موت کی نیت نہ کرو بس یہی نیت ہو کہ یہ بھاگ جائے۔ حضرت جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا یہ وظیفہ میں نے بھی اپنے دشمنوں پر آزمایا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ آج میرے قلب کو بھی اور میرے بیٹے کے قلب کو بھی اللہ نے تکبر سے محفوظ فرمایا، جب دشمن ستاتا ہے تو دل ٹوٹ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی پیغمبروں کے لیے فرمایا وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا[۴۰۲] ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا، کیوں کہ دشمن کی وجہ سے آدمی اللہ سے زیادہ رجوع ہوتا ہے اور آہ و فریاد کرتا ہے اور اللہ اپنی قدرت بھی دکھانا چاہتا ہے کہ ہم اپنے پیاروں کے دشمنوں کو کس طرح برباد کرتے ہیں، جیسے ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ستایا۔

اس اُمت کا فرعون

جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے دو انصاری لڑکوں سے ابوجہل کو قتل کروایا، جب دونوں انصاری لڑکوں نے اس کو زخمی کر کے گرا دیا، تو اسے قتل کرنے کے لیے حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اس کے سینے پر بیٹھ کر تلوار سے اس کی گردن کاٹنے لگے، تو ابوجہل نے کہا کہ میں قوم کا سردار ہوں، میری گردن کو اوپر سے مت کاٹو نیچے سے کاٹو تاکہ جہاں قریش کے دیگر کٹے ہوئے مقتولوں کے سر ہوں گے تو میری گردن

---

[۴۰۲] الانعام: ۱۱۲

سب سے اونچی ہو یعنی مرتے مرتے بھی تکبر کا مظاہرہ کیا۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کے سر کو پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ میری امت کا فرعون یہی ہے **فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْجَهْلٍ**[۴۰۳] اور آپ اس دشمن کے قتل پر سجدۂ شکر بجالائے، تو اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ میرے پیاروں کو کتنا ستاتے ہیں، مگر چراغ روشن ہی ہوتا چلا جاتا ہے، اور بھی اس میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کی تربیت کے لیے کئی حکمتیں ہیں۔

مگر دشمن ستائے یا کوئی اور پریشانی آئے بس ایک ہی کام کرنا ہے کہ کوئی غم مت کرو، ایک غم لے لو اختر سے کہ میرا مولیٰ اور میرا پالنے والا اور میرا پیدا کرنے والا اور میرا خالق ومالک مجھ سے ایک سانس، ایک سیکنڈ بھی ناراض نہ ہو، نہ اسٹر کچر سے، نہ فنشنگ سے۔

اسلامی شِعار اپنانے کی تلقین

لٰہذا لباس سے اپنا ٹخنہ نہ چھپاؤ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو ٹخنہ چھپائے گا اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا اور شرح بخاری **فتح الباری** میں ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا:

لَا تُسْبِلْ فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ[۴۰۴]

ٹخنہ مت چھپاؤ، جو پتلون یا پاجامہ وغیرہ سے ٹخنہ چھپاتا ہے تو اللہ اس سے محبت نہیں کرتے۔ اللہ کی محبت سے اپنے کو محروم نہ کرو، جو مجھ سے مرید ہیں میں اگر ان کا روحانی بیوٹی پارلر نہ کروں، تو میں بھی تو پکڑا جاؤں گا کہ انہیں تائب اور مرید تو کر لیا اور ان کے گھروں پر مرغے اڑا لیے مگر انہیں میرا دین کیوں نہیں سکھایا؟ لٰہذا میں دردِ دل سے آپ کی عزت اور آپ کی محبت میں کہہ رہا ہوں کہ سر سے لے کر پیر تک اپنا اسٹرکچر صحیح کر لو، اور یہ بہت آسان ہے، بس آج ہی سے ارادہ کر لو کہ ایک مٹھی داڑھی رکھیں گے، ایک مٹھی سے اگر ذرا بھی بڑھ جائے تو کاٹ لو کوئی گناہ نہیں ہے، ایک بال کے برابر بھی اگر مٹھی سے بڑھ جائے تو کاٹنا جائز ہے اور شکل بھی بہت پیاری معلوم ہوتی ہے اور شیروں سے سبق لے لو۔ جتنے شیر ہیں سب کی داڑھی ایک مٹھی سے

---

[۴۰۳] المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/۸۳ (۸۴۷۱)، مرویات عبداللہ بن مسعود الھذلی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ

[۴۰۴] سنن ابن ماجۃ: ۳۹۰، باب موضع الازار این ھو، المکتبۃ الرحمانیۃ / فتح الباری: ۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، بیروت

کم نہیں ہوتی اور شیرنی کی داڑھی نہیں ہوتی کیوں کہ شیرنی کے گالوں کا چما لینا پڑتا ہے۔ اچھا پہلے ہم یہ سمجھتے تھے کہ شاید شیر اپنی شیرنی سے ایسا نہیں ڈرتا ہوگا جیسے بعض لوگ اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں، لیکن آپ ہی کے جنگل میں جو تین سو ساٹھ کلو میٹر کا ہے میں اپنا آنکھوں دیکھا حال بتا رہا ہوں کہ ایک شیرنی اور شیر دونوں بیٹھے تھے، ہماری موٹر ان کے بالکل قریب کھڑی تھی، شیر اور شیرنی میں پانچ فٹ کا فاصلہ رہا ہوگا، اتنے میں شیرنی اٹھی اور دس فٹ کے فاصلے پر جا کر بیٹھ گئی، شیر صاحب دست بستہ پا گرفتہ باادب باملاحظہ ہوشیار پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں اور وہیں جا کر بیٹھے جہاں وہ شیرنی بیٹھی تھی، تو میں نے کہا کہ اللہ اکبر! یہ بیوی بھی عجیب چیز ہے کہ شیر ظالم بھی غلام بن گیا۔

بیوی سے محبت کرنا سنت ہے

لیکن بیوی سے محبت کرنا یہ غلامی نہیں ہے یہ سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اے ایمان والو! اپنی بیویوں کو پیار سے رکھو، ان کی خطاؤں کو معاف کرو۔ ایک عورت نے کھانے میں نمک تیز کر دیا، بھول کر ڈبل نمک ڈال دیا، کھانا زہر ہو گیا، مگر اس کے شوہر نے معاف کر دیا کہ اگر میری بیٹی سے نمک ایسے ہی ڈبل ہو جاتا تو میں اپنی بیٹی کے لیے داماد سے جوتا اور گالی نہ چاہتا، یہ چاہتا کہ داماد میری بیٹی کو معاف کر دے، تو میری بیوی بھی کسی کی بیٹی ہے اور اللہ کی بندی ہے۔ پھر اس نے اللہ سے سودا کیا کہ میں آپ کی بندی کو معاف کرتا ہوں، بس قیامت کے دن آپ بھی مجھے معاف فرما دیجیے گا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اپنی بیوی کو نمک تیز کرنے پر جو معاف کیا تھا اس کے بدلے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

اگر اپنی بیٹیوں کا آرام چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو آرام سے رکھو، جو شخص یہ چاہے کہ میری بیٹیوں کو اچھا داماد ملے اور میری بیٹیاں آرام سے رہیں تو وہ اپنی بیویوں کو آرام سے رکھے، اس کے بدلے میں اللہ تمہیں اچھا داماد دے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بیوی سے بعض مسٹر زیادہ پیار کرتے ہیں اور مولوی بہت ستاتا ہے، کیوں کہ امامت کرنے کے بعد سب مقتدی اس کا ہاتھ چومتے ہیں اب وہ سوچتا ہے کہ بیوی کو بھی ہاتھ چومنا چاہیے، لیکن بیوی ہاتھ کیوں چومے بھئی؟ بیوی تمہاری مرید تو نہیں ہے رفیقۂ حیات ہے، زندگی کی ساتھی ہے، تمہارا ہاتھ چومنا اس پر فرض نہیں ہے، بلکہ اس کو روٹھنے کا، ناراض ہونے کا حق حاصل ہے۔

بیویوں کو کچھ شوخی کا حق حاصل ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تم خوش ہوتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں اور جب تم مجھ سے روٹھتی ہو، منہ پھلا لیتی ہو، خوش نہیں ہوتی تو بھی تم کو پہچان جاتا ہوں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! میرے روٹھنے کا آپ کو کیسے علم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: جب تو مجھ سے خوش رہتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ مُحَمَّدٍ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! اور جب روٹھ جاتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ[۴۰۵] ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم! تو معلوم ہوا کہ بیویوں کو تھوڑی سی شوخی کا حق حاصل ہے۔ جب بیوی منہ پھلا لے اور نہ بولے تو فوراً اس سے پوچھو اور بار بار پوچھو کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور تجربے کی بات بتا رہا ہوں کہ وہ ایک دفعہ میں نہیں بتاتی، پھر تھوڑی دیر میں پوچھو کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ مجھے بہت غم ہے، میں بہت پریشان ہو رہا ہوں، آپ کیوں غمگین ہیں؟ سر میں درد ہے؟ کیا بات ہے؟ ڈاکٹر کو لاؤں کوئی دوا لاؤں؟ پھر دو دفعہ پر بھی نہیں بتائے گی ویسے ہی منہ پھلائے رہے گی، تین دفعہ کے بعد کچھ دل ذرا نرم ہو گا پھر کہے گی کہ آج سر میں کچھ تکلیف ہے یا میں نے کہا تھا کہ مرنڈا لے آنا تم کیوں بھول گئے؟ تمہارے دل میں اگر میری محبت ہوتی تو تم مرنڈا نہیں بھولتے، سارے کام دنیا کے کرتے ہو اور میری فرمائش بھول جاتے ہو، یہ دلیل ہے کہ تمہارے دل میں میری محبت نہیں ہے۔ جس گھر میں میاں بیوی میں خوب محبت رہتی ہے اس گھر میں چین و سکون اور اطمینان ہوتا ہے اور جس گھر میں میاں بیوی میں لڑائی رہتی ہے وہ گھر دوزخ کی طرح ہوتا ہے۔

حکیم الامت کا ایک پُر حکمت علاج

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تھانے دار نے کہا کہ حضور میں تھانے دار ہوں، جب تھانے جاتا ہوں تو پولیس والے تھر تھر کانپتے ہیں، لیکن جب میں اپنی بیوی کے پاس جاتا ہوں تو میں کانپتا ہوں۔ میری بیوی ایسی جلّادن، ایسی غصے والی ہے، جب لال لال آنکھ سے مجھے دیکھتی ہے تو میں کانپنے لگتا ہوں۔ تو حضرت نے لکھا کہ تم یہ سمجھو کہ تمہاری بیوی ایک چڑیا ہے جس کی بولی یہی ٹر ٹر ٹر کرنا ہے۔ بعد میں اس تھانے دار نے حضرت کو خط لکھا کہ جب سے آپ نے یہ لکھا کہ تمہاری بیوی ایسی چڑیا ہے جس کی آواز ہی یہی

۴۰۵؎ صحیح البخاری: ۲/۷۸۷، باب غیرۃ النساء ووجدھن، المکتبۃ القدیمیۃ

ہے۔ جیسے آپ کے یہاں ساؤتھ افریقہ میں ایک چڑیا ہے وہ حق تعالیٰ حق تعالیٰ کہتی ہے اور میرے علم میں آج تک کسی نے اس بات کی تحقیق نہیں کی، یہ اختر ہی نے بتایا کہ آپ کے افریقہ میں ایک چڑیا ہے جو صاف حق تعالیٰ بولتی ہے۔ تو اس تھانے دار نے حضرت کو خط لکھا کہ اب میری بیوی چڑچڑ کرتی ہے تو میں فوراً مراقبہ کرتا ہوں کہ مجھے اللہ نے ایک ایسی چڑیا دی ہے جس کی آواز ہی یہی ہے، اس مراقبے سے میرے سب غم دور ہوگئے، اب میں بالکل خوش رہتا ہوں۔

بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرنے کا انعام

بہت سے اللہ والے اپنی بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرنے ہی سے ولی اللہ ہوگئے جیسے کسی کی بیٹی گرم اور کڑوی مزاج کی ہے اور داماد شریف ہو اور اس کی بیٹی کی کڑواہٹوں کو برداشت کرتا ہو اور جوتا نہ مارتا ہو، گالی نہ دیتا ہو اور معاف کر دیتا ہو اور اس کے دکھ درد بیماری میں اس کی خوب خدمت کرتا ہو، تو بیٹی کا باپ اپنے دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ میرا داماد فرشتہ ہے، میری بیٹی بالکل نالائق اور سخت غصے والی ہے، مگر میرا داماد برداشت کرتا ہے اور میری بیٹی کو نہیں ستاتا، تو وہ اسے کوئی جائیداد لکھ دیتا ہے کہ تم نے میری بیٹی، میرے جگر کے ٹکڑے پر احسان کیا اس کو نہیں ستایا، لہٰذا یہ فلاں باغ، فلاں فارم، فلاں بلڈنگ میں اپنے داماد کے نام کرتا ہوں، تو جو ربّ العٰلمین کی ان بندیوں کو خوش رکھتا ہے جن کے مزاج میں کڑواہٹ، گرمی اور غصہ ہے اور وہ اسے ستاتی رہتی ہیں، مگر وہ برداشت کرتا ہے کہ اللہ کی بندی ہے اور معاف کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے اپنی دوستی کا پروانہ لکھ دیتے ہیں اور اسے ولی اللہ بنا دیتے ہیں۔

بیوی کی تلخ مزاجی پر مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا صبر اور اس کا ثمرہ

اس طبقۂ اولیاء میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں بھی ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کو الہام ہوا کہ تمہارے محلے میں بہت کڑوے مزاج کی ایک خاتون ہے، کریلا اور نیم چڑھا، خود بھی کڑوا کریلا اوپر سے نیم پر چڑھی ہوئی، تو اگر تم اس سے شادی کرلو تو میں تمہیں نوازدوں گا یعنی اپنی محبت کا اعلیٰ مقام دوں گا۔ حضرت مرزا صاحب نے ان سے شادی کرلی، ویسے تو وہ خوب نماز، روزہ، تلاوت کرتی تھی مگر زبان کی اتنی کڑوی تھی کہ بس گھر میں گھستے ہی کوئی نہ کوئی کڑوی بات منہ سے نکل جاتی تھی، برداشت ہی نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے انہیں کبھی کچھ نہیں کہا۔ ایک مرتبہ ایک کابلی شاگرد سے کھانا منگوایا،

اس نے گھر جاکر کہا کہ حضرت کھانا مانگ رہے ہیں۔ اب بیوی بولی اے کہاں کے حضرت۔! رات دن ہمارے ساتھ رہتے ہیں، ہم تو انہیں حضرت نہیں سمجھتے، تم لوگ کیا حضرت حضرت کرتے ہو؟ حضرت کی حضرتی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اب جناب کابلی پٹھان کو غصہ آگیا اور چاقو نکال لیا کہ میرے شیخ کی شان میں گستاخی کرتی ہو، ابھی پیٹ پھاڑ دیتا ہوں، لیکن جلد ہی عقل آگئی، پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ تم میرا شیخ اور میرا پیر کا بیوی ہو، ہم سے جو گستاخی ہوئی ہم معافی مانگتا ہے، اگر پیر چھونا جائز ہوتا تو ہم پیر پکڑ لیتا، لیکن چوں کہ تم بی بی ہو اس لیے ہم پاؤں تو نہیں پکڑے گا، لیکن ہم دل سے معافی چاہتا ہے اور رونے لگا کہ یہ بات ہمارے شیخ سے نہ بتانا کہ آج تمہارا شاگرد نے چاقو نکال لیا تھا، ورنہ شیخ مدرسے ہی سے نکال دے گا۔ لیکن شیخ سے جاکر پوچھا کہ آپ اتنی کڑوی بولی والی عورت کو کیوں رکھتے ہو؟ تو حضرت مظہر جانِ جاناں نے فرمایا کہ بے وقوف! اسی بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے آج سارے عالم میں مظہر جانِ جاناں کا ڈنکا پٹوا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر جانِ جاناں کو اتنی عزت دی کہ ان کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحب کے ہاتھ پر مولانا خالد کُردی شام سے دہلی آکر بیعت ہوئے، اور پیر کا اتنا ادب کیا کہ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبد العزیز دہلوی ان سے ملاقات کے لیے گئے، تو مولانا خالد کردی نے ملاقات نہیں کی اور خانقاہ کے اندر سے پرچہ بھیجا کہ میں آج کل اپنے پیر کے پاس چلّہ لگا رہا ہوں، میں اس دوران کسی سے نہیں ملوں گا، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم شیخ ہو، اپنے پیر ہی کو دیکھوں گا، چالیس دن پورے کرنے کے بعد اپنے نفس کو مٹاکر میں خود آپ کی غلامی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

مظہر جانِ جاناں کے سلسلے کی برکت دیکھیے کہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی تفسیر روح المعانی والے مولانا شاہ خالد کُردی سے بیعت ہوئے جو حضرت مظہر جانِ جاناں کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحب کے خلیفہ تھے، تو اللہ نے ان کے سلسلے میں بہت برکت دی اور سارے عالم میں ان کا ڈنکا پٹوا دیا۔ آج مولوی کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے مرید ہونے کی؟

علامہ آلوسی صاحبِ تفسیر روح المعانی کیا معمولی عالم تھے؟ روح المعانی اتنی بڑی تفسیر ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عربی زبان میں تفسیر روح المعانی کے مقابلے میں کوئی تفسیر نہیں ہے۔ تو یہ مفسرِ عظیم مرید ہوا حضرت علامہ شاہ خالد کُردی سے جو ملک شام میں رہتے تھے۔ اور علامہ شامی کتنے بڑے شخص ہیں، وہ بھی شام جاکر مولانا خالد کُردی سے مرید ہوئے۔

ولایت کے لیے علمیت شرط نہیں

تو ولی اللہ ہونے کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے، بقدرِ ضرورت دین ہو، چاہے وہ بہشتی زیور سے حاصل کرلے یا علماء اور اہل اللہ کی صحبت سے، لیکن ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے اور گناہوں سے بچے تو یہ شخص ولی اللہ ہے، اور اگر عالم ولی اللہ ہو تو نورٌ علٰی نور ہے، ایک علم کا نور اور ایک تقویٰ کا نور۔ اور اگر بخاری شریف پڑھارہا ہے، تفسیر جلالین پڑھارہا ہے، لیکن حسین لڑکوں پر نظر ڈالتا ہے یا کسی کالی گوری کو دیکھتا ہے اور گناہ سے نہیں بچتا تو یہ باوجود شیخ الحدیث ہونے کے فاسق ہے۔ اور جو عالم نہیں ہے مگر اپنے اللہ کو ایک لمحہ ناراض نہیں کرتا، تقویٰ سے رہتا ہے یہ اللہ کا ولی ہے۔ عالم ہونا فرضِ کفایہ ہے اور تقویٰ فرضِ عین ہے، اللہ نے ہر مسلمان پر متقی ہونا اور ولی بننا فرض کردیا ہے کہ میرے پاس بغیر ولی بنے نہ آنا، نافرمان بن کے نہ آنا یَآ اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈر کے رہو، تقویٰ سے رہو تاکہ تمہاری غلامی کے سر پر ہم اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں، لہٰذا جب تم میرے پاس آؤ تو میرے ولی بن کر آؤ، تو معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر ولایت فرضِ عین ہے کیوں کہ تقویٰ فرضِ عین ہے، جو متقی ہوتا ہے وہ ولی ہوتا ہے اور جو ولی ہوتا ہے وہ متقی ہوتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر کسی صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں رہنا اور اصلاح کرانا اور شیخ پکڑنا فرض ہے، حکیم الامت کا جملہ ہے کہ میں اللہ والوں کا دامن پکڑنا، ان کی صحبت میں رہنا اور شیخ پکڑنا فرضِ عین قرار دیتا ہوں، کیوں کہ بغیر اس کے اصلاح نہیں ہوتی۔

محض کتابی علم کے ناکافی ہونے کی مثال

جیسے تیرنے کا فن مع تراکیب کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے سب نقشے بھی ہوتے ہیں کہ یوں ہاتھ مارو، یوں لیٹو، یوں تیرو، لیکن اگر محض کتاب لے کر دریا میں چلے جاؤ تو کتاب بھی ڈوبے گی اور خود بھی ڈوبو گے، اور اگر تیرنے والوں کے پاس کچھ دن رہ لو تو تیرنا آجائے گا، کتاب کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ میں نے بنگلہ دیش کے دیہاتوں میں دیکھا کہ پانچ چھ سال کا بچہ پورا دریا تیر کر پار کرلیتا ہے، کیوں کہ بنگلہ دیشی کہتے ہیں کہ ہم بچے کو پیدا ہوتے ہی پانی میں ڈال دیتے ہیں، یہ صحبت کا اثر ہے۔ تو اہل اللہ کے صحبت یافتہ لوگ ولی اللہ ہوگئے اور غیر صحبت یافتہ عالم ولی اللہ نہیں ہوئے۔ جنھوں نے صحبت اختیار نہیں کی وہ عالم ہو کر بھی ولی اللہ نہیں ہوئے اور جو عالم نہیں ہیں وہ بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھ کر اللہ والوں کی صحبت سے ولی اللہ ہوگئے۔

دیکھو! حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں تھے، حافظ تھے، میاں جی ان کا لقب تھا، تو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی ولی اللہ عطا فرما تا کہ میں اس سے مرید ہو جاؤں، تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی تشریف رکھتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی امداد اللہ صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حضرت میاں جی کے ہاتھ پر رکھ دیا کہ تم ان سے مرید ہو جاؤ۔ ان کی کبھی تکبیر اولیٰ بھی نہیں چھوٹی تھی۔

تکبیر اولیٰ کے معنیٰ

مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ کے سامنے فرمایا اور اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا کہ لوگ تکبیر اولیٰ کے معنیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ جب امام اللہ اکبر کہے اسی وقت وہ بھی اللہ اکبر کہیں، تو فرمایا کہ تکبیرِ اولیٰ کے یہ معنیٰ نہیں ہیں، بلکہ جب تک تکبیرِ ثانیہ نہ ہو یعنی امام رکوع میں نہ جائے اس وقت تک جو جماعت میں شامل ہو جائے گا اسے تکبیر اولیٰ مل جائے گی۔ تو تکبیرِ اولیٰ کا دورانیہ تکبیرِ ثانیہ کے قبل تک ہے۔ آہ! یہ بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے۔ الحمد للہ! اختر کو بزرگوں کی اتنی صحبت نصیب ہوئی کہ میں غور کرتا ہوں تو پوری دنیا میں اتنی لمبی صحبت شاید ہی کسی کو ملی ہو۔ میں بالغ ہوا تو مجھے شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت تین سال تک روزانہ ملی پھر سترہ سال شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، یہ بیس سال ہو گئے اور ابھی تک شیخ شاہ ابرار الحق صاحب کی غلامی میں ہوں، تو میں غور کرتا ہوں کہ کوئی چھ مہینے، کوئی سال بھر شیخ کے ساتھ رہ لیتا ہے، تو اتنی لمبی مدت اللہ تعالیٰ نے اختر کو نصیب فرمائی کہ جوانی اللہ والوں پر فدا ہوئی اور ان ہی کی گود میں ہم بڈھے ہو گئے، میرے سامنے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرواز ہوئی، میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اب یہ روح اللہ کے یہاں جارہی ہے۔

حضرتِ والا کی شیخ سے وفاداری اور عاشقانہ تعلق

میں نے ساری زندگی اپنے شیخ کو نہیں چھوڑا، لوگ ڈراتے تھے کہ شیخ کے انتقال کے بعد تو کہاں سے کھائے گا؟ دواخانہ کیوں نہیں کھولتا اور اپنا کاروبار کیوں نہیں کرتا؟ میں نے کہا کہ شیخ کو کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے اگر میں بھی شیخ کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو شیخ کا کیا حال ہو گا، شیخ کو کون سنبھالے گا؟ میں اللہ والوں سے بے وفائی نہیں کر سکتا، ہزار گناہ ایک طرف لیکن اللہ کے ولی اور اللہ کے دوستوں کے ساتھ بے وفائی اور

غدّاری اور دھوکا بازی میں نہیں کر سکتا کہ میں چلا جاؤں تو میرا شیخ دل میں کیا سوچے گا کہ اختر نے ساری زندگی ساتھ دیا، آخر میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی، پیشاب پاخانہ بستر پر ہو رہا ہے اور یہ ایسی حالت میں مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پیاروں کے ساتھ، میرے شیخ و مرشد کے ساتھ باوفا رکھا، شیخ کی روح میرے سامنے قبض ہوئی، میں نے آخر وقت تک اپنے شیخ کو نہیں چھوڑا۔

انعامِ وفا

بڑے بڑے پڑھے لکھے مجھے ڈراتے تھے کہ ابھی تو شیخ کے دستر خوان پر بٹیر کا شوربہ پی رہا ہے اور مالٹا چوس رہا ہے اور مرغی کھا رہا ہے، لیکن شیخ کے مرنے کے بعد تو کہاں سے کھائے گا؟ تو میں نے کوئی جواب نہیں دیا، کیوں کہ وہ میرے بڑے تھے، لیکن میں نے دل میں شیطان کو یہ جواب دیا کہ میرا شیخ تو ایک دن انتقال کرے گا، لیکن میں جس کے لیے شیخ پر مر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ تو رہے گا، کیا شیخ کے انتقال کے بعد آج مجھے کھانا نہیں مل رہا؟ کیا میرا اللہ، میرا پالنے والا مجھے بھول گیا، جس کے لیے میں نے اپنے شیخ کے ساتھ ساری زندگی گزاری؟ میرے شیخ میرے رشتہ دار نہیں تھے، میرے ہم وطن نہیں تھے، اللہ ہی کے لیے میں نے شیخ کو پیار کیا کہ یہ شخص رات دن اللہ ہی کا بن کر جیتا ہے اور اللہ کا عاشق ہے، تو اللہ کے دیوانے پر اگر میں دیوانہ ہوا تو اللہ ہی کے لیے ہوا، اللہ مجھ کو رائیگاں اور برباد اور ضایع نہیں کرے گا ان شاء اللہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج میں بھی کھاتا ہوں اور میرے دستر خوان پر اللہ میرے احباب کو بھی کھلا رہا ہے۔ بس سمجھ لو کہ میری ساری کمائی یہی ہے کہ میں نے اللہ والوں کی خدمت کی ہے۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اختر! تجھ کو جو ساری دنیا میں عزت مل رہی ہے، بڑے بڑے علماء تجھ سے بیعت ہو رہے ہیں، یہ محض تیرے پیر کی خدمت کا ثمرہ ہے، اور جب میرے شیخ کا انتقال ہوا تو شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے مجھے ہردوئی سے خط لکھا کہ شیخ کی خدمت ابتداتا انتہا مبارک ہو۔ جب سے میں نے شیخ کو پکڑا پھر انہیں کبھی نہیں چھوڑا، اگر کبھی کسی وجہ سے کچھ دن کے لیے شیخ سے دور جانا پڑا تو مجھے بخار ہو جاتا تھا اور میرا پیشاب پیلا ہو جاتا تھا، تو میں سمجھ گیا کہ میں شیخ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرے مریدوں کے دل میں اللہ نے میری محبت ڈال دی، جس محبت کی اللہ نے اختر کو توفیق دی تھی، آج میرے احباب کے دل میں میری وہی محبت اللہ نے ڈال دی۔ آج بڑے بڑے علماء میری باتیں نوٹ کر رہے ہیں، وہ میرا علمی مال سپلائی بھی کرتے ہیں یعنی دوسروں کو سناتے ہیں۔ بس اللہ کو اتنا کہلوانا منظور

تھا تاکہ میرے احباب سیکھ لیں کہ میرے پیر کو اللہ کیسے ملا اور میں کس طرح سے اپنے احباب کو سکھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں، یہ درد بھرا دل مجھ کو کتابوں سے نہیں ملا، خدا کے عاشقوں سے ملا ہے، کتب بینی سے نہیں ملا قطب بینی سے ملا ہے۔

غیروں کی تہذیب سے بچنے کی ہدایت

ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ سمجھ لو، جب تقریر میں مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کرنا ہو تو حضرات اور خواتین کہو، خواتین اور حضرات مت کہو، جنٹل مین اینڈ لیڈیز کہو، لیڈیز اینڈ جنٹل مین مت کہو، یہ عورتوں کو مردوں پر مقدم کرنا یورپ کا کلچر ہے اور نہایت غیر اسلامی زہریلا مادّہ ہے، کیوں کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے پہلے **مؤمنین** فرمایا پھر **مؤمنات** فرمایا، پہلے **مسلمین** فرمایا پھر **مسلمات** فرمایا، پورے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر مقدم کیا **اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ وَالۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡقٰنِتِیۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ**[۴۰۶] **الخ** لہٰذا جب تقریر کرو تو کبھی یہ نہ کہو کہ خواتین و حضرات، بلکہ یوں کہو کہ حضرات وخواتین، جنٹل مین اینڈ لیڈیز، پہلے مردوں کا نام لو۔

۱۷؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۸؍نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز اتوار،
بعد فجر، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

(مولانا منصور الحق صاحب سے ارشاد فرمایا کہ) چھ سات دن چھٹی لے لو، یہاں میرے پاس کچھ دن اور رہو اور **یَا سُبُّوۡحُ یَا قُدُّوۡسُ یَا غَفُوۡرُ یَا وَدُوۡدُ** سات دفعہ پڑھ کر اللہ سے دعا کرو کہ اس کے اثرات کمیٹی والوں کے دلوں پر ڈال دے اور ٹیلی فون کرکے کمیٹی والوں سے اجازت لے لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برگشتہ ہو جائیں۔ چوں کہ ایمان کمزور ہے تو کہیں پریشانی نہ ہو جائے اور شیخ پر واجب ہے کہ اپنے مرید کو پریشانی سے بچائے، لہٰذا میری طرف سے جانے کی اجازت ہے، مگر آخری بار اتوار کی ایک روز کی چھٹی لے لو۔

حضرت مرشدی دامت برکاتہم کی فطرتِ شاہانہ اور شانِ فقیرانہ

میں نے بارہ سال اللہ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے کسی دینی خدمت میں بھی اس طرح مشغول نہ

---

[۴۰۶] الاحزاب:۳۵

فرمائیے کہ جس سے میری آزادی ختم ہوجائے اور آپ کی محبت کے بیان کے لیے مہتمم یا کمیٹی سے چھٹی مانگوں۔

از کرم از عشق معزولم مکن
جُز بذکرِ خویش مشغولم مکن

اے خدا! اپنی محبت سے ہم کو کبھی معزول نہ فرمائیے اور اپنی یاد کے علاوہ ہمیں کسی مشغلے میں مشغول نہ فرمائیے۔ یہ مولانا رومی کا شعر ہے جس کو اختر نے تقریباً بارہ سال تک پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی۔ تو اب اللہ نے وہ دن دِکھایا کہ اختر کائنات میں کسی کا غلام نہیں ہے، نہ کمیٹی کا، نہ مسجد کا، نہ مہتمم کا، نہ اہتمام کا، میرے ذمے کوئی کام نہیں ہے، یہاں تک کہ کوئی سبق بھی مدرسے میں نہیں کہ طلبہ شکایت کریں کہ استاد صاحب چلے گئے اور ایک دن کے سبق کا ناغہ ہوگیا۔ سارے عالم میں درسِ محبت کے سبق کے لیے اختر نے اللہ تعالیٰ سے آزادی اور فرصت اور رخصت مانگی ہے، جہاں جس ملک میں مجھے بلایا جائے مجھ پر کسی کی پابندی نہیں ہے اور الحمد للہ! میرا بیٹا بھی اتنا لائق ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ بیٹا فلاں جگہ جانا ہے تو انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اتنا سفر نہ کیجیے، آپ کے بغیر یہاں مدرسے میں مجھے پریشانی ہوتی ہے، مجھے بھیجنے پر فوراً تیار ہوجاتے ہیں۔ تو جتنے لوگوں کو میں نے خلافت دی ہے وہ یہ دعا ضرور مانگیں۔

از کرم از عشق معزولم مکن
جُز بذکرِ خویش مشغولم مکن

اے اللہ! اپنی مہربانی سے ہم کو اپنی محبت سے معزول نہ فرمائیے اور اپنی یاد کے علاوہ ہم کو کسی اور کام میں مشغول نہ ہونے دیجیے۔

عشاقِ حق کی کل کائنات یادِ حق تعالیٰ ہے

مولانا رومی نے فرمایا کہ ہمارا تو دن بھی جب نکلتا ہے جب ہم فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیں اور تلاوت کرلیں اور آپ کا نام لے لیں، اس سورج سے کافروں کا دن تو نکلتا ہے، لیکن اے میرے خالقِ آفتاب! دل میں میرا آفتاب آپ کی یاد سے پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ یہ سورج تو یہودی اور ہندو بھی دیکھتے ہیں، کافر بھی اس سے فیض اُٹھاتا ہے، ہمارا دن تو آپ کی یاد سے نکلتا ہے اور ہماری روزی بھی آپ کی یاد ہے۔ ہم آپ کی یاد سے روز بھی پاتے ہیں اور روزی بھی پاتے ہیں، ہماری تو روزی بھی آپ ہی کی یاد ہے، اگر آپ کی یاد

نہ ہو تو بریانی بھی ہم کو زہر معلوم ہو، آپ کی یاد کے بغیر غفلت کی حالت میں ہمیں کھانا بھی اچھا نہ لگے، جیسے کسی کا جوان محبوب بیٹا بیمار ہو تو اس کا کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے، اسی طرح اللہ کے عاشقین کو بھی مالک کے ذکر کے بغیر دنیا میں کہیں مزہ نہیں آتا۔ حدیث شریف میں ہے:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ، قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

قَالَ اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ[۴۰۷]

اس حدیث کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اَلْمُفَرِّدُوْنَ ھُمُ الْعَاشِقُوْنَ الَّذِیْنَ لَا لَذَّۃَ لَھُمْ اِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَھُمْ اِلَّا بِشُکْرِہٖ[۴۰۸]

اللہ کے عاشق وہ ہیں کہ جب تک اللہ کو یاد نہ کرلیں ان کو دنیا میں کہیں مزہ نہیں آتا اور دنیا میں کوئی نعمت ان کو نعمت محسوس نہیں ہوتی جب تک اس کا شکر ادا نہ کرلیں۔ اختر تصوف بھی عربی کتابوں سے مدلّل کرتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ پیری مریدی میں علم نہیں ہوتا، یہ لوگ ایسے ہی لکیر کے فقیر ہیں، بس سلسلہ چلا آرہا ہے کہ یہ اُن کے خلیفہ وہ اِن کے خلیفہ۔

نائی کو خلیفہ کہنا درست نہیں

ایک شخص نے حکیم الامت کو کلکتے سے دو روپے بھیجے کہ دو روپے بھیج رہا ہوں، خلافت نامہ بھیج دیجیے۔ تو حضرت نے لکھا کہ دو روپے میں تو کسبت بھی نہیں ملے گی۔ نائی کے پاس ایک چمڑے کا بستہ ہوتا تھا جس میں استرا قینچی وغیرہ رکھتا تھا اس کو کسبت کہتے تھے۔ تو دو روپے میں تو کسبت بھی نہیں ملے گی اور تو خلافت مانگ رہا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ نائی کو خلیفہ کہنا جائز نہیں ہے، یہ شیعوں کی ایجاد ہے، لکھنؤ کے شیعوں نے خلفائے راشدین کی توہین کی کہ نائی، حجام کو خلیفہ کہو۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تو آج میں نے یہ راز بتادیا کہ میں نے تقریباً بارہ سال یہی دعا کی کہ اے اللہ! اختر کو آزادی عطا فرما، کسی کا غلام نہ بنا، اپنی یاد کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ فرما۔ مجھ کو آج تک کسی نے دواخانے میں نہیں پایا،

۴۰۷ے صحیح مسلم: ۳۴۱/۲، باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی، ایچ ایم سعید/ جامع الترمذی: ۲۰۰/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

۴۰۸ے مرقاۃُ المفاتیح: ۱۳۸/۵، باب ذکر اللہ عزوجلّ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حالاں کہ میں حکیم ہوں اور باقاعدہ پڑھا لکھا رجسٹرڈ حکیم ہوں، طبیہ کالج کا سرٹیفکیٹ بھی ہے، لیکن آپ لوگوں نے مجھے کبھی دواخانے میں دیکھا؟ میرا ان چیزوں میں دل ہی نہیں لگتا، دواخانے اور کتب خانے میں ملازمین ہیں، ان کو تنخواہ دیتا ہوں اور اپنا وقت بچاتا ہوں۔

اہل اللہ دل کو اللہ کے لیے فارغ رکھتے ہیں

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے کہ قلم نکال کر کاغذ پر کچھ لکھا اور کاغذ جیب میں ڈال کر مفتی شفیع صاحب سے پوچھا کہ بتایئے میں نے کیا کیا؟ مفتی اعظم پاکستان نے عرض کیا کہ میں نے اتنا دیکھا کہ آپ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک چیز کی یاد آرہی تھی، دل میں بار بار تقاضا تھا کہ کہیں بھول نہ جاؤں، تو میں نے دل کا بوجھ کاغذ پر رکھ دیا اور دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا تاکہ دل میں سوائے اللہ کے کچھ نہ ہو، دل میں جو خوفِ نسیاں تھا وہ میں نے کاغذ پر نوٹ کرکے کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ اللہ والوں نے اس طرح اپنے دل کو فارغ کیا۔

اعجاز الحق، مصطفیٰ کامل یا مولانا منصور صاحب ان تینوں میں سے کوئی بھی عمدہ آواز میں اشعار پڑھنے والا مل جاتا تو میں اسے ملاوی بھی ساتھ لے جاتا، اللہ سے مانگتا ہوں کہ کوئی امیر خسرو اختر کو بھی نصیب فرما۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ شیخ

امیر خسرو دہلی کے سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے چہیتے اور پیارے شاعر تھے کہ جب سلطان نظام الدین اولیاء کا جنازہ جارہا تھا تو امیر خسرو نے یہ شعر پڑھا؎

سرو سیمینا بصحرا می روی
سخت بے مہری کہ بے ما می روی

اے میرے پیارے مرشد! آج آپ قبرستان کی طرف جارہے ہیں، انتہائی بے مروّتی ہے کہ میرے بغیر اکیلے جارہے ہیں۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

آپ تو خود ایک عالم کے تماشا گاہ تھے، ساری دنیا آپ کی زیارت کرتی تھی، آپ کس کا تماشا دیکھنے جا رہے ہیں؟ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان اشعار کے بعد جنازہ ہلنے لگا اور ہاتھ کفن سے باہر آنے لگے، تو لوگ امیر خسرو کو لے کے کہیں دور چلے گئے کہ پتا نہیں یہ ظالم اب اور کیا قیامت ڈھائے گا۔ بہر حال امیر خسرو اپنے شیخ کی جدائی کے غم میں بے چین ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت دے دے اور اپنی محبت کے نام پر اپنے پیاروں کی محبت بھی عطا فرما دے اور اختر کو، اس کی اولاد کو، اس کے احبابِ حاضرین وغائبین کو ایسا ایمان ویقین عطا فرما دے کہ زندگی کا ہر لمحہ اے خدا! آپ کی خوشیوں پر فدا کریں اور آپ کا رزق کھا کر آپ کی نافرمانی کی راہ سے ایک اعشاریہ بھی حرام لذت حاصل نہ کریں، بلکہ حرام لذت کے اعشاریہ کے سوویں حصے پر بھی ہم ایک کروڑ لعنت بھیجتے ہیں۔ اے خدا! جس سے آپ خوش ہوں بس ہمیں وہ خوشی عطا فرمائیے اور جس خوشی سے آپ ناخوش ہوں ہماری جان کو، ہمارے قلب کو، ہمارے خیالات کو آپ ان سے تحفظ کی بھیک نصیب فرما دیجیے اور ہم سب کو سراپا اپنا بنا لیجیے، آمین۔

وِلایت کا نقطۂ آغاز گناہوں سے عدمِ مناسبت ہے

اللہ کی نافرمانی سے مناسبت ختم ہو جانا یہ ولایت کا نقطۂ آغاز ہے، اللہ جس کو اپنا بناتا ہے اسے غیر اللہ کے حوالے نہیں کرتا۔ وزیر اعظم بلی پالتا ہے تو اس کے گلے میں پٹا ڈالتا ہے کہ یہ وزیر اعظم کی بلی ہے، مجال ہے کسی کی کہ اس کو اغوا کر لے؟ تو جس کا دل اللہ اپنے لیے قبول اور منتخب کرتا ہے مجال ہے کہ کوئی حسین اس کے دل کو مائل کر لے، کیوں کہ اس کے دل کے ساتھ اللہ کا وَرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ[۴۰۹] کا معاملہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے عاشقوں کے قلوب سے رابطہ رکھتے ہیں، رَبَطَ یَرۡبِطُ کے معنیٰ ہیں کہ باندھ کے رکھتے ہیں، تو اللہ جس کو اپنے لیے باندھ کے رکھے کون ظالم ہے جو اس کی رسّی توڑ دے؟ وَرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ کی تفسیر سنی کہ ہم اپنے عاشقوں کے دلوں سے رابطہ رکھتے ہیں اور رابطہ کہتے ہیں باندھ لینے کو، جیسے کہتے ہیں فَرَسٌ مَّرۡبُوۡطٌ یعنی گھوڑا بندھا ہوا ہے، تو جس کا دل اللہ اپنی محبت میں باندھ لے کون حسین یا حسینہ، نمکین یا نمکینہ اس کو تباہ کرے گا؟ بلکہ اگر وہ خود بھی چاہے، سن لو اس کو کہ اگر وہ خود بھی چاہے کہ اللہ

۴۰۹؎ الکھف: ۱۴

کو چھوڑ کر کسی نمکین کے پیچھے پڑے، تو اس کے دل میں وہ تکلیف محسوس ہوگی کہ وہ کہے گا میری توبہ بھلی۔

ہے بری یہ گلی بڑھ گئی بے کلی اے سکھی میں چلی میری توبہ بھلی
تو ہے گو من چلی مت دکھا کھلبلی سن ری اے دل جلی بھاگ رب کی گلی

مجنوں کی اونٹنی کا ایک بچہ تھا، مجنوں اس اونٹنی کو لیلیٰ کی طرف لے جارہا تھا، اونٹنی سمجھدار تھی، جب مجنوں لیلیٰ کی یاد میں بے ہوش ہوجاتا تھا تو اونٹنی سمجھ جاتی تھی کہ اب یہ ہوش میں نہیں ہے تو وہ واپس جا کر اپنے بچے کو پیار کرتی تھی، مجنوں نے دیکھا کہ ہم بہت آگے آگئے تھے، لیکن اب پھر پیچھے آگئے تو اونٹنی پر سے کود پڑا اور کہا کہ میری لیلیٰ اور ہے اور اونٹنی کی لیلیٰ اور ہے لہٰذا ایسی اونٹنی کو اس نے طلاق دے دی۔ اسی لیے جو رفیقِ شیخ ہو اس کو اپنی لیلیٰ الگ نہیں رکھنی چاہیے، ورنہ خطرہ ہے کہ رفاقت میں فصل ہوجائے۔ مولانا رومی نے فرمایا۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

کیا مولیٰ کا عشق لیلیٰ سے کم ہے؟ مجنوں کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی تو وہ لیلیٰ کی طرف لڑھک لڑھک کر چل رہا تھا گویا گیند بنا ہوا تھا، تو مولانا رومی نے فرمایا کہ تم مولیٰ کے لیے گیند کیوں نہیں بنتے؟ اللہ سے جو مانگو گے پاؤ گے ان شاء اللہ، تو اللہ سے مانگو کہ مجھے اپنی یاد کے لیے اور دنیا میں سفر حضر میں دین پھیلانے کے لیے قبول فرمائیے، تو اللہ تعالیٰ غیب سے انتظام فرمادے گا۔

حسینوں کے جغرافیہ کا انجام

اب سیّارات پر میری شاعری دیکھیے۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

اور جب جغرافیہ بگڑ گیا شکل بگڑ گئی تو پھر کیا ہوا۔

جتنے حسین دوست تھے ان کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

جب جغرافیہ بدل جاتا ہے تو عاشقین کی تاریخ احمقانہ ثابت ہو جاتی ہے، وہ شکل بگڑنے کے بعد اس طرح حسینوں سے بھاگتے ہیں جیسے گدھا شیر سے بھاگتا ہے۔ **حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ، فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ**[۴۱۰] اس پر یہ میرا شعر ہے۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر
یہ عالم نہ ہو گا تو پھر کیا کرو گے
زُحل مشتری اور مریخ لے کر

زحل، مشتری اور مریخ کے کئی کئی چاند ہیں، مشتری کے چار چاند، زحل کے پانچ چاند اور مریخ کے چھ چاند ہیں مگر اللہ نے ہماری دنیا کے سیّارے کو ایک چاند دیا ہے، اگر اس کے چار آٹھ چاند ہوتے، تو ایک چاند میں تو کتنے لڑائی جھگڑے ہیں تو چار چاند میں چوگنی لڑائی ہوتی، چار گنا لڑائی بڑھ جاتی۔ یہ اللہ کی شان ہے، کیوں کہ یہاں شریعت نافذ کرنا تھی تو اللہ نے ایک چاند رکھا، دوسرے سیّارات پر شریعت نہیں ہے، انسان بھی نہیں ہے۔ عطارد ایک سیارہ ہے جس کو ایک چاند بھی نہیں ملا، کیوں کہ سورج سے اتنا قریب ہے کہ چوبیس گھنٹہ چمکتا رہتا ہے تو وہاں چاند کی روشنی کی ضرورت نہیں، تو جب آفتاب کا یہ عالم ہے کہ جو آفتاب سے چوبیس گھنٹے روشن ہیں وہ بلا چاند کے رہتے ہیں، ان کو چاند کی ضرورت نہیں ہے، تو جو خالقِ آفتاب سے اپنے دل میں رابطہ رکھتے ہیں ان کو حسینوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، ان کو دنیاوی حسن کے چاندوں کی ضرورت نہیں ہوتی، کیوں کہ وہ دل میں خالقِ آفتاب رکھتے ہیں، ان کے قلب میں بے شمار نور ہوتا ہے، اس نور کے سامنے حسینوں کے نمک اور چمک اور ان کی دمک سب دیمک معلوم ہوتی ہے۔

۴۱۰؎ المدثر: ۵۰-۵۱

جنت اور خالقِ جنت

مولانا منصور صاحب نے شعر پڑھا۔

جنت اگر اسے ترے صدقے میں ہو عطا
ناصرؔ نہ جائے گا مرے آقا ترے بغیر

حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہیں انہوں نے حضرت حکیم الامت سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ تھانوی! اگر جنت میں اللہ تعالیٰ ہم کو اختیار دیں کہ تم جنت میں جاؤ گے یا اپنے شیخ کی مجلس میں جو جنت سے الگ کہیں ہو رہی ہے، تو میں آپ کی مجلس میں جاؤں گا۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ مرید کو ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے، یہ جنت میں اور اشرف علی میں تقابل نہیں ہے بلکہ جنت میں اور اللہ میں تقابل ہے، کیوں کہ تم نے اللہ کے لیے ہمیں شیخ بنایا ہے تو گویا اللہ تمہیں اپنی طرف بلائے تو تم جنت میں جاؤ گے یا اللہ کی طرف جاؤ گے؟ تو مولانا کے شعر کی شرح یہ ہے کہ اگر جنت میں ہمیں اللہ نہ ملے تو جنت میں جاؤ گے؟ تو شیخ کی محبت اللہ ہی کے لیے ہے یعنی اگر اللہ ہمیں جنت دے اور کہے کہ جنت لے لو مگر ہم تمہیں جنت میں نہیں ملیں گے، تو جہاں اللہ ملے گا ہم وہاں جائیں گے۔

تو شرح ہو گئی کہ نہیں؟ ورنہ اِشکال ہوتا کہ شیخ کی محبت جنت سے بھی زیادہ ہے! یہاں شیخ کی محبت مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ کی محبت اتنی ہے کہ جنت سے زیادہ ہمیں اللہ پیارا ہے، یہ شرح بہت ضروری تھی۔ اگر آج ہمیں بزرگوں کے ارشادات یاد نہ ہوتے تو اس کی شرح بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کے شعر کا مقصود یہ ہے کہ اگر اللہ کہے کہ تو جنت میں جائے گا یا میرے پاس آئے گا؟ تو کون ظالم ہے جو اللہ کو چھوڑ کر کہے کہ نہیں ہم تو جنت میں جائیں گے۔ جنت سے بڑھ کر اللہ پیارا ہے، وہ بغیر جنت کے ہم کو جنت سے زیادہ مزہ دینے پر قادر ہے، کیوں کہ جنت مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے، خالق افضل ہوتا ہے مخلوق سے، تو ہم افضل کو چھوڑ کر فاضل کی طرف کیسے جائیں؟ یہ شرح یاد رکھنا ورنہ کوئی غیر عارف مولوی فتویٰ لگا دے گا یعنی جن کو ارشادات واقوالِ بزرگاں کی تحقیق نہیں ہے وہ سیاق وسباق اور مالہٗ وما علیہ کی تحقیق کیے بغیر فتویٰ لگا دیں گے اور جو اللہ والا ہو گا وہ دوسرا فتویٰ لگائے گا۔

دیکھیے! حکیم الامت مفتی بھی تھے یا نہیں؟ لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ محمد حسن! میرے ساتھ اتنی عقیدت اور میرے متعلق تمہارا ایسا عقیدہ مناسب نہیں ہے، بلکہ تعریف فرمائی کہ مرید کو اپنے شیخ سے

ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے اور پھر علمی اعتراض کا یہ جواب دیا کہ یہ جنت میں اور اشرف علی میں تقابل نہیں ہے کہ ہم جنت میں نہیں جائیں گے، ہم مولانا اشرف علی کے پاس جائیں گے، یہ اللہ میں اور جنت میں تقابل ہے کہ اشرف علی کو تم نے اللہ کے لیے پیر بنایا ہے لہٰذا یہاں مقصود اللہ کی ذات ہے، شیخ سے شیخ مقصود نہیں ہوتا۔ تو اس شعر کا یہ مطلب ہوا کہ جب اللہ تمہیں بلا رہا ہے تو تم اللہ کی طرف جاؤ گے یا جنت کی طرف جاؤ گے ؟ تو یہ شعر محتاجِ شرح تھا یا نہیں؟

۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۸؍ نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز اتوار،
بعد مغرب، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

عمرہ کے لیے ایک خاص دعا کا تحفہ مع شرح

کچھ لوگ عمرے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو عمرے سے متعلق بخاری شریف کی ایک دعا سکھاتا ہوں کہ جب آدمی کسی بادشاہ کے پاس جاتا ہے، تو بادشاہ کے جو قریبی ہیں ان سے پوچھتا ہے کہ بادشاہ کے لیے ہم کیا تحفہ لے جائیں کہ بادشاہ مجھ سے خوش ہو جائے؟ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے مزاجِ مبارک کو اتنا جانتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جانتے، پوری کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مزاجِ الوہیت، خدائیت، معبودیت، مسجودیت اور ربوبیت کو سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ اُمت کو مغفرت کیسے ملے؟ یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون جانتا ہے؟ تو جب کعبہ شریف میں پہنچیں تو اور سب دعائیں جتنی کتابوں میں ہیں پڑھیے، مگر ایک دعا اختر سکھا رہا ہے، وہ ایسا تحفہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تحفہ اللہ کو پیارا ہے، محبوب ہے۔ وہ کیا ہے؟ اللہ کو اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنا زبردست محبوب عمل ہے، لہٰذا اس دعا کو یاد کر لیجیے۔ جب مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھو تو اللہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جیسا موقع ہو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[۴۱۱]

عَفُوٌّ کے معنیٰ کیا ہیں؟ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ[۴۱۲] آپ بہت معافی دینے والے ہیں، یہ خالی جملہ خبر یہ نہیں ہے،

۴۱۱؎ جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۴۱۲؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۱/۴، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اس میں انشائیہ چھپا ہے کہ آپ بہت معافی دینے والے ہیں، یعنی آج آپ ہم کو محروم نہ کیجیے، ہم کو معاف کر دیجیے اور آپ کریم بھی ہیں کہ نالائقوں کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے، جو لائق اور اچھے لوگوں پر مہربانی کرے وہ کریم نہیں ہے، بلکہ جو نالائق ہو اور رحمت اور کرم کا مستحق نہ ہو، بالکل ہی محروم ہو، نہایت کمینہ ہو، معافی کے قابل نہ ہو اس کو جو معاف کر دے وہ کریم ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ [۴۱۳]

اللہ نے مؤمن کا نفس خرید لیا، اور نفس امارہ بالسوء ہے۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے مومن کا دل خرید لیا، مؤمن کی روح خریدلی، کیوں کہ مؤمن کا دل اور روح اچھے ہیں، کیوں کہ ان میں کلمہ ہے، بدمعاشی تو یہ نفس کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کرم سے تمہارا عیب دار مال خریدا ہے بے عیب سودے سے، ہم نے اس کے بدلے میں جنت دی بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ لَا عَيْبَ فِيْهَا [۴۱۴] میں نے تمہارے امارہ بالسوء اور گندے نفس کو جو ہر وقت گناہ کرتا ہے کس کے بدلے میں خریدا؟ بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ لَا عَيْبَ فِيْهَا اس جنت کے بدلے میں جس میں کوئی عیب نہیں ہے، اے میرے بندو! میں نے تمہارے عیب دار مال کو خریدا بے عیب سے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ کریم ہے۔ جب مارکیٹ میں کسی کا سودا خراب ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے لگتا ہے، بازار ختم ہونے والا ہوتا ہے تو آدمی روتا ہے کہ آہ! میرا سودا تو نہیں بک رہا، اس میں خرابی ہے، تو جب کوئی کریم شخص دیکھتا ہے کہ یہ بیچارہ غمگین ہے تو وہ اس کا خراب سودا خرید لیتا ہے، تو اللہ نے ہمارے خراب نفس کو خرید لیا، یہ اللہ کے کریم ہونے کی دلیل ہے۔

تو بخاری شریف کی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہو اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور نالائقوں کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے تُحِبُّ الْعَفْوَ یعنی اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰى عِبَادِكَ [۴۱۵] یعنی آپ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کو بہت پیارا اور بہت محبوب رکھتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ اس کو فش یعنی مچھلی کا شکار بہت پسند ہے، کانٹا لگائے بیٹھا ہوا ہے، مچھلی پھنسے نہ پھنسے اُلو کی طرح بیٹھا رہتا ہے، دس دس گھنٹہ بیٹھا رہتا ہے چاہے ایک فش بھی نہ ملے مگر

---

۴۱۳ التوبۃ: ۱۱۱

۴۱۴ روح المعانی: ۱۱/۲۶-۲۷، التوبۃ (۱۱۱)، دار احیاء التراث، بیروت

۴۱۵ مرقاۃ المفاتیح: ۴/۳۲۱، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اس کو مزہ آتا ہے۔ ایسے ہی کسی کو ہرن کا شکار پسند ہے، ہرن کے پیچھے دس دس میل تک دوڑتے ہیں، پسینے پسینے ہو جاتے ہیں، تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتادیا کہ اے میری امت کے گناہ گارلوگو! اللہ تعالیٰ کو بھی ایک شکار بہت پسند ہے، وہ ہے گناہ گاروں کے گناہ کو معاف کردینا **تُحِبُّ الْعَفْوَ** آپ معافی دینے کو بہت محبوب رکھتے ہیں **اَیْ اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِكَ** جب بندوں کے گناہوں کو معاف کرنا آپ کو بہت پسند ہے، آپ کو یہ عمل بہت اچھا لگتا ہے، بہت پیارا لگتا ہے، تو ہم اپنے اپنے ملکوں سے گناہوں کا ذخیرہ لائے ہیں، تو آپ ہم کو معاف کرکے اپنا پیارا اور محبوب عمل ہم پر جاری کردیجیے، آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا، محبوب شکار ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا کہ ہم لوگ معافی پاجائیں گے۔

بتاؤ! اللہ تعالیٰ کے اس مزاج کو کس نے بتایا؟ دنیا میں اللہ کو سب سے زیادہ پہچاننے والے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گناہ گاروں کو بتادیا کہ جہاں بھی رہو، چاہے جوہانسبرگ میں رہو، چاہے دبئ میں رہو، کہیں بھی رہو یہ دعا جاری رکھو، تاکہ اللہ اپنے محبوب عمل کو تمہارے اس جملے سے جو میں سکھارہا ہوں اور میں وہی سکھارہا ہوں جس پر اللہ کو پیار آجائے، میں رحمۃ للعالمین ہوں اور اللہ ارحم الراحمین ہے، مجھ سے بڑھ کر تم کو خدا کی رحمت دِلانے والا کون ہوگا؟ لہٰذا ہم تمہیں یہ دعا سکھارہے ہیں کہ جب تم اللہ کے دربار میں عمرہ کرنے جاؤ، تو ہم سے پوچھ لو، بخاری شریف سے معلوم کرلو، وہ ہماری ہی کتاب ہے کہ اللہ کے پاس کیا تحفہ لے جانا چاہیے۔ بعض لوگ اپنے شیخ کے پاس جاتے ہیں تو شیخ کے مریدوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی میرا شیخ کیا پسند کرتا ہے؟ کوئی بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو پوچھتا ہے کہ بھئی منڈیلا کے پاس جارہے ہیں، اس کو کیا پسند ہے؟ سنڈیلا کا لڈو تو نہیں پسند کرتا۔ لکھنؤ کے پاس سنڈیلا ایک شہر ہے وہاں کا لڈو مشہور ہے اور جیسے ہی ریل وہاں پہنچتی ہے تو آواز لگتی ہے کہ سنڈیلا کے لڈو، سنڈیلا کے لڈو۔ تو منڈیلا سے جاکر کہو کہ منڈیلا کے لیے سنڈیلا کا لڈو لایا ہوں تو منڈیلا ہنسے گا یا نہیں؟

تو سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ دنیا کے بادشاہ اللہ کے سامنے کچھ نہیں ہیں، وہاں جاکے بادشاہ بھی بھک منگا بن جاتا ہے، کسی مسلم ملک کا بادشاہ بیت اللہ جائے گا، تو بتاؤ ہاتھ اٹھاکے بھیک مانگے گا یا نہیں؟ روئے گا یا نہیں؟ تو یہ جو میں نے دعا سکھائی یہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی کہ یہ تحفہ اللہ کے پاس لے جاؤ، اللہ اس تحفے کو بہت پسند کرتا ہے کہ تم اللہ سے یہ کہہ دو کہ میں آپ کے لیے اپنے گناہوں کا تحفہ لایا ہوں، گناہوں کا ذخیرہ لایا ہوں اور آپ کے رسول نے ہمیں بتادیا کہ جب آپ گناہ معاف کرتے ہیں تو آپ خوش ہو جاتے ہیں، **تُحِبُّ الْعَفْوَ** آپ کو معافی دینا بہت محبوب عمل ہے

فَاعْفُ عَنِّیْ تو دیر نہ کیجیے، اپنے اس محبوب عمل کو جاری فرما دیجیے، یہاں فائے تعقیبیہ ہے۔ محبوب کام میں کوئی دیر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ جب آپ کا بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنا پیارا عمل ہے، تو اے خدا! پیارے عمل میں دیر نہ کیجیے فَاعْفُ عَنِّیْ جلدی سے ہم کو معاف کر دیجیے اور اپنا شکار کر لیجیے۔ بتاؤ! شکار میں جب مچھلی آجاتی ہے تو آدمی دیر کرتا ہے؟ فوراً کانٹا اٹھا لیتا ہے، تو ہم اپنے اپنے ملکوں سے اپنے اپنے گناہوں کو لے کے آئے ہیں، تو آپ فوراً اپنی رحمت و کرم کا کانٹا ڈال کر اپنا محبوب عمل جاری کر دیجیے، آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا، آپ خوش ہو جائیں گے اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

یہ دعا جس کو یاد نہ ہو وہ یاد کر لے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں، کریم ہیں، نالائقوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں، جو معافی کے قابل نہیں ہے اس کو بھی معاف کر دیتے ہیں اور معافی دینے کے عمل سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں، یہ عمل آپ کو زبردست محبوب ہے، محبوب کے معنیٰ ہیں پیارا، تو جب معاف کرنا آپ کا پیارا عمل ہے تو اس پیارے عمل کو کرنے میں آپ ایک سیکنڈ دیر نہ کیجیے۔ فَاعْفُ عَنِّیْ میں فائے تعقیبیہ ہے یعنی ہمیں جلدی سے معاف کر کے آپ اپنا محبوب اور پیارا عمل کر لیجیے اور ہمارا کام بنا دیجیے، کیوں کہ ہم معاف ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی نعمت نہیں ہے۔

بتاؤ! عمرہ کرنے والوں کے لیے اختر نے یہ عظیم تحفہ پیش کیا یا نہیں؟ کوئی بادشاہ سے ملنے جا رہا ہو اور کوئی کان میں بتا دے کہ بادشاہ کو یہ پسند ہے تو وہ خوش ہو جائے گا یا نہیں؟ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آپ کے کانوں میں ڈال دیا۔ یہ دعا یہاں بھی مانگو، ساری دنیا میں مانگو، مگر جب اللہ کے یہاں، بادشاہ کے یہاں کعبہ شریف جاؤ تو وہاں یہ دعا ضرور مانگو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا محبوب عمل ہم پر کر لے اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔ جو غیر عالم ہیں علماء دین ان کو لکھ کے دے دیں، یہ دعا پرچہ پر لکھ کر یاد کر لو۔ جو بھی عمرہ کرنے جانے والا ہو اس کو یہ دعا ترجمہ کر کے دے دینا۔ میں نے آج آپ لوگوں کو عظیم الشان تحفہ دے دیا، بخاری شریف کی یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمودہ ہے۔

اب دعا کرو کہ اللہ عمل کی توفیق دے، اللہ ہم سب کو دونوں جہاں میں خوش رکھے، ہر غم، ہر فکر، ہر دُکھ، ہر پریشانی سے بچائے۔ اللہ ہر وقت خوشیاں دِکھا، اپنے دوستوں میں جینا نصیب فرما اور اپنی رضا کے اعمال نصیب فرما اور جس بات سے آپ ناخوش ہوتے ہیں، ہم اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے ان اعمال سے آپ کی پناہ کی بھیک مانگتے ہیں۔ اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور اپنے دوستوں کے

لیے یہ دعا مانگتا ہے کہ ہم آپ کو ایک سیکنڈ ناراض کرکے کوئی حرام لذت دل میں کشید کرکے غیر شریفانہ اور کمینے پن اور بے غیرتی کا ثبوت پیش نہ کریں کیوں کہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں، آپ ہمیں شریف بندہ بنادیجیے، گناہوں سے گندا بندہ نہ بننے دیجیے، ہم سب کو شریف اور اپنے پیار کے قابل بنادیجیے، ہماری صورت اور سیرت اور عمل اپنے پیار کے قابل بنادیجیے، بہت مبارک ہے وہ بندہ جس کو اللہ پیار کرے، کتنا قسمت والا ہے وہ، کتنی اونچی قسمت اور تقدیر ہے اس کی جس کو اللہ پیار کرے، تو اللہ تعالیٰ ایسے کام سے بچائے جس سے ہم اللہ کے پیار سے محروم ہوجائیں اور ہماری زندگی لعنت میں مبتلا ہوجائے۔ بس نظر بازی سے حفاظت پر جان کی بازی لگادو، نظر بازی مت کرو، چاہے جان چلی جائے تو اللہ پر جان دے دو، اللہ کے نام پر اختر یہ اپیل کرتا ہے کہ لومڑی مت بنے رہو، اب موت کا وقت قریب ہے، خاص کر جن کے بال سفید ہوچکے۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

معلوم نہیں اللہ کب بلالے؟ اور نظر بازی سے کچھ ملتا بھی نہیں سوائے گدھے پن اور کتے پن کے، یہ حماقت اور بے وقوفی ہے، ایسا شخص انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہوتا ہے۔ بتاؤ! دیکھنے سے کوئی چیز مل جاتی ہے؟ ایسی حماقت اور گدھے پن سے توبہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حیا عطا کرے، اللہ ہم سب کو باحیا بنادے، باخدا بنادے، باوفا بنادے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

گناہ کرنا تکریمِ انسانیت کے خلاف ہے

ارشاد فرمایا کہ شیطان نہیں چاہتا کہ انسان ایک دوسرے کا اکرام کرے، لہٰذا اللہ تعالیٰ جس نے ہمیں کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ بنایا وہ ہمیں تکریمِ انسانیت کے خلاف اعمال کو حرام فرماتے ہیں، تاکہ ہمارا کَرَّمۡنَا متاثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو مکرّم پیدا کیا ہے، گناہوں سے تکریمِ انسانیت کا جنازہ دفن ہوجاتا ہے اور صحت الگ خراب ہوتی ہے، ہر گناہ سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ[۴۱۶]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ** کے فوراً بعد **وَالْعِفَّۃَ** مانگا یعنی اے اللہ! صحت کو خراب کرنے والی چیزوں مثلاً بدمعاشی، زِنا، بدکاری اور جتنے گناہ ہیں ان سب سے ہمیں عفت اور پاکدامنی نصیب فرما تاکہ ہماری صحت متاثر نہ ہو۔ الفاظِ نبوت کی جو ترتیب ہوتی ہے اس میں اسرار ہوتے ہیں، صحت کے بعد عفت کی درخواست کیوں سکھائی گئی؟ تاکہ ہم دین کے کام کر سکیں، بیمار رہیں گے تو دین کا کام ہو گا؟ نبی سفیرِ خدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جو خالقِ صحت ہیں انہوں نے اپنے نبی سے کہلوا دیا کہ عفت مانگیے تاکہ میرے بندوں کو صحت نصیب ہو، عفیف رہو، پاکدامن رہو۔

اور عفت کا مدار کس پر ہے؟ **وَالْاَمَانَۃَ** پر۔ اگر تمہاری آنکھیں امین رہیں گی اور دل امین ہو گا تب تو تم امینُ النظر اور امینُ القلب رہو گے، ورنہ تمہاری عفت نہیں رہے گی۔ جو نظر بازی کرے گا ایک نہ ایک دن گناہ میں مبتلا ہو جائے گا، چاہے نظر کہیں خراب کرے۔ چوہا جب بلی کی میاؤں سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، وہ بلوں کے سنگِ مرمر اور مخمل اور قالین نہیں دیکھتا، وہ کانٹوں میں بھی گھس جاتا ہے۔ جب بلی میاؤں کرتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ ؎

بے کسی اے میر اس چوہے کی دیکھا چاہیے
بلیوں کی میاؤں ہو اور پاس کوئی بل نہ ہو

تو عفت کے بعد امانت ہے، عفیف اور پاکدامن جب رہو گے جب نظر بچاؤ گے، کیوں کہ بد نظری کرنا آنکھوں کا زِنا ہے، جب ایک جُزِ زِنا کرے گا تو سارا جسم زِنا میں مبتلا ہو جائے گا اور شیطان کا زہر میں بجھایا ہوا تیر جب لگے گا تو دل مر جائے گا اور کیا مردہ خدا پر جان فدا کرے گا؟ لیکن توبہ و استغفار سے آثارِ مسمومہ ختم ہو جائیں گے اور زہر اُتر جائے گا۔ ؎

انفاس زندگی کے جو ان پر فدا ہوئے
شمس و قمر بھی سامنے ان کے گدا ہوئے

اس کی شرح تو آپ کو معلوم ہے کہ جس نے اپنی زندگی کو اللہ پر قربان کی اور مالک کو خوش کیا، تو جب اس کے

۴۱۶؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۱۹۲ (۱۹۴)، باب فی الایمان بالملائکۃ، مکتبۃ الرشد

دل میں اللہ کا نور آتا ہے تو سورج اور چاند بھی اس کے گدا، محتاج اور فقیر بن جاتے ہیں۔

جس نے اُٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو
راہِ فنا سے رہبرِ راہِ خدا ہوئے

یعنی جس نے اپنے پیر کا، مرشد کا ادب، خدمت، محبت کی اور اس کے ساتھ وقت لگایا، اللہ کی رحمت سے آگے چل کر اپنے نفس کو مٹانے کی برکت سے اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا رہبر بنا دیتے ہیں۔ مگر رہبر بننے کی نیت سے خدمت نہ کرے کہ مجھے خلافت مل جائے اس لیے خدمت کرتا ہوں، بنیت حصولِ خلافت خدمت کرنا یہ اخلاص کے منافی ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ والوں سے اللہ کے لیے محبت کرو پھر جو چیز ملنی ہوتی ہے وہ مل ہی جاتی ہے، مگر نیت نہ کرو، جیسے مکہ شریف جاتے ہوئے شروع سے سمندر دیکھنے کی نیت نہ کرو، سمندر تو خود ہی نظر آئے گا۔

دیکھا اسی کو فائزِ منزل سلوک میں
جو منزلِ مجاز سے بالکل جدا ہوئے

یعنی جو عشقِ لیلیٰ سے نجات پا گئے مولیٰ اسی کو ملتا ہے، اور جو کالی گوری کے چکر میں رہتا ہے تو اس کا فرسٹ فلور اس کو گراؤنڈ فلور کی گندی نالیوں میں ذلیل وخوار اور بے عزت کرتا ہے اور وہ مولیٰ سے بھی محروم ہو جاتا ہے، مرنے کے بعد یا ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے کے بعد نہ کوئی کالی کام آتی ہے نہ گوری کام آتی ہے، وہاں چِلّا تا رہتا ہے ہائے مرے ہائے مرے، پھر خدا ہی کو یاد کرتا ہے، یہ کوئی شریفانہ زندگی نہیں ہے۔ تفسیر روح المعانی میں حدیث ہے:

اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[۲۱۷]

اللہ کو سکھ میں یاد کرو اللہ دُکھ میں تم کو یاد رکھے گا، لیکن یہ نہیں کہ جب آرام سے ہو سکھ میں ہو تو لیلاؤں کے چکر میں ہو اور جب کوئی بیماری ہوگئی، گردے میں درد اُٹھا، پیشاب بند ہو گیا، کینسر ہو گیا تب یا اللہ! یا اللہ! کر رہے ہو، اس وقت یا اللہ! یا اللہ! تو کرنا چاہیے، مگر یہ آدمی شریف نہیں کمینہ ہے، جو عیش میں خدا کو بھول جاتا ہے اور دُکھ میں خدا کو پکارتا ہے، یہ نافرمانِ پیغامِ نبی ہے۔

---

[۲۱۷] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاك بن قيس، مؤسسة علوم القرآن

بد نظری کے چند نقصانات

نظر کی حفاظت نہ کرنے سے ہونے والی چند بیماریاں بیان کرتا ہوں جو آپ کو عالِم نہیں بتا سکے گا، حکیم ہی بتائے گا:

۱) یہ کہ جب کسی کالی یا گوری کو دیکھتا ہے اور مزہ لیتا ہے تو اس کا دل بَیْنَ الْپُل وَالْپُش (Pull,Push) ہوتا ہے یعنی حسن اس کو کھینچتا ہے اور خوفِ خدا اس کو پُش کرتا ہے اور ایک ہلکا زلزلہ دل پر آتا ہے، زلزلہ سمجھتے ہو؟ گجراتی میں اس کو بھونچال کہتے ہیں، تو جس علاقے میں زلزلہ آتا ہے وہاں کی عمارتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بنیادیں ہل جاتی ہیں، دیواروں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، تو حسینوں کو دیکھنے سے دل کی بنیاد میں کمزوری آجاتی ہے اور دل کا سائز بڑھ جاتا ہے، کیوں کہ حُسن دل کو کھینچتا ہے، جو چیز کھینچا تانی میں رہے گی اس کا سائز بڑھ جائے گا یا نہیں؟ تو انجائنا ہو جائے گا۔

۲) باربار پیشاب آئے گا۔

۳) آنکھ کی روشنی کمزور ہو جائے گی۔

۴) جس لیلیٰ کو دیکھے گا اس کی تصویر دل میں آجائے گی اور پھر اس کا چہرہ اس حسین کے عکس کا ترجمان بنے گا۔ جس کے دل میں کسی عورت یا کسی لڑکے کا عشق ہوتا ہے اس کے چہرے پر لعنت برستی ہے اور اس حسین کے گراؤنڈ فلور کا تمام جغرافیہ اس کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا ہے، اور جس کے دل میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوتا ہے اور اس کے چہرے پر نور ہوتا ہے۔ جو لوگ نظر نہیں بچاتے ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے کہ اے خدا! ان پر لعنت فرما یعنی ان کو اپنی رحمت سے محروم کردے۔ لعنت کا ترجمہ کیا ہے؟ رحمت سے محرومی۔ کاش کہ یہ بات اُس وقت آپ کو یاد آئے جب کوئی حسین سامنے ہو۔ بعض لوگ میری بات بہت محبت سے سنتے ہیں، مگر جب کوئی نمکین شکل کو دیکھتے ہیں تو نہ شیخ یاد رہتا ہے، نہ خدا یاد رہتا ہے، نہ اپنی نسبت مع اللہ یاد رہتی ہے، نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے کہ ہم کہاں دیکھ رہے ہیں۔ لوگ اس فعل کو معمولی سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا، یا یہ کہتے ہیں کہ لو نہ دو دیکھ تو لو، تو بخاری شریف کی حدیث ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ [۴۱۸] نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے یعنی آنکھ کی حفاظت نہ کرنا اور حسینوں کو دیکھنا

---

۴۱۸ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظھریۃ

آنکھوں کا زِنا ہے۔ یہ کتنا خطرناک عنوان ہے! آنکھ کا زانی ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ ایک عضو سے بھی اگر نافرمانی کرتا ہے، گانا سنتا ہے، آنکھ سے عورتوں کو دیکھتا ہے تو اللہ کی دوستی سے محروم رہے گا۔

اصلی رفیق

مرنے کے بعد قبر میں کوئی حسین نہ جائے گی نہ جائے گا، کیوں ان پر زندگی کو ضایع کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، اگر کوئی مرید اللہ کی نافرمانی سے، گناہ سے نہیں بچتا تو وہ اصلی مرید نہیں ہے، کمینہ ہے، بے وفا ہے، اصلی رفیق اور ساتھی نہیں ہے، اصلی ساتھی وہ ہے جو تقویٰ میں بھی ساتھ رہے، اگر سموسہ اور پاپڑ میں ہر وقت دستر خوان پر ساتھ دیتا ہے اور ٹرین میں بھی شیخ کے ساتھ بزنس کلاس میں بیٹھتا ہے اور ہر قسم کی ڈش اور فش اُڑاتا ہے، لیکن تقویٰ میں اگر ساتھ نہیں دیتا تو وہ دوست نہیں ہے، اللہ کے نزدیک وہ رفیقِ شیخ نہیں ہے، دنیا تو سمجھے گی کہ بھئی یہ آدمی فلاں آدمی کے ساتھ رہتا ہے، مگر اصلی رفیقِ شیخ وہی ہے جو اپنے شیخ کے ساتھ تقویٰ میں بھی ساتھ ہو۔

بد نظری کی عادت سے سوءِ خاتمہ کا عبرت انگیز واقعہ

علامہ ابنِ قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی نظر نہیں بچاتا تھا، تو ایک خوبصورت شکل اس کے دل میں گھس گئی اور ایسی گھسی کہ وہ بھلانا بھی چاہتا تو بھولتا نہیں تھا، جب مرتے وقت اس کو کلمہ پڑھایا گیا تو اس نے کہا۔

رِضَاكَ اَشْهٰى اِلٰى فُؤَادِیْ

مِنْ رَّحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ[۲۱۹]

اے میرے معشوق! تیرا خوش ہونا مجھے اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ مجھے یہ زیادہ لذیذ ہے کہ میری پیاری مجھ سے خوش ہو جائے یا پیارا خوش ہو جائے۔ حسین لڑکا ہو یا لڑکی ہو مگر خاتمہ خراب ہوا یا نہیں؟ تو بد نظری اتنی خطرناک چیز ہے کہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا، خاتمہ خراب ہو گیا، لہٰذا یہ نہ سمجھو کہ ہم اس حسین کو دل سے نکال دیں گے، بعض وقت نظر سے تصویر اس طرح دل میں داخل ہوتی ہے کہ اسے

---

[۲۱۹] الجواب الکافی لابن القیم الجوزی ۱/۱۶۸، دار المعرفۃ، المغرب

نکال ہی نہیں سکتے اور مرتے وقت منہ سے کلمہ بھی نہیں نکلے گا۔ جب لوٹا جھکاؤ گے تو ٹونٹی سے وہی نکلے گا جو لوٹے میں ہو گا، تو جب گاڑھا وقت آئے گا تو دل سے اس حسین کی شکل مٹانا چاہو گے، لوگ سمجھائیں گے کہ بھئی کلمہ پڑھ لو مگر دل سے اسی حسین کا نام نکلے گا، کیوں کہ دل کے لوٹے میں وہی خبیث شکل گھسی ہوئی ہے، جب جہنم میں ایک غوطہ لگے گا تب سب عاشق بھول جائیں گے کہ ان حسینوں سے کیا ملتا ہے بلکہ دنیا ہی میں عذاب رہتا ہے۔

بد نظری سے چین و سکون چھن جاتا ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لڑکوں سے یا لڑکیوں سے عشق بازی کرتا ہے اس کی دنیا ہی میں دوزخی زندگی رہتی ہے، نہ موت آتی ہے نہ حیات ملتی ہے لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی[۴۲۰] چاہے صورتاً کتنا ہی داڑھی اور گول ٹوپی والا ہو، لیکن زندگی اس کی چین سے نہیں ہو گی جب تک کہ اللہ کو خوش کرنے کے لیے نافرمانی نہ چھوڑ دے۔

پالا پڑا ہے جن کو تلاطم کی موج سے
گمراہ کشتیوں کے وہی ناخدا ہوئے

جن کی کشتی طوفانوں میں پھنستی ہے اور وہ ہر وقت اللہ سے روتے ہیں کہ یاخدا! میری کشتی پار کر دے، تو اللہ تعالیٰ دوسری کشتیوں کا ان کو رہبر، رہنما اور پیر بنا دیتا ہے۔

غمِ تقویٰ کی برکات

اسی لیے جو لوگ عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر غم اٹھاتے ہیں اور نظر کی حفاظت کرتے ہیں، تو دوسرے عاشقوں کے لیے وہ رہنما اور شیخ بنا دیے جاتے ہیں، کیوں کہ وہ غم جھیلے ہوئے ہیں، اُنہیں معشوقوں کی جدائی کے غم کا پتا ہے، وہ صحیح رہنمائی کرتے ہیں، اور جو عشق کا غم نہیں جانتا وہ تو ایسے ہی کہے گا کہ میاں پاپڑ سموسہ کھاتے رہو، کوئی فکر نہ کرو، اُنہیں کیا پتا ہے کہ کیا غم جھیلنا پڑتا ہے؟ تو طوفان میں مبتلا کشتی جو ہے وہ دوسری کشتیوں کے لیے شیخ اور رہنما اور رہبر بن جاتی ہے۔

---

[۴۲۰] الاعلیٰ:۱۳

تقریر میں اگر نہیں شامل ہے دردِ دل
صد ہا صدا کے ساتھ بھی وہ بے صدا ہوئے

یعنی تقریر میں اگر دردِ دل نہیں ہے تو ان کی دس گھنٹے کی تقریر سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا، کیوں کہ اوپر اوپر سے تقریر ہے، وہ خود دردِ دل کیا جانے۔

نہیں کھیل ناصح جنوں کی حقیقت
سمجھ لیجیے گا تو سمجھائیے گا

اے نصیحت کرنے والو! تم کیا جانو، جب تمہارے دل میں خود درد نہیں تو ہم کو کیا سکھاؤ گے؟۔

راہِ وفا میں آہ جو فانی نہ ہوسکے
کہلا کے باخدا بھی نہ وہ باخدا ہوئے

جو اپنی بُری خواہش کو نہیں مٹاسکا، گناہ کے تقاضوں کو کنٹرول نہیں کیا اور گناہ سے نہیں بچا، تو یہ کتنا ہی جبہ اور ٹوپی پہن لے اور ہاتھ میں تسبیح لے کر باخدا بنتا ہو، لیکن اللہ کے بندوں کے لیے وہ ناخدا نہیں بن سکتا یعنی اصلی پیر نہیں بن سکتا۔

اہلِ جنوں کی صحبتیں اخترؔ جنہیں ملیں
اہلِ خرد کو دیکھا کہ ان پر فدا ہوئے

یعنی جو اللہ تعالیٰ پر عاشق ہوئے اور جان اور مال اور اپنی بُری خواہش کو اللہ پر قربان کردیا، تو بڑے بڑے عقل مند ایم ایس، پی ایچ ڈی امریکا کی ڈگریاں لانے والے کو ان کے پیر دباتے ہوئے اور ان کی جوتیاں اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اللہ کے دیوانوں کا یہ درجہ ہے۔ جو مالک کا دیوانہ ہوا بڑے بڑے عقل والے اس کے سامنے غلام بن گئے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے شیر اللہ والوں کے کتوں کے غلام بن گئے۔

اے کہ شیر اں مرسگانش را غلام
گفتن امکاں نیست خامش والسلام

۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۸؍ نومبر ۱۹۹۸ء، بروز اتوار، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

صدائے قلبِ شکستہ

آج مجلس میں حضرت والا دامت برکاتہم کا مندرجہ ذیل کلام پڑھا گیا جس کی حضرت والا نے موقع بموقع تشریح بھی فرمائی۔

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کسے غمِ جان و دل سناؤں کسے میں زخمِ جگر دکھاؤں

یہ کسی خشک آدمی کا شعر ہو سکتا ہے؟ کتنا ہی بڑا قابل ہو، شمس بازغہ اور صدرا پڑھاتا ہو، لیکن اگر دل پر چوٹ کھایا ہوا نہ ہو تو ایسا شعر کہہ ہی نہیں سکتا۔ میرے یہ اشعار میری تاریخِ حیات اور تاریخِ شکستِ قلب ہیں۔ میں جو ٹوٹا ہوا دل سینے میں رکھتا ہوں یہ اس کی تاریخ ہے۔ دیکھو میں نے ایک شعر کہا تھا۔

دل چاہتا ہے کہ ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

بس یہ سب وہی داستانِ بے خودی ہے۔ میرے یہ اشعار ستّر سال کے بعد کے ہیں، جوانی کے نہیں ہیں۔ سن ستّر اور بہتّر کے درمیان میں یہ اشعار آدھی رات کے بعد ایسے ہوئے جیسے تیز بارش ہو رہی ہو۔ اس عمر میں اللہ نے مجھے یہ عزت بخشی۔ ان اشعار کا کافی سارا ذخیرہ چھپ گیا، لیکن ابھی اتنا ہی اور باقی ہے، ان شاء اللہ سارا چھپ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میری ایک آہ کو بھی اپنے کرم سے رائیگاں نہ ہونے دیجیے۔ تا ابد پائندہ درخشندہ تابندہ فرمائیے۔

تلقینِ احتراز از غلامیِ حسنِ مجاز

یہ بت جو محتاج ہیں سراپا غلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

یعنی یہ جتنے حسین ہیں یہ بھی محتاج ہیں، کبھی کہتے ہیں مجھے قبض ہے، پیٹ سے لینڈ نہیں نکل رہا ہے، کبھی کھانسی ہے، کبھی بلغم ہے، کبھی پیٹ میں ہوا بھری ہوئی ہے اور مسلسل ہوا نکال رہے ہیں، کیا اس وقت

’’تیتروں‘‘ میں بہار ہوتی ہے؟ ؎

ان کی یادوں میں کچھ تسلسل ہے
تیتروں میں بہار آئی ہے

دیکھا حسینوں کا انجام! ایک شعر اور سنو! ؎

اے ہوائے کوئے جاناں اس قدر خوشبو ہے کیوں
سخت حیرت ہے کہ سب کی ناک پہ انگلی ہے کیوں

ایسے مرنے والوں پر مرنے والے کیا بین الاقوامی الّو، ڈونکی اینڈ منکی نہیں ہیں؟

دنیا عارضی سرائے، آخرت حقیقی مسکن

یہ مانا ہم نے چمن میں خوش رنگ گل سے بلبل ہے مست وشیدا
مگر نشیمن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

کیوں کہ پھول مرجھا کر زمین پر گر گئے، اب بلبل کہتا ہے کہ ارے ہم نے جن پر جان دی تھی وہ تو زمین پر بکھرے پڑے ہیں اور دوسری کلی کے کھلنے میں ابھی دیر ہے تو وہ نشیمن سے بھاگ جاتا ہے اور ہر وقت غم زدہ رہتا ہے، اسی لیے بلبل کی آنکھ میں ہمیشہ آنسو رہتا ہے، آپ کسی بلبل کو دیکھیں تو اس کی آنکھ میں آنسو ہوگا، کیوں کہ اس کے پھول روزانہ مرجھا کر گر جاتے ہیں، وہ اپنے معشوق کی بہاروں کی ویرانی دیکھ کر غم زدہ رہتا ہے۔

سکونِ دل در مجلسِ اہلِ دل

مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو بس اہلِ دل کے در پر
تو اُن کے در کو میں اپنا مسکن صمیمِ دل سے نہ کیوں بناؤں

میں نے پندرہ سال کی عمر میں طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور تھوڑی فارسی پڑھی تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد میں رہتے تھے، تین سال تک ان کے در پر اللہ کی محبت سیکھتا رہا۔ بعد میں شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے در پر جانا ہوا اور اب حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے در سے اللہ تعالیٰ عطا فرما رہے

ہیں۔ اس پر میرا مقطع ایک دفعہ اور سناؤں ؎

مجھے تو اخترؔ سکونِ دل گر ملا تو بس اہلِ دل کے در پر
تو اُن کے در کو میں اپنا مسکن صمیمِ دل سے نہ کیوں بناؤں

آج میں نے اشعار کے درمیان ایک دعا مانگی کہ اتنے لوگ ہیں، لیکن مولوی حسین کے گھر میں مزہ آرہا ہے، تو پہلے ان کے رزق کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ اَرْزَاقِنَا اللہ ہمارے رزق میں برکت دے وَفِیْ عُلُوْمِنَا وَاَعْمَالِنَا وَاِخْلَاصِنَا اور ہمارے علم و عمل اور اخلاص میں برکت دے، اس کے بعد ایک دعا اور مانگی وَفِیْ اَحْبَابِنَا وَصُدَقَائِنَا وَرُفَقَائِنَا عاشقوں کی صحبت بھی نصیب رہے، دوستوں کی ملاقاتیں بھی رہیں، ورنہ ابھی سب چلے جائیں تو کچھ مزہ آئے گا؟

شکستِ آرزو کا انعامِ عظیم

آرزوئے دل کو جب زیر و زبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں اُن ہی کو میہماں پاتا ہے دل

دیکھیے ملبۂ دل کا لفظ کیسا ہے! حرام آرزوئیں توڑتے ہیں، مگر اسی ملبۂ دل میں اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے، سالک جب اپنی آرزوؤں کو تباہ کرتا ہے، برباد کرتا ہے تو اسی دلِ برباد میں اللہ تعالیٰ آباد ہو جاتے ہیں۔ حدیثِ قدسی ہے:

اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ[۴۲۱]

اللہ پہلے دل برباد کرتے ہیں پھر ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتے ہیں ؎

تلخیٔ شامِ غمِ ہجراں سے گھبراتا ہے دل
آمیری آہِ سحر تجھ سے بہل جاتا ہے دل

وقفے وقفے سے آہ کی آواز
آتشِ غم کی ترجمانی ہے

۴۲۱؎ کشف الخفاء للعجلونی: ۲/۳۸۸ (۲۸۳۶)، مکتبۃ العلم الحدیث / التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۱۶۳، المکتبۃ المظھریۃ

ایک شاعر کہتا ہے؎

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

اس کے بعد مولانا منصور الحق نے اپنا کلام پیش کیا جس کا مقطع ہے؎

جنت اگر اسے ترے صدقے میں ہو عطا
ناصرؔ نہ جائے گا مرے آقا ترے بغیر

یہ شعر محتاجِ شرح ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت سے عرض کیا کہ اگر اللہ قیامت کے دن مجھ سے فرمائیں کہ تو جنت میں جائے گا یا اپنے شیخ کی مجلس میں جو جنت سے دور ہو رہی ہے وہاں جائے گا؟ تو میں اپنے پیر و مرشد حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مجلس میں جاؤں گا اور جنت میں نہیں جاؤں گا، جہاں ہمارا پیر نہیں ہو گا۔ تو مفتی صاحب کی اس بات پر حضرت حکیم الامت نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تم نے نامناسب بات کہی ہے یا عقیدے میں غلو کیا ہے، یہ غلو فی العقیدہ نہیں ہے اور نہ عقیدے میں فلو ہے، بلکہ حضرت نے فرمایا کہ مرید کو اپنے شیخ سے ایسی ہی محبت رکھنی چاہیے، پھر علماء کے لیے جواب عطا فرمایا کہ کسی کو وسوسہ آسکتا ہے کہ جنت کی نعمت کو شیخ کی مجلس کے لیے چھوڑ رہے ہیں، تو یہ جنت کا اور اشرف علی کی مجلس کا تقابل نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقابل ہے جنت سے، کیوں کہ آپ نے مجھے اللہ کے لیے پیر بنایا ہے دنیا کے لیے پیر نہیں بنایا، تو گویا اس عقیدے کا حاصل یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بلائے کہ اے مومن! میرے پاس آجا اور وہ کہے کہ نہیں میں جنت میں جاؤں گا تو جب اللہ کا جنت سے تقابل ہو گا تو اللہ افضل ہے، اللہ ہی کے پاس جانا چاہیے، تو پیر کے پاس جانا گویا جنت سے افضل کے پاس جانا ہے، کیوں کہ پیر خالقِ جنت کا حامل ہے، جنت حاملِ نعمت ہے اور اللہ والے حاملِ منعم ہیں۔

یہ ہے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ [۴۲۲] اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جا کر نعمتیں اُڑانا شروع کر دو اور

---

[۴۲۲] الفجر:۲۹

حوروں سے لپٹ جاؤ، بلکہ فرمایا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ پہلے میرے عاشقوں سے ملو جو خالقِ جنت کے حامل ہیں اور ثانوی درجے میں جنت کی نعمت کو استعمال کرو، کیوں کہ جنت حاملِ نعمت ہے اور اہل اللہ حاملِ منعم ہیں، وہ نعمت دینے والے کو اپنے دل میں رکھتے ہیں اور نعمت دینے والا افضل ہوتا ہے نعمتوں سے۔

بتائیے! یہ شرح ضروری تھی یا نہیں؟ تو حقیقت میں یہ شیخ میں اور جنت میں تقابل نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ میں اور جنت میں تقابل ہے کیوں کہ انسان پیر بناتا ہے اللہ کے لیے، تو پیر سے اللہ مقصود ہوتا ہے پیر سے پیر مقصود نہیں ہوتا۔

عملیات میں مشغولی کا نقصان

اس لیے اگر معلوم ہو جائے کہ یہ پیر عملیات کرتا ہے، عامل ہے تو بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عامل صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا۔ مولانا گنگوہی، حکیم الامت اور سب کا یہی قول ہے، کیوں کہ عامل توجہ ڈالتا ہے غیر اللہ کی طرف اور غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے نسبت قائم نہیں رہتی۔ لیکن وہ عملیات جس میں چلّے وغیرہ نہ کھینچنے ہوں جیسے قرآن پاک کی آیات وغیرہ سے دم کر دیا جو بہشتی زیور کے حصہ نمبر ۹ میں ہیں وہ کر سکتے ہیں۔ مگر چلّہ کشی کرنا اور جن کو قبضہ میں کرنا یہ سب چکر بازیاں ہیں اور ان کا انجام اکثر جھوٹ نکلتا ہے۔

ایک عامل کی چکر بازی کا واقعہ

میرے پاس نواب قیصر ایک بہت بڑے معزز آدمی کو لائے۔ اس نے کہا کہ مجھے کراچی میں ایک عامل نے کہا ہے کہ تم پر بہت بڑا جادو کیا گیا ہے اس لیے تمہارا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ پہلے دن جب عامل کے پاس گئے تھے تو آپ سے اس نے کچھ سوال کیا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں پوچھا تھا کہ کیا پرابلم ہے؟ میں نے کہا کہ میرا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ تمہاری اماں کا کیا نام ہے؟ میں نے اماں کا نام بتا دیا، پھر اس نے کہا کہ تم کو پانچ سو روپیہ نقد دینا پڑے گا، ہم تمہارا جادو تلاش کر لیں گے، اب تم فلاں دن آنا۔ اس نے پانچ سو روپیہ لے لیا اور کراچی سے پچاس ساٹھ میل دور ٹھٹھہ ایک جگہ ہے وہاں اس نے گیارہ سوئی لے کر ان پر خون لگایا اور ایک کپڑے میں یہ سوئیاں لگا دیں اور ایک پرانا کاغذ تلاش کر کے اس پر تین دفعہ لکھ دیا کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ اور ان صاحب کا اور ان کی ماں کا نام بھی لکھ دیا اور کسی قبر میں دبا دیا۔

اب اس کے بعد وہ مقرر دن ان صاحب کو ٹھٹھہ لے گیا اور اِدھر اُدھر تین چار قبریں کھود دیں، بعد

میں اصلی جگہ پہنچا اور کہا یہ دیکھو کاغذ پر کیا لکھا ہے کاروبار ٹھپ لکھا ہے کہ نہیں؟ اور جادو کی ہوئی گیارہ سوئی بھی چبھی ہوئی ہیں، بڑی مشکل سے یہ تلاش کیا ہے، اب نکالو پچاس ہزار روپیہ تب جا کے جادو جائے گا۔ لیکن نواب قیصر صاحب ان صاحب کو میرے پاس لے آئے تو میں نے کہا کہ دیکھو اس نے تم سے پوچھ لیا تھا کہ کاروبار ٹھپ کا پرابلم ہے اور تمہاری اماں کا نام بھی پوچھ لیا تھا اور اس نے تین دفعہ کاروبار ٹھپ لکھ دیا جو تم ہی نے بتایا تھا اور تم سے پوچھ کر اماں کا نام بھی لکھ دیا، اس کا صرف گیارہ سوئی کا خرچہ ہوا لیکن اس طرح ہزاروں روپے کمالیتا، دس بیس آدمی تو آہی جاتے ہوں گے۔ تو میری بات سن کر وہ صاحب زور سے ہنسے اور کہا کہ واقعی مجھے بے وقوف بنادیا۔ میں نے کہا کہ عامل کے پاس جانا ہی نہیں چاہیے، جب حدیثِ پاک کے اعمال موجود ہیں کہ تینوں قل صبح وشام پڑھ لو ساری مخلوق کے شر سے محفوظ رہو گے تو کیا ضرورت ہے اِدھر اُدھر جانے کی؟

پیر عامل کو نہیں کامل کو بنانا چاہیے

تو عاملین کو پیر مت بناؤ کاملین کو پیر بناؤ۔ اب کامل کون ہے؟ استقامت علی التقویٰ ایک ہزار کرامت سے افضل ہے۔ ملّا علی قاری نے لکھا ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ اَلْفِ کَرَامَۃٍ، فوق الکرامۃ نہیں ہے، مشہور تو یہی ہے نا کہ استقامت کرامت سے افضل ہے۔ اللہ محدثِ عظیم ملّا علی قاری کو جزائے خیر دے، فرماتے ہیں کہ استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے۔ جو اپنے مالک کو ایک لمحہ ناراض نہ کرے اور ہر لمحۂ حیات خدائے تعالیٰ پر فدا کرے یعنی مالک کی خوشی والے اعمال کرے اور جہاں دیکھے کہ ناراضگی کا خطرہ ہے وہاں پہلے ہی سے نظر بچالے، جان دے دے مگر مولیٰ کو ناراض نہ کرے۔

رفاقتِ شیخ کا حق ادا کرو

واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ ایمان اور یہ ہمت نہیں ہے تو اختر کا ساتھ چھوڑ دو، میرے ساتھ لومڑی کی طرح مت رہو، تم میرے رفیق نہیں ہو، تم عیاش طبع اور سموسے اور پاپڑ کھاتے ہو، ہمت کرو کہ ہم جان دے دیں گے مگر اپنے مالک کو ایک لمحہ ناراض نہیں کریں گے، اگر تم واقعی اختر کے باوفا رفیق ہو، اور اگر ٹائم پاس کرتے ہو تو قیامت کے دن خطرناک مواخذہ ہو سکتا ہے۔ بس آج سے یہ ارادہ کرلو کہ جان دے دیں گے مگر اپنے مالک کو ناراض نہیں کریں گے، کسی حسین کو اور کسی حسینہ کو نہیں دیکھیں گے، جہاں نفس کو

حرام لذت ملے وہیں بریک لگادو، دور سے پیلی بتی نظر آئے تو سمجھ لو کہ اب اس کے بعد بتی سرخ ہو جائے گی، سگنل لال ہونے والا ہے، تو جیسے لال سگنل پر چند پاؤنڈ اور رین کے جرمانے کے خوف سے بریک لگاتے ہو، خاص کر جب پولیس والے بھی کھڑے ہوں، تو یہ جو سی آئی ڈی کے دو پولیس والے ہیں، جو نامۂ اعمال لکھ رہے ہیں، ان کے چالان سے تم نہیں ڈرتے؟ اس چالان پر ایک شعر مجھے یاد آگیا ؎

نظر مار کر میر بھاگا ہوا ہے
محبت کے تھانے میں چالان ہو گا

لیکن یہاں میر صاحب مراد نہیں ہیں، آپ بلا وجہ ان سے بدگمانی مت کرو، یہاں عام خطاب ہے، مطلب یہ کہ شریعت کا اور اللہ کی محبت کا تھانہ الگ ہے اور دنیاوی تھانے الگ ہیں، یہاں تو رشوت دے دو تو کام بن گیا اور چھوٹ گئے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے تھانے میں رشوت نہیں ہے۔ ایک آنسو گرادو ندامت سے، معافی مانگ لو تو کوئی چالان نہیں سب معاف ہے، ایک سمندر گناہوں پر ڈال دو معاف نہیں ہے لیکن ایک قطرہ آنسو گرادو تو سب معاف ہے۔ دیکھا آپ نے کہ اللہ کے یہاں اشکِ ندامت کی کتنی قیمت ہے! اور یہ میر صاحب کی شرافت ہے کہ میں میر صاحب پر مزاحیہ شعر کہہ دیتا ہوں اور میر صاحب اس سے بُرا نہیں مانتے۔ تو جو گناہ سے اپنا نامہ عمل سیاہ کر رہا ہے قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس کا منہ کالا کر دیا جائے گا ؎

رو سیاہ ہستند پیش کردگار

کہاں جاتے ہو مولیٰ کو چھوڑ کے؟ سارا مزہ اللہ کے نام میں ہے، جو دونوں جہاں کا مزہ پیدا کر سکتا ہے وہ خود بے مزہ ہو گا؟ گدھے سے بدتر ہے وہ جو اللہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر تاکتا جھانکتا ہے جبکہ خدا نے ذمہ داری لی ہے اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ[۴۲۳] کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ تو مولیٰ کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کہاں دیکھتا ہے؟ دنیا میں بھی عذاب ہے لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی اور مرنے کے بعد جو عذاب ہو گا اس کو کیا پوچھتے ہو۔ لاکھ لیلاؤں کو پکارو کوئی لیلیٰ قبر میں نہیں جائے گی، ہاسپٹل میں لیلاؤں کو پکارو جب فلٹر پلانٹ بے کار ہو جائے اور گردے خون کو صاف نہ کریں اور سارا خون نکالا اور پھر داخل کیا جائے اور کینسر، بلڈ کینسر ہو جائے، اب بلاؤ اپنی لیلاؤں کو اور اپنے معشوقوں کو۔

۴۲۳؎ الزمر: ۳۶

قلبِ شکستہ پر تجلیاتِ قربِ الٰہی کا نزول

ظالمو! اب خود اپنے جوتے لگاؤ کہ میں کتنا کمینہ اور گدھا اور انٹرنیشنل بے وقوف اور احمق ہوں کہ اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر لیلاؤں کو دیکھ کر حرام نمک امپورٹ کیا۔ حرام نمک امپورٹ کرنے والو! ہوشیار ہو جاؤ، ایک لمحہ بھی کسی کا نمک مت دیکھو، پھر دیکھو تمہارے لمحۂ حیات کیسے رشکِ گلستان اور رشکِ دو جہاں ہو جائیں گے۔ مولیٰ پر مر کے تو دیکھو، وہ ارحم الراحمین ہے، وہ ظالم نہیں ہے، ظَلَّامٌ لِّلۡعَبِیۡدِ نہیں ہے، ارحم الراحمین ہے، ایک دفعہ دل کو توڑ کے دیکھو کہ اس دل کا، قلبِ شکستہ کا کیسا پیار لیتا ہے۔

مولیٰ کے پیار پر میرے الفاظ آسمانی ہیں کہ جو اپنا دل توڑ دیتا ہے اور اللہ کے قانون یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ کا احترام کرتا ہے اس کے قلبِ شکستہ پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ، وافرہ، مسلسلہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں اور اس کا اثر اس کے چہرے پر، اس کی آنکھوں پر، اس کے ہر لمحۂ حیات پر ہوتا ہے، اس کے قلب کی تجلیات کا اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں، اس کی تقریر اور اس کی تحریر ترجمان ہوتی ہے۔ اس کے پاس بیٹھ کے دیکھو ان شاء اللہ دل چمکنے لگے گا اور لیلائیں تم کو کہاں لے جائیں گی تم خود سوچ لو۔

جس نے جس سے عشق بازی کی، کوئی گاف میں گھسا ملا اور کوئی پیشاب کی جگہ میں گھسا ملا اور پھر ساری تقدس مآبی تباہ ہو گئی۔ بولو! ان کے پاس کیا چیز ہے؟ حسینوں کے پاس تین ملک تو بتا دیے، نعرۂ زندہ باد بھی لگوا دیا اور اس سے زیادہ موئثر تقریر کیا چاہتے ہو؟ اور ایک معشوق کی ہوا کھل گئی بہت زور سے اور بدبودار تو میر صاحب نے کہا کہ۔

جب ہوا کھولی کسی معشوق نے
میر بولے واہ میرے پادشاہ

بتاؤ! پادشاہ کیسا لفظ ہے یہاں؟

حدودِ شریعت میں جتنا چاہو مزہ لو

بس اب مجلس ختم، اب میرے اشعار سنو لیکن یاد رکھو کہ تالی بجانے کو فقہاء نے منع کیا ہے، بانس

یا لکڑی بجانا یا تالی بجانا ممنوع قرار دیا ہے اور چٹکی بجانا وغیرہ کو بھی منع کیا ہے، اس لیے اشکبار آنکھوں سے یہ اشعار سنو تاکہ دل پر چوٹ لگے۔ ایک دفعہ ہمارے یہاں اخبار میں آیا تھا کہ جس علاقے میں مچھر زیادہ ہوں وہاں قوالی کرادو تو ایک مچھر نہیں رہے گا کیوں کہ جب قوال تالیاں بجائیں گے تو سب مچھر مر جائیں گے، لہٰذا جہاں مچھروں کی یلغار ہو وہاں قوالی کا کردار ادا کرو۔ شریعت کی حدود میں جتنا چاہو مزہ لے لو مگر فقہاء نے جن چیزوں کو منع کیا ہے مثلاً لکڑی بجانا یا تالی بجانا یا چٹکی بجانا ان چیزوں سے اجتناب کرو تاکہ نورِ شریعت دل میں آجائے۔

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۹؍نومبر ۱۹۹۸ء، دوشنبہ بعد مغرب، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

آدابِ توبہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

اللہ کی مرضی کے خلاف جو حرام لذت لوٹے گا وہ انتہائی بے غیرت بھی ہے، کمینہ بھی ہے اور غیر شریف بھی ہے، ایسا شخص اللہ کی منزل سے محروم رہے گا، مگر اِلَّا مَنْ تَابَ کا استثناء ہے، لیکن گناہ کو غذا مت بناؤ۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ توبہ کے سہارے پر گناہ کرنے والا اتنا احمق اور گدھا ہے جیسے کوئی کمپنی اعلان کرے کہ کوئی آگ سے جل جائے تو میرا مرہم لگالو، ہم گارنٹی اور ضمانت لیتے ہیں کہ فوراً صحیح ہو جائے گا، تو مرہم ایمرجنسی کے لیے ہے یا انگیٹھی یا چولہے میں ہاتھ ڈال کر کے مرہم کو آزمانے کے لیے ہے؟ تو توبہ کا مرہم جو اللہ تعالیٰ نے بخشا یہ آزمانے کے لیے نہیں ہے کہ حرام کاریاں کرکے پھر توبہ کرلو، یہ ایمرجنسی کے لیے ہے کہ پوری جان لڑا دی پھر بھی بشریت کی بنا پر نظر پڑ گئی تو معاف ہے، لیکن ضرر سے وہ بھی خالی نہیں ہے، اچانک نظر پڑ جانا معاف تو ہے لیکن دلیل عدمِ ضرر نہیں ہے، مثال کے طور پر گلاب جامن میں آپ کے کسی دشمن نے جمال گوٹے کا قطرہ ڈال کر کھلا دیا اور آپ کو علم نہیں ہے تو کھانے والے کو تو کوئی گناہ نہیں ہے مگر لوٹا لے کر بار بار دوڑنا پڑے گا یا نہیں؟ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی اچانک نافرمانی بھی قلب کا قبلہ بدلنے کے لیے کافی ہے۔ بعض

صورتوں پر اچانک نظر پڑ جاتی ہے اور قلب اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور قلب کا زاویہ اللہ سے ایک سو اسّی ڈگری پھر جاتا ہے اور جب حسین پر نظر پڑ گئی اور دل میں اس کا نقش و نگار آگیا تو قلب کی اپنے مولیٰ اور پالنے والے کی طرف پیٹھ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے مجھے بتایا کہ نماز میں بھی اسی کا خیال آتا ہے۔

شیخ کے پاس اہتمامِ اعمال کے ساتھ رہنا ضروری ہے

اب بتاؤ! قبلہ سامنے ہے، نماز کی نیت کرتے وقت زبان سے کہتے ہیں کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اگرچہ یہ کہنا ضروری نہیں ہے لیکن ان ہی سے پوچھ لو کہ تمہارا دل کدھر ہے؟ اس لیے میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ساتھ رہتے ہیں مگر ساتھ نہیں رہتے، شیخ کے پاس عمل کے ساتھ رہو اور ارادہ کرلو کہ جان دے دیں گے مگر اپنی حرام آرزو کو حاصل نہیں کریں گے، حرام لذتوں سے جب تک توبہ نہیں کرے گا اور یہ ارادہ نہیں کرے گا کہ ہم اللہ کو ناراض کر کے، اللہ تعالیٰ کی ناخوشیوں کے راستوں سے دل میں ایک اعشاریہ بھی حرام خوشیاں نہیں لائیں گے، اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواب دیکھنے والا محض گدھا اور بین الاقوامی اُلو اور بے وقوف ہے، یہ آنکھوں کا چور ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ؎

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

جیسے کولہو کا بیل ہوتا ہے، جہاں سے چلتا ہے وہیں رہتا ہے اس کا دائرۂ سفر محدود رہتا ہے، ایسے ہی گناہ نہ چھوڑنے والا پوری زندگی سلوک میں رہتا ہے، چلتا تو رہتا ہے، مگر ایک حد میں رہتا ہے، آگے ترقی نہیں ہوتی۔ اس لیے سالکین سے دردِ دل سے کہتا ہوں، یہ میرے اس سفر کی آخری گزارش ہے کہ ہمت کرلو، واللہ! کچھ مشکل نہیں ؎

جو آساں کرلو تو عشق ہے آساں
جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

ارادہ کرلو، اللہ نے ارادے میں طاقت دی ہے، اگر ہمیں تقویٰ سے رہنے کی طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض ہی نہ ہوتا، تقویٰ کی طاقت نہ ہو اور تقویٰ فرض کیا جائے تو یہ ظلم ہے یا نہیں؟ اور اللہ ظلم سے پاک ہے، اصل میں ہم گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے، ہم نے اپنے خبیث عمل کی لذتِ حرام کو عادتِ ثانیہ بنا رکھا ہے، جب تک اِدھر

اُدھر نظر نہ ماریں دل کو چین نہیں آتا، یہ ایسا دل ہے جو قابلِ قتل ہے، یہ قلب واجب القتل ہے جس کو اللہ کی نافرمانی کے بغیر چین نہ آئے، یہ نفس مطمئنہ نہیں ہے، اگر بعد میں ندامت ہے تو زیادہ سے زیادہ نفس لوّامہ ہے، اس کو مرتے وقت نفس مطمئنہ کا خطاب کیسے ملے گا؟ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ، ارۡجِعِیۤ اِلٰی رَبِّكِ[۴۲۴] نفس مطمئنہ وہ ہے کہ جس کو اَلَّذِیۡنَ لَا لَذَّةَ لَهُمۡ اِلَّا بِذِكۡرِہٖ اللہ کی یاد کے بغیر چین نہ آئے وَلَا نِعۡمَةَ لَهُمۡ اِلَّا بِشُكۡرِہٖ اور دنیا کی کوئی نعمت اچھی نہ معلوم ہو جب تک شکر نہ ادا کرلے، اور شکرِ حقیقی تقویٰ ہے۔

اصلی شکر گزار بندہ کون ہے؟

حکیم الامت نے قرآنِ پاک سے ثابت کیا ہے کہ اصلی شکر گزار اور شریف بندہ وہ ہے جو متقی ہے۔ دلیل کیا ہے؟ لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ اللہ فرماتے ہیں اے صحابہ جنگِ بدر میں ہم نے تمہاری مدد کی وَاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ اور تم کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ تو تقویٰ سے رہو لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ[۴۲۵] تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جو ظالم نافرمانی سے باز نہیں آتا اور زبانی شکر کرتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے، یا اللہ تیرا شکر ہے، آپ نے ہمیں خوب کھلایا، یہ زبانی شاکر ہے حقیقتاً شاکر نہیں ہے، اصلی شاکر وہ ہے جو لساناً و قلباً و قالباً ہے، لساناً یعنی زبان سے کہے کہ اللہ تیرا احسان و کرم ہے کہ آپ نے کھانا کھلایا، قلباً یعنی قلب میں بھی اللہ کی یاد آئے کہ میرا مالک کتنا محسن ہے، قالباً یعنی جسم سے کوئی نافرمانی نہ ہونے دے۔

بارہا کہہ چکا ہوں کہ ایک مسٹنڈا غنڈا جو تالیے کھڑا ہو اور کہے کہ آج دیکھتے ہیں کہ کسی حسین کو آپ دیکھتے ہیں کہ نہیں، اگر آپ نے کسی حسین یا حسینہ کو، لڑکی یا لڑکے کو دیکھا تو یہ میرا جوتا ہے اور میں اتنا تگڑا ہوں کہ تم مجھ سے جیت نہیں سکتے، بتاؤ پھر دیکھو گے؟ اپنے نفس سے اس خباثت اور دنائت اور چماریت کا ذرا کبھی کبھی مواخذہ کیا کرو کہ اے نالائق! ناپاک! مارے ڈر کے دنیاوی غنڈے کی بیٹی، ایس پی، تھانیدار کی بیٹی بیٹے کو نہیں دیکھتے ہو، تمہیں اللہ سے کیوں نہیں ڈر لگتا، اللہ سے کیوں نہیں حیا آتی، کب تک تم بے حیا اور بے غیرت رہو گے؟ خاص کر جن کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب بال سفید ہونے لگیں تو سمجھ لو کہ اب موت کا وقت قریب آرہا ہے

۴۲۴؎ الفجر: ۲۷-۲۸

۴۲۵؎ اٰل عمرٰن: ۱۲۳

کیوں کہ کھیتی جب پک جاتی ہے تو کسان پھر کھیت میں نہیں رہنے دیتا کھلیان میں لاتا ہے، یہ بالوں کی سفیدی زندگی کی کھیتی پکنے کی علامت ہے، کسی وقت بھی بلاوا آسکتا ہے۔

سلوک کا نقطۂ آغاز خونِ تمنا ہے

میرا دردِ دل یہی چاہتا ہے کہ اختر اور میری اولاد اور آپ سب اولیائے صدیقین کی جو منتہا ہے جس کے بعد ولایت ختم ہے اور آگے نبوت کے دروازوں پر تالے لگے ہوئے ہیں وہاں تک پہنچ جاؤ، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت کشید کرنا بے غیرتی ہے، کمینہ پن ہے اور مہاڈُشٹ ہے۔ ذرا یہ ہندوستانی لفظ سن لو، ایک ڈُشٹ ہوتا ہے، ڈُشٹ معنٰی بد معاش ایک مہاڈُشٹ ہوتا ہے یعنی نہایت ہی کمینہ۔ تو حرام آرزو کا خون کرنا یہ اللہ کے راستے کا اور سلوک کا نقطۂ آغاز ہے، جب تمہارا نقطۂ آغاز ہی شروع نہیں ہوا تو تم کہاں اللہ تک پہنچو گے ؟خونِ آرزو کر کے اللہ کو راضی رکھنا یہ سلوک کا نقطۂ آغاز ہے، یہ بدایہ ہے اور ہم نہایہ کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ سلوک کی ابتدا اسی سے ہے کہ اپنا دل توڑ دو اللہ کا قانون نہ توڑو، دل غلام ہے، بتاؤ غلام کی قیمت زیادہ ہے یا مالک کی ؟ تو اپنا دل توڑ دو اللہ تعالیٰ کا قانون توڑ کر حرام خوری اور نمک حرامی مت کرو، مولا ہمارے سکون اور راحت اور فرحت کے لیے کافی ہے، جو لیلاؤں کو نمک دے سکتا ہے وہ ہمارے قلب کو حاصلِ نمکیات دے سکتا ہے، خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات، اضافت دیکھیے !اس میں کتنے مضاف الیہ ہیں؟ تو خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات جب دل میں آئے گا تو بھول جاؤ گے حسینوں کے چکروں کو، گراؤنڈ فلور کے پیشاب پاخانے کے مقامات پر اپنی داڑھی اور گول ٹوپیوں کے تقدس کی خرابی دماغ سے نکل جائے گی اور خون کے آنسو روؤ گے کہ آہ !کیا خبر تھی کہ اے میرے مولیٰ آپ کی یاد میں اتنا مزہ اور پاکیزگی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد

یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا جو چینی پیدا کرتا ہے وہ زیادہ میٹھا ہے ؟

عشقِ مجازی کی بربادیاں

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا[۴۲۶] ساری دنیائے رومانٹک کو میں للکارتا ہوں، للکارنا چیلنج کا ترجمہ ہے،

۴۲۶؎ طٰہٰ:۱۲۴

آج کل مولوی بھی چیلنج بولتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اُردو غالب رہے، میں سارے عالم کے رومانٹک کو للکارتا ہوں کہ جتنے لوگ نظر کی حفاظت نہیں کرتے ان کے دل پر مسلسل اور پیہم پریشانیاں ہیں، یہ میرا تجربہ ہے، لونڈیوں اور لونڈوں کے چکر والوں نے آکر مجھ کو معالج ہونے کی حیثیت سے بتایا کہ صاحب ایک پل کو چین نہیں ہے، میں نے دوا لکھی تو اس نے کہا کہ میں نے تو ساری تنخواہ اس لونڈے کو دے دی جو پشاور چلا گیا اور میرے بیوی بچے بھوکوں مر رہے ہیں۔ یہ مرض اتنا خبیث ہے کہ ظالم کے پاس دوا کے پیسے بھی نہیں تھے اور کہتا تھا کہ نیند نہیں آرہی ہے، دل پریشان ہے، اور ایسا ہی دوسرا گروہ جو لونڈیوں کے چکر میں رہتا ہے، اس کی بھی نیند حرام ہوتی ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ مجھے نیند نہیں آرہی ہے اور میرے دماغ میں جیسے کوئی کھونٹا ٹھونک رہا ہے اور دل پر جیسے کوئی ہتھوڑا مار رہا ہے، ایک پل کو چین نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ جو اللہ کو ناراض رکھتا ہے اس کے لیے یہی عذاب لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی [۴۲۷] رہتا ہے، یہ دوزخ کا عذاب ہے جو اس کو بد نظری اور عشق بازی کی وجہ سے دنیا ہی میں ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اختر کو عشق بازی والوں کے لیے اس کیفیت کی ترجمانی ایک اُردو شعر میں کرنی پڑی۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

ایسے لوگوں کو میں نے چند دن خانقاہ میں رکھ کر اللہ کا نام سکھایا اور اللہ سے دعا بھی مانگی۔ الحمد للہ وہی لوگ کہنے لگے کہ میں آگ میں جل رہا تھا اب ٹھنڈے پانی میں آگیا۔

گر خفاشے رفت در کور و کبود
بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ پیشاب اور پاخانے کی نالیوں میں گھس کر پیشاب پیتا ہے اور پاخانہ چوستا ہے تو ہم کو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن جس باز نے بادشاہ کو دیکھا ہوا ہے اس ظالم کو کیا ہو گیا کہ بازِ شاہی ہو کر وہ موش بنا ہوا ہے۔ موش فارسی میں چوہے کو کہتے ہیں۔ تو مرید کے معنٰی ہیں کہ اب وہ بازِ شاہی کے مقام کو سمجھنے لگا ہے۔ مولانا جلال

۴۲۷؎ الاعلیٰ:۱۳

الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بازِ سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں اپنے شیخ شمس الدین تبریزی کے فیض سے بازِ سلطاں بن چکا ہوں۔ اب میں مرنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر کو نہیں دیکھتا کہ ان کی ناک کی اُٹھان کیسی ہے؟ گال کیسے ہیں؟ آنکھیں رسیلی ہیں، نشیلی ہیں اور نوکیلی ہیں، میں بازِ سلطاں بن چکا ہوں اور اللہ کی رحمت سے نیک کردار ہو چکا ہوں، میں مردہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں یعنی مرنے والی ٹیڈیوں سے اور ٹیڈوں سے، لڑکوں سے اور لڑکیوں سے، تمام سے اب میری نظر پاک ہو چکی ہے، روحِ جلال الدین رومی مُردوں سے فارغ ہو چکی ہے، کرگسیت ختم ہو چکی ہے، اب میں کرگس نہیں ہوں کہ ٹیڈیوں کے چکر میں اور حسینوں کے چکر میں رہوں کیوں کہ ان کا فرسٹ فلور آپ کو گراؤنڈ فلور میں اِن (in) کردے گا، جس نے فرسٹ فلور پر پن پن کی اس کو گراؤنڈ فلور میں اِن (in) ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے غلاموں کی آبرو کو نقصان پہنچے اس لیے فرسٹ خطرہ یعنی فرسٹ فلور ہی کو دیکھنے کو حرام فرمادیا تاکہ گراؤنڈ فلور میں میرا کوئی بندہ کبھی اِن (in) نہ ہو۔

حفاظتِ نظر کے حکم میں بندوں کی آبرو کا تحفظ ہے

غضِ بصر کے ذریعے اصل میں حق تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی آبرو کو تحفظ بخشا ہے کیوں کہ **یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** کے بعد آگے آرہا ہے **وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ** یعنی نظر نیچی رکھو اور شرمگاہ کی حفاظت کرو کیوں کہ تمہاری شرمگاہیں محفوظ رہیں گی تو تم باعزت رہو گے لہٰذا فرسٹ فلور ہی کو مت دیکھو تاکہ اس کی نوبت ہی نہ آئے کہ تم ناف کے نیچے پیشاب اور پاخانہ کے مقامات کو عبور اور مرور کرکے حرام سرور حاصل کرو اور جب تمہاری آبرو کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوں گے کیوں کہ جیسے باپ چاہتا ہے کہ میرے بچے باعزت رہیں اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے باعزت رہیں۔

قلب کیسے نورانی اور کیسے بے نور ہوتا ہے؟

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی اس کی ذاتی نہیں ہے **نُوۡرُ الۡقَمَرِ مُسۡتَفَادٌ مِّنۡ نُوۡرِ الشَّمۡسِ** چاند کی روشنی مستنیر ہے، وہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے، لیکن جب وہ پورا روشن

ہو جاتا ہے تو وہ منیر بھی ہوتا ہے، روشنی دیتا بھی ہے، پہلی صفت چاند کی مستنیر ہے لیکن پھر وہ خود بھی منیر ہو جاتا ہے۔

سالک اور مرید کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے مستنیر رہتا ہے لیکن جب سورج اور چاند کے درمیان میں زمین کا کرہ اور گولا حائل ہوتا ہے تو جتنا حائل ہوتا ہے اتنا چاند اندھیر اور بے نور ہو جاتا ہے اور جب پورا گولا آجاتا ہے تو چاند ڈوب جاتا ہے اور جتنا جتنا زمین کا گولا آتا جاتا ہے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے اور جس دن زمین کا گولا بالکل الگ ہو جاتا ہے چاند پورا روشن ہو جاتا ہے۔

تو جن لوگوں نے اپنے نفس کے مٹانے میں جان کی بازی لگادی خوش نصیبی ہے ان کی اور جنہوں نے اپنی جان کی بازی نہیں لگائی یہ خوش نصیب نہیں ہیں، یہ بندے کی بد نصیبی ہے کہ وہ اللہ پر مرنے سے کتراتا ہے کہ بُری خواہشات کو میں کیسے ختم کروں؟ کچھ تھوڑی تھوڑی حرام لذت بھی کشید کرتے رہو تو یہ نصیبے والے نہیں ہیں، ابھی اس کو نصیبِ اولیاء حاصل نہیں ہے، نصیبِ دوستاں اور نصیبِ اولیاء اُن ہی کو حاصل ہے جو جان کی بازی لگا کر اپنے قلب کے پورے دائرے کو نفس کی حیلولت سے محفوظ کر لیتے ہیں پھر ان کے قلب کا من وعن، من البدایۃ الی النھایۃ پورا دل چاند کی طرح روشن ہو جاتا ہے، نفس کی حیلولت کو ختم کرنے میں وہ جان کی بازی لگا دیتے ہیں کہ جان دے دیں گے مگر اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت کشید نہیں کریں گے، یہ ہے نصیبِ دوستاں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ والوں کا نصیبہ مل جائے تو ذرا ہمت سے کام لو جو اللہ نے آپ کو دی ہے، ہمت چور مت بنو، مالک پر مرنا اپنے جینے کی ضمانت کا انتظام کرنا ہے، اللہ پر مرنا اپنے جینے کا سامان کرنا ہے، جو حیات خالق پر فدا ہوتی ہے وہ ایسی حیات یافتہ ہوتی ہے کہ جس کی صحبت سے دوسروں کو حیات ملتی ہے، وہ حیات ساز ہوتی ہے، کائنات کے حمقاء سمجھتے ہیں کہ صوفیوں کو کیا ملے گا؟ ٹیڈوں کو بھی نہ دیکھو ٹیڈیوں کو بھی نہ دیکھو، ہر حرام سے بچو تو پھر یہ دنیا میں کیسے رہیں گے؟ تصوف کو بعض بے وقوف غارت گرِ حیات سمجھتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات
میری نظر میں غم ترا جانِ حیات ہے

دنیا والے بے وقوف سمجھتے تھے کہ مولویوں کو، صوفیوں کو، اللہ کے عاشقوں کو کیا ملے گا، یہ نہ دیکھو وہ نہ دیکھو، کالی کو نہ دیکھو گوری کو نہ دیکھو، تو پھر یہ کیا دیکھیں؟ ارے ظالمو! یہ اپنے مولیٰ کو دیکھیں گے جو سارے عالم کی

لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، یہ اس مولیٰ کی تلاش میں ہیں، جب شکستِ دل، شکستِ آرزو، خونِ تمنا اور تقویٰ کی برکت سے ان کے قلب میں مولیٰ آئے گا تو تمہارے جیسے کتنے ہی ان کی جوتیاں اُٹھائیں گے، پیر دبائیں گے اور ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوگا۔ کائنات سمجھتی ہے کہ ان کی زندگی، ان کا تقویٰ یہ سب غارت گرِ حیات ہے، مولیٰ کا عشق غارت گرِ حیات ہے، ان کو کوئی مزہ ہی حاصل نہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

جو اپنے قلب سے تمام غیر اللہ کو نکال دے تو کیا اس کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ نہ ہوگا؟؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

غمِ تقویٰ پر ارحم الراحمین کا پیار

جو اتنا غم اُٹھائے گا تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ وہ اس کے دل کا پیار نہیں لیں گے؟ جو بچہ اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لیے غم اٹھاتا ہے ماں باپ اس کا پیار لیتے ہیں یا نہیں؟ اور نافرمان بچے کو جوتے مارتے ہیں، تو جو نافرمانی سے حرام لذت کشید کرتا ہے اس کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے نظر نہیں آتے مگر اس کے قلب پر اللہ کے بُعد اور لعنت کے جوتے پڑتے ہیں، وہ تڑپتا رہتا ہے، پاگل کی طرح رہتا ہے، عاشقِ مجاز کو ایک پل کو چین نہیں ملتا۔ اسی لیے حکیم الامت فرماتے تھے کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیاوی محبتیں چند دن کی ہوتی ہیں جب شکل بگڑی تو سب بھاگ نکلے؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

پھر یہ نفسانی محبت نفرت وعداوت میں کنورٹ ہو جاتی ہے، دیکھا آپ نے میرا بنوٹ! یہ محبت جو آنکھوں سے اور چہرے کی بناوٹ سے ہے یہ چند دن کے بعد جب جغرافیہ بدل جائے گا تو نفرت وعداوت سے بدل جائے گی، روئے زمین پر آج تک ہم کو ایسا کوئی بھی نہیں ملا جس کو عشقِ مجازی میں ہمیشہ باوفائی ملی ہو، جب چہرہ بدل گیا تو سب وہاں سے بھاگ گئے۔

جب ملائم خاں خشب خاں ہوگئے
سارے عاشق پھر کھسک خاں ہوگئے

سرحد کے خان لوگ اس شعر سے بہت مزہ لیتے ہیں، خشب معنیٰ لکڑی یعنی اعضا سخت ہوگئے، بڑی عمر ہوگئی، سب بھاگ نکلے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں سے ہمیشہ پیار کرتے ہیں، اور اللہ کیسے پیار کرتے ہیں اس پر بھی میرا ایک شعر ہے، لیکن پہلے مولانا منصور کا شعر سن لیجیے، جب نظر بچائی اور دل ٹوٹا۔

دل جو ٹوٹا تو اسے قرب کا اعزاز ملا

تو جب نظر بچا کر دل ٹوٹا تو اس حسرت زدہ قلب کو اللہ کا پیار کیسے ملتا ہے؟۔

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

یہ اختر کا شعر ہے، اسے عمل کی نیت سے سنو اور خوب غور سے سن لو۔ واللہ کہتا ہوں ورنہ پچھتاؤ گے پھر۔

مری آہ کو رائیگاں کرنے والو
میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

باتوں کو برائے بات نہ سنو برائے عمل سنو۔ یہ آہِ دل اللہ نے مجھے بزرگوں کے صدقے میں عطا کی ہے، سمجھ لو کہ آدھی زندگی ختم ہوگئی اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھاتے اُٹھاتے لٰہذا میرے دردِ دل کو رائیگاں مت کرو ورنہ ان ہی گُو مُوت کے مقامات کے چکر میں رہو گے اور ایک دن موت آجائے گی اور پیشاب اور پاخانے کے مقامات پر لعنتی حیات لے کر خدا کے سامنے جب پیش ہوگے تو اللہ پوچھے گا کہ تم نے زندگی کہاں استعمال کی۔

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

انوار و ظلمات جمع نہیں ہوسکتے

اس لیے میں کہتا ہوں کہ جن کا قلب غیر اللہ سے پاک ہوگیا اور مولیٰ دل میں آگیا ان کا چہرہ ترجمانِ

مولیٰ ہوتا ہے، اور جنہوں نے مولیٰ کو بھی یاد کیا مگر لیلاؤں کو بھی نہیں چھوڑا تو ان کے چہرے پر سایہ بھی ہوتا ہے اور اندھیرا بھی ہوتا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ جہاں سایہ بھی ہو دھوپ بھی ہو وہاں مت بیٹھو، تو اسی سے یہ بھی سمجھو کہ گناہ گار زندگی اور اللہ والی زندگی کو مخلوط مت کرو، ہمت کر کے اندھیروں کو بالکل مٹادو، ایسی حیات اچھی نہیں ہے کہ کچھ گناہ کر کے حرام مزہ بھی لے لیا اور کچھ اللہ اللہ کر کے اللہ کا نور بھی لے لیا تو ظلمات اور انوار دونوں کو جمع مت کرو، نور اور ظلمت کیسے جمع ہو سکتے ہیں، ہمت سے کام لو۔ جب دل غیر اللہ سے پاک ہو جائے گا تو اللہ ہی اللہ ہو گا اور چہرہ پورا پورا ترجمانِ مولیٰ ہو گا جیسے چودہ تاریخ کا چاند ہوتا ہے، اس کا دل چودہ تاریخ کے چاند کی طرح روشن ہو گا، جب اس کے قلب سے نفس کی حیلولت ختم ہو جائے گی تو وہ حق تعالیٰ کی ذات سے مستنیر رہے گا اور جب پورا روشن ہو گا تو منیر ہو جائے گا، جس کا قلب حیلولتِ نفس سے پورا مستنیر نہیں ہوا وہ منیر کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کا قلب نفس کی سازشوں میں اور آمیزشوں میں اور آویزشوں میں اور ریزشوں میں حرام لذت کو درآمد کرتا ہے ایسا حاملِ ظلماتِ معاصی قلب کیسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور جلوؤں سے مستنیر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ہمت سے کام لو، اگر کبھی خطا کا صدور ہو جائے تو اللہ سے اتنا روؤ کہ قلب پھر مجلّٰی و مصفّٰی ہو جائے۔

بہترین خطاکار کون ہے؟

یہ تو نہیں ہے کہ آپ سے معصیت کا صدور ہی نہ ہو، یہ میں نہیں کہتا کیوں کہ یہ صرف پیغمبروں کے لیے ہے کہ جن سے کبھی خطا صادر نہ ہو، لیکن ہم سے اگر خطا صادر بھی ہو تو اسے عادت مت بناؤ، گناہ کو اوڑھنا بچھونا مت بناؤ کہ جب تک حسین کو نہ دیکھو کھانا ہی ہضم نہ ہو، معلوم ہوا آج تو بالکل اداس بیٹھے ہیں کیوں کہ کوئی حرام نمک نہیں چکھا، یہ شخص غذائے حرام کا عادی ہے، ہاں احیاناً کبھی خطا ہو جائے تو صدورِ خطا کے بعد استغفار و توبہ سے صاحبِ عطا ہو جاؤ، خَطَّاءُوْنَ تھے توبہ کی برکت سے خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ ہو جاؤ، اپنے نام کے ساتھ خیر لگوالو، اور ترکیبِ اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے مضاف الیہ نہیں ہوتا لہٰذا آپ خیر ہی خیر ہیں جیسے جَاءَ غُلَامُ زَیْدٍ میں زید مقصود نہیں ہے، غلام مقصود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو گناہ سے الگ ہو کر ندامت و آہ وزاری اور عزمِ تقویٰ کے ساتھ استغفار و توبہ کر کے پاک وصاف ہو جاتے ہیں تو وہ پھر خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ ہو جاتے ہیں، لیکن کوشش کرو کہ

کم سے کم خطا ہو، خطا کرنا اور ہے اور خطا ہو جانا اور ہے، گٹر میں گرنا اور ہے اور اپنے کو گرانا اور ہے، گٹر میں گرا گرا کر حرام لذت کشید کرنا اور ہے اور احیاناً اگر کبھی بشریت سے مغلوب ہو کر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا کر اللہ سے استغفار و توبہ اور ندامت کے ساتھ معافی مانگ لو۔ تو قلب جس درجے مستنیر ہو گا اور حیلولتِ نفس کو الگ کرے گا تو اس کا قلب چودہ تاریخ کے چاند کی طرح پورا روشن ہو گا پھر اس کے الفاظ میں اور اس کے چہرے میں فرق آجائے گا، اس کا چہرہ ترجمانِ قلب ہو گا اور قلب میں مولیٰ کی تجلیات من و عن چودہ تاریخ کے چاند کی طرح ہوں گی اور اس کا چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ ہو گا کیوں کہ وہ ہر وقت غم اُٹھا رہا ہے مگر چوں کہ وہ اللہ کے راستے کا غم ہے اس لیے وہ غم بڑا پیارا ہوتا ہے، دنیاوی غم کی طرح وہ قلب کو بے چین نہیں کرتا بلکہ اور چین دیتا ہے کیوں کہ وہ اللہ کے راستے کا غم ہے، وہ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ ہے، اللہ کے راستے کا قید خانہ گلستان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، جب اللہ کے راستے کا قید خانہ احب ہے تو پھر ان کی راہ کے گلستان کیسے ہوں گے!

مجاہدۂ مسلسلہ کا انعامِ عظیم

تو عرض کر رہا تھا کہ حفاظتِ نظر کے بعد۔

دل جو ٹوٹا تو اسے قرب کا اعزاز ملا

تو آج کل مسلسل عریانی کے زمانے میں یہ مجاہدہ مسلسل ہے، تو جب یہ مجاہدہ مسلسل ہے تو اللہ کی تجلیات کا مشاہدہ بھی متواترہ ہو گا، مسلسلہ ہو گا، وافرہ ہو گا، بازغہ ہو گا۔ اب میرا شعر سنیے۔

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

اس شعر کا فیچر سمجھ لیجیے۔ اماں نے کہا کہ بیٹا تمہیں آج کل پیچش ہے، کباب مت کھاؤ اور اس کے دس بچے اس کو دکھا دکھا کے کباب کھا رہے ہیں تو وہ روتا ہے کہ اماں آپ نے ہم پر پابندی عائد کر دی، تو ماں غلبۂ رحمت سے اسے گود میں اٹھا لیتی ہے اور اپنے دامن سے اس کے آنسو کو پونچھتی ہے، اسے پیار کرتی ہے، اس کے گال چومتی ہے اور کہتی ہے کہ بیٹا گھبراؤ مت! تم کچھ دن مجاہدہ کر لو پھر ہم تمہیں بھی خوب کباب کھلائیں گے۔ اب اس فیچر کو سمجھنے کے بعد میرے اس شعر کا مزہ آئے گا۔

مرے حسرت زدہ دل پر اُنہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

ذرا یہ غم اُٹھا کر تو دیکھو! اگر قلب میں اللہ کا پیار محسوس نہ کرو تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔

بد نظری ذریعۂ لعنت ہے

مگر اللہ کا چما چھوڑ کر شیطان کا چمامت لو، بد نظری کرنے کے بعد شیطان چمالیتا ہے، حرام لذت جب دل میں آتی ہے تو وہ شیطان کا چما ہوتا ہے، شیطان کا پیار ہوتا ہے، لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ کا مصداق ہوتا ہے، اس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ملتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۴۲۸]

لعنت فرمائے اللہ تعالیٰ ناظر پر بھی اور منظور پر بھی۔ اور فرمایا کہ یہاں ناظر اور منظور کے متعلقات کا ذکر نہیں کیا گیا تاکہ جتنی نظریں حرام ہیں سب اس میں داخل ہو جائیں۔

تو آج کا مضمون میں یہی بیان کر رہا ہوں کہ دیکھو اپنے قلب کو چودہ تاریخ کا چاند بناؤ کیوں کہ چاند اور سورج کے درمیان میں دنیا کا جو گولا ہے زمین کا کرۂ ارض چودہ تاریخ کو اس کی حیلولت بالکل ختم ہو جاتی ہے، زمین کا ایک کونہ بھی سورج اور چاند کے درمیان حائل نہیں رہتا اور چاند براہِ راست سورج سے مستنیر ہوتا ہے تو دیکھ لو کیسا چمکتا ہے۔ بس تھوڑی سی ہمت کرو اور نفس کے گولے کو بالکل ہٹا دو۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

ہمت سے کام لو تو ان شاء اللہ جب کرۂ نفس اللہ کے جلوؤں کے سامنے سے ہٹ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے جلوے منیر ہوں گے اور آپ کا قلب مستنیر ہوگا اور پورے چاند کی طرح روشن ہو جائے گا پھر آپ کا چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ ہوگا۔ حدیثِ پاک ہے:

اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[۴۲۹]

۴۲۸؎ کنز العمال: ۳۳۸/۷ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

اس حدیث کی شرح یہ ہے کہ اللہ والا وہ ہے جو غیر اللہ سے پاک ہو جائے اور اس کا چہرہ اس کے حاملِ تجلیاتِ الٰہیہ قلب کا ترجمان ہو جائے، اور جو بد نظری کرتا ہے اس پر لعنت تو ہوتی ہے مگر اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے چہرے پر لیلاؤں کا عکس ہوتا ہے، لڑکا ہو یا لڑکی جب اس کے دل میں معشوق یا معشوقہ ہے تو اس کا چہرہ مِنْ رَّأْسِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ اس ہی کا ترجمان ہو گا یعنی اس کا چہرہ صرف فرسٹ فلور ہی کا ترجمان نہیں ہو گا بلکہ اس کے ناف کے نیچے کی گٹر لائنوں کا بھی ترجمان ہو گا کیوں کہ اس کے قلب میں معشوق یا معشوقہ کے پیشاب اور پاخانے کے مقامات ہیں لہٰذا چہرہ بھی ان ہی چیزوں کا ترجمان ہو گا، اس کی آنکھوں سے بھی لعنت اور نحوست برستی ہے اور اس کی تقریر اور تحریر میں بھی اندھیرے موجود ہوں گے۔ اس لیے میں آپ سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ چند دن محنت کے بعد اللہ کو پا جاؤ گے۔

سارے عالم میں یہی اخترؔ کی ہے آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

پھر اس کے الفاظ میں نور ہی نور ہو گا، اس کی تحریر میں نور ہی نور ہو گا، وہ جہاں بھی جائے گا اس کا دل عشقِ الٰہی میں شامی کباب کی طرح جلا بھنا ہو گا، سارا عالم اس کی خوشبو کو نہیں چھپا سکتا۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

یہ میرے دردِ دل کا ایک مختصر مضمون تھا جو میں پیش کر رہا ہوں اور یہ حاصلِ سلوک ہے، جس ظالم نے لا الٰہ سے قلب کو مکمل پاک نہ کیا وہ حامل اِلَّا اللّٰہ نہیں ہو گا اور خسارۂ محرومیہ کے ساتھ مرے گا، اس کی موت محرومی کی موت ہو گی، اگر نصیبِ دوستاں تقویٰ نہیں پایا تو نصیبِ دشمناں مرے گا لہٰذا دوستو! دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ نے اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچنے کی طاقت اور ہمت دی ہے، ترکِ معصیت کی ہمت خدا نے دی ہے، کوئی استعمال نہ کرے، خبیث لذت کا خوگر رہے تو یہ اس کی اپنی نالائقی ہے۔ اب اور کیا کہوں، کس دردِ دل سے اس بات کو پیش کروں! اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، لغت میرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے پھر میں آہ و زاری کرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے بھی یہی کہتا ہوں اور اپنے نفس سے بھی یہی کہتا ہوں کہ۔

---

۴۲۹ سنن ابن ماجۃ: ۴۳۹-۴۴۰ (۴۱۱۹)، باب من لایؤبہ لہ، المکتبۃ الرحمانیۃ / مسند احمد: ۴۵/۵۷۶ (۲۷۶۰۱)، من حدیث اسماء بنت یزید، مؤسسۃ الرسالۃ

میری آہ کو رائیگاں کرنے والو
میرے ساتھ یہ بے وفائی نہ کرنا

لہٰذا اختر سے جتنے لوگ بیعت ہیں اختر اپنے نفس سے اور آپ سب سے کہتا ہے کہ دردِ دل سے کہتا ہے کہ دیر مت کرو۔ آہ! کس حدیث سے آج استدلال ہوا ہے کہ جہاں سایہ بھی ہو اور دھوپ بھی ہو وہاں مت بیٹھو، کیا مطلب؟ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور فرماں برداری دونوں کو مرکب مت کرو، ہمت سے کام لو۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ میں نظر بچانے میں بڑا کم ہمت ہوں، ہمیشہ سے حسینوں کو دیکھنے کا عادی ہوں، حسن کو دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جوتا مارنے والا مسٹنڈا اس کے ساتھ ہو اور کہے کہ یہ میری بیٹی اور یہ میرا بیٹا ہے اور میں ایس پی ہوں اور اس کے ہاتھ میں پستول بھی ہے اور جوتا بھی رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اب ذرا میری بیٹی کو جو بہت ہی نمکین ہے اور بیٹا بھی نہایت حسین اور نمکین ہے دیکھ کر دِکھاؤ کیوں کہ سنا ہے کہ آپ بد نظری کے بہت پرانے مریض ہیں، آپ کو یہ احساس ہے کہ اب میں مقامِ مجبوریت پر فائز ہوں کیوں کہ میں حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہوں، مجبور ہو جاتا ہوں تو آج مجھے آپ کے مقامِ مجبوریت کا مشاہدہ کرنا ہے، لیکن یہ مقامِ مجبوریت کا احساس آج آپ کو مقامِ محرومیت پر موت دے دے گا۔ یاد رکھو! کسی عمر میں کوئی بھی ہرگز مجبور نہیں ہوتا، صرف ہمت سے کام لو، مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے یا نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ مرتے دم تک بندہ کسی ایسے موڑ پر نہیں آسکتا جہاں تقویٰ کی ہمت ختم ہو جائے۔

فراقِ شیخ میں کھویا گیا قرار مرا
یہ کیسے موڑ پہ لے آیا مجھ کو پیار مرا

لہٰذا پھر کہتا ہوں کہ اللہ اختر کو بھی اور آپ کو بھی اس قابل کر دے کہ غیر اللہ کے سائے اور اندھیرے بالکل ختم ہو جائیں اور ہمارا دل چودھویں کے چاند کی طرح پورا روشن ہو جائے اور ہمارا چہرہ حاملِ نسبتِ اولیائے صدیقین کے قلب کا ترجمان ہو جائے۔ میں دل سے اپنے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی دعا گو ہوں اور دردِ دل سے منتظر بھی ہوں کہ اللہ مجھے بھی یہ مقام دے اور آپ سب کو یہ مقام جلد دے دے اور جب تک یہ مقام نصیب نہ ہو جائے موت نہ آئے اور دل سے ارادہ کرلو کہ اپنے مولیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت کی کشید کی عادتِ خبیثہ پر عمل نہیں کرنا ہے، چاہے ہمیں چٹنی روٹی پر گزارہ کرنا پڑے۔ اوّل تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین

ہیں، جب آپ غم اُٹھائیں گے تو اللہ آپ کے قلب میں دونوں جہاں سے بڑھ کر لذت گھول دے گا، یہ ناممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے راستے میں غم اُٹھائے اور نظر بچائے اور اپنے شکستہ قلب میں تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ، مسلسلہ، وافرہ، بازغہ نہ پائے۔

صوفیا اور علماء کے لیے سب سے بڑا مجاہدہ

دیکھو! صوفی اور مولوی جو ہوتا ہے اس کا مزاج ہمیشہ عاشقانہ ہوتا ہے، اس لیے ان کے لیے یہی ایک مجاہدہ ہے، وہ جیب نہیں کاٹیں گے، جھوٹ نہیں بولیں گے، دنیا کی محبت بھی ان کو نہیں ہوتی مگر ایک ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں کہ حسن کا ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ کسی کے چہرے پر نمک پایا بس وہیں نمک چور ہو گئے، صوفی غضب کا نمک چور ہوتا ہے۔ مولانا منصور نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے ؎

نظر کے چور کے سر پر نہیں ہے تاجِ ولایت
جو متقی نہیں ہوتا اسے ولی نہیں کہتے

بس مضمون ختم، یہ مضمون تو مغرب بعد ہوتا ہے مگر آج اس وقت ہو گیا۔ کیا کریں ایک بزرگ نے کہا کہ اے خدا! دنیاوی بارش کا موسم ہوتا ہے مگر آپ کی رحمت کی بارش کا کوئی موسم نہیں ہوتا، آپ کی رحمت کی بارش آپ کی مشیت کے تابع ہے، آپ ارادہ کریں رحمت کی بارش ہو گئی، آپ کے کرم کی بارش بادلوں کی محتاج نہیں ہے لہٰذا حیلولتِ نفس سے اپنے کو پاک کرو تاکہ ہمارے قلوب چودہ تاریخ کے چاند کی طرح اللہ کی تجلیات کے حامل ہو جائیں، اور اس کی طاقت وہمت سب کو حاصل ہے، کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ کہہ دے کہ میں مجبور ہوں۔ مقامِ مجبوریت پر فائز ہونے کا ایس پی صاحب والا واقعہ ابھی بتا دیا۔

حدیث اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ...الخ کی عجیب تشریح

تو جوتے کے آدمی مت بنو، نفس خبیث سے کہو کہ اگر اس لڑکے کا اور اس لڑکی کا باپ یہاں ہو تو کیا تم اس کو دیکھ سکتے ہو؟ اور باپ بھی تگڑا ہو، مسٹنڈا ہو اور اس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہو اور پستول لگائے ہوئے ہو، تو ابا سے تو ڈر گئے اور ربّا جو دیکھ رہا ہے تو کیا اسے اپنے غلاموں اور بندوں اور بندیوں کی آبرو کا خیال نہیں ہے کہ تم اس کی مخلوق کو بُری نظر سے دیکھتے ہو۔

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ[۴۳۰]

پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا ہے۔ زمین پر مٹی کے ڈھیلے کی طرح مت رہو، آسمان پر نظر رکھو کہ میرا آسمان والا مجھے دیکھ رہا ہے کہ یہ میرے بندوں کو کس بُری نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے گٹر لائن میں اِن (in) ہونے کے تخیلاتِ حرام میں مبتلا ہے کیوں کہ جیسے ہی کسی نمکین پر نظر پڑتی ہے فوراً اس کے ساتھ بد فعلی کے خیالات آنے لگتے ہیں تو کیوں دیکھتے ہو؟ یہ حسین اللہ کی مخلوق ہے کہ نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخلوق اللہ کی عیال ہے، کسی کی عیال کے ساتھ بد معاشی بھی کرتے ہو اور اس کا پیارا بھی بننا چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ کا ولی بھی بننا چاہتے ہو! اب میرا کلام بزبانِ مولانا رفیق ہتھورانی سنایا جائے گا۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے۔ اللہ اختر کو، اس کی اولاد کو، میرے احباب کو اور ان کی اولاد کو بھی نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے اور اے اللہ! ہمارے نفس کو بازِ شاہی بنا دے، کرگسیت سے پاک فرما دے، مرنے والوں پر مر کے ویران اور تباہ ہونے سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچا لیجیے اور اے مولیٰ! اپنے اوپر فدا ہونے کا شرف نصیب فرما، نصیبِ اولیاء ہم سب کو نصیب فرما دے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمردوں سے احتیاط کا سبق

ارشاد فرمایا کہ وہ اَمرد لڑکے جن کے داڑھی مونچھ نہیں آئی ہو ان کا حکم عورت جیسا ہے ان کو سر سے پیر تک دیکھنا جائز نہیں ہے، ان سے بھی احتیاط کرو۔ امام ابو حنیفہ سے زیادہ متقی بننے کی غلط حماقت میں مبتلا نہ رہو، امام صاحب نے امام محمد کی والدہ سے شادی کی تھی وہ ان کے سوتیلے بیٹے تھے مگر بوجہ حسن کے سبق کے دوران ان کو پیچھے بٹھاتے تھے، اگر آج کل پیچھے نہ بٹھاؤ تو کم سے کم دائیں بائیں تو بٹھالو، ان کو حاشیہ بنالو متن نہ بناؤ کیوں کہ متن جلی ہوتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

تو ہے گو من چلی مت دِکھا کھلبلی
سن ری اے دل جلی بھاگ رب کی گلی

۴۳۰؎ مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۴۲۵، باب الشفقۃ والرحمۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

ولی اللہ بننے کے چار نسخے

ارشاد فرمایا کہ چار باتیں بتارہا ہوں، ان کو بھول مت جانا:

۱) اہل اللہ کی مصاحبت: اگر شیخ قریب نہ ہو تو اس کی کتاب سنو سناؤ اور پیر بھائیوں کے پاس بیٹھو، اگر بابا نہ ہو تو بھائیوں کے پاس بیٹھنے سے بابا کی یاد آئے گی۔

۲) ذکر اللہ پر مداومت: شیخ نے جو ذکر بتایا ہے اس میں ناغہ نہ کرو خاص کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کا ناغہ نہ کرو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ سستی نہیں آئے گی اور گناہ چھوڑنے کی توفیق ملے گی، باقی ذکر جو بتایا ہے اس کو بھی ادا کرو، بیماری یا کمزوری ہو تو بتادیا کہ دس مرتبہ پڑھنے پر سو دفعہ کا ثواب ملے گا، اگر تین سو مرتبہ ذکر بتایا ہے تو تیس دفعہ کرلو تو ہر دس پر سو کا ثواب ملے گا ان شاء اللہ۔

۳) گناہوں سے مباعدت: گناہوں کے اسباب سے بھی دور رہو، جس کی خوب داڑھی مونچھ نہ ہو ایسے کسی لڑکے سے پیر مت دبواؤ۔ ایک شخص نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کس عمر کے نوجوانوں سے احتیاط کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ جس نوجوان سے بات کرنے میں نفس کو مزہ آئے اور اس کو لپٹانے کو دل چاہے، اگر نفس کو ذرا بھی مزہ آئے تو اس سے ہوشیار ہو جاؤ، اس سے دور ہو جاؤ، اس سے بات چیت بھی نہ کرو۔ یہ اِس زمانے کے مجدد کی بات ہے۔ مولانا رومی نے تو بتایا تھا کہ دو تین بال اگر آجائیں تو احتیاط کی ضرورت نہیں ہے لیکن اب تین ہزار بال پر بھی لڑکے پکڑے گئے۔ اس لیے اس زمانے کے مجددین اور بزرگانِ دین اور ان کے غلاموں کی بات سن لو۔ ہر اُس نوجوان سے دور رہو جس کو دیکھ کر دل چاہے کہ اس کو لپٹالو، چمالے لو، معانقہ کرلو، آگے سوا ینڈ سو بھی ہے۔

۴) اتباعِ سنت پر مواظبت: ہر کام کو سنت کے مطابق کرو۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے کہا کہ سنت کے اس نمبر کا بیان تو پہلے ہونا چاہیے، میں نے کہا کہ موقوف علیہ پہلے ہے بخاری شریف بعد ملتی ہے اسی طرح پہلے کے تین نمبروں پر عمل کرنے سے آپ کے اندر سنت کی محبت پیدا ہوگی لہٰذا ہر عمل میں دیکھو کہ سنت کیا ہے تو طریقِ سنت پر فدا رہو، یہ ساری زندگی کا سبق ہے۔

بس یہ چار کام جو کرلے گا سو فیصد یقین سے کہتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ولی اللہ ضرور ہو جائے گا اور ایسا ولی ہوگا کہ ولی ساز بھی ہوگا، اس کی برکت سے دوسرے بھی ولی بنیں گے۔ یہ چار نمبر نوٹ کرلو اور

انگریزی میں اس کو کنورٹ کرکے پورے افریقہ میں پھیلادو اور اس کا نام ہوگا ''ولی اللہ بننے کا نسخہ'' بس یہ آخری شب کی چار نصیحتیں ہیں۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اختر کو بھی عمل کی توفیق دے اور میری اولاد کو بھی اور آپ سب دوستوں کو اور آپ سب دوستوں کی اولاد کو بھی۔ اولاد کو بھی نیک بنانا فرض ہے، یہ نہیں کہ ان کو شاندار کپڑے پہنادیے، مرسڈیز دے دی اور بکرے کی گول گول بوٹی کھلادیں۔ یہ باپ کی محبت نہیں ہے، ان کو اللہ والا بناؤ ورنہ قیامت کے دن گردن پکڑ کر کہیں گے کہ بابا نے اچھے کپڑے پہنائے اور گول بوٹی ہم کو کھلائی، ٹیڑھی میڑھی خود کھائی، مگر دین نہیں سکھایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اختر کو، اس کی اولاد کو، اس کے گھر والوں کو، آپ سب کو، آپ کی اولاد اور گھر والوں کو اور میرے پورے عالم میں غائبین احباب کو بھی اور ان کی اولاد کو بھی اور جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں سب کو جذب کرلے اور ہمارے بچوں کو بھی اور خاندان کو بھی ولی اللہ بنادے اور ایک لمحہ بھی اپنی ذاتِ پاک کو ناراض کرکے حرام لذت چکھنے کی خبیث عادت سے اے خدا ہم سب کو پاک فرمادے۔

عادتِ لذتِ حرام چھوڑنے کا بے مثل انعام

میں بہت ہی دردِ دل سے یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت چکھنے کی خبیث عادت سے عزتِ سادات مت بیچو، عزتِ مولویت مت بیچو، عزتِ مشیخت مت بیچو، جس بات سے مالک خوش نہ ہوں ایسی خوشیوں پر ایک کروڑ لعنت بھیجو اور کہو ؎

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

مالک کے قانون کا احترام کرو، ان شاء اللہ واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن گناہوں کے حرام لذت میں مزے پاتے ہو یہ مزہ بھنگیوں کا مزہ ہے، یہودیوں کا مزہ ہے، دشمنوں کا مزہ ہے، یہ نصیبِ دشمناں ہے، نصیبِ دوستاں مزہ حاصل کرو، لذتِ تقویٰ حاصل کرو، اللہ آپ کے ٹوٹے ہوئے دل کو اور گناہوں سے بچنے میں جو غم اٹھایا اس غم کے بدلے میں وہ خوشی دے گا جو بادشاہوں کو نصیب نہیں ہے، جو مال داروں کو نصیب نہیں ہے، جو مجنوں اور لیلیٰ کو نصیب نہیں ہے، گانے بجانے والے اور ساری دنیائے رومانٹک کو وہ مزہ نصیب نہیں، خود سورج اور چاند کو اپنی روشنی میں وہ مزہ نہیں جو اللہ کے نور میں مزہ ہے۔

اب اس سے زیادہ میرے پاس لغت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اختر کی آہ کو ہمارے دل

میں اور آپ کے دل میں ڈال دے اور بغیر لغت کے آپ اپنے جذب سے ہم سب کو اپنا بنالیں اور اختر کے سفر کو قبول فرمادیجیے اور تعبیرات کی کوتاہیوں کو درگزر فرمالیجیے، جو مانگا ہے وہ بھی دے دیجیے بلکہ بغیر مانگے دونوں جہاں دے دیجیے۔ یا اللہ! ابا بہت سی چیزیں بچوں کو بغیر مانگے دے دیتا ہے، چھوٹا سا بچہ سردی سے کانپ رہا ہے، اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن ابا اسے بغیر مانگے سوئیٹر لا کر دیتا ہے تو آپ ہماری ضروریات کو دیکھ کر بغیر ہماری درخواست کے دونوں جہاں ہم سب کو عطا فرمادیجیے۔

اب دیکھو آج کا آنا ضروری تھا یا نہیں؟ جو آج نہ آتا تو سمجھ لو بابا کے جاتے ہوئے بابا کے آخری سبق سے محروم ہوتا کہ نہیں؟ ان شاء اللہ میری آہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ میں بتا رہا ہوں کہ پوری دنیا میں جو لوگ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں میں ان کی تعلق مع اللہ کی دولت کو اس قدر تیز ترقی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ بس۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میری آہ میرا اللہ رائیگاں نہیں فرمائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ میرے تین بزرگوں کی صحبتیں ضایع نہیں ہوں گی، میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں، دنیا کا حکیم ہو کر بھی دواخانہ میں کبھی کسی نے نہیں پایا، بس ساری زندگی بزرگوں کی خدمت ہی کی اللہ نے مجھے توفیق دی، اللہ ان کی برکتوں سے ہم سب کو اپنا بنالے۔

میں چاہتا ہوں کہ جس کو موقع نہ ہو وہ پڑھائی چھوڑ کر ایئر پورٹ نہ آئے، جو فارغ ہوں، وقت ہو تو وہ آجائیں، مگر جو مشغول ہوں تو وہ ضروری کام نہ چھوڑیں اور اسی ملاقات کو الوداعی ملاقات سمجھ لیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

اللہ تعالیٰ نے شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی محبت کا جو درد عطا فرمایا اور آپ سے تزکیۂ نفس کا جو کام لیا پوری دنیا میں اس دردِ دل اور طریق اصلاح کا ڈنکا پٹا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ کے احباب کی دعوت پر ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۷ء تک تقریباً ہر سال اور بعض دفعہ سال میں دو مرتبہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنوبی افریقہ کا سفر فرماتے رہے۔ جنوبی افریقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس سے دین کا جو عظیم الشان کام لیا ہے خواص و عوام سب اس کے شاہد ہیں کہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہزاروں سے متجاوز لوگ حضرت اقدس کی صحبت بابرکت اور نگاہِ پرتاثیر کی برکت سے روح و قلب کا تزکیہ کروا کے اللہ والے ہوگئے۔

پیشِ نظر کتاب ۱۹۹۸ء میں ہونے والے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ عام سفرناموں کے برعکس حضرت اقدس کے سفرنامے ملکوں اور شہروں کے حالات اور جغرافیائی معلومات پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ دورانِ سفر حضرت اقدس کے مختلف مقامات پر ہونے والے نصائح، ملفوظات اور بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں جو دلوں میں عشقِ حقیقی کی آگ روشن کردیتے ہیں۔

www.khanqah.org

ناشر